بسم اللہ الرحمن الرحیم

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ القرآن

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ الحدیث

ہزار ہا فقہی مسائل اور اسلامی و دینی معلومات کا خزینہ

مجموعۃ الفتاویٰ

انوارِ شریعت

حصہ نہم تا شش دہم

مجددِ اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ

صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ

مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

مرتبہ

مولانا مفتی محمد اسلم قادری رضوی علوی

سُنی دارالاشاعت علویہ رضویہ

ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

لقد كان لكم في رسول الله اسوة حسنة لمن
كان يرجوا الله واليوم الآخر وذكر الله كثيرا

ہزاروں فقہی مسائل اور اسلامی ودینی معلومات کا خزینہ

انوار شریعت

المعروف بہ

جامع الفتاویٰ

پنجم تا ششم

جلد دوم

ازافادات

مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ
حجۃ الاسلام حضرت شاہ حامد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ
صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ
شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب لائلپوری رحمۃ اللہ علیہ
مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی صاحب قدس سرہ

ترتیب

مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

سنی دار الاشاعت علویہ رضویہ
ڈجکوٹ روڈ فیصل آباد

اشاعتی ضابطہ

نام کتاب: انوار شریعت المعروف بہ جامع الفتاویٰ

ترتیب و تدوین: مولانا محمد اسلم علوی قادری رضوی

کمپوزنگ: ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر، سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

کمپیوٹر گرافکس: قاضی محمد یعقوب چشتی، اظہر اقبال اعوان

قیمت 250/=

ناشر سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد

ملنے کے پتے

☆ ضیاء العلوم پبلی کیشنز یو 128 بازار تلواڑاں راولپنڈی
0333-5166587 Fax-4580404
Emil:ziauloom@isb.paknet.com.pk

☆ ضیاء القرآن پبلی کیشنز گنج بخش روڈ لاہور/اردو بازار کراچی

☆ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

☆ مکتبہ ضیاء العلوم صدر بازار راولپنڈی

☆ اسلامک بک کارپوریشن فضل داد پلازہ، اقبال روڈ راولپنڈی

عرضِ ناشر

انسانی زندگی کو کامیابی وکامرانی سے گزارنے کیلئے اسلامی تعلیمات اور احکامات کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔ دین اسلام اپنی ہمہ گیر آفاقی اور جامع احکامات کے باعث اتنا وسیع حلقہ رکھتا ہے کہ اس کی گہرائی وگیرائی تک پہنچنا ہر کس وناکس کے بس کی بات نہیں۔ ائمہ دین اور مجتہدین کرام نے اپنے اپنے ادوار میں پیش آمدہ مسائل کا حل نکالا اور انہیں کتابی شکل میں ترتیب دیا۔ اسلاف کرام کے انہی علمی جواہر پاروں کے مجموعے کا نام فقہ اسلامی ہے۔

سلف صالحین نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ سے استدلال کرتے ہوئے دنیا کو پیش آمدہ مسائل کا نہ صرف حل بتایا بلکہ ایسے جامع اصول مرتب فرمادیئے کہ آنے والی نسلوں کیلئے مسائل کا استخراج واستنباط آسان ہوگیا۔ قدیم ذخائر میں مسائل اعتقادیہ وفقہیہ کا وافر حصہ عربی وفارسی زبان میں موجود ہے۔ مگر اردو زبان کا دامن معرفت اس خزینہ سے بڑی حد تک خالی تھا۔ اور جو درآبدار تھے وہ بھی یکجانہ تھے۔ اس عظیم خدمت کو انجام دینے کی ذمہ داری محترم جناب مولانا محمد اسلم علوی نے پوری فرمادی ہے۔

زیرِ نظر کتاب " انوارِ شریعت " (جامع الفتاوی) مولانا محمد اسلم علوی کی مرتبہ ہے۔ آپ نے مسلکِ حقہ اہل سنت وجماعت کی کئی نایاب اور انتہائی قیمتی کتب کو دور افتادہ اور عدم توجہی کا شکار ذخائرِ علم سے انتھک کاوشِ روز وشب کے بعد ہم تک پہنچایا ہے۔ آپ کے کئی علمی شاہکار آپ کے علمی تبحر پر دلالت کرتے ہیں۔ بہت سے مشائخ عظام کی بیش بہا تصانیف کے تراجم آپ نے کیے ہیں۔ جامع الفتاوی کی ترتیب وتدوین اہل سنت وجماعت پر آپ کا احسانِ عظیم ہے کیونکہ اس میں دیوبندیوں اور وہابیوں کے ساتھ اہل سنت وجماعت کے اختلافی مسائل پر سیر حاصل اور مدلل بحث کے علاوہ مرزائیوں کے رد میں بھی مدلل فتاوی شامل ہیں۔ اگر کوئی بھی ذی شعور باہوش وحواس اس فتاوی کا غیر جانبداری سے مطالعہ کرے تو وہ اپنی ہدایت کے لیے مکمل رہنمائی پائے گا۔

جامع الفتاوی میں علامہ موصوف نے مجدد اسلام اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خان بریلوی، حجۃ الاسلام شاہ حامد رضا خان بریلوی، صدر الافاضل حضرت مولانا سید نعیم الدین مرادآبادی اور مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین ملتانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے فتاوی کو جمع کیا ہے۔ اس کتاب میں گرانقدر مسائل فقہ کو نہایت مدلل طریقے سے بیان کرنے کے علاوہ مذہب حق اہلسنت وجماعت کی صحیح ترجمانی کی گئی ہے۔

یہ اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن ہے۔ پہلا ایڈیشن کتابت کے ساتھ منظر عام پر آیا جس میں بے شمار لفظی اغلاط کے علاوہ عربی عبارات کے نقل کرنے میں بہت زیادہ بے توجہی اختیار کی گئی تھی۔ اب یہ کتاب جدید انداز میں کمپیوٹر کمپوزنگ کے ساتھ شائع کی جا رہی ہے اور حتی الامکان غلطیوں کو درست کر دیا گیا ہے۔

یہ کتاب امت مسلمہ کے لیے نہایت قیمتی تحفہ ہے۔ قارئین اس کے مطالعہ سے یقیناً فائدہ اٹھائیں گے اور اپنے عقائد اور ایمان کو مضبوط کریں گے۔ اس کتاب کو اصلاح عقائد میں اہم مقام حاصل ہے۔

تحریر کو اس کے معنوی و صوری حسن کے ساتھ صفحہ قرطاس پر لانا بھی ایک فن ہے۔ عبارات کی پیرا بندی اور اقتباسات کو ان کے خدوخال کے ساتھ لکھنا علم و ہنر کے بغیر بہت مشکل ہے۔ اس نئی اشاعت کو کتابت و کیلی گرافی کے جدید تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے لیے "ضیاء العلوم کمپوزنگ سنٹر" کے احباب عزیزم محمد یعقوب چشتی، اظہر اقبال اعوان خصوصاً مولانا حافظ محمد اسحاق ظفر زید مجدہ' کی خدمات حاصل کی گئیں۔ حافظ صاحب نے بڑی دلجمعی اور جانفشانی کے ساتھ ان ساتھیوں کے ہمراہ اس کتاب کو فنی خوبصورتیوں سے مزین کیا ہے۔ ان کی شبانہ روز محنت، لگن اور قلبی خلوص نے اس کتاب کی دلکشی اور جاذبیت میں بے انتہا اضافہ کر دیا ہے۔ صاحب ذوق اور فن کی باریکیوں میں نظر رکھنے والے حضرات یقیناً اس سے محظوظ ہوں گے۔

"ادارہ" کی شروع سے یہی کوشش رہی ہے کہ ایسی کتب شائع کرنے کا اہتمام کیا جائے جن سے اعلیٰ اسلامی و اخلاقی اقدار کا تحفظ ہو اور مسلک اہل سنت کی صحیح تصویر کشی اور ترجمانی ہو۔

الحمد للہ! ہم تحدیث نعمت کے طور پر فخر سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم بہت حد تک اس کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔ عوام کا بے پناہ اعتماد اس بات کا گواہ ہے۔

ان شاء اللہ تعالیٰ مستقبل میں ہم اپنی ان کوششوں اور خدمات کو مزید آگے بڑھانے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔

اللہ رب العزت سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ

مئی 2007ء

فہرست عنوانات و مضامین

جلد نہم از فتاویٰ:

مناظرِ اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿نقل استفتاء از جانب غیر مقلدین﴾

بخدمت علمائے دین شرح متین گزارش ہے کہ دین رسول اللہ ﷺ کا سچا ہے اور ایک ہے پھر یہ چار مذہب کس لئے ہوئے مہربانی فرما کر سوالات جو ذیل میں درج کئے جاتے ہیں ادلہ اربعہ سے ان کا جواب بتحقیق حق تحریر فرمادیں۔

سوال نمبر ۱: یہ ہے کہ چار مذہب مشہور کا مقرر کرنا حدیث محمد ﷺ یا قرآن پاک سے ثابت ہوا ہے یا اجماع صحابہ سے؟

سوال نمبر ۲: یہ کہ چار مذہب مشہور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی جو اہلسنت ہیں، سب حق اور ہدایت پر ہیں تو ان میں سے ایک پر عمل کرنا واجب کس لئے کیا اور باقی تینوں کو چھوڑ دینا کس لئے واجب کیا۔ اس کی دلیل قرآن پاک یا صحیح حدیث سے تحریر فرمادیں؟

سوال نمبر ۳: یہ کہ ان چار مذہب میں سے ایک کی تقلید ہم پر کس لئے واجب کی اور باقی تین مذاہب کو ترک کیا تو کیا جان کر کیا؟

سوال نمبر ۴: یہ ہے کہ ایک ہی مذہب پر عمل کرنے سے کل دین محمدی پر عمل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر ہو سکتا ہے تو اس کی کیا دلیل ہے اور اگر نہیں ہو سکتا تو پورے اور کامل طور پر ﴿اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ﴾ پر ایک مذہب کا مقلد کس طرح عمل کر سکتا ہے؟

سوال نمبر ۵: ان چار مذاہب مشہورہ میں فرقہ ناجیہ کون ہے؟

سوال نمبر ۶: یہ بھی فرمائیں کہ کون کون سی کتاب آپ کے نزدیک صحیح اور معتبر ہے قرآن مجید وحدیث مرفوع غیر معارض واجماع صحابہ سے جواب دیا جائے؟ اللہ کے واسطے تمام علمائے اہل فقہ سے گذارش ہے اور یہ بھی التماس ہے کہ جس حدیث کو ثبوت کے لئے تحریر فرمائیں اس کی اسناد بھی ساتھ ہی لکھیں اسناد کو نہ چھوڑ دیں کہ جس کتاب کی حدیث ہو اس کتاب کا نام اور باب کا پتہ ضرور لکھیں۔ زید وعمر کے اقوال لکھنے سے کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوگا انتہی:

جواب سوال نمبر ۱: اقول وبہ نستعین: مذاہب اربعہ قرآن مجید سے ثابت ہیں قال اللہ عزوجل:

﴿يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ﴾

تفسیر حسینی میں ہے:

"یَوْمَ نَدْعُوْا یاد کن روزے را بخوانیم کُلَّ اُنَاسٍ "ہر گروھے راز مردمان بِاِمَامِھِمْ بر پیشوائے ایشاں یعنی بنی که بدیشاں مبعوث بود۔ چنانچه گویند یا امت موسی و یا امت عیسیٰ یا کتابیکه برایشاں منزل شده "چنانچه خطاب کنند یااھل القرآن و یا اھل الانجیل یا مقدمے که در مذھب متابعت او نموده باشد" چنانچه ندا دھند که یا حنفی و یاشافعی تا آخر"

(ھکذا فی البیضاوی والمدارک)

پس دیکھو کہ تعین اور ثبوت مذاہب اربعہ کتاب اللہ میں موجود ہے اور امام کے معنی پیشوا کے ہیں اور مراد انبیاء علیہم السلام یا ائمہ اربعہ ہیں رحمہم اللہ تعالیٰ گویا پکارا جاوے گا اے امت موسیٰ و امت عیسیٰ یا خطاب کیا جاوے گا۔ اے حنفی و شافعی وغیرہ پس اس آیت شریف سے چار مذاہب اربعہ کنایۃ وضمنا ثابت ہیں۔ کیونکہ علم صرف ونحو اور معانی اور بیان سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب تک قرینہ صارفہ نہ ہو ظاہر لفظ کے ہی معنی مراد ہوتے ہیں۔ پس اس آیت میں لفظ امام کے معنی مقدم متعارف کے ہی (یعنی کسی امام کے آئمہ اربعہ میں سے) اقرب الی الصواب ہیں۔ اگرچہ معانی کا احتمال بھی ہے۔ فثبت المدعا۔ مخالف اور متعصب اگر نہ مانے تو اس کی کم بختی۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم　　　چشمہء آفتاب راچہ گناہ

درحقیقت ایسے سوالات کا دریافت کرنا غیر مقلدین کی طرف سے محض تقلید آئمہ کی مخالفت پر مبنی ہے معلوم نہیں کہ ان کو ائمہ اربعہ سے اتنا بغض اور حسد کیوں ہے۔ بمیرتا برھی اے حسود کیں رنجیست۔

﴿ثبوت تقلید از قرآن شریف﴾

دلیل اول: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ☆بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ☆قَالَ اللّٰهُ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی فِی الْکِتَابِ الْمَجِیْدِ وَالْفُرْقَانِ الْحَمِیْدِ فِی سُوْرَةِ الْفَاتِحَةِ لِتَعْلِیْمِ الدُّعَآءِ ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ﴾

"یعنی دکھا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر تو نے انعام کیا۔ وہ چار گروہ ہیں۔ انبیاء، صدیق، شہید، صالحین جیسا کہ باری تعالیٰ خود اپنے کلام کے پانچویں پارہ میں خبر دیتا ہے۔

﴿فَاُولٰٓئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا﴾

گروہ اول انبیاء علیہم السلام ہے جو حکم الٰہی کے کامل تابعدار تھے۔ ان کو ضرورت کے وقت بذریعہ وحی خبردار کیا جاتا تھا۔ گروہ

دوئم دسوئم صدیقین وشہداء چونکہ اکثر اصحاب ہی تھے۔وہ رسول اللہ ﷺ کی کماحقہ تابعداری کرتے تھے۔وقت پر ہر ایک مسئلہ پیغمبر ﷺ سے دریافت کر لیتے تھے۔ان تینوں گروہوں کو تقلید کی ضرورت ہی نہ تھی۔باقی رہا چہارم صالحین کا ان میں سے جن کو درجہ اجتہاد علاوہ اپنے اجتہاد سے قرآن مجید اور احادیث سے مسائل نکال لیتے تھے۔تقلید کی ضرورت نہ رکھتے تھے اور جن کو درجہ اجتہاد نہ علاوہ ضرور آئمہ دین میں سے کسی امام کی تقلید کرتے تھے۔یعنی مذاہب اربعہ میں سے کسی نہ کسی مذہب کے مقلد رہے اور ہیں یہ سب گروہ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَیۡهِمۡ چونکہ خدا اور رسول کے پورے فرمانبردار خدا کے مخلص بندے اور اس کی طرف بلانے والے تھے۔اس واسطے ہم کو ان کی تابعداری کرنے کا اور ان کی راہ پر چلنے کا حکم ہوا کہ:

" اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ الخ فتدبّر "

دلیل دوم: ﴿ قولہ تعالیٰ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ وَاُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡكُمۡ ﴾

یعنی تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور صاحبان حکم کی جو تم میں سے ہیں۔دیکھو اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اطاعت اولی الامر کا اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ حکم فرمایا ہے اور اولی الامر کا اپنی اور اپنے رسول کی اطاعت کے ساتھ حکم فرمایا ہے اور اولیٔ الامر کی تفسیر میں کسی نے سلطان اور کسی نے مجتہد اور کسی نے شیخ کے معنی کے ہیں اور درحقیقت یہ سب اولی الامر ہیں۔کیونکہ امر دو قسم پر ہے ایک دنیاوی دوسرا دینی۔دنیاوی امور میں تو باعتبار تمدن کے بادشاہ اولی الامر ہیں اور باعتبار تدابیر منازل کے گھروں کے سردار اولی الامر ہیں۔پس منازل اور ملکی امور میں ان کی تابعداری فرض ہے اور امر دین پھر دو قسم پر ہے۔ایک باطنی دوسرا ظاہری۔باطن کے اولی الامر مشایخان طریقت ہیں۔سالکوں کو ان کی تابعداری لازم ہے اور ظاہر جس کو شریعت کہتے ہیں،اس کے اولی الامر فقہائے دین اور ائمہ مجتہدین ہیں۔جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ سے واقف اور اس سے مسائل استنباط کرتے ہیں بدلیل ﴿ وَاِلٰۤى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَهٗ مِنۡهُمۡ ﴾ الآیہ مسائل شرعیہ میں ان کی اطاعت واجب ہے۔چنانچہ مفہوم آیت مبارکہ بھی یہی ہے۔تفسیر حسینی میں بھی اس آیت کے ذیل میں اسی طرح لکھا ہے۔پس جب آئمہ اربعہ اولی الامر میں داخل ہیں اور ظاہر ہے کہ ایسے اولی الامر جو قوت استنباط کامل رکھتے ہیں جن سے دین اسلام شرق اور غرب تک پھیلا اور مستحکم ہوا آئمہ اربعہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے پس اس آیت سے بھی آئمہ اربعہ کا اتباع کماحقہ ثابت ہوا:

ہر کہ سر بر خط فرمان دلیلے نہ نہند   کے میسر شورش دونے بر آوردن

دلیل سوم: ﴿ قولہ تعالیٰ فَسۡـَٔلُوۡۤا اَهۡلَ الذِّكۡرِ اِنۡ كُنۡتُمۡ لَا تَعۡلَمُوۡنَ ﴾

پس پوچھ لو اہل کتاب سے یعنی عالموں سے اگر تم نہیں جانتے قرآن پاک میں جب اہل الذکر سے علی الاطلاق عالم

ول مراد ہیں کمافی تفسیر الحسینی تو آئمہ اربعہ جو مجتہدین امت ہیں بطریق اولی اہل الذکر مراد ہو سکتے ہیں جو کہ علمائے امت سے بدرجہا فوقیت رکھتے ہیں۔ پس اس آیت سے بھی نفس تقلید وجوبا ثابت ہوا۔ جس سے ائمہ اربعہ کی تابعداری یعنی تقلید مطلق تحقق ہے۔ فتامل و افھم:

ثبوت تقلید از احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیہ والثناء:

حدیث اول: مشکوۃ شریف میں ہے:

"وعن عمرو ابن عوف قال قال رسول اللہ ﷺ ان الدین لیأزر الی الحجاز کما تأزر الحیة الی جحرها"

روایت ہے عمرو بن عوف نے کہا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق دین سمٹ آئے گا طرف حجاز کے یعنی مکہ اور مدینہ اور متعلقات ان کے جیسے کہ سمٹ آتا ہے سانپ اپنی بل کی طرف۔ آخر حدیث تک۔ الحاصل جب حجاز کی طرف دین کا سمٹ آنا ثابت ہوا تو لامحالہ دین وہی ہے جو حرمین شریفین اور ان کے متعلقات میں مروج ہے اور معمول یہ ہے پس بوقت فساد اہل زبان و کثرت ادیان حجاز کے باشندوں کا دین ہی برحق ہے اور معلوم ہوا، کہ حرمین شریفین میں قدیم سے دین مقلدین مذاہب اربعہ کا ہی چلا آتا ہے۔ جس کی طرف اشارہ حدیث ہے اور جس پر مقلدین مذاہب اربعہ کاربند ہیں اور یہی دین خدا کے نزدیک پسندیدہ اور برگزیدہ ہے اور لفظ دین بمصداق: ﴿ إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَام ﴾

وہی دین اسلام مراد ہے جو حجاز میں قائم ہے۔ صحیح مسلم میں ایک حدیث میں آیا ہے کہ تحقیق شیطان ناامید ہو گیا اس بات سے کہ عبادت کریں لوگ اس کی جزیرہ عرب میں: "لا یزال اهل العرب ظاهرین علی الحق حتی تقومَ الساعةُ"

یعنی عرب کے لوگ ہمیشہ دین حق پر قائم رہیں گے یہاں تک کہ قیامت ہو جاوے گی۔ یہ حدیث مسلم میں موجود ہے پس ثابت ہوا کہ عرب و حجاز اور مدینہ طیبہ ایمان کا گھر ہے اور بفضلہ تعالی ہمیشہ رہے گا۔ اب عرب و حجاز اور مدینہ منورہ کے باشندوں کا مذہب دیکھنا چاہئے جو مذہب ان کا ہو وہی حق ہے اور وہ مقلدین آئمہ اربعہ کا مذہب ہے جو اہل سنت و جماعت کے نام سے موسوم اور مشہور ہے۔

حدیث دوم:

"وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ وَقَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَجْمَعُ اُمَّتِيْ اَوْ قَالَ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ عَلٰى ضَلَالَةٍ وَيَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُّ وَعَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِتَّبِعُوْا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ فَاِنَّهٗ مَنْ شَذَّ شُذَّ فِي النَّارِ رَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ مِنْ حَدِيْثِ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ"

روایت ہے ابن عمرو سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق اللہ نہیں جمع کرے گا امت میری کو۔ یا کہا بجائے امتی کے

امت محمد کو اوپر گمراہی کے اور ہاتھ اللہ کا ہے اوپر جماعت کے اور جو شخص کہ جدا ہے جماعت سے تنہا ڈالا جائے گا بیچ آگ کے یعنی جماعت جنتیوں کی سے الگ کر کے دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ روایت کی یہ ترمذی نے۔

ف : ہاتھ اللہ کا ہے جماعت پر یعنی حفاظت اور مدد اور توفیق اور تائید اللہ تعالیٰ کی ہے جماعت پر یہ خاصیت ہے اس امت مرحومہ کے اللہ تعالیٰ نے عنایت فرمائی ہے کہ جس چیز پر امت حضرت کی متفق ہوتی ہے حق ہی ہوتی ہے اور انہی سے ہے روایت فرمایا رسول خدا ﷺ نے پیروی کرو جماعت بڑی کی۔ پس شان یہ ہے جو تنہا ہوا جماعت سے تنہا ڈالا جائے گا بیچ آگ کے روایت کی یہ ابن ماجہ نے حدیث انس سے:

ف : یعنی جو اعتقاد اور قول و فعل اکثر علماء کے ہوں ان کی پیروی کرو ان ہر دو حدیثوں سے معلوم ہوا کہ جماعت اور سواد اعظم سے جماعت کثیرہ مراد ہے۔ یعنی وہ جماعت جس پر اکثر مسلمان ہیں اور ظاہر ہے کہ وہ مذاہب اربعہ ہی کے مقلدین ہیں مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔" **والمراد ما علیه اکثر المسلمین** "

اور جماعت کا لفظ جو پہلی حدیث میں ہے اس سے اہل فقہ اور اہل علم جن کا اجتماع آثار حضرت ﷺ پر ہو امراد لی گئی ہے:

" **کما قال فی المرقات قوله وهی الجماعة ای اهل الفقه والعلم الذین اجتمعوا علی اتباع آثاره** ﷺ "

سواد اعظم بڑے گروہ کو کہتے ہیں اور حضرت ﷺ نے بھی بڑے گروہ کی اتباع کا حکم فرمایا اور اسکی مخالفت میں وعید شدید یعنی دخول فی النار بیان فرمایا پس بنظر انصاف مقلدین کا گروہ ہی بڑا اور سواد اعظم ہونے کا مستحق ہے اور اہل فقہ و علم آثار نبوی کے بھی یہی لوگ ہیں۔ المختصر جماعت کثیرہ کی پیروی کرنے کی متواتر تاکید آئی ہے۔ غرضیکہ جماعت کثیرہ مقلدین پر ہی منحصر ہے۔ چنانچہ علم تواریخ اور جغرافیہ کی رو سے بھی جماعت مقلدین پر ہی صادق آتی ہے اور فرقہ ناجیہ بھی یہی بن سکتا ہے جس کی علامت بموجب روایات مذکورہ کے کثرت سے ہے۔

تاریخی ثبوت : مسلمانان عالم کی مجموعی تعداد میں مؤرخین کا اختلاف ہے لیکن ایک جرمن عالم محقق نے تعداد مسلمانان عالم کی چونسٹھ کروڑ مدلل ثابت کی ہے۔ جس پر تاحال اتفاق ہے۔ کوئی اعتراض نہیں ہوا جو اس کے صحیح ہونے کا زبردست ثبوت ہے پس منجملہ چونسٹھ کروڑ مسلمانان، دنیا کے، بیالیس کروڑ سے زیادہ حنفی اور چودہ کروڑ سے زیادہ دیگر آئمہ ثلاثہ کے مقلد یعنی چھپن کروڑ سے زیادہ مقلدین اور باقی آٹھ کروڑ میں قدیم و جدید اسلامی فرقے قلیل التعداد ہیں اب ناظرین اندازہ لگا سکتے ہیں کہ زیادہ گروہ کون ہے جس پر سواد اعظم کا اطلاق ہو سکتا ہے۔ الغرض سواد اعظم کا اطلاق اور تلفظ بجز مقلدین کے اور کسی پر صحیح نہیں ہو سکتا ہے۔ پس مقلدین کا گروہ ہی حق پر ہے اور فرقہ ناجی بھی یہی ہے۔ **فتامل!**

حدیث سوم: "وعن ابی ذر قال قال رسول اللہ ﷺ من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الاسلام من عنقہ رواہ احمد و ابو داود"

اور روایت ہے ابی ذر سے کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے جو شخص کہ جدا ہوا جماعت سے بالشت بھر یعنی ایک ساعت بھی تحقیق نکالا اس نے پٹہ یعنی ذمہ اسلام کا اپنی گردن سے روایت کی یہ احمد اور ابو داؤد نے۔

ف: یعنی اس درجہ کو پہنچا کہ شاید قید اسلام اور بند احکام سے باہر آوے۔ اس حدیث میں بھی جماعت سے جدا ہونے کا سخت وعید فرمایا مطلب یہ کہ جو شخص جماعت سے جدا ہوا اس نے اسلام کا پٹا یعنی رسی اسلام کی اپنی گردن سے نکال دی گویا اسلام کی قید سے نکل گیا اور جماعت کی فضیلت ید اللہ علی الجماعۃ کے لفظ سے ظاہر ہے جو حضرت ابن عمر کی روایت میں گذرا۔

نکتہ: بحیثیت اتفاق اصول ائمہ اربعہ کے جماعت مقلدین جب ایک ہی فرقہ کہلانے کی اور فرقہ ناجیہ ہونے کی مستحق ہے جو کہ اہل سنت کے نام سے موسوم ہے۔ اس واسطے ایک امام اور ایک ہی مذہب کی تقلید رفعاً للفساد بجز بلکہ لازمی ہے اللہ فرماتا ہے ﴿وَلَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا﴾ اور اسی کا نام تقلید شخصی ہے۔

ماحصل نکتہ: اگر ائمہ اربعہ کی تقلید سے انکار کیا جائے اور ان کے مستنبط اور مختلف مسائل کی پیروی نہ کی جائے۔ تو پھر ضرور کسی اور محدث یا عالم کی پیروی کرنی پڑے گی اور اس کا متبع اسی کا مقلد سمجھا جاوے گا پس جب اور علماء کی پیروی کی جائے تو کیا وجہ کہ ائمہ مجتہدین کی پیروی نہ کی جائے جو کل علماء فضلاء محدثین محققین سے فائق اور پیروی کے لائق ہیں۔ کیونکہ ان کا درجہ اور علماء محدثین سے بدرجہا اعلیٰ و ارفع ہے اور اہل تقویٰ و ہدیٰ اور اہل ورع و زہد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ نے جملہ امور ضروریہ متعلقہ عبادات و معاملات کا لحاظ کر کر بالاتفاق ائمہ اربعہ کی تقلید اختیار کی بلکہ واجب سمجھی جن کے علم و عمل اور زہد و تقویٰ عقل اجتہاد و اختیار وغیرہ صفات جلیلہ کا زمانہ قائل ہے۔ "فَتَدَبَّرْ وَلِلْعَاقِلِ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ"

الغرض: مذاہب اربعہ کتاب اور سنت سے ثابت ہیں۔ کما بیناہ آنفاً۔ اب چند شہادات اکابر علمائے دین ثقہ کی بھی اس کے ثبوت میں نقل کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں ملا جیون تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں:

"وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ فِی الْاَرْبَعِ وَاتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِیٌّ وَقَبُوْلِیَّةٌ مِّنْ عِنْدِ اللهِ تَعَالٰی لَامَجَالَ فِیْهِ لِلتَّوْجِیْهَاتِ وَالْاَدِلَّةِ"

نوٹ:- آج کل ۱۹۳۳ء میں کل تعداد اکتالیس کروڑ مسلمان ہمارے ملک میں ہیں جن میں سے کروڑ مذاہب باطلہ مثل وہابی مرزائی وغیرہ کی ہے باقی سب کے سب مقلد لوگ ہیں۔ اب ثناء اللہ وغیرہ غیر مقلد بتائیں کہ سواد اعظم کون لوگ ہیں

یعنی انصاف یہ ہے کہ مذاہب کا انحصار چار ہیں اور ان کا اتباع فضل الٰہی اور اللہ تعالیٰ کی قبولیت ہے۔ اس میں توجیہات اور دلائل کو کچھ دخل نہیں۔ مولانا محمد عبدالحی مرحوم محدث لکھنوی غیث الغمام میں امام الکلام کی ایک عبارت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں:

" فِيهِ اِشَارَةٌ اِلَى اَنَّ اِنْحِصَارَ الْمَسَالِكِ فِي الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ الْمَشْهُوْرَةِ فِي الْاَزْمِنَةِ الْمَاخِرَةِ اَمْرٌ اِلٰهِيٌّ وَفَضْلٌ رَبَّانِيٌّ لَايَحْتَاجُ اِلَى اِقَامَةِ الدَّلِيْلِ عَلَيْهِ "

اور شاہ ولی اللہ صاحب مرحوم محدث دہلوی عقد الجید میں ارقام فرماتے ہیں:

" وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاهِبُ الْحَقَّةُ اِلَّا هٰذِهِ الْاَرْبَعَةَ كَانَ اِتِّبَاعُهَا اِتِّبَاعًا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ فَالْخُرُوْجُ عَنْهَا خُرُوْجًا عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ "

یعنی مذاہب اربعہ کے سوا دوسرے مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو ان چاروں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ہوا اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ٹھہرا۔ فتدبر:

تقلید شخصی

آیت اول: فرمایا اللہ تبارک وتعالیٰ نے ﴿وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾

آیت دوم: قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا﴾

خلاصہ آنکہ کل انبیاء علیہم السلام کی ہدایت ایک ہو کر صرف ابراہیم کی ملت کی متابعت کا حکم ہوا۔ اگر چہ سب حق پر ہوں مگر متابعت ایک ہی کی بہتر ہے پس جب سنت اللہ کے مطابق انبیاء علیہم السلام میں سے صرف ایک کی اطاعت بالتحقیق محمود ہے۔ تو ائمہ اربعہ میں سے ایک کی اطاعت کرنی ہی بہتر ہے چنانچہ تمام ممالک اسلامیہ بالخصوص حرمین شریف زادہما اللہ شرافتاً علماء، فضلاء، صلحاء، متقی قاضی مفتی اور مسلمانان سلف و والیان و حاکمان سلطنت اسلامیہ اور جملہ محدثین ومفسرین اور بڑے بڑے جلیل القدر بزرگان دین اور مشایخان طریقت ایک ہی امام کے متبع ومقلد رہے ہیں [1] اس لئے ایک ہی امام کی تقلید اور تابعداری کرنی واجب ہے۔

آیت سوم: ﴿ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا﴾

بیان کی اللہ نے مثال ایک مرد یعنی ایک غلام کی کہ اس میں بہت شریک ہوں بدخو (ناموافق) اور ایک مرد یعنی ایک مرد یعنی ایک غلام کی جو سالم ہے واسطے ایک مرد کے کیا برابر ہیں یہ دونوں مثال ہونے میں یعنی ایک غلام بہت شریکوں کا مشترک

[1] جمہور علماء بعد مجتہدین بھی مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک خاص مذہب کے پابند تھے۔ اب ایک اندھیر پڑ گیا کہ پابندی مذہب واحد شرک بھی جاتی ہے۔ ۱۲ فافہم۔

ہے اور ایک غلام خاص ایک شخص کا مملوک ہے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ نہیں ہرگز نہیں کما تدل علیہ کلمۃ الاستفہام علی ہذا جو شخص خاص ایک امام کا مقلد ہوگا وہ بلا تشویش ہر ایک مسئلے پر عمل کرے گا اور ہر طرح سے اپنے امام کی تعمیل کرکے پورے اجر کا مستحق ہوگا برخلاف اس شخص کے مشترک غلام کی طرح بہت اماموں کی تقلید کرے گا تو وہ نہ خود مطمئن ہوگا اور نہ پوری طرح سے عمل کر سکے گا اور نہ اجر کا مستحق ہوگا بلکہ مذبذب اور پراگندہ دل رہے گا اور امام کو مورد تمسخر اور مضحکہ بنائے گا نہ اس کو امن اور نہ امام کی عزت:

﴿ لَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَٰؤُلَاءِ ﴾

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم ۔۔۔ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ اختلافی مسائل میں ایک وقت میں صرف ایک امام کی تقلید ہو سکتی ہے نہ دوسرے کی بلکہ دوسرے کی مخالفت ہوتی ہے اور یہ مرحلہ نہایت دشوار ہے بسبب غیر مقلدیت کے کبھی ایک امام کی پیروی ہو اور دوسرے کی مخالفت کبھی اس کے برعکس جس کی وجہ سے وصول الی المقصود ناممکن اور محال ہوتا ہے۔

؎ ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ۔۔۔ کیں راہ کہ تو میروی بترکستان ست

جب تک ایک کی تابعداری نہ کرے گا نجات نہ پائے گا اس لئے ایک امام کی تقلید ہی واجب ہے اور غیر مقلدیت کو مبدأ فساد سے ترک کرنا لازم ہے۔ اس جگہ تفسیر قادری اردو ترجمہ تفسیر حسینی کی بعینہٖ وہ عبارت جو اس آیت کے متعلق لکھی ہے درج کرنا نہایت زیبا اور مناسب معلوم ہوتا ہے چنانچہ وہ بدیہ ناظرین ہے۔ ضرب اللہ بیان کی خدا نے مثلاً ایک مثل مشرک اور موحد کی واسطے اور وہ مثل کیا ہے۔ "رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ"

ایک مرد ہو غلام اور اس میں بہت شریک ہوں متشاکسون بدخو منافق اور ہر ایک اس مرد سے کام کراوے اور وہ کسی کا کام پورا نہ کر سکے اور کوئی شریک اس سے راضی نہ ہو وجلا سلماً اور ایک مرد چھوٹا ہوا شرکت سے سالم محفوظ لرجل ایک ہی مرد آدمی کے واسطے یعنی ایک غلام کہ اس کا ایک ہی آقا ہو اور کوئی اس میں جھگڑا نہ کرے تو البتہ یہ غلام بالکل اپنے آقا کے کام میں متوجہ ہو کر اسے خوشنود کر سکتا ہے هل يستوين کیا برابر ہوتے ہیں یہ دونوں غلام مثلاً مثل ہونے کی رو سے یعنی یہ دونوں غلام برابر نہیں ہو سکتے ہیں۔ اس واسطے کہ ایک تو اپنے آقاؤں کے جھگڑے کے سبب سے عاجز ہوتا ہے اور سب آقا اس سے ناراض رہتے ہیں اور دوسرا شریکوں کی منازعت سے سالم اور محفوظ ہے تو اس کا آقا اس سے خوش اور راضی رہتا ہے مشرک تو پہلے غلام کی مثل ہے کہ اس نے اپنا دل اپنے معبودوں میں سے ہر ایک کی عبادت میں پراگندہ کیا اور موحد دوسرے غلام کی مثل ہے کہ خدا کے سوا نہ کسی کی عبادت کرتا ہے اور نہ کسی کو دوست رکھتا ہے اور نہ اور کوئی اس کی امید گاہ ہے۔

؎ یک بار پسند کن چو یک دل داری ۔۔۔ در نہ بکشی در جہاں بس خواری

الحمد للہ سب تعریف اللہ کے واسطے ہے۔ جو خدائی میں اپنا شریک نہیں رکھتا بَلْ اَکْثَرُهُمْ بلکہ بہت لوگ لَا يَعْلَمُوْن نہیں جانتے کہ وہ مالک مطلق ہے ۱۲ تفسیر قادری جلد دوم اخیر پ ۲۳ اب اس سے بھی ثابت ہوا کہ تقلید شخصی واجب ہے اور غیر مقلدیت مذموم۔

مشکوٰۃ شریف باب الاعتصام میں بھی ایک حدیث اسی معنی کی حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے اور وہ یہ ہے:

" قال قال رسول الله ﷺ وتفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة كلهم فی النار الا ملة واحدة قالوا من هی یا رسول الله ﷺ قال ما انا علیه واصحابی " (رواہ الترمذی)

اس حدیث سے بھی ایک ہی فرقہ ناجی اور جنتی معلوم ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ بحیثیت اتفاق اصول کے مذاہب اربعہ اگر چہ ایک ہی فرقہ ہے مگر منجملہ ان کے ایک ہی مذہب کی پیروی موجب نجات ہے: کما اشرت الیہ اولاً

جواب سوال دوم وسوم: ہر چہار مذہب حق اور ہدایت پر ہیں کما صرح فی جواب السوال الاول مگر عمل ایک ہی پر کرنا واجب اور تقلید ایک ہی کی لازم ہے۔ جیسا کہ کتب آسمانی میں سے عمل صرف ایک قرآن پر ہی کرنا فرض اور واجب ہے نہ انجیل، توارات، زبور پر حالانکہ وہ بھی ایمانیات سے ہیں۔ سوال اولی کے جواب میں باستدلال آیت مبارکہ ضرب الله مثلاً رجلاً الآیۃ بالاستقلال اور بوضاحت بیان کیا گیا ہے **فلینظر ثمہ** گویا ایک مذہب پر عمل کرنا اور باقی تینوں کو ترک کرنا خدائے تعالیٰ نے بمصداق آیہ مذکورہ اسی مصلحت کے واسطے اشارہ فرما دیا مخالف اگر اغماض کرے تو اس کا قصور ہے پس ایک ہی امام کی تقلید کرنا فی زماننا واجب ہے:

" كما تَدُلُّ عليه الْآيَةُ الْمَذْكُوْرَةُ فَافْهَمْ وَتَفَكَّرْ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ "

نکتہ: اگر مذہب معین کی تقلید ترک کر کے جملہ مذاہب کے مسائل پر عمل کریں تو ترکیب مذاہب سے بسبب اختلاف کے دینی امور میں کبھی ایسی صورت بھی بن جاتی ہے جو کسی مذہب میں جائز نہ ہو:

" قال فی در المختار اِنَّ الْحُكْمَ الْمُلَفَّقَ بَاطِلٌ بِالْاِجْمَاعِ "

اور یہ حکم یعنی ملفق ملا جلا چند مذاہب سے ایک حکم مرکب کرنا بالاجماع باطل ہے چنانچہ وضو میں ایک سر کے بال کا مسح کیا بمذہب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پھر مقتدی ہو کر نماز پڑھی فاتحہ چھوڑ کر بموجب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے کذا فی الطحطاوی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر نماز اس واسطے نہ ہوئی کہ فاتحہ پڑھنا واجب تھا سو اس نے ترک کیا اور حنفی مذہب پر اس واسطے نہ ہوئی کہ وضو ترک ہوا یعنی چوتھائی سر کا مسح تو کسی مذہب پر نماز درست نہ ہوئی ۱۲ غایۃ الاوطار۔

جواب سوال چہارم: اقول چونکہ ایک شخص سے ایک وقت میں ایک سے زیادہ اماموں کی تقلید ناممکن ہے اور نہ ہی یہ جائز ہے لہٰذا ایک مذہب پر عمل کرنے والا کل دین محمدی پر عمل کرنے والا ہے فافہم دلائل اس کے تقلید شخصی میں مذکور ہیں۔

جواب سوال پنجم: قولہ ان چار مذاہب مشہورہ میں سے فرقہ ناجیہ کے بارہ میں تقلید کے ذکر میں بیان ہو چکا ہے وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

خلاصہ: یہ ہے کہ مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص ایک مذہب کی پابندی نہ کرنے میں سراسر نقصان اور فساد ہے کیونکہ فی زمانہ نفسانیت اور جہالت کا بہت زور ہے اگر غیر مقلدیت کی وجہ سے ہر ایک شخص قرآن مجید اور حدیث کا معنی اپنے مطلب اور عقل کے مطابق سمجھ کر اس پر عمل کرے اور فتویٰ دیوے تو اکثر مسائل میں بسبب اختلاف عقول وافہام کے سخت فساد اور تفرقہ پڑنے کا یقین کامل ہے۔ چنانچہ پانی کے مسئلے میں اسی اختلاف کی وجہ سے غیر مقلدین میں ایک اندھیر مچا ہوا ہے لَا یَخْفٰی مَنْ لَہٗ اَدْنٰی عَرَابَۃٍ یہاں بخوف طوالت ذکر نہیں کیا گیا۔

الغرض: جب غیر مقلدیت ہی فساد کی بنیاد ہے تو رفعاً للفساد اس کا ترک واجب اور خاص ایک مذہب کی پابندی لازمی ہے اور چونکہ ائمہ اربعہ کے سوا اور کسی کا مذہب مدون اور مروج نہیں (**ذالک فضل الٰہیٌ وامرٌ بد یھی**) اس لئے ان چاروں میں سے ایک خاص مذہب اختیار کرنا ضروری ہے اور بحیثیت مسائل مفتی بہا مذہب حنفی میں اگرچہ مجتہدین کے اقوال مختلف ہیں لیکن دراصل یہ سب ایک ہی مذہب ہے بنا بریں اس میں فساد رفع کرنے کے لئے اسی کی تقلید افضل اور اولیٰ ہے اگرچہ کسی جگہ امام کے تلامذہ واتباع کے قول پر فتویٰ دیا گیا ہو تو حقیقتاً وہ بھی امام کی طرف منسوب ہوتا ہے بلکہ اقال الشعرانی فی میزان الکبریٰ اور ابن ہمام کا بھی یہی قول ہے پس ان تمام کے قول پر عمل کرنا گویا جناب امام ہی کی تقلید ہے کما فی رواۃ الاحادیث۔

خلاصہ: مضمون روایات آنکہ مذاہب اربعہ اہل سنت وجماعت میں داخل ہیں اور حق انہی میں دائرہ ہے اور یہ اطاعت کے لائق ہیں۔ مگر چونکہ سب کی پیروی ناممکن ہے اس لئے ایک ہی مذہب کی تابعداری لازمی ہے ورنہ تشتت اور تردد فی الدین لازم آئے گا اور منزل مقصود وصول الی الحق ہوگا۔ کیا کوئی ذی عقل تشتت اور تردد قبول کرسکتا ہے اور مذہب کہلاسکتا ہے باوجود اظہار حق انکار اور اعتراض کرنا اعتراف جہالت اور دخول فی النار ہے قولہ تعالیٰ:

﴿ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ﴾

جواب سوال ششم: ماخذ صحیح ومعتبر ہمارے نزدیک قرآن مجید اور حدیث ودیگر کتب مصدقہ ومستنبطہ، کتاب وسنت ہیں۔ لاغیر: ﴿فَتَدَبَّرُوْا یٰٓاُولِی الْاَلْبَابِ﴾

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی عمر قریباً ستر اسی سال کی ہو اور تارک صیام یعنی ماہ رمضان شریف کے روزے ہرگز نہ رکھتا ہو ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔ بقلم خود دین محمد۔

الجواب: ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہیے۔ کیونکہ امامت منصب محترم ہے اور تارک الصیام ماہ رمضان کا فاسق فاجر ہے اور فاجر کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے چنانچہ حاشیہ طحطاوی میں مذکور ہے:

"اما الفاسق العالم ولا یقدم لان فی تقدیمہ تعظیمہ وقد وجب علیھم اھانتہ شرعا ومفاد ھذا کراھۃ التحریم فی تقدیمہ ھکذا فی جامع الفوائد وبحر الاسرار"

یعنی اسے پر فاسق عالم نہ مقدم کیا جائے گا امامت میں اس لئے کہ مقدم کرنے میں اس کی تعظیم ہے حالانکہ واجب ہے لوگوں پر حقارت اس کی شرعا اور حاصل اس کا کراہت تحریمی ہے مقدم کرنے میں اور علاوہ اس کے کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جس شخص کی عمر ستر اسی سال کی ہو جائے اور اس کے حواس درست نہ رہیں تو ایسے شخص کو امام بنانا مکروہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم

المجیب نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر ذابحہ سے سہوا یا خطاءً اوپر گھنڈی کے جانور ذبح ہو جائے تو وہ مذبوحہ حلال ہوگا یا نہ جواب دو اجر ملے گا۔ السائل علی احمد از چکنگیال۔

جواب: بیشک اگر سہوا یا خطاءً گھنڈی کے اوپر سے ذبح ہو جائے تو حلال ہے اگر قصداً اوپر سے ذبح کرے تو اس مسئلہ میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے اور صاحب بزازیہ نے اس کو حلال لکھا ہے کیونکہ محل ذبح کا تمام حلق ہے اور اس سے مقصود خون نجس کا خارج کرنا ہے تو وہ ان چار رگوں کے کاٹنے سے حاصل ہو جاتا ہے چاہے گھنڈی اوپر کی طرف چلی جائے یا نیچے کی طرف رہ جائے:

"ومحل الزکوۃ فی المقدور ذبحہ اھلیا کان او وحشیا الحلق کلہ لقولہ علیہ السلام الزکوۃ بین اللبۃ واللحیین والزکوۃ الکامل فری الاوداج الاربعۃ وھی الحلقوم والمری والودجان الذان بینھما الحلقوم والمری لان المقصود سیلان الدم والرطوبات النجسۃ وذلک حاصل بما قلنا فاستحسان وفی فوائد الرستغنی لو ذبح وبقیت عقدۃ الحلقوم مما یلی الصدور یوکل وکذا اذا بقیت الراس فالقول بالحرمۃ قول العوام ولیس بمعتبر"

(الخ نقل از فتاوی بزازیہ صفحہ ۳۰۷)

اور رسالہ نعمانیہ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ میں لکھا ہے کہ ذبح کا دارومدار رگوں کے کاٹنے پر ہے۔ اگر گھنڈی نیچے ہونے کی صورت میں رگیں کٹ گئیں تو وہ ذبیحہ بلاشبہ حلال ہے اور اگر تین رگیں نہ کٹیں تو حرام ہے اور کتاب جامع الصغیر صفحہ ۲۴۹ میں نیز بایں طور لکھا ہے: "محمد عن یعقوب عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنھم لا باس بالذبح فی الحلق کلہ وسطہ واعلاہ واسفلہ" اور اس کے حاشیہ پر لکھا ہے۔

"فی الحلق کلہ لان النبی ﷺ قال الزکوۃ ما بین اللبۃ واللحیین وما بینھما ھو الحلق کلہ"

یعنی امام صاحب کا یہی قول ہے کہ اگر تمام حلق سے جس جگہ چاہے ذبح کرے تو اس میں کوئی خوف نہیں (چاہے نیچے یا اوپر حلق سے ذبح کرلے) کیونکہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ مکان ذبح کا جبڑوں سے لے کر سینہ کی ہڈی تک ہے اور کتاب برجندی میں لکھا ہے کہ جو لوگ اس کی حرمت کے قائل ہیں ان کی بات معتبر نہیں کیونکہ وہ قول عوام کا ہے جو کہ قابل تسلیم نہیں اور فقیر کہتا ہے کہ اس میں ضرور احتیاط کی جائے کیونکہ اس میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔

نوٹ: دربارہ مسئلہ ذبح فوق العقدہ۔

ذبح جانور اس طرح پر کرنا چاہئے کہ چار رگیں یا تین رگیں کاٹی جائیں اگر ایسا نہ ہو تو باتفاق علمائے محققین وہ جانور حرام ہوگا اسلئے ہمارے دوست سید الحرمین سید احمد نور اللہ شاہ صاحب سانگھڑ والے و پیر مہر علی شاہ صاحب و خادم شریعت کے بعض استاد صاحب بھی اپنا تجربہ بیان کرتے ہیں کہ گھنڈی کے اوپر سے اگر جانور ذبح کیا جائے تو تین رگیں بھی نہیں کاٹی جاتیں اور جو لوگ فوق العقدہ ذبح جائز قرار دیتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ چار رگیں کاٹی جاتی ہیں۔ لہٰذا خادم شریعت کی تحقیق اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جس صورت میں تین یا چار رگیں کاٹی جائیں وہ صحیح اور درست ہے اور مسلمانوں کو کتب متون پر عمل کرنا چاہئے۔

(المجیب ابو المظفر خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسائل ذیل میں؟

سوال نمبر ۱: زید جب ملک سندھ سے اپنے وطن میں آنے لگا تو عمرو بکر نے دس (۱۰) دس (۱۰) روپیہ بدیں غرض دیئے کہ ہمارے گھر میں دیدے اور زید کے پاس چالیس (۴۰) روپیہ تھے تو ان کے اور اپنے روپے اکٹھے کرکے اپنی پاکٹ میں رکھ لئے اور زید راستہ میں سو گیا اور بوجہ چوری کے مبلغ چالیس (۴۰) روپیہ اس کی پاکٹ سے اور زید کا سامان بھی ساتھ ہی جاتا رہا اب بموجب شریعت کے زید کو روپے دینے پڑتے ہیں یا نہیں اور جو باقی بیس (۲۰) روپیہ بچے ہیں ان سے معلوم نہیں کہ بکر اور عمرو کے کتنے ہیں اور زید کے کتنے ہیں اور ان سے بکر و عمرو کو کتنے روپے لینے آتے ہیں؟

سوال نمبر ۲: زید و عمرو و بکر تینوں مسلمان ہیں۔ بموجب شرع کے فیصلہ ہو اگر ان سے کوئی نہ مانے تو اس پر شرعاً کیا حکم ہے؟

سوال نمبر ۳: آج کل رسم ہے کہ رشتہ کا تبادلہ (وٹہ سٹہ) کرلیتے ہیں یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں یا روپے لیتے ہیں کیا یہ ہر دو امور جائز ہیں بینوا توجروا۔

(السائل محمد بخش نمبردار سکنہ مظفر آباد ضلع امرت سر)

سوال نمبر ۱ کا جواب: جو بیس (۲۰) روپیہ باقی زید کی پاکٹ میں کسی وجہ سے بچ گئے ہیں ان میں سے تین روپیہ پانچ آنہ چار پائی بکر کو دیدے اور اتنے ہی عمرو کو دیدے اور باقی ۱۳ روپیہ ۵ آنہ چار پائی اپنے خرچ میں لائے چنانچہ کتاب جواہر البیان شرح خیرات الحسان مترجم صفحہ ۸۸ میں مذکور ہے اور اگر یہ روپیہ زید کی پاکٹ سے کہیں علیحدہ ہوتے اور زید ان کے روپوں کی حتی الوسع حفاظت بھی کرتا اور چوری ہو جاتے تو پھر زید کو دینے اور عمرو و بکر کو لینے غیر صحیح اور

درست نہ تھے۔ چنانچہ کتاب غایۃ الاوطار شرح درمختار جلد سوم صفحہ ۳۷۹ میں مذکور ہے۔

"دفع الی رجلٍ الفاً قال ادفعها الیوم الی فلانٍ فلم یدفعها حتی ضاعت لم یضمن"

یعنی ایک شخص نے دوسرے کو ہزار درہم دیئے اور کہا کہ یہ ہزار درہم آج کے دن فلاں شخص کو پہنچا دیں سو اس نے اس کو نہ پہنچائے یہاں تک کہ وہ تلف ہو گئے تو اس سے تاوان نہ لیا جاوے گا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال نمبر ۲ کا جواب : جو شخص فیصلہ شرعی کا منکر ہو اس کے ساتھ مسلمانوں کا کھانا پینا اور اس سے رشتہ لینا دینا ہرگز جائز نہیں۔ تاوقتیکہ تجدید اسلام و تجدید نکاح و تعزیر شرعی ادا نہ کرے ورنہ مستوجب اس سزا کا ہوگا۔

﴿وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ یُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِیْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ﴾

یعنی جو شخص بے فرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے داخل کرے گا اس کو دوزخ میں ہمیشہ رہے گا اس میں اور اس کے لئے عذاب ہے ذلیل کرنے والا۔

سوال نمبر ۳ کا جواب : وہ نکاح شغار نزدیک علمائے احناف کے جس میں مہر مثل طرفین ہو تو جائز ہے اور جس میں مہر مثل نہ ہو وہ شغار واقعی ناجائز و نادرست ہے چنانچہ فتح القدیر باب المہر میں مذکور ہے۔

"اِنَّ مُطْلَقَ النَّهْیِ وَالنَّفْیِ مُسَمَّی الشِّغَارِ وَمَاخُوْذٌ فِیْ مَفْهُوْمِهٖ خُلُوُّهٗ عَنِ الصَّدَاقِ وَکَوْنُ الْبُضْعِ صَدَاقًا وَنَحْنُ قَائِلُوْنَ بِنَفْیِ هٰذِهِ الْمَاهِیَةِ وَمَا یَصْدُقُ عَلَیْهَا شَرْعًا فَلَا نُثْبِتُ النِّکَاحَ کَذٰلِکَ بَلْ نُبْطِلُهٗ"

یعنی مطلق نہی و نفی کا مصداق شغار ہے اور شغار کے مفہوم میں خالی ہونا اور بضع کا مہر ہونا پایا جاتا ہے اور ہم قائل ہیں اس شغار کی ماہیت اور حقیقت کی نفی کے اور اس چیز کے جو اس پر صادق آوے۔ پس نہیں جائز رکھتے ہم ایسے نکاح کو بلکہ ہم اس کو باطل جانتے ہیں اور حدیث جو بخاری و مسلم نہی نکاح شغار پر بایں طور وارد ہے کہ:

"نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ عَنِ الشِّغَارِ قَالَ نَافِعٌ الشِّغَارُ اَنْ یَّتَزَوَّجَ الرَّجُلُ اِبْنَتَهٗ عَلٰی اَنْ یُّزَوِّجَهُ الْاٰخَرُ اِبْنَتَهٗ وَلَیْسَ بَیْنَهُمَا صَدَاقٌ اَخْرَجَهُ الشَّیْخَانُ"

یعنی آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شغار سے منع کیا ہے کہا نافع نے کہ شغار یہ ہے کہ نکاح کر دے آدمی اپنی بیٹی کا اس شرط پر نکاح کر دے دوسرا اپنی بیٹی سے اس کو اور نہ ہو درمیان ان دونوں کے مہر نکالا اس کو شیخان نے۔ پس اس حدیث صحیح سے صاف صاف ثابت ہوا کہ شغار جس میں مہر مثل نہ ہو وہ منع ہے ورنہ جائز ہدایہ جلد دوم میں مذکور ہے۔

"ان یزوجه المتزوج ابنته او اخته لیکون احد العقدین عوضاً عن الاخر فالعقد ان جائز ان ولکل واحدۃٍ منهما مهر مثلها"

اور یہی مذہب ہے امام زہری اور مکحول اور امام ثوری اور لیث اور اوزاعی اور ابن بمنذر و تمام علمائے احناف رحمہم اللہ کا

واللہ اعلم۔ بنقل فتح الباری پ ۲۱ صفحہ ۱۲۰ اور کسی سے کچھ روپیہ لے کر بیٹی یا بہن کا نکاح کر دینا بھی منع (۱) ہے چنانچہ فتاوی قاضی خاں و جامع الرموز و تاتارخانیہ و فتاوی نادر الجواہر صفحہ ۲۳ میں بایں طور مذکور ہے۔

"ما اخذ ابو البنت من الناکح او من ابیه علی تزویجها فهو رشوة و الرشوة حرام و الاصل فیه الرد لو اخذ الرشوة علی تزویج له ان یسترد ما اخذه"

یعنی اگر لڑکی کے باپ نے ناکح یا اس کے باپ سے کچھ عوض نکاح کر دینے کا لیا پس وہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے اور اس کو لازم ہے کہ واپس کر دے فقط۔

سوال: بوقت حاجت و استنجا پشت قبلہ کی طرف کرنی اور سوتے وقت پاؤں بجانب قبلہ کرنے کیسے ہوتے ہیں؟

جواب: بیشک ان وقتوں میں منہ اور پیٹھ اور پاؤں بجانب قبلہ کرنے منع ہیں چنانچہ شامی شرح درمختار جلد اول صفحہ ۲۳۶ میں اس طرح مذکور ہے: "کره تحریما استقبال القبلة و استدبارها لاجل بول او غائط و یکره مد الرجلین الی القبلة فی النوم و غیره امدا" الخ

اور ترمذی شریف جلد اول صفحہ ۳ میں اس کی تاکید پر یہ حدیث شاہد ہے:

"قال رسول الله ﷺ اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة بغائط و لا ببول و لا تستدبروها"

فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ جب تم جائے ضرور کو جایا کرو تو قبلہ کی طرف نہ بیٹھا کرو اور نہ جائے ضرور کے وقت اور نہ پیشاب کے وقت اور نہ اس کی طرف پیٹھ کیا کرو اور کہا محدثین نے کہ یہ حکم جنگل میں ہے۔ نہ پاخانوں میں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ عورت کو جو زیورات بوقت جہیز خاوند کی طرف سے پہنائے جاتے ہیں اور وہ زیورات بوقت لڑائی یا جدائی کے اس سے خاوند واپس لے لیتا ہے اب عرض یہ ہے کہ شرعاً وہ زیورات حق مرد کا ہے یا عورت کا۔ جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل خاکسار غلام رسول امام مسجد ۔۔۔)

جواب: اگر مرد نے عورت کو زیورات ملک کر دیئے ہیں اور اس نے قبضہ کر لیا تو حق عورت کا ہے اگر مرد نے رسماً اور اپنے دیکھنے کے لئے عورت کو زیورات پہنا دیئے تو وہ مرد کا حق ہے چنانچہ عبارات ذیل سے ظاہر ہے۔

"وقال فی الواقعات ان کان العرف ظاهرا بمثله فی الجهاز کما فی دیارنا فالقول قول الزوج"

اور فتاوی عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۳۷ "فالمعتمد ان القول للزوج و لها اذا کان العرف مستعملاً"

اور فتاوی فصول عمادی و فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۰۹ میں بایں طور مذکور ہے۔

(۱) غیر مقلدین کے نزدیک لڑکیوں کے دام لینے جائز ہیں۔ دیکھو اخبار اہل حدیث ۱۲ اکام شریعت ۔۔۔ اللہ عنہ۔

" قال الصدور الشهيد والمختار الفتوى ان العرف اذا كان مستمرًا بان يدفع الجهاز عارية كما فى ديارنا فالقول قول الزوج "

اور جامع الفوئد میں ہے۔" اذا لبست المراة حال حيوة الزوج وقبضها صار ملكا لها "

پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اگر مرد نے اس کے ملک کر دیے تو وہ زیورات اس کے ہوئے ورنہ مرد کے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : رسم ورواج کو بھی شریعت نے مان لیا ہے؟ جواب دو۔

جواب : بیشک عادت وعرف زمانہ کو شارع علیہ السلام نے تسلیم فرمایا ہے۔ جب کہ وہ نص کے خلاف نہ ہو چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۳۶ میں مذکور ہے:

"الثابت بالعرف كالثابت بالشرع العرف انما يعتبر اذا لم يكن بخلاف نصٍ لقوله عليه السلام ما اراه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسنٌ "

اور اس فتاویٰ میں لکھا ہے۔ " العرف العادة شيئًا لا فرق بينهما عند الجمهور "

اور مجمع البحرین میں ہے: " العرف والعادة واحدٌ "

پس ان عبارات سے ثابت ہوا کہ عرف وعادت زمانہ کو ماننا پڑتا ہے جیسے حکم شرع کا مانا جاتا ہے بشرطیکہ خلاف شریعت نہ ہو اور عادت وعرف نزدیک جمہور علماء کے ایک چیز ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم ہے کہ جس کام پر مسلمانوں کا اتفاق ہو جائے اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی وہ کام اچھا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : طعام سامنے رکھ کر اس پر قرآن مجید سے چند آیات وکلمات طیبہ ودعائیں پڑھنا واسطے برکت کے اور اس کا ثواب میت کو بخشنا جائز ہے یا نہیں اور جو شخص طعام پر فاتحہ پڑھنے والے کو مشرک کہے اور طعام کو گوشت خنزیر کی طرح حرام سمجھے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا اور وعظ سننا جائز ہے یا نہیں ؟ بینوا توجروا (السائل فقیر جلال الدین از موہووال ضلع قیر وزپور)

جواب: بیشک طعام کو سامنے رکھ کر اس پر آیات قرآنیہ وکلمات طیبہ برائے برکت وبغرض ایصال ثواب میت کے ثواب عظیم ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت وبے علمی ہے کیونکہ ان امور کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے وھو ھذا۔

" عن ابى هريرة قال لما كان يوم غزوة تبوک اصاب الناس مجاعةٌ فقال عمر يارسول الله لاعهم بفضلٍ او زادهم ثم ادع الله لهم عليها بالبركة فقال نعم فدعا بنطع فبسط ثم دعا بفضلِ اوزادهم فجعل الرجل يجئى بكف ذرةٍ ويجئى الاخر بكسرةٍ حتى اجتمع على النطع شئ

نوٹ:- فرقہ غیر مقلدین کے نزدیک پیشاب کھڑے ہو کر نا جائز ہے۔ غلام شریعت عفی اللہ عنہ۔

یسیرٌ فدعا رسول اللہ ﷺ بالبرکۃ ثم قال خذوا فی اوعیتکم فاخذوا فی اوعیتھم حتی مالو کوا فی العسکر"

یہ حدیث مسلم باب الایمان و بخاری و مشکوۃ باب المعجزات میں ابی سعید خدری و ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے یعنی ابوہریرہ سے ہے کہ جب کہ ہوا دن غزوہ تبوک کا پہنچی لوگوں کو بھوک شدید پس کہا عمر نے یارسول اللہ منگوایئے لوگوں سے بچا ہوا توشان کا پھر دعا کیجئے اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے ان توشوں پر برائے برکت کے پس فرمایا حضرت نے اچھا پس منگوایا حضرت نے دستر خوان چمڑے کا پس بچھایا گیا وہ پھر منگوایا بچا ہوا توشان کا پس شروع کیا کسی شخص نے کہ لاتا تھا مٹھی چنے کی اور لاتا تھا دوسرا شخص مٹھی کھجور کی اور لاتا تھا اور شخص ٹکڑا روٹی کا یہاں تک کہ جمع ہوئے دستر خوان پر تھوڑی چیز پس پھر دعا فرمائی آنحضور ﷺ نے برکت کی پھر فرمایا ڈال لو اپنے برتنوں میں پس بھر لئے لوگوں نے بانسیوں میں یہاں تک کہ نہ رہا لشکر میں کوئی برتن یہ کہ نہ بھر دیا ہو اس کو اور تمام لشکر سیر ہو گیا اور کہا ابوہریرہ نے کہ باقی بہت طعام بچ رہا اور بخاری پارہ ۲۵ باب البدیۃ للعروس میں مذکور ہے کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نکاح حضرت زینب کے ساتھ کیا تو اس وقت اس گھر میں آدم اس قدر تھے کہ وہ خانہ بھر گیا تھا اور آپ کی خدمت عالیہ میں ایک ہانڈی جس میں کچھ حلوہ پکا ہوا تھا پیش کی گئی سو آپ نے اس حلوے پر دونوں ہاتھ رکھ کر وہ برکت کے لئے پڑھتے رہے اور دس دس آدمی بلاتے تھے اور کھانا کھلاتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے لوگو بوقت کھانے کے اللہ کا نام لیا کرو یعنی بسم اللہ شریف پڑھا کرو اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"فرأیت النبی ﷺ وضع یدیہ علی تلک الحیسۃ وتکلم ماشاء اللہ ثم جعل یدعوا عشرۃ عشرۃ یاکلون منہ ویقول لھم اذکروا اسم اللہ"

اور امام نووی نے اذکار میں بایں طور حدیث بیان کی ہے:

"روینا عن کتاب ابن السنی عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما عن النبی ﷺ انہ کان یقول علی الطعام اذا قرب الیہ اللھم بارک لنا فیما رزقنا وقنا عذاب النار"

یعنی جبکہ آپ کی ذات کے سامنے طعام پیش کیا جاتا تھا تو آپ اس پر دعا مانگتے تھے کہ اے ہمارے مالک ہمارے رزق میں برکت کر اور ہمیں عذاب آخرت سے نجات فرما اور حضرت شیخ شہاب الدین حنفی اپنی کتاب مایۃ الفوائد میں بایں طور حدیث نقل فرماتے ہیں: "قال النبی ﷺ من قال عند اول الطعام اللھم بارک لنا فیما رزقنا وقنا عذاب النار لم یضرہ ذلک وبورک لہ فیہ"

فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص یہ دعا بوقت حاضر ہونے طعام کے پڑھے تو اس کو کوئی رنج نہ پہنچے گا اور اس کے کھانے میں برکت ہوگی اور امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ در التنظیم میں فضائل القرآن العظیم میں تحریر فرماتے ہیں۔

"من قرأ سورۃ قریش علی طعام مخاف امن وکفی وجع الکلیتین"

اور علاوہ ان دلائل کے مشکوۃ شریف وغیرہ کتب احادیث میں لکھا ہے کہ جو کام نیک ہو وہ الحمد سے شروع کرنا سنت ہے ورنہ وہ کام اچھا نہ ہوگا اور اس حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ "کل امر ذی بال لم یبدأ بالحمد للہ فھو اقطع"

پس اس حدیث صحیح سے صاف صاف ثابت ہوا کہ کام نیک کو سورہ فاتحہ یعنی الحمد سے شروع کرنا چاہیے اور الحمد اور بسم اللہ شریف باتفاق علمائے دین کے کلام الٰہی میں اور اکل و شرب بھی بحکم خداوند کریم کلوا و اشربوا امر نیک ہے اور نیک کام پر الحمد پڑھنا سنت ہے نہ بدعت اور ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا بھی حدیث صحیح سے ثابت ہے اگر کسی کو شک ہے تو مشکوۃ میں مطالعہ کرے اور شاہ عبدالعزیز صاحب اپنے فتاویٰ میں مختلف طور پر بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ "طعامیکه برآں نیاز حضرت امامین علیہم السلام مے نمایند و برآں فاتحه وقل ودرود خوانند تبرک میشود وخوردن آں بسیار خوبست الخ" اور جلد اول میں حسب تحقیق اپنی کے لکھتے ہیں کہ اگرچہ اس کا ثبوت زمانہ خیر القرون سے نہیں پایا جاتا لیکن اس میں کوئی قباحت نہیں اور نہ ہی وہ طعام حرام ہو سکتا ہے، یعنی اگر کسی ایں طور بکند باک نیست زیرا که دریں قسم قبیح نیست اور فتاویٰ مولوی عبدالحئی جلد سوم صفحہ ۶۸ میں اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ اگر کسے اینطور مخصوص بعمل آورد آں طعام حرام نمے شود وبخور ونش مضائقه نیست۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ سامنے کھانا رکھ کر دعا ماثورہ و کلمات طیبہ وغیرہ کا پڑھنا اور اس پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا جائز اور درست ہے اور طعام بھی حرام نہیں ہوتا اور جو شخص اس طعام اور فعل کو حرام مثل گوشت خنزیر وغیرہ کے کہتا ہے اور اس کے مجوز کو مشرک کہتا ہے۔ وہ خود جاہل و مشرک اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اس کے پیچھے نماز ہرگز جائز نہیں تاوقتیکہ وہ تجدید اسلام نہ کرے باقی جلد اول میں مطالعہ کریں (۱)

(المجیب خادم شریعت فقیر محمد نظام الدین حنفی ملتانی عفی عنہ)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے ایک مجلس میں آ کر کہا کہ مسجد میں قرآن کا وعظ ہو رہا ہے۔ تم چل کر سنو ایک آدمی نے اس مجلس میں جواباً کہا کہ وہاں (عضو تناسل) کے نام لینے کے لئے جارہے ہو۔ لہٰذا ایسے متکلم پر از روئے شریعت کیا تعزیر ہے۔ (السائل حافظ رحمت علی امام مسجد علی پور مورخہ اگست ۱۹۲۰ء)

جواب : بیشک ایسا شخص نزدیک علمائے محققین شرع متین کے بوجہ استہزاء و اہانت و استخفاف احکام شریعت کرنے سے دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے چنانچہ فتاویٰ عبدالحئی جلد اول صفحہ ۸۱ میں مذکور ہے:

"لانه اهان الدین ومن اهان الدین فقد کفر"

اور صاحب بزازیہ نے لکھا ہے: "الفتوی ردی او قال ایں چه شرع است یکفر لانه رد حکم شرع" اور "خزانة المفتیین" میں ہے کہ "اگر گفت شریعت راچه کنم لهذا کلمه کفر کافر شد"

اور قاضی پانی پتی مالابدمنہ میں لکھتے ہیں "اگر کسے امر معروف کرد دیگر گفت چہ غوغا آوردی اگر آں سخن بر وجہ رد گفت کافر شود" اور کشف اور وقایہ میں ہے کہ "اگر گوید کہ من نماز را بطاق نہادم یکفر۔ (ہکذا فی فتاوی عالمگیری و برہند و سراجیہ واللہ اعلم بالصواب)

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی اللہ عنہ)

سوال : چوہڑوں کا جنازہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا؟۔ (السائل حافظ رحمت علی)

جواب : چوہڑوں کا جنازہ پڑھنا پڑھانا ہرگز شرعاً جائز نہیں کیونکہ یہ لوگ حرام اشیاء کو حلال تصور کرتے ہیں اور کھاتے ہیں لہٰذا ان کا جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں لقولہ تعالیٰ: ﴿ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴾

اور شریعت نے جنازہ کے لئے شرط مسلمان ہونا میت کا بیان کیا ہے چنانچہ حدیث میں ہے: " اذ قال لآ اله الا الله فمات صلوا علیه لانه مات مسلماً " یعنی جس نے کلمہ پڑھا اور مر گیا تو اس کا جنازہ پڑھا جاوے کیونکہ وہ مسلمان مرا ہے اور فتاوی صدر الاسلام میں لکھا ہے کہ ہمارے ملک میں جو خاکروب ہیں ان کا جنازہ پڑھنا ہرگز جائز نہیں وھو ہذا:

" کناس دیار العجم ویقولون لآ اله الا الله محمدٌ رسول الله ولا یحرمون ماحرم الله ویاکل المیتة والخنازیر فانهم اخبث من المرتدین اذا ماتوا لا یصلی علیهم فانهم اهل النار الامن تاب ومات علی توبته " یعنی عجم میں جو خاکروب ہیں کلمہ تو پڑھتے ہیں لیکن جو خداوند کریم نے حرام چیزیں فرمائی ہیں ان کو یہ لوگ حرام نہیں سمجھتے اور کھاتے ہیں مردار اور گوشت خنزیروں کا پس وہ بہت بدترین مرتدوں سے ہیں لہٰذا ان کا جنازہ جائز نہیں ہاں اگر کسی کا تائب ہونا ثابت ہو جائے تو پھر اس کی قبر پر جنازہ پڑھ دینا چاہیے۔

اور صاحب فتاوی خلاصہ وذخیرہ نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے حرام اشیاء کو اعتقاداً حلال سمجھ کر کھالیا ہو تو اس کا جنازہ اتفاقاً ناجائز ہوگا: " ولا صلوة علیهم بالاتفاق "

اور جو شخص چوہڑوں کے جنازہ کو جائز کہے وہ بھی ان سے شمار کیا جاوے گا۔

" وَمَنْ یَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ " فقط واللہ اعلم بالصواب ۔ (المجیب خادم محمد نظام الدین عفی عنہ)

سوال : ایک شخص نے اپنی زوجہ کو بحالت غضب کاغذ اشٹام پر لکھ دیا کہ میں نے اپنی زوجہ مسمات فلاں کو طلاق بائنہ دے کر اپنے نفس پر حرام کیا ہے اب اس کے ساتھ میرا کوئی تعلق نہیں رہا پس ان الفاظ سے کون سی طلاق واقع ہوئی جواب دو اجر ملے گا؟

جواب : ان الفاظ سے طلاق بائنہ واقع ہوتی ہے۔ بدوں حلالہ کے یہ عورت پھر نکاح جدید کرنے سے حلال

نوٹ: شرح الصدور صفحہ ۹۰ میں علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس بات پر اجماع کا ثابت کیا ہے۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

ہو جائے گی چنانچہ فتاویٰ عبدالحی جلد اول وخزانۃ المفتین وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے:

"لو قال لم يبق بيني وبينك عمل لو انا بريء من نكاحك او بعدي عني ونوى الطلاق يقع"

اگر گوید ترا رہا کردم:

"لا تطلق الا بالنية بان نوى بالنا وكناية الطلاق لا يقع بالنية او دلالة الحال لو قال، تیکوں حتایا میں تیکوں چھوڑ ایا یا جد بے بھاوے تدوں یقع طلاق بائن بلانیت"

"كما لو قال انت بائن ـــ الخ ولو قال اذهبي حيث شئت لا يقع الطلاق بدون النية "هكذا في الفتاوى امينيه وفتاوى جامع الفوائد صفحه ١١٧ فقط والله اعلم بالصواب . (خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی ملتانی عفی عنہ)

سوال: بوقت طعام کھانے کے کس طرح پر بیٹھنا چاہئے اور بوقت کھانے کے کیا پڑھنا چاہئے اور طعام کھانے کے اول آخر نمک کو استعمال کرنا کیسا ہے اور یہ سنت ہیں یا مستحب؟

جواب: یہ سب امور مستحب ہیں چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۳۱۶ بحوالہ کنز العباد وخزانہ سے بایں طور نقل کیا ہے:

"المستحب في صفة الجلوس للاكل ان يكون جالسا على مركبتيه وظهور قدميه او ينصب الرجل اليمنى او يجلس على اليسرى"

یعنی کھانا کھانے کے وقت مستحب ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے ہوں اور قدم سامنے ہوں یا دایاں گھٹنا کھڑا ہو اور بائیں پر بیٹھے اور بوقت کھانا کھانے کے بسم اللہ پڑھنی چاہئے۔

جیسا کہ بخاری سیپارہ ۲۲ صفحہ ۲۲۳ میں حدیث مسطور ہے۔

"يا غلام سم الله وكل بيمينك ـــ الخ ويستحب ان يبدأ اكل الطعام بالملح او يختم به روى عن رسول الله ﷺ انه قال لعلي رضي الله عنه يا علي ابدأ بالملح او اختم بالملح فان الملح شفاء من سبعين داء منها الجنون والجذام والبرص ووجع البطن ووجع الاضراس ويرفع الملح بالمسبحة والابهام"

یعنی مستحب ہے بوقت شروع کھانے کے شروع کرنا کھانے کو نمک سے اور ختم کرنا نمک سے کیونکہ فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہ اے علی کھانے کو نمک سے شروع کر کیونکہ اس سے ۷۰ (ستر) بیماریاں دفع رہتی ہیں اور اس میں شفاء ہے مثلاً دیوانگی، جذام، پھلبہری، درد شکم و درد زہ وغیرہ۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ سماع صوفیہ صافیہ سادات چشتیہ عمدہ ترین اوقات مثل عرس بزرگان دین وغیرہ میں سنتے ہیں کیا شرعاً یہ سماع بلا مزامیر سننا جائز ہے یا نہیں اور جو لوگ سماع کو جائز سمجھ کر سنتے ہیں ان کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اور جو شخص سماع سننے والے کو مشرک کہے اس شخص کے لئے شرعاً کیا حکم ہے اور جو حدیثیں حرمت سماع پر وارد ہیں وہ حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں۔ مہربانی فرما کر ہر ایک سوال کا جواب مفصل تحریر فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے گا؟ (السائل سید حشمت علی چشتی نظامی اسعوری جالندھری چک نمبر ۲۵۵ ٹوبہ ٹیک سنگھ)

جواب: بیشک (۱) اغنا جو اہل صوفیہ چشتیہ برائے رقت قلب و ذوق شوق وطلب عشق الٰہی حاصل کرنے کے لئے دف بلا سرنگی و باپ جاور باب و بلا غرض شہوت و تماشہ کے سنتے ہیں جائز بلا کراہت ہے ورنہ حرام چنانچہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ فرمایا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے:

" قالت دخل علی رسول اللہ ﷺ وعندی جاریتان تغنیان "

یعنی کہا مائی صاحبہ نے کہ آپ کی ذات میرے پاس آئے جبکہ میرے پاس دو لڑکیاں گاتی تھیں اور صحیح مسلم میں ہے کہ فرمایا مائی صاحبہ نے کہ آئے میرے پاس والد میرے درحالیکہ دو لڑکیاں گا رہی تھیں اور دیکھ کر میرے والد نے لڑکیوں کو منع کیا تو آنحضور نے اپنے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھا کر فرمایا کہ اے صدیق ان کو چھوڑ دے اور کچھ نہ کہو گانے دے اور سبل الرشاد میں ہے کہ جب آپ کی ذات مدینہ میں قبیلہ بنی نجار میں تشریف لائے تو وہاں کی لڑکیاں بآواز بلند گانا گائیں:

نحن جوار من بنی نجار   واحمد محمد من جار

یعنی ہم لڑکیاں بنی نجار سے ہیں کیا مبارک ہے وہ شخص جس کے ہمسایہ رسول اللہ ﷺ ہوں اور مشکوٰۃ شریف و بخاری میں ایک حدیث بایں طور مذکور ہے:

"قالت زفت امراۃ الی رجل من انصار فقال نبی اللہ ﷺ ماکان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو"

یعنی روایت ہے عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا لائی گئی بعد بیاہ کے ایک عورت طرف ایک شخص کے کہ تھا وہ شخص انصار سے پس فرمایا آپ نے کیا نہ تھا ساتھ تمہارے کوئی کھیل پس تحقیق انصار لوگ اس کو بہت پسند رکھتے ہیں۔

اور ایک حدیث جو مشکوٰۃ باب اعلان النکاح میں بایں طور مسطور ہے:

"عن عائشۃ قالت کانت عندی جاریۃ من الانصار زوجتھا فقال رسول اللہ ﷺ یا عائشۃ الا تغنین فان ھذا الحی من الانصار یحبون الغناء"

یعنی مائی عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ایک عورت تھی میں نے اس کا ایک انصاری سے نکاح کر دیا تو فرمایا آپ نے تو نے کوئی گانا نہیں گایا تحقیق یہ قوم تو گانے کو بہت دوست رکھتی ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا آپ نے عائشہ صدیقہ کو جس کے بیاہ پر آپ گئی تھیں وہاں کچھ لڑکیاں گاتی تھیں یا نہیں۔ کہا مائی صاحبہ نے کہ یا رسول اللہ نہیں تو فرمایا آپ نے کہ وہ لوگ انصار گانے کو بہت پسند کیا کرتے ہیں کاش کہ تم بھیجتے اس شخص کو جو کہتا: " اتینکم اتینکم فحیانا وحیاکم "

(رواہ ابن ماجہ)

(۶) سماع مع مزامیر نزدیک آئمہ اربعہ و خاندان نقشبندیہ و قادریہ کے درست نہیں ہیں حرام ہیں اور بلا مزامیر سماع عشقی کے لئے بغرض وقت حاجت درست ہے۔ واللہ اعلم۔ نقلہ انوار شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ۔

یعنی ہم تمہارے پاس آئے ہم تمہارے پاس آئے زندہ رکھے اللہ تعالیٰ ہم کو اور زندہ رکھے اللہ تعالیٰ تم کو۔

اور اس کے حاشیہ پر المهدات غیر مقلد امرت سری نے لکھا ہے۔ ان سب حدیثوں سے معلوم ہوا کہ شادیوں میں گانا بجانا درست ہے اور اس کی مباحث میں صحیح حدیثیں وارد ہیں اور دف کا بجانا اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے:

" اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف "

یعنی ظاہر کیا کرو تم اس نکاح کو اور کیا کرو اس کو مسجدوں میں اور بجایا کرو وقت نکاح کے دف۔

اور علاوہ اس کے طحطاوی نے حاشیہ درمختار ۲ باب اجارہ فاسدہ میں لکھا ہے:

" قال للقاضي عن ظهير الدين استحل الراجي دخل استاجر رجلا يضرب له الطبل ان كان لهوا لايجوز لانه معصية وان كان للغزو او العروس او القافلة يجوز لانه طاعة "

اور کتاب کافی و خزانہ میں لکھا ہے:

" حرمة الغناء غيرها مقيدة باللهو فما يكون بغير لهو ويعرض الدين كما في العرس والوليمة واستعداد الغزوة والقافلة والحصول رقة قلوب عباد الله المرضية عند الله لا تكون حراماً على مذهب الحنيفة "

یعنی حرمت سرور وغیرہ کی مقید ساتھ تماشا بازی اور جو ماسوی اس کے ہے یعنی غرض دین کی مثلاً وقت نکاح ولیمہ و تیاری غازیان و قافلہ و برائے رقت قلب بزرگان خدا تو پھر یہ غنا حرام نہیں نزدیک مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے۔

اور کہا قاضی محمد بن علی یعنی شوکانی و نواب صدیق حسن خاں کتاب دلیل الطالب علی ارجح المطالب و رسالہ ابطال الاجماع میں: " ولانص لابي حنيفة واحمد على التحريم ونقل عنهما انهما سمعاه "

یعنی امام اعظم صاحب سے کسی ظاہر روایت میں حرمت سماع کی ثابت نہیں ہوئی ان کا سننا ثابت ہے۔

اور صاحب ہدایہ نے جلد ۴ کتاب الکراہیۃ میں لکھا ہے: " ومن ادعى الى وليمة او طعام فوجد ثمه لعباً او غناء فلا باس بان يقعدو يا كل قال ابو حنيفة رحمة الله عليه ابتليت بها مرة فصبرت " یعنی جو شخص دعوت ولیمہ یا اور کسی قسم کی دعوت پر بلایا جائے اور وہیں غنا یا کوئی اور کھیل ہو تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہوگا کہ وہاں بیٹھے یا کھانا کھائے اور کہا امام صاحب نے کہ مجھے بھی ایک دفعہ ایسی مجلس پیش ہوئی تو صبر سے بیٹھا رہا۔

اور کہا صاحب ہدایہ نے کہ اتلاف کے کلمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر ایک ملاہی حرام ہے اور دوسرے مقام پر صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ: " طبل الغزاة والدف الذي يباح ضربه في العرس يضمن با تلافه من غير خلاف "

یعنی غازیوں کا طبلہ اور دف بجانا شادیوں میں درست ہے اگر کوئی شخص ان کو توڑ دے تو ان کی قیمت کا وہ ذمہ دار ہوگا فقط۔

باقی ذکر باب الغصب میں مطالعہ کرو۔

پس اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ طبلہ ودف جو شرعاً جائز ہیں وہ حرام نہیں ورنہ ان کے ضائع کرنے والے پر کیوں اس کی قیمت دینی پڑتی کیونکہ حرام چیز کے ضائع کرنے پر شرعاً قیمت اس کی نہیں دینی پڑتی اور صاحب وجیز ابن ملاجیون صفحہ ۱۴۳ میں لکھتے ہیں:

"کذا المستغنی به السرور والفرح فیما یباح فیه کالعید والعرس وللولادة والختان وحفظ القرآن کذا عند اجتماع الاخوان فی بعد الزمان للطعام والکلام وکذا عند قدوم بعض الاصحاب من السفر فهو ماثورٌ عن السلف والخلف بل عن النبی ﷺ"

پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ بوقت شادی وعید وحفظ قرآن مجید۔ پیدائش لڑکا وعروس وبوقت اجتماع برادران وقدوم مسافران وبرائے فرحت قلب غرض دینی کے دف وطبلہ وغنا درست ہے اور جو غناوغیرہ شرع شریف نے حرام لکھا ہے وہ غنا ہے جس میں غرض زینت وخواہش وشہوت پرستی وتبذیر مال وغیرہ امور جو شرعاً ممنوع ہوں بلاشک حرام اس میں تو کسی فرد بشر کو کلام نہیں اور ایسے سرور کی حلت کا قائل کافر ہے اور جو اہل اصفیاء چشتیہ خاندان میں غنا برائے رقت قلب وامور نیک کے لئے کیا جاتا ہے وہ جائز ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے اور خاندان عالیہ چشتیہ کو بسبب سماع غنا جواز کے کافر کہتا ہے وہ خود کافر ہے اور اس کے پیچھے نماز ناجائز وناد رست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب:

وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ از خلفائے حضرت سلطان باھو رحمت اللہ علیہ)

سوال: طبلہ کس چیز کا نام ہے اور کس طرح پر ہوتا ہے؟

جواب: منتخب میں باین طور لکھا ہے کہ طبل نقارہ بنوازند وانرا یک طرف پوست میباشد وگاهے دوطرف نیز میگیرند واطبال وطبول جمع ہے اور کریم اللغات میں ہے کہ طبل عربی ڈھول ہندی اور صراح میں ہے طبل دہل، فقط واللہ اعلم۔

سوال: علم حدیث کی کتنی قسمیں ہیں؟

جواب: دو قسم پر ہے علم روایت الحدیث وعلم درایۃ الحدیث، روایۃ الحدیث وہ علم ہے کہ جس سے راویوں کی بحث کی

نوٹ ۵: اخبار اہل حدیث ۱۳۲۹ھ ۱۴/۲۱ رمضان شریف کے پرچہ صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے باجا بجانا بہ نیت فخر وریا نہ ہو تو شادیوں میں جائز ہے اجرت سے یا بے اجرت الخ اور اسی صفحہ میں لکھا ہے کہ اگر عورتیں گائیں اور ان کا گانا فحش نہ ہو تو جائز ہے اور مولوی وحید الزمان غیر مقلد نزول الابرار جلد ۲ صفحہ ۳۷ میں لکھا ہے لاباس بالغناء والمزامیر فی زواج اوختان اوغوهما من مراسم الفرح اور علاوہ اس کے ابن ماجہ مترجم جلد اول میں گانے بجانے کے مولوی وحید الزمان نے بیشمار دلائل تحریر کئے ہیں اور لکھ دیا ہے کہ جن احادیث سے اس کی ممانعت آئی ہے وہ سب کی سب ضعیف ہیں افسوس ہے کہ جو فرقہ وہابیہ نجدیہ کے لئے بندگان خدا چشتیہ پر فتویٰ تکفیر لگاتے ہیں اب کہ بقول ان کے خود ان کے گھر میں کفر پیدا ہوا ہے۔ ۱۲ اخادم شریعت عفا عنہ ۳۳-۲-۱۲

جاتی ہے۔ یعنی راویوں کے حالات معلوم کئے جاتے ہیں مثل ضبط وعدل وحفظ راوی وغیرہ وغیرہ اور درایۃ الحدیث وہ علم ہے کہ اس میں احادیث کے معانی پر بحث کی جاتی ہے مثلاً کہ اس حدیث سے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کیا مراد ہے اور اس حدیث کا دوسری حدیث سے تعارض ہے یا نہیں اور اس کا کوئی ناسخ ہے یا نہیں اور حدیث آنحضور کی رسالت کے منافی ہے یا نہیں اور اس حدیث کا موقت ہے یا نہیں فقط باقی انشاء اللہ اقسام حدیث (1) کی پوری پوری بحث جلد ہفتم میں کی جائے گی۔

(فقط محمد خادم شریعت علی اللہ عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ اب اس ملک میں پڑھا جاوے یا نہ اگر پڑھا جاوے تو فرض کر کے ادا کیا جاوے یا مطلق نیت سے اور جمعہ کے بعد احتیاط الظہر کو جماعت سے ادا کیا جاوے یا علیحدہ علیحدہ اور اس کی نیت کس طرح پر ہے بینوا وتوجروا؟ (السائل خادم العلماء محمد رفیق از کوٹ مومن ضلع جھنگ سرگودھا)

جواب: نماز جمعہ صحیح ہونے کے لئے علمائے دین شرع متین نے بارہ شرطیں مقرر فرمائی ہیں وھو ہذا

"حر صحیح بالبلوغ مذکر مقیم وذو عقل لشرط وجوبها مصر وسلطان ووقت وخطبة واذن اجمع لشرط ادائها"

(نقل از درالمختار)

یعنی چھ اس کے وجوب کی اور پھر اس کے ادا کی اور جب تک یہ چھ شرطیں ادا نہ کی ہوں جمعہ کی نماز ادا نہ ہوگی ظہر پڑھنی پڑھے گی اور وہ شرطیں یہ ہیں شہر اور سلطان نائب سلطان اور وقت ظہر اور خطبہ اور اذن عام اور جماعت اور کتاب مراقی الفلاح صفحہ ۲۹۶ مصری میں لکھا ہے:

"المصر كل موضع له امير او قاضي ينفذ الاحكام ويقيم الحدود — الخ وهذا في ظاهر الرواية قاله قاضي خان وعليه الاعتماد"

مصر وہ جگہ ہے کہ واسطے اس کے ہو امیر یا قاضی جاری کرتا ہو احکام اور قائم کرتا ہو حدوں کو یہ ظاہر روایت میں ہے، اور کہا قاضی خاں نے کہ اسی پر اعتماد ہے اور غایۃ البیان میں ہے کہ:

"وبه اخذ ابو يوسف وهو ظاهر المذهب كما في الهداية واختاره الكرخي والقدوري وفي العناية من ظاهر الرواية وعليه اكثر الفقهاء"

اور مراقی الفلاح میں لکھا ہے کہ قاضی شرعی وہ ہوتا ہے کہ جس کو تنفیذ احکام پر قدرت بالفعل ہو اور صاحب شامی نے صفحہ ۸۳۵ مصری میں لکھا ہے:

"المراد من الامير من يحرس الناس ويمنع المفسدين ويقوى احكام الشرعي كذا في الدقائق"

کہ مراد امیر سے وہ شخص ہے کہ نگہبانی کرے آدمیوں کی اور منع کرے مفسدوں کو اور قوت دیوے احکام شرع کو۔

اور علامہ طحطاوی شرح مراقی الفلاح صفحہ ۲۹۶ پر بایں طور فیصلہ کر دیا ہے۔

(1) مفصل ذکر جلد نہم ودہم میں ملاحظہ کریں

"ان مكة والمدينة مصران تقام بهما الجمعة من زمان ﷺ الى يوم فكل موضع كان مثل احدهما فهو مصرٌ هل تعريف لا يصدق على احدهما فهو غير معتبر كقولهم مالايسع اهله اكبر مساجد ــــ الخ"

یعنی تحقیق مکہ اور مدینہ دونوں مصر ہیں قائم کیا جاتا ہے، بیچھے ان دونوں کے جمعہ آنحضور ﷺ کے زمانہ سے لے کر اب تک پس جو موضع ان کی مثل ہو وہ مصر ہے پس جو تعریف صادق نہ آوے ان دونوں پر معتبر نہیں ہے (جیسا کہ متاخرین نے) لکھا ہے کہ نہ سماویں لوگ اس کی بڑی مسجد میں۔

پس ان تمام دلائل حنفیہ سے ثابت ہوا کہ بدوں ان شرائط کے جمعہ ہرگز ادا نہیں ہوتا لیکن علمائے متاخرین نے یہ فیصلہ دیا ہے کہ جمعہ ولاۃ کفار میں جائز ہے چنانچہ کتاب ردالمختار کتاب القضاء جلد چہارم میں مذکور ہے:

"واما بلاد عليها ولاة كفارٌ يجوز للمسلمين اقامة الجمع والاعياد ويصير القاضي قاضياً بتراضى المسلمين فيجب عليهم ان يلتمسوه والياً مسلماً منهم ــــ الخ"

یعنی وہ شہر جن پر کفار حکام ہیں مسلمانوں کیلئے جمعہ وعیدین وہاں پر قائم کرنا جائز ہے اور قاضی رضامندی مسلمانوں سے ہوگا پس واجب ہے مسلمانوں پر کہ حاکم مسلمان کی درخواست کریں تا کہ وہ قاضی اُنکے باہمی فیصلہ کریگا اور نمازیں پڑھایگا۔

اور کتاب الجمعہ ردالمختار میں نیز بایں طور مذکور ہے:

"البلاد التي في ايدي الكفار بلاد الاسلام لا بلاد الحرب لانهم لم يظهروا فيها حكم الكفر بل القضاة مسلمون يطيعون هم عن ضرورة او بدونها كل مصرٍ فيه والٍ من جهتهم يجوز له اقامة الجمع والاعياد ــــ الخ"

یعنی جو کفار کے قبضہ میں ہیں بلادِ اسلام ہیں نہ دارالحرب کیونکہ انہوں نے احکام کفر کے جاری نہیں کئے بلکہ ان میں قاضی والی مسلمان ہیں اور ان کی اطاعت مجبوراً یا بلا مجبور کرتے ہیں اور جس شہر میں ان کی طرف سے حاکم مسلمان ہو تو اس کو جمعہ اور عیدین اور قاضیوں کو مقرر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ ان پر مسلمانوں کی حکومت ہے ــــ الخ۔

پس ان دلائل متاخرین سے بھی ثابت ہوا کہ جمعہ ملک کفار میں جائز ہے بشرطیکہ اس ملک والوں کو اختیار تنفیذ احکام کا پورے پورے طور پر دیا گیا ہو ورنہ نہیں اور اس ملک ہندوستان میں تنفیذ احکام وحدود شرعیہ کا تو درکنار ہم لوگ تو احکام شرعیہ سنانے سے بھی نہایت مجبور ہیں اور حاصل امر یہ ہے کہ جہاں کہیں شہروں اور قصبوں میں لوگ جمعہ پڑھنے کے عادی ہو چکے ہیں تو بیشک جمعہ کو مطلق نیت یا بہ نیت فرض پڑھ لیا کریں کیونکہ یہ شعار اسلامی عظیم ہے اور اس کے ادا کرنے میں کئی فوائد ہیں اور اب اس ملک میں بوجہ مفقود شرائط جمعہ کے نہ پڑھنے میں بھی نزدیک علمائے حنفیہ متقدمین ومتاخرین کے کچھ حرج نہیں فقط۔

سوال نمبر ۲ کا جواب : جس شہر یا قصبہ میں جمعہ پڑھا جاتا ہو وہاں احتیاط (۱) الظہر کو بلا جماعت ادا کرنا چاہیئے کیونکہ جمعہ کو نیت فرض یا مطلق نیت سے ادا کیا گیا ہے نہ نیت نفل چنانچہ صغیری میں ہے:

" ویکرہ للمعذورین والمسجونین اداء الظہر بجماعۃ فی المصر یوم الجمعۃ سواء کان قبل الفراغ من الجمعۃ او بعدہ "

یعنی معذورین اور قیدیوں کے واسطے بروز جمعہ یا پیچھے نماز جمعہ کے ظہر کو ادا کرنا مکروہ ہے اور احتیاط الظہر کو یاں طور ادا کرے کہ چار رکعت فرض جو ذمہ میرے ہے چنانچہ مسطور ہے:

" ان یصلی اربعاً بعد الجمعۃ ینوی بھا اخر فرضٍ ادرکت وقتہ ولم اُصلّہ بعد ـــــ الخ " (نقل از فتح القدیر)

اور صاحب کبیری نے لکھا ہے: " ینبغی ان یصلی اربع رکعاتٍ وینوی بہ الظہر "

اور غایۃ البیان و بنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے:

"فثبت ان اداء الاربع فی موضع وقع الشک فی صحۃ الجمعۃ مروی عن ابی حنیفۃ رضی اللہ عنہ رواہ الحسن بن زیاد للمبد ابی حنیفۃ واختارہ"

اور صاحب وافی و مواہب نے لکھا ہے: "ینبغی ان یصلی بعدھا اخر ظھرٍ ادرکت وقتہ ولم اصلہ بعد"

اور علاوہ ان دلائل کے کتب معتبرہ جو ذیل میں مختصر طور پر بحوالہ درج ہیں ان کو مطالعہ کریں محیط، کافی، فتح القدیر، فتاویٰ عالمگیر، ظہیریہ، کبیری، صغیری، قنیہ، بحر الرائق، نہر الفائق، شرح باقانی، میزان شعرانی، رد المحتار، شرح سفر السعادت، عینی شرح ہدایہ، تفسیر احمدی، بنایہ شرح ہدایہ، مقامات امام ربانی صفحہ ۱۲۰۔ فتاویٰ عزیزی و حاشیہ چلپی، شرح وقایہ، فتاویٰ نیرہ، فتاویٰ جامع الفوائد، فتاویٰ نادر الجواہر امینیہ، فتویٰ عبدالحی، فتاویٰ رحمانیہ، مجمع الابحار، تکملہ ابوالمکارم، تاتارخانیہ، فتاویٰ ابراہیم شاہی، جامع الفتاویٰ، فتاویٰ عتابیہ، خزانۃ العلوم، فتاویٰ محمدیہ، خزانۃ المفتین، فتاویٰ صیر و جواہر الفتاویٰ، بدر السعادت، فتاویٰ صابریہ، مجالس الابرار، فتاویٰ غرائب وغیرہ وغیرہ۔ بحان (۱) اللہ جب کہ احتیاط الظہر کا فتاویٰ جمہور علماء وفقہاء واکثر مشائخ عظام نے بوجہ مفقود ہو جانے شرائط جمعہ و اشتباہ شرائط مصر کے دے دیا ہے تو پھر منکرین کے بے اصل بات کو کون صاحب عقل سلیم مان سکتا ہے اور ناظرین انصاف فرماویں کہ صاحب کافی وہ شخص ہے کہ جس کو ساٹھ ہزار احادیث رسول اللہ ﷺ کی نوک زبان یاد تھیں اور چوتھی صدی کے ابتداء میں یہ کتاب لکھی تھی اور امام حاکم و نیشاپوری کے استاد تھے باقی ذکر جلد اول میں مذکور ہے۔

(۱) اور جو آج کل اخبار سیاست مورخہ ۲۷ اگست ۱۹۳۲ء کے پرچہ میں سید جماعت علی شاہ صاحب کی نسبت لکھا ہے کہ اس کی بیعت حرام ہے کیونکہ وہ جمعہ کو فرض نہیں سمجھتا اور احتیاط الظہر کو بعد جمعہ کے پڑھتا ہے الخ سو جواباً لکھا جاتا ہے کہ یہاں کا فتویٰ دینا اور لکھنا جہالت پر مبنی ہے۔ تمام فقہاء حنفیہ متقدمین و متاخرین نے جمعہ کے لئے شرائط مقرر کئے اور لکھا ہے کہ جمعہ بدوں فرائض شرط نہیں اور جہاں کہیں شرائط جمعہ

ناظرین جو رسالہ مولوی حیدر اللہ درانی پشتر جلالپوری نے دربارہ شرائط جمعہ و احتیاط الظہر کے لکھا ہے اس کا جواب جلد ہفتم میں انشاء اللہ لکھا جائے گا اور یہ بھی واضح کیا جائے گا کہ یہ شخص کسی مذہب کا پابند نہیں اور اس کی رفتار صلوۃ الجمعہ میں ﴿ افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرون ببعض ﴾ پر صحی ہے۔

سوال: فرقہ غیر مقلدین جو احادیث فاتحہ خلف الامام کے جواز پر پیش کرتے ہیں وہ ضعیف ہیں یا صحیح؟

جواب: اس کا مفصل ذکر جلد اول و سوم میں گذر چکا ہے لیکن یہاں پر جو ان کی بڑی دلیل حدیث عبادہ بن صامت والی باین طور مشکوۃ ابوداؤد ترمذی و نسائی میں ہے کہ آپ نے صبح کی نماز پڑھائی اور جب فارغ ہوئے تو فرمایا کہ شاید تم پڑھتے ہو پیچھے امام اپنے کے کہا صحابہ نے ہاں یا رسول اللہ ﷺ تو فرمایا کہ نہ پڑھا کرو کچھ مگر فاتحہ پڑھ لیا کرو کیونکہ سوا اس کے نماز درست نہیں ہوتی تو اس کا جواب کئی وجہ پر دیا جاتا ہے کہ عبادہ بن صامت کی حدیث کا دارو مدار مکحول پر اور وہ مدلس ہے کیونکہ اس نے اپنا سماع محمود بن ربیع سے کسی طریق میں ذکر نہیں کیا لہٰذا تدلیس کے اس سے رفع نہ ہوئی دیکھو میزان الاعتدال و تذکرۃ الحفا اور دوسرا محمد بن اسحق بھی مدلس ہے اگرچہ مکحول سے اپنی سماعت بیان کی ہے مگر شیخ الشیخ سے تدلیس دفع نہ کی اور اس حدیث مکحول کے چھ شاگرد اس کے بیان کرنے والے ہیں اور وہ یہ ہیں عبد الرحمن بن یزید بن جابر و سعید بن عبد العزیز و عبد اللہ بن العلا ، ان تینوں کو ابوداؤد نے ذکر کیا ہے اور محمد بن ولید زبیدی کو دار قطنی نے بیان کیا ہے۔

اور چار شاگرد مکحول کے بلا واسطہ یوں بھی روایت کرتے ہیں مکحول عن عبادہ حالانکہ عبادہ بن صامت سے مکحول کی نہ روایت ثابت ہے نہ سماعت اور پانچواں شاگرد اس کا زین بن واقد جو شام کے ملک کا امام ہے وہ یوں روایت کرتا ہے مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہ دیکھو ابوداؤد و نسائی و دار قطنی وغیرہ اور اس میں نافع راوی مستور الحال و مجہول موجود ہے لہٰذا یہ حدیث مجروح و ضعیف ثابت ہوئی دیکھو تقریب۔

میں شک پڑ جائے تو ظہر کو احتیاطاً ادا کرے چنانچہ ذیل میں مذکور ہے پس معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک تو عام فقہاء مسلمان نہ ٹھہرے۔ نعوذ باللہ من شر العلماء المتعصبین الغرض یہ جو فتوی قابل اعتبار عمل کے نہیں ہے کیونکہ اس کی بنا فساد و عناد و حسد پر ہے اور اس کے مجیب سب کے سب وہابی دیوبندی و نجدی ہیں چنانچہ ظاہر ہے کہ سید مذکور خلافت کے بڑے حامی اور شریعت کے بڑے پابند ہیں اللہ تعالیٰ ان کو ہمیشہ مذہب حقہ پر استقامت عطا فرمائے۔ خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفا عنہ۔

[1] فتاوی قاضی خاں جلد اول صفحہ ۸۷ میں لکھا ہے کہ ایک جماعت تبع تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بوجہ سلطان جائر ہونے کے جمعہ کو ترک کر دیا کرتے تھے اور بعض اپنے گھروں میں ادا کر کے پھر جمعہ کو پڑھ لیتے اور ظہر کو ظہریہ ادا کر لیتے ہیں اور خادم شریعت کہتا ہے کہ افسوس ان پر ہے کہ جو اس زمانہ میں جمعہ پڑھ لیں جس کے ادا کی شرائط میں ہزارہا اختلاف ہیں اور نماز ظہر جو مستقل اور یقیناً فرض ہے اس کو ترک کر دیں پھر اپنے منہ سے حنفی کہلائیں۔ سبحان اللہ کیا پدی کیا پدی کا شوربا۔ ان اللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم۔ ۱۲ خادم شریعت عفا عنہ۔

اور چھٹا شاگرد اس کا محمد بن اسحاق ہے البتہ اس نے شیخ محمود بن ربیع سے مکحول کو بیان کر کے حدیث بایں طور بیان کر دی ہے: عن مکحول عن محمود بن ربیع عن عبادہ لیکن اس نے بھی پانچ راویوں کی مخالفت کر دی ہے کیونکہ دوسرے تو مکحول عن عبادہ یا مکحول عن نافع بن محمود عن عبادہ کر کے بیان کرتے ہیں اب غیر مقلدین فرماویں کہ روایت کس طرح پر صحیح ہے اور علاوہ اس کے یحییٰ بن قطان جس کو تمام محدثین نے مانا ہے اور کہا ہے کہ جس کو یحییٰ بن قطان چھوڑ دیں گے ہم بھی اس کو چھوڑ دیں گے اور یحییٰ بن قطان نے محمد اسحٰق کی طرف لکھا ہے: " اشهد ان محمد بن اسحق كذاب "

اور میزان الاعتدال اور مالک نے اس کو دجال کہا ہے اور سلیمان تیمی نے کذاب اور علامہ بدر الدین عینی نے اس کو مدلس لکھا ہے اور امام نووی نے لکھا ہے لیس فیہ الا التدلیس دیکھو بنا جلد اول صفحہ ۷۱ اور اسی صفحہ میں لکھتا ہے کہ جب مدلس عن سے روایت کرے تو وہ روایت قابل تسلیم نہیں ہوا کرتی:

" وهو هذا قلنا للمدلس اذا قال عن فلان لا يحتج بحديثه عند جميع المحدثين مع انه قد كذبه مالك وضعفه احمد وقال لا يصح الحديث عنه الخ "

یعنی ہم کہتے ہیں کہ جب مدلس عن فلاں کہے تو حدیث اس کی حجت نہ ہوگی نزدیک تمام محدثین کے اور امام مالک نے محمد بن اسحٰق کو کذاب کہا ہے اور امام احمد نے ضعیف کہا۔ اس سے حدیث بیان کرنا صحیح نہیں۔

اور کہا ابو زرعہ نے کہ اس کا اعتبار کسی شے میں نہیں کیا جا سکتا اور دوسری حدیث جو فرقہ وہابیہ " لاصلوة الا بفاتحة الكتاب " پیش کرتا ہے اس کا جواب بھی سن لیجئے اول تو بحث فاتحہ خلف الامام پر ہے نہ مطلق قرأت فاتحہ پر اور اس میں فاتحہ خلف الامام کا ذکر بھی نہیں اور اگر فاتحہ خلف الامام اس سے ثابت ہے تو سورہ کا ضم کرنا بھی مقتدی پر واجب ہوگا چنانچہ مذکور ہے:

" فقد اخرج مسلم في صحيحه من طريق معمر بن راشد عن الزهري عن محمود بن الربيع عن قتادة مرفوعاً لا صلوة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعداً "

اور ابوداؤد میں ہے: " قال سفيان بن عيينة حديث لاصلوة الا بفاتحة الكتاب اذا كان وحده "

اور صاحب ترمذی نے بھی اس حدیث کو اکیلے پر محمول کیا ہے اور اسی معنی پر قیاس حدیث خداج کا بھی کر لیں اور فرقہ غیر مقلدین کو ہم یہاں پر صرف ایک حدیث اپنے دعویٰ کی تحریر کر کے دکھا دیتے ہیں وھو ہذا:

" من صلى ركعةً لم يقرأ فيها بام القران فلم يصل الا ان يكون وراء الامام "

روایت کیا اس حدیث کو وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی جابر بن عبداللہ نے کہا کہ جو شخص کوئی رکعت بغیر الحمد کے پڑھے تو نماز نہ ہوگی مگر جب امام کے پیچھے ہو تو نماز بغیر الحمد کے صحیح ہوگی نقل از ترمذی و موطا امام محمد اور صاحب ترمذی نے اس کو صحیح لکھا ہے دیکھو ترمذی جلد اول مطبع احمدی صفحہ ۴۳ اور باقی ذکر اس کا جلد سوم میں

دیکھو فقط۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی اللہ عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کہیں آنحضور ﷺ کے اشارہ انگشت سبابہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو کر دائیں بائیں ہونے کا بھی ثبوت ہے؟ جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل خادم العلماء غلام رسول مہتمم تاجر کتب بہاولپور)

جواب: کتاب غنیۃ الطالبین مترجم ۳۸۴ مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد ﷺ کو پانچ راتیں عطا کی ہیں:

"الاول ليلة المعجزة والقدرة وهي انشقاق القمر قوله اقتربت الساعة وانشق القمر وكان انفلاق البحر لموسى عليه السلام بضرب العصاء والانشقاق لمحمد ﷺ باشارة اصبع المصطفى فهو اعظم في المعجزات والاعجاز والقدرة"

یعنی پہلے معجزہ وقدرت کی رات جس میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا جیسے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند پھٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام کے لئے دریا پھٹ گیا تھا ہاتھ کی لکڑی مارنے سے اور حضرت ﷺ کے لئے چاند پھٹ گیا ایک انگلی کے اشارے سے پس یہ بڑا معجزہ معجزوں سے ہے۔

اور علاوہ اس کے حدیثوں میں بھی اس کا ذکر ہے کسی آئندہ جلد میں لکھا جائے گا۔

سوال: چکڑالوی لوگ کہتے ہیں کہ علم حدیث کی قرآن کے ہوتے کچھ ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید نے ہر ایک چیز کو واضح طور سے بیان کر دیا ہے چنانچہ شاہد ہے:

﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ ﴿وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾

جواب: قرآن مجید کے ہوتے ہوئے حدیث شریف کی سخت ضرورت ہے کیونکہ حدیث قول اور فعل آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام ہے اور ان کی اتباع کی خاطر خود قرآن مجید شاہد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

یعنی بیشک تمہارے لئے رسول اللہ ﷺ عمدہ نمونہ ہیں پس ان کے چال چلن اختیار کرو۔

اور ﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ﴾ بھی اس کی تاکید پر ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صرف مبلغ نہ تھے بلکہ مفسر و مبین بھی تھے چنانچہ اس آیت میں ہے:

﴿أَنزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ﴾

یعنی ہم نے اتارا تیری طرف (اے حبیب) یہ قرآن مجید تا کہ تو اس کو لوگوں کے سامنے واضح کر کے سناوے۔

اور قرآن مجید کے احکام کچھ مجمل ہیں اور کچھ مفصل ہیں اور جو مجمل ہیں ان کی تفصیل نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود فرما دی ہے اور یہ حصہ تعلق اعمال سے رکھتا ہے اور جو احکام مفصل ہیں وہ مسائل ہیں توحید باری تعالیٰ و مسائل رسالت، حشر و

نشر، رمز او جز اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید اس بات پر شاہد ہے کہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر وحی بھی تین طرح آتی تھی۔ وحی خفی جو کہ بطور الہام کے آپ کی ذات کے دل مبارک پر القا ہوتا تھا دوم وحی الٰہی جو کہ پردہ کے پیچھے سے سنائی دیا جاتا تھا اور سوم بواسطہ جبرائیل علیہ السلام جو کہ بصورت بشر ہو کر آتا تھا وہ ہو ہذا:

﴿ وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآءُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ ﴾

یعنی کسی بشر کو طاقت نہیں کہ بات کرے اس سے اللہ تعالیٰ مگر وحیاً سے یا پردہ کے پیچھے سے یا بھیجتا ہے فرشتہ پیغام لانے والا پس اس کے دل میں ڈال دیتا ہے حکم اس کے سے جو کچھ چاہتا ہے بیشک اللہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے۔

پس اس آیت سے چکڑالوی کا یہ دعویٰ بھی باطل ہوا جو کہتا ہے کہ آپ کی ذات کو بجز قرآن مجید کے اور کوئی وحی نہیں کیا گیا حالانکہ آپ ہمکلام تین ذریعہ سے ہوتے تھے اور دو ذریعہ سے بھی کلام الٰہی اخذ کرتے تھے اور جو چکڑالوی نے کہا ہے کہ ہر ایک مسئلہ قرآن مجید میں مفصل موجود ہے، حدیث کی ضرورت نہیں۔ ناظرین ہے اور ان سے ان سوالوں کے جوابات قرآن مجید سے طلب کریں۔

سوال: (۱) گدھے کی حرمت، بلی کتے کی حرمت (۲) پھوپھی اور خالہ کو ایک وقت میں نکاح کرنے کی حرمت (۳) زکوٰۃ کے مال کی تقسیم (۴) زمانہ حج (۵) احرام باندھنے کا طریقہ (۶) نماز پنجگانہ کی رکعت اور تفصیل اور ان کے ذکر و اذکار۔ اگر مذکورہ سوالات قرآن مجید سے ثابت کریں تو پچاس روپیہ مفت میں انعام پائیں انشاء اللہ تعالیٰ باقی ذکر متعلقہ فرقہ چکڑالویہ جلد ہفتم میں بیان کیا جاوے گا۔

بحث میرزائی

جلد سوم سلطان الفقہ میں ایک میرزائی کے ۱۳ سوالوں کے جوابات کی نسبت جن میں سے صرف دو سوالوں کا جواب جلد مذکورہ میں دیا گیا ہے باقی جوابات دینے کا وعدہ تھا اب ان کا جواب مفصلہ ذیل ہے:

سوال نمبر ۳: مسیح کی ولادت یعنی پیدائش خرق عادت سے ہوئی اور محمد مصطفےٰ ﷺ کی پیدائش خرق عادت سے نہیں ہوئی افضل کون ہے؟

جواب: اس کا فیصلہ تو قرآن مجید نے کر دیا ہے۔ کہ اگر مسیح اس واسطے افضل ہے کہ بغیر باپ پیدا ہوا تو آدم سب سے افضل ہے کہ بغیر باپ اور ماں دونوں کے پیدا ہوا۔ پس اس میں محمد مصطفےٰ ﷺ پر مسیح کی ولادت کو افضلیت ہرگز نہیں کیونکہ کسی نص شرعی سے ثابت نہیں کہ جو شخص بغیر باپ خرق عادت سے پیدا ہو وہ خاتم النبیین سے افضل ہے اگر کوئی سند شرعی ہے تو دکھاؤ؟

سوال نمبر ۴: مسیح کا جسم عنصری سے آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے مگر محمد ﷺ کا اٹھایا جانا ثابت نہیں پس افضل کون ہے؟

جواب: جس قرآن مجید سے محمد ﷺ کا بجسد عنصری آسمانوں کی سیر کرنا ثابت ہے بلکہ عرش بریں سے بھی گذرنا ثابت ہے دیکھو بخاری باب معراج النبی۔ پھر اسی قرآن مجید سے حضرت ادریس کا آسمان پر اٹھایا جانا ثابت ہے پس مسیح کی فضیلت محمد ﷺ پر ہرگز نہیں کیونکہ جو صرف دوسرے آسمان تک جاوے وہ عرش عظیم سے بھی گذرنے والے سے افضل نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر ۵: مسیح کا بغیر خورد ونوش آسمان پر رہنا اور محمد ﷺ کا ایسا نہ ہونا پس افضل کون ہوئے؟

جواب: مسیح کا بغیر خورد ونوش قیاس کرنا غلط ہے۔ کون آسمان پر گیا اور کس نے مسیح کو بغیر خورد ونوش کے دیکھا خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿وَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ﴾ یعنی تمہاری روزی جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان پر ہے آپ کو کس طرح معلوم ہے کہ آسمان پر رزق نہیں جبکہ علوم ہیئت اور فلاسفہ اور قرآن مجید سے ثابت ہے کہ آسمان پر بھی آبادیاں ہیں تو پھر مسیح کیونکر بغیر رزق کے رہ سکتا ہے بلکہ دوسری کروڑوں مخلوق کو آسمان پر خدا رزق دیتا ہے اور تعجب ہے کہ آپ نے جس کو رزق ملتے یا نہ ملتے دیکھا نہیں اور نہ قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت کر سکتے ہو کہ مسیح کو آسمان پر رزق نہیں ملتا رسول اللہ پر فضیلت دیتے ہو حالانکہ جس کو کھانا ملے وہ افضل ہے اس سے جو بھوکا مرتا ہو۔

سوال نمبر ۶: مسیح نے مردے زندہ کئے مگر محمد ﷺ نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا پس افضل کون ہوئے؟

جواب: مسیح نے مردے جو زندہ کئے دعا سے کئے اصل مردہ زندہ کرنے والا خدا ہے جیسا کہ قرآن مجید سے ثابت ہے باذنی یعنی اللہ کے حکم سے مسیح معجزہ نمایاں کرتا تھا۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں سے اکثر اولیاء اللہ نے مردے زندہ کئے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ حضرت رابعہ بصری ایک دفعہ حج کو جا رہی تھی کہ ایک منزل پر ان کا گدھا جس پر ان کا اسباب تھا مر گیا آپ نے سجدہ میں دعا کی اور گدھا زندہ ہو گیا حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک چیونٹی مر گئی اور آپ کو افسوس ہوا اور اس کی طرف توجہ کی اور دعا کی تو وہ زندہ ہو گئی۔ حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مردے زندہ کئے اور تمہارے جیسے معترض کے کہنے سے تاکہ مسیح افضل نہ سمجھا جاوے پس آپ غور کریں کہ کس کو فضیلت ہے، وہ جو خود دعا کر کے مردے زندہ کرے یا وہ جس کا غلام امتی دعا کر کے مردے زندہ کرے۔

سوال نمبر ۷: مسیح نے اندھوں کو بینا کیا محمد ﷺ نے کوئی اندھا بینا نہیں کیا افضل کون ہوئے؟

جواب: ایک نبی کا معجزہ اگر دوسرے میں نہیں پایا جاتا اور دوسرے نبی کا معجزہ اگر تیسرے میں نہیں پایا جاتا تو اس میں ایک نبی کی دوسرے نبی پر فضیلت نہیں اگر مسیح نے مردے زندہ کئے یا مریضوں کو اچھا کیا تو مسیح کو رسول اللہ پر فضیلت

نہیں کیونکہ جو معجزات حضور علیہ السلام سے ظہور میں آئے وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ظہور میں نہیں آئے قرآن مجید سے ثابت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک مٹھی بھر کنکروں سے لشکر کفار کو شکست دی اور حضرت مسیح بقول مرزا صاحب اور عیسائیوں کے یہود پر کوئی اعجاز نمائی نہ کر سکے اور کفار سے مغلوب ہو کر صلیب دیئے گئے اور ذلت کی موت دنیا میں مشہور ہوئی زخموں سے خون جاری ہوا اور صلیب کے عذاب اس قدر ہوئے کہ غشی کی حالت میں مردہ تصور ہو کر اتارے گئے اور دفن کیے گئے پس غور کرو افضل کون ہوئے۔

سوال نمبر ۸: مسیح لوگوں کو بتایا کرتے تھے کہ تم نے فلاں چیز کھائی ہے اور اس قدر گھروں میں رکھتے ہو مگر محمد ﷺ نے نہیں بتایا تو بتاؤ افضل کون ہوئے؟

جواب: یہ معجزات حضرت مسیح علیہ السلام چونکہ قرآن مجید میں مذکور ہیں اس واسطے مسلمان مانتے ہیں اور حق سمجھتے ہیں کسی کی فضیلت اور ہتک کلام الٰہی میں نکالنا جائز نہیں اور ہم پہلے لکھ چکے ہیں مقابلہ کسی نبی کا دوسرے نبی سے نہیں ہو سکتا بلکہ ایک شخص کا دوسرے شخص سے بھی نہیں ہو سکتا اگر کوئی مرزا صاحب کو کہتا کہ مولوی محمد حسین صاحب کو چار مربع زمین سرکار سے عطا ہوئی اور آپ کو ایک چپہ زمین عطا نہیں ہوئی مولوی محمد حسین صاحب آپ سے افضل ہیں یا کوئی دوسرا شخص مرزا صاحب کو کہتا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب تو مولوی فاضل کا امتحان پاس کیے ہوئے ہیں اور آپ کسی یونیورسٹی کے سند یافتہ نہیں آپ سے مولوی ثناء اللہ افضل ہے اب جو جواب مرزا صاحب کے مریدوں کا ہے وہی جواب امت محمدی کا ہے۔

دوم: جو جو صفات و معجزات حضرت مسیح علیہ السلام کے تھے اس سے بڑھ کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے تھے صرف دو چار ذیل میں لکھے جاتے ہیں تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ کو سب سے بڑھ کر مرتبہ دیا گیا ہے مگر آنکھوں والا دیکھ سکتا ہے۔

- ☆ کسی نبی کو خاتم النبیین کی فضیلت نہیں دی گئی۔
- ☆ کسی نبی کو ایسا معجزہ نہیں دیا گیا جو قیامت تک جاری رہے۔ یعنی قرآن مجید۔
- ☆ کسی نبی کو ایسی کامیابی نہیں ہوئی کہ اپنے جیتے جی بادشاہ عرب ہوئے جیسا کہ محمد ﷺ کو ہوئی۔
- ☆ آپ کو اس قدر فتوحات حاصل ہوئے کہ کسی نبی کو ایسے فتوحات حاصل نہ ہوئے۔
- ☆ آپ ایسے جامع الکلم تھے کہ کوئی نبی نہ تھا۔
- ☆ آپ نے شق القمر کا معجزہ دکھایا کہ کسی نبی نے نہ دکھایا تھا۔
- ☆ حضور علیہ السلام کو خدائے تعالیٰ نے شب معراج میں اس مقام عالی تک سیر کرائی کہ کسی نبی کو نہ کرائی تھی۔

افسوس آپ کھانے کی چیز بتانے کو فضیلت قرار دیتے ہیں اور ایسے عالی امور کی طرف نہیں دیکھتے اب بتاؤ افضل کون ہوئے؟ جس کا معجزہ قیامت تک باقی ہے یا وہ جس کے معجزات کا قیام اس کی زندگی تک تھا بعد میں کچھ نہیں آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت محمد ﷺ کو ایک دفعہ کھانے میں زہر دی گئی اور آپ نے بتادی اور ہزاروں غیب کی خبریں دیں اور معجزات دکھائے دیکھو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک کتاب اسی فن میں لکھی ہے حضور کے معجزات جو حدیثوں سے ثابت ہیں اس کتاب میں لکھے ہیں جس کا نام آداب واخلاق رسول اللہ ہے (دیکھو صفحہ ۲۹ سے ۳۲ تک)

سوال نمبر۹: حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ﴿اسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ اور ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ اور مسیح علیہ السلام کو فرمایا ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا﴾؟

جواب: حضرت مسیح علیہ السلام کو ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ فرمانے کی ضرورت تھی کیونکہ یہودی حضرت مسیح علیہ السلام کو حقیر جانتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ اس کی پیدائش ناجائز طور پر ہے اور اس کی موت بھی بقول یہود صلیب پر ہوئی اور ملعون موت مرا اس واسطے قرآن مجید میں خدا نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ﴿وَجِيهًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ﴾ فرمایا تا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی بریت ہو کہ آپ (معاذ اللہ) ملعون موت نہیں مرے بعد نزول وجاہت ثابت کر کے فوت ہوگا۔ اس میں ایک قسم کی پیش گوئی کہ دنیا اور آخرت میں وہ وجیہ ہیں۔ آخرت میں وجیہ بعد نزول ثابت ہوں گے۔ چونکہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اپنے ملک اور قوم میں پہلے ہی سے امین اور معزز تھے اور صادق مشہور تھے اس واسطے ان کے حق میں وجیہانہ فرمایا کیونکہ وہ پہلے ہی وجیہ تھے باقی رہا یہ اعتراض کہ رسول اللہ ﷺ کو استغفار کا حکم ہوتا ہے جس کا جواب یہ ہے استغفار کے معنی طلب بخشش کے ہیں اس کا جواب شیخ سعدی دے چکے ہیں۔

عاصیاں از گناہ توبہ کنند عارفاں از عبادت استغفار

یعنی گناہگار تو گناہ سے توبہ کرتے ہیں مگر عارف عبادت سے بخشش چاہتے ہیں۔ یعنی عبادت کا جو حق ہے اس کے نہ ادا ہونے سے استغفار چاہتے ہیں اور شوق کا قدم آگے بڑھاتے ہیں پس آنحضرت ﷺ کا استغفار مقامات عرفان کا طلب کرنا ہے نہ کہ نعوذ باللہ گناہ سے استغفار اور ایسا ہی ﴿وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ﴾ میں مقامات قرب الٰہی اور منازل عرفان کا بتانا ہے یعنی اولیٰ درجہ عرفان کا پانا ہے جیسا کہ قرآن مجید پارہ ۱۶ میں لکھا ہے ﴿قُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا﴾ کہو اے محمد ﷺ اے میرے رب میرے علم میں ترقی بخش نہ کہ نعوذ باللہ منہا آپ گمراہ تھے۔ سوال کرنے کے وقت ذرا پاس ادب رکھنا مسلمان کا کام ہے دیکھو قرآن شریف میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی شان یہ ہے سورہ جمعہ:

﴿وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ﴾

یعنی محمد ﷺ اس مرتبہ کے رسول ہیں کہ خود پاک ہیں اور ان کے فیض متعدی ہیں کہ دوسروں کو بھی پاک کرتے ہیں خود عالم ہیں اور دوسروں کو بھی علم اور حکمت سکھاتے ہیں۔

اب غور کرو کون افضل ہے وہ شخص جو خود وجیہ ہے اور ان کی وجاہت متعدی نہیں یا وہ خود بھی پاک اور عالم ہیں اور ان کی پاکیزگی اور علم متعدی ہے اور ان کا فیض اور علم اور حکمت قیامت تک جاری رہے گا۔ ہمارا مذہب مقابلہ نہیں بتاتا مگر سوالوں نے مجبور کیا ہے کہ تھوڑی سی شان محمدی ظاہر کریں کسی کی یہ شان ہے کہ اخیر زمانہ میں دوسرا رسول یعنی حضرت مسیح کی امت میں داخل ہو اور قتل دجال کو اور آنے والا مسیح تب تک زندہ رکھا جائے حالانکہ وہ ایک امت کا ہو۔

سوال نمبر ۱۰: مسیح علیہ السلام اب تک زندہ ہیں اور محمد ﷺ فوت ہو گئے ہیں پس افضل کون ہے؟

جواب: درازی عمر کی سے افضل نہیں یعنی جو شخص عمر زیادہ پاوے وہ تھوڑی عمر والے سے افضل نہیں ہو سکتا مسیلمہ کذاب کی عمر ڈیڑھ سو برس کی تھی عوج بن عنق کی عمر ساڑھے پانچ ہزار برس کی تھی دیکھو مطلع الخلق صفحہ ۳۸۔ یہ آپ نے قرآن شریف کی کون سی آیت سے سمجھا ہے کہ لمبی زندگی باعث فضیلت ہے قرآن مجید تو زندگی دنیا کی مذمت فرماتا ہے دیکھو:

﴿وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ یعنی حیاتی دنیا کی کچھ چیز نہیں مگر غرور کا اسباب ہے۔

زندگی میں ہزاروں جھگڑے اور فکر رہتے ہیں اور جو فوت ہو جاتا ہے اپنے کمال کو پہنچ جاتا ہے اور جو قید حیات میں رہتا ہے ناکمل رہتا ہے۔

نشنیدہ ہر کہ بمیرد تمام شد

پس غور کرو افضل کون ہے مرزا صاحب فوت ہو گئے اور تم زندہ ہو کون افضل ہے۔

سوال نمبر ۱۱: مسیح علیہ السلام کے مرنے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں اور محمد ﷺ مر گئے ہیں پس افضل کون ہے؟

جواب: شکر ہے کہ آپ نے اقرار کیا ہے کہ قرآن شریف میں مسیح علیہ السلام کے مرنے کا ذکر نہیں یہ سوال کر کے تو آپ نے مسیح موعود کی تمام عمارت کو منہدم کر دیا جس پر مسیح موعود کے دعویٰ کی بنیاد تھی باقی آپ کا وہی سوال ہے جو اوپر نمبر ۱۰ میں گذرا ہے یہ جس کا جواب ہو چکا ہے کہ جب تک پہلے آپ قرآن کی کسی آیت سے یہ ثابت نہ کریں کہ زندگی باعث فضیلت ہے تب تک دعویٰ بلا دلیل ہے اور باطل ہے اور مرزائی مشن کے برخلاف ہے۔

سوال نمبر ۱۲: مسیح علیہ السلام لوگوں کی ہدایت کے لئے دوبارہ اتریں گے حضرت محمد ﷺ نہیں آئیں گے پس افضل کون ہے؟

جواب: دوبارہ وہی بھیجا جاتا ہے جو پہلی دفعہ ناکامیاب رہے امتحان میں دوبارہ وہی لوگ بلائے جاتے ہیں جو فیل ہوں حضرت مسیح علیہ السلام پہلی آمد میں ناکامیاب رہے اور یہود کے ڈر کے مارے کام تبلیغ رسالت سرانجام نہ دے سکے اس لئے ان کا دوبارہ آنا تلافی مافات ہے مگر چونکہ حضرت محمد ﷺ اپنی پہلی آمد میں ہی ایسے کامیاب ہوئے کہ شہنشاہ عرب ہوئے اور توحید الٰہی چار دانگ عالم میں پھیلا کر نہایت کامیابی سے دنیا سے بظاہر پردہ فرمایا اس لئے ان کا دوبارہ آنا ضروری نہیں دوبارہ وہ آئے جس نے اپنا کام پورا نہیں کیا پس سوچو کہ افضل کون ہے۔

سوال نمبر ۱۳: مسیح علیہ السلام دجال کے لئے آئیں گے اور دجال کو پامال کریں گے اور صلیب کو توڑیں گے حضرت محمد ﷺ نہ دجال کے لئے آئیں گے نہ دجال کو پامال کریں گے نہ صلیب توڑیں گے پس افضل کون ہے جواب قرآن مجید سے دیا جاوے؟

جواب: دجال کے قتل کا کام افضل نہیں ہے یہ آپ کا اپنا قیاس ہے جو کہ غلط ہے کیونکہ کسی سند شرعی سے ثابت نہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام بسبب قتل دجال کے حضرت محمد ﷺ سے افضل ہوں گے بلکہ حدیثوں میں صاف لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام امت محمدی میں داخل ہو کر قتل دجال کریں گے حالانکہ نبی رسول ہوں گے اور ایک حدیث میں لکھا ہے کہ امام مہدی ان کو عرض کریں گے کہ آپ اللہ کے نبی ہیں امام ہو کر جماعت کرائیں تو حضرت مسیح علیہ السلام جواب دیں گے کہ میں امامت نہیں کراتا اس لئے کہ میری امت کو یہ گمان نہ ہو کہ میں شریعت محمدی کو منسوخ کرنے آیا ہوں خدا نے امت محمدی کو شرف دیا ہے کہ جس میں نبی رسول شامل ہیں اب رسول اللہ ﷺ کے مقابل آپ کا قیاس بالکل غلط ہے اگر قتل دجال کے باعث حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت محمد ﷺ سے افضل ہوں گے تو پھر مرزا صاحب حضرت محمد ﷺ سے افضل ہوا کیونکہ اس کا دعویٰ ہے کہ میں مسیح موعود ہوں اور قاتل دجال ہوں اور یہ فاسد عقیدہ ہے کہ ایک غلام وامتی محمد رسول اللہ ﷺ کو نبی اکرم سے افضل سمجھا جاوے پس یا تو یہ تسلیم کرو گے کہ مرزا صاحب بسبب قاتل دجال ہونے کے حضرت محمد ﷺ سے افضل ہے یا یہ مانو گے کہ قاتل دجال کا کام باعث فضیلت نہیں باقی رہا کسر صلیب والا معاملہ تو تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ کسر صلیب کا کام خادمان حضرت محمد ﷺ نے کئی دفعہ کیا ہے اور جس جگہ صلیب و تثلیث کا زور تھا وہاں توحید کا جھنڈا گاڑا کیا آپ نے اس غلط قیاس سے تو حضرت محمد ﷺ کی امت آنحضرت ﷺ سے افضل ہوئی کیونکہ ان کے ہاتھوں سے کسر صلیب کئی دفعہ ہوئی پس جس کام کو خادمان محمد ﷺ کر چکے ہیں اگر وہ کام حضرت مسیح علیہ السلام نازل ہو کر کریں گے تو آپ خود ہی غور کرو کہ کون افضل ہے اخیر میں نہایت افسوس سے لکھا جاتا ہے کہ یہ قادیانی اسلام ہے کہ کس طرح گستاخی سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی بے ادبی کرتے ہیں اور پھر زبان سے کہتے ہیں:

ما مسلمانیم از لطف خدا
مصطفے مارا امام و پیشوا

کیا مصطفے کی یہی عزت اور حرمت ہے جو ایک دریدہ دہن مرزائی نے ان سوالات میں کی ہے اور مسیح موعود کی تعلیم کا یہی اثر ہے جو اس مرزائی سائل نے ظاہر کی ہے اور مرزا صاحب نے بھی یہی عظمت اور شان محمد رسول اللہ ﷺ کی دنیا پر ظاہر کی ہے افسوس صد افسوس۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

سوال: نبی و رسول و حکیم و نعیم و منذر و نذیر میں کیا فرق ہے؟

جواب: مذکورہ بالا سوال کا جواب مولانا مولوی محمد الدین صاحب عارف باللہ نے بڑی فصاحت سے اپنی کتاب میزان الحق میں دیا ہے جو کہ مفصل ذیل ہے۔

میزان الحق حقیقتہ النبوۃ

جملہ حمد وثناء وتعریف لائق قادر مرید جید خالق مخلوقات مالک الملک وصانع مصنوعات واحد احد صمد لم یلد ولم یولد ہے جس نے اپنے علم قدیم سے لوح قدرت پر نقشہ کونین وسلسلہ دارین کو پردہ عدم سے موجود فرما کر نور ایجاد سے منقش کیا بذریعہ وجود نور محمد ﷺ محمود وشاہد ومشہود معنی لولاک وجود پاک بنی آدم کو اشرف المخلوقات بنایا ﷺ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

مقدمہ : اول ہم چند اصطلاحات اس میزان الحق میں وزن کرتے ہیں جن کا فہم حق شناس کو ضروری ہے بعون اللہ تعالیٰ ھو المعین وہ اللہ تعالیٰ رازق ذو القوۃ المتین جس نے اپنی رحمت بے حد ورافت لاحد سے اس عالم میں ہر چیز کے اسباب جو ضروری تھے تیار کر دیئے اور معاش کی اصلاح کے واسطے سامان مہیا فرمائے اور ان کی تکمیل کے لئے چند لوگ منتخب کئے جو بذریعہ الہام الٰہی طرح طرح کے ایجادوں پر قادر ہو کر استاذ زمانہ کہے جاتے ہیں اور امور معاش ان کا فیض جاری ہوا اور اسی طرح انسان کی اصلاح اور تہذیب اخلاق اور معاد ونفع آخرت کے واسطے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کمال سے ایک جماعت برگزیدہ وپسندیدہ لوگوں کی قائم کی جن کو فہیم کہتے ہیں۔

فہیم : ایک اصطلاح خاص ہے جس سے مراد انبیاء علیہم السلام واولیاء کرام ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جن کی قوت ملکیہ نہایت محلوں پر ہوتی ہے اور ان کے دلوں سے حجاب جسمانی اٹھائے جاتے ہیں اور عالم ملکوت کے عجائب اسرار دکھائے جاتے ہیں اور ان کو اس عالم دنیا کے عجائب دکھائے جاتے ہیں اور ان کو اس عالم کے علوم واحوال عمدہ شوق وتجرید سے آراستہ اخلاق اور صورت وسیرت سے بنایا جاتا ہے ان کو ہر طرح انسان کی اصلاح کا مادہ وعلم کامل ہوتا ہے۔ جس طرح تار برقی کے موجد دنیاوی استاد ہیں اسی طرح یہ لوگ باطنی امور میں ہادی راہ الٰہی کے ہیں ان کے چند اقسام ہیں کامل وحکیم، خلیفہ ومؤید بروح القدس وہادی، امام ومنذر، نذیر ونبی ورسول وولی اب ہم عوام الناس کو سمجھانے کے واسطے ہر ایک درجہ کے معنی لکھتے ہیں:

کامل : وہ ہے جو مخلص عبادات سے تہذیب نفس کرنے کے علوم رکھتا ہے

حکیم [1]**:** وہ ہے جس کو اخلاق حمیدہ اور تدبر منزل وغیرہ کے اللہ تعالیٰ نے دیئے ہیں۔

خلیفہ [2]**:** وہ ہے جس کو سیاست ملکی اور عدل وانصاف کے علوم حاصل ہوئے ہیں۔

مؤید بروح القدس [3] وہ ہے جسے عالم بالا کے لوگ کلام کرتے اور دیکھتے ہیں۔

---

(1) ﴿ولقد آتینا لقمان الحکمۃ ان اشکر للہ﴾ اور ہم نے لقمان کو دانائی عنایت فرمائی اور ارشاد کیا کہ شکر اللہ کا کرتے رہو۔ ۱۲

(2) ﴿انی جاعل فی الارض خلیفۃ﴾ تحقیق میں بنانے والا ہوں بیچ زمین کے خلیفہ نائب۔ سورہ ص ﴿یٰداؤد انا جعلنٰک خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھویٰ فیضلک عن سبیل اللہ﴾ اے داؤد ہم نے تم کو ملک میں [illegible]

ھادی : وہ ہے جس کے دل اور زبان پر نور رکھا گیا ہے کہ ان کی صحبت سے لوگ مراتب کمالیہ پاتے ہیں اور ان کو ہر دم راہ نمائی کا خیال رہتا ہے۔

امام (4): وہ ہے جس کو ملت و مذہب کی اصلاح کے علوم اور ان کے زندہ کرنے کے طریقے اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔

منذر و نذیر (5): وہ ہیں جن کا یہ حال ہے کہ وہ علائق جسمانی سے مجرد ہو کر عالم حشر و قبر کے احوال پر مطلع ہو جاتے ہیں یا کسی قوم کی آفتیں اور بلائیں کے آنے سے واقف ہو کر لوگوں کو اس سے تنبیہ کرتے ہیں۔

نبی : وہ ہے جب رحمت الٰہی اور رافت نامتناہی خلقت کی اصلاح چاہتی ہے تو ان سب میں سے اعلیٰ شخص کو جس کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو، اور اس کی تابعداری پر اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے اور جس کے موافق کو ملاء اعلیٰ میں محبوب اور اس کے مخالف کو ملعون کہا جا سکتا ہے خدا تعالیٰ پیدا کرتا ہے کہ وہ خلق کو تاریکی سے نجات دیتا ہے اور روشنی میں لاتا ہے اور اس کا نقش قدم اس درجہ کا صاف ہوتا ہے جو اوروں کو بڑی ریاضت کمال سے مکاشفہ یا تجلیات عالم جبروت یا ملکوت ہوتے ہیں تو اس کو ادنیٰ توجہ سے یہ بات حاصل ہو جاتی ہے اور اس کا نفس قدس روشن آفتاب کی مثل ہو جاتا ہے اور اس کی روشنی سے لوگ منور ہو جاتے ہیں یہ شخص عقل کو تنگیوں سے خلاص کرتا ہے اور یہ شخص صاحب قدس کی طرف متوجہ ہو کر ہمت کرتا ہے تو عالم اجسام بلکہ عالم ملکوت میں اس کا تصرف ہو جاتا ہے تو جو باتیں عادت کے خلاف ہیں وہ اس سے سرزد ہو جاتی ہیں اس کے اشارہ سے درخت اپنی جگہ چھوڑ کر چلے آتے ہیں اور پتھر اپنی جگہ سے نکل جاتے ہیں اور دریا زمین کا کام دیتا ہے اور آگ پانی کی طرح سرد ہو جاتی ہے اور درخت اور پہاڑ اس کو سلام بولتے ہیں اور گوشت کباب شدہ کہتا ہے۔ کہ میں زہر آلود ہوں مجھ کو مت کھا اور وہ چیزیں جو حس بصر سے خارج ہیں اس کو دکھائی دیتی ہیں اور اس کے کام کرتے ہیں روحانی

بادشاہ بنایا تو لوگوں کے معاملات میں انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی نفسانی خواہش کے ساتھ چلتا کیا کرو گے تو خواہش نفسانی کی پیروی تم کو خدا کے راستے سے بھٹکا دے گی۔

(3) ﴿ وَآتَيْنَا عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنَاتِ وَأَيَّدْنَاهُ بِرُوحِ الْقُدُسِ ﴾ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ کو بھی ہم نے کھلے کھلے معجزے عطا فرمائے اور روح القدس یعنی جبرائیل نے ان کی تائید کی۔

(4) ﴿ وَإِذِ ابْتَلَى إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا ﴾ اور جب ابراہیم کو ان کے پروردگار نے چند باتوں سے آزمایا اور انہوں نے ان کو پورا کر دکھایا تو خدا نے رضامند ہو کر فرمایا کہ ہم تم کو لوگوں کا امام و پیشوا بنانے والے ہیں اور قرآن مجید کو بھی اللہ تعالیٰ نے امام فرمایا ہے ﴿ وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُبِينٍ ﴾ اور ہر چیز شمار کر رکھی ہے بیچ قرآن ظاہر کے۔

(5) ﴿ بَلْ عَجِبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ فَقَالَ الْكَافِرُونَ هَٰذَا شَيْءٌ عَجِيبٌ ﴾ مگر ان کافروں کو اس سے تعجب ہوا کہ ان میں سے ایک ڈرانے والا آپ کے پاس پیغمبر بن کر آیا تو یہ کہنے لگے یہ تو ایک عجیب بات ہے۔

لوگ اطاعت کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ باتیں ہیں جن کو معجزہ کہتے ہیں اس سے صادر ہوتے ہیں۔

رسول : وہ ہے جس کو باوجود ان امور کے شریعت جدیدہ اور آسمانی کتاب بھی ملتی ہے۔

ولی : وہ شخص ہے جس کو رسول کی پیروی میں وہ نفس قدس عطا ہوتا ہے اور اس میں رسول کے انوار اس طرح منعکس ہوتے ہیں جس طرح سورج کے انوار آئینہ میں اور پھر بھی اس سے بھی خلاف عادت امور سرزد ہوتے ہیں جن کو کرامت کہتے ہیں پھر اولیاء کرام کے بہت اقسام ہیں غوث قطب وغیرہ اب آپ کو معلوم ہوا کہ نبی ایسے برگزیدہ کو کہتے ہیں جس کو یہ کمال حاصل ہوں نہ کہ یہ نبوت کسی قوت کا نام ہے جو انسان کے کسی اعضائے دل یا دماغ سے اور قوتوں کی مانند تعلق رکھتی ہے۔

تحقیق لفظ نبی : لغت میں "النبا" کا معنی الخبر جمع اس کی انباء اور بھیہ ایاء واجرہ کنباہ اور استنباء بحث عنہ اور نباہ انباء ور کل منہا صاحبہ یعنی تمام کلمات ایک قبیل سے ہیں فقط باقی مضمون انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ جلدوں میں ہوگا (والسلام)۔

مولوی ثناء اللہ غیر مقلد امرتسری کا اعتقاد

منقول ۶ صفحہ ۲/۱۱ اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۶/ اکتوبر ۱۹۱۳ء:

سوال نمبر ۲۴ : کعبہ کی طرف پاؤں کر کے سو جائے تو جائز ہے یا نہیں؟

جواب : بنیت حقارت کرے تو گنہگار نہیں الخ (عقیدہ نمبر ۲ صفحہ ۱۲ کالم ۲ مورخہ ۱۹ ستمبر ۱۹۱۳ء اخبار اہل حدیث۔

سوال نمبر ۲۷ : زید نے ڈاکخانہ میں روپیہ جمع کئے ہوئے ہیں ان کا سود جو آمد ہوتا ہے کسی غریب یا مسکین کو دیتا ہے غریب یا مسکین کو سود کا روپیہ دینے میں گناہ گار ہوگا یا نہیں؟

جواب : غریب یا مسکین کی حاجت روائی کی نیت سے ہے تو یہ شد گناہ گار نہ ہوگا فقط، اور محمد اعظم محمد اکبر بطور تبرک نام رکھنا بھی منع ہے کیونکہ یہ صفت خدا کی ہے مورخہ ۲۹/ اگست صفحہ ۵ ص ۱۹۱۳ء

برین عقل و دانش بباید گریست

سوال : جناب محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل ہیں یا نہیں؟ اور اگر ہیں تو کن آیات بینات و احادیث صحیحہ سے آنحضور ﷺ کا افضل و اعلیٰ ہونا ثابت ہوتا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

جواب : بیشک ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام سے و ملائکہ وغیرہ اور تمام کائنات سے افضل و اعلیٰ ہیں چنانچہ ان آیات بینات سے ظاہر ہے۔

﴿ وَإِذْ أَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْتُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ ثُمَّ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهِ وَلَتَنْصُرُنَّهُ قَالَ أَأَقْرَرْتُمْ وَأَخَذْتُمْ عَلَىٰ ذَٰلِكُمْ إِصْرِي قَالُوا أَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوا وَأَنَا مَعَكُمْ مِنَ الشَّاهِدِينَ ۞ فَمَنْ تَوَلَّىٰ بَعْدَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۞ ﴾

ترجمہ: یعنی اور جس وقت لیا اللہ تعالیٰ نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے پھر آ دے تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنے والا اس چیز کو کہ ساتھ تمہارے ہے البتہ ایمان لاؤ ساتھ اسکے اور البتہ مدد دینا اس کو کہا (اللہ تعالیٰ نے) کیا اقرار کیا تم نے اور لیا تم نے اوپر اسکے بھاری عہد میرا کہا (پیغمبروں نے اقرار کیا ہم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے پس شاہد رہو اور میں تمہارے ساتھ شاہدوں سے ہوں پس جو کوئی پھر جائے پیچھے اس عہد کے پس وہی ہیں فاسق بدکار ...... الخ۔

پس ناظرین! اس آیہ کریمہ سے اظہر من الشمس ہے کہ آپ کی ذات بابرکات حضرت سیدنا ابوالبشر آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر جتنے انبیاء گذرے ہیں سب کے سب آپ کی رسالت پر ایمان لائے اور اپنی اپنی امتوں کو بھی ترغیب اور وصیت اسی امر کی کرتے چلے آئے چنانچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے وعظ میں اپنی قوم کو کہا۔

﴿مُبَشِّرًا م بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُہٗ اَحْمَدُ﴾

اور ابن عساکر نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حدیث بایں طور اس مضمون پر بیان کی ہے۔

"لم یزل اللہ یتقدم فی النبی ﷺ الی ادم فمن بعدہ ولم تزل الامم تتباشر بہ وتستفتح بہ حتی اخرجہ اللہ فی خیر امۃ وفی خیر قرن وفی خیر اصحاب وفی خیر بلد" الخ

یعنی اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے بارے میں سیدنا آدم علیہ السلام سے لے کر اور جو اس کے بعد انبیاء ہوئے ہیں سب کو پیشن گوئی فرماتا رہا اور سب نبیوں کی امتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری پر خوشیاں مناتی رہیں اور حضور کے توسل سے اپنے دشمنوں پر فتح مانگتی رہیں۔ یہاں تک کہ بہترین امم و بہترین قرون و بہترین صحابہ و بہترین شہر سے ظاہر فرمایا اور اس پر قرآن مجید بھی شاہد ہے۔ ﴿وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا ... الخ﴾

یعنی حضور کے ظہور پانے سے پیشتر کافروں پر ان کے وسیلہ سے فتح چاہتے اور کہتے۔

"اللھم انصرنا علیھم بالنبی المبعوث فی اخر الزمان الذی نجد صفتہ فی التوراۃ"

یعنی اے ہمارے مالک ہم کو دشمنوں پر مدد فرما صدقہ نبی آخر الزمان کے جس کی صفت ہم لوگ تورات میں پاتے ہیں اور ان کو فتح دی جاتی ہے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ فرمایا آپ نے

"والذی نفسی بیدہ لو ان موسٰی کان حیا الیوم ما وسعہ الا ان یتبعنی"

یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قسم خدا کی اگر ہوتے آج کے دن دنیا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام تو وہ ضرور میری پیروی کرتے اور ایک حدیث میں ہے کہ شب معراج میں تمام انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام نے اقتداء جناب آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی فرمائی اور اپنے عہد کو پورا کیا عاشقان محمد رسول اللہ ﷺ غور فرمائیں کہ ﴿وَلَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ﴾ ﴿فَاشْھَدُوْا﴾ کس کے حق میں فرمایا اور کن لوگوں کو مخاطب فرما کر ﴿فَمَنْ تَوَلّٰی بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾

کا علم بتایا اور کون لوگ امت ہوئے اور حدیث طبرانی و بیہقی و دارمی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے کہ آپ نے فرمایا۔ " ان اللہ تعالٰی افضل محمداً ﷺ علی الانبیاء وعلی اھل السماء"

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب محمد رسول اللہ ﷺ کو تمام انبیاء و ملائکہ سے افضل و اعلیٰ کیا اور حاضرین نے سبب فضیلت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ (ان اللہ تعالٰی)" قال وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ فقال لمحمد ﷺ وما ارسلناک الا کافۃ للناس فارسلہ الی الانس والجن" یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی قوم کی زبان کے ساتھ اور حبیب محمد ﷺ کی خاطر فرمایا کہ نہیں ہم نے آپ کو بھیجا مگر تمام لوگوں کے لئے الخ، اور فرمایا آپ نے "مامن شئ الا یعلم انی رسول اللہ الا کفرۃ الجن والانس" یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اسی قوم کی زبان کے ساتھ اور حبیب محمد ﷺ کی خاطر فرمایا کہ نہیں ہم نے آپ کو بھیجا مگر تمام لوگوں کے لیے الخ اور فرمایا آپ نے مامن شی ء الایعلم انی رسول اللہ الا کفرہ الجن والانس۔

یعنی کوئی چیز نہیں جو مجھ کو نبی اللہ نہ جانتی ہو مگر بے ایمان جن و آدمی (طبرانی معجم کبیر) اور آنحضور ﷺ کی ذات مقدسہ تمام کائنات کے لئے ماسوائے اللہ تعالیٰ کے رحمت عظیمہ ہے چنانچہ سورہ انبیاء میں ہے۔

﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾

یعنی نہیں بھیجا ہم نے آپ کی ذات کو مگر رحمت بنا کر تمام جہان والوں کے لئے اس آیت شریفہ سے ظاہر ہوا کہ آپ کی ذات کا وجود طیبہ تمام فرشتوں اور مومنوں اور کافروں اور مسکینوں اور یتیموں اور غلاموں اور بہائم اور پرندوں اور حشرات الارض اور نباتات و جمادات وغیرہ اشیاء جو مابین السماء والارض کے ہیں سب کے لئے رحمت ہیں چنانچہ دلائل قاطعہ سے ظاہر ہے۔ " حلی ان النبی ﷺ قال لجبرائیل علیہ السلام ھل اصابک من ھذا الرحمۃ شئی قال نعم کنت اخشی العاقبۃ فامنت لثناء اللہ تعالٰی علی بقولہ تعالٰی ذی قوۃ عند ذی العرش مکین مطاع ثم امین " (شفا شریف قاضی عیاض) یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جبرائیل سے دریافت کیا کہ تجھ کو بھی کوئی چیز ملی ہے اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ میں آخرت سے بہت ڈرتا تھا لیکن اب میں امن میں ہوں کیونکہ خداوند کریم نے بخاطر آپ کی میری شان بیان کی ہے۔ ﴿ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِیْنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِیْنٍ ﴾

اور مومنوں کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رحمت ہونا اس آیت کریمہ سے ثابت ہے۔

﴿ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِیْزٌ عَلَیْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِیْصٌ عَلَیْكُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ﴾(توبہ)

یعنی بیشک آیا تمہارے پاس تم سے رسول اور اس پر بھاری ہوتی ہے جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہے تمہاری ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا ہے مہربان الخ۔ حدیث مسلم میں ہے کہ کہا صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہ آپ مشرکوں کے لئے بددعا

میں سبب رحمت کا بنا کر بھیجا گیا ہوں اور تفسیروں میں مذکور ہے کہ بوجہ بے فرمانی کے پہلی امتوں پر عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا لیکن بخاطر وجود باوجود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عذاب دنیاوی سے کفار محفوظ ہیں چنانچہ قرآن مجید ہے ﴿ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ﴾ (انفال) اور حدیث میں ہے کہ فرمایا آپ نے "الساعی علی ارملة والمساکین کالساعی فی سبیل اللہ "یعنی بیوگان ومساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا کے خرچ کرنے والے کی مانند ہے (مشکوٰۃ باب الشفقۃ) اور آپ نے فرمایا۔ فرمائیں آپ نے فرمایا کہ میں لعنت بھیجنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا۔

"انا و کافل الیتیم له ولغیره فی الجنة ھکذا واشار بالسبابة والوسطے وفرج بینھما شیئا

یعنی میں یتیموں کا متکفل ہوں خواہ وہ یتیم اس کے رشتہ داروں سے ہو یا اجنبیوں سے جنت میں ایسے ہوں گے آپ نے سبابہ اور واسطے سے اشارہ فرمایا اور کے درمیان کوئی شے داخل فرمائی، اور تفسیروں میں لکھا ہے کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں باعث فقر وعار کے اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے۔ اور اس سبب سے یہ آیت حضور علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

﴿ وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ ﴾

یعنی ان لڑکیوں سے دریافت کیا جاوے گا کہ تم کس گناہ کے عوض ہلاک کی گئیں اور فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

"ان اللہ حرم علیکم عقوق الامھات ووأد البنات " (مشکوۃ باب البرہ)

یعنی تم پر حرام کر دیا گیا ہے ماؤں کی نافرمانی اور لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور ابوداؤد میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ غلام جو تمہارے موافق ہو اس کے ساتھ سلوک کرو جو آپ کھاتے ہو اس کو کھلاؤ اور جو تم پہنتے ہو اس کو پہناؤ اور جو ایسا نہ ہو اس کو بیچ دو اس کو تکلیف مت دو اور ابوداؤد میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر رونے لگا آپ نے اس کو چپ کرایا اور اس کے مالک کو کہا کہ جب اللہ تعالیٰ نے تجھ کو اس کا مالک بنایا ہے تو پھر اس کو کس لئے بھوکا رکھتا ہے۔ اس نے رو کر میرے آگے شکایت کی ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ کی ذات اقدس سے دریافت کیا گیا کہ ہمارے لئے چارپایوں میں کچھ اجر ہے آپ نے فرمایا کہ ہر ذی روح کے خرچ کرنے پر اجر ملتا ہے اور آپ نے چارپایوں اور حیوانوں کو حبس کرنے سے اور نشانہ بنانے سے اور ان کو آپس میں لڑانے سے اور ان کی پیشانی پر داغ دینے سے اور ان کو بھوکا رکھنے سے اور چیونٹیوں کے خانہ جلانے سے اور پرندوں کے بچے پکڑنے سے سخت منع فرمایا۔ (دیکھو باب صید۔ مشکوٰۃ شریف) اور حدیث میں ہے کہ جب باران بند ہو جاتے تھے تو آپ بارش کی دعا مانگا کرتے تھے اور آپ کے وسیلہ سے ابوطالب بارش کی دعا مانگتے تھے یہاں تک کہ بارش کے ذریعہ سے جمادات ونباتات سرسبز ہو جاتے تھے اور حدیث میں ہے۔

"قال اوحی اللہ الی عیسی امن بمحمد وامر من ادرکه من امتک ان یؤمنو به فلو لا محمد ما خلقت ادم ولا

الجنة ولا النار" (اخرج الحکم)

اور صحیح کیا اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی عیسیٰ علیہ السلام کی طرف کہ تو ایمان لا محمد ﷺ پر اور جو تیری امت میں سے ان کو پائیں انہیں حکم دے کہ ان پر ایمان لائیں اگر وہ (محمد ﷺ) نہ ہوتے تو میں (حضرت) آدم علیہ السلام کو پیدا نہ کرتا اور نہ ہی جنت اور دوزخ کو پس ان دلائل قاطعہ سے صاف صاف معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام انبیاء علیہم السلام کے سردار اور تمام جہان کے لئے باعث رحمت ہیں اور آپ (حضور علیہ الصلوٰۃ) بشیر و نذیر و سراج المنیر بھی تمام جہان کے لئے ہیں۔ چنانچہ سورہ فرقان میں ہے۔

﴿تبارک الذی نزل الفرقان علی عبدہ لیکون للعلمین نذیرا﴾

بڑی برکت والا ہے جس نے اتارا فرقان اپنے حبیب پر کہ ہووے جہان والوں کو ڈرانے والا (آیت دوم)

﴿یا ایھا النبی انا ارسلناک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجا منیرا﴾ (سورہ الاحزاب)

(ترجمہ) اے نبی ﷺ ہم نے بھیجا ہے آپ کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور بلانے والا اللہ کی طرف حکم اس کے سے اور چراغ روشن ﴿قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین﴾ (سورہ مائدہ) یعنی بیشک آیا پاس تمہارے نور اور کتاب بیان کرنے والی اور قرآن مجید میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کی عمر اور اس کی ہدایت و رسالت کی قسم کھائی اور اس پر خود درود فرمایا اور فرشتوں اور مومنوں کو بھی حکم فرمایا۔

﴿لعمرک انھم لفی سکرتھم یعمھون﴾ (سورہ حجر)

یعنی تیری زندگی کی قسم ہے وہ قوم لوط البتہ اپنی مستی میں سرگرداں ہیں۔

﴿لا اقسم بھذا البلد و انت حل بھذا البلد﴾ (سورہ بلد)

میں اس شہر کی قسم کھاتا ہوں اور تو ہے اس شہر میں اور فرمایا۔ ﴿و رفعنا لک ذکرک﴾

اے حبیب تیرے ذکر کو ہم نے تیری خاطر بلند کیا اب ناظرین انصاف فرمایئے کہ کیا کسی اور نبی کی عمر اور اس کے شہر اور اس کی رسالت کی قسم بھی خداوند کریم نے کھائی اور ﴿و لسوف یعطیک ربک فترضی اور مقاما محمودا﴾ وعدہ بھی فرمایا اور ﴿قاب قوسین اور انا اعطینک الکوثر﴾ کا مرتبہ بھی دیا۔ اے عاشقان محمد رسول اللہ ﷺ یاد رکھو یہ سب فضائل آپ کی ہی ذات مقدسہ کے لئے ہیں اور آیت۔ ﴿و رفع بعضھم درجات﴾

بھی اسی پر شاہد ہے اور اگر اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو فرشتوں سے تعظیمی سجدہ کرایا تو اپنے حبیب پر خود اور فرشتے درود بھیجتے ہیں اور اگر ابراہیم علیہ السلام کو درجہ خلت عطا کیا ہے تو اپنے حبیب کو مقام محبت عنایت فرمایا ہے اور اگر داؤد علیہ السلام کو لوہا موم کرنے کا معجزہ دیا ہے تو اپنے حبیب سے ام معبد کی بکری کے تھنوں سے دودھ نکلوایا جو کہ ابھی وہ بکری بیاہی بھی نہ

تھی اور حبشی قوم کے دلوں کو اس سے نرم کرایا اور اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہوا پر سیر کرایا تو اپنے پیارے حبیب کو براق عطا کیا اگر ان سے پرندے کلام کرتے تو آپ ﷺ سے حجر و شجر و حیوانات و جمادات باتیں کرتے اور اگر حضرت یوسف علیہ السلام کو ایک حصہ حسن ملا تو حضور علیہ السلام کو تمام حسن ملا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے دریا کو شق کر دیا اور پتھروں سے چشمے جاری کئے تو آپ نے قمر کو انگشت شہادت سے شق کر دیا۔ اور انگلیوں سے مانند چشموں کے پانی جاری کر دکھایا ہے اور اگر حضرت موسیٰ نے عصا کو سانپ بنا دیا جو ادھر ادھر پھرتا تھا لیکن آپ نے حنانہ کو انسان کی طرح گویا کر دکھایا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردوں کو زندہ کیا تو آپ نے سنگریزوں اور درختوں سے کلام کرایا جو کہ غیر جنس ہیں اور ان دلائل کی تائید پر کئی حدیثیں شاہد ہیں چنانچہ ابن عساکر نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بایں طور بیان کی ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اگر ابراہیم کو میں نے خلیل بنایا تو آپ کو حبیب لقب عطا کیا اگر موسیٰ سے زمین پر کلام کی تو آپ سے آسمانوں پر کلام کی۔ اگر عیسیٰ کو روح القدس بنایا تو آپ کے نام کو دو ہزار برس پہلے خلقت کے پیدا کرنے سے بنایا اور بیشک آپ کے قدم آسمان میں پہنچے جہاں آپ سے پہلے کسی کے قدم نہ پہنچے اور نہ آپ کے بعد کسی کی رسائی ہوگی اور اگر حضرت آدم علیہ السلام کو برگزیدہ کیا تو آپ کو خاتم الانبیاء کیا۔ اور آپ سے زیادہ کسی کو عزت و کرامت والا نہیں بنایا۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے صاحب ابو نعیم و دارمی و ترمذی نے حدیث بیان کی ہے کہ ایک روز صحابہ کرام آپ کی انتظار کے لئے بیٹھے ہوئے تھے اور تعجب سے ذکر کر رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خلیل بنایا اور موسیٰ کو کلیم اللہ اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح القدس اور آدم علیہ السلام کو صفی اللہ سے پکارا یہاں تک کہ آپ کی ذات نے ان کے قریب آ کر فرمایا میں نے تمہاری بات سنی بیشک ابراہیم خلیل اللہ اور موسیٰ نجی اللہ اور عیسیٰ روح اللہ اور آدم صفی اللہ ہیں اور واقعی وہ ایسے ہیں لیکن

"انا حبیب اللہ و لا فخر و انا حامل لواء الحمد یوم القیمۃ تحتہ ادم فمن دونہ و لا فخر انا اول شافع"

ترجمہ: یعنی میں اللہ کا حبیب ہوں میں فخر نہیں کرتا۔ اور میں بروز قیامت جھنڈا الحمد کا اٹھاؤں گا جس کے نیچے آدم علیہ السلام اور ان کے سوا سب کھڑے ہوں گے اور سب سے پہلے شافع میں ہوں گا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا آپ نے کہ بروز قیامت میں خطیب ہوں گا اور سب کا پیشوا اور خزائن رحمت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہوں گی باقی مفصل ذکر فضائل آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سلطان الفقہ جلد پنجم و تجلی الیقین میلاد النبی و نسیم الریاض و شفا قاضی عیاض میں مطالعہ کریں فقط۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان ہر دو مسائل میں جو کہ ذیل میں نمبروار درج کئے جاتے ہیں۔

سوال نمبر ۱: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج جسمانی ہوا تھا یا کہ روحانی کیونکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انسان کا آسمان کی طرف جانا محال ہے؟

سوال نمبر ۲: ہمارے آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ حیات ہیں یا کہ نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ نجدیہ مثلاً کتاب

تقویۃ الایمان مسمی اسمٰعیل نے صفحہ ۶۰ میں لکھا ہے کہ وہ مٹی ہو گئے کیا بات سچ ہے جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل محمد رمضان نقشبندی متوطن سکھر کے حال وارد راولپنڈی ۹ اپریل ۱۹۲۱ء)

﴿الجواب﴾

سوال اول: بیشک ہمارے آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو معراج جسمانی ہوا چنانچہ قرآن مجید واحادیث صحیحہ و اجماع امت و اقوال آئمہ دین و دلائل عقلیہ سے ثابت ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت پر دال ہے۔

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنْ اٰیٰتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾

پاکیزگی اور بے عیبی ہے اس کے واسطے جو بزرگی کی وجہ سے لے گیا اپنے بندے یعنی محمد ﷺ کو ایک رات کے حصہ میں مسجد کعبہ سے جو محیط ہے بیت امہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طرف مسجد اقصیٰ کی جو کہ بہت دور ہے مکہ معظمہ سے وہ ایسی مسجد ہے کہ برکت دی ہم نے اس کے گرد کو اور جہاں عبادت گاہ ہے انبیاء علیہم السلام کی تاکہ دکھائیں ہم چند عجائبات اور نشانیاں اپنی سے۔ اور بیشک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا پس اس آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ آپ کی ذات کو معراج جسم مع روح ہوا ہے کیونکہ عبد کا لفظ ہر کسی حالت پر بولا جاتا ہے نہ تنہا روح اور نہ جسم پر چنانچہ سورہ جن میں ہے۔

﴿وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ یَدْعُوْهُ كَادُوْا یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِ لِبَدًا﴾

یعنی جب اللہ کا بندہ (محمد رسول اللہ ﷺ) عبادت کے لئے قیام فرماتے ہیں جن ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں تاکہ آپ کی ذات سے قرآن شریف سنیں اور سورہ مریم میں ہے۔ ﴿ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا﴾

یعنی یہ ذکر اس رحمت کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے ذکریا پر کی تھی اور کلمہ آیاتنا اس بات پر شاہد ہے کہ جو نشانیاں پروردگار عالم نے اپنے حبیب کو دکھائی ہیں وہ سب کی سب حالت بیداری میں تھیں اور اگر حالت خواب میں معراج ہوتا تو پھر اس معجزہ و نشانیوں کو کفار لوگ کیوں عقل سے بعید سمجھتے اور انکار کرتے اور بعض مسلمانوں کی نوبت کیونکر کفر تک پہنچتی کیونکہ خواب کی بات سے تو کسی فرد بشر کا انکار نہیں ہو سکتا۔ اور سبحان الذی کا کلمہ کیوں استعمال کیا جاتا اور اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ جب انسان کی عقل نے اس امر کو محال سمجھا تو اس میں قادر مطلق پر عدم قدرت و عجز کا الزام لگانا ظاہر ہوا تو اسلئے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میری ذات عجز و ہر ایک نقص سے پاک و منزہ ہے اور یہ عقل کی نارسائی کا سبب ہے کہ اس امر کو محال سمجھتا ہے اور خداوند کریم پر یہ امر محال نہیں اور صاحب تفسیر حسینی نے بایں طور معراج جسمی ثابت کیا ہے کہ سمیع اور بصیر مستمع اور مبصر کے معنے میں ہے یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنا کلام سنایا اور اپنی قدرت لازوال کی نشانیاں دکھائیں اور بعض مفسرین نے انہ کی ضمیر کو آپ کی ذات کی طرف پھیرا ہے نفحات الانس میں مذکور ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ وہ بیشک خطاب

بیٹے تھے جوان سے کیا اور وہ چیز دیکھتے تھے جو ان کو دکھائی اور کلمہ اسریٰ بعبدہٖ بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے کیونکہ عبد جسم مع روح کے بولا جاتا ہے اگر خوابی اسریٰ ہوتا تو اسریٰ بروحہٖ کہا جاتا اور سورہ نجم میں صاف صاف اللہ تعالیٰ نے یوں طور فیصلہ کردیا ہے۔ ﴿ وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ ﴾

یعنی بیشک دیکھا محمد رسول اللہ ﷺ نے جبرائیل علیہ السلام کو ایک بار سدرۃ المنتہیٰ درخت کے پاس اس کے نزدیک جنت الماویٰ تھا جو پرہیزگاروں اور متقیوں کی آرام کی جگہ ہے اور ﴿ قَابَ قَوْسَيْنِ وَمَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ ﴾ یعنی آپ کی نظر مبارک دائیں بائیں نہ پھری اور نہ ہی حد سے نظر مبارک نے تجاوز کیا یہاں تک کہ آپ نے قرب حاصل کیا ﴿ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ ﴾ قسم خدا کی کہ دیکھیں محمد رسول اللہ ﷺ نے رات معراج میں اپنے رب کی بڑی نشانیاں مثلاً عرش عظیم و لوح محفوظ و کرسی و رفرف و سدرۃ المنتہیٰ و اصلی صورت جبرائیل علیہ السلام کی اور طرح طرح کے عجائبات ملکی و ملکوتی آنحضور علیہ السلام نے مشاہدہ کئے جن کی تائید پر یہ آیت شریف بھی شاہد ہے۔ ﴿ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ــــ الخ ﴾ پس اس سے صاف ثابت ہوا کہ آپ کی ذات بابرکات کو معراج جسمی ہوا تھا چنانچہ کتاب بخاری تفسیر سورہ بنی اسرائیل میں مذکور ہے۔

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وما جعلنا الرؤیا التی اریناک الا فتنۃ للناس قال ھی رؤیا عین اریھا رسول اللہ ﷺ لیلۃ اسری بہ" (الحدیث)

پس اس آیت سے معلوم ہو کہ اگر خوابی معراج ہوتا تو پھر فتنۃ للناس کہنے کی کیا ضرورت تھی اور اس کو نشانی اور معجزہ کیوں کہا جاتا اور احادیث مشہورہ متواترہ بھی اسی بات پر شاہد ہیں کہ آپ کی ذات بابرکات کو معراج جسمی ہوا تھا چنانچہ بخاری و مسلم و ابوداؤد و ابن ماجہ و شفا قاضی عیاض وغیرہ کتب احادیث میں ان صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات مذکور ہیں۔

(۱) ابی ابن کعب (۲) اسامہ بن زید (۳) انس بن مالک (۴) بریدہ (۵) بلال بن حمامہ (۶) بلال بن سعد (۷) جابر بن عبداللہ (۸) حذیفہ بن الیمان (۹) سمرہ بن جندب (۱۰) سہل بن سعد (۱۱) شداد بن اوس (۱۲) صہیب بن سنان (۱۳) عبداللہ بن عباس (۱۴) عبداللہ بن عمر بن خطاب (۱۵) عبداللہ بن عمرو (۱۶) عبداللہ بن زبیر (۱۷) عبداللہ بن اوفی (۱۸) عبداللہ بن سعد (۱۹) عبداللہ بن مسعود (۲۰) عبدالرحمٰن بن عابس (۲۱) عباس بن عبدالمطلب (۲۲) عثمان بن عفان (۲۳) علی بن ابی طالب (۲۴) عمر بن خطاب (۲۵) مالک بن صعصعہ (۲۶) ابوبکر بن الصدیق (۲۷) ابو الحمراء (۲۸) ابو ایوب انصاری (۲۹) ابو ہریرہ (۳۰) ابو الدرداء (۳۱) ابوذر غفاری (۳۲) ابو سعید الخدری (۳۳) ابو سفیان (۳۴) ابو سلمہ (۳۵) ابو سلمیٰ الراعی (۳۶) ابو یعلی الانصاری (۳۷) اسماء بنت ابی بکر (۳۸) عائشہ ام المومنین (۳۹) ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ (۴۰) ام سلمہ ام المومنین، ام ہانی، ابو عمامہ وغیرہ مذکور ہیں اور تمام علمائے دین محققین کا

اس بات پر اتفاق ہے کہ آنحضور ﷺ کو معراج جسمی ہوا تھا۔

چنانچہ شاہ ولی اللہ نے اپنی تصنیف حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۱۹۰ میں بایں طور لکھا ہے۔

" واسری الی المسجد الاقصی ثم الی سدرۃ المنتھی والی ماشاء اللہ وکل ذلک بجسدہ ﷺ فی الیقظۃ"

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیت اللہ شریف سے بیت المقدس اور بیت المقدس سے سدرۃ المنتہیٰ تک رات میں ہی مع جسم مبارک بیداری میں سب جگہ سیر کیا جہاں جہاں خداوند کریم نے چاہا اور شفاء صفحہ ۵۷ اور زاد المعاد جلد اول صفحہ ۹۱ میں لکھا ہے۔ " الحق الذی علیه اکثر الناس ومعظم السلف وعامة المتاخرین من الفقهاء والمحدثین والمتکلمین انه اسری بجسدہ ﷺ " یعنی بڑا گروہ متقدمین سلف وخلف وفقہا محدثین کا اسی بات حق پر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معراج شریف جسم سے ہوا اور جو شخص حدیث کا مطالعہ کرے اس کو خود حال معلوم ہو جائے گا اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے بھی اپنی کتاب مدارج النبوت میں اسی طرح لکھا ہے۔

"وخبر المعراج ای بجسد المصطفیٰ ﷺ یقظة الی السماء ثم الی ماشاء اللہ تعالی فی المقامات العلی حق ای حدیث ثابت بطرقٍ متعددة فمن ردہ ای ذلک ولم یؤمن بمعنی ذلک الاثر فهو ضال مبتدع ای جامع بین الضلالة والبدعة"

یعنی معراج جسمی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آسمان تک حالت بیداری میں ہے پھر جہاں خداوند کریم نے چاہا مقامات بلند پر پہنچایا یہ بات حق ہے حدیث جو در بارہ معراج وارد ہے وہ متعدد اسناد سے مروی ہے جس نے اس حدیث کو رد کیا اور ایمان نہ لایا وہ گمراہی اور بدعت میں ہے اور مدارج النبوۃ میں نیز بایں طور مسطور ہے اسراء کہ بردن آنحضرت است از مکہ مسجد اقصیٰ ثابت است بکتاب اللہ و منکر آں کافر است و از آنجا بآسمان بردن کہ معراج نام داشت ثابت است باحادیث مشہورہ کہ منکر آں مبتدع و فاسق و مخذول است الخ اور صاحب شفاء صفحہ ۵۸ میں لکھتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کو تمام معراج جسمی ہوا ہے اس پر قرآن مجید کی آیت ظاہراً دلالت کرتی ہے اور احادیث صحیحہ بھی اس بات پر شاہد ہیں اور دلائل عقلیہ سے بھی یہ کوئی محال نہیں اور جو بعض لوگ بے سوچے سمجھے کہہ دیتے ہیں کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی معراج جسمانی کے منکر تھے نعوذ باللہ من ذلک صاحبان یہ ان لوگوں کا کہنا بالکل غلط ہے دیکھو صحیح مسلم باب معنی قول اللہ عز وجل۔

" وَلَقَدْ رَاٰہُ نزلة اخری وهل رای النبی ﷺ ربه لیلة اسرآءِ "

کے تحت میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آقائے جناب نامدار نے رات معراج میں خداوند کریم کو دل کی آنکھ سے دیکھا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات اقدس نے اللہ تعالیٰ کو جسم اطہر کی آنکھ سے دیکھا ہکذا فی شفاء قاضی عیاض اور جو سیرت ابن اسحٰق وابن ہشام وغیرہ نے حدیث بایں الفاظ تحریر کی ہے۔

"قال ابن اسحق وحدثنی بعض آل ابی بکر ان عائشة زوج النبی ﷺ کانت تقول ما فقد جسد رسول الله ﷺ ولکن الله اسریٰ بروحه"

یعنی کہا ابن اسحٰق نے کہ آل ابی بکر سے کسی نے مجھے بیان کیا کہ مائی عائشہ زوجہ آنحضور ﷺ کی فرماتی ہیں کہ آنحضور ﷺ کا جسم مبارک گم نہیں ہوا بلکہ آپ کی ذات کے روح پاک کو اللہ تعالیٰ رات کے وقت لے گیا۔ صاحبان اول تو اس حدیث کے متن میں علت قادحہ موجود ہے کیونکہ ما فقد کی جگہ ما فقدت بھی ایک روایت میں وارد ہے چنانچہ شفاء میں ہے اور دوسرا اس کی اسناد میں انقطاع اور راوی مجہول ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ کہا ابن وحیہ نے التنویر میں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور کہا امام شافعیہ ابوالعباس بن سریج نے یہ حدیث صحیح نہیں۔ یہ حدیث صحیح کے رد کرنے کے واسطے وضع کی گئی ہے اور علاوہ ان دلائل کے مورخین نے لکھا ہے کہ واقعہ معراج ابتداء اسلام میں ہوا ہے تو اس وقت مائی عائشہ صدیقہ پیدا بھی نہیں ہوئی تھیں اور بعض روایات میں ہجرت سے پانچ سال پہلے اور بعض روایات میں ایک سال پہلے معراج کا واقعہ ہوا ہے اور ہجرت کے وقت مائی صاحبہ کی عمر پانچ سال یا آٹھ سال کی تھی کہ آنحضرت ﷺ کے دولت خانہ میں مدینہ منورہ میں آ کر رونق افروز ہوئیں اور علاوہ اس کے مائی صاحبہ نے یہ بات اپنے مشاہدہ سے نہیں فرمائی بلکہ سنی سنائی بات کر دی جس کا کوئی اصل نہیں پایا جاتا اور نہ ہی روایت کا ضبط ہوتا اس عمر میں عند المحدثین تسلیم کیا جاتا ہے چنانچہ شفاء شریف میں مذکور ہے۔

"اما قول عائشة رضی الله عنها ما فقدت جسده فعائشة لم تحدث به عن مشاهدة لانها لم تکن حینئذ زوجته ولا فی سن من یضبط" الخ

اور علاوہ ازیں اس حدیث کا ذکر کتب صحاح مشہورہ میں نہیں پایا گیا اور اگر اس حدیث کو صحیح بھی مان لیا جائے تو یہ حدیث مکہ متواترہ مشہورہ کا ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی فقط۔

الجواب: دوسرے سوال کا جواب کہ انسان کا آسمان کی طرف جانا محال عقلی ہے سو اس کا جواب یہ ہے کہ خداوند کریم کی ذات ہر ایک امر پر قادر ہے اس کی شان کے آگے یہ کوئی بعید امر نہیں۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کو بغیر ماں باپ کے پیدا کیا اور عیسیٰ علیہ السلام کو بدوں باپ کے اظہار فرمایا اور مائی حوا علیہا السلام کو حضرت آدم علیہ السلام کی بائیں پسلی سے نمودار کیا اور حضرت زکریا علیہ السلام کو باوجودیکہ وہ بہت بوڑھے تھے اور ان کی زوجہ بھی عقیمہ تھی تو ان کو فرزند ارجمند عطا فرمایا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جسم عنصری کو آگ جلتی ہوئی سے محفوظ رکھا اور اس طرح سے عصا کو اژدہا بنا دیا اور اونٹنی کو پتھر سے نکال کر دکھایا اور منتخب اللباب میں ہے کہ سمندر کیڑا آگ میں رہتا ہے نہ مرتا ہے اور کتاب حیٰوۃ الحیوان کے جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ میں لکھا ہے کہ شتر مرغ آگ کا چنگارا نگل جاتا ہے اس کا پیٹ چنگارا بجھا دیتا ہے اور وہ چنگارا اس کو نہیں جلاتا۔

"وتبتلع الجمر فیکون جوفها هو العامل فی المعالجة ولا یکون الجمر عاملا فی احراقه"

سبحان اللہ! ایسی کروڑ ہا مثالیں ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح وہ چاہتا ہے کرتا ہے اس کے آگے کوئی مشکل امر نہیں لیکن انسانی عقل ادراک نہیں کر سکتی۔ ایسے امور کو ناممکن اور محال خیال کرنا خدا تعالیٰ کی ذات کے لئے اس کے قادر مطلق ہونے پر عیب لگاتا ہے انسان کے لئے واجب ہے کہ خدا کے امور میں چون وچرا نہ کرے۔ اور صاحب معراج محمدیہ نے بعلم ہندسہ ثابت کر دیا ہے کہ آپ کی ذات نے بیت المقدس سے فلک اعظم بجسم عنصری سیر کیا ہے جغرافیہ داں بتاتے ہیں کہ زمین کا قطر قریباً آٹھ ہزار میل ہے اور آفتاب کا قطر زمین کے قطر سے سو گنا سے بھی زیادہ ہے مگر باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ جب صبح کو پہلے سورج کا بالائی کنارہ نمودار ہوتا ہے تو اس کے بعد کیسے جلد اس کا کنارہ زیریں نظر آ جاتا ہے اس سے پایا جاتا ہے کہ سرعت زیر بحث کا جسد مبارک میں پایا جانا از روئے عقل ناممکن نہیں اور روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی ثانیہ بیان کی جاتی ہے حالانکہ تمام نور حضور اقدس ﷺ کے نور ہی کے پرتو ہیں لہٰذا حضور کے جسم اطہر میں جو نورانی جسم ہے ایسی حرکت کا حصول بطریق اولیٰ ممکن ہے اور قرآن مجید و کتب حدیث سے یہ بات ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کا وجود مبارک لطیف تھا چنانچہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول صفحہ ۶۸ میں ذکوان سے حدیث بیان کی ہے۔

"ان رسول اللہ ﷺ لم یکن یریٰ لہ ظلٌ فی شمسٍ ولا قمرٍ قال ابن سبع من خصائصہ ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورا و کان اذا مشیٰ فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظلٌ" الخ

یعنی حکیم ترمذی نوادر الاصول میں بروایت ذکوان نقل کیا ہے کہ آپ کی ذات کا سایہ نظر نہ آتا تھا نہ دھوپ میں اور نہ چاندنی میں ابن سبع نے کہا کہ حضور ﷺ کے خصائص سے یہ امر تھا کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ نور تھے جب آپ دھوپ یا چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ نظر نہ آتا تھا نقل از معراج محمدیہ صفحہ ۸ اور اول ما خلق اللہ نوری بھی اسی امر پر شاہد ہے اور قرآن مجید میں ہے۔ ﴿قد جاء کم من اللہ نورٌ و کتابٌ مبینٌ﴾

اور حدیث مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ پر بروایت جابر بن عبد اللہ انصاری ہے کہ کہا جابر نے کہ میں نے سوال کیا کہ یارسول اللہ سب اشیاء سے اول اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا تو فرمایا آپ نے

"یا جابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ ...... الخ"

اور اس حدیث کو عبد الرزاق نے صحیح سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ حدیث سلطان الفقہ جلد پنجم میں مع ترجمہ مذکور ہو چکی ہے اور سعدی علیہ الرحمۃ کا قول بھی اسی امر پر شاہد ہے۔

کلیم کہ چرخ فلک طور اوست　　　همه نور ہا پر تو نور اوست

الغرض وجود مبارک ہمارے آقائے نامدار ﷺ کا نوری تھا جس کا مفصل ذکر عنقریب تحریر ہوگا اور یہ جسم لطیف تھا نہ کہ کثیف چونکہ اس جسم نورانی کا سایہ نہ تھا پس آسمان کی طرف جانا محال عقلی نہیں فقط۔

سوال نمبر ۲ کا جواب : بیشک ہمارے آقائے نامدار حیات ہیں اس سے کسی مسلمان کلمہ گو کو انکار نہیں مگر بعض فرقہ وہابیہ بوجہ مارے تعصب وضد کے یہ الفاظ بے ساختہ کہہ دیا کرتے ہیں اور حیات النبی کے بارے میں چند ایک دلائل قاطعہ تحریر کیے جاتے ہیں تاکہ ناظرین کو یقین آجائے۔ وھو ہذا۔

"قال الحافظ السیوطی فی التنویر ان النبی ﷺ حی بجسده وروحه وانه یتصرف ویسیرُ فی اقطار الارض وفی الملکوت وبهیئة التی کان قبل وفاته ولم یبدل منه شئی وایضاً فیه واذن لهم ای الانبیاء فی الخروج من قبورهم التصرف فی الملکوت العلوی والسفلی وایضاً وتواترت به الاخبار منها قال رسول الله ﷺ الانبیاءُ احیاءٌ فی قبورهم ویصلون وقال قال رسول الله ﷺ حرم الله علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء"

(نقل از هدیة الحرمین صفحه ۱۱)

ترجمہ : کہا حافظ سیوطی نے تنویر میں کہ بیشک آنحضرت ﷺ زندہ ہیں ساتھ بدن اور روح اپنے کے اور تصرف اور سیر کرتے ہیں زمین کے کناروں اور عالم ملکوت میں اور آنحضرت ﷺ اسی ہیئت وشکل مبارک میں ہیں جیسا کہ زندگی میں تھے وفات سے پہلے اور کچھ بھی تبدیلی نہیں اور یہ بھی اسی کتاب میں ہے کہ اذن دیا گیا ہے انبیاء علیہم السلام کو قبروں سے نکلنے کا اور عالم علوی اور سفلی میں تصرف کرنے کا اور اس بارہ میں حدیثیں متواتر ہیں اور ان میں سے ایک حدیث یہ بھی ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ نبی زندہ ہیں اپنی قبروں میں اور نماز پڑھتے ہیں اور فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ حرام کیا ہے اللہ تعالیٰ نے زمین پر کھانا بدن انبیاء کا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے روایت کی ہے کہ فرمایا آپ نے کہ جس نے پڑھا درود مجھ پر دن جمعہ کے اور رات جمعہ کو سو بار روا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حاجتیں ایک سو ستر حاجتیں آخرت سے اور تیس حاجتیں دنیا سے پھر مقرر کرتا ہے اللہ تعالیٰ ساتھ اس درود شریف کے ایک فرشتہ کہ داخل ہوتا ہے مجھ پر قبر میں جیسا کہ داخل ہوتے ہیں تم پر ہدیئے اور تحفے بیشک علم میرا بعد وفات میری کے ایسا ہے جیسا کہ علم میرا زندگی میں اور حدیث بیہقی کے اخیری الفاظ یہ ہیں۔

"وکل الله بذلک یدخل علی فی قبری کما یدخل علیکم الهدایا ان علمی بعد موتی کعلمی فی حیاتی"

اور ہدیۃ الحرمین صفحہ ۱۳ میں بایں طور حدیث مسطور ہے۔

"عن سعید ابن المسیب قال لم ازل اسمع الاذان والاقامة فی قبر رسول الله ﷺ ایام الحرفاء حتی عاد الناس"

ترجمہ : سعید بن مسیب سے روایت ہے کہ اس نے کہا ہمیشہ سنتا تھا میں اذان اور تکبیر کو رسول اللہ ﷺ کی قبر سے ایام حرفاء میں کہ زمانہ یزید بن معاویہ کا تھا یہاں تک کہ پھر کر آئے لوگ اور اسی طرح دلائل النبوت میں یہ حدیث مذکور ہے اور قرآن مجید میں بایں طور مذکور ہے۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ

وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴾

ترجمہ : نہ گمان کر اے محمد ﷺ ان لوگوں کو جو مارے گئے راہ خدا میں اور یہ لوگ زندہ ہیں اپنے رب کے نزدیک روزی دیئے جاتے ہیں جنت کے میووں سے درانحالیکہ خوش و خرم رہتے ہیں ساتھ اس چیز کے کہ عطا کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور خوشی کرتے ہیں ساتھ ان کے جو کہ ابھی ملے نہیں ہیں یہ ساتھ ان کے ان کے پیچھے سے یہ کہ کچھ خوف نہیں اوپر ان کے اور نہ ہوں گے غمناک۔

پس اس آیت کے تحت میں علامہ امام قرطبی وغیرہ نے لکھا ہے۔

" والانبیاءُ اولی بذلک فھم اجل واعظم وقل نبی الا وقد جمع مع النبوۃ وصف الشھادۃ فیدخلون فی عموم لفظ الایۃ "

یعنی انبیا اولی اور افضل ہیں ساتھ اس حیات اور زندگی کے اور وہ بزرگ تر اور بڑے ہیں ساتھ رتبہ نبوت کے وصف شہادت کا پس تو داخل ہوئے انبیاء عموم آیت میں نقل از ہدیۃ الحرمین صفحہ ۳ اور باقی ذکر جلد اول میں ملاحظہ ہو۔

اور مولوی اسمٰعیل کا یہ کہنا کہ حضرت کی ذات مٹی میں ملنے والی ہے سو یہ ان تمام دلائل قاطعہ مذکورہ کے برخلاف ہے اور یہ عقیدہ وہابی نجدی شقی کا ہے اللہ تعالیٰ ان وہابیوں کے جزئیات سے ہر ایک مسلمان کو بچاوے آمین ثم آمین۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال : فجر کی نماز میں دعاء قنوت ہمیشہ پڑھنا بدوں کسی واقعہ محاربہ وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا ہمیشہ کے لئے سنت جانتے ہیں یہ کیونکر ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : مذہب حنفیہ میں وتروں کی نماز کے سوا کسی نماز میں ہمیشہ دعا قنوت پڑھنا درست نہیں مگر صدور حادثہ عظیمہ مثل محاربہ و طاعون وغیرہ کے بعد از رکوع برائے دفع بلا پڑھ لے تو درست ہے ورنہ درست نہیں چنانچہ کتاب الاعتبار و فتح القدیر باب الوتر میں حدیث صحیح ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے۔

" عن عبد اللہ بن مسعود قال لا یقنت رسول اللہ ﷺ فی الفجر قط الا شھراً واحدًا لانه حارب حیا من المشرکین قنت یدعوا علیھم "

ترجمہ : نہیں قنوت کو پڑھا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نماز فجر میں کبھی مگر ایک ماہ اسلئے کہ آپ قبیلہ مشرکین سے جہاد کر رہے تھے قنوت پڑھتے تھے اور انکے خلاف دعا کرتے تھے اور اس حدیث کی نسبت علامہ ابن ہمام نے بایں طور لکھا ہے۔

" ھذا الحدیث لا غبار علیه " یعنی یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اس میں کسی قسم کا غبار نہیں اور صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۳۷ میں ہے کہ حضرت عاصم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ قنوت اول رکوع کے ہے یا بعد رکوع کے فرمایا اول رکوع

کے کہا عاصم نے کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ آپ نے بعد رکوع کے دعائے قنوت کو پڑھا۔
"انما قنت رسول الله ﷺ شهراً يدعوا على الناس قتلوا اناساً من اصحابه يقال لهم القرآء"

ترجمہ: نہیں قنوت کو پڑھا رسول اللہ ﷺ نے مگر ایک مہینہ (رکوع کے بعد) بددعا کرتے ان لوگوں پر جنہوں نے قتل کیا اصحابوں سے جو لوگ تھے جن کو قاری کہتے تھے۔

اور طبرانی میں غالب بن فرقد سے مروی ہے کہ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دو ماہ تک رہا لیکن انہوں نے فجر کی نماز میں دعا قنوت کو نہیں پڑھا اور ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ میں سعید بن طارق سے بایں طور حدیث مذکور ہے۔
"قلت لابي يا ابت انك قد صليت خلف رسول الله ﷺ وابي بكر وعمر وعثمان وعلي فكانوا يقنتون في الفجر فقال اي بني محدث"

ترجمہ: کہا میں نے اپنے والد کو کہ آپ نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے اربعہ کے پیچھے نماز پڑھی ہے پس کیا یہ نماز فجر میں دعا قنوت پڑھتے تھے۔ پس کہا اس نے کہ فجر کی نماز میں دعاء قنوت پڑھنا نئی بات ہے یہ حضرات نہیں پڑھتے تھے۔" رواه اهل السنن واحمد وقال الترمذي حديث حسن صحيح "۔ یعنی کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن صحیح ہے اور دار قطنی نے حضرت سعید بن جبیر سے بایں طور لکھا ہے۔
"اشهد اني سمعت ابن عباس يقول ان القنوت في صلوة الفجر بدعة"

ترجمہ: ابن جبیر حلفاً کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ نماز فجر میں قنوت پڑھنا بدعت ہے اور صاحب بیہقی نے لکھا ہے کہ کہا ابو مجلس نے کہ میں نے نماز فجر کی پڑھی پیچھے ابن عمر کے تو انہوں نے قنوت نہیں پڑھی اور ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کے جواب میں کہا لا حفظة عن احد من اصحابنا یعنی میں اپنے اصحاب سے کسی سے یہ طریقہ نہیں رکھتا کہ کسی نے دعا قنوت فجر کی نماز میں پڑھی ہو اور کتاب معانی الآثار کتاب الصلوٰۃ میں مذکور ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔
"انه بدعة ما فعله رسول الله ﷺ غير شهر ثم تركه"

یعنی دعا قنوت پڑھنا ہمیشہ فجر کی نماز میں بدعت ہے کہ آپ کی ذات بابرکات نے نہیں پڑھی دعا قنوت فجر کی نماز میں مگر ایک مہینہ پھر چھوڑ دیا آپ نے پڑھنا اس کا اور ابن ابی شیبہ استاذ بخاری اپنے مصنف میں لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر وعثمان انهم كانوا لا يقنتون في الفجر یعنی صحابہ فجر کی نماز میں قنوت نہیں پڑھتے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ کے ساتھ حضرت علی کی لڑائی ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھی لما قنت علي في الفجر انكر الناس عليه ذلك یعنی جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قنوت کو فجر کی نماز میں پڑھا تو ان پر لوگوں نے

انکار کر دیا اور ابن قیم جو کہ وہابی فرقہ کے مرشد ہیں لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہمیشہ فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنا ثابت ہوتا تو ضرور صحابہ سے نقل ہوتا اور اس کے خلاف واقع نہ ہوتا اور اصل بات یہ ہے کہ آپ نے صرف بد دعا کے لئے دعا قنوت پڑھا فلما زال ترک القنوت یعنی جب آپ کی مراد پوری ہو گئی تو تو پھر آپ نے ترک کر دیا اس کو۔ اور جن حدیثوں سے ہمیشہ کا پڑھنا ثابت ہوتا ہے وہ سب کی سب ضعیف اور قابل عمل نہیں ہیں۔ دیکھے۔ فتح القدیر و زاد المعاد اور جواہر منیفہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی صدور حادثہ ہو جائے تو فجر کی نماز میں دعا قنوت پڑھنے میں کوئی خوف نہیں ہوگا اور سوا اس کے جائز نہیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری)

سوال: بوقت تکبیر تحریمہ ہاتھ کانوں تک اٹھائے جائیں یا کندھوں تک۔ کیونکہ فرقہ وہابیہ کہتا ہے کہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کی کوئی حدیث نہیں؟

الجواب: بوقت تکبیر تحریمہ کانوں تک ہاتھ اٹھانا سنت ہے۔ چنانچہ سنن نسائی و سنن ابوداؤد و سنن دار قطنی و معجم طبرانی و صحیح مسلم وغیرہ کتب معتبرہ میں یہ حدیث مالک بن الحویرث سے مسطور ہے۔

"ان رسول اللہ ﷺ کان اذا کبر رفع یدیہ یحاذی بھما اذنیہ"

ترجمہ: یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تکبیر کہتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ دونوں کانوں کے برابر کر دیتے تھے۔ اور مسلم میں مالک سے بایں طور حدیث مذکور ہے۔

"انہ رای النبی ﷺ رفع یدیہ حتی یحاذی بھما فروع اذنیہ"

ترجمہ: یعنی دیکھا انہوں نے آپ کی ذات بابرکات کو کہ اٹھاتے دونوں ہاتھ اپنے یہاں تک کہ مقابل کر دیتے دونوں کانوں کے کناروں تک۔ اور نیز وائل بن حجر سے مروی ہے۔

"ان النبی ﷺ رفع یدیہ حین دخل فی الصلوٰۃ و کبر و وضعھما حال اذنیہ"

ترجمہ: بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اٹھائے ہاتھ جب کہ داخل ہوئے نماز میں اور تکبیر کہی اور رکھا دونوں ہاتھوں کو مقابل دونوں کانوں کے اور صاحب کتاب طحاوی شرح معانی الآثار نے براء بن عازب سے بایں طور حدیث بیان کی ہے۔

"کان النبی ﷺ اذ کبر لافتتاح الصلوٰۃ رفع یدیہ حتی تکون ابھاماہ قریباً من شحمتی اذنیہ"

ترجمہ: یعنی تھے جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام تکبیر کہتے شروع نماز میں تو دونوں ہاتھ اٹھاتے یہاں تک کہ ہو جاتے دونوں انگوٹھے قریب دونوں کانوں کے نیچے کے کناروں تک پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ دونوں ہاتھوں کو کانوں تک اٹھانا سنت ہے اور جن حدیثوں سے کندھوں تک اٹھانے کا ذکر آیا ہے ان کو علمائے حنفیہ نے عذر پر محمول فرمایا ہے یعنی سردی وغیرہ کی وجہ سے یہ فعل ہوا ہے۔ نقل از معانی الآثار اور فرقہ وہابیہ کا کہنا غلط ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی قادری سروری حنفی عنہ)

سوال: اگر کسی شخص نے فرض مغرب وفجر کے بلا جماعت پڑھ لئے ہوں اور پھر جماعت قائم ہو جائے تو جماعت کے ساتھ اس کو شریک ہو جانا جائز ہے یا نہ اور فجر وعصر کے بعد نفل پڑھنے درست ہیں یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک بعد از ادائے نماز فجر ومغرب جماعت کے ساتھ شریک ہونا درست نہیں چنانچہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب من صلی صلوٰۃ مرتین میں حدیث اخرجہ دار قطنی بروایت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسطور ہے۔

"عن ابن عمر ان النبی ﷺ قال اذا صلیت فی اھلک ثم ادرکت فصلھا الا الفجر والمغرب"

ترجمہ: بیشک فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نماز پڑھے تو اپنے گھر میں پھر پائے جماعت کو پھر پڑھ لے اس کو مگر فجر اور مغرب کو نہ پڑھو۔ اور اس حدیث کو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مرفوع اور صحیح لکھا ہے۔ اور نماز فجر اور عصر کے بعد نفل پڑھنے بھی جائز نہیں چنانچہ حدیث مسلم وبخاری میں مذکور ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ لا صلوٰۃ بعد الصبح حتی ترتفع الشمس ولا صلوٰۃ بعد العصر حتی تغیب الشمس"

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد نماز صبح کے کوئی نماز جائز نہیں جب تک نہ بلند ہو جاوے آفتاب نقل از مشکوٰۃ صفحہ ۸۴ مطبوعہ احمدی اور ایسا ہی فتاویٰ عالمگیر وہدایہ ودر مختار وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(محررہ نظام الدین ملتانی قادری حنفی عفی عنہ)

سوال: ہمارے شہر میں ایک حافظ قرآن اور عالم باعمل حنفی المذہب نابینا نہایت پرہیزگار ہے وہ جمعہ کی جماعت کراتا ہے اور اس کے پیچھے لوگ خوشی سے نماز ادا کرتے ہیں۔ اور ایک مولوی صاحب ہیں وہ سخت منع کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ نابینا کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز درست نہیں کیونکہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز مکروہ ہے یہ مسئلہ کیونکر ہے جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل احمد الدین پنشنر جلالپور جٹاں)

الجواب: کتب معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اندھے کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت جائز ہے جب کہ نابینا علم اور احتیاط اور پرہیزگاری میں سب سے زیادہ ہو ورنہ مکروہ ہے۔ چنانچہ کتاب الاشباہ والنظائر احکام الاعمی میں مذکور ہے۔

" وتکرہ امامتہ الا ان یکون اعلم القوم "

ترجمہ: اندھے کی امامت مکروہ ہے مگر جب کہ قوم سے اعلیٰ علم سے ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

اور بحر الرائق کتاب الامامت میں مذکور ہے فان کان افضلھم فاولی یعنی اگر اندھا قوم سے افضل ہو تو اس کو امامت کرانا بہتر ہے کیونکہ ابن ام مکتوم مدینہ طیبہ میں لوگوں کا امام بنا اور اس وقت ان کے برابر پرہیزگاری وعلم میں کوئی نہ تھا۔ اور ایسا ہی صاحب فتح المنان نے لکھا ہے۔ "اذا لم یکن غیرہ من البصیر افضل فھو اولی"

یعنی جب کہ بصیر افضل اور پرہیزگار اندھے سے زیادہ نہ ہو تو اندھے کے پیچھے نماز ادا کرنا بہتر ہے اور ایسا ہی بدائع

وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے اور مولوی صاحب کا ایسے عالم حافظ پرہیزگار کے پیچھے نماز کو مکروہ سمجھنا نہایت درجہ کی غلطی ہے اور خلاف حدیث ابن ام مکتوم کے ہے ہاں اگر نابینا اور بینا کے اوصاف برابر ہوں تو بینا کو امامت کے لئے نابینا پر ترجیح ہے واللہ اعلم بالصواب۔

(خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سہروردی عفی عنہ)

سوال: سورج وچاند کو گہن کیوں لگتا ہے اس کا سبب اور اس کی نماز کی ترکیب مفصل طور پر تحریر کرو اللہ تعالیٰ اجر دے گا۔

(فقط السائل خادم العلماء حافظ خدا بخش از جہوری)

الجواب: سورج وچاند دونوں خدا کی نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے کے سبب سے ان کو گہن نہیں لگتا چنانچہ حدیث صحاح المصابیح حضرت عبداللہ بن عباس سے مذکور ہے۔ "قال رسول اللہ ﷺ ان الشمس والقمر ایتان من ایات اللہ لا یخسفان بموت احدٍ ولا لحیات فاذا رایتم ذلک فاذکروا اللہ تعالیٰ "

اور ایک حدیث میں ہے۔

"فاذا رایتم ذلک فادعوا اللہ وکبروا وصلوا وتصدقوا فان کل خیرٍ فی مثل ھذہ لاحوال والافزاع ماموربہ لکون الخیرات دافعۃ للبلیات"

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سورج وچاند اللہ تعالیٰ کی دو نشانیاں ہیں نشانیوں میں سے کسی کی موت اور حیات کے سبب سے ان کو گہن نہیں لگتا۔ جب تم یہ بات دیکھو تو اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور دعا مانگو اور اللہ اکبر کہو اور نماز پڑھو اور صدقہ وخیرات کرو کیونکہ یہ نیک کام ہولناک اور خوفناک باتوں میں بجالانے کا حکم ہے کیونکہ خیرات وغیرہ نیک کام آفتوں کو دفع کرتے ہیں الخ اور مجالس الابرار صفحہ ۳۶۹ میں لکھا ہے۔ " فان کل ذلک من الایات المخوفۃ التی یخوف اللہ تعالیٰ بھا عبادہ کما قال اللہ تعالیٰ ومانرسل بالایات الاتخویفاً"

ترجمہ: تحقیق یہ سب خوف کی علامات ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ڈراتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نہیں بھیجتے ہم علامات کو مگر ڈرانے کے لئے الخ پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ سورج وچاند کا کسوف وخسوف وآندھی وطاعون وغیرہ بلیات جو لوگوں میں ظاہر ہوتے ہیں یہ محض ہمارے گناہ کثیر اور حدود سے گذر جانے کے سبب سے نمودار ہوتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جب بجلی کی آواز کو سنتے تو فرماتے "اللّٰھم لا تقتلنا بغضبک ولا تھلکنا بعذابک "یعنی اے اللہ ہم کو اپنے غضب سے قتل نہ کر اور اپنے عذاب سے ہم کو ہلاک نہ کر۔ اور قرآن مجید اور حدیث شریف اس بات پر شاہد ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم پر غضب نازل نہیں کرتا مگر جب کہ لوگوں کی نوبت حد سے گذر جاتی ہے اس لئے اللہ تعالیٰ پہلے اپنی نشانیوں کے ذریعہ لوگوں کو ڈراتا ہے تاکہ لوگ ڈریں اور توبہ واستغفار کریں اور امام جمعہ کو چاہئے کہ عوام الناس کو عیدگاہ یا جامع مسجد میں جمع کرے۔ اور ان کو دو رکعت نماز نفل بلا اذان واقامت

وبلا خطبہ باجماعت پڑھائے اور دعا و استغفار میں مشغول رہے یہاں تک کہ سورج صاف ہو جائے۔ اگر چاند کو خسوف لگ جائے تو ہر ایک الگ الگ نماز نفل ادا کریں۔ چنانچہ کتب فقہ میں لکھا ہے۔

"ینبغی لامام الجمعة اذا تکسف الشمس ان یصلی بالناس فی الجامع او فی المصلی رکعتین کل رکعة برکوع واحد کهیئة النافلة بلا اذان ولا اقامة ولا خطبة ویقرء فیها ماشاء من القران ویخفی القراة عند ابی حنیفة وعندهما یجهر الخ ثم هو فی الدعاء مخیران شاء دعا جالسا مستقبل القبلة وان شاء دعاء قائما مستقبل الناس بوجهه او مستقبل القبلة"

ترجمہ: امام کو چاہیے کہ جب سورج کو گہن لگے تو لوگوں کے ہمراہ جامع مسجد یا عیدگاہ میں دو رکعت پڑھے ہر رکعت ایک رکوع سے نفل کی طرح بے اذان و بے اقامت و بے خطبہ اور دونوں رکعتوں میں قرآن مجید جس قدر چاہیے پڑھے اور قرأت امام صاحب کے نزدیک خفیہ پڑھنی چاہئے اور صاحبان کے نزدیک جہر سے ہے اور جب امام نماز سے فارغ ہو جائے تو پھر دعا میں اختیار ہے چاہے قبلہ رخ بیٹھ کر دعا مانگے چاہے کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے دعا مانگے یا قبلہ کی طرف واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین حفی عنہ)

سوال: نماز استسقاء کس طرح پڑھنی چاہئے اور نماز استسقاء سنت ہے یا مستحب؟

الجواب: نماز استسقاء سنت ہے اور اس کو جماعت سے ادا کرنا مستحب ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کی مواظبت اس امر میں نہیں پائی گئی کیونکہ کبھی آپ نے استسقاء کے لئے صرف دعا فرمائی ہے اور کبھی نماز جماعت سے ادا کی ہے۔ پس امام جمعہ یا حاکم وقت پر مستحب ہے کہ لوگوں کو تین یوم پہلے روزوں کا حکم دے پھر ان کو تین یوم متواتر میدان میں لیے جا کر دو رکعت نماز نفل بلا اذان و اقامت پڑھائے اور دو خطبے پڑھے۔ اور اس میں قرأت بلند پڑھے اور رخ بقبلہ ہو کر دعا برائے حیوانات و نباتات و جمادات و جمیع مخلوقات مانگے اور استغفار کرے اور بہتر یہ ہے کہ پہلے نماز پڑھنے کے صدقہ کریں اور دعا مانگنے والا کوئی پرہیزگار آدمی ہو اور لوگ اس پر آمین آمین کہیں اور اپنے گناہوں کی معافی طلب کریں اور سچے دل سے توبہ کریں نقل از مجالس الابرار صفحہ ۱۷۴ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

﴿استفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسمی غلام یحیٰی شاگرد مولوی غلام محمد نمبردار کہتا ہے کہ طعام پر فاتحہ خوانی دینا ناجائز ہے اور جو سلطان الفقہ جلد اول میں اس کے جواب پر حدیث مسطور ہے وہ ضعیف ہے اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول سے ثابت کریں امام صاحب کا اس مسئلہ کے جواز پر کوئی قول نہیں اگر ہے تو ثابت کریں فقط۔

(السائل خادم العلماء غلام عیسیٰ)

الجواب: طعام اور کلام پڑھ کر فاتحہ دینا بارواح بزرگاں وغیرہ جائز بالاتفاق ہے خواہ طعام روبرو رکھا جائے یا غائب اور

اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے اور نادانی۔ کیونکہ اس پر اجماع امت کا ہو چکا ہے۔ چنانچہ کتاب شرح الصدور میں مذکور ہے۔
"ان المسلمین ما زالوا فی کل عصر بمصر یجتمعون ویقرءون القران ولموتھم من غیر نکیر فکان اجماعا"

ترجمہ: یعنی بیشک مسلمان ہمیشہ ہر زمانے میں جمع ہوتے ہیں اور پڑھتے ہیں قرآن مجید واسطے بخشش مردوں اپنوں کے سوا انکار کرنے کسی منکر کے۔ یعنی کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ پس یہ ہوا اجماع اور کتاب حدیۃ الحرمین صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے۔

"فی العرف الذی شاع فی دیار العرب والعجم بان القوم یجتمعون ویقرءون القران ویذکرون اللہ بانواع الذکر ویتصدقون بانواع الماکولات والمشروبات ویھدون ثوابھم لموتھم"

ترجمہ: بیشک قوم جمع ہوتی ہے اور پڑھتی ہے قرآن کو اور ذکر کرتی ہے اللہ کا ساتھ طرح طرح کے ذکر کے اور تصدق کرتے ہیں قسم قسم کے کھانے اور پینوں سے اور ہدیہ دیتے ہیں اور بخشتے ہیں ثواب ان کا مردوں اپنوں کو۔ اور فتاوی نوادر مجموع الروایات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت امیر حمزہ کے لئے سوم وچہلم ششماہی تک طعام وکلام کا ثواب ان کی روح کو پڑھ کر بخشا اور جو معترض صاحب نے حضرت ابوذر کی حدیث کو ضعیف لکھا ہے۔ جناب وہ کون سی قسم کا ضعف ہے بیان کریں اور اگر بالفرض وہ حدیث ضعیف ہے تو محدثین کے نزدیک افعال نیک میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا بھی درست ہے اور اس مسئلہ کی بحث ہم جلد ششم میں با دلائل قویہ واحادیث صحیحہ کر چکے ہیں اور ہدیۃ الحرمین صفحہ ۲۹ ملاحظہ کریں فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (بقلمہ خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ ۱۲)

سوال: تقلید شخصی کس لئے معین کی گئی ہے اور اس کی وجہ کیا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: تقلید شخصی اسلئے کی جاتی ہے کہ انسان مسائل اختلافیہ میں پڑ کر مرتکب حرام نہ ہو جائے کیونکہ ایک مسئلہ میں کئی طرح کے اختلافات نظر آتے ہیں۔ ایک کے نزدیک حلال دوسرے کے نزدیک حرام اسلئے ایک مذہب کی تقلید کے بغیر غیر مجتہد کو چارہ نہیں۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب عقد الجید صفحہ ۳۱ میں فرمایا ہے۔

"اعلم ان فی الاخذ بھذہ المذاھب الاربعۃ مصلحۃ عظیمۃ وفی الاعراض عنھا مفسدۃ کبیرۃ ونحن نبین ذلک بوجوہ احدھا ان الامۃ اجمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفۃ الشریعۃ فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابۃ وتبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھکذا فی کل طبقۃ" الخ

ترجمہ: یعنی جان لو کہ ان چار مذاہب کے اخذ کرنے میں بڑی مصلحت ہے اور اس سے انکار کرنے سے بڑا فساد ہے ہم اس کو کئی وجوہ سے ظاہر کرتے ہیں ایک یہ ہے کہ امت نے اجماع کیا ہے اس پر کہ شریعت کے معلوم کرنے میں سلف پر اعتماد کریں پس تابعین نے صحابہ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے اگلوں پر اعتماد کیا اور عقل اس کے حسن پر دلالت کرتی ہے۔ اس لئے کہ شریعت نہیں پہچانی جاتی مگر نقل اور استنباط سے۔ اور نقل نہیں درست ہوتی

مگر اس طور سے کہ ہر طبقہ پہلوں سے بالاتصال اخذ کرے اور استنباط میں ضروری ہے کہ متقدمین کا مسلک جانے تاکہ ان کے اقوال سے خارج ہو کر خارق اجماع نہ ہو جائے الخ پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ تقلید معین میں مصلحت عظیمہ ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے۔ لہٰذا عامیان کو چاہئے کہ مسائل اجتہادیہ میں تقلید مجتہد کی کریں چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

الغرض مجتہد کو مسائل اجتہادیہ میں ضرور مجتہد کی تقلید کرنی چاہئے فقط۔ رقمہ خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ

سوال: کتب فقہ معتبرہ میں جو مسائل ہیں اور ان کی تائید پر حدیثیں بھی کہیں کہیں لکھی جاتی ہیں اور جب مسئلہ حدیث اور فقہ کا بلا اسناد فرقہ وہابیہ کے پیش کیا جاتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم اس حدیث کو ہرگز نہ مانیں گے جب تک اس کی اسناد ہم کو نہ بتلائی جائیں کیا یہ ان کا کہنا مطابق حکم خداوند رحیم اور رسول کریم ﷺ کے ہے یا برعکس۔ یہ مسئلہ کیونکر ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اسناد حدیث کا دریافت کرنا حکم خدا اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نہیں۔ اگر یہ وہابی دکھا دیں تو یک صد روپیہ انعام حاصل کریں اور کتب مشہورہ معتبرہ میں جو مسائل فقہ اور احادیث کے درج ہیں ان کی اسناد دریافت کرنا اور مسئلہ فقہ پر طعن کرنا نہایت درجہ کی جہالت وسفاہت ہے چنانچہ کتاب الانصاف فصل اسباب اختلاف میں بایں طور لکھے ہیں۔ جو طبقہ اہل حدیث کا ہے سو بیشک اکثر ان کے سعی کرتے ہیں صرف روایات میں اور طرق حدیث کے جمع کرنے میں اور طلب کرنے میں غریب اور شاذ کے اس حدیث سے کہ جس کا اکثر موضوع یا مقلوب ہے اور نہیں رعایت کرتے وہ لوگ متن کی اور نہیں سمجھتے معنوں کو اور نہیں استنباط کرتے ان کے اسرار کا اور نہیں لگاتے ان کے خزانے اور فقاہت اور بسا اوقات فقہاء پر عیب کرتے ہیں اور طعن مارتے ہیں اور ان پر مخالفت حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حالانکہ نہیں جانتے کہ وہ خود ان کے مبلغ علم سے قاصر ہیں اور ان کے حق میں برے الفاظ کہنے سے گناہگار ہوتے ہیں الخ۔ اور عقد الجید صفحہ ۱۵،۵۲ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں کہ ثبوت مسئلہ کے دو طریق ہیں یا تو اس کے واسطے سند پائی جائے یا اس کتاب مشہورہ سے اخذ کیا ہو جو برابر ہاتھوں ہاتھ چلی آئی ہے جیسا کہ کتابیں امام محمد کی اور مثل ان کی تصانیف ومسانید مشہورہ مجتہدین کی۔ اس لئے کہ وہ بمنزلہ خبر متواتر یا مشہور کے ہیں۔ اسی طرح ذکر کیا اس کو امام رازی نے اور فتاوی قنیہ میں ہے کہ جو کسی کا کلام پایا جاوے اور کسی کتاب مشہور میں مذہب اس کا مدون ہو اور ہاتھوں ہاتھ وہ کتابیں ایک دوسرے سے نقل ہو کر چلی آتی ہوں۔ پس اس کے ناظر کو یہ کہنا جائز ہے کہ فلاں شخص نے یہ کہا ہے اگرچہ اس کو کسی نے سنا ہو جیسے کتابیں امام محمد کی اور موطا امام مالک کا۔ اور سوا ان کے ان کتابوں سے جو اقسام علوم میں تصنیف کی گئی ہیں اس لئے کہ ان کا اس طور سے پایا جانا بمنزلہ تواتر وخبر مشہور کے ہے کہ مثل اس کے نہیں محتاج ہوتی ہے طرف اسناد کے ...... الخ۔ پس ان عبارتوں سے ثابت ہوا کہ مسئلہ اجتہاد میں سند

ضرورت کی نہیں اور علاوہ اس کے فقیر کہتا ہے کہ حدیثوں کے اسناد پر زور دینا اور ان کے اوپر فیصلہ سمجھنا نہایت درجہ کی غلطی ہے کیونکہ ایک حدیث کو ایک شخص کہتا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور دوسرا اسی حدیث کو لا باس به کہہ دیتا ہے لہذا صحت اور ضعف اور وضع حدیث میں اس قدر اختلاف نظر آتا ہے کہ کوئی بات طے ہو ہی نہیں سکتی۔ چنانچہ حدیث صلوۃ التسبیح کی صحیح ہے اور اس کو ابن جوزی نے موضوع کہہ دیا ہے اور صحیح حدیث جو معازف کی حرمت کے بارہ میں بخاری نے بیان فرمائی ہے اس کو مردود کہہ دیا ہے یچ ہے۔ الحدیث مضلة الا للفقهاء باقی مفصل ذکر اغلاط البخاری میں ملاحظہ فرمائیں جو عنقریب شائع ہونے والی ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: چه فرمانیند علمائے راسخین ومفتیان شرع متین اندریں مسئله که قیام رمضان المبارك والمعظم عند الله بعشرين ركعت ثابت است يا نه .واگر ثابت است پس از كدام ادله متناوله شرعيه راجحيه زير آكه اهل الظواهر يعنى غير مقلدين قائل به هشت ركعت اند وميگونيند كه اول بست ركعت ثابت نيست واگر ثابت است آں هم از بعض ملتته ﷺ است ولى قابل حجت نيست ديگر اينكه اگر كسے بكذا الفاظ بحق عمر بن الخطاب رضى الله عنه وغيره مجتهدين از زبان يامن حيث التحرير بگويد آيا كافر گردد يانه بينوا وتوجركم الله تعالى فى الدارين احسن الاجر.

الجواب بالصواب بتوفيق ملك الوهاب

اقول وباللہ التوفیق ثبوت تراویح بست رکعت ثابت المثبت ہے مگر حنفیہ کے نزدیک نہ غیرہم کے نزدیک جیسا کہ جوہر النقی شرح البیہقی میں ہے۔

"عن ابن عباسٍ ان رسول الله ﷺ كان يصلى فى رمضان عشرين ركعةً والوتر اخرجه ابن ابى شيبة"

اس میں جو حافظ نے فرمایا کہ یہ حدیث معارض ہے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کی اور وہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی صحیح ہے۔

"كما قالت ما كان رسول الله يزيد فى رمضان ولا فى غيره على احدى عشر ركعةً"

مگر علامۃ القاری نے فرمایا مجیبا عنہ۔

"ولا يبعد ان ابن عباس حصل له العلم من غير طريق عائشة من سائر امهات المؤمنين وقال ايضا وعلى كل تقدير فالعمل بحديث ابن عباس راجح وقال ويكفينا ما رواه البيهقى فى المعرفة باسناد صحيح عن السائب بن يزيد قال كنا نقوم زمن عمر بن الخطاب بعشرين ركعة والوتر وهذا كالاجماع من غير منكر وقد ورد عليكم بسنتى وسنة خلفاء الراشدين بعدى ثم الظاهر من كلام ابن عباس انه كان يصلى عشرين ركعة فى ليالى رمضان من اولها وكلام عائشه مشير اى صلوة

التهجد كما بينه بقولها يصلي اربعاً فلا تسئل عن حسنهن الحديث معاني الآثار قال المحقق مولانا مولوی عبد الحيي مرحوم ومغفوراً ما عدده' صلی ثابت من اخبار الآثار انه عليه السلام كان يصلي عشرين ركعة والوتر في رمضان تعليق وقد ثبت عن البيهقي ان ابن الخطاب جمع الناس على ثلث وعشرين ركعة فالفهم من هذا ان التراويح عشرين ركعة والوتر ثلاث ركعات تعليق "

اور کہا حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے قد ثبت ان التراويح عشرين ركعة لان المسلمين قد اجمعوا على ذلك جامع الصغير اور کہتا ہوں کہ مقصود قیام رمضان سے طلب ثواب ہے اور تقرب الی اللہ پس ثواب بست رکعت میں بے شائبہ ہے۔ اور یہ کہ عبادت اکثر سجدات والی افضل ہے دوسری سے اور سجدات بست میں اکثر ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے لے کر آج تک اتفاق بست پر ہی ہے۔ ہاں بعض غیر مقلدین کا خلاف ہے ولا اعتبار لہ۔ اور مسلمانوں کا حسن بھی بست رکعات پر ہے۔

" وقد ثبت عن النبی ﷺ انه قال ما راه المؤمنون حسناً فهو عند الله حسن وما راه المسلمون قبيحاً فهو عند الله قبيح "

اور جو کوئی علمائے دین کے حق یا سلف صالحین کے حق میں ایسے ایسے الفاظ مذکور بالا کہے تو وہ کافر ہے کما قال صاحب المعتقین

" من سب عالما او متعلما فيكفرو طلقت امراته ولا تحل ذبيحته وليس حاجة لله تعالى في عبادته صفحه ۲۱۱ سطر ۱۳ وقال ايضا لا يجوز شهادته ولا يدخل في المسجد و قال وليس للمسلمين ان يدفنوه اذا مات"

اس سے ثابت ہو چکا ہے کہ وہابی جو سلف صالحین کے حق میں جا بجا گالیں بولتے ہیں اسلام سے خارج ہیں ہاں بعض وہابی جو منصف مزاج ہیں فقط۔

(العبد ابو الخير محمد مير عالم سنی الحنفی ہزاروی حال وارد عاولگرہ)

مجیب کے فتویٰ بیس رکعت تراویح پر خادم شریعت کو اتفاق ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت پر مبنی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا اس پر اتفاق ہے اور کتاب سبل السلام شرح بلوغ المرام میں بایں الفاظ حدیث مذکور ہے۔

"وفي البيهقي ان عمر امرا ابا كعب وتميما الداري يقومان بالناس بعشرين ركعة وفي رواية الثاني انهم كانوا يقومون في زمان عمر بعشرين ركعة وفي رواية بثلاث و عشرين ركعة وفي رواية ان عليا رضي الله عنه كان يؤمهم بعشرين ركعة ويوتر بثلاث وقال البيهقي فيه قوة ...... الخ "

ترجمہ: ابن ابی کعب و تمیم داری کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھائیں اور ایک روایت میں ہے کہ لوگ حضرت عمر کے زمانہ میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور ایک روایت میں ۲۳ رکعت اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھاتے تھے اور تین وتر اور کہا امام

نیمقی نے یہ روایت قوی ہے اور کتاب جامع الآثار صفحہ ۴۳ میں ہے کہ کہا سائب بن یزید نے کہ ہم حضرت عمر کے زمانہ میں مع وتر ۲۳ رکعت تراویح پڑھتے تھے اور کہا امام نووی نے اس کی سند صحیح ہے۔

"وقال عبد البر وھو قول جمھور العلماء وبه قول الکوفیون والشافعی واکثر الفقھاء وھو الصحیح"

اور جو وہابی لوگ ابی بن کعب سے ۸ رکعت تراویح کا ثبوت پیش کرتے ہیں وہ خلاف تمام صحابہ رضی اللہ عنہما کے ہے اور اس کو آئمہ اربعہ سے کسی نے سند نہیں پکڑا لہٰذا وہ روایت قابل عمل نہیں فقط۔ (خادم شریعت نظام الدین عفی عنہ)

سوال: ٹوپی سے نماز کسی صحابی نے پڑھی ہے یا نہیں اور نماز میں داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو کہاں رکھنا چاہئے کیونکہ وہابی لوگ کہتے ہیں کہ ہاتھ کو کلائیوں پر رکھنا چاہئے۔ اس کا جواب حدیث بخاری وغیرہ سے دیں اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک ٹوپی سے نماز پڑھنا اصحاب رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے اور ہاتھ داہنے کو بائیں کے پونچے پر باندھنا سنت ہے چنانچہ کتاب صحیح بخاری صفحہ ۳۱ سیپارہ پانچ سطر ۲ میں بایں طور حدیث مذکور ہے۔

"ووضع ابو اسحاق قلنسوته فی الصلوٰة ورفعھا ووضع علی رضی اللہ عنه کفه علی رسغه الایسر ـــ الخ"

ترجمہ: یعنی رکھی ابو اسحٰق نے ٹوپی اپنی نماز میں اور اٹھایا اس کو اور رکھا حضرت علی نے ہاتھ اپنا اوپر پونچے اپنے بائیں کے اور ایسا ہی کتاب آثار محمد رحمۃ اللہ علیہ میں لکھا ہے وھو ہذا حدثنا۔

"ابوحنیفة عن حمادٍ عن ابراھیم ان رسول اللہ ﷺ کان یعتمد باحدیٰ یدیه علی الاخریٰ فی الصلوٰة یتوضع للہ تعالیٰ قال محمد یضع بطن کفه الایمن علی رسغ الیسریٰ تحت السرة فیکون الرسغ فی وسطه الکف"

ترجمہ: یعنی خبر دی مجھ کو ابوحنیفہ نے حماد سے وہ روایت کرتے ہیں ابراہیم سے تحقیق نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پکڑتے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے درآنحالیکہ عاجزی کرتے تھے خالص اللہ تعالیٰ کے لئے کہا محمد نے کہ رکھتے تھے آپ داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے پونچے پر نیچے ناف کے اور ہوتا پونچا بائیں ہاتھ کا درمیان داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کے ـــ الخ۔

اور کہا ابو المحاسن شارح ترمذی نے کتاب فوز الکرام میں کہ ھذا سند جیّد یعنی سند اس حدیث کی بہت صحیح اور درست ہے اور باقی ذکر اس کا جامع الآثار صفحہ ۲۹ و سلطان الفقہ جلد اول و سوم میں دیکھو!! اور ٹوپی سے نماز پڑھنی جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ برہنہ وغیرہ کتب معتبرہ میں لکھا ہے ہاں اگر دستار موجود ہو تو پھر ٹوپی سے نماز پڑھنی مکروہ ہے کیونکہ دستار کو ٹوپی سے فضیلت ہے اور بہتر ہے کہ ٹوپی پر دستار کو باندھ لے تا کہ درمیان سر کا بھی ڈھانپا جائے اور ہر دو امور میں احتیاط ہو جائے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ منورہ کی کیا فضیلت ہے؟ اور محض اس کی زیارت کے لئے سفر کرنا جائز ہے یا

نہیں؟ کیونکہ ابن عبدالوہاب نے اپنی تصنیف کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ نبی و ولی وغیرہ کے مقبرہ کی طرف سفر کر کے جانا حرام ہے اور اپنے باطل دعویٰ پر حدیث لا تشد الرحال الا الی ثلثۃ بھی پیش کر دی ہے۔ اب اس کا جواب باسند صحیح تحریر فرماویں۔

الجواب: بخاری سیپارہ پانچ صفحہ ۳۰ حدیث باسناد صحیح روضہ منورہ کی فضیلت پر بایں طور شاہد ہے۔

" قال رسول اللہ ﷺ ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ...... الخ "

یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ درمیان گھر میرے اور منبر میرے کے ایک باغ ہے جنت کے باغوں سے اور حدیث میں ما بین قبری ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ بھی وارد ہے اور حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ میں ومنبری علی حوضی بھی آیا ہے یعنی درمیان قبر اور منبر میرے کے ایک باغ ہے جنت کے باغوں سے اور منبر میرا اوپر حوض میرے کے ہے اور آپ نے فرمایا کہ جو شخص میری مسجد میں آ کر نماز ادا کرے تو اس کو ہزار نماز سے زیادہ ثواب ملے گا وہو ہذا۔

" عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال صلوۃ فی مسجدی ہذا خیر من الف صلوۃ فیما سواہ الا المسجد الحرام "

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ ایک نماز بیچ مسجد میری کے بہتر ہے ہزار نماز سے بیچ ماسوا اس کے مگر مسجد کعبہ اور مکہ و مدینہ طیبہ کی فضیلت تمام روئے زمین کے شہروں پر باتفاق علمائے دین کے ہے۔ چنانچہ کتاب بخاری باب ماذکر النبی ﷺ جلد ثانی صفحہ ۱۰۷۳ میں مذکور ہے۔

" حض علی اتفاق اہل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ وما کان بہا من مشاہد النبی ﷺ والمنبر والقبر ...... الخ "

یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ترغیب دی اتفاق اہل علم پر کہ جس پر اجماع کیا اہل حرمین مکہ و مدینہ نے اور جو کچھ مشاہدہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور مہاجرین و انصار کا ہے اور مصلی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا اور منبر اور قبر آپ کی ...... الخ۔ اور اس پر علامہ کرمانی نے حاشیہ شرح بخاری پر لکھا ہے وقال مالک اجماع اہل المدینۃ حجۃ یعنی کہا امام مالک نے کہ صرف اتفاق مدینہ شریف والوں کا دلیل شرعی ہے۔ نقل از توضیح دلائل صفحہ ۱۹ اور آنحضرت ﷺ کے روضہ منورہ کی زیارت کے لئے سفر کرنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ واقوال آئمہ اربعہ سے ثابت ہے وہو ہذا۔

﴿قال اللہ تعالیٰ ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما﴾

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب اے حبیب وہ ظلم کریں اپنی جانوں پر اور تیرے دربار میں حاضر ہو کر بخشش طلب خدا سے کریں تو آپ بھی بخشش ان کے لئے مانگیں تو اللہ تعالیٰ کو پائیں گے بخشنے والا مہربان۔

آیت دوم: ﴿ومن یخرج من بیتہ مہاجرا الی اللہ ورسولہ ثم یدرکہ الموت فقد وقع اجرہ علی اللہ﴾

یعنی جو شخص اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کے لئے نکلے پھر اس کو راستہ میں موت آ جائے تو اللہ تعالی کے اوپر ہوگا اس کا اجر......الخ۔

پس ان ہر دو آیات سے ظاہر ہوا کہ جب لوگوں کے گناہ بیشمار ہو جائیں تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار شریف پر حاضر ہو کر بخشش طلب کریں اور اگر راستہ میں مر جائیں تو ان کا اجر اللہ تعالی کے ذمہ ہوگا اور بخشش طلب کرنا آپ کی حیات میں مقید نہیں بلکہ آپ کے انتقال کے بعد بھی ہمیشہ کے لئے باقی ہے چنانچہ ارشاد الہی وارد ہے واستغفر لذنبک وللمؤمنین والمومنات۔ اور جب کوئی مومن آپ کے دربار شریف پر جائے تو اس کو مستحب ہے کہ یہ آیت پڑھ کر اپنے گناہوں کی مغفرت طلب کرے اور نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں وارد ہے کہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام کے انتقال کے بعد ایک اعرابی نے آپ کے دربار شریف یعنی آپ کے مقبرہ منورہ پر کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں بہت گناہ گار ہوں آپ میرے لئے دعائے مغفرت فرمائیے۔ تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی تربت شریف سے آواز آئی کہ اللہ تعالی نے تجھے بخش دیا ہے نقل از جوہر المنظم۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ صاحب نے زیارت روضہ منورہ پر اجماع نقل کیا ہے اور اس بارہ میں بہت سی احادیث بھی نقل فرمائی ہیں ان میں سے چند حدیثیں فقیر بھی تحریر کر دیتا ہے وہو ہذا من حج البیت ولم یزورنی فقد جفانی یعنی جس نے کعبہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی اس نے مجھ پر جفا کیا اور اس حدیث کو ابن عدی نے روایت کیا ہے۔

حدیث دوم: "من زار قبری وجبت له شفاعتی"

"یعنی جو شخص میرے مزار کی زیارت کرے گا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔"

حدیث سوم: من زارنی بعد موتی فکانما زارنی فی حیاتی اور حدیث لا تشد الرحال کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جو فرقہ وہابیہ نے سمجھ رکھا ہے کہ سفر کرنا برائے زیارت رسول اللہ ﷺ و اولیائے عظام شرک اکبر ہے۔ بلکہ اس حدیث صحیح سے مراد یہ ہے کہ سوا مسجد کعبہ و مسجد نبوی و مسجد بیت المقدس کے اور مسجدوں کی طرف برائے تعظیم و نماز کی غرض سے سفر نہ کرنا چاہئے اور اگر اس حدیث سے یہ عبارت مقدر نہ مانی جاوے گی تو تمام سفر کرنے حرام تصور کرنے پڑیں گے۔ باقی مفصل ذکر اس کا جلد اولین میں گذر چکا ہے ان سے مطالعہ کریں فقط۔ (المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص موضع چڑاطشادوالہ سے عرصہ چھ سات سال کا ہوا ہے کہ ملک چین میں کئی ایک ہمراہیوں کے ساتھ مل کر چلا گیا ہے۔ چار سال متواتر اس کی چٹھیاں اور روپے آتے رہے ہیں۔ اب عرصہ دو سال کا ہوا ہے کہ اس نے کوئی خط روانہ نہیں کیا۔ لیکن اسکے ہمراہیوں کے خطوط اسکو زندہ بتلاتے ہیں۔ اب

ایک مفتی ہکھیلوالہ کسی محمد یوسف غیر مقلد نے اسکی زوجہ کو نکاح ثانی کا فتویٰ دے دیا ہے۔ اس پر میاں محمد غیر مقلد نے اس عورت کا نکاح دوسرے شخص سے کردیا ہے اب یہ نکاح صحیح ہے یا نہیں؟ اور نکاح خوان و مفتی غیر مقلد پر کیا تعزیر ہے جواب بسند الکتاب تحریر فرماویں فقط۔ (السائل خادم العلماء جلال الدین امام مسجد موجو الله ڈاک خانہ فتح گڑھ پسرور ضلع ...)

الجواب: یہ نکاح نزدیک علمائے محققین اہل سنت وجماعت کے ہرگز ہرگز درست نہیں اور قرآن مجید و احادیث مع اقوال آئمہ اربعہ بھی اسی بات پر شاہد ہیں۔ جیسا کہ ان دلائل قاطعہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

﴿ قال الله تعالی وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَامَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ﴾

ترجمہ: (فرمایا اللہ تعالیٰ نے) حرام کی گئی ہیں تم پر خاوند والی عورتیں۔ مگر وہ جن کے مالک ہوئے داہنے ہاتھ تمہارے پس اس آیت سے ثابت ہوا کہ سوا ان عورتوں کے جو دارالحرب سے پکڑ لائے ہوں دوسری خاوند والی جائز نہیں یعنی ان سے نکاح کرنا حرام ہے اور یہ ظاہر ہے کہ مفقود کی زوجہ کا نکاح تو بالیقین ہو چکا اور بدوں طلاق و موت مفقود کے وہ عورت کسی سے نکاح نہیں کرسکتی اور اس کی موت یا طلاق میں تو وہم وشک ہے کہ شائد وہ مرگیا ہوگا یا طلاق دے دیا ہوگا تو اس صورت میں نکاح نہیں ٹوٹ سکتا کیونکہ الیقین لا یزول بالشک ایک مسلمہ اصول ہے۔ اور حدیث مرفوع بھی اس پر شاہد ہے چنانچہ تقویم صفحہ ۳۷ اور اخرجہ دار قطنی میں بایں طور مسطور ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے۔

"امرأة المفقود امرأته حتى يأتيها الخبر"

یعنی مفقود کی بی بی اس کی بی بی ہے جب تک پاوے خبر موت یا طلاق کی۔ اور اسی کتاب میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

"قال في امرأة المفقود هي امرأة ابتليت فلتصبر حتى تأتيها موت او طلاق اخرجه عبد الرزاق"

ترجمہ: فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیچ حال عورت گم مرد کے کہ وہ عورت مبتلا ہے پس چاہئے اس کو کہ صبر کرے یہاں تک کہ آئے اس کو خبر موت یا طلاق کی الخ۔ اور اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ دو حدیثیں ضعیف ہیں دیکھو کتب اسماء الرجال و فتاویٰ عبدالحی حنفی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ ان میں کلام ہے لیکن ان کے متن کی صحت میں کسی فرد و بشر کو کلام نہیں۔ اور دوسری وجہ یہ ہے جو ان کے روایات میں جرحیں ہوئی ہیں وہ سب کی سب مبہم و مجمل ہیں جو کہ محدثین کے نزدیک غیر مقبول ہیں۔ اور صاحب شامی نے لکھا ہے کہ جس حدیث سے کوئی مجتہد استدلال پکڑے تو وہ حدیث صحیح تسلیم کی جاتی ہے فھو بذا المجتہد اذا استدل بحدیث کان تصحیحا لہ یعنی مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو وہ استدلال اس حدیث کی تصحیح ہوگا پس یہ ظاہر ہے کہ امام شافعی اور امام اعظم رحمہ اللہ نے ان حدیثوں سے استدلال اخذ کیا ہے لہٰذا یہی ان کے صحیح ہونے کی دلیل کافی ہے اور علاوہ اس کے نظم الدرر کی شرح میں لکھا ہے۔

"المقبول ما تلقاہ العلماءُ بالقبول وان لم یکن له اسناد صحیحٌ الی اخرھا او وافق ایته من کتاب الله او بعض اصول الشریعة حیث لم یکن فی سندہ کذابٌ علی ماذکرہ الحصار"

یعنی حدیث کی صحت کی یہ بھی ایک دلیل ہے کہ صاحب علم اس حدیث شریف کے ساتھ قائل ہوں۔ اور مقبول وہ حدیث ہے جس کو علمائے دین نے قبول فرمالیا ہو۔ اگرچہ اس حدیث کی سند صحیح نہ ہو یا کسی آیت کے موافق ہو تو وہ حدیث بھی مقبول ہوتی ہے یا بعض اصول شریعت کے مطابق ہو اور اس کی سند میں کوئی کذاب نہ ہو ہکذا فی السخاوی شرح الفیہ وتصنیف ابن حجر۔ اور صاحب نصب الرایت نے صفحہ میں بایں طور اس مسئلہ کو حل کیا ہے۔

"اخبرنا معتمرٌ عن ابن ابی لیلی عن الحکم ان علیاً قال فذکرہ سواءٌ واخبرنا سفیانُ الثوری عن منصور بن المعتمر عن الحکم بن عتبة عن علی قال تتربص حتی تعلم احیٌ ھو ام میتٌ الخ. اخبرنا ابن جریجٍ قال بلغنی ان ابن مسعودٍ وافق علیاً علی انھا تنظرہ ابداً"

ترجمہ: یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مفقود کی بی بی وہ عورت ہے جو آزمائی گئی ہے۔ پس چاہئے کہ صبر کرے۔ یہاں تک کہ آوے اس کو خبر موت یا طلاق کی اور حضرت عبداللہ بن مسعود بھی اس مسئلہ حضرت علی کے موافق ہیں اور وہ عورت اپنے خاوند کا ہمیشہ انتظار کرے۔ اور فتاویٰ نعمانیہ میں اس کے تحت میں یوں لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث تلخیص میں جو روایت امام شافعی نے بھی لکھی ہے اور کہا بیہقی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث علی رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے۔ اس روایت میں حضرت علی نے اس شبہ کا بھی جواب دے دیا جو عموماً لوگ کرتے ہیں کہ اگر نکاح نہ کیا جاوے تو پھر وہ عورت کیا کرے۔ حضرت علی فرماتے ہیں کہ اس عورت کو یہ خدا کی طرف سے ابتلا ہے۔ اس کو چاہئے کہ صبر کرے۔ پس یہ موقوف حدیثیں اس مرفوع حدیث کی تائید کرتی ہیں جو اوپر گذر چکی ہے۔ اور اس کو ان سے قوت حاصل ہوگئی رہی یہ بات کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک عورت کو چار برس کی مدت تک کا حکم فرمایا تھا بیشک لیکن اس میں چند شرائط ہیں جو ان کے اثر کی تمام مرویات سے نکلتے ہیں۔ یہ کہ عورت قضا قاضی میں نالش کرے۔ قاضی اس کو چار برس کے انتظاری کا حکم دے اور یہ مہلت اس تاریخ سے شروع ہوگئی جس میں اس نے مرافعہ کیا ہے۔ اس سے پہلے خواہ کتنے ہی برس بیٹھی رہے وہ شمار نہیں پھر چار برس گذر جانے کے بعد قاضی اس کے خاوند کے ولی سے طلاق دلواوے۔ پھر وہ عورت عدت گذارے تو اب یہ خیال کرنا چاہئے کہ ہمارے ملک میں قضا کا کس کو اختیار ہے۔ اور باقی شرائط کب موجود ہوتے ہیں۔ الخ۔ اور افسوس ہے کہ جب فرقہ وہابیہ صحابی کے قول کو حجت نہیں مانتے تو پھر اپنا الو سیدھا کرنے کی خاطر خواہ مخواہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ جو مرجوح ہے پیش کر دیتے ہیں۔ اور حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فیصلہ کو پس پشت پھینک دیتے ہیں اور فتح الباری شرح صحیح بخاری جلد ۲۸ صفحہ ۳۹۵ کی جو عبارت ذیل میں درج ہے اس کی طرف بھی کچھ غور نہیں کرتے۔

"اذا اختلف الصحابة لم يكن قول بعضهم حجة بغير مرجح"

یعنی جب کہ اصحابہ مختلف ہوں تو ان میں سے کسی کا قول بغیر مرجح کے حجت نہیں ہے۔ اس لئے قول حضرت علی وابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر عمل کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کا فیصلہ مطابق قرآن مجید اور حدیث مرفوع کے ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر کوئی آیت شاہد نہیں اور نہ وہ حدیث مرفوع ہے۔ صرف قیاس واجتہاد ہے۔ اور علاوہ اس کے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رجوع بھی ثابت ہے۔ چنانچہ ہدایہ شریف وفتح القدیر وعنایہ وعلامہ بدر الدین عینی نے بالفاظ صریح کرکے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے۔ اور فتاویٰ لغاتیہ بحوالہ کتاب امام محمد ہ بحرح سے لکھا ہے۔

"ثم روينا ان عمر رجع عن هذا بعينه الى قول على وقال على هى امرأة الاول لا يتزوج حتى يأتيها الخبر بطلاقه او بموته وهذا احب الينا واشبه بالكتاب والسنة ـ الخ"

اور ایسا ہی مجلی شرح موطا میں ہے اور امام زیلعی نے نصب الرایہ اخرج ابن ابی شیبہ سے تحریر فرمایا ہے۔

"عن ابى قلابة وجابر ابن زيد والشعبى والنخعى كلهم قالوا ليس لها ان تتزوج حتى يتبين موته"

ترجمہ: یعنی ابی قلابہ وجابر بن زید وشعبی ونخعی سب فرماتے ہیں کہ مفقود کی بی بی کو نکاح کرنا جائز نہیں یہاں تک کہ مفقود کی موت ظاہر ہو جاوے۔ اور امام شافعی اور اہل کوفہ اور ایک قول امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا بھی اسی طرح ہے چنانچہ فتح الباری جز ۲۱ صفحہ ۲۶۶ اس بایں طور مسطور ہے۔

"ومن طريق النخعى لا تزوج حتى يتبين امرأة وهو قول فقهاء الكوفة والشافعى وبعض اصحاب الحديث الخ ـ وقال احمد واسحق من غاب عن اهله فلم يعلم خبره لا تاجيل فيه وانما يوجل من فقد فى الحرب اوفى البحر او نحو ذلك"

یعنی امام احمد واسحق فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے اہل سے غائب ہو جائے اور اس کی کوئی خبر معلوم نہ ہو اس میں کوئی مدت نہیں۔ یعنی اس کی بی بی چار سال کے بعد نکاح نہیں کر سکتی البتہ جو شخص لڑائی میں یا دریا میں اور مثل اس کے جس میں مظنہ ہلاک گم ہو جائے تو اس کے لئے مدت ہے۔ اور ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے۔

"وفرق مالك بين من فقد فى الحرب فتوجل الاجل المذكور وبين من فقد فى غير الحرب فلا توجل بل تنتظر مضى العمر الذى يغلب على الظن انه لا يعيش اكثر منه"

ترجمہ: حضرت امام مالک فرماتے ہیں درمیان اس شخص کے جو لڑائی میں گم ہو اس کی عورت کو چار سال کی مہلت دی جاوے اور درمیان اس شخص کے جو لڑائی کے سوا کسی اور جگہ گم ہو جائے اس کو مہلت نہ دی جائے گی بلکہ اس کی عورت اتنا عرصہ انتظاری کرے کہ ظن غالب ہو کہ اس سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا ہے۔ اور امام صاحب کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور جو فقہائے کرام نے ستر (۷۰) یا نوے (۹۰) سال کا حکم لگایا وہاں سے مراد موت حکمی ہے نہ حقیقی۔ لہٰذا وہ عورت نوے

دعا خیر کو ویسی دعا نہ جانو جیسی دعا تم ایک دوسرے کے حق میں کرتے ہو اس واسطے کہ رسول کی دعا بیشک قبول ہے خدا کی درگاہ میں یا تم رسول کو ایسا نہ پکارا کرو جس طرح ایک دوسرے کو فقط نام لے کر پکارتے بلکہ چاہئے کہ تعظیم کے ساتھ پکارا کرو جیسے یا رسول اللہ۔ یا نبی اللہ۔ اس واسطے کہ حق تعالیٰ نے سب انبیاء علیہم السلام کو قرآن میں نام لے کر پکارا اور اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے بزرگی کے ساتھ خطاب کیا۔

بیت

یا آدم است باپدر انبیا خطاب　　　　یا ایها النبی خطاب محمد است

سلطان الفقہ صفحہ ۲۸ میں بدیں عبارت مضمون منقول ہے یعنی بوقت مصیبت صلحاء سے مدد مانگنی جائز ہے چنانچہ خود ابوالبشر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوسیلہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسم مبارک بخشش طلب کی۔

"لما اقترف الخطيئة قال يا رب اسئلك بمحمد ﷺ ان تغفرلي فقال الله تعالىٰ قد غفرت لك ان سئلتني بحقه رواه مسلم"

اور حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص نابینا حضور کی خدمت اقدس میں آیا اور اس نے عرض کیا کہ حضرت میں نابینا ہوں کوئی مجھے دعا فرمایئے کہ آنکھوں میں روشنی ہو جائے تو آپ نے اس کو بایں الفاظ تعلیم فرمائی۔

"اللهم اني اسئلك واتوجه اليك بنبيك محمد نبي الرحمة يا محمد اني اتوجه بك الى ربي في حاجتي هذه ان تقضي لي اللهم فشفعه ... الخ"

یعنی الٰہی میں تجھ سے دعا مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ تیرے نبی ﷺ کے مہربانی کے نبی ہیں یا رسول اللہ میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اس حالت میں توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت پوری ہو الٰہی ان کی شفاعت میرے حق میں پوری ہو۔ پس اس حدیث سے تینوں طرح کی استعانت بزبان حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ثابت ہوئی ہے یعنی اس طرح کہنا کہ یا خداوند بواسطہ فلاں نبی یا ولی میرا کام کر یا اس طرح کہنا کہ یا نبی میں تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہوں یا اس طرح کہنا کہ یا نبی یا ولی میری طرف دیکھو اور مدد کرو اس سے انکار کرنا محض جہالت وضلالت ہے اکثر صحابہ کرام روم وشام کی جنگوں میں بعض وقت تنگ آ کر یا محمد یا محمد کرکے پکارتے تھے اور اسی وقت فتح ونصرت اس اسم مبارک کی برکت سے پاتے تھے اور ایک روز کا ذکر ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کا پاؤں بے حس ہو گیا تھا تو کہا گیا کہ تم بہترین پیارے کو اس وقت یاد کیوں نہیں کرتے۔ پس اسی وقت عبداللہ بن عمر نے یا محمداہ کہہ کر پکارا تو اچھا ہو گیا وہ حدیث یہ ہے:

"ان ابن عمر رضي الله عنهما خدرت رجله فقيل اذكر احب الناس اليك فصاح يا محمداه فانتشرت"[۱۳]

نقل از کتاب المظفر صفحہ ۱۹۳ تصنیف امام بخاری اور امام طبرانی نے اپنے معجم میں بروایت عثمان بن حنیف اس طرح بیان کیا ہے کہ خلافت حضرت ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں آپ کی خدمت میں ایک شخص آیا کرتا تھا لیکن آپ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے آخر الامر اس نے عثمان بن حنیف کے آگے یہ معاملہ بیان کیا اور حضرت عثمان بن حنیف نے اس کو یہ وظیفہ فرمایا کہ وضو کر کے دو رکعت نماز نفل پڑھ کے اس کے بعد یہ دعا پڑھا کر:

"اللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ واتوجہ الیک بنبینا محمد ﷺ نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فیقضی حاجتی"

جب اس نے یہ دعا پڑھی تو حضرت امیر المومنین نے ایک آدمی بھیج کر اس کو طلب کیا اور اس کو اپنے پاس بٹھایا اور نہایت مہربانی سے پیش آئے اور فرمایا کہ جب تجھ کو کوئی حاجت ہوا کرے تو میرے پاس آ جایا کر اور وہ شخص اس جگہ سے آ کر حضرت عثمان بن حنیف کو ملا اور کہا کہ حضرت میں آپ کا نہایت مشکور ہوں کہ میری حاجت پوری ہو گئی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وظیفہ ایک روز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک اندھے کو فرمایا تھا نقل از مسلم و ابن ماجہ و حاکم و بیہقی و امام الائمہ ابن خزیمہ و امام ابو القاسم طبرانی اور امام نسائی نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور مجدد مأۃ حاضرہ حضرت مولانا العلامہ الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی نے اپنے رسالہ میں جو انوار الانبیاء سے موسوم ہے صفحہ ۲۹ بحوالہ فتاویٰ خیریہ علامہ خیر الدین رملی استاد صاحب درمختار سے بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں:

"سئلت عمن یقول فی حال الشدائد یا رسول اللہ او یا علی او یا شیخ عبد القادر مثلا ھل ھو جائز شرعاً ام لا اجیب نعم الاستعانۃ بالاولیاء و ندائھم و توسلھم امرٌ مشروعٌ وشئ مرغوبٌ لا ینکرہ الا مکابرٌ او معاندٌ وقد حرم برکۃ الاولیاء والکرام"

اور اسی رسالہ میں نقل از بہجۃ الاسرار حضور پرنور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تحریر کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر کسی شخص کو کوئی مہم سخت پیش آ جائے تو وہ پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے پھر گیارہ بار درود شریف پڑھے اور گیارہ قدم عراق شریف کی طرف چلے اور اس وقت یاد کرے نام میرا اور حاجت اپنی کو یاد کرے تو اس کی حاجت پوری ہو گی ۱۲۔

اور مائی صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں طور فریاد تحریر ہے:

الا یا رسول اللہ کنت رجاء نا   وکنت بنا براً ولم تک جافیاً

اور حضرت زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طور سے توسل کیا۔

یا رحمۃ للعلمین ادرک لذین العابدین   محبوس اید الظلمین فی الموکب والمزدحم

اور مائی زینب بنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اسی طور بوقت مصیبت استغاثہ کیا۔

یا جدی من تکلفی وطول مصیبتی   لما اعانیہ القوم والعدی

یعنی اے میرے دادا ایسی بے کسی کے وقت کون ہے سوا تمہارے جو اعانت کرے ہماری اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طور اپنے قصیدہ میں استغاثہ کیا۔

یا اکرم الثقلین یا کنز الوری ۔۔۔ جدلی بجودک وارضنی برضاک
انا طامع بالجود منک ولم یکن ۔۔۔ لابی حنیفۃ فی الانام سواک

اور حضرت قطب الاقطاب محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس طور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استغاثہ کیا۔

یا رسول اللہ اسمع قالنا ۔۔۔ یا حبیب اللہ انظر حالنا
انی فی بحر غم مغرق ۔۔۔ خذ یدی سھل لنا اشکالنا

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مشکوٰۃ اور ملا جامی علیہ الرحمہ نفحات الانس میں اور نیز دیگر کتب معتبرہ میں لکھا ہے کہ انبیاء و اولیاء و شہدا زندہ ہیں اور ان سے استمداد و استعانت و استغاثہ کرنا جائز ہے اور تفسیر حسینی و روائح مجددی و روح البیان وغیرہ میں لکھا ہے کہ اولیاء و انبیاء و صلحاء قبروں میں حیات ہیں اور ان کے اجسام کو خاک نہیں کھاتی۔ نماز و روزہ رکھتے ہیں اور قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں۔ اور دنیا کے تمام امور انہی پر مفوض ہیں اور متوسلین کی حاجت ادا کرتے ہیں اور زائرین کے سلام کا جواب دیتے ہیں چنانچہ تاریخ مدینہ جذب القلوب بروایت سعید بن مسیب تابعی سے ہے کہ جب یزید کے سالار نے مدینہ طیبہ کو ویران کیا تو اس وقت تین یوم آذان مسجد نبوی میں نہیں ہوئی۔ لیکن حضور کی قبر مبارک سے پانچوں وقتوں کی اذان و اقامت کی آواز سنائی دیتی اور میں حضور کے پیچھے تین روز تک تکبیر تحریمہ سے نماز پڑھتا رہا۔ اور تاریخ ابن عساکر میں منہال نے ابن عمر سے روایت کی کہ جب حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مبارک دمشق میں لایا گیا تو ایک شخص نے تلاوت قرآن مجید میں یہ آیت با آواز بلند پڑھی: ﴿ اِنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ﴾ تو سر مبارک سے فصیح آواز آئی: "اعجب من اصحب الکھف قتلی وعملی"

یعنی میرا شہید ہونا اور اٹھایا جانا اصحاب کہف سے زیادہ عجیب ہے اور آیہ کریمہ ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا ﴾ سے ہر دو قسم کے شہید مراد ہیں اگرچہ بظاہر شہدا احد کے لئے نازل ہوئی ہے۔ اور کتاب الجواہر المنظم مطبوعہ مصر صفحہ ۹۳ میں بروایت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ہے کہ ایک شخص اعرابی بعد وفات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آپ کے مزار شریف پر یوں کہنے لگا کہ یا حبیب اللہ یا رسول اللہ سنا میں نے کہ آپ کی دعا قبول ہوتی ہے اور جو آپ کے پاس آوے تو آپ اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور کو اس بات کا حکم دیا ہے اور میں نہایت درجہ کا بدکردار ہوں لہٰذا میرے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگو تو اسی وقت قبر سے آواز آئی کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ نے بخش دیا ہے:

"وقد ظلمت نفسی وجئتک ان یستغفرلی الی ربی فنودی من القبر الشریف انہ قد غفر لک"

اور اگر کوئی غیر مقلد یعنی وہابی اعتراض کرے کہ قرآن میں صاف صاف حکم ہے کہ سوائے اللہ تعالی کے کوئی مدد نہیں دے سکتا جیسا کہ مَالَكُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ سے ثابت ہے اور حدیث میں ہے کہ جو چیز مانگو اللہ تعالی سے مانگو وہ خود دے گا۔ اگر غیر سے مانگو یا اس کے سوا کسی نبی ولی کو متصرف مانو گے جیسا رسول اللہ یا نبی اللہ یا ولی اللہ کہو گے تو مشرک ہو جاؤ گے۔ یہ محض فرقہ وہابیہ نجدیہ کہ سراسر جہالت و نا سمجھی ہے کیونکہ ہم بھی کہتے ہیں کہ حقیقتاً معاون و ناصر و ولی خداوند کریم کی ذات پاک ہے ہاں اگر کوئی مسلمان مستقل متصرف ان امور میں کسی غیر کو سمجھے بیشک وہ شبہ شرک سے خالی نہیں۔ ہاں اگر مطلق کسی کو ولی یا معاون یا ناصر سمجھے تو مشرک نہیں ہوگا۔ کیونکہ ایسا شرک تو قرآن مجید سے کئی جگہ ثابت ہے لقولہ تعالی اَغْنٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ یعنی دولت مند کر دیا ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے ایضاً لقولہ تعالی وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ولقولہ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ یعنی انعام کیا اللہ نے اس پر اور انعام کیا تو نے اے نبی کریم: ﴿ ولقولہ يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ولقولہ تعالی وَيُزَكِّيْهِمْ ﴾ یعنی آپ پاک کرتے ہیں انہیں گناہوں سے ولقولہ تعالی اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ اللہ ہے مددگار تمہارا اور اس کا رسول اور ایمان والے اور حدیث دیکھو ما اغناہ اللہ ورسولہ رواہ بخاری عن ابی ہریرۃ یعنی ابن جمیل کو غنی کر دیا اللہ اور اس کے رسول نے وایضاً فان اللہ ھو مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین یعنی بیشک اللہ ہے اپنے نبی کا مددگار اور جبرائیل و نیک مسلمان اور حدیث صحیح میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ میں خزانہ دیا گیا ہوں اور تقسیم کرتا ہوں اور پہنچاتا ہوں ہر ایک کو حصہ جو لکھا گیا ہے واسطے اس کے اور حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔

" اللہ یعطی وانا قاسم وکان یوصل علی کل احد نصیبہ الذی کتب لہ وانہ اعطی مفاتح الخزائن "

اور ترمذی وحاکم نے انس سے اس طرح ذکر کیا ہے:

" الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض بھم تمطرون وبھم تنصرون رواہ طبرانی فی الکبیر "

یعنی میری امت میں تیس (۳۰) ابدال ہیں انہی کی برکت سے مدد دیئے جاتے ہیں و انبیاء و اولیاء و صالحین کو ہر وقت و ہر لحظہ میں حاضر ناظر نہ سمجھا جائے کیونکہ ہر وقت حاضر و ناظر ہونا خداوند کریم کا خاصہ ہے اور انبیاء و اولیاء حاضر بحکم خداوند کریم ہو سکتے ہیں کیونکہ ان کو بندش نہیں جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں کما مر اور کتب فقہ مثل درمختار و نہر الفائق شرح کنز الدقائق و مراقی الفلاح شرح نور الایضاح و شامی و امام غزالی کی کتاب احیاء العلوم وغیرہم میں اس طور لکھا ہے کہ بوقت تشہد السلام علیک ایہا النبی کے پڑھنے کے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات بابرکات کو حاضر سمجھا جاوے اور اس کلمہ کو بطور حکایت کے ہرگز نہ پڑھا جاوے:

" وقبل ذلک ایہا النبی احضر شخصہ الکریم فی قلبک ویصدق الملک فی انہ یبلغہ ویرد علیک ما ھو

ادنی منہ ایضا ویتصدق بالفاظ تشہد معانیہا مرادۃ لہ علی وجہ الانشاء کانہ یحی اللہ تعالٰی وسلم علی نبیہ وعلی نفسہ واولیائہ لا الاخبار عن ذلک وفی اشامیہ لا بقصد الاخبار والحکایۃ عما وقع فی المعراج منہ"

اور قرآن مجید میں صاف صاف حکم ہے کہ جو زبان سے الفاظ صادر ہوں دل میں بھی ویسا ہی اعتقاد ہو تب مومن صادق ہوتا ہے لقولہ تعالٰی ﴿ یَقُوْلُوْنَ بِاَلْسِنَتِهِمْ مَا لَیْسَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ اور معیار میں ہے۔

اِنَّ الرَّجُلَ لَا یَکُوْنُ مُؤْمِناً حَتّٰی یَکُوْنَ قَلْبُهٗ مَعَ لِسَانِهٖ سَوَاءً یَکُوْنُ لِسَانُهٗ مَعَ قَلْبِهٖ اولا۔ اور ترمذی میں بروایت ابوہریرہ مروی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں ہر ایک مسلمان کی قبر میں حاضر ہوتا ہوں اور میت کے فرشتے بٹھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ شخص کون ہے اور اس کے حق میں تو کیا کہتا ہے تو جواب دیتا ہے کہ یہ بندہ اللہ کا اس کا بھیجا ہوا ہے اور کلمہ پڑھ کر سنا دیتا ہے اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں:

"فیقولان ما کنت تقول فی ھذا الرجل فیقول ھو عبد اللہ ورسولہ واشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمدا عبدہ ورسولہ"

فقط جملہ کتب صحیحہ میں یہ مسئلہ ثبت ومدلل بالدلیل واقع ہے لہٰذا منکرین قول یارسول اللہ فرقہ وہابیہ نجدیہ میں سے ہیں اگر اور کسی قسم کا تنازعہ قول ہذا میں پیش کریں تو ان سے حسب ایماء ومدعا تحریر کرا کر مع دلیل ارسال فرمائیں جواب باصواب دندان شکن دیا جائے گا۔

(المجیب محمد عبد الرحمن فقیر محمد عبد الرحیم خادم بارگاہ حضرت پیر صاحب کنگلی کوہاٹی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ)

مولوی محمد صدیق بحری والے کے عقائد اور اس کے وعظ وہابیہ کی تردید جو کہ میرے ایک دوست نے برسر جلسہ اس کے روبرو لفظ بلفظ تردید کی۔ اب ناظرین ہر دو فریق کی تقریر سے مذہب اور عقائد کی جانچ خود کر لیں اور ایسے لوگوں کے مکر وفریب سے اپنے آپ کو بچائیں فقط۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ بجب رجب ۱۳۳۸ھ میں حضرت صاحبزادہ صاحب والا مناقب مولوی فخر الدین صاحب بیربل شریف والے جھنگ احمد یار میں تشریف لائے جمعہ کے روز گرد ونواح کے لوگ بہت جمع ہوئے مولوی محمد صدیق دیکھے تارڑ سے بوجہ چلے آئے سب نمازیوں کے خود بھی مجبوراً چلا آیا۔ صاحبزادہ موصوف نے محمد صدیق کو وعظ کے واسطے ارشاد فرمایا مگر اس کی اندرونی مرض جوش میں آ گئی۔ اور وعظ میں جو نامناسب اعتراض صوفیائے کرام پر کئے درج ذیل ہیں اور بندہ نے فی البدیہہ منبر پر مولوی صاحب کو جواب دیے تھے۔

☆ آجکل توحید کے دشمن اور دین کے برہم زن اولیاء وصوفی لوگ ہیں شرک کماتے ہیں اور کھاتے ہیں۔

☆ ام الصبیان آسیب وغیرہ امراض جو بچوں کو یہ بتلاتے ہیں یہ کچھ بات نہیں ہے۔ صرف یہ لوگ تحصیل درہم کے

واسطے حیلہ بناتے ہیں۔ اگر یہ کچھ ہوتا تو کتے کے متعدد بچوں کو اور مرغی کے چوزوں کو کیوں نہ ہوتا جو کہ کبھی ان کو نہیں ہوا۔

☆ بزرگوں سے دعا کرانے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ ہی قرآن شریف میں یہ امر ہے اور نہ ہی بزرگوں کی دعا کو فوقیت ہے آیہ ﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ اور آیہ ﴿اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ﴾ خود ہی دعا کرنے کی ہدایت فرماتی ہے۔

☆ بیعت صرف جہاد کے واسطے مشروع تھی۔ اب جو پیر بیعت کرتے ہیں یہ کچھ نہیں ہے۔ خصوصاً عورتوں کو کسی جگہ بیعت کا حکم نہیں آیا۔ اور نہ عورتوں کا پیروں بزرگوں کے پاس جانا جائز ہے۔

☆ عرس جو پیروں نے مقرر کر لیے ہیں ناجائز ہیں مگر یہ لوگ ایک تاریخ پر لوگوں کو جمع کر کے روپے پیسے ٹٹول لیتے ہیں یہ سخت منع ہے بلکہ عرس سخت منع ہے۔

☆ آج کل کے پیر و مولوی سب تارک الزکوۃ ہیں میں نے کبھی کسی فقیر و مولوی کو زکوۃ دیتے نہیں دیکھا بے فائدہ مکانات بناتے ہیں یا جمع کرتے ہیں۔

الجواب ۱: یا تو آپ نے صوفی کی تعریف و توصیف معلوم کرنے کے بغیر ہی کہہ دیا ہے کہ اولیاء و صوفی شرک کماتے ہیں۔ یا خدا نے نظر حق بین نہیں بخشی دیکھو ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ﴾ اور ﴿اِنْ اَوْلِیَآؤُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ﴾ متقی لوگ ہی اللہ کے دوست ہیں پس جس میں اتقا ہے وہ شرک و کفر کس طرح کما سکتا ہے۔

الجواب ۲: ام الصبیان و آسیب بنی آدم کو ہی تکلیف پہنچاتے ہیں کیونکہ شیاطین آدمی کے دشمن ہیں اسی واسطے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے" وقل رب اعوذ بک من همزات الشیطین واعوذ بک ان یحضرون" اور جو کافر جن ہیں وہ بنی آدم کو اذیت پہنچاتے ہیں دیکھو تفسیر عزیزی، "ومنا القاسطون" کے ذیل میں درج ہے اور اسی طرح حدیث میں ہے:

"وکل بالمؤمنین مائة وستون ملکا یذبون عنه کما یذب عن قصعة العسل الذباب ولو وکل العبد الی نفسه طرفة عین لا تختطفه الشیاطین عضواً عضواً"

تفسیر عزیزی سورہ طارق اور "انه لکم عدوٌ مبینٌ" سے ظاہر ہے شیطان انسان کا دشمن ظاہر ہے یعنی ایمانی اور جانی عداوت سے نہیں رکتا۔ اور معوذتین کی تفسیر میں شاید آپ نے کبھی خیال نہیں کیا یا دلی غصے نے چشم حق بین پر پردہ ڈال دیا ہے۔

الجواب ۳: افسوس کہ دعویٰ تو یہ ہے کہ میں قرآن ہی کا وعظ کرتا ہوں اور ایک دلیل بھی سوائے قرآن کے نہیں دیتا۔ مگر قرآن شریف کی طرف خیال نہیں کرتے۔ خود قرآن شریف سے ثابت ہے کہ بزرگوں سے دعا منگوائی جائے۔ دیکھو ﴿قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا خٰطِـٕیْنَ﴾ یہ تو فرزندان یعقوب نے سوال کیا اور خود یعقوب علیہ السلام نے

﴿سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ﴾ کہا ورنہ چاہیے دیکھو:
ان کی عرض کو منظور فرما کر ﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (وصل علیھم ان صلوتک سکن لھم")
غرض قرآن شریف میں خیال کی طرف خیال فرمائیے کہ نبی کی دعا کو کس قدر ترجیح ہے کہ "ان صلوتک سکن لھم"
کیا جاوے تو یہ خدشات دل میں آ ہی نہیں سکتے مگر ——————

الجواب ۴: ہائے ظلم منبر پر بیٹھ کر جو دل میں آیا کہہ دیا کتنی حق پوشی ہے۔ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا —— الآیۃ﴾ خیال فرمائیے کہ عورتوں کو بیعت کا حکم نہیں ہے اور کیا بیعت صرف جہاد کے لئے ہی مقرر فرمائی گئی ہے جن کو جہاد کا مطلقاً حکم نہیں ﴿اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الآیۃ﴾ "اگر بیعت صرف جہاد کے واسطے ہوتی تو عورتوں کو جو کہ مستثنیٰ ہیں۔ حکم جہاد سے تو نبی علیہ السلام کو کیوں، ﴿فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ﴾ کا حکم ہوتا، اور دوسرا جو کہ آپ نے فرمایا کہ عورتوں کو بزرگوں کے پاس جانا منع ہے اس کی تردید بھی اذا جاءک المؤمنات سے ہو رہی ہے یعنی نبی کو یہ حکم نہیں ہوا کہ تم عورتوں کے پاس جا کر ان سے بیعت لو بلکہ جو صدق دل سے آپ کی بیعت کے واسطے آوے ان کو بیعت میں لاؤ، تو معلوم ہوا کہ جو عورت صرف آپ کی اتباع اور اجتناب کبائر اور استغفار گناہوں کے واسطے بیعت کرے ان کے واسطے بیعت کرنا اور استغفار صریح حکم ہے فتدبر۔

الجواب ۵: پس عرس ہی ایک ایسا کام ہے جس کے دیکھنے اور سننے سے مخالفین بزرگان سپند آتش ہو رہے ہیں بے بسی کی حالت میں جو کچھ بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے نکالتے ہیں۔ میں اس کو بخل کہوں حسد کہوں عناد کہوں فساد کہوں یا کم فہمی کہوں یا بدبختی

چوں خدا خواهد که پرده کس درد ... میلش اندر طعنه پاکاں زند

حضرت اس میں گناہ آخر کیا ہے ہزاروں انجمنیں دنیا میں ہو رہی ہیں۔ اور لاکھوں جلسے تو کسی پر آپ نے "ھذا کفر وبدعة او لایجوز" کا حکم صادر نہیں فرمایا۔ بیچارے حسد کے مارے جب کسی اولیاء کے مقام پر لوگوں کا اجتماع دیکھتے ہیں تو حسد وعناد سارے مارے مارے پھرتے ہیں اور جو منہ میں آیا کہہ سنایا یہ عرس کیا ہے۔ ایک دعوت ہے جس کے قبول کرنے میں کسی کو انکار نہیں اور دعوت بھی اسلامی جس میں سوائے اصلاح قوم کے اور کوئی مدنظر نہیں ہوتا تو فرمائیے دعوت کرنا منع ہے باقی رہا تاریخ کا مقرر کرنا تو خیال فرمائیے دنیا میں کون سا کام ہے جو کہ مقررہ وقت پر نہیں ہوتا نماز ہے تو ﴿اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا﴾ روزہ ہے تو ﴿فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ حج ہے تو ﴿اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ﴾ جمعہ ہے تو ﴿اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ﴾ کیا نماز اور روزہ اور حج و جمعہ وقت

مقررہ سے پہلے ہو سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں باقی رہا جس تاریخ پر کسی مقبول خدا کا انتقال ہو جاتا ہے اس پر کیوں جمع کیا جاتا ہے اور اس کی کیوں عزت کی جاتی ہے تو اس کی یہ وجہ ہے۔ کہ جس وقت میں کوئی مہتم بالشان امر واقع ہوتا ہے ہمیشہ اس کی تعظیم و تکریم کرنا قرآنی تعلیم ہے۔ اور قرآن شریف اس کی تائید و تاکید فرما رہا ہے دیکھو رمضان میں روزہ اور اس کی تعظیم و تکریم کا کیوں حکم فرمایا اس لئے کہ اس میں ایک بڑا مہتم بالشان امر واقع ہوا وہ کیا ہے نزول قرآن دیکھو ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ﴾ لیلۃ القدر ہزار مہینہ سے کیوں اچھی ہے کہ ﴿اِنَّا اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ تو قرآن پاک تو نازل ہو چکا ہے مگر ﴿تَنَزَّلُ الْمَلٰئِكَةُ وَالرُّوْحُ﴾ جو کہ دوام اور استمرار پر دال ہے کب فیہا اس رات میں تو اگر شب نزول قرآن ہی ملائکہ اور روح کا نزول ہوا تھا تو تنزل کیوں فرمایا معلوم ہوا کہ اس رات کی قدر کے واسطے ہمیشہ ہی ملائکہ کو حکم الٰہی ہوتا ہے کہ وہ اس کی بدستور قدر کیا کریں اور کبھی اس کی تعظیم و تکریم نہ چھوڑیں تو خیال فرمایئے کہ ایک امر عظیم کی قدر خداوند کریم کس قدر کراتا ہے تو انسان کامل جو دنیا میں عبادت و مجاہدہ کرتے کرتے اپنے معبود حقیقی کی طرف قبولیت کا سفر جس تاریخ پر کر چکا ہو اور بشارت جنت و قرب الٰہی کے اسکو اس تاریخ پر ملنے کا ہم کو اعتقاد ہو کہ ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا ...... الآیۃ﴾ اور جو خوف اسے اغوائے شیطانی کا تھا اس سے نجات حاصل کر چکا ہو تو اس کے مخلصین و معتقدین اور متعلقین کو جیسا کہ اسکے جنازہ کے روز اجتماع و استغفار کا حکم تھا اسی طرح وہ لوگ سال میں ہمیشہ اس تاریخ پر جمع ہو کر اسکی قبر پر دعائے مغفرت اور قرآن شریف پڑھیں تو ظلم کیا ہے باقی رہا کہ اسکی قبر پر کیوں جاتے ہیں اور اس کی کیا وجہ ہے تو خیال فرمایئے کہ خدائے وحدہ لاشریک کی تعلیم ہی اسی طرح ہے کہ خدا کے مقبولوں کے اعمال و آثار بھی خدا تعالیٰ کو مقبول ہوتے ہیں۔

﴿فِيْهِ اٰيٰتٌ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ مکہ شریف میں آیات بینات کیا ہیں مقام ابراہیم اب سب لوگ جانتے ہیں کہ مقام ابراہیم وہ جگہ ہے جہاں پر ابراہیم علیہ السلام نے بنیاد ڈالی تھی اسی واسطے اس کو اللہ تعالیٰ نے مقام ابراہیم فرمایا بوجہ عمارت کے نہ مقام اللہ تو اس پیغمبر اولوالعزم اور اعلیٰ درجہ کے موحد کی قبولیت کی وجہ سے اس مقام کو جس جگہ پر ایک دفعہ ابراہیم علیہ السلام نے عمارت کی تھی اور اللہ کی عبادت کے واسطے وہ مقام مقرر کیا تھا۔ باوجودیکہ اس کی عمارت کے بعد بھی دوبارہ عمارت ہو چکی تھی پھر بھی اسی نام سے موسوم رکھا اور وہی شرف اس کو ہمیشہ کے واسطے بخشدیا کہ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا اور پھر فرمایا کہ چونکہ میں نے اس مقام ابراہیم کو بنظر قبولیت ممتاز فرمایا ہے اس لئے ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ جس کو طاقت ہو اس کی زیارت کرے تو ذرا سی غور فرمایئے۔ کہ نہ تو وہاں ابراہیم علیہ السلام کا مدفن ہے نہ آپ وہاں کھڑے ہیں نہ اب تک بعینہ وہ عمارت موجود ہے مگر زیارت ویسی ہی ہوتی ہے اور ہوگی تو جہاں پر ایک موحد خدا پرست صاحب نفس مطمئنہ کا مرقد ہو

اور اس خاکدان میں اس وجود کی بعینہ خاک پاک موجود ہو تو وہاں کی زیارت کو اس قدر بنظر حقارت دیکھنا ایک بڑی خسارت کا موجب نہیں تو کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ بصیرت بخشے۔

نوٹ : مولوی محمد صدیق صاحب نے فقیر کو وعدہ فرمایا تھا کہ میں عرس کی ممانعت قرآن سے ثابت کر کے لکھوں گا ایک ماہ کے اندر ان سوالات کے جواب تم نے لکھے ہوں گے۔ اب چونکہ سال گذر چکا ہے اس واسطے مختصرا لکھا ہے، سوال آنے پر مفصل جواب انشاء اللہ تعالیٰ لکھوں گا۔ مگر تہذیب سے گذرنے والے کا مواخذہ ہوگا۔ (نور محمد)

الجواب٦ : سبحان اللہ قرآن کے واعظوں کو قرآن کی ہدایات اور آیات کیوں بھول گئیں ﴿یاایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم﴾ مومنوں کو نیک ظن ہونا ضروری ہے بزرگوں کے سب حسنہ بھول گئے اور یہ بدظنیاں ان کے حق میں خوب یاد آ گئیں۔ دیکھو مولوی صاحب خدا تعالیٰ نے زکوۃ ادا کرنے کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں اور دوسرا طریقہ پہلے طریقہ سے بہت پسند فرمایا ہے۔

﴿ان تبدوا الصدقات فنعما ھی وان تخفوھا وتؤتوھا الفقراء فھو خیر لکم ویکفر عنکم من سیاتکم الآیۃ﴾

بزرگان دین مولوی صاحبان و پیران طریقت چونکہ احسن وجہ کی عبادت و متابعت شریعت کیا کرتے ہیں اس واسطے اکثر خفیہ زکوۃ صدقہ دیا کرتے ہیں اور اگر برملا بھی دیتے ہوں تو مولوی صاحب اگر سال میں ایک دفعہ کسی کے پاس ماہ رجب یا کسی موقعہ پر جب کہ عموما لوگ زکوۃ دیتے ہیں کوئی سائل وغیرہ جائے تو یہ کس طرح معلوم کر سکتا ہے کہ ابھی تک اس نے زکوۃ دی ہے یا نہیں یہ کہ صرف وہی مصرف زکوۃ جس کو کچھ نہیں ملا۔ نہیں بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ جو کچھ مکان یا مال وغیرہ بزرگان کے پاس ہے سب خلوق کے نفع کے واسطے ہے۔ ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ مولوی صاحب کو واقعی کسی خاص وجہ سے معلوم ہو کہ فقیر بزرگ و مولوی زکوۃ نہیں دیتے کہ گداوانند کہ ممسک کیست تو اس میں معذور ہوں فقط۔

سوال : رضاع کی مدت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک کتنی ہے قرآن مجید و کتب فقہ سے ثابت کرو۔

الجواب : مدت رضاع کی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اڑھائی سال ہے۔ چنانچہ کتاب ہدایہ وغیرہ میں بایں طور لکھا ہے "مدۃ الرضاع ثلثون شھراً عند ابی حنیفۃ" یعنی رضاع کی مدت امام صاحب کے نزدیک اڑھائی سال ہے اور امام صاحب اس آیت کریمہ سے دلیل پکڑتے ہیں۔ ﴿حملہ وفصالہ ثلثون شھرا﴾ و امام صاحب کے شاگرد امام محمد و امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہما رضاع کی مدت صرف دو برس لیتے ہیں اور آخر قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے چنانچہ کتاب زاد المعاد فی ہدی خیر العباد صفحہ ۳۳۰ جلد ثانی میں بایں طور مسطور ہے۔ " وعن ابی حنیفۃ روایۃ اخری کقول ابی یوسف ومحمد "یعنی امام صاحب سے روایت دوسری مثل صاحبین کے آئی ہے اور فتح القدیر میں لکھا ہے۔ " الاصح قولھما وھو مختار الطحاوی "یعنی صحیح قول صاحبین کا ہے اور وہ مختار صاحب

طحاوی کا ہے۔ اور فتاووں میں بھی بایں طور مذکور ہے۔ " للقولهما ناخذ " یعنی کہا علمائے دین نے کہ ہم صاحبین کے قول پر عمل کرتے ہیں فقط۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنه)

سوال : اگر کنوئیں میں کتا یا کوئی اور جانور گم ہو جائے تو وہ کنواں کیونکر پاک ہو سکتا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل مولوی عطا محمد معلم از عبد الحکیم)

الجواب : جس کنوئیں میں کتا یا اور کوئی جانور مر کر گم ہو جائے اور کسی صورت میں نہ ملے تو اس کنوئیں سے تمام آب مع جنبہ نکالا جاوے چنانچہ حاشیہ انواع عبد اللہ جلد اول وفتاویٰ جامع الفوائد جلد اول صفحہ ۱۴۲ میں مذکور ہے فقط۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنه)

سوال : جن برتنوں کو گوبر و پلیدی سے مٹی ملا کر بنایا جاتا ہے ان برتنوں سے پانی پینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : بیشک جائز ہے کیونکہ آگ میں پکانے سے برتنوں کی حالت تبدیل و تغیر ہو جاتی ہے اور نجاست دور ہو کر پاک ہو جاتے ہیں چنانچہ فتاویٰ سعدیہ محیط میں بایں طور مذکور ہے۔

" الطين النجس اذا جعل منه الكوز او القدر وطبخ يكون طاهراً "

یعنی جب پلید مٹی سے کوزہ یا ہنڈیا بنا کر آگ میں پکائی جاوے تو پاک ہو جاتی ہے۔

سوال : اگر آٹے یا دودھ یا سرکہ وغیرہ میں چوہے کی مینگن پڑ جائے تو ان کو استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : اگر مینگن پڑنے سے رنگ و مزہ نہ بگڑے تو اس چیز کا استعمال کرنا جائز ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں بایں طور لکھا ہے۔ " بعرة الفارة وقعت فى وقر الحنطة فطحنت او البعرة فيها او وقعت فى وقر دهن لم يفسد الدقيق والدهن مالم تتغير طعمها ــــ الخ اور محیط میں ہے۔ فى بعرة الفارة وقع فى الرب او العل انه لا يفسد ــــ الخ

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنه)

سوال : اگر کسی نے مسجد کے فرش پر بول کر دیا اور فرش دھوپ سے خشک ہو گیا ہو اور اثر نجاست باقی نہ رہا ہو۔ کیا اس جگہ نماز پڑھنا درست ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : نماز جائز ہے بشرطیکہ اس جگہ اثر باقی نہ رہا ہو چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔ الارض تطهر باليبس وذهاب الاثر لا تيمم هكذا فى الكافى " اور بہتر ہے کہ جس طرح سے ہو سکے اس کو پانی سے پاک کرے یا اس جگہ کو نئے سرے سے تیار کرے اور یہ احتیاط ہے۔

استفتاء : بالغہ یا نابالغہ لڑکی کے متولی نکاح کر دینے کے کون کون اشخاص ہیں بترتیب وار تحریر فرمائیں۔ فقط

(السائل حافظ رحمت علی پورکی)

الجواب : اگر لڑکی بالغہ ہو یا نابالغہ تو اس کے نکاح کے ولی بایں ترتیب ہونگے اول باپ پھر دادا پھر حقیقی بھائی پھر پدری بھائی پھر چچا حقیقی پھر بیٹے کا بیٹا بعد ازاں دادی پھر والدہ بعدہ اس کی پھوپھی پھر خالہ ...... الخ۔ غرضیکہ جو شخص از روئے رشتہ کے قریب ہوگا وہی ولی نکاح ہوگا اور ولی قریب کے ہوتے ولی بعید نکاح نہیں کرا سکتا۔ نقل از صلوٰۃ مسعودی اور شرح وقایہ۔ وفتاوی دائمی صفحہ ۲۹ جلد دوم میں ولی نکاح کی بایں طور ترتیب فرمائی ہے۔ وھو ہذا۔ اول قسم ولی عصبہ بیٹا اور پوتا نواسے جہاں تک نیچے کی طرف چلے جائیں دوم قسم باپ پھر دادا جہاں تک کہ اوپر کی طرف چلے جائیں سوم قسم بھائی اور بھائی کے بیٹے جہاں تک کہ نیچے چلے جائیں اور چہارم قسم چچا کے بیٹے جہاں تک کہ نیچے چلے جائیں اور غلام کے لئے اس کا مولیٰ ولی ہے اور اگر ولی عصبہ میں سے کوئی نہ ہو تو ذوی الارحام بایں طور ولی نکاح ہوں گے اول بیٹا پھر بیٹے کی اولاد چاہے مرد ہوں یا عورتیں پھر نانا پھر نانا کے باپ جہاں تک اوپر چلے جائیں اور بعدہ ان کے نانا کی والدہ اور نانا کی ماں کے باپ یہاں تک کہ اوپر چلے جائیں اور صاحب فتاوی جامع الفوائد نے صفحہ ۹۲ میں بایں طور حل کر دیا ہے

"اقرب الاولیاء الی المرأۃ الابن ثم الابن الابن وان سفل ثم الاب ثم الجد وان علا ثم الاخ لاب وام ثم الاخ لاب ثم الابن لاخ لاب وام ثم الابن الخ لام وان سفلن ثم العم لاب وام ثم ابن العم لاب وان سفلوا ثم عم الاب لاب ثم بنوھم علی ھذا الترتیب ...... الخ"

اور اگر ان میں سے کوئی نہیں رہا تو پھر ولی نکاح کا حاکم وقاضی ہوگا چنانچہ فتاوی حمادیہ میں مذکور ہے۔ "الامام والحاکم واذا لم یکن عصبۃ فولیھا الامام ...... الخ۔ اور فتاوی جامع الرموز میں لکھا ہے والأم والخال وسائر ذوی الارحام یملک تزویج الصغیر والصغیرۃ عند عدم العصبات ولا یجوز تزویجھا الأم فی حال حضور العصبۃ" واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین قادری سروری عفی عنہ)

سوال : کن عورتوں سے نکاح کرنا شرعاً ناجائز ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : مائیں۔ بہنیں۔ بیٹیاں۔ پھوپھیاں۔ خالائیں۔ بھائیوں کی دختریں اور مائیں جنہوں نے دودھ پلایا ہو اور رضاعی بہنیں اور ساس اور بیٹوں کی بیبیاں، اور نانی، دادی پوتی، دوہتی، بھتیجی حقیقی ہو یا علاتی یا خیافی اور بھانجی اور پھوپھی اور خالہ یہ سب علاتی ہوں یا حقیقی یا خیافی ہوں یہ سب حرام ہیں بشرطیکہ بے واسطہ ملتی ہوں اور اگر کسی واسطہ سے ملتی ہوں تو حلال ہیں جیسے کہ پھوپھی کی بیٹی اور حقیقی بہن وہ ہوتی ہے جو ایک ماں باپ سے ہو، اور علاتی وہ ہوتی ہے جن کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا۔ اور خیافی بہن اس کو کہتے ہیں کہ ماں دونوں کی ایک ہو اور باپ جدا جدا ہوں پس اس قسم کی بہنوں سے نکاح کرنا حرام ہے اور، بہن چچیری اور پھوپھیری اور ملیری سے نکاح کرنا درست ہے ہکذا فی الطحطاوی وشرح وقایہ وغیرہ کتب معتبرہ میں مذکور ہے فقط۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفا اللہ عنہ)

سوال: خطبہ نکاح کس طرح پڑھے اور کب پڑھا جاوے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: خطبہ نکاح سراجیہ میں بایں طور لکھا ہے۔ اور بہتر یہ ہے کہ خطبہ پہلے ایجاب قبول کرنے کے پڑھے۔ اور اگر بعد ایجاب قبول کرانے کے پڑھ لیا جائے تو بھی درست ہے اور ملتان کے علاقہ میں اسطرح دیکھا گیا ہے اور خطبہ یہ ہے۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾

اور جب ایجاب قبول ہو جاوے تو پھر اس کے جانبین کے لئے ازدیاد محبت اور خیر برکت کی دعا مانگی جاوے فقط۔

(خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سہروردی عفی عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ فرقہ وہابیہ کے پیچھے نماز گذارنا یا ان سے رشتہ داری کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: جن لوگوں کے عقائد مفصلہ ذیل ہوں ان کے پیچھے نماز ادا کرنا یا ان سے رشتہ پیدا کرنا قطعاً ناجائز ہے۔

عقیدہ کفر ۱: خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے حیاۃ الایمان صفحہ ۵ مولفہ شہود الحق شاگرد نذیر حسین وبراہین قاطعہ صفحہ ۲۔

عقیدہ کفر ۲: خداوند کریم عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہیں کرسی چر چر کرتی ہے قرآن مجید مترجم مولوی وحید الزمان حاشیہ آیۃ الکرسی۔

عقیدہ کفر ۳: خداوند کریم کے اوصاف حادث ہیں اقامۃ البرہان عبد الاحد خانپوری۔ اور ایک قسم کا خدا کا علم بھی حادث ہے جس کو علم تفصیلی بھی کہتے ہیں۔ ازالۃ العیب صفحہ ۷۔

عقیدہ کفر ۴: خداوند کریم آسمان زمین بنانے سے پہلے ہوا کے درمیان رہتا تھا فتاوٰی محمدیہ مع ترجمہ دربیہ صفحہ ۲ سطر ۲۳۔

عقیدہ کفر ۵: رسول کریم خاتم النبیین نہیں ہیں کیونکہ اس میں الف لام عہد خارجی کا ہے دیکھو جامع الشواہد بحوالہ نصر المومنین صفحہ ۱۲۰۲ مولفہ صدیق حسن خان پشاوری۔

عقیدہ کفر ۶: تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں۔ جامع الشواہد بحوالہ کتاب رد تقلید بکتاب المجید صفحہ ۱۲ مطبوعہ صدیقی بار اول مولفہ صدیق حسن خاں۔

عقیدہ کفر ۷: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پیدائش تاریخی "سگ" اور وفات "بوئے کم جہاں پاک" دیکھو الجرح علی ابی حنیفہ مؤلفہ سعد بنارسی۔

عقیدہ کفر ۸: نبی علیہ السلام کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہئے بلفظہ تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰ سطر ۲ و ۳ مولفہ مولوی اسمٰعیل پلید۔

عقیدہ کفر ۹: ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا۔ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں بلفظہ تقویۃ الایمان صفحہ ۱۱۴ سطر ۵ امولفہ اسمٰعیل۔

عقیدہ کفر ۱۰: آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیات النبی نہیں ہیں بلکہ مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں۔

عقیدہ کفر ۱۱: ان السفر الی قبر محمد ومشاهده ومساجده واثاره وقبر نبی اوولی وسائر الاوثان وغیرها شرک اکبر ۱۲ ترجمہ: بیشک سفر کرنا آنحضور کی قبر کی خاطر اور ان کے مشاہد اور مساجد و آثار کی طرف یا کسی اور نبی ولی کی قبر کی طرف یا باقی اوثان کی طرف یہ سب کام شرک اکبر ہیں صفحہ ۱۱۴ کتاب التوحید صفحہ ۱۳۳ مولفہ محمد بن عبد الوہاب (آنحضور علیہ السلام کے روضہ کیلئے سفر کرنا بھی شرک ہے)

عقیدہ کفر ۱۲: آنحضور علیہ السلام کا مقبرہ سفر کر کے دیکھنا ایسا گناہ ہے جیسا بتوں کا دیکھنا ہے دیکھو کتاب التوحید صفحہ ۹۲، ۱۴۲ اتصنیف محمد بن عبد الوہاب۔

عقیدہ کفر ۱۳: نبی علیہ السلام کو علم غیب خدا کا دیا ہوا ماننا بھی برا ہے تقویۃ الایمان صفحہ ۲۶، ۲۷ سطر ۹ و کتاب التوحید۔

عقیدہ کفر ۱۴: آنحضور علیہ السلام کی ذات کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے سے بھی بدتر ہے دیکھو صراط مستقیم صفحہ ۹۳ سطر ۳ مولفہ اسمٰعیل۔

عقیدہ کفر ۱۵: آنحضور علیہ السلام کا روضہ منورہ قابل گرا دینے کے ہے "لو اقدر علی حجرة الرسول لهدمتها" یعنی اگر طاقت پاؤں گا تو روضہ نبی کو گرا دوں گا۔ کتاب اوضح البراہین بحوالہ رد ضلال وغیرہ تصنیف محمد بن عبد الوہاب۔

عقیدہ کفر ۱۶: "عصا هذه خير من محمد لانها ينتفع بها في قتل الحية ونحوها" میری لاٹھی محمد ﷺ سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ کے مارنے میں نفع لیا جاتا ہے اور محمد مر گئے باقی نہیں رہا ان میں نفع کتاب اوضح البراہین صفحہ ۱۰ بحوالہ تاریخ سید احمد دحلان مقولہ ابن عبد الوہاب۔

عقیدہ کفر ۱۷: انبیاء و اولیاء ناکارے ہیں تقویۃ الایمان صفحہ ۲۹ سطر ۱۸۔

عقیدہ کفر ۱۸: سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں تقویۃ الایمان صفحہ ۵۵ سطر ۱۸۔

عقیدہ کفر ۱۹: انبیاء و اولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ سنتے ہیں تقویۃ الایمان صفحہ ۲۲،۲۹۔

عقیدہ کفر ۲۰: نبی علیہ السلام کی نظیر اور نبی بھی پیدا ہونا ممکن ہے اور یا رسول اللہ کہنا شرک ہے تقویۃ الایمان صفحہ ۳۱،۳۲ کتاب التوحید ۱۲۔

عقیدہ کفر ۲۱: نبی علیہ السلام کے علم غیب کی کیا خصوصیت ہے ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے بھی حاصل ہے اور نص سے ثابت نہیں حفظ الایمان اشرف علی صفحہ ۷۔

عقیدہ کفر ۲۲: نبی علیہ السلام کا علم ملک الموت و شیطان سے کم ہے اور جو یہ عقیدہ رکھے کہ نبی علیہ السلام کو علم ملک الموت اور شیطان سے زیادہ تھا اور نص سے ثابت ہے شرک ہے براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ سطر ۲۲۔

عقیدہ کفر ۲۳: اجماع امت جس کی سند ہم کو معلوم نہ ہو حجت شرعی۔ معیار الحق صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ لاہور۔

عقیدہ کفر ۲۴: قیاس مجتہد قابل اعتبار نہیں جامع الشواہد بحوالہ معیار الحق صفحہ ۹۷ مولوی نذیر حسین و جامع الشواہد۔

عقیدہ کفر ۲۵: چار مصلے جو کعبۃ اللہ میں مقرر کئے ہوئے ہیں مذموم ہیں کتاب کمیل الرشاد صفحہ ۲۲۔

عقیدہ کفر ۲۶: کتب فقہ متداول بین الناس کے پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ان کو جلا دینا چاہئے دیکھو ہوئے غسلین مولوی عبدالجلیل سامروی۔

عقیدہ نمبر ۲۷: جو شخص عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو اس کی نماز بغیر غسل کے درست ہے کتاب ہدیۃ القلوب صفحہ ۷۲ و بلاغ المبین۔

عقیدہ نمبر ۲۸: تقلید شخصی و میلاد مبارک و قیام و وظیفہ یا رسول اللہ و عبد القادر جیلانی و سوم و چہلم و گیارہویں پیر پیراں و اسقاط میت یہ سب شرک و کفر بدعت ہیں دیکھو لوامع الانوار صفحہ ۸۰ مؤلفہ غلام حسن ساہو والی و براہین قاطع صفحہ ۴۸ او ستہ ضروریہ مع فتویٰ عبدالجبار امرتسری۔

عقیدہ نمبر ۲۹: خالہ سوتیلی یعنی جس کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا ان سے اس کے بھانجے کا نکاح درست ہے جامع الشواہد بحوالہ فتویٰ عبدالقادر غیر مقلد شاگرد مولوی نذیر حسین دہلی امام مسجد کالی۔

عقیدہ نمبر ۳۰: دادی کے ساتھ پوتے کا نکاح جائز ہے اس کی حرمت منصوص نہیں۔ دیکھو پرچہ اہل حدیث نمبر ۳۵، ۳۶ ثناء اللہ مورخہ ۴۔ ۱۱ رمضان ۱۳۲۸ھ۔

عقیدہ نمبر ۳۱: شادیوں میں گانا بجانا باجوں کا اجرت اور بلا اجرت جائز ہے پرچہ اہل حدیث ۱۳۲۹ھ مورخہ ۷، ۱۲ رمضان۔

عقیدہ نمبر ۳۲: رضاعی کی منکوحہ بر پسر رضیع جائز ہے پرچہ اہل حدیث ثناء اللہ مورخہ ۱۸ فروری ۱۹۱۶ء۔

عقیدہ نمبر ۳۳: زانی کے نطفہ سے جو لڑکی پیدا ہو زانی یا زانی کا لڑکا اس سے نکاح کرے تو نزدیک اہل حدیث کے جائز ہے پرچہ اہل حدیث ثناء اللہ مورخہ ۸ مارچ ۱۹۱۲ء۔

عقیدہ نمبر ۳۴: جس عورت سے زید نے زنا کیا ہو وہ عورت زید کے لڑکے پر حلال ہے پرچہ اہل حدیث مورخہ ۲۵ اگست ۱۹۱۶ء۔

عقیدہ نمبر ۳۵: اگر لڑکی گود میں نہ پلی ہو تو اس سے یعنی دختر ربیبہ سے نکاح درست ہے دیکھو فیض الباری شرح بخاری پارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۵ سطر ۱۶۔

سوال: بوقت مصیبت انبیاء و اولیاء کو وسیلہ پکڑنا اور لفظ "یا" سے پکارنا درست ہے یا نہیں۔ صرف قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت کرو۔ اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک بوقت مصیبت اور ہر امور میں انبیاء و اولیاء کو وسیلہ پکڑنا اور حرف "یا" سے پکارنا قرآن مجید و احادیث شریف سے ثابت ہے بقولہ تعالیٰ ﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ ابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ الخ ﴾

ترجمہ: یعنی اے ایماندارو اللہ سے ڈرو۔ اور اس کے ملنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو اور مولوی اسمٰعیل صاحب جو کہ اس فرقہ کا سرگروہ ہے وہ اپنے رسالہ منصب امامت میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں کہ وسیلہ سے وہ شخص مراد ہے کہ مرتبہ میں اللہ تعالیٰ سے قریب ہو۔۔۔ الخ۔ پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ وسیلہ سے مراد انبیاء و اولیاء عظام ہوئے اور تفسیر در منثور تحت اس آیت کریمہ ﴿ فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَیْهِ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴾ کے یہ حدیث بایں طور تحریر فرمائی ہے۔

"اخرج ابن النجار عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال سئلت رسول اللہ ﷺ عن الکلمات التی تلقھا ادم من ربہ فتاب علیہ قال سئل بحق محمد و فاطمۃ والحسن ان تبت علیّ فتاب علیہ"

ترجمہ: یعنی کہا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ میں نے دریافت کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ اللہ تعالیٰ نے کونسے کلمات حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتلائے تھے کہ وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے اور توبہ قبول کی۔ تو فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ یہ سوال کیا تھا کہ بحق محمد ﷺ اور علی و فاطمہ و حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے میری توبہ قبول کر تب اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اور علاوہ اس کے خود امام بخاری کتاب المفرد و شفا قاضی عیاض میں بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے۔

"روی عن ابن عمر رضی اللہ عنہ خدرت رجلہ فقیل لہ اذکر احب الناس الیک یزل عنک فصاح

یامحمداہ فانتشرت"

ترجمہ: یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کا پاؤں سن ہو گیا ان سے کہا گیا کہ آپ اپنے شخص کو یاد کریں جو کہ لوگوں میں آپ کے نزدیک بڑھ کر محبوب ہے تو آپ کا یہ مرض جاتا رہے گا آپ چلائے اور کہا یا محمداہ پھر ان کا پاؤں کھل گیا۔ ...... الخ۔ اور اس کی شرح میں ملا علی قاری صاحب یوں لکھتے ہیں و کانہ رضی اللہ عنہ قصد اظہار المحبۃ فی ضمن الاستغاثۃ یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے استغاثہ کے ضمن میں اظہار محبت کیا اور کتاب فتوح الشام میں لکھا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم لڑائیوں میں یا محمد یا محمد یانصر اللّٰہ انزل پکارا کرتے تھے یعنی اے محمد اے محمد خدا کی مدد نازل ہو اور کتاب حصن حصین مترجم صفحہ ۱۲۵ میں بایں طور حدیث مذکور ہے۔

"ومن کانت لہ ضرورۃ فلیتوضأ فیحسن وضوءہ ویصلی رکعتین ثم یدعوا اللھم انی اسئلک اتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی فی حاجتی ھذہ لتقضی اللھم فشفعہ فی"

(نقل از ترمذی و ابن ماجہ و مستدرک)

ترجمہ: کسی کو کوئی حاجت ہو تو وہ اچھا وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر دعا کرے اور کہے میں مانگتا ہوں حاجت اپنی تجھ سے اور متوجہ ہوا ہوں طرف تیری ساتھ وسیلے نبی تیرے کے جو کہ نبی رحمت ہیں۔ اے حضرت محمد ﷺ متوجہ ہوا ہوں میں ساتھ تیرے طرف پروردگار اپنے کے بیچ حاجت اپنی کے تا کہ روا کی جائے حاجت واسطے میرے پس شفاعت قبول کر ان کی میرے حق میں ...... الخ۔ اور علاوہ اس کے خود کتاب ہدیۃ المہدی صفحہ ۲۳ جلد اول میں مولوی وحید الزمان صاحب جو کہ اس فرقہ کا پیشوا ہے بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔

"النداء فیجوز لغیر اللہ تعالیٰ مطلقاً سواء کان حیاً اومیتاً وثبت فی حدیث الاعمی یا محمد انی اتوجہ بک الی ربی وفی حدیث اخر یا عباد اللہ اعینونی وقال ابن عمر حین زل قدمہ وا محمداہ ولما دعا ملک الروم الشھدا الی النصرانیۃ قالوا یا محمداہ رواہ ابن الجوزی من اصحابنا وقال اویس القرنی بعد وفات عمر یا عمراہ یا عمراہ رواہ ابن حبان وقال السید فی بعض التوالیف قبلہ دین مددی کعب ایمان مددی ابن قیم مددی قاضی شوقانی مددی الخ"

پس اس عبارت مرقومہ سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ بوقت مصیبت انبیاء و اولیاء عظام سے مدد مانگنا اور وسیلہ پکڑنا اور ندا سے پکارنا درست ہے اور نحویوں کے نزدیک یا حرف ندائیہ ہے جو کہ قریب اور بعید کے واسطے بولا جاتا ہے چنانچہ شرح ملا جامی میں بایں طور مسطور ہے۔ "یا اعمھا لانھا مستعمل لنداء القریب والبعید" یعنی یا حرف حروف ندائیہ میں سے عام ہے۔ کیونکہ وہ قریب اور بعید دونوں کے لئے مستعمل ہوتا ہے باقی مفصل ذکر اس کا جلد اول سلطان الفقہ و سرور الخاطر الفاتر وغیرہ میں دیکھو ...... الخ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

اصلی توبہ نامہ کی نقل جو نذیر حسین دہلوی نے مکہ معظمہ کی جیل میں تحریر کی تھی اور یہ نقل حاجی الہ بخش حال وارد تحصیل ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ملی ہے:

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ☆ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اما بعد: خان السید المولوی محمد نذیر حسین الدهلوی والحاج المولوی سلیمان ابن الحاج اسحق الجونا کدی من مرشدی الفرقة الضالة الوهابیة من غیر المقلدین وصلا الی مکة المکرمة فلما ظهر حالهما احضرا فی المحکمة العلیة استیاقا عن العقیدة الضالة الجدیدة والطریقة الخبیثة الوهابیة بین یدی حضرت المشیر المفخم والدستور المکرم والوزیر المعظم والی ولایة الحجاز دولتلو السید عثمان نوری باشا لا زالت شمس اجلاله من افق الاقبال بازغة وکتبا بقلمهما ما ترجمته هذا وکذلک تاب کل من کان عقیدته کعقیدتهما من رفقائهما وممن اقام بمکة المکرمة وذلک فی السادس والعشرین من ذی الحجة من عام ۱۳۰۰.

ترجمه ما کتب المولوی نذیر حسین الدهلوی

"بسم الله الرحمن الرحیم☆ حامدًا ومصلیا اما بعد فان العاجز السید محمد نذیر حسین متبع السنة والجماعة عقیدة وفعلاً وانا اعلم ان خلافها من المذاهب کلها سوء سواء کان من الرافضة والخارجیة والوهابیة وانی افتی موافقًا للمذهب الحنفی وانا حنفی المذهب وتبت مما اخطات وصلی الله تعالی علی سیدنا محمد وعلی اله وصحبه اجمعین ☆الراقم السید محمد نذیر حسین بقلمه.

ترجمه ما کتب المولوی سلیمان الجوناکدی

الحاج سلیمان ابن الحاج اسحق الحنفی المذهب الان تبت مما اخطات واقول ان مذهب الوهابیة باطل الف مرة وانا علی مذهب الحنفی الامام الاعظم وبالله التوفیق وهو نرفیق صحیح الحاج سلیمان.

نقل تحریر مولوی نذیر حسین دہلوی بسم الله الرحمن الرحیم حامدا و مصلیا اما بعد عاجز سید محمد نذیر حسین متبع سنة والجماعة عقیدة وفعلاً اور اس کے خلاف جتنے مذاہب ہیں خواہ رافضی ہو خواہ خارجی خواہ وہابی ہو سب کو برا سمجھتا ہوں اور موافق مذہب حنفی کے فتویٰ دیتا ہوں اور حنفی مذہب ہوں۔

"وتبت مما اخطات وصلی الله تعالی علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اله واصحابه اجمعین فقط الراقم سید محمد نذیر حسین بقلم خود۔"

نقل تحریر مولوی حاجی سلیمان ساکن جونا کدھ:۔ حاجی سلیمان ولد حاجی اسحق حنفی المذہب آنچہ خطا نمودم از وتوبہ است مذھب وھابی باطل است الف مرہ ۔ مذھب حنفی امام اعظم دارم وبالله التوفیق وھو نعم التوفیق۔

فقط۔ صحیح حاجی سلیمان جونا کدی وطبع فی المطبعة المیریه الکائنة بمکة المحمیه

المعلن: فقیر نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری حال وارد وزیر آباد محلہ لکڑ منڈی فقط۔

(جامع الفتاوی جلد نہم تمام شد)

جلد دھم از فتاوی:

﴿مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ آنحضرت ﷺ کے منطوقات اللہ تعالیٰ کی جانب سے تھے یا کہ اپنی خواہش بشریت وارادت سے بھی کچھ فرمادیا کرتے تھے اور ﴿ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی﴾ سے کیا مراد ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوتا ہے کہ تمام منطوقات مخصوص قرانیہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منجانب اللہ تعالیٰ بذریعہ وحی کے عموماً ظاہر ہوئے اور جو ماسوا قرآن مجید کے منطوقات آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں وہ اکثر بموجب وحی کے ہیں اور بعض اپنی ارادت بشریت سے فرمائے۔ چنانچہ شہد کا اپنے اوپر حرام فرمانا لقولہ تعالیٰ ﴿لم تحرم ما احل اللہ لک﴾ اور ابن سلول کے جنازہ پر کھڑے ہونا وغیرہ وغیرہ۔ پس اگر تمام منطوقات آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بموجب وحی کے ہوتے تو پھر اعتراض خداوند کریم کا کیوں وارد ہوتا۔ پس اس سے معلوم ہوا کہ بعض وقت اپنی ارادت سے بھی فرمادیتے تھے اب مسلمانوں کو لازم ہے کہ جس امر کو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بمشورہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ترک کر دیا ہو یا ترک کرنے کا حکم دیا ہو تو اس کو ترک کر دیں اور جس امر کو بمشورہ صحابہ تعمیل کرنے کا حکم فرمایا ہو، اس کو ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خود صحابہ کرام سے مشورہ کا حکم فرمایا۔ وھو ہذا "وشاورھم فی الامر" اور علاوہ اس کے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وحی بھی تین چار قسم کی تھی جس کا مفصل ذکر جلد ششم میں ہو چکا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آثار مبارک کو قبر میں تبرکاً میت کے ساتھ رکھنا درست ہے یا نہیں اور بعض لوگ جو نعلین مبارک کا نقشہ بنا کر میت کے ساتھ رکھ دیتے ہیں اس کا کیا حکم ہے جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل حافظ خدا بخش از کھاڑک)

الجواب: بیشک میت کے ساتھ کفن یا قبر میں بال مبارک یا ناخن وغیرہ آثار طیبہ آنحضرت ﷺ کے رکھنے تبرکاً درست ہیں۔ چنانچہ عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری جلد اول صفحہ ۱۳۳ میں بایں طور مذکور ہے کہ عمرو بن عبدالعزیز نے کہا:

" اوصی ان یدفن معہ شئ کان عندہ من شعر رسول اللہ ﷺ واظفارہ وقال اذامت فاجعلوہ فی کفنی ففعلوہ ذلک ۱۲"

اور تحفہ رسولیہ صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے کہ جس میت کے ساتھ نعلین مبارک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہوں یا نقشہ نعلین مبارک کا ہوگا، جس گھر میں یا جس کے پاس ہوگا وہ ہر ایک آفات سے محفوظ رہے گا۔ اور عذاب دوزخ سے نجات پائے گا۔ اور اس

پر فرشتے منکر نکیر وقت حساب آسانی کریں گے۔

اشعار

ہر کہ بتر طاس مثالش کشد — تاج دھند آنرا بسر خود نہد
فتح و ظفر یابد و گردد عزیز — دردلش افزاید عقل و تمیز
آتش سو زندہ نسوز دوراہ — سوزن سیلاب ندوزد وراہ
ازھمہ آفات سلامت بود — روز قیامت بکرامت بود
سہل شود پرسش منکر نکیر — داند وبگر دند مبشر بشیر

(نقل از تحفہ رسولیہ)

سوال: ولی اللہ ہماری ندائیں دور سے بھی سن سکتے ہیں جواب قرآن مجید وحدیث صحیح سے دو، اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک ولی اللہ جو مقرب ہو چکے ہیں جنہوں نے مدارج فرائض ونوافل کے طے کر لئے ہیں وہ ہماری ندائیں دور سے بھی سن سکتے ہیں کیونکہ ان کے کان خداوند کریم کے کان ہو جاتے ہیں یعنی ان کی سامعہ قدرت سامعہ کی مظہر ہو جاتی ہے اور ان کی آنکھ میں وہ قدرت پیدا ہو جاتی ہے کہ دور نزدیک سے برابر دیکھتی ہے اور ان کے ہاتھ خداوند کریم کے ہاتھ ہو جاتے ہیں یعنی جس چیز کو چاہتے ہیں پکڑ لیتے ہیں اور ان کے پاؤں خداوند کریم کے پاؤں بن جاتے ہیں یعنی جہاں چاہیں ایک آن میں پہنچ سکتے ہیں۔ اور اس پر قصہ برخیمہ کا شاہد ہے جو قرآن مجید میں موجود ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے " وفواده الذی یعقل به ولسانه الذی یتکلم به " یعنی میں اس کا دل بن جاتا ہوں جس سے وہ سمجھتا ہے اس کی زبان میری زبان بن جاتی ہے جس سے وہ کلام کرتا ہے۔ غرض کہ اس سے وہ باتیں ظاہر ہوتی ہیں جو کہ خداوند کریم کے ارادے میں ہوتی ہیں چنانچہ مولانا روم صاحب فرماتے ہیں:

شعر

گفتہ او گفتہ اللہ بود — گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اور اس مسئلہ پر یہ حدیث بخاری کی شاہد ہے۔

" وعن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ ان الله تعالیٰ قال من عاد لی ولیاً فقد اذنته بالحرب وما تقرب الیّ عبدی بشیء احب الی مما افترضت علیه وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته فکنت سمعه الذی یسمع به وبصره الذی یبصر به و یده التی یبطش بها ورجله التی یمشی بها وان سألنی لاعطینه " (الحدیث رواه البخاری کذا فی المشکوٰة)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص میرے ولی کا دشمن ہے اس کو میں اجازت دیتا ہوں کہ مجھ سے وہ جنگ کرے اور میرے بندے نے اس فرض کے ادا کرنے سے جو میں

نے اس پر مقرر کیا ہے بڑھ کر اور کسی شے سے جو میرے نزدیک زیادہ عزیز ہے مجھ تک تقرب حاصل نہیں کیا۔ اور میرا بندہ ہمیشہ نوافل کے ساتھ مجھ تک تقرب حاصل کرتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو دوست بنا لیتا ہوں اور جب میں اس کو اپنا دوست بنا لیتا ہوں تو پھر میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو ضرور دیتا ہوں۔ اور اس حدیث کی تائید پر حدیث زینب بنت ساریہ کی شاہد ہے جو کہ ۶ ماہ کے فاصلہ پر حضرت فاروق رضی اللہ عنہ نے حالتِ خطبہ میں ان سے ہم کلام فرمائی اور فرمایا کہ پہاڑ کی آڑ لیجئے اور انہوں نے سن کر ایسا ہی کیا اور اگر کسی صاحب نے اس مسئلہ کو دیکھنا ہو تو سرور الخاطر صفحہ ۶۰۵ میں مطالعہ کرے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : اجنبیہ عورت کا پس خوردہ کھانا درست ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : اگر بہ نیت تلذذ کھائے تو مکروہ ورنہ درست کما فی الدر المختار "یکرہ سورھا للرجل لعلہ للاستلذاذ" اور حاشیہ رد المختار میں بھی اسی طرح ہے نقل از فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۱۳ انتہیٰ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: استنجا ڈھیلوں سے کرنا آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے یا صحابہ کرام سے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چنانچہ طبرانی و فتح المنان فی تائید النعمان سے صاحب سعدیہ نے صفحہ ۱۳ میں بایں طور حدیث نقل کی ہے:

"عن عبد الرحمن بن ابی لیلی قال رایت عمر بن الخطاب بال ثم مسح ذکرہ بالتراب ثم التفت الینا فقال ھکذا علمنا رواہ الطبرانی وعنہ قال کان عمر بن الخطاب یبول ثم یمسح ذکرہ بحجر او بغیرہ ثم لم یمس ذکرہ الماء"

یعنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بول کیا پھر مسح کیا ذکر اپنے کو ساتھ پتھر یا غیر اس کے پھر نہیں دھویا ذکر اپنے کو پانی سے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : اگر کسی شخص نے استنجا پانی سے نہ کیا ہو صرف ڈھیلوں سے استنجا کر لیا ہو تو پھر کسی نے السلام علیکم کہہ دیا ہو تو اس کو سلام کا جواب دینا درست ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: صورت مذکورہ بالا میں جواب سلام کا دینا مکروہ ہے۔ چنانچہ ترمذی شریف میں حدیث بایں الفاظ مسطور ہے:

"عن بن عمر ان رجلا سلم علی النبی ﷺ وھو یبول فلم یرد علیہ قال ابو عیسی ھذا حدیث حسن صحیح وانما یکرہ ھذا عندنا اذا کان علی الغائط والبول و قد فسر بعض اھل العلم ذلک"

ترجمہ : روایت ہے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہ حضور علیہ السلام ایسی حالت میں تھے کہ ایک شخص نے آپ پر سلام دیا تو آپ نے اس کو سلام کا جواب نہ دیا اور مولف کتاب نے کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور بیشک ہمارے نزدیک سلام کا جواب

دینا اس حالت میں مکروہ ہے ۔۔۔۔ الخ۔ اور اگر کسی نے جواب سلام کا دینا ہو تو تیمم کر کے دے دے تو بیشک درست ہوگا چنانچہ دوسری حدیث ابوداؤد کی اس پر شاہد ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: مسواک کسی شخص کا بلا جازت اس کی استعمال کرنا درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: باجازت صاحب مسواک استعمال کرنا جائز ہے ورنہ مکروہ ہے چنانچہ حدیث میں ہے:

"کان النبی ﷺ یستاک فیعطینی السواک لاغسله فابدابه فاستاک ثم اغسله و ادفعه الیه"

اور صاحب سعدیہ نے صفحہ ۱۴ میں لکھا ہے "واما قول الناس فانما ذلک الکراهه ۔۔۔۔ الخ"

سوال: اگر کپڑے پر کچھ غبار نہیں تو اس پر تیمم کرنا درست ہے یا نہیں؟

الجواب: اگر ضرب لگانے سے کچھ غبار اس کپڑے سے ظاہر نہ ہو تو پھر اس پر تیمم کرنا درست نہیں چنانچہ بحر الرائق میں مذکور ہے:

"لو ان الحنطة او لشیء الذی لا یجوز علیه التیمم اذا کان علیه التراب فضرب یده علیه ثم ینظر ان کان لیس اثره بمدیده علیه جازو ان کان لا یبین لا یجوز ۔۔۔ الخ"

ترجمہ: اگر گندم یا کوئی اور چیز ہے جس پر تیمم کرنا درست نہیں۔ اگر ان پر غبار پڑا ہو اور پھر اس پر ہاتھ مارنے سے اثر مٹی کا ظاہر ہو جائے تو ان پر تیمم کرنا جائز ہے ورنہ ناجائز فقط۔ (حررہ خادم شریعت محمد نظام الدین عفی عنہ)

سوال: موسم گرما میں بوجہ شدت گرمی کے اگر مسجد کی سطح پر نماز پڑھ لی جائے تو جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: مسجد کے اوپر نماز پڑھنی درصورت مذکورہ بالا مکروہ ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ سعدی صفحہ ۱۴۸ میں بایں طور مسطور ہے:

"السعود علی سطح کل مسجد مکروۃ ولهذا اشتد الحر یکره ان یصلوا بالجماعة فوقه الا اذا ضاق المسجد حینئذ لا یکره السعود علی سطحه للضرورۃ کذا فی الغرائب"

یعنی ہر ایک مسجد کی سطح پر نماز پڑھنا مکروہ ہے بوجہ شدت گرمی کے۔ ہاں اگر مسجد میں لوگ نہ سما سکیں اور تنگ ہوں تو پھر مسجد کی سطح پر نماز کی جماعت کرنا مکروہ نہیں بوجہ ضرورت محسوس ہونے کے ۔۔۔ الخ۔

(کتبہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: مسجد کے اوپر یا نیچے مکانات بنانے واسطے کرایہ کے یا واسطے رکھنے رسن مسجد و بوکا و بوریہ وغیرہ کے جائز ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: مسجد کے نیچے یا اوپر مکان بنانے واسطے رسن یا بوکا یا بوریہ وغیرہ سامان مسجد کے درست ہے اور اس کے سوا واسطے کرایہ وغیرہ کے درست نہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری وفتاویٰ سعدیہ صفحہ ۱۴۶ میں مذکور ہے وھو ہذا:

"من جعل مسجداً تحته سرداب او فوقه بيت وجعل باب المسجد في الطريق وعزله فله ان مات يورث عنه ولو كان السرداب لمصالح المسجد جاز كما في مسجد بيت المقدس كذا في الهداية اذا اراد انسان ان يتخذ تحت المسجد حوانيت غلة لمرمة المسجد او فوقه ليس ذلك ...... الخ. والله اعلم بالصواب."

(کتبہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: ایک گاؤں میں ایک مسجد قدیم سے بنی ہوئی ہے اب کچھ لوگ اس گاؤں میں وہابی ہو گئے ہیں اور جب وہ مسجد میں آتے ہیں تو شرارت وفساد برپا ہو جاتا ہے۔ اب اس شرارت کے دفعیہ کے لئے دوسری مسجد بنانا درست ہے یا نہیں اور یہ مسجد حکم ضرار مسجد کا رکھے گی یا نہیں۔ (السائل نذر محمد از چکیرہ)

الجواب: مسجد دوسری تیار کرنی ایک محلہ یا ایک گاؤں میں بہتر نہیں۔ کیونکہ مسجد اول کو اسکے تیار ہونے پر ضرر پہنچتا ہے اور صاحب کشاف و بحر الاسرار صفحہ ۱۳۹ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شہروں پر فتح پائی تو غازیوں کو فرمایا:

"ان يبنوا المساجد وان لا يتخذوا في مدينة المسجدين يضار احدهما صاحبه فالعجب من المشائخين المتعصبين في زماننا يبنون في كل ناحية مساجداً طلباً لله الاسم والرسم والاستعلاء لشانهم واقتدوا اباء ابائهم ولم يتاملوا في هذه الآية"

ترجمہ: تیار کرو مسجدوں کو اور یہ کہ نہ بنا دیں ایک شہر میں دو مسجدیں کہ ضرر پہنچائیں ایک دوسرے کو پس تعجب ہے مشائخوں سے جو تعصب کرتے ہیں ہمارے زمانہ میں کہ بناتے ہیں وہ ہر ایک محلہ میں مسجدیں واسطے طلب کرنے اللہ سے نام ونشان کے اور بڑھانے کے لئے اپنے شان کے اور پیروی کرتے ہیں اپنے باپ دادا کی اور نہیں غور کرتے اس آیت میں۔ پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ مسجد محلہ میں ایک ہی ہونی چاہئے اور صاحب مدارک نے مسجد ضرار کی یہ تعریف بیان کی ہے:

"وقيل كل مسجد بني مباهاة او رياءً اولغرض سوى ابتغاء وجه الله او بمالٍ غير طيبٍ اولاحق بمسجد الضرار اخذ ذلك من الكشاف"

ترجمہ: اور کہا گیا ہے جو مسجد تیار کی گئی ہو فخر کرنے کے لئے یا دکھانے کے لئے یا کسی اور مطلب کے لئے سوائے رضائے خداوند کریم کے یا تیار کی گئی ہو مال حرام سے پس وہ شامل ہے مسجد ضرار ہیں۔ نقل کیا گیا ہے یہ کشاف سے ...... الخ۔ پس فقیر کے نزدیک بھی یہی بات بہتر ہے کہ جس قدر ہو سکے آپس میں اتفاق کریں اور دوسری مسجد نہ بنائیں ہاں اگر متفق ہونا محال ہو تو دوسری مسجد برائے دفعیہ شرارت کے تیار کرنی جائز ہے اور نہ ہی اس مسجد کو حکم ضرار کا دیا جاوے گا کما مر۔

(کتبہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: استاذ یا مرشد یا کسی اور بزرگ کی خاطر مسجد میں کھڑا ہونا تعظیماً درست ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک استاذ یا مرشد وغیرہ کے لئے جو قابل تعظیم کے ہیں ان کی خاطر کھڑا ہونا مسجد میں بلا کراہت جائز

ہے چنانچہ اس عبارت سے یہ ثابت ہوتا ہے وہو ہذا:

" لا یکرہ قیام المجالس فی المسجد لمن دخل علیہ تعظیماً لہ ولا یکرہ قیام قاری القرآن تعظیماً للجائی اذا کان مستحقاً للتعظیم والتعظیم خمسۃ نفرٍ الاستاذ والوالدین والامیر والسید ھکذا فی فتاوی حادی وفتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۳۶ واللہ اعلم بالصواب "

سوال: مسجد کو برائے زینت منقش کرنا درست ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک مسجد کی دیواروں کو منقش کرنا درست ہے چنانچہ فتاوی فتح القدیر ونہایہ وغیرہ کتب معتبرہ میں بایں طور مسطور ہے: "مباحۃ کالمصافحۃ وزینۃ المساجد والمصاحف" یعنی مباح ہے بعد ہر نماز کے مصافحہ کرنا اور مسجدوں اور قرآن مجیدوں کو چاندی وغیرہ سے زینت دار کرنا۔ اور ہدایہ اور درمختار میں اس طرح مسطور ہے " لا باس بان ینقش المسجد بالجص والسلج وماء الذھب "یعنی مضائقہ نہیں اس امر میں کہ نقش کئے جائیں مسجدیں چونہ اور سال کی لکڑی یا سونا چاندی کے پانی سے۔ اور علامہ طحطاوی نے بحرالرائق سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے: " واصحابنا قالوا بالجواز من غیر الکراھۃ ۔۔۔۔۔ الخ" یعنی ہمارے اصحاب حنفیہ کے نزدیک مسجد کو سنوارنا بلا کراہت جائز و درست ہے اور صاحب شامی نے لکھا ہے " وقیل یستحب لما فیہ من تعظیم المسجد" یعنی مستحب کہتے ہیں زینت دار کرنا مسجد کو اور ایسا ہی غنیہ شرح منیہ میں لکھا ہے اور جو بعض علمائے دین نے مسجدوں کو زینت دار کرنا مکروہ لکھا ہے وہ قول ان کا بالکل مرجوح ومردود و مجروح وضعیف ہے جو قابل اعتبار نہیں ہے۔ چنانچہ نہایہ شرح ہدایہ میں علامہ بدرالدین عینی نے اس کی تصریح کردی ہے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: مسافر اگر امام مقیم کے پیچھے اقتداء کرے تو کتنی رکعتوں کی نیت کرے یا برعکس ہو۔ دونوں کا حکم بیان کریں اجر ملے گا۔

الجواب: مسافر کو تعیین رکعات کی امام مقیم کے پیچھے کرنی بہتر نہیں۔ اگر نیت کرنی ہو تو دو رکعت کرے چنانچہ برجندی وجامع الرموز میں بایں طور مسطور ہے" ولو اوادنیۃ العددنوی رکعتین "اور اگر مقیم مسافر کی پیچھے نماز پڑھے تو نیت چار رکعت کی کرے۔ چنانچہ فتاوی سعدیہ صفحہ ۹۰ میں مذکور ہے اگر مطلق نیت وقت کی کرے تو بھی درست ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر مقیم نے مسافر کے پیچھے اقتداء کی تو پھر جو باقی دو رکعت مقیم کی ہوں گی ان میں فاتحہ پڑھے یا نہ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: امام صاحب کے مذہب صحیح میں یہی امر ہے کہ ان میں فاتحہ نہ پڑھے چنانچہ فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے۔

" ولو اقتدی المقیم بالمسافر صح فی الوقت خارجہ فان صلی المسافر رکعتین وسلم یقوم فیتم صلوتہ لغیر قراۃ فی الاصح وقیل یقرا واللہ اعلم بالصواب "

سوال: اگر کوئی شخص فرض چار رکعات کا قعدہ اولیٰ بھول کر کھڑا ہو گیا پھر اس کو یاد آیا تو بیٹھ گیا اب اس صورت میں اس کی نماز

جائز ہوئی یا نہ۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ اور مشہور یہی ہے کہ نماز فاسد ہو جاتی ہے لیکن حق یہ ہے کہ نہیں فاسد ہوتی۔ چنانچہ فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۸۸ میں اس مسئلہ کو مفصل بیان کیا گیا ہے اور صاحب درمختار نے بایں طور لکھا ہے:

"لو اعاد الی القعود بعد ذلک تفسد صلوته لرفض الفرض لما لیس بفرض وصححه الزیلعی وقیل لا تفسد لکنه یکون نسیاً ویسجد لتاخیر الواجب وهو الاشبه کما حققه الکمال وهو الحق"

اور ایسا ہی فتح القدیر میں مذکور ہے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: دو رکعت فرض اخیر میں کس لئے قرأت نہیں پڑھی جاتی اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو شب معراج میں کتنی رکعتیں پڑھنے کا حکم ہوا تھا۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: ہر دو سوال کا جواب یہ ہے کہ اصل میں نماز صرف دو رکعت فرض تھی چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد و فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۶۲ وغیرہ کتب حدیث میں بایں طور حدیث حضرت مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے "فرضت الصلوة رکعتین فقرت صلوة السفر زید فی صلوة الحضر" اور دوسری روایت میں ہے "قالت فرض اللہ الصلوة حین فرضها رکعتین اتمها فی الحضر واخرت صلوة السفر علی الفریضة الاولی" اور نسائی وابن ماجہ ومسلم میں بایں طور حدیث مذکور ہے "عن ابن عباس قال فرض اللہ الصلوة علی لسان نبیکم فی الحضر اربعاً وفی السفر رکعتین رواہ مسلم" اور طبرانی میں بایں طور وارد ہے "افترض رسول اللہ ﷺ رکعتین فی السفر" پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ اصل میں دو رکعت فرض تھی اس لئے سفر میں دو رکعت کا حکم باقی رہا اور دو کو معاف کر دیا گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں مسطور ہے: "فلیس علیکم جناح ان تقصروا من الصلوة" اور حدیث میں نیز بایں طور وارد ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دو رکعت سفر میں صدقہ فرما دیا لہٰذا اس کو قبول کرنا چاہئے "صدقة تصدق اللہ بها علیکم فاقبلو صدقته" مراد صدقہ سے صدقہ علیہ ہے اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۵۵ بحوالہ قاضی خاں میں بایں طور مرقوم ہے: "فیقصر الفروض الرباعی المفروض علی المقیم فان صلوته فی الاصل رکعتان" الخ۔ پس ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ اصل میں نماز دو رکعت ہی فرض تھی اور یہ بعدہ دو رکعت آپ کے شکریہ کے طور پڑھنے سے فرض ہوئیں لہٰذا ان میں یہ جاری کیا گیا کہ اخیر دو رکعت میں قرأت نہ پڑھی جاوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: سفر میں سنتیں پڑھنی جائز ہیں یا نہیں؟

الجواب: سفر میں سنت موکدہ ضرور پڑھنی چاہئیں۔ چنانچہ کتب حدیث وفقہ میں مذکور ہے:

"ولیس علی المسافر ان یصلی السنن وقیل اذا کان نازلا فانه یصلی وقیل یصلی رکعتی الفجر خاصة وقیل رکعتی المغرب ایضا فبه فلا یترک السنن فی السفر المؤکدة فی الاحوال کلها سواءً صلی بالجماعة او منفرداً مقیماً او مسافراً"

پس اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ سنت مؤکدہ کو ضرور پڑھنا چاہئے اور ایسا ہی بخاری سیپارہ پانچ میں حدیث مذکور ہے اور کہا صاحب چلپی نے کہ اگر کسی عذر شدید کی وجہ سے سنتیں ترک کردے تو بھی کوئی خوف نہیں۔

"لاباس بترک السنن فی السفر هکذا فی المبسوط. واللہ اعلم بالصواب"

سوال: کس شخص پر نکاح کرنا واجب ہے اور کس شخص پر سنت ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: جس شخص پر غلبہ شہوت کا ہو اور خوف زنا کا رکھتا ہو اور مہر و نفقہ ادا کرنے کی توفیق بھی رکھتا ہو تو اس پر نکاح کرنا واجب ہے چنانچہ حدیث بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے بایں طور مسطور مذکور ہے۔

"قال قال رسول اللہ ﷺ یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءة فلیتزوج فانه اغض للبصر واحسن للفرج ومن لم یستطع فعلیه الصوم فانه وجاءٌ" (متفق علیہ)

ترجمہ: یعنی فرمایا آنحضور ﷺ نے کہ جس شخص کو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت ہو پس چاہئے کہ وہ ضرور نکاح کرے کیونکہ محافظ آنکھوں اور فرج کا ہے اور جس کو طاقت نہ ہو وہ روزے رکھے کیونکہ اس سے غلبہ شہوت کم ہو جاتا ہے اور بیہقی نے حضرت سے بدیں الفاظ حدیث تحریر کی ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے:

"اذا تزوج العبد فقد استکمل نصف الدین فلیتق اللہ فی نصف الباقی"

ترجمہ: یعنی جب کسی آدمی نے نکاح کیا تو اس نے نصف دین اپنا مکمل کیا۔ اور باقی نصف میں اللہ تعالیٰ سے خوف کرتا رہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ اگر کوئی شخص پاک ہونا چاہے تو کسی صالحہ عورت سے نکاح کرے۔ نقل از ترمذی اور جس شخص کو اس قدر شہوت نہ ہو اور نہ مہر و نفقہ کی طاقت ہو تو ایسے شخص کو نکاح کرنا سنت ہے اور فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ نکاح کرنا میری سنت ہے جس نے اس سے روگردانی کی وہ میری امت سے نہیں اور نکاح صالح عورت سے کرنا چاہئے جو کہ اپنے خاوند کو خوش رکھنے والی ہو۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر وقت نکاح کے دو عورتیں اور ایک مرد گواہ ہوں تو نکاح درست ہے یا نہیں؟

الجواب: یہ نکاح درست ہے چنانچہ ہدایہ میں مسطور ہے "وینعقد بحضور رجلین او رجل وامرأتین" اور اگر صرف عورتیں گواہ ہوں تو جائز نہیں "ولا ینعقد بشهادة المرأتین بغیر رجل هکذا فی الهدایة" واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: نابینا یا فاسق نکاح میں گواہ ہو یا کوئی گواہ نہ ہو۔ صرف آپس میں ایجاب قبول کریں تو یہ نکاح ہوگا یا نہیں؟

الجواب: اندھے اور فاسق کی گواہی شارع علیہ السلام نے نکاح میں جائز قرار دی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں بایں طور مسطور ہے "ویصح النکاح بشهادة الفاسقین والاعمیین" اور بدوں دو گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا

چنانچہ دار قطنی میں حدیث اس پر شاہد ہے وھو ہذا "قال النبی ﷺ لا نکاح الا بشھود" یعنی بدون گواہوں کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ پس اس لئے ضروری ہے کہ گواہ مرد اور عورت کی کلام کو سنیں اور سوتے نہ ہوں ورنہ نکاح غیر صحیح ہوگا جیسا کہ قاضی خان کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے "فلا ینعقد بشھادۃ نائمین اذا لم یسمعا کلام العاقدین" اور اگر ایک گواہ نے کلام سنی اور دوسرے نے نہ سنی تو بھی نکاح درست نہ ہوگا "ولو سمعا کلام احدھما دون الآخر او سمعا احدھما کلام احدھما والآخر کلام الآخر لا یجوز النکاح" (نقل از فتاویٰ عالمگیری) واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ یا بیوہ کو مار کوٹ کر نکاح کرلیا جائے تو درست ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: یہ نکاح شرعاً ہرگز ہرگز درست نہیں ہوسکتا کیونکہ شارع علیہ السلام نے مسئلہ نکاح میں رضا مندی عورت کی شرط فرمائی ہے۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان وشرح وقایہ وہدایہ وعالمگیری باب النکاح میں بایں طور مذکور ہے: "ومن شرائط النکاح رضاء المرأۃ اذ کانت بالغۃ بکرا او ثیباً فلا یملک الولی اجبارھا علی النکاح" اور ہدایہ میں ہے "وینعقد نکاح الحرۃ العاقلۃ البالغۃ برضاھا ولایجوز للولی اجبار البکر البالغۃ علی النکاح" اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے بایں الفاظ حدیث بیان کی ہے کہ ایک لڑکی کنواری کا اسکے باپ نے نکاح کردیا اور لڑکی نے اسکو ناپسند کیا تو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس نکاح کو رد کردیا۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

"ان جاریۃ بکرا اتت رسول اللہ ﷺ فذکرت ان اباھا زوجھا وھی کارھۃ فخیرھا النبی ﷺ"

اور بخاری شریف میں ہے کہ ایک عورت بیوہ تھی اس کے باپ نے بلا رضا مندی اس کا نکاح کسی شخص سے کردیا اور اس عورت نے اپنی ناراضگی بخدمت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حاضر ہوکر ظاہر کی تو آپ نے اس نکاح کو رد کردیا وھو ہذا۔

"ان اباھا زوجھا وھی ثیب وکرھت ذلک فاتت رسول اللہ ﷺ فرد نکاحھا رواہ البخاری"

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جبراً نکاح عاقلہ بالغہ اور بیوہ کا کرنا درست نہیں ہے اور اگر کسی نے جبراً نکاح کر دیا تو جائز نہ ہوگا فقط۔

سوال: اگر لڑکی عاقلہ بالغہ اپنے کفو میں بلا اجازت ولی قریبی کے نکاح پڑھالے تو درست ہوگا یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: عورت عاقلہ بالغہ اپنا نکاح کرنے میں زیادہ حقدار ہے ولی سے چنانچہ قرآن مجید واحادیث شریف اس پر شاہد ہیں چنانچہ مسلم میں ہے "قال الایم احق بنفسھا من ولیھا رواہ مسلم" اور بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ حدیث مسطور ہے "لا تنکح البکر حتی تستاذن قالوا یا رسول اللہ وکیف اذنھا قال ان تسکت رواہ البخاری"

ترجمہ: یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنواری لڑکی کا نکاح بغیر اجازت اس کی کے نہ کیا جائے صحابہ نے پوچھا کہ کیونکر اس کی اجازت لی جائے فرمایا اس کا چپ ہونا رضا مندی ہے اور قرآن مجید میں ہے۔ ﴿وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ

ینکحن ازواجھن ﴾ یعنی ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور دوسری جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے کہ جب ان کی عدت گذر جائے پھر ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ نکاح کر لیں۔ پس ان دلائل قاطعہ سے صاف صاف واضح ہوا کہ عورت عاقلہ بالغہ اگر بلا اجازت ولی کے نکاح اپنی کفو میں پڑھالے تو بلا شک جائز ہوگا۔

سوال : اگر ولی نے لڑکی سے نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ آواز سے رو پڑی تو اس صورت میں وہ نکاح ہوا یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : اگر لڑکی بالغہ آواز سے روئی تو نکاح ناجائز۔ اگر بلا آواز روئی تو نکاح صحیح ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خاں وعالمگیری میں مسطور ہے:

" وان تبسمت فهو رضا والبكاء ان كان بخروج الدمع من غير صوت يكون رضا .وان كان مع الصوت والصياح لايكون رضا فقط والله اعلم بالصواب."

سوال : اگر کسی شخص نے لڑکی بالغہ کو کہا کہ میں نے تیرا عقد فلاں شخص سے کر دیا ہے وہ اس وقت چپ رہی پھر انکار کر دیا یا ولی نے بلا اجازت نکاح اس کا کر دیا اور اس نے خاوند سے حق مہر طلب کیا یا چپ کی تو ان ہر سہ صورت میں نکاح صحیح ہوگا یا نہیں؟

الجواب : مذکورہ بالا ہر سہ صورت میں نکاح صحیح ہوگا۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے:

" واذا قال لها اريد ان ازوجک من فلان بالف فسكت ثم زوجها فقالت لا ارضى او زوجها ثم بلغها الخبر فسكت فسكوتها رضا فى الوجهين (فتاوىٰ عالمگيرى) لو طلبت صداقها بعد العلم فهو رضا (عالمگيرى) فقط والله اعلم بالصواب."

سوال: اگر کسی ولی بعیدی یا اجنبی نے لڑکی بالغہ سے اجازت طلب کی اور وہ چپ رہی تو یہ نکاح درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب: یہ نکاح ہرگز درست نہیں کیونکہ اس میں لڑکی بالغہ کا بولنا آواز سے ضروری ہے چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

" فان استاذنها غير الاقرب كاجنبى او ولى بعيد فلا عبرة لسكوتها بل لا بد من القول كالثيب " (نقل از در مختار)

ہاں اگر ولی قریبی نے کسی اجنبی کو اجازت کے لئے لڑکی عاقلہ بالغہ کی طرف روانہ کیا اور اس سے اس نے اجازت طلب کی اور وہ چپ رہی تو نکاح صحیح ہوگا۔ چنانچہ شامی میں مذکور ہے " لكن رسول الولى قائم مقامه فيكون سكوتها رضاً عند استيذانه" کیونکہ ولی کا بھیجا ہوا قائم مقام ولی کے ہوتا ہے اس لئے یہ نکاح صحیح ہوگا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر کسی نے لڑکی بالغہ سے اجازت نکاح کی لی لیکن اس نے انکار کر دیا۔ پھر اسی مجلس میں راضی ہوگئی تو یہ نکاح صحیح ہوگا یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : یہ نکاح ہرگز درست نہیں ہوگا کیونکہ یہ نکاح پہلے فاسد ہو چکا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

"لو زوجها وليها فقالت لا ارضى ثم رضيت فى المجلس لم يجز ـــــ الخ ، والله اعلم بالصواب".

سوال : منگنی سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : منگنی سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا کیونکہ بوقت منگنی کے الفاظ کنایہ بولے جاتے ہیں جیسے تجھے دے دی یا منظور کی یا تمہاری ہوگئی یا فلاں تاریخ تک انشاءاللہ نکاح کر دیا جاوے گا تو بے فکر رہو پس ان الفاظ سے نکاح منعقد نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ لڑکی کے ولی کی زبان سے صریح الفاظ نہ ظاہر ہوں چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

"هل اعطيتها قال اعطيتها ان المجلس للنكاح فصح وان الوعد فوعد"

ترجمہ : اگر کسی نے لڑکی کے والد سے کہا کہ کیا وہ لڑکی تو نے مجھے دے دی۔ اس نے کہا دے دی پس اگر وہ نکاح کی مجلس ہے تو نکاح صحیح ہو جائے گا اگر وعدہ کی مجلس ہے تو وعدہ نکاح کا ہو جائے گا اور فتاویٰ صابریہ صفحہ ۸۲ بحوالہ در مختار جلد ۲ میں اس طرح پر تحریر ہے:

"وما وعدهما كناية وهو كل لفظ وضع لتمليك وعين في الحال كهبة وتمليك وصدق وعطية بشرط نية وحاصل الرد ان المختار انه لا بد من فهم الشهود المراد فان حكم السامع ان المتكلم اراد من اللفظ ما لم يرجع له لا بد له من قرينة على ارادته ذلك فان تكن فلا بد من اعلام الشهود بمراده" (نقل از رد المحتار صفحہ ۲۹۱ جلد دوم)

پس اس عبارت سے ظاہر ہوا کہ اگر الفاظ منگنی سے قرینہ موجود ہو جس سے یہ سمجھا جائے کہ نکاح کی نیت کی گئی ہے اور گواہ بھی سمجھیں کہ نکاح کیا گیا ہے تو پھر منعقد ہو جائے گا ورنہ نہیں ہوگا فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : اگر لڑکی نابالغہ کا نکاح کسی ولی بعیدی نے کر دیا باوجودیکہ اس کا ولی قریبی بھی زندہ تھا لیکن حاضر نہ تھا کیا اس صورت میں یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : یہ نکاح ولی اقرب کی اجازت پر موقوف ہے چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے:

"وان زوّج الصغير او الصغيرة ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضراً وهو من اهل الولاية توقف نكاح الابعد على اجازته ...... الخ" (فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۸۵)

ہاں اگر ولی اقرب مسافت دور پر ہو تو پھر ولی بعیدی نکاح کر دے تو جائز ہے چنانچہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے "وان كان الاقرب غائباً غيبةً منقطعةً جاز نكاح الابعد ...... الخ" اور غیبہ منقطعہ میں علمائے دین کا نہایت اختلاف ہے لیکن فتویٰ اس فیصلہ پر ہے "وقدر الغيبة بمسافة القصر وهو اختيار المتاخرين وعليه الفتوىٰ" یعنی اندازہ غیبت کا مسافت قصر یعنی تین دن کی مسافت ہو۔ پس یہ قول مقبول و مفتی بہ اور مختار ہے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال : اگر کسی ولی بعید نے نکاح لڑکی نابالغہ کا پڑھا دیا پھر جب وہ لڑکی بالغہ ہوئی تو اس نے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ میں اس نکاح کو جائز نہیں رکھتی۔ اب اس صورت میں یہ نکاح فسخ ہو سکتا ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : بیشک یہ نکاح فسخ بحکم قاضی وحاکم کے ہو سکتا ہے اور اگر ولی قریبی نے نکاح کر دیا ہو تو پھر نکاح فسخ نہیں ہو سکتا۔

چنانچہ فتاوی عالمگیری میں مسطور ہے:

"وان زوجهما غير الاب والجد فلكل واحد منهما الخيار ان شاء اقام على النكاح وان شاء فسخ وهذا عند ابى حنيفة ومحمد و يشترط فيه القضاء" (نقل از فتاوی عالمگیری جلد اول صفحہ ۲۸۵)

"وقال فيها ويصح للتحكيم فيها يملكان فعل ذلك بانفسهما وهو حقوق العباد ولا يصح فيما لا يملكان فعل ذلك بانفسهما وهو حقوق الله تعالى حتى يجوز التحكيم فى الاموال والطلاق والعتاق والنكاح" (نقل از فتاوی عالمگیری جلد سوم صفحہ ۳۹)

غرضیکہ یہ نکاح جو بلا باپ و دادا کے کسی ولی بعیدی نے کر دیا ہے فسخ بحکم قاضی و حاکم ہو جائے گا۔ اور باپ دادا کا نکاح باندھا ہوا فسخ نہیں ہو سکتا ہے اور نہ ہی نابالغہ کا بوقت اختیار فسخ رہے گا۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: کم از کم مہر عورت کا کتنا ہونا چاہئے۔ اگر پانچ سو یا ہزار باندھیں تو جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: دس درہم سے کم مہر ہونا نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے درست نہیں۔ چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے وہو ہذا: "عن جابر قال قال رسول الله ﷺ لا مهر دون عشرة دراهم" نقل از دار قطنی

ترجمہ: یعنی فرمایا نبی علیہ السلام نے نہیں مہر جائز ہوتا کم دس دراہم سے۔ نقل کیا اس حدیث کو دار قطنی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی میں ہے کہ فرمایا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہ نہ کاٹے جائیں ہاتھ چور کے کم دس درہم چرانے پر اور نہیں جائز مہر مقرر کرنا کم دس درہم سے۔ نقل از سنن بیہقی اور حدیث کے اخیر الفاظ یہ ہیں "ولا يكون المهر فى اقل من عشرة (دراهم)" اور اگر ہزار یا دو ہزار یا جس قدر چاہیں حق مہر مقرر کریں تو شارع علیہ السلام نے جائز قرار دیا ہے۔ چنانچہ مشکوۃ شریف صفحہ ۲۷۹ میں مذکور ہے کہ حضرت ام حبیبہ کا چار ہزار درہم حق مہر تھا جو کہ ہندوستانی روپیہ کے حساب سے کچھ اوپر ہزار روپیہ بنتے ہیں اور بہتر یہ ہے کہ حیثیت اور طاقت کے موافق مہر مقرر کرنا چاہئے تا کہ ادا بھی کر سکے جیسا کہ قرآن مجید بھی اس پر شاہد ہے "واتيتم احداهن قنطارا ..... الخ" والله اعلم بالصواب

سوال: ایک شخص نے ایک عورت کو طلاق دے دی اور اس کی ہمشیرہ حقیقی کو اب بدون گذرنے عدت مطلقہ کے کرنا چاہتا ہے کیا یہ نکاح شرعاً جائز ہوگا یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: عورت مدخولہ مطلقہ کی جب تک عدت نہ گذرے اس کی ہمشیرہ سے نکاح کرنا اس کو جائز نہیں۔ چنانچہ فتاوی عالمگیر جلد اول صفحہ ۲۷۸ میں بایں طور مسطور ہے:

"وان اراد ان يتزوج احدهما بعد التفريق فله ذلك ان كان التفريق قبل الدخول وان كان بعد الدخول فليس له ذلك حتى تنقضى عدتهما وان انقضت عدة احدهما دون الاخرى فله ان يتزوج المعتدة دون الاخرى ما لم تنقض عدتها وان دخل باحدهما فله ان يتزوجها دون الاخرى ما لم تنقض عدتها وان انقضت عدتها جاز له ان يتزوج بايهما شاء"

سوال: چچا کی موجودگی میں اگر والدہ نے نکاح اپنی دختر کا کسی سے کر دیا تو یہ نکاح جائز ہوگا یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک یہ نکاح شرعاً ناجائز ہے۔ کیونکہ ولی قریب کے ہوتے ولی بعید کو مجاز نکاح کر دینے کا نہیں ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیر میں مسطور ہے:

"وان زوج الصغير او الصغيرة ابعد الاولياء فان كان الاقرب حاضرا وهو من اهل الولاية توقف نكاح الابعد على اجازته الخ ، وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الارحام الخ"

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ولی اقرب کے ہوتے ولی بعید ی نکاح نہیں کر سکتا اور چچا اقرب ہے اور والدہ اس کی ذوی الارحام سے ہے۔ لہٰذا یہ نکاح اس کی اجازت پر موقوف ہے چاہے وہ یہ نکاح جائز رکھے یا فسخ کر دے۔

سوال: اگر کسی شخص نے ایک عورت سے نکاح کیا اور مہر بھی مقرر کیا اور دخول کرنے سے پہلے فوت ہو گیا یا طلاق دے دی تو اس صورت میں اس کو کتنا حق مہر دینا پڑے گا۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس صورت میں نصف حق مہر دینا پڑے گا۔ چنانچہ اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے: "وان طلقها قبل الدخول والخلوة فلها نصف المهر (قدوری) اور اگر بوقت نکاح مہر مقرر نہ کیا ہو اور پیشتر خلوت و دخول کرنے کے طلاق دے دی تو اس صورت میں صرف تین کپڑے دینے پڑیں گے جو کہ ہمیشہ پہنتی ہو اور اگر دخول یا خلوت صحیحہ کیا پھر فوت ہو گیا تو اس صورت میں مہر مثل دینا پڑے گا جو کہ اس کی پھوپھی اور پھوپھی کی بیٹیوں اور ہم عمر نے باندھا ہوا ہو۔ فقط

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: مہر مثل کس کو کہتے ہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: مہر مثل کی تعریف "جوہرہ نیرہ" نے بایں طور کی ہے:

"ويعتبر فى مهر المثل ان يساوى المرأتان فى السن والجمال والعقل والدين والنسب والبلد والعصر والبكارة والثيوبة الخ"

مہر مثل کا اعتبار کیا جاوے گا برابری عمر اور خوبصورتی اور مال و دینداری اور نسب اور شہر اور زمانہ اور پرہیزگاری اور کنواری و بیوہ ہونے میں۔ الخ۔ اور نیرہ میں ہے:

"ومهر مثلها يعتبر باخواتها وعماتها وبنات عمها ولا يعتبر بامها ولا خالتها اذا لم يكن من قبيلتها لان المرأة تنسب الى قبيلتها الخ"

مہر مثل کا اعتبار کیا جاوے گا اس کی بہنوں اور اس کی پھوپھی اور اس کی بیٹیوں کا اور اس کی ماں اور خالہ کا کچھ اعتبار نہ ہوگا اور عورت اپنے باپ کے قبیلے کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ فقط۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: اگر خوشی و رضامندی سے عورت نے اپنے خاوند کو مہر بخش دیا پھر اس کے وارثوں کو مردہ پر دعویٰ طلب کرتا دوبارہ مہر

ہو سکتا ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اگر عورت نے خاوند کو تمام مہر بخش دیا اور مرد نے اپنے ملک میں قبضہ کر لیا تو پھر وارثوں کو یہ مجاز نہیں ہوگا کہ اس پر دعویٰ کریں کیونکہ عورت کو مجاز ہے اپنے حق مہر بخش دینے کا۔ چنانچہ اس عبارت نیرہ سے معلوم ہوتا ہے:

"وکذا اذا وھبت مھرھا لزوجھا صحت الھبۃ ولیس للاولیاء اب ولا غیرہ اعتراض علیھا"

فقط واللہ اعلم بالصواب

سوال: اگر مرد نے اپنی زوجہ کو بعوض مہر کے کوئی باغ یا کوئی اور چیز دے دی اور اس نے اس پر قبضہ بھی کر لیا تو پھر عورت سے مرد کے وارث اس چیز کو واپس لے سکتے ہیں یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: جو اشیاء مرد کے قبضہ وملک میں ہیں وہ اگر عورت کو بعوض مہر کے دے دیا ہے یا ہبہ کر دیا تو جائز ہے اور عورت سے اس کے وارث واپس نہیں لے سکتے۔ جیسے کہ ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۳ میں مذکور ہے: "بخلاف ما اذا باعھا بمھر المثل او بالمسمی لانہ مبادلۃ مال بمال" یعنی جب کہ اس نے عوض مہر کے اپنی چیز کو بیچ دیا اور عورت کو دے دیا تو وہ عین مال اس کا ہو گیا اور اس کے وارثوں کو کچھ حق نہ رہا کہ اس عورت سے چھین لیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر کسی شخص نے کلمہ کفر کا بولا۔ اب اس کے نکاح کا کیا حکم ہے۔ نکاح اس کا باقی رہا یا ٹوٹ گیا جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک کفر کے کلمات بکنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے اور نکاح بھی ٹوٹ جاتا ہے اور نکاح جدید کرنے کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ درمختار میں مسطور ہے:

"ما یکون کفراً اتفاقاً یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد الزنی وما فیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح"

ترجمہ: یعنی جس لفظ کفر کے بولنے میں علمائے دین کا اتفاق ہے اس کے بکنے سے عمل نابود ہو جاتا ہے اور نکاح ٹوٹ جاتا ہے اور بدون نکاح جدید کے اس سے اولاد جنائے وہ زنا کی ہوگی اور جس کے بولنے میں اختلاف علماء کا ہے اس سے نکاح جدید اور توبہ واستغفار کا حکم دیا جائے گا بشرطیکہ وہ باز آنا چاہے۔ اور قرآن مجید بھی اسی بات پر ناطق ہے۔

﴿وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ ...... الخ﴾

ترجمہ: یعنی جو شخص پھر جائے دین اپنے سے تم سے اور مر جائے وہ کافر ہے اور ضائع ہوئے عمل اس کے ...... الخ۔

سوال: ڈولی جو کہ مروجہ اس زمانہ میں ہے جس میں عورت اجنبیہ ہوتی ہے اور اس کو غیر محرم اٹھاتے ہیں جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک یہ ڈولی شرعاً ناجائز و نادرست ہے کیونکہ فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے المرأۃ عورۃ یعنی عورت کا تمام بدن شرم گاہ ہے اور عورت کو لازم ہے کہ نامحرم مردوں کے سامنے اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے اور ایسا ہی اپنا ظاہر کرنا غیر محرموں پر حرام ہے اور فاضل پانی پتی نے مالابدمنہ میں تحریر کیا ہے کہ عورت کا آواز بھی عورت ہے اور کہا امام ابن ہمام نے کہ

اگر عورت آواز بلند سے قرات نماز میں پڑھے گی تو نماز اس کی فاسد ہو جائے گی اور انواع مولوی عبداللہ جلد اول میں لکھا ہے۔

بیت

بے مرد پرائے ڈولی چاون وچ ڈولی رن پرائی — ایہ دوویں دوزخ ترغیب الصلوۃ اندر خبر تیہائی
اوہ حیلہ کیا کچھ کیتا لوڑن جو حرمت ہووے دور — ایک دست ہووے تاں دیکھا کر اہن کہتن وچ حضور

اور بیہقی میں حدیث حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور مسطور ہے "قال لعن الله الناظر والمنظور" یعنی لعنت کی اللہ تعالیٰ نے ستر دیکھنے والے اور دکھانے والے کو۔ اور قرآن مجید میں ہے ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ﴾ یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے حبیب کہدے ایماندار عورتوں کو کہ بند رکھیں آنکھیں اپنی۔ اور نگہبانی رکھیں شرمگاہوں اپنوں کی اور اپنا پہناوا غیر محرموں کے آگے ظاہر نہ کریں اور ایسا ہی مردوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ جو آج کل ڈولی کا رواج ہو رہا ہے نادرست ہے۔ اور اس میں غایت درجہ کی حماقت وضلالت ہے اور یہ عقلاً اور نقلاً بھی بہت بری نظر آتی ہیں اور اس کے جواز کا ثبوت کسی کتاب معتبرہ وحدیث سے ثابت نہیں ہوا۔ اور مولوی احمد الدین صاحب فاضل مناوری نے اس کی مذمت پر چند اشعار بایں طور تحریر فرمائے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

ابیات

واجوں بعد ایہ بنی اپنی ڈولی دے وچ پاون — چاون اس ڈولی نوں جیہڑے ماچھی قوم سداون
سب قوماں تھیں ہوندے ماچھی نیچ تے آکڑ والے بنی — ڈولی دے وچ پا کے ماچھیاں کرن حوالے
بہت شرافت لوک بیغیرت ڈولی دیو چہ جانن بنی — جس دی مرد بیگانے چاون فخر پچھانن
جیوندیاں کرن حوالے غیراں مرے تا منجا چاون — جیوندیاں غیرت ذرہ نہ کردے مویاں غیرت کھاون
جیوندی ہار سنگار اتے شہوت مرداں آوے — تے مردہ ویکھ بہادر وڈا وہشت ہیبت کھاوے
تے سنی چال بنی صاحب دی اہل ایماناں بھاوے — کنجر ڈوم پھڑن اوہ رستہ جو ابلیس سکھاوے
قوموں کوئی شریف نہ ہوندا باجھوں سوہنیاں چالاں — کون شمارے وچہ اصیلاں وہیاں گاون والاں
فرض کیتا کوئی ذات اعوان یا مغل پٹھان سداوے — پر شادی اندر بنی اپنی غیراں ہتھ کراوے
شریف نہ اوسنوں آکھن ہرگز بولن کنجر ہویا — سب شریف نے سب خفیف ایہ ذات کے گویا
ہن اسلام دا چالا پکڑو برا طریق و سارو — ڈولی چاون اتے گاون کنجراں متے مارو
ایہ شافع تے غمخوار اساڈا اچیاں شاناں والا — اس فرمایا بدعت چھوڑ و پکڑو میرا چالا

اور کتب تاریخ میں تحریر ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی دختر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ام سلمہ کے بغل کنار میں ڈال کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر میں روانہ کیا اور کوئی ڈولی نہ منوائی۔ جہیز میں صرف یہ چیزیں دیں۔

وآں جہاز فاطمہ بالشت چادر بوریا   کاسہ و نعلین ہم مسواک با یک آسیا

اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۱۰۹ میں اس کی تشریح یوں ہے کہ بالشت از پوست بز بود۔ واندروں پوست برگ درخت خرما کوفتہ انداختہ بودند۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت و چادر ہفدہ یا پانزدہ پیوند حضرت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا بر سر کردند و بوریا کہنہ حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ برداشت کاسہ چوبیں اسامہ بن زید برداشت نعلین حضرت بی بی رضی اللہ تعالیٰ عنہا در پائے کردند۔ آسیا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بر کتف مبارک خود برداشتند۔ غرضیکہ ڈولی میں سخت دیوثت پائی جاتی ہے۔ اور دیوث کے لئے سخت وعید وارد ہے چنانچہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث بستان الحدثین سے معلوم ہوتا ہے۔

"قال اقبح اللوم بالرجل ان لا یکون غیوراً لایستحی احدکم ان تخرج امه و امراته تراحم الناس فی السوق والمجالس"

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ بہت برا امت میں ملامتی وہ شخص ہے جو غیرت کرنے والا نہ ہو۔ کیا نہیں حیا کرتا ایک تمہارا کہ اس کی ماں یا عورت بازاروں اور مجلسوں میں نکلی پھرے۔ اور فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہ "بلغنی ان نساءکم یخرجن الی السوق قبح اللہ رجلاً مؤمناً لایکون غیوراً" پس ان دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ انسان کو غیور ہونا چاہئے۔ ورنہ خداوند کریم کے نزدیک وہ آدمی بہت برا ہے۔ اور اس فعل میں سخت بیغیرتی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا اس بری رسم کو چھوڑنا چاہئے۔ فقط

سوال: شادیوں میں سرود خوانی و آتشبازی ڈھول وغیرہ بجانا درست ہے یا نہیں۔

الجواب: یہ سب امور شرعاً شادیوں میں نادرست و ناجائز ہیں۔ چنانچہ فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۶۹ میں بایں طور لکھا ہے در سرود مجرد اختلاف علماء است بعض آنرا مباح مطلق گفتہ و بعضے مکروہ مطلق نوشتہ در بحر الرائق گفتہ کہ اصل مذہب حرمت مطلقاً و زدن دف بے تغنی برائے اعلان نکاح است۔ اما سرود نمودن ڈومنی ہا با دف اگرچہ در محفل زنان باشد درست نیست زیرا کہ دریں صورت جمع کردنست در مباح و حرام و جائیکہ مباح و حرام جمع شوند حرام را ترجیح دہند۔ پس دادن نقد و پارچہ بآنہا اجرت غنا شد و گرفتن اجرت بر غنا حرام است و چوں ضرب دف بے تغنی برائے اعلان نکاح است۔ پس ظاہراً دادن و گرفتن چیزے ہم براں مباح خواہد بود۔ اور صفحہ ۳۶۹ میں بایں طور مسطور ہے نواختن نقارہ برائے اعلان نکاح حرام است و دہل وغیرہ داز حکم طبل است چرا کہ ایں ہمہ آلات لہو است۔ اور اسی فتاوی صفحہ ۳۶۸ میں لکھا ہے۔

"ولا یجوز تضیع المال باحراق البارد والکاغذ ورکوب الخیل والطواف بالبلد من غیر حاجۃ قال اللہ تعالی ولاتکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا ورئاء الناس واظھار المعارف والملاہی کلہ من البدعات المحرمۃ"

غرضیکہ آتش بازی وغیرہ اشیاء جن کا اصل شرع میں نہیں ہے حرام اور بدعت ہیں۔ فقط۔

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: اگر کوئی شخص غریب ہو تو وہ اپنی دختر کے نکاح کے عوض لڑکے والوں سے کچھ روپے لے لے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: شرعاً لڑکی کے نکاح کے عوض کچھ روپیہ لڑکے والوں سے حاصل کرنا حرام ہے۔ چنانچہ ان عبارات سے معلوم ہوتا ہے۔

"ما اخذ ابو البنت من الختن او من وکیلہ فی وقت تزویج البنت فھو رشوۃ والرشوۃ حرام والاصل فیھا الرد"

نقل از فتاویٰ قاضی خان و جامع الفوائد صفحہ ۷۰ اور فتاویٰ غرائب قلمی صفحہ ۴۳ بحوالہ تاتارخانیہ میں بایں طور تحریر کیا ہے لو اخذ الولیّ الرشوۃ علی التزویج لہ ان یسترد ما اخذہ اور فتاویٰ عمادیہ میں ہے۔

"ما اخذ ابو البنت من الناکح او من اقاربہ برضائہ او بدون رضائہ فھو رشوۃ والرشوۃ حرام والاصل فیہ الرد"

پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ لڑکی والے کو عوض لڑکی اپنی کے کچھ نہیں لینا چاہئے۔ اگر لے لیا تو اس کو واپس کر دینا چاہئے۔ کیونکہ وہ رشوت ہے اور رشوت حرام ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: جو مال بطور جہیز کے ولی اپنی دختر کو دیتے ہیں۔ وہ مال جہیز حق لڑکی کا ہوتا ہے یا مرد کا جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اگر مال جہیز بعوض اس مال کے ولی نے دیا ہے جو کہ قبل از نکاح زوج سے لیا تھا تو مال جہیز حق مرد کا ہوگا۔ اگر یہ صورت نہیں تو مال جہیز حق لڑکی کا ہوگا۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"رجلٌ تزوج بنت الرجل واعطی عند التزویج من الجھاز کان ملک الزوج ام لا فالجواب ان کان الجھاز بمقابلۃ ما اخذ من الزوج صار الجھاز کان فی ملک الزوج وان کان مجرداً من المال فالجھاز کلھا للبنت"

ہٰکذا فی فتاویٰ قاضی خان و جامع الفوائد صفحہ ۷۰ وغیرہ وغیرہ۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: رشوت اور ہدیہ میں کیا فرق ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: رشوت وہ چیز ہے جس میں کسی وجہ کی شرط ہو جس سے لینے والا بے پرواہ ہو جاتا ہے اور ہدیہ میں یہ شرط نہیں۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"الفرق بین الرشوۃ والھدیۃ ھو ان الرشوۃ مالٌ یعطیہ بشرط ان یغنیہ والھدیۃ ان لا یکون معھا شرطٌ"

اور مفصل ذکر اس کا سلطان الفقہ جلد دوم میں گذر چکا ہے وکذا فی الفوائد۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اولیاء عظام وانبیاء علیہم السلام کے مزار اقدس کے چوگرد طواف کرنا درست ہے یا حرام کیونکہ وہابی کہتے

ہیں کہ طواف کرنا مزار اولیاء عظام وغیرہ کا کفر و شرک ہے۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان وغیرہ میں لکھا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : اس مسئلہ میں نہایت درجہ کا اختلاف ہے لیکن اکثر فقہاء عظام و اولیاء کرام اس کے جواز کے قائل ہیں۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنی کتاب انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں۔ چوں بمقبرہ در آید بروح آں بزرگوار ادا کند۔ اگر سورت فتح یاد باشد در اول رکعت بخواند و در دوم اخلاص والا در ہر رکعت سورہ اخلاص پنج پنج بار بخواند بعدہ قبلہ را پشت داده بنشیند و یکبار آیۃ الکرسی و بعض سورۃ ہا کہ در وقت زیارت بخواند۔ چنانچہ سورہ ملک وغیرہ ذلک بخواند و ختم کند و تکبیر گوید۔ و بعدہ ہفت بار طواف کند۔ و دراں تکبیر بخواند و آغاز از راست کند بعد طرف پایاں رخسار نہد و بیاید درو بروئے میت بنشیند۔ و بگوید یا رب بست و یکبار بعدہ اول طرف آسمان بگوید یا روح و در دل ضرب کند یا روح ما دلم کہ انشراح باید ایں ذکر کند۔ انشاء اللہ کشف قبور و کشف ارواح حاصل آید۔ اور کتاب مجمع البرکات و مطالب المومنین و فتاوٰی دستور القضاء و خزانۃ الروایات و رسالہ زیارت القبور علامہ برہان الدین و بیاض مخدوم حامد و مطلوب المومنین سے علامہ فاضل عبدالغنی نے اپنی تصنیف ذوالفقار حیدری صفحہ ۱۳۹ میں بایں طور تحریر کیا ہے۔

" وان کان قبر عبدٍ صالحٍ ویمکنه ان یطوف حوله ثلثا مراتٍ یفعل ویقول فی الطواف اللهم ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنةً وفی الاٰخرة حسنةً وقنا عذاب النار "

ترجمہ : یعنی اگر بندہ صالح کی قبر ہو۔ اور اگر ہو سکے تو اس کے گرد طواف کر لیوے تین بار۔ اور طواف میں یہ کہے اے پروردگار دے تو ہم کو نیکی دنیا کی اور آخرت کی بھلائی۔ اور پناہ دے عذاب دوزخ سے۔ اور زاد اللبیب و وسیلہ القلوب و محک الطالبین و تحقیق حق المبین میں نیز بایں طور لکھا ہے۔

" وان کان عبد صالح ویمکن ان یطوف حوله طاف ثلثاً او سبعاً "

ترجمہ: یعنی اگر کسی عالم یا ولی کی قبر ہو تو اس کے گرد پھرنا تین بار یا سات بار جائز ہے۔ اور مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب نفحات الانس میں شیخ ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ سے جواز نقل فرمایا ہے اور علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد اول حجاج کے ذکر میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں وہو ہذا۔

" فی الکامل ومما کفر به الفقهاء الحجاج انه رای الناس یطوفون حول حجرته صلی الله تعالی علیه واله وسلم فقال انما یطوفون باعوادٍ ورمةٍ قال الرمیوی کفروه بهذا لانه تکذیب لقوله صلی الله تعالی علیه وعلی اله واصحابه وسلم ان الله تعالی حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء رواه ابوداود "

(نقل از ذوالفقار حیدری صفحہ ص ۱۳۸)

ترجمہ : یعنی ابو العباس نے کامل میں لکھا ہے۔ کہ علمائے دین نے جن باتوں سے حجاج ظالم کو کافر کہا ان سے ایک بات یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو مدینہ منورہ روضہ اقدس حضرت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سردار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھا

کہ لوگ طواف کر رہے تھے بولا (پناہ بخدا نقل کفر کفر نباشد) کیا کچھ لکڑیوں اور گلے ہوئے جسم کا طواف کر رہے ہو۔ علامہ کمال الدین دمیری نے فرمایا کہ علمائے کرام نے اس قول پر اس وجہ سے اس خبیث کی تکفیر فرمائی کہ اس نے اس ارشاد اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تکذیب کی کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء کرام کا جسم کھانا حرام کیا ہے۔ پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ طواف کرنے والے لوگ تابعین یا تبع تابعین تو ضروری تھے جو قرون مشہور بالخیر کا دوسرا یا تیسرا طبقہ تھا۔ اور علاوہ اس کے اگر گھومنا قبر بزرگ کے گرد حرام ہوتا تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے مزار اقدس کو حرم شریف کی حطیم سے نکالا جاتا حالانکہ وہ مزار اقدس حطیم کے بیچ میں ہے جس کے گرد طواف آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے لے کر اب تک ہو رہا ہے اور کسی نے اس کو شرک اور کفر نہیں کہا۔ پس جو شخص ایسی بڑی جماعت مسلمانان پر فتوائے کفر لگاتا ہے وہ بقول نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خود کافر ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: ہمارے مرشد کامل اس جہان میں بوقتِ مصیبت امداد دے سکتے ہیں یا نہیں اور آخرت میں ہماری اعانت کریں گے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک ولی اللہ بوقتِ مصائب امداد دیتے ہیں چنانچہ تفسیر مظہری میں لکھا ہے

"ان اللہ تعالیٰ یعطی لارواحھم قوۃ الاجساد فیذھبون من الارض والسماء والجنۃ حیث یشاؤن وینصرون اولیائھم ویدمرون اعدائھم انشاء اللہ"

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے ان کے ارواح کو قوت مثل اجساد کے زمین و آسمان وجنت وغیرہ جہاں چاہتے ہیں جاتے ہیں اور مدد کرتے ہیں اپنے دوستوں کی اور تکلیف پہنچاتے ہیں ان کے دشمنوں کو۔ اور اسی طرح مولوی ثناء اللہ پانی پتی نے اپنے رسالہ تذکرۃ الموتیٰ والقبور میں لکھا ہے۔ وارواح ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک میسازند۔ اور کتاب میزان شعرانی مصری صفحہ ۳۳ میں بایں طور لکھا ہے وھو ہذا۔

"وقد ذکرنا فی کتاب الاجوبۃ عن ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ ان ائمۃ الفقہاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدیھم ویلاحظون عند طلوع روحہ وعند سوالِ منکرٍ ونکیرٍ لہ وعند النشر والحشر وعند الحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف ولما مات شیخنا شیخ الاسلام ناصر الدین اللقانی راٰہ بعض الصالحین فی المنام فقال لہ ما فعل اللہ بک فقال لما اجلسانی فی القبر یسألان اتاھم الامام مالک فقال مثل ھذا یحتاج الی سوال فی ایمانہ باللہ ورسولہ عنہ فتنحیا عنی واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدھم فی جمیع الاحوال والشدائد فی الدنیا والاخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم اوتاد الارض"

پس اس عبارت سے صاف ظاہر ہوا کہ ہمارے امام و اولیاء عظام جن کی ہم لوگ تقلید کرتے ہیں وہ ہماری خبر رکھتے ہیں اور بوقت سوال منکر و نکیر و حشر نشر و حساب میزان و صراط و دوزخ وغیرہ تکلیفات و مصائب شدائد دنیا و آخرت میں ہمیں امداد دیتے ہیں اور ہماری شفاعت کریں گے۔ پس ہمیں لازم ہے کہ ہم ان کی اتباع کریں اور ان کے مقلد بنیں۔ اور علاوہ اس کے ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یوں تحریر کیا ہے "فلا فرق لهم فی الحالین ولذا قیل اولیاء اللہ لا یموتون ولکن ینتقلون من دارٍ الی دارٍ" نقل از ذوالفقار حیدریہ علی اعناق الوہابیہ صفحہ ۶۸۔

ترجمہ: یعنی اولیاء اللہ کی دونوں حالتیں یعنی حالت حیات و ممات میں اصلاً کچھ فرق نہیں۔ اس لئے وارد ہوا ہے کہ اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور قرآن مجید میں ہے کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں ہو چکے ہیں ان کو مردہ مت کہو۔

"وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یعنی العشق بسیف الشوق اموات بل احیاء بعد فنائہ عن حیاۃ الانسانیۃ بحیوۃ الربانیۃ نقل از تفسیر عرائس البیان اور تفسیر مدارک و تنزیل میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے۔

"بل احیاء بل هم احیاء عند ربهم مقربون عند ذو زلفی یرزقون مثل ما یرزق سائر الاحیاء یاکلون ویشربون وهو تاکید لکونهم احیاء ووصف لحالهم التی هم علیها من التنعیم برزق اللہ فرحین بما اتاهم اللہ من فضله ـــــ الخ"

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ شہداء کرام و اولیاء عظام مثل زندہ لوگوں کے ہیں اور کھاتے پیتے ہیں۔ سیر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خوشی پاتے ہیں ناظرین ذرا غور کریں کہ جب ان کی زندگانی قرآن مجید سے ثابت ہو چکی ہے تو زندوں کی وساطت سے مدد مانگنا اور ان کا مدد کرنا کون سا امر محال ہے۔ بلکہ قرآن تو اس کے اثبات پر شاہد ہے وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی، وَیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اور باقی ذکر جلد اول و جلد ہفتم اور اس کے ابتداء میں ملاحظہ کریں اور اس فرقہ سے اجتناب کریں۔

﴿وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ﴾

(حررہ خادم شریعت مولوی نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: بالوں کو سیاہ کرنا درست ہے یا نہیں۔ کیونکہ اکثر غیر مقلدین اس کو برا سمجھتے ہیں۔ یہ کیونکر ہے جواب دو اجر لے گا۔

الجواب: بیشک بالوں [۱] کا سیاہ کرنا درست ہے۔ چنانچہ کتاب معیار الحنفیہ المعروف مجلا ہر دو سالہ حصہ دوم میں اس کی پوری بحث مفصل بایں الفاظ تحریر ہے۔ واہو ہذا۔ کتب احادیث و تواریخ سے سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بالوں کو سیاہ کرنا مسلم الثبوت ہے۔ اور ایسا ہی سلف صالحین بعضے از صحابہ و بعضے از تابعین وغیرہم اس بارہ میں

[۱] اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے اعلیٰحضرت شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی کے رسالہ "حک العیب" کا مطالعہ فرمائیں۔

…ت فرما چکے ہیں۔ تو بالوں کو سیاہ کرنے والا عامل بالحدیث صحیح علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین اور نیز "اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" مشہور اور حافظ ابن حجر صحیح بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں۔

"وقد رخص فیہ طائفۃ من السلف منھم سعد ابن ابی وقاص وعقبۃ بن عامر والحسن والحسین وجریر وغیر واحد واختارہ ابن ابی عاصم فی کتاب الخضاب لہ"

…امہ عینی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں۔

"وذکر ابن ابی العاصم باسانید ان حسنا حسینا رضی اللہ تعالٰی عنھما کانا یختضبان بہ ای بالسواد وکذالک ابن شھاب وقال احبہ الینا احلکہ"

…یعنی اس نے پسندیدہ تر ہم کو سیاہی میں سے وہ ہے جو اعلیٰ درجہ کی ہو۔ وکذالک شرح جلیل بن السمط

"وقال عتبۃ بن سعید انما شعرک بمنزلۃ ثوبک فاصبغہ بای لون شئت واحبہ الینا احلکہ وکان اسماعیل بن ابی عبداللہ یخضب بالسواد وعن عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ کان یامر بالخضاب بالسواد ویقول ھو تسکین لزوجتہ وھیبۃ للعدو وعن ابی ملیکۃ ان عثمان کان یخضب بہ وعن عقبۃ بن عامر والحسن والحسین انھم کانوا یختضبون بہ ومن التابعین علیٰ بن عبداللہ بن عباس وعروۃ بن الزبیر وابن سیرین وابو بردۃ وروی ابن وھب عن مالک قال لما سمع فی صبغ الشعر بالسواد نھیا معلوما وغیرہ احب الی وعن احمد فیہ روایتان وان الشافعیہ ایضاً روایتان"

اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں "قال محمد لا تری بالخضاب بالوسمۃ والحناء والصفرۃ باساً وان ترکہ ابیض فلا باس کل ذلک حسن" فقط اور ایسا ہی کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۶ میں مسطور ہے۔ اور جن حدیثوں سے اس کی ممانعت ظاہر ہوتی ہے وہ بعض تو ضعیف اور بعض قابل تاویل ہیں اور بعض متروک ہیں۔ جو قابل عمل نہیں۔ اور یہ امر محدثین پر پوشیدہ نہیں فقط۔

(حررہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: بزرگان خدا کی قبروں سے درخت کاٹنے درست ہیں یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: کتب فقہ معتبرہ میں لکھا ہے کہ قبروں سے درخت نہ کاٹے جائیں کیونکہ وہ جب تک سبز رہتے ہیں تسبیح کرتے ہیں اور اہل قبور کو فائدہ پہنچتا ہے اسی لئے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا مستحب ہے۔ چنانچہ فتاوی عالمگیری وغایۃ الاوطار کتاب الحظر والاباحۃ میں بایں طور مسطور ہے "وضع الورود والریاحین علی القبور حسن" الخ۔ اور فتاوی عزیزی کی جلد سوم میں اس سوال کا جواب بایں طور تحریر ہے۔ بعضے فقہا ایں را مستحب نوشتہ اند۔ بدلیل آنکہ آنحضرت ﷺ یکبار بر دو قبر گذشتہ کہ صاحب آں دو قبر عذاب کردہ میشدند۔ فرمود کہ ایشاں را عذاب کردہ میشود۔ بر چیز یک شاق نبود ایشاں را۔ پس یک جریدہ نخل طلبیدہ در میان آں شق کردہ یک یک نصف بر آں دو قبر نہادہ فرمودند یخفف عنھما العذاب مالم

یابسا یعنی مادامیکہ خشک نشود ببرکت تسبیح آں در عذاب صاحب قبر تخفیف خواہد شد ۔۔۔ الخ۔ اور شرح طریقہ محمدیہ وغنیۃ شرح منیۃ المصلی وفتاوی عالمگیری وفتاوی قاضیخان وبحر الرائق سے صاحب ذو الفقار حیدری نے صفحہ ۵۷ میں بایں طور نقل کیا ہے وفی الخلاصہ۔

"ویکرہ قطع الحطب والحشیش من المقبرۃ الا اذا کان یابساً ولا یستحب قطع الحشیش الرطب من غیر حاجۃ"

یعنی خلاصہ میں ہے مکروہ ہے کاٹنا لکڑی کا اور گھاس کا مقبرہ سے ہاں اگر خشک ہو جائے تو پھر کوئی خوف نہیں۔ فقط

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: کون شخص ہیں جن کی موجودگی میں بعض وارث محروم ہو جاتے ہیں۔ مفصل جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: پڑپوتا پڑپوتی بیٹے اور پوتے کے ہوتے۔ اور میت کی ماں ہوتے دادیاں و نانیاں اور باپ ہوتے دادیاں اور باپ بیٹا دادا کی موجودگی میں سب قسم کے بھائی میت کے محروم رہتے ہیں۔ اور اگر میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا دادا یا باپ کوئی بھی ان میں سے موجود ہوگا تو پھر ہر قسم کے بھائی اور بہنیں میت کی محروم ہو جائیں گی۔ اور باپ کے ہوتے دادا اور دادا کے ہوتے پڑدادا اور بھائی بیٹا پوتا کے ہوتے بھتیجا اور بھتیجا یا بیٹا پوتا باپ دادا یا پڑدادا زندہ ہو تو چچا میت کا محروم رہتا ہے۔ اور ذوالفروض وعصبات کے ہوتے ذوی الارحام مثل نانا نانی خالہ ماموں پھوپھی نواسی نواسا علی ہذا القیاس۔ اور نواسی نواسہ کے ہوتے بھانجہ بھانجی ماموں پھوپھی نانی نانا سب محروم رہتے ہیں۔ اور بھانجہ بھانجی کے ہوتے ماموں پھوپھی خالہ محروم ہو جاتے ہیں نقل از سراجی فقط۔

سوال: کتنی قسم کے لوگ ہیں جو حقدار میت کے ورثہ کے وارث ہوتے ہیں۔ مفصل بیان کرو اجر ملے گا۔

الجواب: تین قسم کے لوگ ہوتے ہیں ذوی الفروض جن کا حصہ خداوند کریم نے خود معین فرمادیا ہے۔ اور وہ ۱۳ شخص ہیں جن میں سے چار مرد ہیں اور نو عورتیں اور وہ یہ ہیں والد اور دادا اور اخیافی بھائی اور زوج۔ اور عورتوں میں سے یہ عورتیں ہیں۔ ماں، بیٹی، زوجہ، پوتی، حقیقی وعلاتی واخیافی ہمشیرہ اور دادی، نانی اور ان کو ورثہ بایں طور خداوند کریم نے تقسیم فرمایا ہے۔

﴿ولا بویہ لکل واحد منھما السدس ان کان لہ ولد فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ الثلث فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس﴾

یعنی اگر میت کی اولاد ہو تو اس کی ماں اور باپ کو چھٹا حصہ ملے گا اور اگر اولاد نہیں تو ماں کو ثلث اور باقی ماندہ سب باپ کو مل جائے گا۔ اور اگر میت کے دو سے زیادہ بھائی یا بہنیں ہوں تو پھر بھی ماں کو ثلث حصہ ملے گا اور اگر باپ نہ ہو تو اس کی بجائے دادا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں مذکور ہے۔ اور حضرت ابن عباس وابن زبیر سے فتویٰ ظاہر ہوا ہے۔ اور عورت کے خاوند کی نسبت یوں ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن ۔۔۔۔ الخ﴾ یعنی اگر تمہاری بیبیوں کی اولاد نہ ہو تو ان کے ترکہ سے تم کو نصف ملے گا۔ اور اگر ان

کی اولاد ہے تو تم کو اس سے صرف چوتھا حصہ ملے گا۔ اور خیافی بھائی کی نسبت اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے۔ ﴿وَلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَآءُ فِي الثُّلُثِ﴾ یعنی اگر کسی مرد یا عورت کی نہ تو اولاد اور نہ والدین موجود ہوں تو اس صورت میں اخیافی بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اور اگر خیافی بھائی بہنیں اس سے زیادہ ہوں گی تو وہ سب ایک بھائی شریک ہو کر حقدار ہوں گے اور جو ورثہ بیٹی و پوتی کو ملتا ہے اس کی یوں تصریح فرمائی گئی ہے ﴿فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ یعنی اگر بیٹیاں دو یا دو سے زیادہ ہوں تو ان کو ترکہ میں سے دو ثلث ملیں گے۔ اور اگر صرف ایک بیٹی ہو تو تمام مال سے آدھا ملے گا اور بخاری شریف میں ہے آدھا مال بیٹی کو دیا جائے اور چھٹا حصہ پوتی کو۔ باقی ماندہ میت کی ہمشیرہ کو اور زوجہ میت کے بارہ میں یوں ارشاد ہے لقولہ تعالیٰ۔

﴿وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ﴾

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب تمہاری کوئی اولاد نہ ہو تو پھر تمہارے ترکہ سے تمہاری بیبیوں کو چوتھائی حصہ ملے گا اگر تمہاری اولاد ہو تو پھر وہ آٹھویں حصہ کی حقدار ہو گی اور حقیقی و علاتی ہمشیرہ کی نسبت یوں مذکور ہے۔

"اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ"

یعنی اگر میت کی نہ والدین اور نہ اولاد ہو اور صرف ایک بہن حقیقی یا علاتی ہو۔ تو اس کو نصف ترکہ سے حصہ ملے گا اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں گی تو اس صورت میں ان سب کو دو ثلث ملیں گے۔ باقی مفصل ذکر ان کا کتاب مفید الوارثین و سراجی میں ملاحظہ کرو۔ اور قسم دوسری وارثوں کی عصبات ہے جو کہ میت سے نسبتی علاقہ رکھتے ہیں۔ جس میں عورت کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہو ان کو ورثہ تب ملتا ہے جب کہ ذوی الفروض میں سے کوئی زندہ نہ رہے یا ان کے حصہ معینہ ملنے کے بعد اگر کچھ باقی ترکہ رہ جائے تو پھر ان کو ملتا ہے اور عصبوں کے چار درجے ہیں جو کہ ایک دوسرے کی موجودگی میں ایک دوسرے کے مال کے وارث ہوتے ہیں درجہ اول میت کی نسل ہے بیٹا پوتا پڑپوتا یہاں تک کہ نیچے چلے جائیں درجہ دوم اس کی اصل باپ دادا پڑدادا جہاں تک کہ اوپر چلے جائیں۔ درجہ سوم باپ کی جزو بھائی بھتیجا اور اس کا فرزند وغیرہ۔ درجہ چہارم دادا کی نسل پھر ان کی اولاد اور اولاد در اولاد غرضیکہ درجہ اول ہوتے دوم درجہ کے وارث محروم اور درجہ دوم کے ہوتے سوم درجہ کے وارث محروم، علیٰ ہذا القیاس اور جو سب سے قریب ہو گا وہ دوسروں کو ورثہ سے محروم کر دے گا چنانچہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے پڑپوتے سب محروم رہ جائیں گے اور بیٹا بیٹی اور بیٹے کی اولاد اور باپ دادا اور باپ کی اولاد جو عصبات میں سے قریب درجہ رکھتے ہیں ان کا مستحق ہونا ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے وھو ہذا۔

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ، الخ ، وَاِنْ

كَانُوْا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ﴾

اور بخاری میں ہے۔ " الحقوا الفرائض باھلھا مما بقی فھو الاولی رجل "

اور حدیث میں ہے کہ جس غلام کو آزاد کر دیا گیا ہو اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس صورت میں اس کا مولا عصبہ ہو کر اس کے مال کا وارث ہو جائے گا۔ اور جدہ کو بھی چھٹا حصہ ملتا ہے جب کہ اس کے قریب کوئی ماں نہ ہو۔ اور ذوی الارحام کے بھی چار درجے شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائے ہیں جو کہ ایک دوسرے کو مانع ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں نواسا نواسی درجہ دوم نانا نانی فاسدہ اور دادا فاسد دادی فاسدہ۔ درجہ تیسرا بہنوں کی اولاد اور بھائیوں کی وہ اولاد جو عصبہ نہ ہو اور چوتھا درجہ میت کی پھوپھیاں خالہ ماموں اخیافی چچا اور ان کی اولاد اور اس میں بھی وہ معاملہ جو عصبات میں گذرا ہے یعنی درجہ اول ہوتے دوسرے درجہ کے ذوی الارحام محروم رہتے ہیں اسی طرح دوسرے درجہ ہوتے تیسرے درجہ کے لوگ ذوی الارحام محروم رہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔ نقل از کتاب مفید الوارثین اور ذوی الارحام کا حقدار ہونا اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے " واولوا الارحام بعضھم اولیٰ ببعض " اور وہ ذوی الفرض کے ہوتے ذوی الارحام کو ورثہ مل سکتا ہے۔ مثلاً زوج یا زوجہ ان میں سے ایک مر جائے اور کوئی ذوی الفروض یا عصبہ ان کا نہ ہے تو پھر زوجہ کو چوتھا حصہ دے کر باقی مال متروکہ ذوی الارحام میں تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر زوجہ مر جائے تو مرد کو نصف جو اس کا حصہ معین ہو چکا ہے دے کر باقی ذوی الارحام میں بانٹ دیا جائے گا۔ اور اخیافی بھائی اس کو کہتے ہیں جن کی ماں ایک اور باپ جدا جدا ہوں۔ اور علاتی بھائی وہ ہوتے ہیں جن کا باپ ایک اور ماں جدا جدا ہو۔ اور حقیقی وہ ہوتے ہیں جن کی ماں اور باپ ایک ہی ہوں اور باقی ذکر جلد نہم میں مطالعہ کریں فقط۔

(مرقومہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: فرقہ وہابیہ کی اصلیت اور اس کے عقائد کیا ہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: (نقل از سیف چشتیائی من تصنیف سید مہر علی شاہ صاحب دام اللہ فیوضہم) اس سوال کا جواب جناب سید مہر علی شاہ صاحب کی کتاب سیف چشتیائی مطبوعہ روز بازار صفحہ ۹۸ کے بعد صفحہ الف، ب، ج میں بایں طور مسطور ہے۔

مولوی محمد حیدر اللہ خان صاحب درانی المجد دی النقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں۔ مورخ ہاطرٌ دن جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاعہ بک ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبد الوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور بالخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اس کے بدن سے جدا ہو کر زمین میں پھیل گیا۔ اور جو اس کے سامنے آتا ہے اس کو جلا دیتا ہے۔ یہ خواب اس نے معبرین سے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے۔ انہوں نے اس خواب کی یہ تعبیر دی کہ اس کا ایک لڑکا ایسا پیدا ہو گا جو بڑی طاقت اور دولت پاوے گا۔ آخر کار اس خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبد الوہاب کے وجود سے

ہوگیا۔ جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا اور بعد ہزار شرابی ۱۲۰۷ھ میں فوت ہوگیا۔ یعنی اس نے ۹۶ سال کی عمر پائی اور ابتداً کو اس نے شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ حیات سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا۔ لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نور فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبد الوہاب) ملحد ہوگا۔ اور بظاہر اس کا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا جنہوں نے اس کے قبل نبوت کا دعویٰ کیا اور خدا کی قدرت ہے کہ اس کو پورے طور سے کسی علم وفن میں دستگاہی نہ ہوئی اور اسی واسطے علماء وقت کی رد و قدح نے اس کو جواب دینے کی قدرت نہ دی۔

جب کہ ۱۱۴۳ھ میں اس نے علمائے مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا۔ ملطبرون لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہا۔ اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اول اس نے اپنے آپ کو نبی ﷺ کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اس کا نام بھی رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کی مثل محمد ہے۔ گویا آنحضرت کے ہمنام ہونے کا شرف رکھتا ہے پھر اس نے چند اصولی عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے نہ ان فروعات کی جو اس سے مستنبط ہیں۔ اور محمد اگرچہ اللہ کا رسول اور دوست ہے لیکن ان کی مدح اور تعظیم کرنا ناجائز کیونکہ مدح و تعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایاں ہے۔ لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم من قبیل شرک ہے اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا لہٰذا اس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں ان کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں۔ پس جو کوئی مجھے قبول کرے گا وہ دوستوں میں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اس کا قتل بلاشبہ واجب ہے۔

پھر مورخ ملطبرون لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبد الوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اس کے مقلد ہوگئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا لیکن وہاں اس کی کچھ بن نہ آئی اور آخر کار تین برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا۔ لیکن وہاں کے علماء نے اس وقت اس کی خوب خبر لی بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف بدوی لوگوں میں اس کا فسوں اثر کر گیا۔ اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن مسعود مسمی باسم محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیرزادہ تھا اور جس کے عرب کے کئی قبائل اس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے۔ اس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت عاملانہ بصورت ریاست کسی طرح سے بڑھے۔ اور اس نے اس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبد الوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائے گا۔ اور اس کے مذہب کی تائید سے اس کا دلی ارادہ پورا ہو نکلے گا۔ اس نے محمد بن عبد الوہاب کا مذہب قبول کرلیا۔ اور اس کے سارے مرید آبائی بھی اس کے ساتھ ہولئے اور اس نے مذہب وہابیہ کو اس قدر تقویت دی کہ اطراف واکناف کے اعراب اور بدوی سب کے سب اس کے مطیع ہوگئے حتیٰ کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہوگئی۔ اور محمد بن عبد الوہاب ان کا امام قرار پایا اور ابن مسعود اس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا۔ اور مدینہ درعیہ انہوں نے اپنا دار السلطنت معین کیا اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مرتب کر کے اپنے ملک و دولت کی توسیع میں

ساعی ہوا مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوا۔ حتیٰ کہ ابن مسعود کا بیٹا عبد العزیز اس کا جانشین ہوا جو کہ شجاعت و ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا۔ اور محمد بن عبد الوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزور شمشیر شروع کر دی۔ پس جب عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اولا کسی ایک کو اس کی تفہیم کے لئے بھیجتا۔ تا کہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق تفسیر و تاویل قرآن کو مانے۔ پس اگر وہ اس کا اعتقاد قبول کر لیتا تو اس کو امن دے دیتا۔ ورنہ اس کی بیخ و بنیاد کو اکھیڑ کر اس کے تمام اموال و مویشی غارت کر لیتا۔ لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرض نہیں کرتا تھا۔ اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عشر لیتا تھا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت بحر احمر اور بحر فارس اور حلب اور دمشق اور بغداد کے اطراف و اکناف تک پھیل گئی۔ حتیٰ کہ عبد العزیز مسعود کے مرنے کے بعد بتاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ھ مسعود بن عبد العزیز ایک لشکر کثیر لے کر کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبہ میں خون ریزی کی جس کی شان بقول قرآن ہے۔ "من دخلہ کان امنا" لیکن اس نے آمن کو غیر آمن بنا دیا اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا تعاقب بجرد داخل ہونے کے چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیے کے پنجے سے حرم حل ہو گیا اور چاروں مصلے جلا دیئے گئے اور قبے گرا دیئے گئے اور ان میں بول و براز کر کے تحقیر کی گئی اور اسی محرم کے پہلے ہفتہ میں اس نے ایک رسالہ ابن عبد الوہاب کا اہل مکہ کی طرف بطور حجت و دعوت بھیجا جس کی اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس کے دیکھنے سے مشتے نمونہ از خروارے عبرت کا باعث ہو چنانچہ لکھا۔

"فمن اعتقد انه اذا ذكر اسم نبی فيطلع هو عليه صار مشركا وهذا الاعتقاد شرك سواء كان مع نبی اوولی او ملک او جنی اوصنم اووثن وسواء كان يعتقد حصوله بذاته باعلام الله تعالى بای طريق كان يصير مشركا سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزى واما اللاحقون محمد وعلی وعبد القادر ومن لم يقل فی حاجته بالله وقال يا محمد وان اعتقد عبداً غير متصرف فی الكل صار مشركا وكفاک قدوة فی ذالک شيخنا تقی الدين ابن تيميه وقد ثبت ان السفر الى قبر محمد ومشاهده ومساجد والاره وقبر ای نبی اوولی وسائر الاوثان شرک اكبر"

یعنی جو کوئی یہ اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر یہ اعتقاد خواہ کسی نبی کے ساتھ ہو یا ولی یا فرشتہ یا جن بھوت یا صنم یا بت کے ساتھ ہو پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اس کا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام سے۔ الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے تو وہ اور ابو جہل دونوں شرک میں برابر ہیں پہلے بت لات اور سواع اور عزیٰ تھے لیکن پچھلے بت محمد علی اور عبد القادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اگرچہ اس کو ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی

قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف یا کسی دوسرے نبی یا ولی یا اور بتوں کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے۔

پس مکہ کو غارت کر کے اس نے ۱۲۰۴ھ میں مدینہ منورہ پر چڑھائی کی۔ اور ایسا تاراج کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن بیشمار لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود بن عبدالعزیز نے جب وہ محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو اس کے پاس سے ایک صندوق ملا جس میں سے تین سولولوے آبدار کلاں اور کئی دانے زمرد کلاں کے نکلے اور اقرار کیا کہ یہ صندوق بھی حجرہ نبویہ میں سے اس کے والد مسعود نے نکالا تھا۔ پس مسعود نے فقط اسی غارت پر اکتفا نہ کی بلکہ قبہ مولد نبی ﷺ کے ساتھ ابوبکر الصدیق اور علی ابن ابی طالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قبے بھی گرا دیے۔ اس خیال سے کہ یہ بھی اصنام ہیں اور روضہ رسول کریم کے گنبد پر چڑھ کر جب گرانے لگا تو عجب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ سارے وہابی سرنگوں ہو کر مر گئے اور اسی اثناء میں آگ کا ایک شعلہ ایسا نکلا جس نے بہتوں کو جلا دیا۔ اور اسی طرح ایک اژدہا حضرت موسیٰ کے اژدھا کی طرح نکلا جس نے قوم فرعون کی طرح افواج وہابیہ کا تعاقب کیا اور اتنے میں بحکم سلطان المعظم محمد علی پاشا خدیو مصر مقرر ہوا اور اس کا بیٹا طوسون جس کے ساتھ سید طحطاوی محشی درمختار بھی مصر آئے تھے بحکم والد خود ایک لشکر عظیم کے ساتھ مدینہ منورہ کے دروازے پر وہابیہ کی بیخ کنی کے لئے آن پہنچا اس وقت عثمان مضائفی سپہ سالار وہابیہ نے مدینہ کے دروازے بند کر لئے لیکن طوسون نے زمین کے نیچے سے سرنگ لگائی اور اتفاق سے ایک حصہ دیوار کا گر گیا۔ اور طوسون نے اندر گھس کر نجدیوں پر قیامت برپا کر دی۔ اور مقید وہابیوں کے کان کتر دیے گئے اور مدینہ منورہ ۱۲۲۷ھ میں وہابیوں کے وجود سے پاک ہو گیا۔ اور ۱۲۲۸ھ میں عثمان مضائفی بھی گرفتار ہو کر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا لیکن ۱۲۲۹ھ میں مسعود کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اس کا بیٹا عبداللہ بن مسعود اس کا جانشین ہوا۔ اور آخر کار وہ بھی حروب کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ میں مدینہ درعیہ پایہ تخت وہابیاں فتح ہو کر گرفتار ہو گیا۔ اور بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۳۴ھ قسطنطنیہ میں باب ہمایوں پر قتل کیا گیا اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا۔ اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور تعزیر دی گئیں۔ یعنی مقید کیے گئے اور کان کتر دیے گئے اور امن و امان قائم ہوا اور پھر از سر نو مکہ اور مدینہ میں چاروں مصلے قائم ہوئے اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہو گیا۔ وہابی نامہ میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طول میعاد ہونے کا باعث یہی ہے کہ ابتداء غفلت رہی اور مکہ اور مصر کے پاشا جلد جلد فوت ہوتے رہے اور ان کے تغیر و تبدل سے انتظام ٹھیک نہ ہوا اور یہ فرقہ زور پکڑتا گیا۔

درہ درانی کی عبارات منقولہ بالا سے ناظرین بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ محمد بن عبدالوہاب نے کیا کچھ کیا اور وہ اپنے آپ کو کیا کچھ سمجھا اور کس وجہ سے یہ فرقہ وہابیہ دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج سمجھا گیا چنانچہ علامہ شامی نے اس فرقہ کو

باغی خارجی قرار دیا ہے

"کما وقع فی زماننا فی اتباع عبد الوهاب الذین خرجوا من نجد وتغلبوا علی الحرمین وکانوا ینتحلون مذهب الحنابلة لکنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقاد هم مشرکون واستباحوا بذلک قتل اهل السنة وقتل علمائهم حتی کسر الله تعالی شوکتهم وخرب بلادهم وظفر بهم عساکر المسلمین علی ثلث وثلثین ومائتین والفی" (شامی طبع مصر جلد ثالث صفحہ ۳۳۳)

عبارت شامی کا حاصل: چنانچہ ہمارے زمانہ میں عبدالوہاب کے تابعین میں واقع ہوا۔ عبدالوہاب کے گروہ نے نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر جابرانہ قبضہ کیا اور یہ لوگ اپنے آپ کو حنبلی المذہب کہلاتے تھے لیکن دراصل اپنے گروہ کے بغیر سب مسلمانوں کو مشرک سمجھتے تھے۔ لہٰذا اہل سنت و جماعت اور ان کے علماء کا قتل کرنا مباح جانتے تھے جس کا یہ انجام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ۱۲۳۳ھ میں اہل سنت کو نصرت فرمائی اور فرقہ وہابیہ کو شکست دی اور رسوا کیا اور دیگر اہل السنت وجماعت نے بھی وقتاً فوقتاً عقائد وہابیہ کی تردید میں رسائل شائع کئے ہیں مثلاً الدرر السنیہ فی رد الوہابیہ للعلامہ زینی دحلان مفتی بیت اللہ الحرام وغیرہ جن میں اس فرقہ کو بوجہ حضرت سرور عالم ﷺ کی شان میں سخت تحقیر و گستاخی کرنے کے کافر کہا ہے۔ اور علاوہ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس فرقہ ضالہ کی پیدائش کی نسبت ۱۳ سو سال سے پیشتر پیشگوئی فرمادی ہے جیسا کہ مشکوٰۃ شریف جلد اخیر باب ذکر الیمن فصل اول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مسطور ہے۔

"قال قال النبی ﷺ اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول الله وفی نجدنا قال اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول الله وفی نجدنا قال اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول الله وفی نجدنا فاظنه قال فی الثالثة هناک الزلازل والفتن وبها یطلع قرن الشیطان رواه البخاری"

خلاصہ یہ ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملک شام و یمن کی خاطر سہ بار دعا مانگی کہ یا اللہ ہمارے ان ملکوں میں برکت دے اور بعض اصحاب نے یہ عرض کیا کہ یارسول اللہ ملک نجد کی خاطر بھی دعا فرمائیے آپ نے فرمایا اس جگہ زلزلے اور فتنے ہونگے اور شیطان کا سینگ ظاہر ہوتا ہے پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا جو آنحضور ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی وہ پوری ہو گئی ملخصاً۔

غیر مقلدین کے اعتراضات کے جوابات

جو کہ انہوں نے فقہ حنفیہ پر بلا سوچے سمجھے کر دیئے ہیں اور کم علم و جاہل لوگوں کو مذہب حنفیہ سے بہکانے کے لئے اپنی اخباروں ورسائل واشتہاروں میں تحریر کر دیئے۔ چنانچہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے ۱۹۰۷ء کے پرچہ میں اور عبد الجلیل سامری اپنی کتاب بوئے مسلمین میں اور سعد بنارسی الجرح علی ابی حنیفہ میں اور جو محمد سعید جالندھری نے اپنے اشتہار میں کئے ہیں اور وہ اعتراض یہ ہیں:

اعتراض: حنفیہ کے نزدیک مشت زنی کرنا واجب ہے جب کہ زنا کا خوف ہو۔ اور مشت زنی کرنا شہوت کی تسکین کے لئے جس کی بیوی یا لونڈی نہ ہو کوئی گناہ نہیں۔

(رد المحتار صفحہ ۱۵۶)

الجواب: اقول باللہ التوفیق۔ متعصبین معترضین اپنے اور دیکھئے کہ تمام کتب معتبرہ حنفیہ و تفسیروں میں لکھا ہے کہ مشت زنی کرنا حرام ہے کیونکہ اس میں قطع نسل انسانی کا سبب پایا جاتا ہے اور حدیث میں وارد ہے کہ جو شخص سنت مؤکدہ کو چھوڑ کر بغرض شہوت رانی کے ایسا فعل کرے تو وہ ملعون ہے اور معترضین نے اس میں حوالہ ردالمحتار کا عوام الناس کو دھوکا دینے کے لئے لکھا ہے اس میں اس طرح ہرگز ہرگز نہیں۔ صاحب شامی نے تو بعض مجوزین کے اقوال و چند شرائط بایں طور بیان کئے ہیں۔ کہ اگر کوئی شخص مجرد اس حال میں ہو کہ اس کے ہاں ایک فاحشہ عورت زنا کرانے کے لئے موجود ہو اور وہ مرد بھی ہر طرح اس پر قادر ہو اور اس کا کوئی مانع بھی نہ ہو اور اس پر شہوت کا غلبہ بھی ہو چکا ہو اور اس کے دل میں خوف شہوت کے روکنے کا بھی ہو کہ اگر شہوت کو روکوں گا تو بیمار ہو جاؤں گا تو اس حالت اضطراری میں اگر اس نے ہاتھ سے شہوت کو دفعہ کر دیا تو اس پر کچھ عیب نہیں۔ چونکہ حالت اضطراری میں حرمت ساقط ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ اگر کوئی شخص حالت اضطراری میں گوشت خنزیر و مردار کو کھالے تو اس پر عیب نہیں۔ اور صحاح ستہ میں حدیث بایں مضمون مسطور ہے کہ بوقت غلبہ شہوت بہادران اسلام نے بعوض کپڑوں کے عورتوں سے متعہ کیا تھا۔ اور علاوہ اس کے کتاب عرف الجادی صفحہ ۱۲۱۳ میں اصفحان کے رہنما فرزند نواب صاحب کی تصنیف میں بایں طور لکھا ہے کہ مشت زنی اور چھیدکی اور پتھروں کے سوراخوں میں دخول کر کے حاجت کے وقت منی کو نکالنا جائز قرار دیتے ہیں اور نگاہ و نظر بازی سے بچنے کے وقت یہ دونوں کاموں کو واجب لکھتے ہیں نقل از کلمۃ القبیح صفحہ ۱۱ پس معترضین کو لازم ہے کہ پہلے اپنی فقہ الحدیث پر اعتراض کر لیں بعدہ فقہ حنفیہ پر کریں اور جواب لیں اور کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر جلق بنیت لذت و عادت و اپنے آپ کو نامرد کرنے کے لئے مشت زنی کرے تو حرام ہے۔ اور اس پر تمام علمائے دین کا اتفاق ہے۔ اور معترضین کو لازم ہے کہ اس کی حرمت صورت بالا کے روا کی تھی پر دلیل بیان کریں اور اس پر حکم حد کا دکھائیں تو دس روپیہ انعام لیں فقط۔

اعتراض ۲: حنفی مذہب میں اگر رنڈی زنا کے بدلے ٹکے مزدوری مقرر کر کے لے لے تو امام صاحب ابوحنیفہ کے نزدیک جائز ہے اگر چہ بذریعہ حرام ہے اور زنا کرنے والے پر حد نہیں آتی۔

الجواب: **شعر**

سنگدل کا اس سے بہتر ہے نہیں کوئی علاج
ایسے دیوانے کو اب زنجیر پہنا چاہیے

افسوس ہے کہ معترضین نے اجارہ باطل وفاسد میں بھی کچھ تمیز نہ کی اور نہ ہی اپنے مذہب کا اشتہار واجب الاظہار کیا جو کہ مولوی فقیر اللہ صاحب نے مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہل حدیث پر جاری کیا ہے۔ کہ انہوں نے مال زانیہ کو حلال طیب لکھا ہے۔ اور تمام علمائے دین کا اس پر اتفاق ہے کہ مہر حزنیہ کا حرام ہے۔ چنانچہ مشارق الانوار میں مولوی حرم علی صاحب نے لکھا ہے کہ خرچی زانیہ کی چاروں اماموں کے نزدیک بالاتفاق حرام ہے اور امام نووی نے شرح مسلم میں نیز بایں طور تحریر فرمایا ہے کہ۔

" اما مهر البغی فهو ما تاخذه الزانية على الزناء وسماه مهراً لكونه على صورته وهو حرام باجماع المسلمين "

ترجمہ: اپر مہر زانیہ کا وہ چیز ہے کہ جس کو زانیہ بعوض مہر کے لیوے۔ اور اس کا نام اس لئے مہر رکھا ہے کہ وہ بصورت مہر ہے۔ اور حرمت اس کی باجماع مسلمانوں کے ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ مسئلہ متعلق اجارہ فاسد کے ہے نہ اجارہ باطل کے اور صاحب فتح المبین نے اجارہ باطل وفاسد میں یہ فرق فرمایا ہے کہ اجارہ باطل وہ ہے کہ باصلہ غیر مشروع ہوا اور اجارہ فاسد وہ ہے کہ باصلہ مشروع اور بوصف غیر مشروع ہو۔ یعنی کسی شرط یا عارض کی وجہ سے اس میں فساد آیا ہے ورنہ اصل میں جائز وحلال تھا۔ اور یہ بھی متفق علیہ امر ہے کہ جس اجارہ کا مقصود علیہ بسبب معصیت ہوگا وہ ضرور باطل ہوگا نہ فاسد۔ جب یہ دونوں قاعدے متفق ہیں تو پھر کون عاقل زنا کی خرچی کو حلال کہہ سکتا ہے۔ چہ جائیکہ صاحب محیط و حلبی اور علاوہ اس کے اس قول کو بڑے بڑے علمائے دین مثل سید احمد طحطاوی وسید عابدین رد المختار وغیرہ میں لکھتے ہیں کہ یہ قول بالکل ضعیف ہے کیونکہ حدیث صحیح کے برخلاف اور میں کہتا ہوں کہ یہ عبارت کسی کتاب کے متن کی نہیں۔ اور نہ ہی اس پر کسی علمائے دین اہل سنت وجماعت نے فتویٰ دیا ہے کہ تم ایسا کیا کرو اور نہ ہی مفتی بہ مسئلہ ہے۔ اور اگر معترضین کو تسلی نہیں ہوئی۔ تو لو ہم کتاب بخاری سے اسی مضمون کی تائید پر حدیث دکھا دیتے ہیں وہو ہذا۔ کتاب بخاری صفحہ ۶۶۴ باب قول۔

" يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ حدثنا عمرو بن عون قال حدثنا خالد عن اسمعيل عن قيس عن عبد الله قال كنا نغزوا مع النبى ﷺ وليس معنا نساء فقلنا الا نختصى فنهانا عن ذلك فرخص لنا

بعد ذالک ان نتزوج المرأة بالثوب ثم قرء یا ایها الذین امنوا لا تحرموا طیبات ما احل الله لکم ۔ (صحیح)

ترجمہ: عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ ہم آنحضور ﷺ کے ساتھ مل کر کفار سے جہاد کیا کرتے تھے ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں۔ ہم نے آپ سے عرض کیا کہ ہم خصی نہ ہو جائیں تو آپ نے اس سے منع فرمایا۔ بعد اس کے ہم کو اجازت دی کہ کپڑوں کے عوض پر عورتوں سے بطور متعہ کے نکاح کر لیویں۔ پھر حضرت عبد اللہ نے یہ آیت پڑھی کہ مسلمانوں جس چیز کو خدا نے حلال کیا ہے اس کو حرام مت کرو۔۔۔ الخ۔ پس اب معترضین کو چاہئے کہ اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں اور شرم کریں اور آئندہ ایسا اعتراض مذہب حنفیہ پر نہ کریں۔ اور برادران اہل سنت و جماعت کو واضح رہے کہ اس حدیث مسطورہ پر عمل نہ کریں کیونکہ ہمارے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہے اور ضعیف اور قابل عمل نہیں اور اس کو عبارت چلپی کی طرح سمجھیں ہاں اگر وہابی لوگ اس پر عمل کریں تو ان کو مجاز ہے کیونکہ ان کے نزدیک تو لڑکی ربیبہ اور مدخولہ باپ کی اور دادی کے ساتھ نکاح کرنا اور ان سے صحبت کرنا بھی درست ہے چنانچہ پرچہ اہل حدیث ۱۹ دسمبر ۱۹۱۰ء وغیرہ میں مذکور ہے اور معترضین نے لکھا ہے کہ نزدیک امام صاحب کے زانی اور حربیہ پر حد نہیں آتی سو اس کا جواب یہ ہے کہ تمام کتب فقہ میں لکھا ہے کہ زانی اور حربیہ کا اگر زنا کرنا ثابت با گواہاں ہو جائے تو ان پر حد قائم کی جاوے گی۔ ہاں اگر یہ فعل اجارہ فاسدہ یا شبہ میں تصور کیا جاوے تو پھر حد ساقط ہو جاوے گی۔ چنانچہ عینی شرح کنز باب وطی الذی یوجب الحد والذی لا یوجب الحد میں حدیث مذکور ہے کہ خلیفہ ثانی نے ایسا فعل کرنے پر ایک مرد اور عورت پر حد ساقط کر دی اور حدیث صحیح اس پر شاہد ہے کہ جو فعل شبہ میں ہو گا اس میں حد ساقط ہو جاوے گی۔ "ادرؤ الحدود بالشبہات" اور اس میں بھی مستاجرہ ملموثہ ہونے کا ایک عارضہ شبہ کا واقع ہو چکا ہے اور شبہ تین قسم پر ہوتا ہے۔ چنانچہ جلد چہارم میں گذرا ہے اور افسوس معترضین پر کہ آپ رنڈی کے ٹکے مزدوری کے جائز تصور کریں اور دادی اور اب رضاعی کی منکوحہ اور دختر ربیبہ سے نکاح جائز قرار دے کر اولاد پیدا کریں تو کچھ عیب نہ سمجھیں اور ایک قول مرجوح اور ضعیف جو کہ صاحب چلپی نے تحریر کر دیا ہے اس پر اس قدر زور دے کر فقہ حنفیہ پر اعتراض کریں کہ الامان ۔ فافہم ۔ فلا تعجل۔

اعتراض ۳: حنفیہ کے نزدیک اگر وطی یعنی جماع چوپایہ یا مردے سے کرے یا مشت زنی کرے یا عورت کی شرمگاہ کے خارج جماع کرے تو ان سب حالتوں میں روزے دار کا روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ غسل لازم آتا ہے جب تک کہ انزال نہ ہو یعنی جب تک منی نہ نکلے۔ (فاضحان)

الجواب: اقول باللہ التوفیق۔ معترضین کو لازم تھا کہ پہلے بخاری و مسلم اور اپنے ہم مشرب و مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے اور دیکھ لیتے کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں لیجئے معترضین صاحب ہم آپ کو آپ کی کتابوں سے جن کو آپ نے مثل قرآن مجید کے مجھور رکھا ہے ان میں سے دکھا دیتے ہیں۔ بخاری و مسلم میں جلد اول میں لکھا ہے کہ جماع کرنے سے بدوں

انزال کے غسل لازم نہیں ہوتا "الماءُ من الماءِ" اس پر شاہد ہے اور

"اذا جامع الرجل امراته فلم یمن قال عثمان یتوضاء کما یتوضاءُ للصلوۃ فیغسل ذکرہ"

(نقل از بخاری)

یعنی اگر کوئی شخص اپنی عورت سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کہا حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ دھو ڈالے ذکر اپنے کو اور وضو کرلے جیسے کہ نماز کے لئے وضو کرتا ہے الخ۔ اور یہی مذہب ہے امام بخاری و داؤد ظاہر کا۔ دیکھو بلاغ المبین صفحہ ۳۲ مولفہ محی الدین نو مسلم کتب فروش لاہوری اور مولوی وحید الزمان غیر مقلد اپنی تصنیف کنز الحقائق صفحہ ۳۸ صاف صاف لکھ دیا ہے کہ جماع خارج شرمگاہ عورت کے یا دبر کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا جب تک کہ انزال نہ ہو وھو ہذا۔

"او جامع امراته فیما دون الفرج او الدبر ولم ینزل او دخل القطرۃ او قطر ثان من دموعہ لم یفطر"

پس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ جب عورت و مرد مشتہات کے جماع کرنے فی الفرج او الدبر بدوں انزال کرنے کے روزہ نہ ٹوٹا تو غیر مشتہات مثل چوپایہ و مردہ وغیرہ کے جماع کرنے پر بدوں انزال بادلی روزہ آپ کے مذہب حقہ کے نزدیک بھی نہ ٹوٹے گا۔ اور علاوہ اسکے آپ کے مذہب کتاب روضہ ندیہ صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ نولکشور میں بایں طور مسطور ہے کہ اگر کوئی شخص جان بوجھ کر اپنی بی بی سے جماع کرے یا کھائے یا پئے تو روزہ دار کا روزہ ٹوٹے گا اور نہ ہی کفارہ لازم آئیگا وھو ہذا۔

"قد قیل ان الکفارۃ لا یجب علی من افطر عامدا بای سبب بل بالجماع فقط ولکن الرجل انما جامع لمراته فلیس فی الجماع فی نہار رمضان الا ما فی الاکل والشرب لکون الجمیع حلالا لم یحرم الا بعارض الصوم وقد وقع فی روایۃ من الحدیث ان رجلا افطر ولم یذکر الجماع الخ"

پس جب کہ آپ کی کتابوں سے ثابت ہو چکا ہے کہ کھانے پینے جماع جان بوجھ کر کرنے سے کفارہ لازم نہیں ہوتا اور نہ ہی روزہ دار کا روزہ فاسد ہوتا ہے۔ تو پھر مذہب حنفیہ پر جو کہ عین مطابق قرآن مجید اور حدیث شریف کے ہے اس پر اعتراض کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ اور جب کہ کتب فقہ میں مذکور ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر ایسا فعل کرے گا تو وہ ضرور گنہگار ہوگا اور روزہ اس کا بھی ٹوٹ جائے گا۔ فافہم فلا تعجل۔

اعتراض ۴: مذہب حنفیہ کے نزدیک اگر وضو کرکے عورت صغیرہ یا مردہ یا چوپایہ سے صحبت کرلے تو جب تک انزال نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا۔ درمختار۔

الجواب: اقول باللہ التوفیق۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

معترضین ذرا اپنی عادت نجدیہ وہابیہ سے توبہ کرکے انصاف کی نظر سے اپنے ہی مذہب کی کتابوں کو ملاحظہ کریں وھو ہذا

"خروج شی من السبیلین والقی والرعاف وما یوجب الغسل والنوم ومس الذکر والفروج واکل لحم

الابل والاغماء والغشی والجنون والسکر ومباشرة فاحشة وخروج دم اودودة من غیر السبلین والقبل ومس امراة۔۔۔۔۔الخ" (نقل از کنز الحقائق مصنف مولوی وحید الزمان غیر مقلد صفحہ ۱۲،۱۱)

پس معترضین جب کہ آپ کے مذہب اور ہم مشربوں کے نزدیک ان امور سے نہ وضو ٹوٹتا ہے اور نہ ہی غسل لازم آتا ہے۔ تو پھر حنفی مذہب پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور علاوہ اس کے جب امام محمد اسمٰعیل بخاری تحریر کر چکے ہیں کہ بدوں انزال مشتہات مرد اور عورت پر بدوں انزال، غسل لازم نہیں آتا۔ تو غیر مشتہات جو صغیرہ اور چارپایہ اور مردہ ہے اسے وطی کرنے پر بدوں انزال کب غسل لازم آئے گا۔ **فافهم فلا تعجل۔**

اعتراض: حنفیہ کے نزدیک کتے کا گوشت یا چمڑا قبل از دباغت جو کہ بسم اللہ کہہ کر ذبح کیا گیا ہو ساتھ لے کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ (منیۃ المصلی)

الجواب: اقول باللہ التوفیق۔

کب تک رہو گے ضد و تعصب میں ڈوبتے
آخر قدم بصدق اٹھاؤ گے یا نہیں

معترضین صاحب کتب فقہ حنفیہ میں تو آپ کی تحریر کے برخلاف لکھا ہوا ہے۔ چنانچہ فقہ اکبر میں ملا علی قاری نے یوں تحریر فرمایا ہے کہ اگر حرام جانور پر بسم اللہ پڑھی جائے تو کفر لازم ہوگا۔ ہاں بات دراصل یہ ہے کہ اگر جانور نجس العین نہ ہو جیسے کہ بلی و لومڑ و گیدڑ وغیرہ جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا اگر ان کو کسی نے بسم اللہ پڑھ کر ذبح کر دیا تو ان کا چمڑا خشک ہونے سے پاک ہو جائے گا۔ اور اگر کسی کے پاس کوئی کپڑا ستر ڈھانکنے کے لئے نہ ہو اور اس نے ایسی حالت اضطراری میں اس چمڑا سے نماز ادا کر لی تو جائز ہوگی اور حالت اختیاری میں کسی حنفی نے اس کو جائز نہیں لکھا اور گوشت کو بھی اسی پر قیاس کریں اور کتے کی نسبت تو علمائے دین کا نہایت درجہ کا اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو نجس العین قرار دیا ہے اور بعض نے کہا ہے کہ نجس العین نہیں۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔ کیونکہ اس کا شکار پکڑا ہوا کھانا شارع علیہ السلام نے جائز قرار دیا ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ روایت مرجوح ہے قابل عمل نہیں۔ دیکھو سلطان الفقہ جلد ۲۔ اور یہ بھی کتب فقہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ اگر قدر درہم سے زیادہ نجاست کپڑے پر لگی ہوئی یا کوئی اور مردہ جانور نماز میں ہو تو، نماز اس کی فاسد ہو جائے گی۔ چہ جائیکہ گوشت مردار و چمڑا خنزیر ہو۔ دیکھو صلوٰۃ مسعوی وانواع مولوی عبداللہ وفتاویٰ جامع الفوائد وغیرہ کتب معتبرہ حنفیہ میں معترضین ذرا اپنی کتابوں کا بھی مطالعہ کر لیجئے اور دیکھئے کہ آپ کے سرگروہ مولوی وحید الزمان صاحب وغیرہ علماء کیا حکم اس بارہ میں دیتے ہیں۔ بگوش ہوش سنئے اور انصاف کیجئے وھو ہذا۔

"ایما اھاب دبغ فقد طھر وشعر الانسان والمیتة والخنزیر طاھر وکذا عظمھا وعصبھا الخ"

نقل از کتاب کنز الحقائق صفحہ ۱۳ سطر ۷ اور علاوہ اس کے شرح فقہ الحدیث روضہ ندیہ کے صفحہ ۱۲ پر لکھا ہے کہ کافر کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا درست ہے "لعدم نجاسة ذوات المشركين كما في اكل ذبائحهم واطعمهم" اور عرف الجادی صفحہ ۱۱ میں بایں طور مسطور ہے "ذبائح اهل الكتاب" "ودیگر تر دو جو ذبح بر بسملہ یا نزد اکل آں حلال است وحرام ونجس نیست یعنی مشرک وکافر کی کٹھی اگر بسملہ سے ہے تو حلال ہے۔ اگر کافر بسملہ کے بغیر ذبح کرے تو اس گوشت کو بسملہ پڑھ کر مسلمان کھالے تو حلال ہے۔ اور صاحب نہج مقبول شرائع الرسول نے صفحہ ۲۷ میں اس کے جواز پر یہ حدیث بخاری کی نقل کر دی ہے کہ مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دریافت کیا کہ یا حضرت نومسلم لوگ گوشت لاتے ہیں اور معلوم نہیں کہ وقت ذبح اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں اور گوشت کھائیں یا نہیں۔ تو فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم اس پر خدا کا نام لے کر کھالیا کرو۔ نقل از کلمۃ الفصیح صفحہ ۱۹۔ پس جب کہ آں صاحبان کی کتابوں میں خنزیر اور اسکے اجزاء وغیرہ اور جانور مردار پاک ہیں اور ذبح مشرکین وغیرہ کی جو کہ بدوں تسمیہ کے ہو حلال طیب ہے تو فقہ حنفیہ پر اعتراض کرنا کیا معنے رکھتا ہے جواب دیں۔ فقط۔

اعتراض ٦: حنفیہ کے امام ابو یوسف کے نزدیک سوئر کی کھال دباغت دینے سے پاک ہو جاتی ہے نیز بیع وشراء اس کی جائز ہے۔

الجواب: اقول باللہ التوفیق۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

معترضین کو چاہئے تھا کہ پہلے اپنے مذہب وہم مشربوں کی کتابوں کا مطالعہ کر لیتے اور سوچتے کہ یہ کس مذہب کا فتویٰ ہے اور اس پر کسی کا فتویٰ بھی ہے یا نہیں؟ لو اب ہم آپ کی کتب تسلیم شدہ فقہ الحدیث مطبع صدیقی صفحہ ۵ و روضہ ندیہ صفحہ ۸، ۹، ۱۰ و فتاویٰ مولوی عبد الغفور شاگرد مولوی نذیر حسین صاحب جو کہ ۱۲۹۸ھ مطبع حنفی میں شائع ہوا تھا۔ صاحب الکلمۃ الفصیح نے نقل فرما کر شائع کر دیا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ خنزیر کی چربی کھانی درست ہے صرف سوئر کا گوشت پلید ہے اور اجزاء اسکے پاک ہیں۔ اور لہو جاری سب جانوروں کا پاک ہے اور نیز منی آدمی کی اور کل حیوانات یعنی سوئر کتے بندر ریچھ لومڑ بھیڑیے کی پاک ہے۔ اور شراب و گوشت مردار کا بھی پاک ہے۔ اور لڑکے شیر خوار کا پیشاب پاک ہے اور مردار کتے وغیرہ کے گوشت کو کپڑے میں باندھ کر اور اس کو بغل میں دبا کر نماز پڑھ لینی روا ہے۔ پس ان سب کا ثبوت کتاب روضہ ندیہ کے صفحہ مذکورہ پر مسطور ہے اور فقہ الحدیث کے صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اصل ہر چیز میں حلت ہے۔ اور جن چیزوں کو خداوند کریم اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صاف لفظوں میں حرام نہ کہا ہو وہ حرام نہیں ہو سکتی۔ لہذا چربی واجزائے خنزیر اور ودھ اس

کی حرمت کہیں نہیں پائی جاتی لہٰذا وہ سب اشیاء ان کے نزدیک پاک ہوئیں اور علاوہ اس کے جب کہ مولوی وحید الزمان نے اپنی کتاب نزل الابرار/خیر الخلائق صفحہ ۱۳ میں صاف لکھ دیا ہے "ایما اهاب دبغ فقد طهر وشعر الانسان والمیتة والخنزیر طاهر وكذا عظمها" پس معترضین جب آپ کے نزدیک بھی خنزیر وغیرہ دباغت سے پاک ہوا تو پھر امام ابو یوسف کے قول پر کیوں اعتراض کر دیا۔ حالانکہ کتب فقہ حنفیہ میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ خنزیر کا چمڑا دباغت سے ہرگز پاک نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی اس کے اجزا پاک ہیں اور نہ ہی بیع وشراء درست ہے۔ چنانچہ کنز الدقائق وشرح وقایہ وغیرہ وغیرہ و کتب معتبرہ میں لکھا ہے۔ "لم یجز بیع المیتة والدم والخنزیر وشعر الخنزیر لانه نجس العین الخ"

اور صغیری میں لکھا ہے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول غیر صحیح ہے۔ اس پر کسی کا فتویٰ نہیں "والانتفاع به والصلوة فيه وهو غیر صحیح" اور ہدایہ جلد چہارم باب بیع الفاسد میں بایں طور لکھا ہے "ولا یجوز بیع شعر الخنزیر لانه نجس العین فلا یجوز بیعه اهانة له الخ" پس ان عبارات حنفیہ سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ خنزیر کے بالوں وغیرہ اجزاء کی بیع وشراء ہرگز ہرگز درست نہیں۔ ہاں اگر معترضین کسی اصح قول حنفیہ سے دکھا دیں تو دس روپیہ انعام حاصل کریں۔ فقط

اعتراض ۷: حنفیوں کے نزدیک سور کے بال سے سینے کے واسطے نفع اٹھانا درست ہے اور امام محمد کے نزدیک سوئر کے بال پاک ہیں۔

الجواب: اقول باللہ التوفیق

ذرا خدا سے ڈرو اے بتو جفا نہ کرو
ذرا یہ سوچو تو کیا ہم خدا نہیں رکھتے

معترضین اتمام کتب فقہ معتبرہ حنفیہ میں لکھا ہے کہ بیع وشراء تمام اجزاء خنزیر کی حرام ہے اور اسکے بالوں سے نفع اٹھانا سخت منع ہے اور ان کے پانی میں گرنے سے پانی نجس ہو جاتا ہے۔ چنانچہ کنز وشرح وقایہ وہدایہ وقاضی خان وفتاویٰ جامع الفوائد وغیرہ میں مذکور ہے۔ اور کتاب غایۃ الاوطار جس کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس میں تو بایں طور لکھا ہے کہ بیع وشراء سوئر کی اور اس کے بالوں کی ہرگز ہرگز جائز نہیں۔ اور اس کے بالوں سے پانی نجس ہو جاتا ہے اور بوقت اشد ضرورت اس کے بالوں سے بھی نفع اٹھانا مکروہ تحریمی ہے اور یہ مذہب فقہ حنفیہ کا صحیح اور درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور امام طحاوی نے ذکر کیا ہے کہ بوقت ضرورت یعنی موزہ وہ ٹانکنے کے لئے بال خرید کرے اور اس سے موزہ ٹانکے تو بھی جائز نہیں اور نہ ہی کسی علمائے دین سلف نے بھی ایسا موزہ پہنا ہے اور نہ ہی ہم پہنتے ہیں۔ اور نہ ہمیں کچھ ضرورت ہے الخ۔ اور جو آپ نے امام محمد کے نزدیک

لکھا ہے کہ خنزیر کے بال پاک ہیں اور ان کی بیع وشرا درست ہے۔ حیف صد حیف ان لوگوں پر جو بزرگان خدا پر بہتان صریح باندھتے ہیں اور اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں خدا کی پناہ ایسے اہل حدیثوں سے۔

شعر
خدایا مفتری را دو سیاہ کن
زقہر قہر وان خود تباہ کن

اعتراض ۸: حنفیہ کے نزدیک اگر کسی کو نکسیر چھوٹ جاوے تو سورۂ فاتحہ خون سے ماتھے پر لکھے برائے طلب شفا تو جائز ہے اور سورۂ فاتحہ کو پیشاب سے بھی لکھا جائے تو جائز ہے۔ اگر معلوم ہو کہ اس میں شفا ہے۔ (دیکھو کتاب شامی)

الجواب: اقول باللہ التوفیق۔ معترضین صاحب! کچھ تو خدا کا خوف کرو اور بعض کا قول جو کہ بالکل ضعیف ہے بلا سوچے سمجھے عوام کو دکھا کر ان سے کتب فقہ اور بزرگان دین پر لعن طعن مت کہلاؤ اور اپنے ہم مشربوں کی کتابوں کو بھی ذرا دیکھو اور بزرگان دین کی توہین مت کرو۔

شعر
ان بزرگوں کو برا کہنے سے کیا پھل پاؤ گے
دیکھو لوگے تم بھی اس کی کیا سزا کل پاؤ گے

معترضین اذرا گوش ہوش سنیے اور دیکھئے کہ آپ کے ہم مشربوں نے اس بارہ میں کیا خرافات لکھے ہیں۔ مولوی عبدالجبار ومولوی احمد اللہ امرتسری وغلام علی اور پارٹی لاہوری رسالہ تحریق اوراق صفحہ ۴ پر لکھتے ہیں کہ کسی عذر سے قرآن مجید کو قاذورات میں ڈال دینا کفر نہیں رخصت ہے۔ اور کوئی اور چیز نہ ہو تو قرآن شریف کو پاؤں کے نیچے رکھ کر اونچے مکان سے کھانا اتار لینا درست ہے۔ اور نیز حاجت کے قرآن شریف کو کسی کے نیچے ڈال لینا روا ہے۔ یہ مسائل ان نامی حدیث والوں کے ہے۔ حالانکہ حنفی ان کو مردود تصور کرتے ہیں۔ نقل از کلمۃ الفصیح صفحہ ۳۲ اور جو قاضی خاں وغیرہ صاحب فتاووں سے بعض مجوزین کا قول بایں طور نقل کیا ہے۔

" والذی رعف فلا یرقا دمہ فاراد ان یکتب بدمہ علی جبھۃ شیئاً من القرآن قال ابو بکر اسکاف یجوز قیل لو کتب بالبول قال لو کان فیہ شفاء لا باس فیہ قیل لو کتب علی میتۃ قال ان کان فیہ شفاء جاز الخ "

سو اس کا جواب مجوزین نے ان دلائل سے دیا ہے "لان الحرمۃ ساقطۃ عند الاشفاء کالخمر والمیتۃ للعطش والجائع " یعنی حرمت ضرورت شفاء کے لئے دور ہو جاتی ہے جیسے پیاسے و بھوکے کے لئے شراب و مردار مباح ہو جاتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔

﴿ انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما اھل بہ لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ الخ ﴾

اور دلیل دوم القولہ تعالی۔

من کفر باللہ بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن والاجماع علی جواز کلمۃ الکفر عند الاکراہ۔

تفسیر جامع البیان اور غایۃ الاوطار صفحہ ۱۰۷ جلد اول میں بایں طور اس کو حل کیا ہے کہ جب خون آدمی کی ناک سے رواں ہو اور بند نہ ہو اور یہاں تک کہ اس کے مرجانے کا خوف ہو۔ اور تجربہ اور امتحان سے یہ بات معلوم ہو کہ فاتحہ الکتاب یا سورہ اخلاص اس خون سے اس کے ماتھے پر لکھنے سے خون بند ہو جائے گا۔ تو ایک قول میں رخصت نہیں اور دوسرے قول میں رخصت ہے جیسے شراب خمر کی رخصت ہے پیاسے کو مردار کھانے کی نہایت گرسنگی میں اب معترضین کی خدمت میں بڑے ادب سے عرض ہے کہ اگر مجوزین نے خون خرگوش یا مرغی یا بول ان جانوروں کا جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اگر ان سے باشراکا مسطورہ بطور حروف تہجی سورۃ فاتحہ یا اخلاص کو بیمار عند المرگ کے سینے پر لکھی جاوے تو کیا حرج ہے (اور اکثر تعویز کرنے والے ان چیزوں سے بھی تعویز کرتے ہیں۔ چنانچہ کتب عملیات وتعویزات اس پر شاہد ہیں) اور اس جگہ خون وپیشاب آدمی وکتے وخنزیر کا مراد نہیں جیسا کہ معترضین صاحب نے مجبور رکھا ہے کیونکہ اس بات پر کسی مسلمان آدمی کا حوصلہ نہیں پڑسکتا۔ ہاں اگر پڑسکتا ہے تو فرقہ وہابیہ کا امید ہے جیسا کہ اوپر گذرا ہے۔

شعر لا مذہبوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
اعتراض اوروں پہ اپنی خبر نہیں

دیکھو ان کی کتاب عربی شرح روضہ ندیہ صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے کہ بول سؤر وکتے وبندر وریچھ وطفل شیر خوار وغیرہ کا پاک ہے اور بے وضو قرآن مجید کو ہاتھ لگانا درست ہے۔ نقل از کلمۃ الفصیح صفحہ ۱۳ بحوالہ عرف الجاوی مولفہ ابن نواب صاحب اور مولوی محی الدین لاہوری کتب فروش کتاب بلاغ المبین میں لکھا ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے "لاباس ببول ما یؤکل لحمہ" یعنی جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے ان کا پیشاب پینے سے کوئی خوف نہیں۔ حالانکہ ہمارے مذہب میں بکری اور اونٹ کا پیشاب پینا بھی منع ہے اور علاوہ ان کے یہ کہنا ان کا کہ حنفی مذہب میں یہ عزت قرآن مجید کی ہے۔ سو افسوس ان کی سمجھ پر۔ حنفی مذہب میں تو لکھا ہے کہ قرآن مجید وکتب حدیث وفقہ کو بلا وضو ہاتھ نہ لگانا چاہئے۔ اور قرآن مجید کو تمام کتب حدیث وفقہ کے اوپر رکھنا چاہئے اور بے ادبی کرنا یا بے ادب ہونا آنصاحبان کا کام ہے کما مر فتذکر۔

اعتراض ۹: حنفیہ کے نزدیک کتے وچیتے وبلی ودیگر درندوں کی خرید وفروخت جائز ہے شکاری ہو یا غیر شکاری اس میں سب برابر ہیں۔ ہدایہ۔

الجواب: اقول باللہ التوفیق

شعر — نہ چھیڑو بس اب دیکھو ہم بھی کہیں گے
بہت ہو چکی آخر بد زبانی تمہاری

معترضین جب کہ آپ مطلب کتب فقہ کا نہیں سمجھتے۔ تو پھر اس لئے ناحق اعتراض کتب حنفیہ پر کر بیٹھتے ہیں اصول فقہ حنفیہ کا اس مسئلہ میں یہ ہے کہ جن جانوروں اور درندوں سے نفع اٹھانا درست ہے ان کی بیع وشرا بھی درست ہے اور کتے سے شکار کرنا اور اس کا پکڑا ہوا کھانا شارع علیہ السلام نے حلال فرمایا ہے اور جو شخص کسی کے کتے کو قتل کر ڈالے تو اس پر شریعت نے تاوان مقرر فرمایا ہے۔ چنانچہ طحاوی میں حدیث ابن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شکاری کتے کے قاتل پر چالیس درہم کا حکم لگایا اور کھیت کے کتے پر ایک مینڈھا کا اور ترمذی میں ابوہریرہ سے مروی ہے کہ "نہی عن ثمن الکلب الا کلب صید اخرجہ الترمذی" اور کنز کے حاشیہ پر بایں طور حدیث مذکور ہے "عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص انہ علیہ الصلوۃ والسلام قضی فی کلب باربعین درھما ولم یخصص نوعا من انواع الکلب" یعنی آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حکم دیا ایک کتے میں چالیس درہم کا اور نہیں خاص کیا کسی قسم کے کتوں کے اقسام سے۔ الخ اور نور الہدایہ جلد سوم صفحہ ۳۷ میں مولوی وحید الزمان صاحب نے مسند امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث صحیح بایں الفاظ تحریر کی ہے کہ رخصت دی تھی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے قیمت میں کتے شکاری کی اور یہ سند جید ہے اور جن حدیثوں میں کتے کی قیمت کی حرمت ظاہر ہوتی ہے وہ سب کی سب منسوخ ہیں چنانچہ شرح مسلم جلد دوم صفحہ ۲۰ میں اس طرح پر تحریر ہے

"امر رسول اللہ ﷺ بقتل الکلاب ثم قال ما بالھم وبال الکلاب ثم رخص فی کلب الصید و کلب الغنم" یعنی آپ نے پہلے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا۔ پھر رخصت فرمادی شکاری کتے کی اور بکریوں کے گلہ کے کتے کی اور بلی کے دام بھی نزدیک جمہور علماء کے درست ہیں۔ اور جن حدیثوں سے اس کی نہی معلوم ہوتی ہے وہ نہی تنزیہ پر محمول ہے چنانچہ شرح مسلم میں ہے۔ "اما النھی عن ثمن السنور فھو محمول علی انہ لا ینتفع او علی انہ نھی تنزیہ الخ" اور اس کے آگے لکھتے ہیں "وباعہ صح البیع وکان ثمنہ حلالاً ھذا مذھبنا ومذھب العلماء کافۃ" نقل از فتح المبین صفحہ ۵۷ پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ بیع کتے و بلی وغیرہ درندوں کی سوائے سوئر کے جائز اور درست ہے۔ اور خود معترضین کا ہم مشرب مولوی وحید الزمان اپنی کتاب خیر الخلائق کے صفحہ ۱۲۳ سطر ۸ میں یوں ارقام فرماتے ہیں "واختلفوا فی بیع الکلب والاصح جوازہ الخ" اور علامہ عینی نے شرح بخاری جلد ۲ صفحہ ۴۸ میں لکھا ہے کہ کتے دیوانہ کی بیع وثمن جائز نہیں۔ اور جن کتوں سے نفع لیا جاتا ہے ان کی بیع وشرا درست ہے اور حدیثوں میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے

اجرت حجام ومہر زانیہ وثمن کلب کو حرام فرمایا۔ اور حالانکہ آپ نے خود حجام سے پچھنے لگوائے اور اس کو اجرت دی۔ اگر حرام ہوتی تو اس کو کبھی اجرت نہ دیتے۔

اعتراض ۱۰: حنفیہ کے نزدیک دبر میں وطی کرنے سے حد نہیں آتی غلام ولونڈی وبیوی کے۔ عینی شرح ہدایہ۔

الجواب: اقول باللہ التوفیق

شعر ابھی کم سن ہیں ہو نہیں واقف
ناز کیا چیز ہے اور ادا کیا ہے

معترضین صاحب اس مسئلہ میں بھی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا نہایت درجہ کا ابتدا ہی سے اختلاف ہے اور یہ امر کسی اہل علم پر پوشیدہ نہیں۔ بعض کے نزدیک اس فعل کے مرتکب یعنی فاعل ومفعول کو قتل کر دینے کا حکم ظاہر ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک ان کو جلا دینا اور بعض کے نزدیک ان کو اونچے محل سے گرا کر فنا کر دینا ظاہر ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس فعل ملعونہ کے مرتکبین پر حد کسی روایت صحیحہ سے ظاہر نہیں ہوتی۔ اور اس لئے اکثر علمائے احناف نے اس پر تعزیر کا حکم لگایا ہے جو کہ حاکم وقت کی رائے پر ہوگا اور علمائے احناف کی اس مسئلہ میں یہ حدیث ہے وھو ہذا۔

"عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما لیس علی من اتی البھیمۃ حدا اخرجہ ابو داود والترمذی والنسائی واحمد والحاکم وقال الترمذی ھذا اصح من الاول"

ترجمہ: یعنی ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ نہیں ہے اس پر حد جو وطی کرے چارپایہ سے اور یہ اصح امر اول سے ہے اور امام صاحب نے اس عمل قوم لوط کو حکم وطی کا لگایا ہے۔ نہ زنا کا اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو حکم زنا کا لگایا ہے۔ اور علاوہ اس کے مولوی وحید الزمان جو کہ اس مذہب کا سرگروہ ہے اس نے بھی اس گناہ کبیرہ پر تعزیر کا حکم دیا ہے۔ ہاں اگر کوئی غیر مقلد اس بارہ میں بلا اختلاف کسی کتاب سے حد کا حکم دکھا دے تو ہم بلا دریغ مان لیں گے لیکن اس حدیث کو زیر نظر رکھ لیں جو کہ امام بخاری نے آپ کی سہولت کے لئے درج کر دی ہے وھو ہذا۔

"حدثنی ایوب عن نافع ابن عمر فاتوا حرثکم انی شئتم قال یاتیھا فی بحذف المجرور وھو الظرف ای فی الدبر، قسطلانی رواہ محمد ابن یحیی بن سعید عن ابیہ عن عبید اللہ، عن نافع عن ابن عمر باب قولہ تعالی، نساء کم حرث لکم بخاری مطبوعہ احمد" (صفحہ ۶۴۹)

اب معترضین خیال فرمائیں کہ امام بخاری نے تو اس فعل یعنی دبر زنی کو بڑے زور شور ونص صریح سے جائز قرار دے دیا ہے اب معترضین کو چاہئے کہ چپنی میں پانی ڈال کر از روئے شرمندگی ڈوب مریں۔ اور مذہب حقہ احناف پر جس میں کروڑہا اولیائے عظام پیدا ہوئے ہیں۔ ان پر کبھی اعتراض نہ کریں۔

اعتراض ۱۱: حنفی مذہب کا مسئلہ ہے کہ اگر مرد و عورت سے اس قدر کی مسافت پر ہو کہ انکے درمیان ایک برس کی مسافت کا رستہ ہو۔ اور انکی عورت بعد نکاح ۶ مہینے گذرتے ہوئے بچہ جنے تو یہ بچہ انکے خاوند کا کہلائے گا کہ شاید اس نے اپنی کرامت سے ہم بستری کی ہو یا انکے جنات تابع ہوگئے یا کسی وجہ سے وطی کر لی ہوگی۔ (عنایۃ الاوطار جلد ۲ صفحہ ۱۱۲)

الجواب: اقول باللہ التوفیق

شعر
باز آ اپنی خوئے بد سے یار
ورنہ ہم بھی سنائیں گے دو چار

معترضین صاحب آپ اگر کرامت ولی اللہ وعلم تسخیر وغیرہ علوم سے انکار کریں تو اس کا علاج ہمارے ہاں کچھ نہیں۔ حالانکہ اس کا ثبوت قرآن مجید سے ثابت ہے اور اس جگہ بھی ایسا متصور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص نکاح کرتے ہی سفر بعید میں چلا گیا اور بعد ۹ ماہ گذرے نکاح کے اس کی زوجہ نے بچہ جنا تو وہ بچہ اس مرد کا کہلائے گا۔ کیونکہ عقد صحیح ہو چکا ہے۔ اور بحکم الولد للفراش جو باعتبار کرامت یا تسخیر ام جنات یا کسی اور وجہ سے ہوئی ہے اور جو معترضین نے بطور تمسخر کے کہہ دیا ہے کہ مذہب اہل حنفیہ کرامت و جنات کے ذریعہ سے بھی سفر طے کر لیتے ہیں اور اولاد پیدا کر سکتے ہیں۔ ہاں معترضین بیشک آئمہ اربعہ کے مذہب والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے ظاہری و باطنی و کمالات عقلیہ وغیرہ انعامات عطا فرمائے ہوئے ہیں جیسا کہ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں فرمایا ہے کہ اگر کوئی مرید میرا مشرق میں مجھے کسی حاجت کے لئے طلب کرے اور میں مغرب میں ہوں تو اس جگہ بھی اس کو مدد دوں گا۔ وھو ہذا۔

ومریدی اذا دعانی بشرق ۔۔۔ او بغرب او نازل بحر طام
اغثہ لو کان فوق ہواء ۔۔۔ انا سیف القضاء لکل حصام
انا فی الحشر شافع لمریدی ۔۔۔ عند ربی فلا یرد لکلام

(نقل از کتاب نور ربانی تصنیف مولوی غلام قادر صاحب مرحوم)

اور قرآن مجید بھی اسی پر شاہد ہے وھو ہذا۔

﴿ ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین قال عفریت من الجن انا اتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک وانی علیہ لقوی امین ☆ قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھذا من فضل ربی ﴾

مطلب اس کا یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کہا کہ کوئی تم سے ایسا بھی ہے کہ قبل اس کے کہ یہ لوگ مطیع ہو کر ہمارے حضور میں حاضر ہوں ملکہ کے تخت کو ہمارے پاس لا کر حاضر کرے۔ اس پر جنات کی قسم میں سے ایک دیو بول اٹھا آپ کے دربار برخاست کرنے سے پہلے میں تخت کو حضور میں لا کر حاضر کروں گا اور میں اس امر کی طاقت رکھتا ہوں اور امانت دار بھی ہوں۔ اور ایک شخص جس کو علم کتابی حاصل تھا بول اٹھا کہ آپ کی آنکھ جھپکنے سے پیشتر تخت کو لا کر حضوری

خدمت میں حاضر کرتا ہوں۔ تو جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے تخت کو اپنے پاس اس وقت موجود پایا تو بول اٹھے کہ یہ بھی میرے پروردگار کا احسان ہے .... الخ اور علاوہ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معراج شریف جسمی عرش معلی پر ہونا اور حضرت امیر المومنین کا ساریہ کے ساتھ ہم کلام چھ ماہ کے فاصلہ پر خطبہ جمعہ مدینہ منورہ میں ہونا اور حوران جنت کا بول چال زمین والی عورتوں کا سننا اور ان پر طعن کرنا۔ پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ انسان کامل کو اللہ تعالیٰ نے طاقت طی الارض وغیرہ کی عطا کردی ہوئی ہے۔ پس اس سے انکار کرنا آپ جیسوں کا ہی کام ہے فقط۔

اعتراض ۱۲: حنفیہ کے نزدیک مالک کو غلام سے سود لینا جائز ہے۔ اور ایسا ہی دار الحرب میں حنفیہ کے نزدیک کفاروں سے سود لینا جائز ہے۔ ہدایہ جلد ۳

الجواب: اقول باللہ التوفیق

شعر ـــــ یہ قاعدہ جناب نے سیکھا کہاں سے
کرتی وہ بات جو نہ ہوئی ہو جہاں میں

معترضین صاحب سود در حقیقت وہ ہوتا ہے کہ دینے والے کا مال الگ ہو اور لینے والے کا الگ اور دینے والے کو ضرر پہنچے اور لینے والے کو فائدہ ہو اور اس صورت میں جب کہ غلام مع اپنے مال کے ملک مولیٰ ہے تو اس صورت میں دونوں کے مال الگ الگ نہ ہوئے اور نہ ہی دینے والے کو ضرر ہے اور نہ ہی لینے والے کو فائدہ ہے کیونکہ وہ اپنی مملوکہ چیز لے رہا ہے اور دینے والا اس کی چیز کو دے رہا ہے نہ اپنی چیز کہ اس کو ضرر ہو۔ ہاں اس میں صورت و شکل تو ربوا کی ہے نہ ربوا حقیقۃً پس جب کہ حقیقۃً ربوا نہیں۔ تو پھر ربوا کس طرح ہوگا۔ کیونکہ مدار حلت و حرمت کا حقیقت پر ہوتا ہے نہ صورت پر۔ ہاں اگر غلام ماذون مدیون ہو تو اس صورت میں غلام الگ ہو جاتا ہے کیونکہ حق قرض خواہ اسکے ساتھ متعلق ہو جاتا ہے اور مولیٰ کا حق اس سے قطع ہو جاتا ہے تو اس صورت میں مالک اور غلام کے مابین ربوا ابھی حرام ہے۔ کیونکہ یہ حقیقۃً ربوا ہے۔ نہ صرف شکل ربوا کی۔ اور دار الحرب میں کفار سے سود لینا جائز ہے کیونکہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "لا ربوا بین المسلم والحربی فی دار الحرب" روایت کیا اس کو مکحول شامی نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے اور مکحول اصحابی ہیں پس حدیث مرسل ہوئی۔ اور مکحول ثقہ ہے اور مرسل ثقہ کی مقبول ہے۔

اعتراض ۱۳: حنفیہ کے نزدیک کتے کو بغل میں دبا کر نماز پڑھنا درست ہے۔ (درمختار)

الجواب: اقول باللہ التوفیق

کبھی فروغ نہ پاؤ گے پیش بار چراغ!
ایک طرف وہ ایک ماہ ایک طرف ہزار شرار

معترضین صاحب یہ مسئلہ بھی ایک بات پر مبنی ہے جو کہ غایۃ الاوطار میں لکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر کسی شکاری نے نماز میں ایسا فعل کیا تو اس کی نماز درست ہو گی یا نہیں۔ تو اس کا جواب صاحب درمختار نے یوں تحریر کیا ہے "نہ فاسد ہو گی نماز اس کی یہ اس واسطے ہے کہ اس کا ظاہر ناپاک نہیں ہے۔ اور باطن کی نجاست نماز کی مانع نہیں۔ اور امام شمس الہادی نے کہا ہے کہ کتے کا منہ بند کر لینا چاہیے۔ تا کہ کتے کا لعاب مصلے کے بدن پر اور کپڑوں کو نہ لگے۔ یہ اس واسطے ہے کہ ظاہر جانور کا پاک ہوتا ہے نجس نہیں ہوتا۔ اور اس کے باطن کی نجاست اس کے معدہ میں قائم ہے تو اس کا حکم ظاہر نہیں ہوتا۔ جیسے باطن مصلی کی نجاست "معترضین صاحب اب فرمایے کہ اس میں کس حدیث کی مخالفت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ بخاری میں لکھا ہے کہ مردار حالت نماز میں مسجد بیت اللہ میں آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام پر ڈالے جاتے تھے اور کپڑوں پر خون وغلاظت وغیرہ لگ جاتی تھی تو آپ نماز انہی کپڑوں سے پڑھتے رہتے اور بخاری شریف جلد اول پارہ ۵ باب اذا شرب الکلب فی الاناء صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ مسجد نبوی میں ہمیشہ کتے آمد و رفت رکھتے تھے تو اصحاب نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی جگہ پانی نہیں چھڑکتے تھے اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"قال کانت الکلاب تقبل وتدبر فی المسجد فی زمان رسول اللہ ﷺ فلم یکونوا یرشون شیئاً من ذلک الخ"

پس امام بخاری نے اس سے اجتہاد کیا ہے کہ پیشاب کتے کا پاک ہے۔ چنانچہ علامہ عینی نے اس کی شرح میں لکھا ہے "احتج بہ البخاری علی طہارۃ بول الکلب" یعنی حجت پکڑی بخاری نے اس حدیث سے اوپر پاک ہونے پیشاب کتے کے اور مترجم بخاری نصر الباری کے حاشیہ صفحہ ۴۷ پر لکھا ہے کہ خنزیر و کتے کا جوٹھا پاک ہے اور اس کے متن میں لکھا ہے کہ وضو بھی درست ہے۔ پس معترضین کو لازم تھا کہ پہلے اپنے گھر کی کتابیں بنی ہوئی دیکھ لیتے پھر اعتراض اس مذہب حقہ پر کرتے۔ اور اب بھی معترضین کو لازم ہے کہ آئندہ بھی اس مذہب پر اعتراض نہ کریں اور توبہ کریں فقط باقی اعتراضوں کے جوابات دیے جا چکے ہیں۔

سوال: لفظ شیعہ کے کیا معنی ہیں۔ اور شیعہ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی شیعہ ہی تھے یہ کیونکر ہے جواب اجر ملے گا۔

الجواب: کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ شیعہ کے معنی گروہ کے ہیں۔ چنانچہ کتاب اصول کافی صفحہ ۱۵۹ سطر ۱۶ مطبوعہ نولکشور کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"عن ابی الحسن علیہ السلام قال ان اللہ عزوجل غضب علی الشیعۃ فخیر فی نفسی اوھم تولتیھم واللہ نفسی الخ"

یعنی موسیٰ کاظم علیہ السلام سے مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ شیعہ پر غضبناک ہوا الخ ۔اور کتاب الروضہ صفحہ ۲۰۶
امام کلینی شیعہ نے بایں طور ایک روایت تحریر کی ہے۔

"عن محمد ابن علی قال سمعت ابا عبد الله یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم وقلت کیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النهار الا ان علیا علیه السلام وشیعتهم الفائزون☆ وقال ینادی مناد اخر النهار الا ان عثمان وشیعتهم الفائزون الخ"

اور مولوی محمد مخدوم صاحب نے اس کا ترجمہ بایں طور لکھا ہے کہ محمد بن علی کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ بنو عباس میں اختلاف پڑنا یقینی ہے اور آسمان سے آواز آنا بھی یقینی ہے اور امام مہدی کا آنا بھی یقینی ہے میں نے پوچھا آسمان سے ندا کس طرح آتی ہے تو فرمایا انہوں نے دن روشن سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ خبردار علی اور اس کا گروہ مراد پانے والے ہیں ۔اور شام کے وقت ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ خبردار عثمان اور اس کا گروہ مراد پانے والے ہیں پس ان ہر دو روایت کتب شیعہ سے معنے لفظ شیعہ و فضائل صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اظہر من الشمس معلوم ہو گئے ۔اور علاوہ اس کے قرآن مجید میں جہاں کہیں لفظ شیعہ کا وارد ہوا ہے اس کے معنی مشرک و کافر و فاسق و فاجر و شریر وغیرہ ہیں ۔جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

آیت ۱: سورہ قصص ﴿ انَّ فِرْعَوْنَ عَلٰی فِی الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَھْلَھَا شِیَعًا ﴾ یعنی فرعون نے فخر کیا زمین میں اور بنایا اس کے رہنے والوں کو شیعہ شیعہ بمعنی گروہ گروہ۔

آیت ۲ : ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا لَّسْتَ مِنْھُمْ فِیْ شَیْءٍ الخ﴾ (سورۃ الانعام) یعنی جن لوگوں نے ٹکڑے کیا دین اپنے کو اور ہو گئے شیعہ تجھ کو ان سے سروکار نہیں ۔اس سے یہودی نصاریٰ و کفارہ مراد ہیں ۔تفسیر عمدۃ البیان جلد اول صفحہ ۳۷۹۔

آیت ۳ : ﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ فِیْ شِیَعِ الْاَوَّلِیْنَ وَمَا یَاْتِیْھِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَھْزِءُوْنَ﴾ (سورۃ محمد) یعنی بیشک بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے پیغمبر بیچ شیعوں کے اور نہیں آیا پاس انکے رسول مگر تھے ساتھ اسکے ٹھٹھا کرتے۔

آیت ۴: ﴿کَمَا فُعِلَ بِاَشْیَاعِھِمْ مِّنْ قَبْلُ اِنَّھُمْ کَانُوْا فِیْ شَکٍّ مُّرِیْبٍ﴾ س ۲۰ جیسے کیا گیا ساتھ شیعوں کے ان کے پہلے سے بیشک تھے وہ بیچ شک کے اضطراب ڈالنے والے الخ مراد اس سے کافر ہیں ۔دیکھو تفسیر عمدۃ البیان شیعہ جلد سوم صفحہ ۹۳۔

آیت ۵: ﴿وَلَقَدْ اَھْلَکْنَا اَشْیَاعَکُمْ فَھَلْ مِنْ مُّدَّکِرٍ﴾ (سورہ قمر) یعنی تحقیق ہم نے ہلاک کیا شیعوں تمہارے

کو نہیں کیا ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا الخ۔ اس سے مراد پہلے کافر ہیں۔ (دیکھو تفسیر عمدۃ البیان جلد سوم)

آیت ۶: ﴿ھٰذا من شیعتہ وھٰذا من عدوہ ...... الخ﴾ (سورۃ قصص ۲۰ سیپارہ)

آیت ۷: ﴿قل ھو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم او من تحت ارجلکم او یلبسکم شیعا ویذیق بعضکم باس بعض﴾ (سورۃ انعام ۷)

یعنی اللہ قادر ہے اوپر اس کے کہ بھیجے تم پر عذاب اوپر تمہارے سے یا نیچے پاؤں تمہارے سے یا ملا دیوے تم کو شیعہ یا بھڑ وے تم کو خوف بعض کا یہاں مراد شریر وفتنہ باز لوگ۔ (تفسیر عمدۃ البیان جلد اول صفحہ ۵۳م)

آیت ۸: ﴿ولا تکونوا من المشرکین من الذین فرقوا دینھم شیعا ...... الخ﴾ (سورۃ روم)

مت ہو تم مشرکین سے جنہوں نے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا دین اپنے کو اور ہو گئے شیعہ الخ یہاں مراد کفار بت پرست ہیں۔

آیت ۹: ﴿فوربک لنحشرنھم والشیاطین ثم لنحضرنھم حول جھنم جثیا ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمٰن عتیا﴾ یعنی قسم ہے رب تیرے کی البتہ اکٹھا کریں گے ہم ان کو ساتھ شیطانوں کے پھر البتہ حاضر کریں گے ان کو دوزخ کے گرد زانوں کے بل گرے ہوئے پھر ضرور کھینچ لائیں گے دوزخ میں ہر ایک شیعہ سے جو ان میں سے بہت سخت ہے اوپر خدا تعالیٰ کے سرکشی میں۔ صاحب تفسیر عمدۃ البیان شیعہ نے جلد صفحہ ۳۱۶ میں خلاصہ اس کا یوں لکھا ہے جو شیعوں میں سے زیادہ سرکش ہوگا اس کو پہلے دوزخ میں ڈال دینگے اور ان کے بعد دوسرے سرکشوں کو پے در پے ...... الخ۔

(نقل از شرح انواع وغیرہ کتب معتبرہ)

سوال نمبر دو کا جواب: مولانا مولوی محمد مخدوم صاحب نے یوں لکھا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی وہ قوم جو کافر و مشرک اور بت پرست تھی اور نوح علیہ السلام کے برخلاف چلی آتی تھی۔ اسی قوم سے حضرت ابراہیم کا باپ آزر بت پرست بھی تھا۔ پس ابراہیم علیہ السلام اسی قوم کے اسی خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے۔ ﴿وان من شیعتہ لابراھیم﴾ تحقیق ابراہیم بھی (پیدا تو) اسی کے شیعہ سے ہوئے تھے لیکن خدا نے ان کی رہنمائی کی ﴿اذ جآءہ ربہ بقلب سلیم﴾ جب اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم کے ساتھ حاضر ہوئے قولہ تعالیٰ ﴿اذ قال لابیہ او قومہ اننی براء مما تعبدون﴾ یعنی یاد کرو جب کہا ابراہیم نے اپنے باپ کو اور اپنی قوم کو بیشک میں بیزار ہوں اس چیز سے جس کی تم عبادت کرتے ہو ...... الخ۔ ناظرین قرآن مجید میں جہاں تک مذہب حنفی ہے حق پر نظر آتا ہے اور اس کی اتباع کا ہر ایک فرد کو حکم ملتا ہے جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے۔ ﴿قل صدق اللہ فاتبعوا ملۃ ابراھیم حنیفا وما کان من المشرکین﴾ یعنی کہہ اے رسول اللہ تعالیٰ نے سچ کہا پس تابعداری کرو مذہب حنیف ابراہیم کی اور نہ تھا وہ مشرکوں سے ﴿تھتدوا قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا اتبع ملۃ ابراھیم حنیفا﴾ اور تفسیر ابن عباس میں بایں طور لکھا ہے "ما کان ابراھیم یھودیا ای

"لا علی دین الیہود ولا علی دین النصاریٰ ولکن کان حنیفاً مسلماً وماکان من المشرکین علی دینھم الخ" یعنی نہ تھا ابراہیم اوپر مذہب یہودی کے اور نہ اوپر مذہب نصاریٰ کے بلکہ تھا اوپر مذہب حنیف کے اور نہ اوپر مذہب مشرکین کے اور تفسیر آیت نور کے تحت میں یوں حضرت ابن عباس نے تحریر فرمایا ہے۔

"نورٌ علی نور کان نور محمد علیہ السلام من ابراھیم حنیفا مسلما زیتونۃ دین حنیفۃ لا شرقیۃ ولا غربیۃ لم یکن ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا و کما زیتونۃ لا شرقیۃ وّلا غربیۃ کذالک دین المومنین حنفی لا یھودی ولا نصرانیاً"

پس ان دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ مذہب حنفی یہی ہے کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی حنفی اور ہمارے سردار آقائے نامدار سید الکونین بھی حنفی اور تمام مسلمانوں کا مذہب بھی حنفی ۔اور حنیف کے معنی رو مستقیم اور صاحب کشاف نے لکھا ہے۔

"الحنیف المائل عن کل دین باطل الیٰ دین الحق والحنف المیل فی القدمین"

یعنی دین حنیف مائل ہے سب دین باطل سے طرف دین حق کے میرے پیارے ناظرین اب ان دلائل قاطعہ سے خود انصاف کرلیں کہ کونسا مذہب حق ہے اور کس مذہب کی تائید قرآن مجید کرتا ہے سچ ہے۔ پڑھ کلمہ لوک ہسائیدا۔ دل اندر سچ نہ لائیدا۔ کوئی بات سچی لگدی ہے۔ اک نقطہ میں گل مکدی ہے۔ **فافھم** (المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: چکڑالوی لوگ کہتے ہیں کہ قرآن مجید میں پانچ نمازوں کا کہیں ذکر نہیں صرف تین نمازیں ہیں کیا یہ ان کا کہنا حق ہے یا باطل ! جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : بیشک نمازیں پانچ ہیں اس پر قرآن مجید شاہد ہے لقولہ تعالیٰ۔

﴿فَسُبۡحٰنَ اللّٰہِ حِیۡنَ تُمۡسُوۡنَ وَحِیۡنَ تُصۡبِحُوۡنَ وَلَہُ الۡحَمۡدُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَعَشِیًّا وَّحِیۡنَ تُظۡہِرُوۡنَ﴾ یعنی پس جس وقت تم لوگوں کو شام و عشاء ہو اور جس وقت تم کو صبح ہو اللہ کی تسبیح و تقدیس کرو آسمان و زمین میں وہی اللہ تعریف کے قابل ہے اور وقتِ عصر کے اور جب تم لوگوں کو ظہر ہو الخ ۔اور تفسیر جلالین پارہ ۲۱ سورہ روم میں اس کی تفسیر یوں تحریر کی ہے

"فسبحن اللہ ای سبحوا اللہ یعنی صلوا حین تمسون ای تدخلون فی المساء وفیہ صلوتان المغرب والعشاء وحین تصبحون تدخلون فی الصباح وفیہ صلوۃ الصبح ولہ الحمد فی السموات والارض اعتراض ومعناہ یحمدہ اھلھما وعشیا عطف علی حین وفیہ صلوۃ العصر وحین تظھرون تدخلون فی الظھیرۃ وفیہ صلوۃ الظھر"

آیت دوم پانچ نمازوں کی فرضیت پر شاہد ہے ﴿حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی﴾ سپارہ ۲ یعنی محافظت کرو نمازوں کی اور بیچ والی نماز کی پس یہ آیت پانچ نمازوں کے ہونے پر قطعی دلیل ہے اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا ایسا مجموعہ فرض کیا ہے کہ جس کے ساتھ نماز درمیانہ ہو کم سے کم جمع سالم جس کے ساتھ درمیانہ ہو چار میں نہ تین سوا ان نمازوں کی

مخالفت کا حکم ہے کہ جس کے ساتھ درمیانہ بھی ہو اور اجماع بھی اسی بات پر شاہد ہے اور پانچ نمازوں سے انکار کرنا صریح کفر ہے۔ اور علاوہ اس کے یہ آیت بھی پانچ نمازوں کی فرضیت پر دال ہے۔

﴿ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّیْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّکَ تَرْضٰی ﴾ (سورہ طٰہٰ)

اور اس کا ترجمہ صاحب تفسیر حسینی نے اس طرح پر لکھا ہے پھر صبر کر دائے محمد ﷺ اس بات پر جو کہتے ہیں مشرک لوگ تمہارے حق میں (یعنی آپ کی تکذیب اور طعن کرنا) اور نماز ادا کر و فرض کی ہوئی اپنے رب کی حمد سے (یعنی فجر کی نماز پڑھو کہ اس وقت حمد کر و خدا کی توفیق اور ہدایت پر قبل آفتاب نکلنے کے اور قبل آفتاب ڈوبنے کے پھر عصر کی نماز اور رات کی بعضے ساعتوں میں پھر نماز پڑھو یعنی مغرب اور عشاء اور دن کے کناروں میں یعنی ظہر کی نماز اس واسطے کہ اس کا وقت زوال کے قریب ہے اور پہلے آدھے دن کا پچھلا کنارہ اور پچھلے آدھے دن کا پہلا کنارہ ہے اور لفظ اطراف کا جمع ہونا اس واسطے ہے کہ دوسرے وقت کے شبے سے امن ہو جائے یا دو نصفوں کے اعتبار سے تو اس وقت نماز ادا کرتا کہ خوش ہو ، الخ اور تفسیر جلالین میں بایں طور لکھا ہے۔

"صبح صل بحمد ربک حال ای متلبساً به قبل طلوع الشمس صلوٰة الصبح وقبل غروبها صلوٰة العصر ومن انا اللیل ساعاته فسبح وصل المغرب والعشاء واطراف النهار عطف علٰی محل من اناء المنصوب ای صل الظهر لان وقتها یدخل بزوال الشمس فهو طرف النصف الاول وطرف النصف الثانی لعلّک وترضٰی بما تعطی من الثواب فقط واللہ یهدی من یشاء الی صراط مستقیم"

جلد دھم تمام شد

از فتاویٰ مناظر اسلام مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید میں کس قدر آیات بینات ہیں اور ان میں کیا کیا حکم ہے۔ جواب دو اجر ملے گا؟

الجواب: قرآن مجید کی تمام آیتیں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ ہیں۔ جن میں سے ایک ہزار خوشخبری کی۔ اور ایک ہزار عذاب کے وعدے کی اور ایک ہزار حکم کی۔ اور ایک ہزار ممانعت کی اور ایک ہزار قصوں کی اور ایک ہزار خبر کی اور ایک ہزار اور پانچ سو حلال وحرام کی اور ایک سو دعا و تسبیح کی اور چھیاسٹھ ناسخ ومنسوخ ہیں۔ چنانچہ کتاب بحر الاسرار صفحہ ۳۵۳ میں ایں طور مسطور ہے۔ " تلاوتہ اہ جمیع ایات القران ستۃ الاف وستۃ مائۃ وست وستون ایۃ الف وعید والف امر والف نھی والف قصص والف وخمس مائۃ حلال وحرام ومائۃ دعاء وتسبیح وست وستون ناسخ ومنسوخ الخ "

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: قرآن مجید میں کون کون سے محل میں آیتیں ناسخ ومنسوخ ہیں۔ مہربانی کر کے مفصل بیان کریں اجر ملے گا؟

الجواب: قرآن مجید کے مختلف مواقع میں آیتیں ناسخ ومنسوخ ہیں۔ چنانچہ بطور اختصار ذیل میں نمبروار درج ہیں۔

آیت نمبر۱: ﴿فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ﴾ اور اس کی ناسخ ﴿فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ﴾

آیت نمبر۲: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِصَاصُ فِی الْقَتْلٰى اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى﴾ اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے ﴿وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (سورۃ مائدہ)

آیت نمبر۳: ﴿اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَیْرَا ا۟لْوَصِیَّةُ لِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ اس آیت سے ثابت ہوا کہ والدین واقرباء کے لئے وصیت فرض ہے اور آیت میراث سے اس کی فرضیت جاتی رہی۔

آیت نمبر۴: ﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا وَّصِیَّةً لِّاَزْوَاجِهِمْ مَّتَاعًا اِلَى الْحَوْلِ غَیْرَ اِخْرَاجٍ ...... الخ﴾ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ جن عورتوں کے خاوند فوت ہو جاویں ان کی منکوحات کے لئے وصیت اور عدت ان کی ایک برس واجب ہوگی اور اس کی ناسخ یہ آیت ہے ﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا ...... الخ﴾ پس اس آیت سے چار ماہ دس دن عدت ثابت ہوتی ہے ان عورتوں کی جن کے خاوند مر جائیں بدوں حاملہ عورتوں کے کیونکہ ان کی عدت وضع حمل ہے۔

آیت نمبر ۵: ﴿و لا یاب کاتب ان یکتب کما علمه الله فلیکتب وقوله ولا یاب الشهداء اذا ما دعوا﴾ پس ان ہر دو آیتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ بیع سلم و دین میں لکھنا اور گواہی کو ظاہر کرنا لازم ہے اور حالانکہ اس کے نسخ پر یہ آیت شاہد ہے۔ ﴿ولا یضار کاتب ولا شہید﴾

آیت نمبر ۶: ﴿وان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به الله﴾ الخ۔ اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو دلوں میں خطرات ظاہر ہوتے ہیں ان کا بھی انسان سے حساب لیا جائے گا اور تکلیف مالایطاق کے دفعیہ کے لئے یہ حکم اس کے نسخ پر فرمایا۔ ﴿لا یکلف الله نفسا الا وسعها﴾

آیت نمبر ۷: ﴿یایها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته﴾ اس آیت سے تقویٰ یعنی پرہیزگاری کرنی واجب معلوم ہوتی ہے حالانکہ یہ انسان کی طاقت سے باہر ہے۔ اس لئے اس آیت کے نسخ پر یہ آیت شاہد ہوئی جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ موافق طاقت پرہیزگاری کرنی چاہیے۔ ﴿فاتقوا الله ما استطعتم﴾

آیت نمبر ۸: ﴿واذا حضر القسمة اولوا القربی والیتامی والمساکین فارزقوهم منه ...... الخ﴾ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مساکین وغیرہ کو بھی ترکہ سے کچھ دینا واجب ہے۔ حالانکہ آیت میراث سے اس کا منسوخ ہونا ثابت ہے۔

آیت نمبر ۹: ﴿واللاتی یاتین الفاحشة من نساءکم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم فامسکوهن فی البیوت حتی یتوفهن الموت ...... الخ﴾ اگر عورتیں تمہاری زنا کاری کریں اور ان کا زنا ثابت ہو جائے تو ان کو مرنے تک گھروں میں قید رکھو لہٰذا اس کے نسخ پر یہ آیت دلالت کرتی ہے ﴿الزانیة والزانی فاجلدوا کل واحد منهما مائة جلدة ...... الخ﴾

آیت نمبر ۱۰: ﴿فما استمتعتم به منهن فاتوهن اجورهن فریضة ...... الخ﴾ اس آیت سے متعہ کرنا ثابت ہوتا ہے۔ اور کہا بعض نے "استمتعتم" کے معنی "نکحتم ومن اجورهن" اور اصل بات یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں متعہ شروع تھا پھر اس آیت سے منسوخ ہو گیا۔ ﴿والذین عقدت ایمانکم فاتوهم نصیبهم ...... الخ﴾

آیت نمبر ۱۱: ﴿قم اللیل الا قلیلا ...... الخ﴾ "اس آیت سے اکثر قیام اللیل اور قرأۃ قرآن کا کرنا فرض ثابت ہوتا ہے اور اس آیت کے نسخ پر دلالت کرتی ہے۔ ﴿فاقرءوا ما تیسر من القران﴾

آیت نمبر ۱۲: ﴿وما علیک الا البلاغ﴾

آیت نمبر ۱۳: ﴿لکم دینکم ولی دین﴾

آیت نمبر ۱۴: ﴿ولا تعتدوا ان الله لا یحب المعتدین﴾ اور اسی طرح کی ایک سو چوبیس آیتیں

منسوخ آیات جنگ وجدال سے ہو چکی ہیں جن کے تنسیخ پر یہ آیتیں دلالت کرتی ہیں۔

﴿فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم قاتلوا الذین لا یؤمنون بالله ولا بالیوم الاخر ولایحرمون ما حرم الله ورسوله ولایدینون دین الحق من الذین اوتوا الکتب حتی یعطوا الجزیة عن ید وهم صاغرون﴾

پس اگر کسی صاحب کو مفصل حال دیکھنا منظور ہو تو تفسیر احمدی واتقان میں ملاحظہ کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: آیات بینات کیوں منسوخ ہو جاتی ہیں اور منسوخ سے کیا مراد ہے آیات کی تلاوت منسوخ ہو جاتی تھی یا کہ احکام ان کے۔ اوران کے ناسخ ہونے پر کیا دلیل ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کی اصلی حقیقت خوب جانتا ہے لیکن فقیر کو اس کی حکمت یہ سوجھی ہے کہ اس امر میں مصلحت مخلوقات واقتضائے وقت ہوتا تھا یعنی جب اللہ تعالیٰ علیم بذات الصدور نے دیکھا کہ یہ لوگ موجودہ زمانہ کے یہ بوجھ اور تکالیف اس قدر برداشت نہ کر سکیں گے تو ان پر اللہ تعالیٰ نے رحم فرما کر حکم اول کو منسوخ وتبدیل کر دیا اور سہل اور آسان حکم اس کے عوض میں فرما دیا۔ چنانچہ سورہ نحل میں بایں طور مذکور ہے۔

﴿وَ اِذَا بَدَّلْنَا اٰیَةً مَّکَانَ اٰیَةٍ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا یُنَزِّلُ قَالُوْا اِنَّمَا اَنْتَ مُفْتَرٍ بَلْ اَکْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾

ترجمہ: جب بدل ڈالتے ہیں ہم ایک آیت کو جگہ ایک آیت کے۔ اوراللہ خوب جانتا ہے اس چیز کو کہ اتارا ہے کہتے ہیں سوا اس کے نہیں کہ تو باندھ لینے والا ہے بلکہ اکثر ان کے نہیں جانتے اور دوسری آیت میں ہے

﴿وَمَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾

ترجمہ: جو موقوف کرتے ہیں ہم آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم ان کو لاتے ہیں بہتر ان سے یا مانند ان کے کیا نہ جانا تو نے یہ کہ اللہ اوپر ہر چیز کے قادر ہے پس دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ ناسخ منسوخ آیتیں قرآن مجید میں ہیں اوران سے انکار کرنا محض جہالت واجماع مسلمین سے برخلاف ہونا ہے چنانچہ تفسیر احمدی صفحہ ۲۳ وتفسیر خازن میں مذکور ہے واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: آیات کے کتنے اقسام ہیں۔ اوران سے کیا کیا حکم ظاہر ہوتے ہیں قرآن وحدیث سے جواب دو۔

الجواب: قرآن مجید کی آیتیں صرف دو قسم پر ہیں (۱) محکمات (۲) متشابہات۔ محکمات وہ آیتیں ہیں جن کے سوا تاویل کرنے کے ایک ہی قسم کے معنی اور احکام صادر ہوتے ہیں جیسا کہ نماز، روزہ وحج وزکوٰۃ وحلال وغیرہ احکام جو استعمال کرنے میں وقتاً فوقتاً آتے ہیں۔ چاہے وہ احکام عبارۃً یا اشارۃً یا کنایۃً حاصل ہوں غرضیکہ معنی اور مقصود ایک ہی رہتا ہے۔ اور متشابہات وہ آیتیں ہیں جن کے معنے میں کئی طرح کی تاویلیں کی جا سکتی ہوں۔ جیسا کہ

﴿الٓمٓ وکٓهٰیٰعٓصٓ وعٓسٓقٓ وَالرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ولتصنع علی عینی وکل شیء هالک الا وجهه ویبقی وجه ربک وید الله فوق ایدیهم والسموات مطویات بیمینه وعلی ما فرطت فی جنب الله ویوم یکشف عن ساق وهو القاهر فوق عباده ونحن اقرب الیه من حبل الورید وفی انفسکم

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوْحِيْ وَسَخَّرَ لَكُمْ ... أَيْنَمَا كُنْتُمْ وَهُوَ مَعَكُمْ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ ... فَلَا تُبْصِرُوْنَ
لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ اَللهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ وَجَاءَ رَبُّكَ وَيَبْقٰى
وَجْهُ رَبِّكَ وَاللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ﴾

اور ایسا ہی رحمت وغضب وحیا ومکر واستہزاء کی آیتیں جو قرآن مجید میں اکثر جگہ واقع ہیں۔ یہ سب کی سب متشابہات کہلاتی ہیں۔ اور ان کے معنی اور مراد اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی خوب جانتے ہیں۔ ہمارے لئے صرف ان کے ساتھ ایمان لانا ہی کافی ہے۔ (نقل از تفسیر احمدی صفحہ ۱۹۴) اور علاوہ اس کے سورہ آل عمران میں آیت اس پر شاہد ہے۔

﴿ هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ اٰيَاتٌ مُّحْكَمَاتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتَابِ وَاُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَاْوِيْلِهٖ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗٓ اِلَّا اللهُ وَالرَّاسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴾

ترجمہ: وہی ہے جس نے اتاری اوپر تیرے کتاب بعض اس کی آیتیں محکم ہیں۔ یعنی ظاہر معنوں کی وہ اصل ہیں کتاب کی اور ہیں اور بعض متشابہ یعنی ان کے کئی کئی معنی ہیں پس وہ لوگ جو بیچ دل ان کے کجی ہے پس وہ پیروی کرتے ہیں اس چیز کی کہ شبہ میں ڈالتی ہے اس میں سے واسطے چاہنے گمراہی کے واسطے چاہنے حقیقت اس کے اور نہیں جانتا حقیقت اس کی مگر اللہ تعالیٰ۔ اور مضبوط لوگ بیچ علم کے کہتے ہیں۔ ایمان لائے ہم ساتھ اس کے ہر ایک نزدیک رب ہمارے کے سے ہے اور نصیحت نہیں پکڑتے مگر صاحب عقل کے پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آیتیں دو قسم پر ہیں۔ محکم ومتشابہ۔ اور جس کے دل میں کجی ہوتی ہے وہ آیات متشابہ کی پیروی کرتا ہے۔ اور مومنین خالص اہل علم راسخ نیک اعتقاد صرف ان کے ساتھ ایمان لانے کو ہی کافی سمجھتے ہیں۔ اور کتاب مشکوٰۃ باب الاعتصام فصل ثانی میں بایں مضمون حدیث مسطور ہے۔

"عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ نزل القرآن على خمسة اوجه حلال وحرام ومحكم ومتشابه وامثال وحلوا الحلال وحرموا الحرام واعملوا بالمحكم وامنوا بالمتشابه واعتبروا بالامثال"

اور ایک حدیث میں یوں وارد ہے "فاعملوا بالحلال واجتنبوا الحرام واتبعوا المحكم...... الخ"

ترجمہ: یعنی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ کہا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نازل ہوا قرآن پانچ طرح کے حلال اور حرام اور محکم اور متشابہ اور امثال پس حلال جانو حلال کو اور حرام جانو حرام کو اور عمل کرو ساتھ محکم کے اور ایمان لاؤ ساتھ متشابہ کے اور عبرت پکڑو ساتھ مثالوں کے پس طالب مولیٰ کو لازم ہے کہ متشابہ آیتوں کی پیروی چھوڑ دے اور مرزائیوں اور وہابیوں کی طرح تاویلیں کر کے اپنے آپ کو جہنم میں نہ ڈالے واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: حدیث شریف کے معنی اور تعریف اور اقسام اور ان کی پہچان نزدیک علمائے محدثین کے کیا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: نزدیک اصطلاح جمہور محدثین کے حدیث اس کو کہتے ہیں کہ جو رسول اللہ ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے

ارشاد فرمایا ہو یا خود کیا ہو یا جو قول یا فعل کسی کا حضرت کے سامنے ہوا ہو اور آپ نے اس سے منع نہ کیا ہو اس کو تقریر رضائی بھی
کہتے ہیں اور جو صحابی نے اپنی زبان سے ارشاد فرمایا یا خود کیا ہو یا کسی نے قول یا فعل اس کے سامنے کیا ہو اور صحابی نے منع نہ
کیا ہو یا تابعی نے اپنی زبان سے فرما دیا یا خود کیا یا کسی نے قول یا فعل اس کے سامنے کیا اور تابعی نے اسے منع نہ
کیا۔ جو حدیث نبی ﷺ تک پہنچے اس کو حدیث مرفوع کہتے ہیں جیسا کہ کہیں کہ کہی یہ حدیث یا کیا یہ کام یا تقریر کی
آنحضرت ﷺ نے یا کہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث مرفوعاً آئی ہے۔ یا کہیں رفع کیا اس کو عبداللہ بن مسعود
رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اور جو حدیث صحابی تک پہنچے اس کو حدیث موقوف کہتے ہیں جیسا کہ کہیں کہ کہی بات عبداللہ بن مسعود رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے یا فعل کیا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا تقریر ظاہر کی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یا کہیں یہ
حدیث عبداللہ بن مسعود پر موقوف ہے۔ اور جو حدیث تابعی تک پہنچے اس کو حدیث مقطوع کہتے ہیں۔ جیسا کہ کہیں یہ بات
حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہی۔ یا کوئی کام کیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے یا کسی نے روبرو قول اور فعل
حالت اسلام میں آنحضرت ﷺ کو ایک لحظہ بھر دیکھا ہو۔ خواہ آنحضرت ﷺ سے حدیث کو سنا ہو یا نہیں۔ سب علمائے دین
رضوان اللہ علیہم اجمعین کا اتفاق اس پر ہے "اصحابہ ثقۃ عدول" یعنی ہر ایک صحابی ثقہ اور عادل ہیں۔ کوئی ضعیف نہیں۔ ان
کی روایات سب معتبر اور واجب القبول ہیں ان میں کسی طرح کا طعن نہیں ہے تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے حالت اسلام
میں کسی ایک صحابی کو ایک لحظہ بھر دیکھا ہو۔ خواہ اس سے حدیث سنی ہو یا نہیں۔ جیسے حضرت امامنا اعظم ابوحنیفہ کوفی رضی اللہ تعالیٰ
وہ اس لئے کہ ان کا تابعی ہونا تمام علمائے دین کے نزدیک بالاتفاق ثابت ہے۔ کسی ایک نے بھی اس بارے میں انکار نہیں
کیا۔ اگر کسی غیر مقلد متعصب نے بفرض محال انکار بھی کیا ہو تو اس کا قول مردود اور واجب الرد ہے۔ امام صاحب کا انس بن
مالک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھنا اور ان سے احادیث کو سننا بالاتفاق ثابت ہے۔ بعضوں نے فرمایا کہ امام صاحب نے بیس
اصحاب کرام کو دیکھا۔ اور ان سے روایت بیان کی۔ اور بعض نے فرمایا پانچ اصحاب اور ایک صحابیہ کو امام صاحب نے دیکھا۔
اور ان سے روایت کی۔ اور ان کل روایتوں سے انس رضی اللہ عنہ صحابی مرقوم ہیں ان کو امام صاحب کا دیکھنا اور روایت کرنا تمام
کے پاس ثابت ہے۔ الحاصل تابعی کے قول اور فعل وتقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں مگر مقطوع۔ بعض علمائے دین مرفوع اور
موقوف کو بھی حدیث کہتے ہیں اور مقطوع کو حدیث نہیں کہتے بلکہ اثر کہتے ہیں یہ قول بعض کا جمہور کے خلاف ہے اس لئے
معتبر نہیں۔ اور کبھی اثر کا اطلاق مرفوع پر بھی ہوتا ہے جیسا ادعیہ ماثورہ کا کہنا۔ ان کو جو آنحضرت ﷺ سے ثابت ہوئی ہوں
یوں ہی امام طحاوی حنفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتاب حدیث کو شرح معانی آلاثار نام رکھا۔ حالانکہ اس میں مرفوع اور
موقوف حدیثیں ہیں۔ خبر اور حدیث کے معنی نزدیک جمہور محدثین کے ایک ہی ہیں بعض نے کہا کہ لفظ حدیث کا مخصوص ہے
آنحضرت ﷺ کے قول اور فعل اور تقریر کو یا صحابی کے قول اور فعل اور تقریر کو۔ اور تابعی کے قول اور فعل اور تقریر کو لفظ خبر کا

وائف سلاطین اور حالات ماضیہ کو کہتے ہیں اس لئے حافظ احادیث کو محدث کہتے ہیں اور تاریخ داں کو مؤرخ۔ اخبار حدیث مرفوع کے دو قسم ہیں صریحی اور حکمی۔ مرفوع صریحی کی مثالیں گذر چکی ہیں۔ مرفوع حکمی وہ ہے خبر دینا صحابی کا ایسے امور کا جو قبیل اجتہاد سے نہ ہو جیسا کہ انبیاء کے حالات اور قیامت کے احوال بیان کرنا۔ یا صواب المخصوصہ یا عذاب کی نعل پر بتلانا۔ گو کہ ظاہر میں یہ صحابی آنحضرت کے طرف نسبت ان باتوں کی نہ کئے۔ مگر یہ نہ کہا جاوے گا کہ وہ آنحضرت سے سن کر نہیں کہی ہے۔ یا فعل صحابی کا جو قبیلہ اجتہاد سے نہیں مرفوع حکمی ہے یا صحابی کا کہنا کہ ہم آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں یونہی کرتے تھے یہ بھی مرفوع حکمی ہے یا صحابی نے کہا" من السنة له" یعنی یہ سنت ہے یہ بھی مرفوع حکمی ہے مگر بعض نے کہا یہ لفظ مرفوع حکمی نہیں۔ اس لئے کہ سنت کا اطلاق جیسا کہ آنحضرت کے قول وفعل وتقریر پر بھی کہا جاتا ہے یونہی خلفاء الراشدین اور صحابہ کے قول وفعل وتقریر پر بھی کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے "سنتی وسنة خلفاء الراشدين" اور سند واسناد وطریق حدیث روایان حدیث کو کہتے ہیں اور متن الفاظ حدیث کو۔ پس اگر کوئی راوی حدیث کا درمیان سے ساقط نہ ہووے اس کو حدیث متصل کہتے ہیں۔ اور اگر ایک راوی رہ جاوے تو اس کو حدیث منقطع کہتے ہیں اور اگر ایک راوی سے زیادہ رہ جائیں اس کو حدیث مفصل کہتے ہیں اور اگر سرے راوی رہ جاوے خواہ ایک یا کئی یا کل اس کو حدیث معلق کہتے ہیں جیسا کہ عادت مصنفین کی ہے "قال رسول الله ﷺ" چنانچہ صاحب ہدایہ وصاحب برزخ وغیرہ کہے دیتے ہیں۔ اور محدثین نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر محدث ثقہ ہو تو اس کی تعلیق معتبر ہوا کرتی ہے۔ اور بخاری میں حدیثیں معلق ہیں جن کو حکم اتصال کا دیا گیا ہے اور ایسا ہی کتاب ہدایہ وبرزخ کی حدیثیں معلق۔ معتبر اور واجب العمل کا حکم رکھتی ہیں۔ اور آخر سند سے بعد تابعی کے راوی مذکور نہ ہو اس کو حدیث مرسل کہتے ہیں۔ چنانچہ تابعی کہے "قال رسول الله ﷺ" پس حدیث مرسل امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے اس لئے کہ جس نے حدیث مرسل بیان کی ہے صرف اپنے کمال وشوق واعتماد پر روایت کیا ہے اگر اس کے نزدیک صحیح نہ ہوتا تو کیوں ارسال کرتا اور کیونکر کہہ دیتا "قال رسول الله ﷺ" اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حدیث مرسل مطلقاً مقبول نہیں ہوتی جب تک کہ اس کے ساتھ دوسری حدیث مرفوع باسند نہ آوے۔ پس حدیث مرسل کے ہوتے ہوئے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنا قیاس اس کے خلاف کرتے ہیں اور حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور اپنے قیاس کو چھوڑ دیتے ہیں پس عامل بالحدیث امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پرلے درجے کے ہوئے۔ اور حدیث باعتبار سند تین قسم پر ہیں صحیح اور حسن اور ضعیف اور صحیح کا سب سے اعلیٰ مرتبہ ہے اور حسن متوسط اور ضعیف ادنیٰ مرتبہ ہے۔ حدیث صحیح وہ ہے کہ محدث نے آنحضرت ﷺ تک ساتھ نقل کرنے راویوں صاحب عدالت کے اور صاحب ضبط نے بیان کی ہو۔ اور وقت پہچانے حدیث کے راوی حدیث کا مسلمان اور بالغ اور عاقل بھی ہو۔ اور معنی عدالت کے یہ ہیں کہ وہ راوی صاحب تقویٰ اور جھوٹ نہ بولتا ہو۔ اور گناہ کبیرہ نہ کیا ہو اور اگر کیا ہو تو اس سے توبہ کی ہو۔

اور چھوٹے گناہوں پر بھی دوام نہ کرتا ہو۔ سالم ہو سب اسباب فسق کے سے اور ذی مروت یعنی ایسے کام بھی اس سے نہ ہوتے ہوں کہ لوگوں کی نظروں میں ہلکا ہو۔ جیسے ننگے سر بازار میں چلتے جانا۔ یا بازار کے ایک کونے میں بیٹھ کر پیشاب کرنا۔ یا راستے میں چلتے ہوئے کوئی چیز کھانا ان باتوں سے بھی احتراز کرتا ہو اور معنے ضبط کے یہ ہیں ہشیار ہوتا کہ یاد رکھے الفاظ حدیث کے اور نہ غفلت کرے اور نہ بھولے اور نہ شک کرے وقت سننے کے اور نہ وقت پہنچانے کے اسی طرح ہر شخص صاحب کتاب سے آنحضرت ﷺ تک متصف ان صفات سے ہو۔ ایسا شخص جو حدیث نقل کرے اس کو حدیث صحیح کہتے ہیں اور یہ سب صفتیں اگر پوری اس میں پائی جاویں اس کو صحیح لذاتہ کہتے ہیں اور اگر کچھ قصور اس میں ہو اور کثرت طرق سے وہ نقصان پورا ہو جاوے اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔ اور اگر نقصان پورا نہ ہو اس کو حسن لذاتہ کہتے ہیں اور حدیث ضعیف وہ ہے کہ جو یہ شرائط حدیث صحیح اور حسن میں معتبر ہیں ان میں سے ایک یا زیادہ اس میں سے مفقود ہو۔ اور اس کا راوی عدالت یا ضبط نہ رکھتا ہو اور حدیث میں اگر راوی اس کا ایک ہی کسی طبقہ میں ہو اس کو حدیث غریب کہتے ہیں۔ اور اگر دو ہوں اس کو عزیز کہتے ہیں اور اگر زیادہ دو سے ہوں اس کو مشہور اور مستفیض کہتے ہیں۔ اور اگر کثرت روایت کی اس حد کو پہنچے کہ عقل کے نزدیک جھوٹ بولنا ان کا محال ہو اس کو متواتر کہتے ہیں اور طعن کے معنے یہ ہیں کہ اس کا راوی جھوٹا ہو۔ تو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔ اور جس پر تہمت جھوٹ کی لگی ہو اس کو متروک کہتے ہیں۔ اور جو غلطی بہت کرتا ہو یا غافل ہو یا وہم بہت کرتا ہو یا سچے لوگوں کے موافق اس کی روایت نہ ہو یا فاسق اور بدعتی یعنی مخالف اعتقاد اہل سنت و جماعت کے رکھتا ہو اس کو منکر کہتے ہیں مدلس وہ حدیث ہے جس میں راوی نے اپنے شیخ کو یعنی کسی مصلحت کے لئے اس کا نام نہ لیا ہو۔ حدیث مضطرب وہ ہے جس میں راویوں نے سند یا متن حدیث میں اختلاف کیا ہو۔ حدیث مدرج وہ ہے جس میں راوی نے کچھ کلام اپنا حدیث میں شامل کیا ہو حدیث معنعن وہ حدیث ہے جو برابر ایک دوسرے سے راویوں نے روایت کیا ہو ساتھ لفظ عن کے۔ حدیث شاذ اس کو کہتے ہیں جو حدیث مخالف روایت مستند لوگوں کے ہو۔ حدیث معلول اس کو کہتے ہیں جس میں کسی طرح کی علت پوشیدہ جو صحت حدیث میں قدح کرتی ہو۔ اس میں پائی جاوے اور حدیث متابع اس کو کہتے ہیں کہ ایک راوی نے ایک حدیث دوسرے راوی کی موافق روایت کی اور اس کو شاذ بھی کہتے ہیں۔ اور حدیث ضعیف فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں معتبر ہوا کرتی ہے اور اس سے حکم استحباب کا ثابت ہوا کرتا ہے چنانچہ فتح القدیر شرح ہدایہ اور ملا علی قاری موضوعات الکبیر یا شیخ الاسلام الاذکار وغیرہ نے ارقام فرمایا ہے۔ اور اگر حدیث ضعیف طریق متعددہ سے وارد ہو تو اس کو حکم حسن لغیرہ کا ہوتا ہے۔ اور لفظ لا یصح سے بھی مراد حسن لغیرہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ابن الحجر عسقلانی نے اذکار نووی کے تخریج احادیث میں لکھا ہے "من نفی الصحة لا ینتفی الحسن" یعنی لا یصح کہنے سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔ اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بایں طور تحریر فرما دیا ہے۔

قول احمد انه حديث لا يصح اى لذاته فلا ينفى كونه حسناً لغيره يحتج به كما بين فى علم الحديث۔

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں اس کے یہ معنی ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہے اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہوگیا ہے۔ نقل از خاتمہ کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۵۴ و مقدمہ مشکوٰۃ وغیرہ فقط۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کسی شخص سے مناظرہ کیا ہے یا نہیں۔ اور مناظرہ اور مکابرہ اور مجادلہ کی کیا تعریف ہے؟

الجواب: حضرت امامنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے کئی دفعہ مناظرہ کیا۔ اور ہر مناظرہ میں غالب رہے چنانچہ کتاب فتح القدیر و حجۃ البالغہ سے حضرت مولانا شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرۃ النعمانی صفحہ ۸۱ میں بایں طور بزبان اردو اس کو نقل فرماتے ہیں کہ امام اوزاعی کہ اقلیم شام کے امام اور فقہ میں مذہب کے مستقل بانی تھے مکہ معظمہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ملے اور کہا کہ عراق والوں سے نہایت تعجب ہے کہ رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ میں نے زہری سے انہوں نے سالم بن عبداللہ سے انہوں نے عبداللہ بن عمر سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان موقعوں پر رفع یدین کرتے تھے امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کے مقابلہ میں حضرت حماد و ابراہیم نخعی و علقمہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے سلسلہ سے حدیث روایت کی کہ آنحضرت ان موقعوں پر رفع یدین نہ فرماتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا کہ سبحان اللہ میں تو زہری سالم عبداللہ کے ذریعہ سے حدیث بیان کرتا ہوں آپ اس کے مقابلہ میں حماد نخعی علقمہ کا نام لیتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میرے رواۃ آپ کے رواۃ سے زیادہ فقیہ ہیں۔ اور عبداللہ بن مسعود کا رتبہ تو معلوم ہی ہے اس لئے اس کی روایت کو ترجیح ہے اور اس کے متعلق امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الحج میں ایک لطیفہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ہماری روایت عبداللہ بن مسعود تک منتہی ہوتی ہے اور فریق مخالف کی عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک ہے اس لئے بحث کا تمام تر مدار اس پر آجاتا ہے کہ ان دونوں میں کس کی روایت ترجیح کے قابل ہے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں پوری عمر کو پہنچ چکے تھے۔ جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ جماعت کی صف اول میں جگہ پاتے تھے بخلاف اس کے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا محض آغاز تھا اور ان کو دوسری تیسری صف میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اس لئے آنحضرت ﷺ کے حرکات و سکنات سے واقف ہونے کے جو مواقع عبداللہ بن مسعود کو مل سکے عبداللہ بن عمر کو کیونکر حاصل ہوسکتے تھے اور ایک دن کا ذکر ہے کہ بہت لوگ جمع ہوکر امام صاحب کے پاس آئے کہ قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں امام صاحب سے گفتگو کریں۔ امام صاحب نے کہا اتنے آدمیوں سے میں کیونکر تنہا بحث کرسکتا ہوں البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ آپ اس مجمع میں سے کسی ایک کو انتخاب کرلیں جو سب کی طرف سے اس خدمت کا کفیل ہو اور اس کی تقریر پورے مجمع کی تقریر سمجھی جائے لوگوں نے منظور کرلیا۔ امام صاحب نے فرمایا آپ نے یہ تسلیم کیا تو بحث کا خاتمہ ہی ہوگیا آپ نے جس طرح ایک

لئے کو اب کی طرف سے مختار کر دیا اسی طرح امام نماز بھی تمام مقتدیوں کی طرف سے قرأت کا کفیل ہے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ امام صاحب نے ایک شرعی مسئلہ کو ایک عقلی طور پر طے کر دیا۔ بلکہ حقیقت میں یہ اس حدیث کی تشریح ہے جس کو خود امام صاحب نے بسند صحیح رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا ہے کہ "من صلى خلف الامام فقرأة الامام قراءة له" یعنی جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت ہی اس کی قرأت ہے۔ اور ایک دن کا واقعہ ہے کہ جب ضحاک خارجی کوفہ پر قابض ہوا اور امام صاحب پر تلوار دکھا کر کہنے لگا کہ توبہ کرو۔ امام صاحب نے پوچھا کس بات سے ضحاک نے کہا تمہارا عقیدہ ہے کہ علی علیہ السلام نے معاویہ کے ساتھ جھگڑے میں ثالثی مان لی تھی۔ حالانکہ وہ حق پر تھے تو ثالث ماننے سے کیا معنے؟ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میرا قتل مقصود ہے تو یہ اور بات ہے ورنہ اگر تحقیق حق منظور ہے تو مجھ کو تقریر کی اجازت دے ضحاک نے کہا میں بھی مناظرہ ہی چاہتا ہوں۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر بحث آپس میں طے نہ ہو تو کیا علاج ہے ضحاک نے کہا ہم دونوں ایک شخص کو منصف قرار دیں چنانچہ ضحاک کے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو انتخاب کیا گیا کہ دونوں فریق کی صحت غلطی کا تصفیہ کرے امام صاحب نے فرمایا یہی تو حضرت علی علیہ السلام نے بھی کیا تھا پھر ان پر کیا الزام ہے۔ ضحاک دم بخود ہو گیا اور چپکا اٹھ کر چلا گیا۔ غرضیکہ مناظرہ کرنا جائز ہے۔ جس کا ثبوت جلد دوم میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور سوال نمبر دوم کا جواب یہ ہے کہ مناظرہ وہ شے ہے کہ جس میں غرض تحقیق حق کے اظہار کرنے کی درمیان دونوں جھگڑا کرنے والوں کے ہو۔ چنانچہ کتاب رشیدیہ صفحہ ۹:

"المناظرة توجه المتخاصمين فى النسبة بين الشيئين اظهاراً للصواب وعرضهما من ذلك اظهار الحق والصواب"

اور مجادلہ جھگڑا کرنے کو کہتے ہیں جس میں اظہار حق کی غرض نہیں ہوتی۔ بلکہ خصم کو الزام دے کر ذلیل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے "والمجادلة هى المنازعة لا لاظهار الصواب بل لالزام الخصم" اور مکابرہ بھی ایک قسم کا جھگڑا ہے جس میں نہ اظہار حق کی ہوتی ہے اور نہ ہی الزام دینے کی اپنے خصم کو جیسا کہ بعض لوگ اس زمانہ میں کیا کرتے ہیں اور مکابرہ کی تعریف صاحب رشیدیہ نے بایں طور تحریر فرمائی ہے۔

"والمكابرة هذه اى المنازعة لالاظهار الصواب الا انه لالالزام الخصم كما انه ليس لاظهار الصواب والنقل هو الاتيان بقول الغير على ما هو عليه بحسب المعنى مظهراً"

یعنی نقل اس کو کہتے ہیں کہ لانا قول غیر سے بحسب المعنی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام دین ملتانی حنفی عفی عنہ و...)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جماعت دوسری مسجد محلہ میں کرانی جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

(السائل فقیر غلام حیدر ...)

الجواب: اس مسئلہ میں علمائے دین کا اختلاف ہے۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جائز ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ چنانچہ

جماعت ثانیہ در مسجد محلہ با قامت بدوں آذان ثانی در مسجد طریق ہم
فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۵۳ میں مفصل ذکر بایں طور مسطور ہے
اذان ثانی جائز بلا کراہت است بروایات معتمدہ موثوق بہا در ابوطیب حاشیہ در مختار مرقوم است

"ای یکرہ تکرار الجماعۃ فی المسجد علی الطریق الاول لکن الکراھۃ مقیدہ بما اذا کانت الجماعۃ الثانیۃ باذان واقامۃ فقط قال فی سراج الوھاج وان فی مسجد الجماعۃ وصلوا یکرہ لغیرھم ان یؤذنوا ویعید والجماعۃ"

در حاشیہ طحطاوی در مذکورات "واما اذا کررت بغیر اذان فلا کراھۃ مطلقا وعلیہ مسلمون" ودر حاشیہ در مختار مذکورات

"والمراد بمسجد المحلۃ مالہ امام وجماعۃ معلومون کما فی الدرر وغیرہ قال فی المنبع والتقید بالمسجد المختص بالمحلۃ احتراز من الشارع وبالاذان الثانی احترازٌ عما اذا صلی فی المسجد المحلۃ بغیر اذان حیث یباح اجماعاً"

ودر چلپی حاشیہ شرح وقایہ مسطورات "وقید باذان ثان واقامۃ لانھم لو صلوا بلا آذان یباح اتفاقا" ودر فتاویٰ عالمگیر مذکورات "المسجد اذاکان لہ امام معلوم وجماعۃ معلومۃ فی محلۃ نصلی اھلہ فیہ بالجماعۃ لا یباح تکررھا فیہ باذان ثان اما اذا صلوا بغیر اذان یباح اجماعاً" اور شامی جائے دیگر مرقوم است "قولہ علی الطریق وھو ما لیس لہ امام ومؤذن راقب فلا یکرہ التکرار فیہ باذان واقامۃ بل الا" نقل خانیہ ودر جامع الترمذی در باب "ماجاء فی الجماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ مرۃ" مرقوم است

"عن ابی سعید الخدری قال جاء رجل وقد صلی رسول اللہ ﷺ فقال ایکم یتجر علی ھذا فقام رجل وصلی معہ وفی الباب عن ابی امامۃ وابی موسیٰ والحکم بن عمیر قال ابو عیسی وحدیث ابی سعید حدیث حسن وھو قول غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی ﷺ وغیرھم من التابعین قال لاباس ان یصلی القوم جماعۃ فی مسجد قد صلی فیہ جماعۃ وبہ یقول احمد واسحق"

ودر سنن ابی داؤد حدیث مذکور بعد عنوان "باب الجمع فی المسجد مرتین" بایں روایت ذکر کردہ "عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ ﷺ ابصر رجل یصلی واحدۃ فقال الا رجل یتصدق علی ھذا فیصلی معہ فقام رجل فصلی معہ" ودر فتح الودود شرح ابی داؤد مرقوم است قولہ "ای کانہ بصلوتہ یتصدق علیہ بفضل الجماعۃ وفیہ دلیل علی فضیلۃ الجماعۃ والثانیۃ علی ان الفضل فی جماعۃ الفرض لا یتوقف علی کون المقتدی مفترضاً" ونیز در آں مذکورات "قال المظھر سماہ صدقۃ لانہ یتصدق علیہ ثواب ست وعشرین درجۃ اذلو صلی منفرداً لم یحصل لہ الاثواب صلاۃ واحدۃ" پس ہر گاہ کہ از اتفاق اکثر صحابہ وتابعین جمہور حنفیہ کرام جواز وقوع فضیلت جماعت ثانیہ بر انفراد ثابت شد نفس جماعت ثانیہ ہیچ جائے مکروہ نخواہد شد۔

بکراہت تحریمہ ونہ بکراہت تنزیہہ بلکہ جماعت ہر طوریکہ ممکن باشد باید کرد۔ البتہ در مسجد محلہ بتکرار اذان مکروہ است بنا بر کرد لیکن حتی الوسع التزام جماعت اولیٰ باید کرد کہ بسیار فضیلت دارد۔ واللہ اعلم۔

پس اس تمام عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ جماعت ثانی مسجد محلہ بلا اذان دوسری کے جائز بلا کراہت ہے اور اسی پر تمام مسلمانوں کا اتفاق واجماع ہے اور یہی فتویٰ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام وصحابہ کرام وآئمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ کہا ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرد آیا اس حالت میں کہ رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ چکے تھے۔ سو فرمایا آپ نے کہ کون شخص تم میں سے اس پر تجارت کرتا ہے پھر ایک مرد کھڑا ہوا اور اس کے ساتھ نماز پڑھی۔ اور اس باب میں روایت ہے ابی امامہ اور ابی موسیٰ اور حکم بن عمیر سے رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہا ابو عیسیٰ نے اور حدیث ابی سعید کی حسن ہے۔ اور یہ قول ہے کئی ایک اہل علم کا نبی ﷺ کے صحابہ وغیرہ تابعین سے کہا انہوں نے اس میں کچھ خوف نہیں کہ ایک قوم جماعت کے ساتھ اس مسجد میں نماز پڑھے جس میں نماز ہو چکی ہو اور علاوہ ان دلائل قاطع کے تعلیق المغنی علی السنن الدار قطنی صاحب نے بازغہ صفحہ ۲ تحت حدیث ابو داؤد کے بایں طور ارقام فرمایا ہے۔

"ان تکرار الجماعة فی المسجد الذی قد صلی فیه مرة واحدة والثنین او ثلاثه او اکثر من ذلک بلا کراهية جائز وعلی ذلک الصحابة والتابعون ومن بعدهم واما القول بالکراهية فلم یقیم دلیل علیه بل هو قول ضعیف"

یعنی جس جگہ جماعت ہو چکی ہو تو پھر اس مسجد میں ایک یا دو یا تین دفعہ یا اس سے زیادہ مرتبہ جماعت کرانا بلا کراہت جائز ہے اور اسی پر تابعین وتبع تابعین صحابہ کرام وغیرہ کا عمل رہا ہے اور جنہوں نے کراہیت کا فتویٰ دیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل قوی نہیں بلکہ وہ قول ضعیف ہے۔ اور بخاری میں ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد رفاعہ میں تشریف لائے اور جماعت ہو چکی تھی۔ سو آپ نے جماعت باذان واقامت دوسری کرائی۔ اور کہا ابو یعلی نے اپنی مسند میں کہ وہ نماز فجر کی تھی اور چالیس آدمیوں کی جماعت ہوئی۔ اور شرح منیہ میں بایں طور مسطور ہے۔

"عن ابی حنیفة لو کانت الجماعة اکثر من ثلاثة یکره التکرار والافلا وعن ابی یوسف ولم تکن علی الهیئت الاولی لا تکره والاتکره وهو الصحیح وبالعدول عن المحراب مختلف الهیئة کذا فی البزازیة وفی التاتار خانیه"

اس عبارت سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت ثانی ہیئت اولیٰ بدلنے سے بلا کراہت جائز ہے۔ اور کہا صاحب انوار الحنفیہ نے کہ ہم اسی کو پکڑتے ہیں۔ اور جو بعض کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ایک قول امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا جماعت ثانیہ کی کراہت پر شاہد ہے سو کہا صاحب انوار الحنفیہ نے کہ یہ قول بالکل ضعیف ومرجوح ہے اور قول مرجوح پر فتویٰ دینا نخت حماقت واجماع سے الگ ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو علاوہ اس کے فاضل دیوبندی نے اپنے رسالہ میں حدیث

کراہت جماعت ثانیہ پر تحریر فرمائی ہے اس کے استاد کی خبر کسی کتاب سے نہیں ملتی۔ اگر وہ حدیث صحیح بالاسناد کوئی دیوبندی صاحب دکھادے تو انعام حاصل کرے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ

سوال: جماعت سے نماز پڑھنا واجب ہے یا سنت۔ اور اسکا ترک کیسا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: جماعت سے نماز پڑھنا سنت موکدہ ہے۔ جو کہ قریب واجب کے ہے۔ اور تارک اس کا گنہگار ہے چنانچہ فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۵۵ میں مذکور ہے۔

"الجماعة سنة موكدة للرجال قال الزاهدى اراد بالتا كيد الوجوب الى اخر ما قال وقيل واجبة وعليه العامة وقال الطحطاوى لاستد لالهم بالاخبار الواردة بالوعيد الشديد بترك الجماعة اور محیط میں ہے بانہ لايرخص لاحد فى تركها بغير عذر ولو تركها اهل مصر امروا بهاوان ائتمروا والا تحل مقاتلتهم ويجب التعزير على تاركها من غير عذرٍ باثم الجيران بالسكوت هكذا فى رد المحتار اور تفسیر احمدی میں لکھا ہے فی مسئلة فريضة الصلوة والزكوة والركوع ووجوب الجماعة"

پس ان تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت سنت موکدہ ہے اور بعض نے اس کو واجب کہا ہے اور اس کے تارک کو حکم تعزیر کا ہے بشرطیکہ بلاعذر جماعت کی ترک کرتا ہو۔ اور کہا بعض علمائے دین نے کہ جس گاؤں میں جماعت نہ ہوتی ہو ان گاؤں والوں کے ساتھ جہاد کرنا چاہئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: عورتوں کی جماعت مسجد یا گھر میں کرانی جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔ اگر صرف عورت اجنبیہ ہے تو امام کے برابر کھڑی نہیں ہوئی تو نماز باکراہت جائز ہے۔ اور اگر محرم ساتھ ہو تو بلاکراہت جائز ہے۔ اور اگر مساوی کھڑی ہو تو فاسد چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"يكره امامة الرجل لهن فى بيت ليس معهن رجل غيره لا محرم منه فاخيه او زوجته اور امة اما كان معهن واحدهن ذكر او امهن فى المسجد لا يكره"

اور علامہ شامی نے حاشیہ درمختار میں لکھا ہے۔

"والمرأة اذا صلت مع زوجها فى البيت ان كان قدمها بحذاء قدم الزوج لا يجوز صلوتهما بالجماعة وان كان قدما ها خلف قدم الزوج الا انها طويلةٌ يقع رأس المرأة فى السجود قبل رأس الزوج جازت صلوتهما لان العبرة للقدم .... الخ"

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر مرد گھر میں عورت اپنی کو جماعت کرائے تو جائز ہے۔ لیکن عورت مساوی ہو کر کھڑی نہ ہو۔ اگر اس کے برعکس کریں گے تو نماز دونوں کی غیر صحیح ہوگی فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: جس شخص کو جریان یا آتشک یا سلسل البول کی بیماری ہو وہ جماعت کرا سکتا ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: یہ سب معذور ہیں ان کو جماعت کرانی درست نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۷۵ میں تحریر ہے۔ نماز صحیح صاحب سلسل البول روا نیست کما فی العالمگیریہ "لا یصلی الطاھر خلف من بہ سلسل البول" یعنی درست ظاہر پس نہیں ہوتی نماز صاحب طہارت کی پیچھے سلسل البول والے کے اور اوروں کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہئے۔ ہاں معذوروں کی نماز معذوروں کے پیچھے درست ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: جو شخص ملازمت کفار کی کرتا ہو اس کے پیچھے نماز پڑھنی درست ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اگر نوکری اس کی فعل معصیت پر ہے تو اس کے پیچھے نماز نہ پڑھنی چاہئے اگر پڑھ لے تو جائز با کراہت ہے اور متقی کے پیچھے پڑھنی بہتر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیر میں ہے۔
"لَوْصَلّٰی خَلْفَ مُبْتَدِعٍ اَوْ فَاسِقٍ فَهُوَ جَامِعُ الثَّوَابِ الْجَمَاعَةِ لٰكِنْ لَايَنَالُ مِثْلَ مَا يَنَالُ خَلْفَ تَقِيٍّ كَذَا فِي الْخُلَاصَةِ"
یعنی اگر نماز پڑھے کسی بدعتی یا فاسق کے پیچھے پس وہ جمع کرنے والا ہے ثواب جماعت کا لیکن نہ پائے گا اس قدر جتنا پائے گا ثواب پیچھے متقی اور پرہیز گار آدمی کے اور کہا صاحب طحطاوی نے کہ نماز نہیں پیچھے بدکردار کے اور فرمایا امام صاحب نے کہ مبتدع کے پیچھے نماز درست نہیں۔ چنانچہ فتح القدیر میں مسطور ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: نماز تراویح نابالغ کے پیچھے درست ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: نابالغ کے پیچھے کوئی نماز صحیح مذہب میں ہرگز ہرگز درست نہیں۔ شرح مختصر برجندی مسطور ہے۔
"لا یقتدی رجل بصبی اذا کانت الصلوۃ فرضا او نفلا الی اخر ما قال المختار انه لا یجوز فی الصلوۃ کلھا ... الخ، اور قاضی خان میں ہے الصحیح انه لایجوز لانه غیر مخاطب وصلوۃ لیست بصلوۃ علی الحقیقۃ فلایجوز امامته کامامۃ المجنون اور عالمگیری میں ہے المختار انه لایجوز فی الصلوۃ کلھا کذا فی الھدایۃ وھو الاصح ھکذا فی البحر الرائق و فتاوی سعدیہ" (صفحہ ۵۸)
پس ان تمام عبارتوں سے ظاہر ہوا کہ نابالغ کے پیچھے کوئی نماز درست نہیں۔ اور یہی روایات صحیح اور درست اور قابل عمل ہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری وزیر آبادی)

سوال: اگر کسی حافظ نے قرآن مجید ایک مرتبہ تراویح میں سنا لیا ہو پھر وہ دوسری مسجد میں دوسری قوم کو جا کر سنائے تو جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے لیکن فقیر کی تحقیق اس پر ہے کہ وہ تراویح میں دوسری قوم کو نہ سناوے۔ اگر سنانا ہو تو نذر مان کر سناوے چنانچہ فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۶۷ حوالہ خزانۃ الروایہ سے منقول ہے۔

"اما ختم التراویح مرة وختم ثانیا بغیر هذا القوم لا یخرج هذا القوم الثانی عن السنة لان الامام قد خرج من السنة وصار له نفلا فیدرکون ثواب صلوة النفل ولا یدرکون ثواب صلوة التراویح وقال بعض العلماء الحیلة فیه ان الامام الذی ختم مرة اذا اراد ان یختم ثانیا ینبغی ان ینذر علیه الختم لیصح به اقتداء القوم الذین لم یسمعوا الختم فلا یلزم بناء القوی علی الضعیف اقول فیه اشکال فان الختم لایجب بالنذر علی من نذره والسر فیه ان المنذور انما یجب اذا کان من جنس الفرض والختم لیس فرضا بخلاف التراویح فانها من جنس الصلوة وهی فرض لهم الا ان ینذر الختم فی ضمن النذر بالتراویح ان یقول لله علی ان اصلی التراویح مع الختم فقط واللہ اعلم بالصواب"

سوال: کیا نماز نفل بیٹھ کر پڑھنی درست ہے۔ بحوالہ بیان فرمادیں۔ بینو اتوجروا۔

الجواب: بیشک نفلوں کی نماز بیٹھ کر پڑھنی درست ہے۔ چنانچہ ترمذی باب "فی من یتطوع جالسا" میں بایں طور حدیث مذکور ہے۔

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان النبی ﷺ کان یصلی فیقراء وهو جالس ..... الخ"

یعنی بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بیٹھ کر نماز پڑھتے تھے جب کہ قرأت پڑھتے اس حالت میں کہ بیٹھے ہوئے تھے اور رکوع اور سجود بھی اسی حالت میں کہ بیٹھے ہوئے تھے۔ غرضیکہ اسی طرح کی بہت حدیثیں اسی باب میں موجود ہیں اور نفل بیٹھ کر پڑھنے سے کھڑے ہو کر پڑھنے میں زیادہ ثواب ہے اور آپ کی ذات بابرکات اکثر اوقات کھڑے ہو کر ان کو ادا فرماتے تھے چنانچہ حدیثوں میں ہے اور وتروں کے بعد نفلوں کی نماز بیٹھ کر پڑھنی بھی درست ہے جیسا کہ فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۶۱ میں بایں طور مسطور ہے۔ درگزاردن آنحضرت ﷺ دو رکعت نشستہ بعد وتر حدیثے در جامع ترمذی و سنن ابن ماجہ مروی شدہ است و امام احمد بقراءۃ اذا زلزلت و قل یاایها الکافرون ہم روایت کردہ و ابن ماجہ ایں ہم نقل کردہ کہ در آخر ہر رکعت قیام میفرمود بعد رکوع منمود و در صحیح مسلم مروی است و چوں قدر ثلثین یا اربعین باقی میماند بحالت قیام تمام میکرد۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: فرائض و سنن موکدہ اربع رکعت کے قعدہ اولیٰ کے بعد درود شریف یا ثنا پڑھنا درست ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک نماز فرائض و سنن موکدہ رکعت تیسری میں "سبحانک اللهم" پڑھنا درست نہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں مذکور ہے۔

"فی الاربع قبل الظهر والجمعة وبعدها لایصلی علی النبی ﷺ فی بالقعده الاولیٰ ولا یستفتح اذ قام الی الثالثة بخلاف سائر ذوات الاربع من النوافل کذا فی الزاهدی وفتاوی سعدیه ۔فقط والله اعلم بالصواب"

سوال: نماز فجر کی سنتوں کے بعد یا نماز ظہر کے فرض ادا کرنے سے پہلے بیع و شراء یا کوئی دنیاوی بات چیت کرنی درست ہے یا نہیں۔ بینو اتوجروا۔

الجواب: بیشک اس مسئلہ میں بہت اختلاف ہے بعض نے کہا ہے کہ ان سنتوں کو پھر ادا کرے لیکن صحیح یہ ہے کہ سنتیں ساقط ہو جاتی ہیں۔ ان کا اعادہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور ثواب کم ہو جاتا ہے۔ بہتر ہے کہ یہ امور ہرگز نہ کرے چنانچہ ان عبارات سے ظاہر ہوتا ہے۔

"لو صلی رکعتی الفجر والاربع قبل الظهر واشتغل بالبیع والشراء والاکل والشرب فانه یعید السنة اما باکل لقمة وشربة لا یبطل السنة کذا فی الخلاصة"

اور نہایہ میں ہے۔

"لو تکلم بعد الفریضة هل تسقط السنة قیل تسقط وقیل لا ولکن ثوابه انقص من ثوابه قبل التکلم"

اور ایسا ہی صاحب کبیری شرح منیہ و فتح القدیر میں ہے اور اصح بات یہ ہے کہ ثواب میں ضرور نقص آ جاتا ہے۔ اور جو حدیث شریف میں مذکور ہے کہ کہا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ آپ کی ذات دو رکعت فجر کے بعد میرے ساتھ کلام کرتے تھے سو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کلام بابرکات اور ہماری کلام میں کئی ہزار کوس کا فاصلہ ہے کیونکہ آپ کے نطق پر "وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى" شاہد ہے "فافهم فلا تکن من الغافلین" فقط۔

سوال: نماز تراویح میں جب قرآن مجید ختم ہوتا ہے تو پھر حافظ قرآن تین دفعہ سورہ اخلاص پڑھتا ہے۔ یہ جائز ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل خاکسار غلام رسول ڈھکیے نارو)

الجواب: اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔ بعض نے اس کو جائز کہا ہے۔ بعض نے ناجائز لیکن فقیر کی تحقیق میں یہ امر مستحسن ہے۔ چنانچہ عبارت ذیل سے ظاہر ہوتا ہے۔

"قراة قل هو الله احد عقیب الختم استحسنه اکثر المشائخ لیجری نقصان دخل فی قراة البعض فی الذخیرة قراة قل هو الله احد ثلث مراة عند ختم القران لم یستحسنها بعض المشائخ قال الفقیه ابو اللیث هذا لشئ استحسنه اهل القران وائمة الامصار فلا باس به لان ماراه المسلمون حسنا فهو عند الله حسنٌ هکذا فی السراجیه وفتاوی عالمگیریه وفتاوی سعدیه" (صفحہ ۷۰)

یعنی سورہ اخلاص کا ختم قرآن پر بہت بزرگان کے نزدیک درست اور مستحسن ہے۔ اور بعض مشائخ کے نزدیک یہ فعل مستحسن نہیں۔ اور کہا فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کلام مستحسن ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جس امر کو جماعت مسلمانوں کی پسند کرے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی کام پسند ہوتا ہے۔ اور اس امر کو ائمہ دین قرآن دان اچھا سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس میں کوئی عیب نہیں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور ہاتھوں کو منہ پر پھیرنا درست ہے یا نہیں۔ حدیث سے ثابت کرو۔

الجواب: بیشک دعا ہاتھ اٹھا کر مانگنا اور منہ پر پھیرنا درست ہے چنانچہ کتاب ترمذی وابوداؤد ومشکوۃ شریف

ہے۔ کتاب الدعوات فصل ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مسطور ہے۔
"عن عمر قال كان رسول الله ﷺ اذا رفع يديه في الدعاء لم يحطهما حتى يمسح بهما وجهه" (رواہ الترمذی)
ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ جس وقت اٹھاتے اپنے دونوں ہاتھ دعا میں۔ نہ رکھتے ان کو جب تک کہ نہ پھیرتے ان کو اپنے منہ پر روایت کیا اسکو ترمذی نے اور ابو داؤد کی حدیث کے یہ الفاظ ہیں۔ "فاذا فرغتم فامسحوا بها وجوهكم" یعنی جب کہ فارغ ہو تم پس پھیرو ہاتھوں کو اپنے منہ پر اور بخاری شریف میں ہے۔ کہا کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ آنحضرت ﷺ اٹھاتے ہاتھ اپنے یہاں تک کہ دیکھی میں نے سفیدی بغلوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی۔

استفتاء

سوال: "بسم الله الرحمن الرحيم" کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کبھی نماز پڑھتا ہو اور کبھی ترک کر دیتا ہو۔ اور اپنی زوجہ کو بھی ستر میں نہ رکھتا ہو۔ بلکہ بے غیرتی اور دیوثی اس کے وجود میں کوٹ کوٹ کر بھری ہو ایسے شخص کو امام بنانا شرعاً درست ہے یا نہیں۔ بینوا وتوجروا۔

(السائل حافظ رحمت علی نقشبندی از علی پور جھنگ)

الجواب: ایسے شخص کو امام نہ بنانا چاہئے کیونکہ ایسے شخص کے کفر میں اختلاف ہے۔ بعض آئمہ دین نے ایسے شخص کو کافر لکھا ہے۔ اور بعض نے گنہگار قابل تعزیر فرمایا ہے۔ اور حدیث شریف میں وارد ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے کہ امام اپنی نمازوں کے لئے کوئی نیک اختیار کرو۔ چنانچہ دار قطنی وغیرہ کتب حدیث میں بایں طور مسطور ہے۔

"اجعلوا ائمتكم خياركم فانهم وفدكم فيما بينكم وبين ربكم ايضا ان سركم ان تقبل صلوتكم فليؤمكم خياركم فانهم وفد كم فيما بينكم وبين ربكم"

ترجمہ: فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مقرر کرو امام بہتر اپنے سے پس تحقیق وہ قاصد ہیں درمیان اس کے جو کہ درمیان تمہارے اور درمیان رب تمہارے کے ہے اور بیشک بحید تمہارا یہ ہے کہ قبول کی جاوے نماز تمہاری پس چاہئے کہ امامت کراویں تمہیں بہتر تمہارے الخ اور آیت "اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ" بھی اسی بات پر شاہد ہے۔ اور علاوہ اس کے تمام کتب فقہ میں بھی اسی طرح مسطور ہے اور فتاویٰ جامع صفحہ ۳۴ میں لکھا ہے کی دیوث کے پیچھے نماز جائز نہیں ہوتی۔

"واذا اخرجت المرأة من بيت الزوج على رضائه ولا يمنعها فهو ديوث لا يجوز الصلوٰة خلفه لانها وامورت بالقرار في البيوت"

اور صاحب طحطاوی نے لکھا ہے کہ گنہگار کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے ہاں بیشک کتب حنفیہ وغیرہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اہلسنت وجماعت کا مذہب ہے کہ فاسق فاجر کے پیچھے نماز درست ہے سو اسکا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ تم

امام فاسق و فاجر کو ہمیشہ کے لئے مقرر کرلو۔ یہ تو ایک اضطراری حالت ہے جیسا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک وقت اپنے مخالفین محاصرین کے پیچھے اپنے لشکر کو نماز ادا کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ باقی مفصل ذکر اس کا جلد دوم میں مطالعہ کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

استفتاء

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال زکوٰۃ کونسی چیزیں ہیں جن میں واجب ہوتی ہے اور ان کا مقدار کتنا ہے اور مال زکوٰۃ کے مستحق کون کون لوگ ہیں جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل حافظ رحمت علی از علی پور)

الجواب: مال زکوٰۃ سونا اور چاندی اور اونٹ اور گائے اور بکری اور بیل اور بھینس ہیں بشرطیکہ وہ جانور جنگل میں چرائی چرتے ہوں۔ نہیں تو ان میں زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی اور نصاب اونٹوں کا پانچ ہے اور اس میں ایک بکری دینی پڑتی ہے اور دس میں دو اور پندرہ میں تین اور بیس میں چار اور جب پچیس اونٹ ہو جائیں تو پھر ایک بنت مخاض یعنی ایک برس کی اونٹنی جس پر دوسرا برس شروع ہو اور جب چھتیس ہو جائیں تو ایک بنت لبون جس پر تیسرا برس شروع ہو۔ جب چھیالیس ہو جائیں تو ایک حقہ جس پر چوتھا برس شروع ہو۔ اور اگر اکاسٹھ ہوں تو ایک جزعہ جس پر پانچواں سال شروع ہو۔ اور جب چھہتر ہوں تو ان میں دو بنت لبون۔ اور اگر اکانوے ہو جائیں تو دو حقے تا ایک سو بیس الخ اور نصاب گائے اور بیل اور بھینس اور بھینسے میں تیس عدد ہیں اور ان میں سے ایک تبیعہ دینا پڑتا ہے مادہ ہو یا نر اور جب چالیس ہو جائیں تو ایک مسنہ دینا لازم آتا ہے۔ اور جب ساٹھ ہو جائیں تو دو تبیعے اور اگر ستر ہوں تو ایک مسنہ اور اسی میں دو مسنے اور جب نوے ہوں تو تین تبیعے اور جب پورا سو ہو جاوے تو دو تبیعے اور ایک مسنہ پھر اسی طرح ہر ایک تیس میں تبیعہ اور ہر چالیس میں مسنہ زیادہ کرنا چاہئے اور تبیعہ کہتے ہیں ایک سال کی گائے یا بھینس کو جس پر دوسرا سال شروع ہو اور مسنہ دو سال کی کو کہتے ہیں جس پر تیسرا سال شروع ہو اور نصاب بکریوں میں چالیس بکریاں ہیں اور واجب ہوتی ہے ان میں ایک بکری سال کی اور ایک سو اکیس میں دو بکریاں اور دو سو ایک میں تین بکریاں اور چار سو میں چار اور تمام مال تجارت میں بھی زکوٰۃ واجب ہو جاتی ہے۔ جب مال نصاب کی قیمت کو پہنچ جاوے۔ اور اس میں سے چالیسواں حصہ دینا پڑتا ہے اور جو گھوڑے تجارت کی خاطر ہوں ان میں بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ اگر اس کی قیمت دو سو درہم ہو تو اس میں سے پانچ درہم دینے پڑیں گے بشرطیکہ وہ گھوڑے جنگل میں چرائے جاتے ہوں۔ خواہ تجارت کی خاطر ہوں یا نہ ہوں۔ یہ مذہب ہے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اور آئمہ اربعہ کے نزدیک زکوٰۃ تجارتی گھوڑوں پر واجب ہے اور نصاب سونے کا بیس مثقال ہے اور چاندی کا دو سو درہم اور ان ہر دو میں چالیسواں حصہ دینا لازم آتا ہے خواہ زیورات ہوں یا نقدی۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

"عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لیس فیما دون خمسۃ اوسق من التمر صدقۃ ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقۃ ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقۃ متفق علیہ"

(نقل از مشکوٰۃ المصابیح)

ترجمہ: روایت ہے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں زکوٰۃ بیچ پانچ وسق کے کھجوروں میں سے اور نہیں ہے بیچ پانچ اوقیہ سے کم میں بیچ چاندی کے زکوٰۃ اور نہیں بیچ کم پانچ راس اونٹ کے زکوٰۃ بیان کیا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اور حاشیہ مشکوٰۃ میں اس کی تشریح یوں مرقوم ہے کہ وسق پانچ من پختہ کا ہوتا ہے۔ اور وسق میں ساٹھ صاع آتے ہیں۔ اور من چالیس سیر پختہ کا ہوتا ہے پس اس حساب سے پانچ وسق پچیس من کے ہوئے۔ اس سے کم [1] میں زکوٰۃ کھجوروں میں واجب نہ ہوگی۔ اور کتاب مجمع البحار جلد سوم صفحہ ۴۳۶ مطبوعہ نولکشور میں اسطرح مرقوم ہے وسق ساٹھ صاع اور صاع آٹھ رطل اور رطل نصف سیر کا ہوتا ہے پس اس حساب کے مطابق پختہ تیس من کھجوریں ہوں تو ان میں زکوٰۃ واجب نہیں۔ اور چاندی کا نصاب پانچ اوقیہ کا ہوتا ہے اور اوقیہ چالیس درہم کا اور درہم چودہ قیراط کا اور قیراط پانچ جو کے وزن کا ہوتا ہے اور درہم شرعی ستر جو کا ہوتا ہے پس اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں۔ پس اگر کسی شخص کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی ہو تو اس میں سے ساڑھے سولہ ماشے دے اور اگر ساڑھے سات تولہ سونا کسی کے پاس ہو تو دو ماشہ دو رتی اس میں سے زکوٰۃ دے۔ اور اگر نقد پچاس روپیہ ہوں تو ایک روپیہ چار آنہ دینے پڑتے ہیں۔ بشرطیکہ بارہ ماشہ کا روپیہ ہو اور اگر ایک سو روپیہ ہو تو اڑھائی روپیہ ان میں سے زکوٰۃ دینی واجب ہوگی۔ اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک زیورات پر بھی زکوٰۃ واجب ہے۔ اور یہی مذہب صحیح ہے اور اسی پر آنحضرت ﷺ کا فتویٰ ہے۔ چنانچہ ابوداؤد و نسائی میں حدیث بایں مضمون وارد ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مجلس اقدس میں ایک عورت آئی۔ اور اس کے ہمراہ اس کی لڑکی تھی جس کے ہاتھ میں دو سونے کے کنگن تھے اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا کیا تو اس کی زکوٰۃ دیا کرتی ہے۔ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ۔ تو پھر آپ نے فرمایا کیا تجھے خوش لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دن قیامت کے پہنا دے تجھ کو ہاتھوں میں دو کنگن آگ کے پس پھینک دیا ان کو اس عورت نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں۔ پس اس حدیث صحیح سے صاف ثابت ہوا کہ زیورات میں زکوٰۃ واجب ہے اور اس حدیث کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

"ان امراۃ اتت رسول اللہ ﷺ ومعھا ابنۃ لھا وفی یدابنتھا مسکتان غلیظتان من ذھب فقال لھا اتعطین زکوۃ ھذا قالت لا وقال ایسرک ان یسورک اللہ بھما یوم القیامۃ سوارین من النار الی النبی ﷺ"

یہ روایت عمر بن شعیب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے۔ اور زکوٰۃ مال نصاب پر تب واجب ہوتی ہے کہ سال برابر وہ مال حاجات

[1] حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک پانچ وسق سے کم یا زائد ہوں اور سال گذرا ہو یا نہ، ہر دو صورت میں دسواں حصہ دینا پڑے گا اور صاحبین اور امام شافعی اس کے خلاف ہیں اور فتویٰ کے قول پر دینا چاہیے موافق حنفی ہو۔

ضروریہ کے علاوہ پڑا رہا ہو۔ چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے۔

"عن علی رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا کانت لک مائتا درہم وحال علیھا الحول خمسۃ دراھم ولیس علیک شئی حتی یکون لک عشرون دینارا وحال علیھا الحول ففیھا نصف دینار فمازاد بحساب ذلک ولیس فی ذلک ولیس فی مال زکوۃ حتی یحول علیھا الحول رواہ ابو داؤد وھو حسن"

ترجمہ: روایت ہے حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ سے کہ فرمایا آنحضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پس جب کہ ہوں پاس تیرے دو سو درہم اور گذر جائے اس پر ایک سال پس بیچ اس کے پانچ درہم زکواۃ ہے اور نہیں اوپر تیرے کوئی چیز یہاں تک کہ ہوں تیرے پاس بیس دینار اور گذارے اوپر اس کے ایک سال پس بیچ اس کے نصف دینار ہے پھر جو زیادہ ہو اس حساب سے اور نہیں ہے بیچ مال کے زکواۃ یہاں تک کہ گذرے اوپر اس کے ایک سال اور روایت کیا اس حدیث کو ابوداود نے اور اسی طرح تمام کتب فقہ میں ہے۔ اور دینار ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے اور بیس دیناروں کے ساڑھے سات تولہ بنتے ہیں اور اس سے چالیسواں حصہ دینا واجب ہوتا ہے اس سے کم میں زکواۃ نہیں اور اگر کچھ زیورات سونے کے ہوں اور کچھ چاندی کے تو پھر ان کی قیمت لگا کر نصاب پورا کر کے زکواۃ دے دیا کریں اور وہ کام اس میں اختیار کریں جس میں فقراء کو فائدہ ہو۔ اور مال زکواۃ کے مستحق یہ لوگ ہیں فقیر جس کے پاس کچھ مال ہے لیکن صاحب نصاب نہیں۔ اور مسکین جس کے پاس کچھ بھی مال نہیں۔ اور عامل جو زکواۃ وصول کرنے کی خاطر حاکم کی طرف سے مقرر ہوتا ہے۔ اور رقاب[ا] اور قرضدار اور مجاہدین و مسافرین تو پھر چاہے ایک کو ان میں سے دیدے یا تمام کو برابر اور اپنے شہریوں کو دینا بہتر ہوتا ہے اگر وہ دوسروں سے زیادہ محتاج ہوں۔ اور حرام ہے زکواۃ دینا اولاد بنی ہاشم کو نزدیک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اور سادات کو مال غنیمت سے خمس لینا درست ہے۔ اور ناجائز ہے زکواۃ دینا کافر شخص اور زوجہ اپنی کو اور ایسا ہی زوج کو لینا درست نہیں۔ اور نہیں جائز زکوۃ دینا غنی کو اور ماں باپ کو اور دادا دادی اور نانا نانی کو اصول سے یہاں تک نیچے سلسلہ جاوے۔ پس یہ مذہب ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اور دوسرے آئمہ کا اس میں اختلاف ہے اور ان کے ماسواء جو اور رشتہ دار غرباء ہیں ان کو مال زکواۃ لینا اور دینا افضل ہے کیونکہ اس میں صلہ رحمی اور صدقہ بھی ہو جاتا ہے۔ اور یہ بات کسی صاحب شعور پر پوشیدہ نہیں اور علمائے دین اور طلباء علم دین کو زکواۃ دینا بہ نسبت دوسروں کے زیادہ ثواب ہے اور مجالس الابرار صفحہ ۱۵۶ میں لکھا ہے۔

"ومن افضل المصارف من یکون ذاعیال او مدیونا او مریضا او قریبا فان الاعطاء الی القریب یکون صدقۃ

نوٹ: اس زمانہ میں جو نوٹ وغیرہ ہیں ان کا بھی زکوۃ واجب ہے کیونکہ یہ حکم مالیت کا رکھتے ہیں۔ اور ان کی غرض روپیہ چاندی اور سونا ایرونل سکتا ہے۔ نقل از فتاوی عبدالحی و شامی وغیرہ "نظام الدین عفی عنہ۔

[ا] رقاب۔ یعنی مکاتب، مراد یہ ہے کہ اس کو قیمت میں مدد کر کے آزاد کرا دیوے۔ مولف عفی عنہ

وصلة ولا يخفى على احد فى صلة الرحم من الثواب والا صدقاء والاخوان فى الدين يقدمون على المصارف كما يقدم الاقارب على الاجانب"

ترجمہ: یعنی سب سے بہتر مصرف وہ شخص ہے جو بال بچوں والا قرضدار یا بیمار یا اپنا رشتہ دار ہو کیونکہ اپنے عزیزوں کو دینا صدقہ بھی ہے اور صلہ بھی ہے اور کسی پر یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ صلہ رحم میں کتنا ثواب ہے اور دوست اور دینی بھائی اور مصارف پر مقدم ہیں جیسا کہ اپنے غیروں پر مقدم ہیں اور بہت ثواب ہے زکوٰۃ دینا ماہ رجب وشعبان اور رمضان المبارک میں۔ کیونکہ اس کا مصرف اچھی جگہ ہوگا اور کہا بعض علمائے دین نے کہ زکوٰۃ دینا نیک آدمی کو بہت بہتر ہے۔ کیونکہ وہ اچھی جگہ خرچ کرے گا اور مال زکوٰۃ کو مسجد کے بنانے اور کفن میت و ادائے قرضہ میت پر نہ لگایا جاوے اور غنی کے غلام اور اس کے بچے صغیر کو بھی زکوٰۃ نہ دی جاوے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی سروری علی عنہ)

سوال: صدقہ فطر کا ادا کرنا کن لوگوں پر واجب ہے۔ اور عقیقہ میں کیا کیا حکم ہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: صدقہ فطر ان لوگوں پر واجب ہے جو صاحب نصاب ہوں۔ پھر خواہ ان کے نصاب پر سال گذرا ہو یا نہ گذرا ہو اور اپنی حوائج سے فراغت رکھتے ہوں۔ چنانچہ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے۔

"صدقة الفطر واجبة على الحر المسلم اذاكان مالكالمقدار النصاب فاضلا عن مسكنه وثيابه واثاثه وفرسه وصلاحه وعبيده" الخ

اور صدقہ فطر عید کی صبح کے وقت واجب ہو جاتا ہے اور اس کو عید کی نماز ادا کرنے سے پہلے ادا کرنا مستحب ہے اور بغیر دینے کے ساقط نہیں ہوگا۔ اور صدقہ دینا ولی کو واجب ہے اپنی طرف سے اور اپنے چھوٹے لڑکے اور لڑکیوں اور غلاموں اور کنیزوں کی طرف سے اور عورت اپنا فطرانہ خود ادا کرے۔ اور ایسے ہی فرزند بالغ جو غنی اور الگ ہو باپ سے۔ اور صدقہ دینا واجب ہے چنانچہ اس حدیث میں ہے۔

"عن ابن عمر رضى الله تعالى عنهما قال فرض رسول الله ﷺ زكوة الفطر صاعا من تمر او صاعا من شعير على العبد والحر والذكر والانثى والصغير والكبير من المسلمين او امربها ان يؤدى قبل خروج الناس الى الصلوة متفق عليه"

ترجمہ: روایت ہے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ کہا فرض کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوٰۃ ایک صاع کھجور سے یا ایک صاع جو سے غلام اور آزاد اور مرد وعورت اور چھوٹے اور بڑے ہر مسلمانوں سے اور حکم فرمایا کہ اس کو ادا کریں لوگوں کے نکلنے سے پہلے نماز کی طرف بیان کیا ہے اس حدیث کو بخاری ومسلم نے اور عبدالرزاق نے بایں طور حدیث نقل فرمائی ہے۔

"لقوله عليه السلام فى خطبة ادوا عن كل حر وعبد وصغير او كبير نصف صاع من بر او صاعا من شعير"

ترجمہ: یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ادا کرو ہر آزاد غلام سے خواہ صغیر ہو یا کبیر ہو نصف صاع گیہوں اور صاع جو سے

اور یہ حدیث صحیح ہے۔ اور صاع ایک پیمانہ ہے اور صاع معتبر وہ ہے کہ جس میں ایک ہزار چالیس درہم مونگ یا مسور سماویں۔

(نقل از عین الھدایہ صفحہ ۱۵۲ سطر ۱)

نوٹ: صاع عراقی چار من کا ہوتا ہے اور من چالیس استار کا اور استار چار مثقال کا۔ تو اس حساب سے من ایک سو ساٹھ مثقال کا ہوتا ہے اور مدینہ طیبہ کا صاع آٹھ رطل کا تھا لہذا ہم دونوں کے قائل ہیں جو حساب لگانے سے ایک ہی وزن کے ہوتے ہیں۔

(فقط از مصنف عفی عنہ)

اور اصل صاع کے وزن میں علمائے دین کا اختلاف اس لئے پڑا ہے کہ ہر ایک ملک اور شہر کا الگ الگ صاع تھا لیکن ہمارے نزدیک صحیح تر یہ امر ہے کہ صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہے اور صاع میں دو سیر سے کچھ کم گیہوں سماجاتا ہے لہذا ہمیں لازم ہے کہ دو سیر غلہ گندم دیا کریں۔ اگر اس کی قیمت حساب کر کے دے دیں تو بھی درست ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین مفتی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: عقیقہ کرنا سنت ہے یا واجب۔ اور کتنی عمر میں کیا جاوے۔ اور اسکا طریقہ کس طرح پر ہے۔ اور گوشت عقیقہ میں سے والدین یا دادا دادی کچھ کھالیں تو درست ہے یا نہیں۔ اور لڑکے کے کانوں میں آذان دینا کیسا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: عقیقہ کرنا مسنون ہے واجب نہیں چنانچہ اس حدیث شریف سے ثابت ہے۔

"عن الحسن عن سمرة قال رسول الله ﷺ الغلام مرتهن بعقيقته تذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق راسه رواه احمد والترمذى والنسائى"

ترجمہ: روایت ہے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ لڑکا گروی ہے بدلے عقیقہ اپنے کے ذبح کیا جاوے اس سے ساتویں دن۔ اور نام رکھا جاوے اور سر مونڈا جاوے اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے ایک بکری عقیقہ میں ذبح کی۔ اور فرمایا اپنی دختر حضرت فاطمہ خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کہ اس کا سر مونڈاؤ اور بالوں کے برابر چاندی وزن کر کے صدقہ دو۔ سو مائی صاحبہ نے ویسا ہی کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے دنبہ امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے عقیقہ میں ذبح کیا اور آذان دینا لڑکوں کے کانوں میں نیز مسنون ہے چنانچہ اس حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے۔

"وعن ابى رافع قال رأيت رسول الله ﷺ فى اذن الحسن ابن على ولدته فاطمة بالصلوة رواه الترمذى وابو داؤد نقل از مشكوة باب العقيقة فصل ثالث"

ترجمہ: روایت ہے ابو رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو اذان دی بیچ کان حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جس وقت کہ جنا اسکو حضرت مائی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خاتون جنت نے مانند آذان نماز کے پس ان دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ بروز ہفتم عقیقہ کرنا اور مولود کا سر مونڈوانا اور اس کے بالوں کو چاندی یا سونے سے

وزن کرکے صدقہ کرنا اور بوقت تولد ہونے مولود کے اس کے کان میں آذان واقامت کہنا یہ سب امور مستحب ہیں۔ اور فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۴۶۵ میں لکھا ہے کہ اگر بروز ہفتم عقیقہ نہ ہو سکے تو چودھویں روز کرے۔ اور اگر چودھویں روز بھی نہ ہو سکے تو اکیسویں روز کرے۔ اگر ان تاریخوں میں نہیں کر سکتا تو جب طاقت ہو کرے اور عقیقہ کی خاطر قرضہ نہ اٹھاوے کیونکہ عقیقہ کرنا فرض یا واجب نہیں۔ اور مولود کے بالوں کو زمین میں دفن کرے اور سر اور پائے ذبیحہ کے حجام کو دے دے اور باقی گوشت کو تین حصوں میں تقسیم کرے۔ اور اس سے ایک حصہ فقراء ومساکین کو دے اور دو حصہ باقی ماندہ ہمسایہ واقارب اور اپنے لئے رکھے "کما قال العلماء العقیقة حکم الاضحیة "پس دریں صورت خوردن گوشت آں مادر و پدر وجد وجدہ را نیز جائز است اور ہڈی گوشت عقیقہ کو توڑنا اچھا نہیں۔ اگر توڑ ڈالے تو کوئی خوف بھی نہیں۔ اور پوست عقیقہ کو صدقہ کرے تو بہتر ہے ورنہ اپنے استعمال میں لاوے تو بھی جائز ہے اور وقت ذبح کرنے کے یہ دعا پڑھے۔

" اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَقِيْقَةُ ابْنِيْ فُلَانٍ دَمُهَا بِدَمِهٖ وَلَحْمُهَا بِلَحْمِهٖ وَجِلْدُهَا بِجِلْدِهٖ وَشَعْرُهَا بِشَعْرِهٖ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ وَاجْعَلْهَا فِدَاءً لِابْنِيْ مِنَ النَّارِ "

اور مولود کا نام مطابق شرع شریف کے رکھنا چاہئے اور اس کی خوشی میں شیرینی وغیرہ اشیائے ماکولہ تقسیم کریں تو درست ہے اس میں کوئی خوف نہیں اور شریعت کے برخلاف کوئی کام نہ کیا جاوے۔ اور مبارک بادی مروجہ کرنے میں کچھ عیب نہیں اور ختنہ بارہ برس سے پیشتر کرنا درست ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال : طلاق رجعی اور طلاق بائن کس کو کہتے ہیں اور انکے الفاظ کیا ہیں اور اسکا حکم کیا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل حافظ رحمت علی نقشبندی از علی پور)

الجواب: طلاق رجعی اس کو کہتے ہیں جس میں بدوں نکاح جدید وحلالہ کے رجوع کرنے سے ہی عورت حلال ہو سکتی ہو۔ اور اس کی پانچ شرطیں ہیں۔ پہلے تین طلاق یکبارگی نہ کہے۔ دوم صریح لفظ طلاق کا بولے سوم ایک دفعہ ہی طلاق کہی ہو۔ اس سے پہلے کوئی طلاق نہ کہی ہو چہارم مال اسباب کا ذکر طلاق کے ساتھ نہ کیا ہو پنجم وہ عورت مدخولہ اس کی ہو۔ اگر ان کے برعکس کرے گا تو طلاق بائنہ ہو جائے گی۔ چنانچہ کتاب صلوٰۃ مسعودی جلد سوم ص ۵۸ میں بایں طور مسطور ہے۔ بدانکہ طلاق رجعی را پنج شرط است۔ اول آنکہ یکبار ہر سہ ندہد دوم آنکہ صریح طلاق بود۔ سوم آنکہ یک طلاق وہد کہ پیش از وے نہ گفتہ بود۔ چہارم آنکہ مال درمیاں نبود۔ پنجم آنکہ مدخولہ بود۔ ہمچنیں طلاق رجعی بود۔ واگر زن نامدخولہ را سہ طلاق دہد سہ بار یک طلاق واقع شود واگر مدخولہ بود ہر سہ طلاق واقع شود۔ اور طلاق رجعی کے الفاظ بہت ہیں لیکن یہاں بطور اختصار تحریر کر دیئے جاتے ہیں وھو ہذا اگر مرد زن را گفت اگر بخانہ مادر بروی ترا طلاق۔ یا فلاں کار کنی ترا طلاق یا من فلاں کار کنم زن از من طلاق یا رستہ تو پوشم ترا طلاق۔ یا ہر چہ ترا طلاق۔ یا نصف ترا طلاق۔ یا ثلث ترا طلاق یا ربع ترا طلاق۔ یا مانند آں عضو شائع

ازبدن یا گوید روئے ترا یا سرترا یا گردن ترا یا نفس ترا یا روح ترا ایں ہمہ الفاظ یک طلاق رجعی واقع شود۔

اور طلاق بائنہ وہ ہوتی ہے جس کے کہنے پر اس عورت کو بدوں نکاح جدیدہ کے گھر میں نہیں رکھ سکتا اور طلاق بائنہ کے بیشمار الفاظ ہیں کیونکہ اس میں الفاظ کنایہ کہ موضوع سے طلاق نہیں ہوتی اپنے اپنے ملک کی بولی کے مطابق استعمال ہوا کرتے ہیں۔ اور بعض ایسے الفاظ کنایہ بولے جاتے ہیں کہ جن سے صرف ایک طلاق رجعی واقع ہوتی ہے۔ جیسا کہ اعتدی یعنی شمار کر استبری رحمک یعنی اپنے رحم کو پاک کر یا "انت واحدة" یعنی تو اکیلی ہے انت حرة اختاری امرک بیدک سرحتک فارقتک وغیرہ۔ پس اگر یہ الفاظ عدم ناراضگی وعدم ذکر طلاق اور بدوں نیت طلاق دینے کے کسی شخص نے اپنی عورت کو کہا تو کوئی طلاق واقع نہ ہوگی اور اگر یہ الفاظ بولے اور نیت طلاق کی کرے تو ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اور اگر کسی شخص نے کہا۔

" اَنْتِ بَائِنٌ اَنْتِ بَتَّةٌ اَنْتِ حَرَامٌ ، اَنْتِ خَلِيَّةٌ، اَنْتِ بَرِيْئَةٌ، حَبْلُكِ على غاربک الحقی باهلک وهبتک لاهلک، سرحتک، فارقتک، امرک بیدک انت حُرَّةٌ ، تقنعی تخمری استبری ، اخرجی ، اغربی ، قومی ، ابتغی الازواج "

ترجمہ: ان الفاظ کا یہ ہے۔ تو جدا ہے تو حرام ہے، تو خالی ہے، تو بری ہے، تو بیزار ہے، رسی تیری گردن پر ہے، یعنی جہاں چاہے تو چلی جا، مل جا اپنے لوگوں سے بخشا میں نے تجھ کو تیرے اہل کو رخصت کیا میں نے تجھ کو تیرا کام تیرے ہاتھ میں ہے تو آزاد ہے، چادر پہن لے، چادر اپنے سر پر ڈھانپ لے، اپنے آپ کو چھپالے مجھ سے، دور ہو جا نکل جا، کھڑی ہو جا، خاوند کو تلاش کر لے، پس ان تمام صورتوں میں ایک طلاق بائن پڑ جاوے گی۔ اگر چہ نیت کی حرہ میں ایک طلاق یا دو طلاق کی۔ اگر کسی شخص نے اپنی عورت کو کہا تجھ کو میں نے طلاق بائن دیا۔ یا کہ کہا "اَشَدُّ الطَّلَاقِ یا افحش الطلاق یا اخبث الطلاق یا طلاق الشیطان یا طلاق بدعت " دیا میں نے تجھے طلاق مثل پہاڑ کے یا مثل ہزار طلاق کے یا گھر بھر کے یا طلاق شدید یا عریض یا بڑی طلاق یا اعظم طلاق یا الفاظ۔ پس ان تمام الفاظ میں ایک طلاق بائن بلانیت واقع ہوگی نقل از شرح وقایہ و در مختار اور فتاویٰ جامع الفوائد ص ۷۱ میں بایں طور ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کہا ترا رہا کردم "لا تطلق الا بالنية وان نوى بائنا" اور اگر کسی نے کہا میں تینوں متا یا چھوڑ دیا یا جد ہے بھاویں نہ ہے گی و نج" یقع طلاق بائن بلانیة کمالو قَالَ اَنْتِ بَائِنٌ "اور اگر کسی نے کہا ترا گذاشتم۔ یا تینوں میں متی یا تینوں میں چھوڑ دی "یقع طلاق بائن لان الاعراف معتبر فی الکلام" اور اگر کسی نے کہا تو میتھوں رہی "کی فطلق طلاقا بائنا ولو قال" مرا با تو کار نیست و ترا بمن نے " اِعْطِنِيْ مَاكَانَ عِنْدَكِ وَاذْهَبِيْ حَيْثُ شِئْتِ لا يَقَعُ الطَّلَاقُ بدون النية "

اور صاحب کتاب خانی جلد ثانی صفحہ ۱۸ بحوالہ کتاب کافی در بارہ مسائل طلاق یوں تشریح فرمائی ہے الفاظ کنایتی بسیار است چنانچہ اگر مردے زن خود را گوید تو جدا شدہ ویا تو حرامی ویا گوید دامن بریدہ شدی۔ یا گوید رسن برگردن تو یعنی از من بروہر

جائیکہ ترا خوش آید وویا گوید برو بہ پیوند باہل خود۔ یعنی بر مادر و پدر یا قرابتیاں خود برو۔ وتو خالی یعنی از نکاح وتو بیزاری از نکاح وتو آزادی۔ ومقنعہ بپوش دوامنے بپوش۔ وپنہاں شوی در اختیار بقرابتیاں تو برو وتو جدائی ویا کار تو بدست تست وتو آزادی۔ یعنی از من دور شو۔ یعنی از مسکن بیروں آئی وبرو برخیز برائے خود طلب کن این جملہ لفظہا ما کنائیت طلاق گوید ووالیہ میگوید۔ اگر بدیں لفظہا نیت طلاق کند یکے طلاق بائنہ واقع شد واگر نیت برسہ طلاق کند ہرسہ واقع شد واگر نیت دو طلاق کند یکے طلاق واقع شود مگر آنکہ زن وشوہر در حالت ذکر طلاق باشند آنزماں بدیں الفاظ زد یک طلاق واقع شود اگرچہ نیت طلاق نباشد فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: اگر کوئی شخص اپنی منکوحہ کو بحالت غضب کہے کہ تو میری ماں بہن ہے اس میں کون سی طلاق واقع ہوگی۔ جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل حافظ رحمت علی نقشبندی از علی پور)

الجواب: اس صورت میں کوئی طلاق واقع نہیں ہوتی۔ چنانچہ فتاویٰ ہندیہ المعروف فتاویٰ عالمگیریہ صفحہ ۳۳۱ جلد ۲ میں اس طرح پر تحریر ہے اور عورت سے کہا کہ تو میری ماں ہے تو مظاہر نہ ہوگا مگر مکروہ تحریمہ ہے اور اسی طرح اگر کہا کہ اے میری دختر یا اے میری بہن یا مثل اس کے تو بھی وہی حکم ہے اور فتاویٰ حمادیہ وجواہر وفتاویٰ جامع الفوائد بالظہار صفحہ ۲۷ میں بایں طور مسطور ہے "ولو قال لها انت امی فليس بشئی" اور کہا بعض نے کہ اگر نیت طلاق کی ہو تو طلاق بائن واقع ہوگی۔ لیکن یہ قول قابل عمل نہیں اور ایسے الفاظ کہنے والے کو توبہ کرنی چاہئے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: اگر ہندہ کا زنا کرنا اپنے سسر سے ثابت ہو جائے تو وہ اس حرمت مصاہرہ کی صورت میں بدوں حاصل کرنے طلاق کے شوہر سے کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: صورت مذکورہ بالا میں وہ عورت دوسرے شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی۔ تاوقتیکہ وہ اپنے خاوند سے طلاق حاصل نہ کرے۔ کیونکہ حرمت مصاہرہ میں نکاح بالفساد قائم رہتا ہے اور اگر قاضی یا حاکم کے تفریق کرنے سے پہلے مرد نے اس سے وطی کر لی تو اس پر حد لازم نہ ہوگی چنانچہ شامی کتاب الاوتار شرح در مختار جلد صفحہ ۱۵ میں مسطور ہے۔

"وبحرمة المصاهرة لا يرتفع النكاح حتى لا يحل لها التزوج باخر الا بعد المتاركة وانقضاء العدة والوطی بها لا يكون زنا"

ترجمہ: یعنی اور حرمت مصاہرہ سے نکاح نہیں ٹوٹ جاتا۔ یہاں تک کہ دوسرے سے نکاح کرنا حلال نہیں مگر بعد چھوڑ دینے۔ یعنی بعد طلاق دینے اور عدت گذرنے کے نکاح اور قربت کرنا اس حرمت میں نہ ہوگا۔ یعنی زوج اگر قبل تفریق کے صحبت کرے گا اس پر حد زنا کی واجب نہ ہوگی۔ کذافی حاشیہ المدنی عن الذخیرہ اور فتاویٰ نور الہدیٰ صفحہ ۸۸ جلد اول میں لکھا ہے کہ اگر حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے تو نکاح ان کا بالکل باطل نہیں ہو جاتا۔ اور دوسرے شخص سے وہ عورت نکاح نہیں کر سکتی تاوقتیکہ اسکا خاوند اس کو طلاق نہ دے۔ اور اگر اسکا خاوند اس سے وطی کرے گا تو اس پر حد لازم نہ ہوگی واللہ اعلم۔

"بحریم المصاهرة لا یرتفع النکاح حتی لایحل لهاالتزوج بزوج اخر وان مضی سنون الا بعد المتارکة ولو طی لا یکون زنا فلا یجب علیه الحد [1] هکذا فی خزینة وامینة"

اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۹۰ سطر ۲۰ میں بایں طور مذکور ہے۔

"واذا وقعت الفرقة بین الزوجین بسبب المصاهرة فانه لا یرتفع النکاح منهما اصلا بل بقی النکاح بعد الحرمة علی وجه الفساد حتی لا تحل لها تزوج بزوج اخر الا بعد المتارکة وان مضی علیها سنون ولو وطیها زوجها لایکون زنا لانه مختلف فیه الخ"

اور فتاویٰ نور الہدیٰ جلد اول میں اسطرح مرقوم ہے وقتیکہ میاں مرد و زن حرمت مصاہرہ واقع شود نکاح فاسد نے شود بلکہ باقی بماند بافساد تا آنکہ زن را شوہر دیگر خواستن روا نیست سوائے جدائی و متارکت شوہر اگرچہ سالہا بگذارد اگر زن را ہماں شوہر وطی کند۔ زنا نتواں گفت و حد زنا نیاشد زیرا حرمت مختلف فیہ است اور نیز فتاویٰ بر ہنہ دفتر دوم صفحہ ۳۴۹ میں مذکور ہے کہ حرمت مصاہرت رافع نکاح نیست وطی باوز نا نبود و بر شوہر دیگر حرام باشد۔ واگرچہ بریں سالہا رود۔ مگر بعد از متارکہ کما فی القنیہ اور اس کے حاشیہ پر یوں لکھا ہے۔ یعنی اگر شخصے گفت مادر زن را مس بشہوت کردہ ام پس مصاہرت ثابت شود و زن ایں مرد را نکاح دور نشود۔ بشرطیکہ تکذیب نفس خود کردہ باشد۔ وطی ایں شخص بایں زن زنا نبود و بر مرد دیگر حلال نشود تا آن شخص اور اطلاق ندہد الخ پس ان تمام دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ وہ عورت اس کے شوہر پر حرام بالفساد ہو جاتی ہے۔ لیکن وہ دوسرے شخص سے بھی بدوں حاصل کرنے طلاق و تفریق قاضی کے نکاح نہیں کر سکتی۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: اگر عورت نے اپنے خاوند کو کہا کہ تیرے والد نے یا تیرے بیٹے نے میرے ساتھ زنا بالجبر کیا ہے اور اس پر گواہ بھی پورے طور پر نہیں ملے۔ اور شوہر بھی اسکا تصدیق نہیں کرتا یا تصدیق کرتا ہے لیکن اس کا باپ اس بات کو نہیں مانتا۔ اب اس صورت میں کیا وہ عورت اس پر حرام ہوئی یا نہیں اور ان پر کیا حکم ہے۔

الجواب: اگر اس کے شوہر نے تصدیق کر لی تو وہ عورت اس پر بائنہ ہو جاوے گی۔ اگر تصدیق نہ کی تو وہ حرام نہ ہو گی چنانچہ عبارات ذیل سے معلوم ہوتا ہے " وَاِذَا تَزَوَّجَ بِکْرًا فَوَجَدَهَا ثَیِّبًا وَقَالَ اَبُوْکَ فَضَّنِیْ صَدَّقَهَا بَانَتْ وَالَّا لا "اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔ یعنی نکاح کیا ایک مرد نے باکرہ عورت سے تو اس نے اسے باکرہ نہ پایا پھر اس نے پوچھا کہ کس نے تیرا ازالہ بکارت کیا اس نے جواب دیا کہ تیرے باپ نے میری بکارت کا ازالہ کیا سو اگر زوج نے اس کے لئے تصدیق کی تو اس کا نکاح ٹوٹ گیا۔ بدوں مہر کے یعنی مہر دینا شوہر پر واجب نہ ہوا کیونکہ عورت کا قصور تھا کہ اس نے اول کیوں ظاہر

[1] اب حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے تو اس سے وطی کرنی درست نہیں، اور اگر شبہ میں وطی کر لی تو اس پر حد قائم نہ کی جائے گی۔ اس کو غور سے ہونی چاہیے۔ الخ منہ عفی عنہ مصنف۔

نہیں کیا۔ اگر عورت کی تصدیق شوہر نے نہیں کی تو نکاح نہ ٹوٹا چاہے اس کو رکھے چاہے چھوڑ دے۔ نقل از غایۃ الاوطار جلد دوم صفحہ ۱۳ اور کتاب عین الہدایہ جلد دوم صفحہ ۲۱ میں تیر بایں طور مسطور ہے جورو نے اپنے خاوند کو کہا کہ مجھ سے تیرے باپ نے وطی کی یا تیرے بیٹے نے شہوت سے مس کیا اگر شوہر اس کا بیٹا تصدیق نہ کرے تو بائنہ نہ ہوگی اور اسی فتاوی صفحہ ۲۰ میں لکھا ہے کہ اگر کسی نے حرمت مصاہرہ کا اقرار کیا جس سے جورو حرام ہوتی ہے تو دونوں میں تفریق کرائی جائے کی مثلاً کہا مرد نے کہ میں نے تیرے نکاح سے پہلے یا بعد تیری ماں سے وطی کی۔ اگرچہ دل لگی سے کہا ہو المحیط پھر اگر دعویٰ کرے کہ میں نے جھوٹ کہا تو قاضی تصدیق نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگرچہ جھوٹا تھا تو یہی ہوگا۔ اور جورو حرام نہ ہوگی مگر قاضی تفریق کرا کے پورا مہر دلوائیگا۔ التجنیس۔ پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اس کی حرمت کا دارومدار اس خاوند پر ہے اگر وہ تصدیق کرے تو اس پر حرام ہوگی اگر وہ تصدیق نہ کرے اور گواہی پورے طور پر دیں تو پھر بھی اس پر حرام ہو جائے گی۔ اور اگر کبھی تصدیق کرے اور کبھی انکار کرے تو اس صورت میں قاضی کو چاہئے کہ ان میں تفریق کرا دے۔ اور اس کے اصرار کو تسلیم نہ کرے اور اگر گواہ بھی اس کے نہیں اور تصدیق بھی نہیں کرتا تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی۔ کما مر واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: ثبوت زنا کے لئے گواہوں کی ضرورت ہے۔ اور کس طرح گواہی لی جاوے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: زنا کے ثبوت کی خاطر چار آدمیوں کی ضرورت ہے جو نیک مرد ہوں چنانچہ اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ الخ﴾ اور کتاب شرح درمختار میں ہے "وَيَثْبُتُ بِشَهَادَةِ اَرْبَعَةِ رِجَالٍ فِي مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ فَلَوْ مُتَفَرِّقِيْنَ حُدُّوْا" یعنی زنا چار آدمیوں کی شہادت سے ثابت ہوتا ہے وہ ایک ہی مجلس میں ہوں۔ اگر متفرق ہوں گے تو تمام پر حد لگائی جائے گی۔ اور امام گواہوں سے اسطرح سوال کرے "ماھو" یعنی زنا کیا تھا "وکیف ھو" وہ کسطرح تھا "واین ھو" اور کہاں تھا "ومتیٰ ھو" اور زنا کب کیا تھا "وبمن زنا" اور کس کے ساتھ کیا تھا "فان بینوا وقالوا رَاَيْنَاهُ وَطِئَهَا فِيْ فَرْجِهَا كَالْمِيْلِ فِي الْمُكْحُلَةِ حكم بها".

ترجمہ: یعنی اگر وہ تمام باتوں کو بیان کر دیں اور کہیں ہم نے اس شخص کو اس عورت کے فرج میں وطی کرتے ہوئے دیکھا جیسے سرمچو سرمیدانی میں۔ پھر ان کی شہادت کے بعد قاضی ان پر حد مارنے کا حکم کرے اور حد کی چھ قسمیں ہیں۔ حد زنا۔ حد شراب۔ اور حد بدمست۔ اور حد قذف۔ اور حد چوری۔ وحد ڈاکہ زنی پس اگر ان کا ثبوت ہو جائے تو ان پر حدود[1] قائم کیے جائیں گے۔ زانی اور زانیہ محصن ہونگے تو ان کو رجم کا حکم دیا جائے گا۔ اور محصن اس کو کہتے ہیں جو عاقل بالغ مسلم اصیل شادی شدہ اور عورت سے دخول بھی کیا ہو تو ایسے شخص کو ایک بڑے میدان میں گاڑ کر پہلے اس پر گواہ پتھر ماریں

[1] حد زنا کنوارے کی ۱۰۰ درہ ہے۔ محصن کی سنگسار ہے۔ حد شراب کی اور قذف کی ۸۰ درہ ہے اور چور کی سزا دس درہم یا زائد چوری ثابت ہو تو ہاتھ کاٹنے کا حکم ہے۔ راہزن کی سزا مختلف ہے جیسی حرکت کرے گا ویسی سزا ہے باقی بڑی کتابوں میں ملاحظہ کریں۔

پھر حاکم عطیں باندھ کر عوام الناس اس پر پتھر ماریں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام دین حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: آج کل بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو بیس (۲۰) بیس (۲۰) سال تک بٹھا دیتے ہیں اور ان کا نکاح نہیں کرتے اور یہاں تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ وہ برے افعال کرنے لگ جاتی ہیں۔ کیا اس صورت میں وہ گنہگار ہوتے ہیں یا نہیں۔

الجواب: لڑکی جب جوان ہو جائے تو اس کا نکاح جلدی کر دینا چاہئے کیونکہ اگر وہ بدفعلی کرے گی تو اسکے ذمہ دار اس کے ماں باپ ہیں چنانچہ حدیث میں ہے۔

" عَنْ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِی التَّوْرَاةِ مَكْتُوْبٌ مَنْ بَلَغَتْ ابْنَتُهٗ اثْنَتَیْ عَشْرَةَ سَنَةً وَلَمْ یُزَوِّجْهَا فَاَصَابَتْ اِثْمًا فَاِثْمُ ذٰلِكَ عَلَیْهِ رَوَاهُ الْبَیْهَقِیْ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ "

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا کہ کتاب تورات میں مرقوم ہے کہ جس شخص کی لڑکی بارہ سال کی ہو جائے اور وہ نکاح نہ کرے تو جو اس کی لڑکی سے گناہ ہوگا اس کا بوجھ اس کے باپ کی گردن پر ہوگا۔ اور ایک حدیث میں اسطرح وارد ہے۔

" عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ وُلِدَ لَهٗ فَلْیُحْسِنْ اِسْمَهٗ وَاَدَبَهٗ فَاِذَا بَلَغَ فَلْیُزَوِّجْهُ فَاِنْ بَلَغَ وَلَمْ یُزَوِّجْهُ فَاَصَابَ اِثْمًا فَاِنَّمَا اِثْمُهٗ عَلٰی اَبِیْهِ "

ترجمہ: حضرت ابی سعید خدری و حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اسکو چاہئے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو ادب سکھائے اور جب وہ بالغ ہو جائے تو اس کی شادی کرے۔ اگر وہ بالغ ہو گیا اور باوجود طاقت ہونے کے اس کی شادی نہ کی تو جو اس سے گناہ سرزد ہوگا وہ اس کے باپ کی گردن پر ہوگا۔ پس برادران کو چاہئے کہ جب لڑکی یا لڑکا بالغ ہو جائے تو جلد شادی کر دینی چاہئے ورنہ مجرم ہونگے۔

(المجیب خادم شریعت نظام ملتانی حنفی قادری سروردی عفی عنہ)

سوال: حرمت مصاہرہ کا کیا ثبوت ہے جواب حدیث شریف و اقوال آئمہ دین سے دیں کیونکہ وہابی لوگ اس مسئلہ کے بالکل منکر ہیں۔

الجواب: مسائل حرمت مصاہرہ کا ثبوت قرآن مجید و کتب احادیث میں بایں طور مذکور ہے کہ سب کی خلقت اللہ تعالیٰ نے نطفہ سے رکھی ہے بقولہ تعالیٰ ﴿خُلِقَ مِنْ مَّاءٍ دَافِقٍ یَّخْرُجُ مِنْۢ بَیْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ﴾ پس اس میں فرق صرف بعیدی ہے چنانچہ عین الہدایہ جلد دوم صفحہ ۸۱ میں اس مسئلہ کو بایں صورت بیان کیا ہے تحقیق الکلام یہ ہے کہ جو بچہ کسی مرد کے نطفہ سے ہو وہ اس کا بیٹا اور بیٹی ہے۔ بدلیل حدیث راہب جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک عورت نے اس کو مبتلائے فجور کرنے کا بیڑا اٹھایا تھا۔ آخر قابو نہ پایا تو چرواہے سے زنا کرا کے پیٹ دکھایا اور لوگوں کو دکھلایا جنہوں نے راہب کو مارا اور اس کا صومعہ کھود ڈالا۔ مرد نیک نے اس دودھ پیتے بچے سے خطاب کیا۔ کہ او بچہ تیرا باپ کون ہے اللہ تعالیٰ نے بندہ صالح کی

کرامت پر اس شیر خوار کو گویا کیا۔ اس نے جواب دیا کہ میرا باپ فلاں چرواہا ہے یہ دیکھ کر لوگ خوف وندامت سے اس کے پاؤں پر گرے غرضیکہ یہ حدیث صحیح بخاری وغیرہ میں موجود ہے پس معلوم ہوا کہ جس کے نطفہ سے مخلوق ہوا اسی کا فرزند بیٹا بیٹی ہوتا ہے اور زبان عرب میں بھی معرف ہے پس لغت موافق حدیث صحیح ہوئی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ﴾ الآیۃ میں بیٹیوں کو حرام کیا ہے۔ پس بیٹی موافق لغت وحدیث کے وہ بچہ مادہ جو مرد آدمی کے نطفہ سے مخلوق ہوئی۔ خواہ نطفہ بطریق شرعی ڈالا ہو یا نہیں۔ کیونکہ حدیث راہب میں چرواہا جس نے زنا سے نطفہ ڈالا تھا۔ پھر وہ باپ اور یہ بیٹا ٹھہرا ہاں فرق دونوں صورتوں میں بروجہ دیگر ہے وہ اس طرح کہ فرزند سے دو قسم کے احکام متعلق ہیں۔ ایک بنظر ذات وخلقت اور دوم بنظر میراث ومنفعت۔ پس خارج ذات کے احکام ومنافع بطریق سزا کے زانی کو نہیں ملیں گے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ "الولد للفراش وللزانی هو الحجر" یعنی فرزند تو فراش والے کا ہے۔ مرد زناکار کے واسطے پتھر ہیں یعنی یہ کہ جس فرزند کے حق میں یہ احکام مرتب ہوں۔ وہ فرزند ہوتا ہے جو صحیح فراش کے یعنی حلال شرعی سے پیدا ہوا خواہ بطور نکاح یا بطور ملک کے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ احکام ذاتی میں وہ فرزند نہ ہو۔ حالانکہ حدیث راہب سے ثابت کیا اور حرمت قرابت بوجہ ذات کے ہے اور بالاجماع جب وطی دختر سے واقع ہو تو ماں حرام ہو جاتی ہے جب کہ نکاح ہو تو اسی جہت سے کہ وہ فرزند کا سبب ہے۔ حتیٰ کہ جو فرزند پیدا ہو وہ باپ کا بچہ ہے اور جب کہ میں نے ثابت کر دیا کہ نکاح کو کچھ دخل نہیں بلکہ زنا سے پیدا ہو وہ بھی باپ کا بچہ ہے تو ثابت ہوا کہ ہر وطی موجب حرمت ہے کیونکہ اس کا کوئی قائل نہیں کہ بچہ ہو تو وطی موجب حرمت مصاہرہ (۱) ہے ورنہ نہیں۔ پس ثبوت ہو گیا کہ وطی سے حرمت مصاہرت لازم ہو جاتی ہے اور جو بچہ پیدا ہو وہ بیٹا یا بیٹی ہوتی ہے اور اس سے قرابت محرمہ متحقق ہوتی ہے کیونکہ وہ بھی بیٹی ہے پھر اگر وہ حلال طور پر ہو تو احکام میراث وغیرہ بھی ثبوت ہیں ورنہ نہیں اور کتاب الآثار محمد رحمۃ اللہ علیہ میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہے وہو ہذا۔

"مُحَمَّدٌ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اِذَا قَبَّلَ الرَّجُلُ اُمَّ امراته او لمسها بشهوة حرمت عليه امراته قال محمد وبه ناخذ وهو قول ابی حنيفة"

ترجمہ: جب بوسہ لیا کسی شخص نے اپنی ساس کا شہوت سے تو اس صورت میں اس کی زوجہ اس پر حرام ہو گی۔ اور کہا امام محمد نے ہم اسی کو پکڑتے ہیں اور یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اور کتاب نورالہدایہ جلد ۲ صفحہ ۶ میں ایک حدیث بایں الفاظ مسطور ہے کہ ایک مرد نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کہ تحقیق میں نے زنا کیا تھا ایک عورت سے جاہلیت میں کیا اب میں نکاح کروں اس کی بیٹی سے سو فرمایا آپ نے سو میں نہیں تجویز کرتا اس کو (آخر حدیث تک)۔ کہا شیخ ابن الہمام

(۱) حرمت مصاہرہ کے مسئلہ میں اس لئے مفتی کو لازم نہیں کہ بدون طلاق دلانے کے تفریق زوجین میں کرائے کہ نے نکاح الفساد کا حکم دیا ہے کہ جانبین کے اصل میں کلام ہے۔

نے کہ یہ حدیث منقطع ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کے حق میں جو نکاح کرے کسی عورت سے اسکو دبا دے اور اس سے زیادہ کچھ نہ کرے تو نکاح کرے اس کی بیٹی سے اور یہ حدیث مرسل ہے اور نزدیک ہمارے حدیث مرسل حجت ہوا کرتی ہے جب کہ اس کے راوی ثقہ ہوں اور کتاب فیض الباری شرح صحیح بخاری سپارہ ۲۱ صفحہ ۱۱۳ میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کیا کہ اگر مرد اپنی ساس سے زنا کرے تو اس کا کیا حکم ہے ابن عباس نے کہا کہ اس کی عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے۔ اور ابن ابی شیبہ نے امام ہانی سے مرفوع روایت کی ہے کہ جو کسی عورت کی شرمگاہ کی طرف دیکھے تو اس کے لئے نہ اس کی ماں حلال ہوتی ہے اور نہ اس کی بیٹی اور بخاری میں ہے "وروی عمران بن حصین و جابر بن زید والحسن وبعض اهل العراق تحرم علیه" یعنی روایت کی گئی عمران بن حصین سے اور جابر بن زید اور حسن اور بعضے اہل عراق سے کہ اس کی عورت اس پر حرام ہو جاتی ہے اور عبدالرزاق نے حسن بصری سے روایت کی ہے کہ اگر کوئی مرد اپنی ساس سے زنا کرے تو وہ اس پر حرام ہو جاتی ہیں پس یہی فتویٰ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے شاگردوں اور حضرت امام ثوری اور حضرت ابو ہریرہ و امام احمد بن حنبل و اوزاعی اور عطا وغیرہ و اہل عراق رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے اور حضرت امام شافعی و حضرت امام مالک و حضرت قتادہ و یحییٰ بن یعمر وہ سب کے سب اس کے برعکس ہیں اور ان کی دلیل یہ ہے "الحرام لا یفسد الحلال" یعنی حرام نہیں فساد کرتا حلال کو اور کہا اس حدیث کو ابن المدینی نے ضعیف ہے اور ایسا ہی رازی و نسائی و داؤد نے اس کو کہا ہے اور کہا دار قطنی نے یہ متروک ہے غرضیکہ اس کے طرق میں عثمان بن عبدالرحمٰن و قاضی جن پر طرح طرح کے اعتراض ہیں۔ لہٰذا یہ حدیث قابل عمل و اعتبار نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: موجودہ زمانہ میں دیکھا جاتا ہے کہ بعض عورتیں بسبب ناراضگی و نا اتفاقی خاوند کے چند یوم کے واسطے مذہب عیسائی اختیار کر لیتی ہیں تا کہ اس صورت میں ہمارا نکاح ٹوٹ جائے گا اور آپس میں خود جدائی ہو جائے گی کیا اس صورت وحیلہ میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس حیلہ و صورت میں یہ نکاح ہرگز ہرگز نہیں ٹوٹ سکتا۔ کیونکہ ان کا ایمان مطمئن بالقلب ہے اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے لقولہ تعالیٰ۔

﴿مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِیْمَانِهٖۤ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىٕنٌّۢ بِالْاِیْمَانِ﴾ (پ ۱۴ سورہ نحل)

ترجمہ: یعنی جو کوئی کفر کرے ساتھ اللہ کے پیچھے ایمان کے مگر جو شخص کہ زبردستی کیا گیا اور دل اس کا آرام میں ہے ساتھ ایمان کے۔ پس اس آیت شریفہ سے ثابت ہوا کہ جو شخص زبردستی سے کفر کے کلمات کہلایا جائے اور حالانکہ اس کا ایمان مطمئن ہو تو وہ ان کلمات کہنے سے کافر نہیں ہو سکتا ہے۔ اور کتاب غایۃ الاوطار جلد دوم صفحہ ۵۰۷ میں اس طرح اس مسئلہ کو

کرے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیریہ میں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر عورت کلمہ کفر زبان پر جاری کرے زوج کو رنج دینے کے واسطے اور مہر بڑھانے کے واسطے بسبب نکاح جدید کے تو اس کو زبردستی مسلمان کرنا چاہئے پھر قاضی اسکا نکاح جدید کرے تھوڑے مہر پر کذا فی الحاشیہ المدنی۔ اور آگے اس کے درمختار کی عبارت بھی یوں دلالت کرتی ہے۔

واضح فرمایا ہے کہ جب عورت ابطال نکاح کے واسطے ارتداد اختیار

"وافتی مشائخ بعدم الفرقة بردتها زجراً وتيسراً لا سيما التى تقع فى الكفر ثم تنكر قال فى النهر والافتاء بهذا اولى من الافتاء فى النوادر"

یعنی فتویٰ دیا مشائخ بلخ نے جدائی نہ پڑنے کا عورت کے مرتدہ ہونے سے عورت کی جھڑکی کے واسطے تاکہ شوہر پر اسکا حیلہ نہ چلے اور خلق پر آسانی کے واسطے جہاں قاضی اور حاکم نہ ہو علی الخصوص وہ عورت کہ موجبات کفر کرے پھر منکر ہو جاوے۔ نہر الفائق میں کہا کہ اس روایت پر فتویٰ دینا بہتر ہے نوادر کی روایت کے فتویٰ سے من عینہ نقل از غایۃ الاوطار شرح درمختار۔

اور فتاویٰ قاضی خاں جلد۲ صفحہ۲۶۲ مطبوعہ لکھنؤ میں بایں طور تحریر ہے۔

"منكوحة ارتدت والعياذ بالله حكى عن ابى نصر وابى القاسم الصفاء انهما قالا لا يقع الفرقة بينهما حتى لا تصل الى مقصودها الفرقة وفى الروايات الظاهرة يقع الفرقة وحُبس المراة حتى تسلم ويجدو النكاح" الخ

اور فتاویٰ نور الہدیٰ صفحہ۱۶ میں نیز اس طرح پر مشائخ بلخ وسمرقند کا فتویٰ تحریر ہے۔

"كانوا يفتون بعدم وقوع الفرقة بردة المراة حسما لباب المعصية وعامهم يقولون يقع الفتح ولكن تجبر على النكاح بزوجها بعدالاسلام لان المقصود يحصل بذلك ومشائخ بخارى و كانوا على هذا عينى من عينه ولا تقتل مردة حرة كانت ادامة تجبر على الاسلام ولا تحبس حتى تسلم ابو المكارم"

پس ان تمام دلائل سے واضح ہو چکا ہے کہ اس حیلہ سے نکاح خود بخود فسخ نہیں ہو سکتا۔ ہاں اگر اس کا مطالبہ مرتدی پر ہے تو پھر بھی حاکم ومفتی وقاضی کو لازم ہے کہ اس عورت کو اسلام پر مجبور کریں۔ ورنہ قید کریں۔ یہاں تک کہ وہ اسلام لاوے اور اس کے خاوند سے ہی اس کا نکاح کروے۔ فقط واللہ اعلم۔ (المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: لڑکا ہو یا لڑکی کتنی عمر میں بالغ ہو جاتے ہیں۔

الجواب: کتاب ہدایہ جلد سوم میں یہ مسئلہ اس طرح پر مسطور ہے۔

"قال بلوغ الغلام بالاحتلام والاحبال والانزال اذا وطى فان لم يوجد ذلك فحتى يتم له ثمانى عشرة سنة عند ابى حنيفة وبلوغ الجارية بالحيض والاحتلام والحبل فان لم يجد ذلك فحتى يتم سبع عشرة سنة وهذا عند ابى حنيفة رحمة الله عليه وقال اذا اتم للغلام والجارية خمس عشرة سنة بلغا وهو رواية عن ابى حنيفة وهو قول الشافعى رحمة الله عليه وعنه فى الغلام تسع عشرة سنة بلغا وهو عن ابى حنيفة رحمة الله عليه وهو قول الشافعى رحمة الله عليه وعنه فى الغلام تسع عشرة سنة"

یعنی لڑکا بالغ اس وقت ہوتا ہے کہ احتلام ہو یا وطی کر کے عورت کو حاملہ کرے یا انزال ہو پس اگر ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو بالغ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ اٹھارہ برس پورے ہو جائیں یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اور لڑکی اس وقت بالغ ہوتی ہے کہ اس کو حیض آوے یا احتلام ہو یا حمل ہو جاوے اور یہ بھی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا کہ لڑکا یا لڑکی دونوں جب کہ پندرہ برس کے ہو جاویں اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک روایت ہے اور یہی حضرت امام شافعی کا قول ہے اور اگر لڑکا یا لڑکی قریب بلوغت کے پہنچ جائیں اور کہہ دیں کہ ہمیں احتلام ہوتا ہے تو ان کے قول کو تسلیم کیا جائے گا۔ چنانچہ ہدایہ میں ہے۔

"قال واذا راهق الغلام او الجارية الحلم واشكل امره في البلوغ فقال قد بلغت فالقول قوله واحكامه احكام البالغين لانه معنى لا يعاف الا من جنسها ظاهرا فاذا اخبرا به لم يكذبها الظاهر قبل قولهما فيه كما يقبل قول المراة في الحيض"

یعنی اگر لڑکا یا لڑکی قریب بلوغ میں ان کی حالت مشتبہ ہوگی۔ پس اس نے کہا کہ میں بالغ ہوں تو اسی کا قول قبول ہوگا اور اس پر بالغین کے احکام ثابت ہوں گے کیونکہ بلوغ ایک ایسی ہی چیز ہے جو سوا ان دونوں کے اور کسی طرح پر معلوم نہیں ہوتے۔ تو جب ان دونوں نے بلوغ کی خبر دی اور ظاہر میں کوئی ایسی چیز نہیں جو ان کو جھٹلا دے تو اس بارہ میں ان دونوں کا قول قبول ہوگا۔ جیسے عورت نے اپنے حیض کی خبر دی تو اس کا قول قبول ہوتا ہے۔

ف: قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو امر صرف عورت ہی کی طرف سے معلوم ہوتا ہے اس میں عورت کا اظہار بحکم قولہ تعالیٰ ﴿وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْۤ اَرْحَامِهِنَّ﴾ الآیہ کے قبول ہوگا۔ اسی طرح طفل قریب بلوغ کا قول ہے اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۷۳ میں لکھا ہے "وحد المراهقة اثنى عشر في الذكر وتسع سنين في الانثى" یعنی حد لڑکا مراہق کی بارہ سال میں ہے۔ اور عورت کی نو سال میں ہے۔ اور حکم مراہقہ کا مانند حکم بالغین کے ہے "والمراهقة كالبالغ والبالغة" اور اگر لڑکا یا لڑکی میں یہ آثار نہ پائے جائیں تو ان کی عمر جب پندرہ برس کی ہو جائے تو فتویٰ ان کی بلوغت کا دیا جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے نقل از جامع الفوائد صفحہ ۸۸۔ اور حدیث بھی اس پر شاہد ہے۔

"عن ابن عمر قال عرضت على رسول الله ﷺ عام احد وانا ابن اربع عشرة سنة فردني ثم عرضت عليه عام الخندق وانا ابن خمس عشرة سنة فاجازني "الخ

ترجمہ: یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جنگ احد کے موقعہ پر جنگ میں جانے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اور میری عمر اس وقت چودہ برس کی تھی۔ تو میرے لڑکپن کے سبب سے حضرت نے مجھے واپس کر دیا۔ پھر جنگ خندق کے موقعہ پر میں حاضر ہوا۔ اس وقت میری عمر پندرہ برس کی تھی۔ تو اس میں مجھے اجازت جنگ میں شریک ہونے کی دی گئی۔ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ بارہ برس سے کم عمر لڑکا بالغ نہیں ہوسکتا اور نہ ہی لڑکی نو برس سے کم عمر

کی بات ہو سکتی ہے۔ یعنی ان کا آثار مثل حیض وانزال وحمل کے نہیں ہو سکتے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال : میت کے ساتھ شجرہ شریف اپنے خاندان کا رکھنا درست ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : شجرہ شریف قبر میں ایک طرف میت کے ساتھ دیوار میں طاقچہ بنا کر اس میں رکھنا تبرکا درست ہے لیکن میت کے سینہ پر رکھنا نزدیک علمائے کرام وفضلائے عظام کے درست نہیں۔ چنانچہ فتاوٰی شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جلد اول صفحہ ۱۷۶ مطبوعہ مجتبائی دہلی میں بایں طور مسطور ہے۔ شجرہ در قبر نہادن معمول بزرگان است۔ لیکن ایں را دو طریق است۔ اول اینکہ بر سینہ مردہ درون کفن یا بالائے کفن گزارند۔ لیکن ایں طریق را فقہا منع میکنند ومیگویند کہ از بدن مردہ خون وریم سیلان میکند وموجب سوء ادب باسماء بزرگان میشود۔ وطریق دوم اینست کہ جانب سر مردہ اندرون قبر طاقچہ بگذارند دور آں کاغذ شجرہ رانہند۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ وزیر آبادی)

سوال : ہر پانچ نماز کے بعد کیا وظیفہ کرنا چاہئے اور بوقت وظیفہ کرنے کے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت مبارک کا تصور کرنا یا مدینہ طیبہ کی طرف منہ کر کے بیٹھنا درست ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : جو کسی صاحب کے مرشد نے فرمایا ہو وہ وظیفہ کرنا چاہئے۔ اس میں بہت فائدہ ہوتا ہے لیکن فقیر کا خاندان قادری ہے۔ اور قادری خاندان کے نزدیک بعد از نماز صبح پانچ تسبیح درود شریف کی پڑھنی چاہئے اور نماز ظہر کے بعد استغفار کی کچھ تسبیح پڑھنی چاہئے اور نماز عصر کے بعد "سبحان الملک القدوس" پانچ دفعہ پڑھنا چاہئے۔ اور نماز مغرب کے بعد "سبحان اللہ والحمدللہ" پانچ سو بار۔ اور نماز عشاء کے بعد سورہ ملک وسورہ مزمل ایک ایک بار پڑھنی چاہئے۔ اور شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاوٰی جلد اول صفحہ ۱۷۲ سطر ۱۱ میں لکھا ہے کہ بوقت درود شریف پڑھنے کے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صورت کو تصور کرنا اور منہ بجانب مدینہ منورہ کر کے بیٹھنا درست ہے۔ اور عبارت بعینہٖ یہ ہے۔ بعد از نماز عشاء درود بہر صیغہ کہ باشد صد بار متوجہ بسمت مدینہ منورہ شدہ واستحضار صورت مبارک پیغمبر ﷺ نمودہ باید خواند۔ اور کتاب شامی ونہر الفائق واحیاء العلوم جلد اول میں مذکور ہے۔ کہ بوقت پڑھنے "السلام علیک ایھا النبی" کے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تصور دل میں کرے۔ اور کتاب تواریخ میں ہے کہ مدینہ منورہ کی طرف منہ کر کے دعا مانگنا جائز ہے۔ اور باقی مفصل ذکر اس کا جلد اول وپنجم میں گذر چکا ہے مطالعہ کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی عفی قادری عنہ)

سوال : ختم خواجگان بوقت مصیبت پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : ختم خواجگان کا پڑھنا ہر مصیبت کے لئے تیر بہدف ہے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاوٰی عزیزی جلد اول صفحہ ۱۲ سطر ۲۱ میں تحریر فرماتے ہیں اور فوائد اسماء کے یوں تحریر کرتے ہیں "حسبنا اللہ

وآخر درود شریف ده بار تا حصول مقصود برائے استمالت قلوب حکام۔ "یا مقلب القلوب نعم الوکیل" پانصد بار اول
بالعجز "دوصد بار بعد از نماز عشاء باید خواند "یاقاضی الحاجات" صد بار نیز برائے ایں کار مجرب است۔ واگر ختم
خواجگان برائے حصول مہم اتفاق افتد بہتر است۔ ویا قاضی الحاجات نیز باید خواند فقط۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین قادری سروری حنفی ملتانی عفی عنہ)

سوال: طریق زیارت قبور اور ان سے استمداد کرنے کا کیا ہے اور اس کا ثبوت کس حدیث کی کتاب میں ہے تو تحریر فرما دیں۔ فقط۔

الجواب: اس مسئلہ کا ثبوت جلد اول میں گذر چکا ہے۔ اور شیخ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں بایں الفاظ تحریر کیا ہے۔ کہ جب کسی مومن کی قبر پر جاوے گے۔

"السلام علیکم اهل الدیار من المؤمنین والمسلمین یغفر الله لنا ولکم ونحن انشاء الله بکم لاحقون"

اول پشت بقبلہ رو بسینہ میت نماید و سورہ فاتحہ یک بار و اخلاص سہ بار بخواند۔ اور اگر صاحب قبر ولی ہو تو منہ اس کے سینہ کے مقابلہ میں کرے اور اکیس مرتبہ ضرب یہ اسماء طیبہ پڑھے " سبوح قدوس ربنا ورب الملئکة والروح "اور بعد اس کے سورۃ انا انزلناہ کو تین مرتبہ بہ نیت خالص پڑھے تو ان کے پڑھنے سے برکات و انوار دل پر نازل ہونگے اور اس کے آگے صفحہ ۱۷۷ میں بایں طور مسطور ہے۔ بعضے از اہل قبور مشہور بکمال اند و کمال ایشاں بتواتر شدہ طریق استمداد از ایشاں آنست کہ جانب سر قبر او سورہ بقر انگشت بر قبر نہادہ تا مفلحون بخواند باز بطرف چپ قبر باید "وامن الرسول" تا آخر سورہ بخواند و بزبان گوید۔ اے حضرت من برائے فلاں کار در جناب الٰہی التجائے دعا میکنم۔ شما نیز بدعا شفاعت امداد من نمائید باز رو بقبلہ آورد در مطلوب خود را از جناب باری خواہد۔ وکسانیکہ کمال ایشاں معلوم نیست و مشہور و متواتر نشدہ دریافت کمال آنہا ہمیں طریق است کہ بعد فاتحہ درود و ذکر سبوح دل خود را مقابلہ سینہ مقبور بدآرد۔ واگر راحت و تسکین و نورے دریافت کند بداند کہ ایں قبر اہل اصلاح و کمال است۔ لاکن استمداد از مشہور ایں باید کرد۔ اور باقی ثبوت ان مسائل کا جلد اول میں مطالعہ کریں۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: تعویز اور گنڈہ اور استخارہ کرنا درست ہے یا نہیں کیونکہ فرقہ وہابیہ ان کو شرک اور کفر بتاتے ہیں۔ چنانچہ کتاب تقویۃ الایمان و کتاب التوحید میں مذکور ہے۔ اور اس مسئلہ کا جواب حدیث شریف سے تحریر کریں۔ فقط

الجواب: تعویز بنانا اور دم کرنا اور دھاگے پر عقد کرنا برائے دفع امراض وغیرہ جائز ہے کیونکہ حدیث شریف اس پر شاہد ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے فرزندوں حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے لئے تعویز بنایا۔ اور ان کے گلے میں ڈالا اور فرمایا یہ تعویز حضرت ابراہیم علیہ السلام تمہارے باپ نے اپنے فرزند حضرت اسمٰعیل علیہ السلام و حضرت اسحٰق علیہما السلام کے لئے

بھی بنایا کرتے تھے۔ اور یہ حدیث مسلم شریف و کتاب قول الجمیل صفحہ ۱۰۶ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلی رحمۃ اللہ علیہ کی میں بھی موجود ہے اور حدیثیں اس پر بہت شاہد ہیں۔ اور حافظ محمد صاحب سرگروہ فرقہ غیر مقلدین نے اپنی کتاب زینت الاسلام حصہ دوم صفحہ ۱۸۱ میں بہت تعویز تحریر فرمائے ہیں اور لکھتے ہیں۔

شعر

نفع رسانی خلقت کارن جا ہو عمل جے کوئی | روا شرح وچہ میں اوہ لکھاں تساں اجازت ہوئی

اور استخارہ کرنا بھی درست ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود فرمایا دیکھو مشکوۃ شریف۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال: برائے دفعہ کرنے آسیب جادو کے کونسا عمل مجرب ہے؟

الجواب: حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ صفحہ ۱۳ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں کہ روغن سرشف در اوندسی انداختہ چہار دہ بار آیت قتب یعنی ﴿ثُمَّ اَنْزَلَنَا عَلَیْکُمْ مِنْ بَعْدِ الْغَمِّ تا بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ کہ در سیپارہ ﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ﴾ در سورۃ آل عمران است خواندہ بر آں روغن ہد ہد ہر بار کہ خواندہ دم کردہ باشد۔ پس روغن مذکور بر تمام بدن آسیب زدہ بمالد۔ بوجہیکہ موضع یک موئے ہم خالی نہ ماند۔ واحتیاط نماید کہ آں روغن را بر زمین ہد دست داراں نہ اندازد۔ وہر کہ اول روز بمالد ہماں کس ہر روز مالیدہ باشد وقتیکہ اول روز مقرر کند تجاوز نماید انشاء اللہ آسیب دفع گردد۔ ودفع سحر معوذتین وآیات سحر کہ مرقوم گردد کہ در آب جاری کہ آب کنک باشد یا غیر آں در سبوچہ طلبیدہ ودر آں ایں تعویز را انداختہ از اں آب مسحور را قدرے باید نوشانید ودست و پائے ہم باید شویانید۔ واگر اتفاق غسل شود بہتر است۔ وایں عمل روز یکشنبہ باشد چند بار ہمیں طور کردہ باشد انشاء اللہ تعالیٰ دفع سحر خواہد شد۔ آیات دفع سحر ایں است۔

نمبر ۱: ﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ☆ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ☆ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ☆ قَالُوْا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ☆﴾

نمبر ۲: ﴿فَلَمَّا اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ ☆ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ☆ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ☆﴾

نمبر ۳: ﴿اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى﴾ پس انشاء اللہ چند بار یہ عمل کرنے سے سحر وغیرہ کا اثر باقی نہ رہے گا اور اول آیت شریف سورہ اعراف اور دوسری آیت کریمہ سورہ یونس میں ہے۔ اور تیسری سورہ طٰہٰ میں ہے۔

اور اگر کوئی شخص خواب میں ڈرتا ہو یا جادو سحر یا سایہ دیو پری کا اس پر ہو تو اس دعائے طیبہ کو تحریر کرا کر گلے میں ڈالدے۔ مجرب ہے وہ یہ ہے:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

"اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَشَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيٰطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ اَهْيَا شَرَاهِيَا اَللهُ حَافِظِیْ اَللهُ نَاصِرِیْ اللهُ نَاصِرِیْ اَللهُ مَعِیْ فَاللهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ☆ حَسْبِیَ اللهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ وَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِيْرُ☆"

سوال: بعض عورتوں کو حمل ہوتا ہے لیکن خام ہی گر جاتا ہے اس کے واسطے کون سا تعویز کر دینا چاہئے؟

الجواب: اس کے واسطے یہ ہر دو تعویز مجرب ہیں۔ یہ تعویز تو بنا کر اس کے گلے میں ڈالے۔ اور دوسرے ۹ تعویز جب حاملہ ہو تو ہر تین ماہ میں تین تین بکری کے دودھ میں بھگو کر نوش کرے انشاء اللہ تعالیٰ حمل کبھی نہیں گرے گا۔ تعویز گلے میں باندھنے والا یہ ہے۔

۷۸۶

يَا رَبِّ جِبْرَئِيْل	يَا قَيُّوْم	يَا رَبِّ مِيْكَائِيْل
يَاقَيُّوْم	يَا قَيُّوْم	يَا قَيُّوْم
يَا رَبِّ اِسْرَافِيْل	يَا قَيُّوْم	يَا رَبِّ عِزْرَائِيْل

اور جو تعویز ہر ماہ پینے والا ہے وہ یہ ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

يَااَللهُ	يَااَللهُ	يَااَللهُ
يَااَللهُ	يَااَللهُ	يَااَللهُ
يَااَللهُ	يَااَللهُ	يَااَللهُ

اور اسم شریف "یارحمن" کو ہر روز بلا ناغہ پانی میں دھو کر نوش کرے۔ اور سورہ والشمس کو چالیس بار بروز سوموار بعد بارہ بجے دن کے باوضو اجوائن اور مرچ خورد سیاہ بوزن یک سیر پر دم کرے اور اول آخر درود شریف ضرور پڑھے اور وہ عورت اس سے تین چار دانہ بلا ناغہ بوقتِ صبح بچے کے دودھ چھڑانے تک کھالیا کرے۔ اور جس عورت یا حیوان کو حمل نہ ہوتا ہو اس کے گلے میں یہ کلمات لکھ کر ڈالے۔

﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم﴾

"استغفروا ربكم انه كان غفارا ۞ يرسل السماء عليكم مدرارا ۞ ويمددكم باموال وبنين ويجعل لكم جنٰت ويجعل لكم انهٰرا ۞ مالكم لا ترجون لله وقارا ۞ وقد خلقكم اطوارا ۞ كهيعص ۞ حم ۞ عسق ☆"

اور عورت و مرد کو ضروری ہے کہ نماز و استغفار وغیرہ احکام پر پورے طور پر پابند ہو اور کوئی مرض ہو تو اسکا پہلے علاج ضروری کرلیں۔ اور اگر کرنگ ہو تو سورہ نون کی اخیر آیت تین بدھ وار روٹی پر لکھ کر عورت کو کھلائے جاوے انشاء اللہ فائدہ ہوگا۔

اور آیت یہ ہے ﴿وان يكاد الذين كفروا ... الا ذكر للعٰلمين ☆﴾

سوال : جس عورت کا خاوند ناراض رہتا ہو یا لڑکا رات کو روتا رہتا ہو یا دردزہ یا بخار باری آتا ہو ان کے واسطے کونسا تعویز مجرب ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : عورت کو لازم ہے کہ کسی بزرگ سے یہ تعویز لکھوا کر خاوند کو پانی میں گھول کر پلاوے۔ خاوند مہربان ہوگا نقش یہ ہے۔

|||||||||||||||||||| ب ج ج

ج د د۔

۸	۱	۶	۱۰	۲	۸
۳	۵	۷	۴	۷	۹
۳	۹	۲	۶	۱۱	۳

اور اگر لڑکا روتا ہو تو اس کے گلے میں یہ تعویز بنا کر باندھے "بسم اللہ الرحمن الرحیم" یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا قدوس یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور یا غفور ط ط ط ط ط ط لا لا لا لا لا لا ہ ہ ہ ہ ہ ہ "برحمتک یا ارحم الراحمین ☆

دیگر: دردزہ کے لئے یہ دعا مجرب ہے۔ گڑ پر دم کر کے عورت کو کھلاوے آرام ہوگا وہ دعا یہ ہے مرا ثر شد و جائے ثر شد مرا ان دہقال پسر زاید نہ زاید۔

اور باری کا بخار جس کو آتا ہو ۱۵ منٹ پہلے بخار کے چڑھنے سے یہ ایک تعویز بنا کر اس کے گلے میں ڈالے دوسرا بتی شکل بنا کر اس کے تمام بدن کو دھونی دے۔ فرعون اور فرعون بے فرعون فقط۔

سوال : نماز استخارہ کا سہل طریقہ تحریر فرمائیے؟

الجواب : نماز عشاء کے بعد رات چہار شنبہ و پنجشنبہ و جمعرات کو متواتر تین رات بافراغت امور دنیاوی "بسم اللہ

الرحمن الرحیم " کو صد بار اور سورہ الم نشرح کو ستر مرتبہ مع بسم اللہ شریف پڑھے۔ اور اپنے سینے پر دم کرے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور ایک صد بار اس درود شریف کو پڑھ کر سو جائے "اللّٰھم صلّ علی سیّدنا محمّدٍ بعددِ کلّ معلومٍ لک" اور دل میں جس کام کی نیت کرے گا ویسا ہی ہاتف غیب سے آواز پائے گا۔ اور اگر کسی ولی اللہ کے مزار پر استخارہ کرنا ہو تو یہ کلمات متواتر تین شب بعد از نماز عشاء تین سو مرتبہ پڑھ کر رخ بسوئے قبلہ کرے اور دائیں ہاتھ پر پانچ مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کرلے اور کان کے نیچے رکھ لے۔ اور بائیں ہاتھ کو دل پر رکھ کر سو جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہاتف سے آواز پائے گا مجرب ہے۔

سوال: عزت اور حرمت بڑھانے کی خاطر یا کچہری روبرو عدالت کے جانا ہو تو کون سے وظائف پڑھنے سے فتح ہوتی ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اسم خداوند کریم یا عزیز کو اکتالیس بار بعد از نماز صبح ہمیشہ پڑھنا چاہئے۔ اور جب حاکم کے پاس جانا ہو تو باوضو بے حساب راستہ میں پڑھتا جائے اور اپنے بدن پر دم کرے اور انشاء اللہ تعالیٰ فتح ہوگی اور تسخیر قلوب حکام کی خاطر بوقت روبرو ہونے کے یہ پڑھے "یارحمن کل شئی وارحمہ یا رحمن" سترہ مرتبہ پڑھ کر ان پر دم کرے "یامقلب القلوب" کو دو صد بار پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے انشاء اللہ مراد پوری ہوگی۔

سوال: برائے دفع شرارت دشمناں کوئی مجرب وظیفہ تحریر فرمائیں۔

الجواب: اس دعا کو ہمیشہ چلتے پھرتے وقت تصور دشمن کا کر کے پڑھنا چاہئے "اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم" اور علاوہ اس کے سورہ فیل و تبت بھی مجرب ہے۔

دیگر: اگر دشمن کو بہت جلدی ذلیل و پریشان کرنا ہو تو سورہ تبت کو مرغی کے انڈے خراب شدہ پر الٹی لکھ کر پرانی قبر میں دفن کردے۔ اور خود بھی تین ہفتہ قبر کے درمیان بیٹھ کر ہر روز بلاناغہ سورہ مذکور کو دو سو اسی (۲۸۰) مرتبہ بتصور پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ دشمن بہت جلدی ہلاک ہوگا۔ اور ان تمام عملیات کی اجازت کتاب ہذا کے خریداروں کو ہے۔ فقط۔

سوال: طریق روزی حلال حاصل کرنے کا کس طرح پر ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۱۷۶ میں اس کا طریق بایں طور لکھا ہے کہ

اول: نوکری بشرطیکہ اعانت کفر و ظلم در آں نباشد۔ و کار غیر مشروع نیز دراں نباشد۔

دوم: زراعت بشرطیکہ ادائے حقوق عاملاں بوجہ مشروع گردد۔

سوم: تجارت در امور مباح بشرط ادائے حقوق و عدم تطفیف در کیل و وزن و غش وغیرہ ذلک۔

چہارم: صنعت و حرفت ہمیں مشروط است۔ "وکلوا حلالاً طیباً" بریں امر نص صریح شاہد است فقط۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی عفی عنہ)

استفتاء

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اکثر لوگوں کو وجد ورقص بوقت سماع سننے کے پیر کامل کی توجہ سے ہوتا ہے۔ یہ کیسا ہے اور جھمر مارنا درست ہے یا نہیں جواب بسند الکتاب تحریر فرماویں۔

السائل خادم الفقراء شہاب دین مخدوم از ... علاقہ ملتان

الجواب : رقص اور وجد ایک بے اختیاری حالت ہے جو طالب پر آتی ہے جس کو شارع علیہ السلام نے جائز رکھا ہے۔ چنانچہ شاہ رفیع الدین صاحب نے اپنے فتاویٰ میں بچند وجوہ جائز فرمایا ہے اور وہ یہ ہے۔ مقصود از آفرینش محبت حضرت منعم واطاعت اوست وایں محبت رابسیار اقسام است وحکم بچند سبب مختلف میشود یکے اسباب محرک ایں محبت دوم مقتضائے دورہ سوم فیض مرشد۔ آں چہارم امزجہ محباں بایں سبب گونہ گوں طریقہ برائے اظہار محبت پیدامیشود وحق تعالیٰ چندیں درجات جنت کہ پیدا کردہ است برائے اختلاف امزجہ واحوال اہل جنت است۔ جماعت رانی الحقیقت شورشے دردل پیدا میشود۔ کہ بمثل خفقان از محافظت ادب معقول ومشروع عاجزی آیند۔ صحابہ کرام وتابعین عظام را بسبب غلبہ انوار نبوت وانوار قرآن مجید ایں احوال طاری نمیشد۔ چوں نظر خلق براحوال قلب افتاد۔ بذکر وشغل کہ لطیفہ قلب بجوش ے آرد مشغول شدند۔ گونا گوں احوال از انواع دیگر پیدا شد بعضے اور درمزاج غلبہ لذت حسن سماع بود۔ ہمراہ آں غلبہ نسبت باطن میشود۔ بعضے را بالعکس ویرا کہ نسبت ایشاں سکون واطمینان واستغراق بودہ است وبعضے رانسبت ابتہاج وانبساط بدریافت وصل محبوب حقیقی شد وبعضے را ملاحظہ غایت تنزیہ حسن ابدی لازم حال گشت بالجملہ مردن بعضے ازیں حادثہ شوق دلیل صریح است بر شدت ہیجان محبت الٰہی واستیلائے آں برقلب ایشاں پس اعتراض بر ہیچ یکے ہرگز نباید کرد۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں کند

ظاہر است کہ اوقات لیل ونہار چہ قدر تفاوت وارد۔ الخ، اور علاوہ اس کے کتاب وجیز الصراط صفحہ ۱۴۰ سطر اول علامہ ابن جیعان بایں طور اس کے جواز پر دلیل تحریر فرماتے ہیں۔

" والرقص ومما یوکد جواز الرقص ماذکر فی مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ قال اتیت النبی ﷺ انا وجعفر وزید فقال ﷺ لزید انت مولا ئی محجل وقال لجعفر انت اشبهت خلقی وخلقی محجل ثم قال لی انت منی محجلت والحجل رقص خاص والعام جزء الخاص فاذا جاز نوع من الرقص جاز مطلقة " الخ

ترجمہ : اور رقص کی بابت جس سے کہ اس کی تاکید ملتی ہے یہ کہ جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے امام احمد بن حنبل کی مسند میں ذکر کیا گیا ہے۔ کہ میں اور زید اور جعفر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور آپ نے زید کو فرمایا " انت مولائی " پس میں رقص میں آیا پھر آپ نے جعفر کو فرمایا " انت اشبهت خلقی وخلقی " تو اس پر جعفر

نے مجھے فرمایا کہ "الت منی" تو آپ کے فرمانے سے میں بھی رقص میں آیا۔ اور رقص خاص ہے۔ رقص میں آیا اور پھر آپ
اور عام خاص کی جزو ہوا کرتا ہے جب نوع رقص کا جواز ملتا ہے۔ تو مطلق بھی جائز ہوا۔ اور قرآن مجید سورہ بنی اسرائیل کے
اخیر میں مومنوں کی تعریف میں فرماتا ہے کہ جب مومن قرآن مجید سنتے ہیں تو وہ بے اختیار ہو کر گر پڑتے ہیں وھو ہذا
"ویخرون للاذقان یبکون ویزیدھم خشوعاً"

ترجمہ: یعنی گر پڑتے ہیں او پر ٹھوڑیوں کے روتے ہوئے۔ اور زیادہ کرتا ہے ان کو بلحاظ خشوع کے۔ پس ان دلائل قاطع سے معلوم ہوا کہ اہل دل کا رونا اور رقص بے اختیار کرنا جائز ہے۔ اور موجودہ زمانہ میں جو با اختیار خود ناچتے کودتے ہاتھ پاؤں مارتے اور ہاہو کرتے ہیں اور مزامیر سے دوسرے سرود سنتے ہیں۔ اور کنجروں اور ڈوموں سے غنا سنتے ہیں اور نمازوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے یہ سب امور بیشک باتفاق علمائے دین حرام و ناجائز ہیں چنانچہ فتاویٰ نور الہدیٰ صفحہ ۴۲۷ میں بایں طور ہے "الرقص الذی یفعله المتصوفه فی زماننا حرام لا یجوز القصد والجلوس الیه" اور ہمپیر مارنا ڈھول وغیرہ اشیاء کے حرام ہے۔ چنانچہ انواع مولوی عبداللہ صاحب دفتر اول صفحہ ۴۷ میں لکھا ہے کہ جب کوئی شخص ہمپیر مارتا ہے تو اس کی دبر میں شیطان انگشت دیتا ہے اور وہ خوب ناچتا کودتا ہے اور وہ یہ ہے۔

جو مسلم ہو کر مچدا ہے اوہ دیکھو برا کریندا — دبر پچھوں اس جلدی شیطوں ہتھوں انگل دیندا

ہاں اگر بوقت عیدین برائے اعلان یا بوقت نکاح یا تولد لڑکا یا برائے تیاری قافلہ یا بوقت قدوم کسی شخص کے یا حفظ قرآن کی ختم پر دف بجائے تو ان مقاموں پر جائز ہے جیسا کہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے۔

"رجل استاجر رجلا یضرب له الطبل ان کان لهو لا یجوز لانه معصیة وان کان للغزو او العرس او القافلة یجوز لانه طاعة" (نقل از حاشیہ درمختار باب اجارہ فاسد حاشیہ علامہ طحطاوی عن ظہیر الدین فقط واللہ اعلم)

سوال: عوام الناس کے لئے سرود سننا مباح ہے یا حرام؟

الجواب: بیشک بغرض شہوت و نفس پرستی و بلا شرائط و ماسوائے صاحب حال و اہل دل کے عوام الناس کیلئے سرود ستار حرام بالاتفاق آئمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہے۔ اس میں کسی صاحب کو کلام نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۲۹ میں اس طرح پر مسطور ہے۔ "لقوله علیه السلام استماع صوت الملاهی معصیة والجلوس علیها فسق والتلذذ بها من الکفر" اور صاحب کافی نے لکھا ہے۔

"واما الاستماع صوت الملاهی کالغرب بالقصب وغیره ذلک فهو حرام ومعصیة" اور صاحب نصاب الاحتساب میں ہے۔ "لهو الحدیث والغناء ضرب البربط والطنبور والدف والاوتار وما یشبههم کل ذلک حرام" اور فتاویٰ نور الہدیٰ صفحہ ۴۳۱ میں بایں طور مسطور ہے۔

"اما الغناء فلا خلاف فی التحریمة لانها من اللهو واللعب اد المذموم وهو مذهب مالک وسائر

اهل المدينة وهو مذهب ابى حنيفة رحمة الله عليه وسائر اهل الكوفة الخ وفى شرح منهاج عن الشافعى رحمة الله عليه قال الغناء لهو ومعصيت وقال شيخ الامام ابوالقاسم البغوى احدالمة الشافعيه فى المعالم اعلم الغنى حرام فى جميع الاديان وقال احمد بن حنبل الغناء والاوتاد والاكذاب والملاهى والمزامير كلها حرام"

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ سارنگی طبلہ طنبور گانا بجانا مزامیر وغیرہ اشیاء کے ساتھ حرام ہے نزدیک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ اور تمام ادیان میں اور محیط میں لکھا ہے کہ ان اشیاء کو حلال تصور کرنے والا کافر ہے وہو ہذا۔

"ان الغنى والتصفيق بهاما ستماعا كلها حرام ومستحلها كافر الخ هكذا فى جامع الرموز وقاضى خان وتتارخانيه وغيره. فقط والله اعلم بالصواب"

(المجیب خادم شریعت نظام دین قادری عفی عنہ وزیر آباد)

سوال: طلاق تفویض اور ایلاء اور ظہار اور خلع کی کیا کیا صورتیں ہیں۔ اور نکاح فضولی کس چیز کا نام اور اس کی صورت کیا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل محمد عبدالغنی مدرس جمہور الوالی مورخہ ۸ دسمبر

الجواب: طلاق تفویض اسکو کہتے ہیں کہ مرد اپنی زوجہ کو طلاق واقعہ کرنے کے لئے اختیار دیتا ہے اور اس کے ایقاع کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تفویض یعنی غیر کو طلاق کا مالک کر دینا دوسرا توکیل یعنی دوسرے کو طلاق کا وکیل کرنا۔ تیسری قسم رسالت یعنی غیر سے طلاق کو کہلا بھیجنا۔ اور فرق میان تفویض وتوکیل کے یہ ہے کہ جس کو تفویض ہو وہ اپنی ذات کے واسطے عمل کرتا ہے۔ یعنی اس میں اختیار ہے چاہے کرے یا نہ کرے اور توکیل میں وکیل مامور ہوتا ہے۔ وکیل کو وہ کام ضرور کرنا پڑتا ہے۔ اور رسالت تو محض تحمل اور سفارش سے عبارت ہے۔ جس کے معنی ایلچی گری کے ہوتے ہیں۔ اور الفاظ تفویض کے تین طرح پر بولے جایا کرتے ہیں اور حکم ان کا حکم طلاق (ع) بائن کا ہوا کرتا ہے اور وہ الفاظ یہ ہیں "تخیر امر بالید امشیت" اور مثال انکی یہ ہے "امرک بیدک ا واختیاری" یعنی اگر زوج نے اپنی عورت کو کہا کہ تو اپنے تئیں طلاق دے یا بہ نیت طلاق

کہا کہ یہ حکم تیرے ہاتھ میں ہے۔ تجھ کو اختیار ہے۔ پس اگر اسی مجلس طویل اور اسی کام میں جو کر رہی تھی علم ہونے پر طلاق دیوے تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ اور اگر مجلس مختلف ہو گی یا علم ہونے پر اور کام کو شروع کر دیا تو خیار ان صورتوں میں باطل ہو جائے گا۔ اور اسی پر اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہے۔ اور اگر عورت کھڑی تھی بعد علم ہونے کے پھر بیٹھ گئی۔ یا بیٹھی تھی تکیہ لگا لیا یا اپنے باپ کو واسطے مشورت کے طلب کیا یا گواہوں کو واسطے گواہی کے طلب کیا یا جس جانور پر سوار تھی اس کو کھڑا کرا لیا۔ پس ان تمام صورتوں میں مجلس مختلف نہ ہوگی۔ اور نہ ہی خیار باطل ہوگا۔ اور کشتی کا حکم مانند حکم اس کے گھر کے ہے۔ اور اگر مرد نے ایک دفعہ عورت کو کہا کہ اختیاری اور نیت تین طلاق کی کر لی اور عورت نے جواباً اختارۃ نفسی تو اس میں

(ع) یہ حکم عام نہیں بعض صورتوں میں رجعی طلاق بھی واقع ہو جاتی ہے۔ ۱۲ مؤلف عفی عنہ۔

طلاق بائنہ واقع ہوگی اور اگر مرد نے تین بار عورت کو کہا اختاری اختاری اختاری اور عورت نے جواباً کہا اختیار کیا میں نے اختیار کیا میں نے اختیار کرنے کو یا کیا اختیار کیا اختیار میں نے پہلے یا دوسرے کو یا اخیر کو تو اس صورت میں تین طلاق واقع ہوگی نزدیک حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے۔ اور اگر مرد نے کہا طلقی نفسک اور ایک لفظ زیادہ کیا مثل متی شئت یا ما شئت یا اذا شئت تو ان صورتوں میں جب چاہے عورت علم ہونے پر اپنے آپ کو طلاق دے سکتی ہے۔ اور اس میں مرد کو رجوع کرنا صحیح نہیں۔ اور توکیل میں مرد کو رجوع کرنا صحیح اور درست ہوتا ہے۔ اور توکیل میں قید مجلس کی نہیں ہوتی۔

(نقل از ھدایہ و در مختار و شرح وقایہ و فتاوی جامع الفوائد جلد ثانی)

اور ایلاء کہتے ہیں کہ کسی شخص نے قسم اٹھائی کہ میں مدت ایلاء میں عورت کے ساتھ جماع نہ کروں گا پس اس صورت کو ایلاء کہتے ہیں۔ اور ایلاء کی مدت چار مہینے ہے۔ اگر اس نے اس مدت کے اندر جماع نہ کیا تو پھر اس کی عورت اس پر بائن ہوجائے گی اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ﴾ الخ

ترجمہ: جو لوگ ایلاء کرتے ہیں اپنی عورتوں سے انتظار ہے چار مہینے کا۔ اور ایلاء کے الفاظ بھی دو قسم پر ہوا کرتے ہیں۔ صریح کنایہ اور صریح الفاظ میں تو نیت کی ضرورت نہیں اور کنایہ میں نیت شرط ہے اور اگر کسی شخص نے اپنی زوجہ کو کہا کہ قسم خداوند کریم کی میں تجھ سے قربت نہ کروں گا یا کہا خدا کی قسم میں چار مہینے تک تیرے ساتھ قربت نہ کروں گا۔ اگر میں نزدیکی کروں تو مجھ پر حج ہے۔ یا روزہ یا صدقہ یا تجھے طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو ان سب صورتوں میں ایلاء ثابت ہوگا۔ اور ایلاء چار ماہ سے کم میں نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے قسم خدا کی کھائی اور ایلاء کی مدت کے بیچ میں اس سے وطی کر لی تو حانث ہوگا۔ اور کفارہ قسم کا دینا اس پر لازم ہوگا۔

(نقل از شرح وقایہ و در مختار فتاوی جواھر وغیرہ)

اور ظہار یہ ہے کہ اپنی عورت کو یا اس کے ایسے اعضاء یا عضو شائع کو تشبیہ دینا مرد کا ان عورتوں کے ساتھ جن کو نکاح میں لانا یا ان کے اعضاء جن کو دیکھنا خداوند کریم نے حرام کردیا ہو مثلاً کہہ دیا کہ تو اوپر میرے مثل پشت یا شکم میری ماں یا بہن یا پھوپھی کے ہے۔ یا کہے سر تیرا یا فرج تیری مثل پشت یا شکم میری ماں یا بہن کے ہے۔ یا کہے نصف تیرا یا ثلث تیرا مثل پشت یا شکم میری خالہ یا بہن کے ہے۔ تو پس ان تمام صورتوں میں ظہار ثابت ہوگا۔ اور اس سے وطی کرنی حرام ہوگی۔ تاوقتیکہ کفارہ ادا نہ کرے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ﴾ یہاں تک کہا ﴿فَتَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا﴾ اور اگر اس نے پہلے کفارہ دینے کے وطی کر لی تو گنہگار ہوگا اس کو توبہ کرنی چاہئے اور کفارہ ظہار کا ہی صرف ادا کرے چنانچہ شرح وقایہ چلپی صفحہ ۱۱۸ میں بایں طور مسطور ہے۔

"هو تشبیه زوجة او ماعبر به او جزو شائع منها بعضو یحرم نظره الیه من اعضاء محارمه نسباً او رضاعاً علی کظهر امی او رأسک ونحوه او نصفک کظهر امی اور رأسک ونحوه او نصفک کظهر امی او کبطنها او

کظہر اختی او امی ویصیر مظاہرا ویحرم وطیہا "الخ
کعمتہا او کظہر جہا او کظہر اختی او امی ویصیر مظاہرا ویحرم وطیہا" الخ
اور اگر کسی شخص نے بلا تشبیہ عورت اپنی کو یوں کہہ دیا کہ تو میری ماں یا بہن یا بیٹی ہے تو ان الفاظ کے کہنے سے ظہار ثابت نہ ہوگا۔ نقل از فتاویٰ جامع الفوائد وحمادیہ وشرح ہدایہ وجواہر۔ اور اگر مرد نے عورت کو کہا کہ تو اوپر میرے مثل ماں میری کے ہے تو اسکا حکم اس کی نیت پر دیا جائے گا۔ اگر اس کی نیت طلاق کی ہے تو طلاق بائن کا حکم دیا جائے گا۔ اور اگر ظہار کی ہے تو ظہار اور مرد نے کہا کہ تو اوپر میرے حرام مانند ماں بہن میری کے تو اس میں بھی جیسی نیت ہوگی ویسا حکم ہوگا اگر نیت ظہار کی ہے تو ظہار۔ ورنہ طلاق بائن اور اگر کچھ نیت نہیں کی تو لغو۔ اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ظہار اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایلاء بکذافی الہدایہ اور اگر کسی نے کہا تو اوپر میرے حرام ہے مانند پشت ماں بہن میری کے تو اس صورت میں ظہار ہوگا اگرچہ اس کی نیت ایلاء یا طلاق کی ہوگی اور کفارہ ظہار کا یہ ہے کہ ایک غلام یا لونڈی آزاد کرے۔ اور اگر یہ نہ پاوے تو دو ماہ پے درپے روزے رکھے۔ اگر ان کی طاقت بھی نہ ہو تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاوے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿فمن لم یستطع فاطعام ستین مسکینا﴾ یعنی جو شخص کہ طاقت نہ رکھے روزوں کی تو کھانا کھلاوے ساٹھ مسکینوں کو۔ اور اگر کسی شخص نے دو ماہ کے روزے رکھنے شروع کر دیے اور رکھتے ہوئے ایک روزہ بھی افطار کیا یا قصداً یا سہواً عورت سے وطی کی تو پھر از سر نو روزے رکھنے شروع کرے اور پہلے رکھے ہوئے شمار میں نہ لاوے۔ اور اگر رشتہ دار بہ نیت کفارہ اس کی طرف سے کفارہ ادا کریں تو بھی درست ہے۔ اور اگر پکا کر طعام نہ کھلاتا ہو تو ساٹھ مسکینوں کو نصف صاع کے حساب پر فی آدمی کو مثل صدقہ فطر کے گیہوں سے دیدے۔ نقل از شرح وقایہ وجامع الفوائد صفحہ ۱۶۶۔ اور خلع کہتے ہیں زوجیت زائل کرنے کو مقابلے اس مال کے کہ خاوند زوجہ سے لیتا ہے اور بلا حاجت شدید خلع کرنا منع ہے۔ ہاں اگر شرارت اور لڑائی درمیان میاں بیوی کے اس قدر تک بڑھ گئی ہو کہ اس کی اصلاح کرنی دشوار ہو چکی ہو تو پھر اس میں کوئی قباحت نہیں ہوگی۔ چنانچہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ﴿فان خفتم الا یقیما حدود اللہ فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ﴾ یعنی اگر تم خوف کرو اس بات کا کہ وہ نہ قائم کر سکیں گے حدیں اللہ کی تو نہیں ہے گناہ ان دونوں پر اس چیز میں کہ بدلہ دیوے عورت ساتھ اس کے اور حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر کہا کہ میں اپنے خاوند کو پسند نہیں رکھتی۔ بلکہ اگر مجھے نہ ہوتا خوف اللہ تعالیٰ کا تو میں اس کے منہ پر تھوکتی۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اسکا باغ تو دے دے گی۔ اس نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ تو فرمایا آپ نے اس کے خاوند کو کہ تو باغ قبول کر لے۔ اور اس کو طلاق دے دے اور یہ حدیث کتب صحاح میں مسطور ہے اور فرمایا علمائے دین محققین نے کہ خلع طلاق ہے نہ فسخ۔ اور اس کی مدت مانند عدت مطلقہ کے ہے۔ اور اسکا مفصل ذکر جلد اولین میں گذر چکا ہے۔ اور مرد کو جائز نہیں کہ زیادہ مال حق مہر دیئے ہوئے سے لینا۔ نقل از شرح وقایہ۔ اور نکاح فضولی وہ ہوتا ہے کہ جو بغیر اذن مرد و عورت و بلا وکالت

ویا ولایت سر خود نکاح انکا کرتا پھرے۔ چنانچہ عبارت ذیل سے ثابت ہے۔

کہ مردے بر دو نفر گواہ میگوید کہ شما گواہ باشید کہ من فلانہ را نکاح افلاں واوم اورا فلان وفلانہ وکیل نکاح نہ کردہ بود۔ اس نکاح را فضولی گویند۔ نقل از تاتار خانی جلد ثانی صفحہ ۳۰ اور شرح وقایہ چلپی صفحہ ۹۶ میں بایں طور مذکور ہے کہ نکاح ایک فضولی یا دو فضولی کا موقوف ہے اوپر اجازت اس شخص کے جس طرف سے وہ فضولی ہے۔ یعنی اگر کسی مرد یا عورت کا بے اذن ان کے نکاح کر دیا نکاح جائز ہے اور موقوف رہے گا ان کی اجازت پر۔ اگر اجازت دیں گے تو نکاح صحیح ہوگا ورنہ نہیں۔

ف: اور جاننا چاہئے کہ جو شخص اپنے ساتھ نکاح کرے وہ اصیل کہلاتا ہے۔ اور جو کسی دوسرے کا نکاح کر دے۔ پس اگر اس کے اذن سے نکاح کرتا ہے تو وکیل کہلاتا ہے۔ اور اگر بغیر اذن کے نکاح کرتا ہے اور ان سے قرابت رکھتا ہے تو ولی کہلاتا ہے اور جس میں یہ امور نہیں وہ شخص فضولی کہلاتا ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے ایک مرد اور ایک عورت کا نکاح بغیر اذن ان کے کر دیا۔ تو یہ نکاح جائز رہے گا۔ اور موقوف رہے گا ان کے اذن پر۔ پس اگر دونوں نے اذن دے دیا تو نکاح صحیح ہے۔ اگر ان دونوں میں سے ایک نے بھی انکار کر دیا تو نکاح باطل ہوگا فقط۔ اور اسی طرح عین الہدایہ شرح ہدایہ جلد دوم صفحہ ۵۵ سطر ۲۵ میں مذکور ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری سروردی عفی عنہ)

سوال: اگر عورت اپنی کو طلاق دے کر پھر اس کی ہمشیرہ یا خالہ یا پھوپھی سے اس کی عدت میں نکاح کرے تو جائز ہے یا نہیں۔ اگر وہ مر جائے تو اس پر کیا حکم ہے جواب دو اجر ملے گا فقط۔ (السائل حافظ رحمت علی نقشبندی از علی پور)

الجواب: بیشک یہ نکاح کرنا صورت مذکورہ بالا ناجائز ہے۔ چنانچہ کتاب قدوری صفحہ ۷۵ اور اس کی شرح عین الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ میں بایں طور مذکور ہے۔

"واذ طلق امراته طلاقا بائنا لم یجز له ان یتزوج باختها حتی یقضی عدتها" "تو مرد کو روا نہیں کہ اس عورت کی بہن سے نکاح کرے یہاں تک کہ اس کی عدت گذر جائے۔"

ف: بعد اس کے اس کی بہن سے نکاح کر سکتا ہے۔ اور یہی حکم پھوپھی وخالہ وغیرہا جن کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر عورت اپنی کو طلاق دے دے خواہ بائن ایک دو بصفت بائن یا تین طلاق یا رجعی یا خلع وغیرہ جو تین سے کم بغیر صفت بائن ہو۔ بہر حال وہ عورت عدت طلاق میں ہے۔ اس طرح جب کہ نکاح فاسد یا وطی شبہ کی عدت میں ہو "لم یجز له ان یتزوج باختها حتی یقضی عدتها" اور شرح وقایہ مترجم صفحہ ۶ جلد ۲ میں اس طرح لکھا ہے کہ اگر ایک شخص نے اول ایک عورت سے نکاح کیا۔ اب اس عورت کی پھوپھی سے یا بھانجی سے یا بھتیجی سے یا خالہ سے نکاح کرنا چاہے تو یہ نکاح جائز نہیں ہوگا اور کہا صاحب قدوری نے: "ولا یجمع بین امراۃ وبین عمتها وخالتها ولا بنت اخیها ولا علی بنت

اور فتاویٰ کنز صفحہ ۹۵ جلد اول میں یوں مسطور ہے "وحرم تزوج اخت معتدۃ اختها ولا بجمع بین اختین نکاح" الخ اور شرح قدوری فارسی ص ۲۰۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے "وچوں طلاق دہد شخصے زن خود را طلاق بائن پس جائز نیست اورا نکاح کند خواہر آنرا تا آنکہ نگذرد عدت آں ہر آنچہ نکاح خواہر اول ہنوز باقی است۔ بسبب باقی ماندن بعضے احکام آں چوں نفقہ وممانعت بیروں شدن واز نکاح نمودن با شوہر دیگر در اثر قاطع نکاح تاخیر است۔ اور اسی طرح کتاب خانی جلد ثانی صفحہ ۳ میں مذکور ہے۔ اور کتاب صلوٰۃ مسعودی اور انواع مولوی عبد اللہ صاحب دفتر سوم صفحہ ۱۸۹ میں بایں طور مسطور ہے۔

ابیات

کو کر نکاح چھوڑی عورت کیتا نہ دخول	اس عورت بھی جائز آہی جے اوہ کرے قبول
زن موئی کوئی سالی کر داعدت ناہیں کجھ	جائز عقد ہے آیا اسدا اوتے ساعت بجھ
طلاق ہے کو رن نوں سالی عقد کرے	عدت اندر جائز ناہیں وچہ مسعودی ہے
زن موئی زن پھپھی کر داعدت بیروں آ	جائز عقد ایہائی ایہناں خبر کتابیں آ
کے زن موئی زن ماسی کر داعدت بیروں آ	جائز عقد ایہائی اسدا مسعودی فرماء

اور کتاب مسعوی جلد سوم صفحہ ایے مطبوعہ گرامی اسلامی میں اس طرح تحریر ہے۔ کہ عدت مرداں بر ہست است۔ اول آنکہ مرد را چہار زن است یکے را طلاق واد زن دیگر میخواہد روا نبود از بہر انکہ عدت ایں زن نگذاشتہ است۔ دوم انکہ مرد را زنے است زنے دیگر کرد۔ خواہر زن وے بیروں آمد عقد برافتد۔ اور ابزن اول صحبت حلال نبود تا عدت آں خواہر نگذرد سوم آنکہ مردے زن را رہا کرد تا خواہر آں زن را بخواہد۔ تا خواہر اول را عدت نگذرد خواہر دوم را عقد روا نبود الخ اور حدیث شریف میں ہے۔ "ولا تنکحوا المرءۃ علی عمتهما ولا خالتهما ولا علی بنت اختها" از فتاویٰ امینہ وخزانہ وجواہر وفتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۸۷ جلد اول میں بایں طور مسطور ہے "ویحرم نکاح الاخت فی عدت الاخت" الخ پس ان تمام عبارتوں سے صاف صاف ظاہر ہوا کہ جب تک اپنی عورت مدخولہ مطلقہ کی عدت نہ گذر جائے۔ یہاں تک اس کی ہمشیرہ یا خالہ یا اس کی پھوپھی یا اس کی بھانجی یا اس کی بھتیجی سے نکاح کرنا شرعاً درست نہیں ہوگا۔ ہاں اگر وہ مرجائے تو پھر ان سے نکاح کرنا بلا عدت صحیح اور درست ہوگا۔ چنانچہ خلاصہ میں ہے۔

"اذا ماتت المرءۃ یتزوج اختها بعد یوم جاز ونکاح المعتدۃ باطلۃ بالاجماع"

فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی ، قادری سروری عفی عنہ)

سوال: در بارہ مسائل رباعیات کے جو جلد دوم صفحہ ۱۲ میں آپ نے عبارت تحریر کی ہے اس کا مطلب کیا ہے۔ جواب مفصل تحریر کریں۔ کیونکہ اس کا مجھے کچھ پتہ نہیں لگتا فقط۔

(السائل حافظ خدا بخش شاعر فرخپورکا)

الجواب: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس طالب علم کو علم رباعیات پر بایں الفاظ مطلع کیا اور رباعیات عربی کا ترجمہ

بعینہ یہ ہے۔ پس کیا وہ چار جس کی احتیاج ہے لکھنے کی خبریں رسول اللہ ﷺ کے ہیں۔ اور شریعتیں ان کی اور حال اصحاب رضوان اللہ عنہم کے اور مقادیر ان کے اور تابعین کے اور اقوال ان کے اور باقی عالموں کے اور تاریخ ان کی اور اسماء رجال ان کے اور کنیتیں ان کی مکان ان کے اور زمانے ان کے جیسے کہ تمہید ساتھ خطبوں کے اور دعا ساتھ توسل کے اور بسم اللہ ساتھ سورۃ کے اور تکبیر ساتھ نماز کے۔ ساتھ سندات و مرسلات و موقوفات کے اس کے لڑکپن میں اور وقت بلوغ و جوانی و بڑھاپے میں اور وقت فراغت اور شغل میں اور محتاجی اور تونگری میں پہاڑوں اور دریاؤں میں اور شہروں میں اور جنگلوں میں پتھروں پر اور ٹھیکروں پر اور چمڑوں اور ہڈیوں پر اس وقت تک کہ ممکن ہووے۔ اس کو نقل کرنا اس کا ورقوں پر وہ شخص کہ فوق ہے اس سے اور اس سے کہ مثل اس کے ہے۔ اور اس سے کم ہے اس سے اور کتاب اپنے باپ کی سے جو لکھی ہوئی اس پر یقین ہو نہ غیر کی واسطے اللہ کے اور طلب کی اس کی خوشنودی کے اور عمل ساتھ اس کے کہ موافق ہو ساتھ کتاب اللہ تعالیٰ کے اور پھیلانا اس کا درمیان اس کے طالبوں دوستوں کے اور تالیف بیچ زندہ رکھنے اس کے ذکر کے بعد موت اس کی کے پھر بھی نہ پوری ہوگی واسطے اس کے یہ چیزیں مگر ساتھ چار کے۔ کیونکہ وہ کسب بندہ کے سے ہیں اعنی پہچاننا کتاب و لغت و صرف و نحو کا ساتھ چار کے۔ وہ اللہ کی بخشش سے ہیں اعنی قدرت و حرص و حفظ پس جب کہ پورے ہو جائیں گے واسطے اس کے یہ سب اشیاء پھر اس پر آسان ہو جاویں گی یہ چار اشیاء اہل اور مال اور بچہ اور وطن اور گرفتار ہوگا بیچ چار کے طعنے دشمنوں کی اور ملامت دوستوں اور طعن جاہلوں کی اور حسد عالموں کا۔ پس اگر صبر کیا اوپر ان امور کے تو بزرگی دے گا اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں ساتھ چار چیزوں کے وہ یہ ہیں عزت قناعت بہیبت نفس اور لذت علم اور حیات ابدی کی اور ثواب دے گا اس کو آخرت میں چار چیزوں سے شفاعت اس کی ارادہ کرے اپنے بھائیوں سے اور سایہ عرش کا جس دن کہ نہیں سایہ مگر سایہ اس عرش کا اور پلاوے جس کو چاہے حوض نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے سے اور بیلیوں کی اعلیٰ علیین میں۔ پس تحقیق بتلا دیا میں نے تجھ کو اے بیٹے میرے مجملاً جو کچھ سنا میں نے اپنے استاذوں سے مفصلاً پس اب اقبال کو اس چیز کا قصد کیا تو نے یا چھوڑا اس کو؟ پس جب کہ طالبعلم حدیث نے یہ بات امام بخاری علیہ الرحمۃ سے سنی تو اس کو مشکل سمجھ کر ترک کر دیا اور چھوڑ کر چلا گیا۔ نقل از نبراس الصالحین صفحہ ۶۷ فقط واللہ اعلم بالصواب۔ المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ

جلد یازدہم تمام شد

تصحیح کنندہ فقیر ابو المنصور محمد صادق قادری رضوی غفرلہ۔

جلد دو از دہم

از فتاویٰ مناظر اسلام حضرت مولانا نظام دین ملتانی رحمۃ اللہ علیہ:

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

سوال: عنین کس کو کہتے ہیں اور اسکا حکم کیا ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: صاحب عین الہدایہ نے جلد دوم صفحہ ۲۹۸ باب العنین وغیرہ میں اس کی یوں تشریح فرمائی ہے کہ عنین وہ شخص ہے کہ جو عورتوں پر قابو نہ پاوے۔ باوجودیکہ آلہ تناسل موجود ہے اور اگر وہ شخص باکرہ پر قادر نہ ہو مگر ثیبہ پر قادر ہو خواہ بوجہ مرض کے یا پیدائشی ضعف یا بڑھاپے یا سحر کے۔ تو وہ جس عورت پر قادر نہ ہو سکے اس عورت کے حق میں وہ عنین ہے۔ حتی کہ اس عورت کو اختیار ہے کہ حاکم سے اپنی جدائی کا مطالبہ کرے۔ اور فرمایا صاحب کنز ومعیار ہدایہ وغیرہ نے "اذ اکان الزوج عنینا اجله الحاکم سنة" یعنی اگر کسی عورت کا شوہر عنین ہوا اور عورت نے مطالبہ کیا تو حاکم شرع اس کو ایک سال کی مہلت دے گا۔

ف: یہ مہلت اس وقت سے ہوگی جس دن عورت نے نالش کی ہے پس یہی آئمہ اربعہ وتمام فقہائے جمہور وصحابہ تابعین رضوان اللہ علیہم اجمعین کا فیصلہ ہے اور کہا فقہاء رحمۃ اللہ علیہ نے کہ سال شمسی مہلت علاج معالجہ کے لئے معتبر ہے۔ اور کہا صاحب عین الہدایہ نے کہ ظاہر مذہب میں سال قمری معتبر ہونا صحیح ہے۔ اسی واسطے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اصل میں سال کو مطلق رکھا ہے۔ اور قمری یا شمسی کی قید نہیں لگائی۔ اور دلواجی نے کہا ہے کہ سال قمری ہونا صحیح ہے۔ اور مترجم کتاب کا اسی پر فتویٰ ہے۔ اور شرح طحاوی میں ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے اگر سال کے بیچ میں اس کو طاقت ہوگئی اور وطی کرلی تو بہتر ورنہ عورت کو حق ہے کہ حاکم شرع کو درخواست دے کر جدائی حاصل کرلے۔ چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے "فان وَصَلَ اِلَيْهَا فِيهَا وَاِلَّا فَرَّقَ بَيْنَهُمَا اِذَا طَلَبَتِ امْرَأَةُ ذٰلِكَ" یعنی پھر اگر مرد نے اس مہلت کے اندر اس عورت سے وطی کرلی تو بہتر ورنہ قاضی ان دونوں میں تفریق کردے گا بشرطیکہ عورت اس کی درخواست کرے۔" هكذا روى عن عمر وعلى وابن مسعود رضى الله عنهم " اور کہا عبدالرزاق نے "اَخْبَرَنَا مُعْمَرٍ عَنِ الزُّهْرِىْ عَنْ سَعْدِ بْنِ الْمُصَيِّبِ قَالَ قَضٰى عمر بن الخطاب " اور اس کے آگے صاحب ہدایہ نے یوں ارقام فرمایا ہے۔

"وَلِاَنَّ الْحَقَّ ثَابِتٌ لَهَا فِى الْوَطْيِ وَيَحْتَمِلُ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِمْتِنَاعُ لِعِلَّةٍ مُعْتَرِضَةٍ وَيَحْتَمِلُ لِاٰفَةٍ اَصْلِيَّةٍ فَلَا بُدَّ مِنْ مُدَّةٍ مَعْرِفَةٍ لِذٰلِكَ وَقَدَّرْنَاهَا بِالسَّنَةِ لِاِشْتِمَالِهَا عَلَى الْفُصُوْلِ اَرْبَعَةٍ فَاِذَا مَضَتِ الْمُدَّةُ وَلَمْ يَصِلْ اِلَيْهَا تَبَيَّنَ اَنَّ الْعَجْزَ بِاٰفَةٍ اَصْلِيَّةٍ فَفَاتَ الْاِمْسَاكُ بِالْمَعْرُوْفِ وَوَجَبَ عَلَيْهِ التَّسْرِيْحُ بِالْاِحْسَانِ فَاِذَ امْتَنَعَ نَابَ الْقَاضِىْ مَنَابَهٗ فَفَرَّقَ بَيْنَهُمَا وَلَا بُدَّ مِنْ طَلَبِهَا لِاَنَّ التَّفْرِيْقَ حَقُّهَا"

یعنی اور اسی دلیل سے کہ وطی کے بارے میں عورت کے واسطے حق ثابت ہے۔اور یہ حق ادا کرنے سے شوہر کا انکار کرنا شاید کسی بیماری سے ہو جو پیدا ہوگئی ہے۔اور شاید کہ اصلی آفت سے ہو تو اس کی شناخت کے واسطے ایک مدت کی ضرورت ہے کہ یہ آفت عارضی ہے یا اصلی ہے پس ہم نے یہ مدت ایک سال اندازہ کی کیونکہ سال میں چاروں فصلیں موجود ہیں یعنی ربیع وخریف وسردی وگرمی۔پھر جب یہ مدت گذر گئی۔اور وہ عورت تک نہ پہنچا تو ظاہر ہوگیا کہ اصلی آفت کی وجہ سے عاجز ہے۔تو معروف طریقہ سے عورت کا رکھنا جاتا رہا۔تو خوبصورتی کے ساتھ اس کو چھوڑ کر روانہ کرنا واجب ہوا۔پس جب شوہر نے خود ایسا نہ کیا تو قاضی نے اس کا قائم مقام ہو کر دونوں میں تفریق کر دی اور اس میں عورت کی درخواست ضروری ہے۔کیونکہ جدائی حق اس کا ہے۔ہاں اگر عورت نے عنین کے ہاں رہنے کو قبول کر لیا تو پھر اس کو یہ حق نہ ملے گا۔چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہے۔

"فان اختارت زَوْجَهَا لَمْ يَكُنْ لَهَا بَعْدَ ذٰلِكَ خيار ولانها رضيت ببطلان حقها وفی التعجيل تعتبر السنة القمرية هو الصحيح ويحتسب بايام الحيض وبشهر رمضان لوجود ذلک فی السنة ولا يحسب بمرضه ومرضها لان السنة قد تخلو عنه"

ترجمہ : یعنی پس اگر عورت نے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا یعنی باوجود یکہ عنین ہونے کے اس کے ساتھ رہنا منظور کر لیا تو اس کے بعد زوجہ کو جدائی کے مطالبہ کا اختیار نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت اپنے حق کو مٹانے پر راضی ہوگئی۔اور مدت مہلت میں سال قمری معتبر ہے یہی صحیح قول ہے اور اس سال میں سے حیض کے ایام اور رمضان کا مہینہ منہانہ کیا جاوے گا کیونکہ سال میں ان کا وجود ضروری ہے اور مرد کی بیماری اور عورت کی بیماری کے ایام منہا ہوں گے۔کیونکہ سال کبھی بیماری سے خالی نہیں ہوتا اور کتاب جامع الفوائد صفحہ ۲۹ میں بایں طور مسطور ہے۔

"اِعْلَمْ اَنَّ الْمَرْاَةَ اِذَا وَجَدَتْ زَوْجَهَا عِنِّيْنًا عِنْدَ النِّكَاحِ رَضِيَتْ بَعْدَ ذٰلِكَ بِاَنَّهَا كَانَ لَازِمًا وَلَا خِيَارَ لَهَا كفايه ولووطی مرة ثم عجز ليس لها الخيار لو تزوج امراة ودخل بها ثم عجز عن الوطی بعدذلک وصار عينا لم يكن حق الخصومة ابراهيم شالی"

اور اگر وطی میں عورت اور مرد کا آپس میں اختلاف پڑ جائے تو اس صورت میں اگر عورت ثیبہ ہے تو مرد کے قول کو اسکی قسم پر قبول کیا جاوے گا۔اگر وہ قسم کھانے سے انکار کرے تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔"وان كانت بكرا نظر اليها النساء فان قلن ای بكر اجل سنة تظهور كذبه" یعنی اگر عورت باکرہ ہو تو عورتیں اس کو دیکھیں۔یعنی وہ عورتیں یا ایک ہی کافی ہے۔اور اگر ان عورتوں نے کہا کہ یہ عورت باکرہ ہے تو مرد کو ایک سال کی مہلت دی جاوے کیونکہ اس کا جھوٹ ظاہر ہوگیا۔اور جب قاضی نے مرد اور عورت کے درمیان تفریق کر دی تو اس کو عدت کے بعد کہیں نکاح کرنا چاہئے کیونکہ خلوت صحیح ہو چکی ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔

دے گا۔ عنین کا ہے یا کوئی اور ہے جواب دو اجر ملے گا۔

سوال: مجبوب اور خصی اور جذام وغیرہ امراض والے کے واسطے حکم عنین کا ہے یا کوئی اور ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: صرف مرد خصی کو جس کے دونوں خصیہ کوفتہ کیئے گئے ہوں یا نکالے گئے ہوں تو اس کو ایک سال کی مہلت دی جائے گی اور مرد مجبوب جس کی آلت زیادہ حصہ کٹی ہوئی ہو تو اس کو مہلت نہ دی جائے گی کیونکہ اس میں کچھ فائدہ نہیں۔ لہٰذا اگر عورت درخواست کرے تو ان میں جلدی تفریق کر دینی چاہیے۔ چنانچہ صاحب ھدایہ نے تحریر فرمایا ہے۔

"وان کان مجبوبا فرق بینھما فی الحال ان طلبت لانہ لا فائدۃ فی التاجیل والخصی یوجل کما یوجل العنین لان وطیہ موجو"

اور اگر مرد مجبوب ہو تو دونوں میں فی الحال تفریق کر دی جائے گی۔ بشرطیکہ عورت درخواست کرے۔ کیونکہ مہلت دینے میں کچھ فائدہ نہیں اور خصی کو بھی ایک سال کی مہلت دی جائے گی جیسے عنین کو دی جاتی ہے۔ کیونکہ وطی کرنے کی اس میں بھی امید ہے چونکہ آلہ تناسل موجود ہے۔ شاید کسی وقت اس میں وطی کرنے کی قوت پیدا ہو جائے اور جذام و برص و مجنون میں عورت کو اختیار نہیں ہے کہ نکاح تڑا سکے۔ چنانچہ عبارت ذیل سے ثابت ہوتا ہے:

"واذا کان بالزوج جنون او برص او جذام فلا خیار لھا عند ابی حنیفۃ وابی یوسف وقال محمد لھا الخیار"

جب مرد کو جنون ہو یا برص یا جذام ہو تو حضرت امام اعظم ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک زوجہ کو نکاح فسخ کرانے کا اختیار نہیں۔ اور کہا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے کہ عورت کو یہ اختیار حاصل ہے۔ فقط واللہ اعلم بالصواب نقل از شرح وقایہ وہدایہ۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال: جانوروں میں جو درندے اور پرندے ہیں ان میں حلال و حرام کی پہچان کرنے کی خاطر شارع علیہ السلام نے کوئی معیار مقرر کیا ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو تحریر فرمادیں کہ کونسے حرام اور کون سے حلال ہیں جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل حافظ رحمت علی نقشدی)

الجواب: بیشک شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درندو پرندوں کے حلال و حرام کے پہچاننے کے لئے بایں طور حکم فرما کر معیار قائم کیا ہے۔ کہ نہیں حلال ہر وہ درندہ جو اپنے دانت سے شکار کرتا ہے۔ اور نہیں حلال وہ پرندہ جو اپنے پنجے سے شکار کرتا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث بایں الفاظ مسطور ہے:

" عن العرباض بن ساریۃ ان رسول اللہ ﷺ نھی یوم خیبر عن کل ذی ناب من السباع وعن کل ذی مخلب من الطیور "

یعنی روایت ہے عرباض بن ساریہ سے یہ کہ منع کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دن خیبر کے کھانے ہر کچلنے والے کے سے درندوں میں سے منع فرمایا ہر پنجے والے کے سے پرندوں میں سے

اور اسی طرح روایت کیا مسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کہ منع کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہر دانت والے درندے سے اور ہر پنجے والے پرندے سے اور کہا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ ہر دانت

ہے۔ اور ہدایہ جلد چہارم و کتاب قدوری وغیرہ میں نیز بایں طور مسطور ہے۔

درندہ حرام ہے

"ولا یجوز اکل کل ذی ناب من السباع ولا ذی مخلب من الطیور" اور نہیں جائز ہر ذی ناب کا درندوں میں سے اور نہ ہی پنجے والے کا پرندوں میں سے

اور کتاب تمیز الکلام و کتاب عین الہدایہ شرح میں لکھا ہے کہ جانور دو قسم پر ہیں۔ حلال اور حرام اور ان کی تفصیل ذیل میں مختصر طور پر مطابق مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ درج کر دی جاتی ہے اور وہ یہ ہے۔

اونٹ، بکری، بکرا، بھیڑ، مینڈھا، بارہ سنگھا، خرگوش، دنبہ، گائے، بیل، گورخر، نیل گائے، مچھلی، ہرن یہ سب کے سب جانور چار پایوں سے نزدیک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حلال ہیں۔ اور جو جانور اڑنے والوں میں سے نزدیک امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بلا خلاف حلال ہیں وہ یہ ہیں۔ ابابیل، بطخ، بالکل، بگلا، بیٹر، تیتر، چکور، کلیک، چکاوک، چڑیا، چکوری، چکور، شتر مرغ، فاختہ، قمری، گیڈ، بچہ کبوتر، کلنگ، تنڈی، نکلک، مرغی، ممولا، مور، مینا، ہد ہد یہ سب جانور امام صاحب کے نزدیک حلال ہیں۔ اور طوطا و طوطی حلال ہیں۔ لیکن ان میں علمائے دین کا کچھ اختلاف ہے اور صحیح اور مفتی بہ روایت یہی ہے کہ حلال ہیں اور کوا چار قسم پر ہوتا ہے ایک وہ ہے کہ صرف دانہ ہی چگتا ہے جس کو فارسی میں زاغ کہتے ہیں وہ حلال ہے اور جو کوا مردار ہی کھاتا ہے وہ حرام ہے اور جو کوا پنجہ سے شکار کرتا ہے وہ بھی حرام ہے جو دانہ بھی کھاتا ہے اور مردار بھی کھاتا ہے جس کو عربی میں عقعق کہتے ہیں وہ امام صاحب کے نزدیک حلال ہے لیکن صاحبین کے نزدیک مکروہ تحریمی ہے اور اول قول مفتی بہ ہے۔ اور بھیڑیا یعنی گرگ اور بجو یعنی گفتار اور بلی اور بندر بچھو اور پلنگ، چیتا، چوہا جنگلی، چوہا خانگی، ریچھ، خنزیر، سنجاب، سیاہی یعنی خار پشت، سانپ، شیر، کچھوا، کیکڑا یعنی سرطان، گیدڑ، گدھا، گوہ یعنی ضب، لومڑی، نا کار، نیولا، ہاتھی پس یہ سب جانور ہیں۔ جو اڑ نہیں سکتے۔ امام صاحب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ سب کے سب حرام اور نادرست ہیں اور اڑنے والوں میں سے جو حرام ہیں وہ یہ ہیں۔ باز، باشہ، بہری، تزمتی، جدو یعنی چرغ چیل چمگادڑ، گدھ یعنی کرگس اور گوشت گھوڑے و خچر و گدھے میں اختلاف سخت ہے۔ صاحبین کے نزدیک حلال اور امام صاحب کے نزدیک مکروہ ہے۔ اور اصح قول یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے۔ چنانچہ حدیث نسائی و ابوداؤد و ابن ماجہ سے ظاہر ہے:

"عن خالد بن ولید انه سمع رسول الله ﷺ یقول لا یحل اکل اللحوم الخیل والبغال والحمیر" یعنی حضرت خالد بن ولید سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہوئے سنا کہ گھوڑے اور خچر اور گدھے کا گوشت کھانا حلال نہیں۔

اور ابوداؤد کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ "ان رسول الله ﷺ نهی عن اکل اللحوم الخیل والبغال والحمیر" اور خرگوش حلال ہے۔ صرف شیعہ مذہب کو اس میں اختلاف ہے اہل سنت و جماعت کو اس میں کوئی اختلاف

نہیں۔ اور مرغی کا سر بلی جدا کر کے لے جائے اور باوجودیکہ محل ذبح کا باقی اور وہ زندہ ہے تو پھر اسکا ذبح کر کے کھانا درست نہیں ہوگا کیونکہ وہ اپنی رگوں جن کا قطع کرنا ضروری ہے اپنے وجود میں کھینچ لے جاتی ہے اور اگر بھینس گائے یا بکری کا سر شیر یا بھیڑیئے نے الگ کر دیا اور وہ زندہ ہوں تو ان کا ذبح کر کے کھانا درست ہے۔ اور اگر حیوانوں کے ساتھ کسی بشر نالائق نے وطی کی تو ان کا ذبح کر کے کھانا یا ان کا دودھ پینا اچھا نہیں۔ کیونکہ امام صاحب نے لکھا ہے کہ اگر جانور مردار ہے تو اس کو ذبح کر کے جلا دینا چاہئے اور قیمت اس کی وطی کنندہ سے لی جائے اور ایسا ہی دوسرے جانوروں کا حکم ہے اور فقیر کہتا ہے کہ حاکم وقت جو اس پر تعزیر لگا دے وہ اس کو ادا کرنی پڑے گی اور فتاویٰ عبدالحی جلد اول صفحہ ۳۶۱ میں یوں مرقوم ہے:

" لا یحرم لحم البھیمة الماکول لحمھا بوطی رجل بھا لکن یکرہ الانتفاع بھا حیا ومیتا وینبغی ذبحھا وقتلھا واحراقھا قالوا ان کانت دابة مما لا یؤکل لحمھا تذبح وتحرق کماذکرنا وان کانت مایؤکل لحمھا تذبح ویوکل عند ابی حنیفة وقالا تحرق ھذہ ایضاً واذاکانت البھیمة للفاعل وان کانت لغیرہ وکان لصاحبھا ان یدفع الیه بالقیمة وفی تبیین الکنز یطالب صاحبھا ان یدفع الیه بالقیمة ثم تذبح وذبحت ویکرہ الانتفاع بھا حیھا ومیتھا واطلق الطحطاوی انھا اذاکانت له ذبحت ولم تؤکل "

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اس کا گوشت کھانا درست نہیں۔ اور ایسے حیوان کی ذات سے نفع حاصل کرنا موت اور اس کی حیات میں اچھا نہیں۔ اس کو ذبح کر کے جلا دینا بہتر ہے۔ اور اگر کسی غیر کے حیوان سے وطی کی ہو تو اس کی قیمت کا ذمہ دار وطی کنندہ ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال : اگر اہل ہنود کو راضی کرنے کی خاطر قربانی گائے کی نہ کی جائے تو اس میں کچھ گناہ ہے یا نہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قربانی گائے کی کی ہے یا نہیں۔ اسکا جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : اہل ہنود کو راضی کرنے کی خاطر گائے کی قربانی کو ترک کر دینا مسلمانوں کے لئے بہت برا ہے کیونکہ گاؤ کشی کا طریق زمانہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر تابعین و تبع تابعین و آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم اجمعین تک جاری رہا ہے اور نہ ہی کسی مسلمان صاحب حق الیقین نے اس سے انکار کیا ہے اور نہ ہی کسی غیر مذہب سے ڈر کر یا کسی کی خوشنودگی کی خاطر اس سنت قدیمہ کو ترک کیا ہے۔ اور بخاری و مسلم میں لکھا ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں اونٹوں کی قلت ہو گئی تھی تو آپ نے لوگوں کو حکم قربانی گائے کا کیا تھا اور خود بھی گائے کی قربانی حجۃ الوداع و حدیبیہ میں کی۔ چنانچہ حدیث ابن ماجہ میں وارد ہے۔

"عن ابن عباس قال قلت الابل علی عھد رسول اللہ ﷺ فامرھم ان ینحروا البقرۃ"

یعنی رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں اونٹ کم ہو گئے تو آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ گائے کی قربانی کریں۔

"وعن جابر بن عبد اللہ قال نحرنا مع رسول اللہ ﷺ بالحدیبیة بدنة من سبعة والبقرۃ عن سبعة رواہ

"ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم واللہ غالب علی امرہ" اور فقیر کے نزدیک اگر کسی مصلحت بلیغ سے سرانجام ہو یں۔ گائے کی قربانی کو خود بخود مسلمان چندے زمانہ کے لئے ترک کردیں تو اس میں کوئی خفیہ اور باوجود ملنے دنبہ وغیرہ کے گائے کی قربانی کو خود بخود مسلمان چندے زمانہ کے لئے ترک کردیں تو اس میں کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ لیکن مسلمانوں کو اختیار ہے کہ اونٹ گائے اور خصی یا دنبہ کی قربانی کریں کہ جس چیز کی قربانی میں آسانی ہو جو میسر آئے کہ اس کی قربانی کر سکتے ہیں تو کریں۔ باقی مفصل ذکر اس کا فتویٰ ابوالبرکات عبدالرؤف داناپوری کو ملاحظہ فرمائیں فقط واللہ اعلم بالصواب۔

سوال: گیسوئے دراز رکھنے جائز ہیں یا نہیں۔ اس کا ثبوت حدیث شریف سے تحریر فرمائیں جواب دواجر ملے گا۔

الجواب: بیشک گیسوئے دراز رکھنے جائز ہیں۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے۔

"عن ام ھانی رضی اللہ تعالی عنہا قالت رایت رسول اللہ ﷺ ذاصفائر اربع" — کہا مائی صاحبہ نے کہ آپ کی ذات کو دیکھا میں نے کہ آپ صاحب چار زلفیں رکھتے تھے

اور اسکا ترجمہ شمائل ترمذی کی شرح صفحہ ۱۶ سطر ۱۹ میں اس طرح پر ہے۔ مروی است از ام ہانی کہ دیدم رسول اللہ ﷺ را صاحب چار گیسو یعنی دیدم ور انحالیکہ چہار گیسو داشت۔ اور کتاب کبیری معہ صغیری شرح منیہ صفحہ ۱۴۱ میں بحوالہ محیط لکھا ہے۔

"ان الرجل اذا اصفر شعرہ بما یفعلہ العلویون ای المنسوبون الی علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبعضھم یخصھم بمن کان من غیر فاطمہ رضی اللہ تعالی عنہا"

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ گیسو بال لمبے رکھنے میں کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ طریق علویوں کا ابتدا ہی سے چلا آتا ہے اگر مخالف کے پاس کوئی دلیل ان کے عدم جواز کی ہے تو تحریر کرے۔ کیونکہ فقیر کی نظر میں اس کے عدم جواز کی دلیل کسی کتاب حدیث میں نہیں گذری فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت دین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال: نماز کے پیچھے یا کسی اور وقت میں ذکر جہر کرنا درست ہے یا نہیں۔ حدیث شریف سے جواب دواجر ملے گا۔

(السائل خاکسار غلام حیدر واعظ)

الجواب: بیشک ذکر جہر کرنا خداوند کریم کا برائے اطمینان قلب درست ہے لقولہ تعالیٰ ﴿اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُھُمْ بِذِکْرِ اللّٰہِ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ سورہ رعد اور صاحب تفسیر روح البیان اس کے تحت میں لکھتے ہیں کہ جب مومن لوگ ذکر کرتے ہیں تو ان کے دل خوش ہوتے ہیں اور کتاب نصر الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۴ صفحہ ۱۰ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہے۔

"حدثنا اسحق ابن نصر قال اخبرنا قال عبدالرزاق قال اخبرنا ابن جریج قال اخبرنی عمرو ان ابا معبد مولی ابن عباس اخبرہ ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علی عھد النبی ﷺ وقال ابن عباس کنت اعلم اذا انصرفوا بذلک اذا سمعتہ"

حدیث بیان کی ہم سے اسحٰق بن نصر نے کہا خبر دی ہم کو عبدالرزاق نے اور کہا خبر دی ابن جریج نے کہا خبر دی مجھ کو ابا معبد مولیٰ ابن عباس نے خبر دی اس کو ابن عباس نے خبر دی اس کو بیشک بلند کرنا آواز کا ذکر سے جب کہ فارغ ہوں لوگ نماز مکتوبہ سے تھا (ذکر جہر) زمانہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اور کہا ابن عباس نے معلوم کرتا تھا اسوقت کہ جب فارغ ہوتے نماز سے ساتھ اس کے جب سنتا میں۔ اس کو اور ایک حدیث میں یوں بھی وارد ہے کہ اسقدر ذکر کرو کہ لوگ تمہیں دیوانہ قرار دیں۔ "اذكروا الله حتى يقولوا انه مجنون فهذا يدل على جواز الجهر" پس ان دلائل سے واضح ہوا کہ جہر ذکر کرنے میں کوئی عیب نہیں۔ ہاں اگر کوئی شخص منتہی ہو تو اسکو بہتر ہے کہ دل میں ذکر کرے۔ اور اگر مبتدی ہو تو چند یوم کیلئے جہری ذکر کرنا اولیٰ ہے۔ کیونکہ بزرگان طریقت نے لکھا ہے کہ انسان دل میں بوقت ذکر خفی کے طرح طرح کے خطرات وساوس بیہودہ پڑتے ہیں اور ذکر جہر کرنے سے وہ خطرات وغیرہ رفع ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا انکو ذکر جہر کرنا چاہئے۔ فقیر کہتا ہے کہ ایسا بھی ذکر جہر نہ کرنا چاہیے جس سے مفرط صادر ہو۔ چنانچہ اس آیت کریمہ "واذكر ربك في نفسك" کے تحت میں حضرت مولانا امام رازی نے لکھا ہے "قوله دون الجهر المفرط والمراد منه ان نفع الذكر بحيث يكون بين المخافته والجهر." واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

سوال: "الصلوٰة والسلام عليك يا رسول الله" بآواز بلند کہنا درست ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک حرفِ ندا سے صلوٰۃ بآواز بلند کہنے میں کوئی عیب نہیں۔ کیونکہ صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اسکا ثبوت پہنچ چکا ہے۔ اور اسکا ذکر جلد اولین میں مفصل تحریر ہے اور کتاب جذب القلوب کے ترجمہ مرغوب صفحہ ۲۴۲ میں لکھا ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربار رسول اللہ ﷺ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تو کہتے "السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته السلام عليك يا ابابكرٍ" الخ غرضیکہ تمام اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی طرح کہتے اور اسی کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ بوقت یہ الفاظ کہنے کے ہاتھ باندھ کر مثل نماز کے کھڑے ہو کر بڑی عاجزی سے یہ الفاظ کہے جائیں۔ "السلام عليك ايها النبي الكريم ورحمة الله وبركاته" اور تین بار کہے "السلام عليك يا رسول الله السلام عليك يا نبي الله السلام عليك يا سيد المرسلين السلام عليك يا خاتم النبيين"

اور اگر کوئی وہابی نجدی اعتراض کرے کہ یہ الفاظ تو آپ کے مزار پر حاضر ہونے کے وقت پڑھنے کا حکم ہے نہ کہ ہمیشہ اور ہر جگہ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے آقائے نامدار نے ہمارے لئے ہمیشہ کے واسطے یہ فرمایا کہ جب تم کو کوئی تکلیف ہو تو دو رکعت نماز پڑھ کر مجھ کو یاد کیا کرو۔ تمہاری تکلیفیں دور ہوں گی۔ نقل از حصن حصین حدیث عمٰی اور یہ حدیث مشہور ہے کہ جب نمازی نماز پڑھے تو تشہد میں کہے "السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته" اور مولوی غلام قادر صاحب

بحروری لکھتے ہیں:
" السماء المجید للاولیاء رضی اللہ عنہم والانبیاء علیہم السلام لا سیما السید الرسل علیہ والہ الصلوۃ وفخر الاولیاء قدس سرہ حق ثابت بالقران والاحادیث وکلام العلماء الراسخین الصالحین وھی علیہ اھل السنۃ والجماعۃ وماذا بعد الحق الا الضلال "

اور باقی مفصل ثبوت اس کا جلد اول میں مطالعہ کرو۔

سوال : ایک لڑکے نے ہڈی کسی جانور کی اٹھا کر کنوئیں میں پھینک دی ہے۔ یہ حال معلوم نہیں کہ ہڈی جانور مردار کی ہے یا حلال کی ہے۔ اب اس چاہ کے پانی کا کیا حکم ہے جواب دو اجر ملے گا۔ فقط (السائل حافظ خدا بخش فرحپوری)

الجواب : صورت مذکورہ بالا میں ایسے کنوئیں کے پانی کو نجس ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا تا وقتیکہ اس چیز کے نجس یا پاک ہونے کا یقین کامل نہ ہو۔ چنانچہ فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۸ وشرح الاشباہ میں مذکورہ ہے:

"قال محمد حوض تملاء منہ الصغار والعبد بالعھدی الدنسۃ والجرار ، وسخۃ یجوز الوضوء منہ مالم یعلم بہ نجاسۃ ولذا افتو بطھارۃ"

اور طریقہ محمدیہ میں ہے: "من شک فی انائہ او فی ثوبہ او بدنہ اصابہ نجاسۃ ام لا فھو طاھر مالم یستیقن وکذلک الابار والحیاض التی یستقی منھا الصغار والکبار والکفار "

اور رسائل الارکان میں لکھا ہے: "ولا یعتبر احتمال بلوغ الماء والنجس الی ماء البئر مالم یقطع ببلوغ النجس لان الاحتمال لا یزول بہ العمل بالیقین "

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ جب تک اس چیز کا علم یقینی نہ ہو فتویٰ اس کے نجس ہونے کا نہیں دیا جائے گا۔ اور فقیر کہتا ہے کہ اگر ممکن ہے تو اس چاہ سے ہڈی کو نکال کر کچھ پانی اس سے احتیاطاً نکلوا دیا جائے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی عفی عنہ وزیر آبادی)

سوال : اگر آدمی چاہ میں طہارت داخل ہو کر ڈولیا کوئی اور چیز نکال لاوے۔ تو اس چاہ کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب : بیشک اس چاہ کا پانی پاک ہے۔ بشرطیکہ اس کے بدن پر نجاست کا اثر حقیقی یا حکمی نہ ہو۔

" اذا خرج حیا ولم یکن فی بدنہ نجاسۃ حقیقیۃ وحکمیۃ وکان مستنجیا لم یفسد المآء (بحر الرائق) "

سوال : قسموں کی کتنی قسمیں ہیں۔ اور جبری قسم پر کفارہ ہے یا نہیں اور قرآن مجید کی قسم پڑتی ہے یا نہیں اور قسم کا کفارہ کیا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : قسموں کی تین قسمیں ہیں۔ یمین الغموس، ویمین المنعقدہ، ویمین اللغو، اور یمین غموس وہ ہوتی ہے۔ جو کسی کام گذشتہ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے۔ مثلاً کہا کہ خدا کی قسم میں حج کر چکا ہوں۔ اور حالانکہ حج اس نے نہیں کیا تھا۔ اور قصداً جھوٹ بولا لہٰذا یہ قسم غموس ہوئی جس کا مرتکب گناہ کبیرہ ہوا۔ اور اسکا کفارہ توبہ واستغفار ہے۔ اور یمین المنعقدہ وہ

قسم ہے کہ جو قسم کھائے کسی امر آئندہ کی اس کے کرنے یا نہ کرنے پر اگر وہ کام کر دیا یا نہ کیا تو اس پر قسم کا کفارہ دینا لازم ہوجائے گا۔ مثلاً کہا کہ میں اس گھر میں نہ جاؤں گا۔ پھر بیمار و بیہوش ہوا اور اس حالت میں لوگ اس کو وہاں لے گئے تو حانث ہوجائے گا اور کفارہ اس پر لازم ہوگا۔ غرضیکہ جس بات پر قسم ہے اگر اس کو عمداً کرے یا بھول کر یا اس سے زبردستی کام کرایا جاوے یا حالت بیہوش یا جنون میں کرے تو اس صورت میں حانث اور کفارہ دینا لازم ہوگا۔ (نقل از عین الھدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۹۸)

اور یمین اللغو وہ ہے کہ قسم کھاوے کسی امر گذشتہ کی درانحالیکہ گمان اس کا یہ ہو کہ وہ ٹھیک کہتا ہے اور اصل معاملہ اس کے برخلاف ہو اور اس میں امید مغفرت کی ہے۔ اور اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کہے کہ واللہ یہ شخص زید ہے اور یہ اس کو زید ہی گمان کرتا ہے۔ درواقع وہ خالد ہے اور اس کی دلیل مغفرت پر یہ ناطق ہے ﴿ لا یؤاخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم الخ ﴾ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے "والقاصد فی الیمین والمکرہ والناسی سواء حتی تجب الکفارۃ" یعنی جس شخص نے عمداً قسم کھائی اور جس پر قسم کھانے کے لئے زبردستی کی گئی۔ اور جو بھول کر قسم کھا گیا یہ سب برابر ہیں حتی کہ حانث ہونے پر کفارہ لازم ہوگا فرمایا نبی علیہ السلام نے

"ثلث جدھن جدوا ھزلھن جدالنکاح والطلاق والیمین" تین چیزیں ایسی ہیں کہ ان کا قصد بھی عمدی بھی ہے اور ہزل بھی عمدی ہے وہ نکاح وطلاق اور قسم ہیں۔

ف: اس حدیث کو ترمذی وابن ماجہ وابوداؤد نے روایت کیا ہے اور کہا ترمذی نے یہ حدیث حسن ہے اور بجائے یمین کے بعض حدیثوں میں اتفاق ورجعت کا کلمہ وارد ہے ہکذافی عین الھدایہ جلد دوم صفحہ ۳۹۸ اور قرآن مجید کی قسم اٹھانے سے قسم پڑ جاتی ہے۔ اور اسی پر علمائے دین محققین نے موجودہ زمانہ میں فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ عین الھدایہ جلد دوم صفحہ ۳۹۹ میں تحت اس عبارت کے تحریر ہے "اذا حلف بالقران لانہ غیر متعارف" یعنی اگر قرآن کریم کی قسم کھائے تو قسم نہ ہوگی۔ کیونکہ یہ رواج نہیں۔

ف: بدائع میں ہے کہ کلام اللہ کی قسم کھانے سے حلف ہوجائے گی۔ اور مترجم کہتا ہے یہی اظہر ہے اور ہمارے یہاں اسی پر فتویٰ ہوگا۔ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۳۵ میں نیز مذکور ہے:

"ان الحلف لغیر اللہ تعالٰی لا یجوز لو حلف بالقران یکون یمینا وبہ اخذ جمھور مشائخنا" بیشک ماسوا اللہ تعالٰی کی ذات کے قسم کھانی درست نہیں۔ اگر کسی نے قسم کھائی قرآن مجید کی تو قسم ہوگی۔ اسی کو جمہور مشائخ ہماروں نے لیا ہے۔

اور کتاب برجندی صفحہ ۱۱۲ میں لکھا ہے "الایمان علی العرف فیما تعارف الناس بہ الحلف یکون یمینا" اور عین الھدایہ میں نیز مذکور ہے کہ قاضی اگر کسی مقدمہ میں قسم پر فیصلہ کرنا چاہے تو ایسی قسم ان سے لے جس کا اٹھانا ان کو دشوار ہوجاوے۔ کیونکہ اس زمانہ میں قرآن مجید کی حلف کو بہت جلدی سے اٹھالیتے ہیں:

“الشرع اعتبر العادة لقوله عليه السلام ما راه المؤمنين حسنا فهو عند الله حسن الخ والمعارف من غير نکیر اصل فی الشرع بمنزلة اجماع المسلمين”
اور مجموعہ فتاویٰ میں ہے: “العرف والعادة سنان لا فرق بينهما عند الجمهور وقال صاحب الكشف ان الاول فی الاقوال والثانی فی الافعال الخ، هكذا فی نور الهدى”

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ باعتبار رواج زمانہ کے قسم قرآن مجید وغیرہ اشیاء کی پڑ جاتی ہے۔ اور کفارہ قسم کا یہ ہے کہ ایک بردہ آزاد کرے اور اگر اس کو یہ طاقت نہیں۔ تو دس مسکینوں کو کھانا کھلاوے یا ان کو لباس پہناوے۔ ایسا کہ جس سے ان کا اکثر بدن چھپ جاوے۔ اور صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ ادنیٰ اسکا یہ ہے کہ جس سے ان کی نماز درست ہو جائے۔ اور دلیل کفارہ یہ ہے قولہ تعالیٰ:

﴿اطعام عشرة مسٰکین من اوسط ما تطعمون اهلیکم او کسوتهم او تحریر رقبة فمن لم یجد فصیام ثلثة ایام ذلک کفارة ایمانکم اذا حلفتم﴾ (پ ۷)

پس ان تینوں میں سے جو چاہے کرے اگر یہ طاقت بھی نہیں تو تین یوم روزے پے در پے رکھے ”ثلثة ایام متتابعات“ یعنی تین روزے ہیں پے در پے اور پہلے قسم توڑنے کے کفارہ نہ دیا جائے۔ ہٰکذا فی کتاب الاحادیث والفقہ واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ)

سوال: اہلبیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل اور شہادت کا ثبوت قرآن مجید واحادیث شریف سے ثابت کرو۔ جواب دو اجر ملے گا۔
(السائل حکیم محمد علی شاہ چک نمبر ۵۷ تحصیل لھوبہ ۷ دسمبر ۲۰ء)

الجواب: قرآن مجید کی آیات اور حدیثیں اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضائل پر بے شمار شاہد ہیں جن کا بیان کرنے سے عاجز قاصر ہے۔ لیکن بطور اختصار خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فضائل اور شہادت کے دلائل تحریر کر دیے جاتے ہیں۔ وھو ہذا۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا﴾ چاہتا ہے خداوند کریم یہ کہ دور کرے تم سے گناہوں کی پلیدی (اے) اہل بیت نبوت اور پاک کرے تم کو پاک کرنا پس اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ کے تمام اہل بیت بغض وحسد وعداوت وکینہ وبخل وغصہ وتکبر وزنا وشراب وجوا وغیرہ گناہوں سے پاک وصاف تھے۔ اور نیز حدیث مسلم ومشکوٰۃ مناقب اہل بیت میں بایں الفاظ ان کے شان پر شاہد ہے۔

“عن عائشة رضی الله تعالىٰ عنها قالت خرج النبی ﷺ غداوةً علیه مرط مرجل عن شعر اسود فجاء الحسن بن علی رضی الله عنه فادخله ثم جاء الحسین فدخل معه ثم جاءت فاطمة فادخلها ثم جاء علی فادخله ثم قال انما یرید الله لیذھب عنکم الرجس اهل البیت ویطهرکم تطهیرا” (رواہ مسلم)

حضرت مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ نکلے وقت صبح نبی ﷺ اس حال میں کہ آپ کی ذات بابرکات پر ایک کمبل نقش دار سیاہ بالوں کی تھی۔ پس آئے آپ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پس داخل کیا آپ نے ان کو اس (کمبل) میں پھر آئے آپ کے پاس حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو بھی اس میں داخل کر لیا۔ پھر آئیں حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ان کو بھی اس میں داخل فرمالیا، پھر جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف مبارک لائے تو ان کو بھی اس میں داخل کر لیا۔

اور فرمایا ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا﴾ اور کہا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے۔

"لما نزلت هذه الاية ندع ابناء نا وابناء كم دعا رسول الله ﷺ عليًا وفاطمة وحسنا وحسينا فقال اللهم هؤلاء اهل بيتي" (رواه مسلم)

روایت ہے سعد بن ابی وقاص سے کہ کہا جب اتری یہ آیت پس کہا لاویں ہم اپنے بیٹوں اور تمہارے بیٹوں کو۔ بلایا رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی وفاطمہ وحسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو پس کہا حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اے میرے خداوند کریم یہ میرے اہل بیت ہیں۔

ایک حدیث میں یوں بھی مذکور ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں درمیان تمہارے کتاب اللہ وعترت چھوڑ چلا ہوں۔ تم ان کے ساتھ تمسک کرنا۔ یعنی قرآن مجید پر عمل کرنا اور میرے اہل بیت کی تعظیم وتکریم بجالانا۔ اور قرآن مجید بھی ان کی تعظیم وتکریم پر ناطق ہے ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی﴾ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے میرے حبیب ان لوگوں کو فرمادے کہ میں تبلیغ احکام وغیرہ امور پہنچانے کی تم سے اجرت طلب نہیں کرتا۔ ہاں یہ بات ضرور کہتا ہوں کہ تم میرے اہل بیت کی تعظیم وتکریم کرو۔ اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب اکلیل میں لکھا ہے کہ کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یارسول اللہ ﷺ "الا المودة" کون لوگ ہیں فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میری بیٹی فاطمہ اور اس کے فرزند اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "ان فاطمة احصنت فرجها حرم الله ذريتها على النار" رواه ابو نعيم وغيره۔ یعنی بیشک میری بیٹی عیوب سے پاک ہے لہٰذا خداوند کریم نے اس کی اولاد پر دوزخ کی آگ کو حرام کر دیا ہے۔ اور حدیث شریف باسناد صحیح طبرانی بایں طور مسطور ہے "ان الله غير معذبك ولا احد من ولدك" یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اے فاطمہ بیشک اللہ تعالیٰ تجھ کو عذاب نہ دے گا اور نہ ہی تیری اولاد کو اور امام بیہقی مدخل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے چھ شخصوں پر لعنت کی ہے۔ اور میری اور ہر نبی کی دعا قبول ہوتی ہے پہلے وہ شخص جو خداوند

کریم کی کتاب میں کمی بیشی کرتا ہے دوم خدا کی تقدیر کا منکر اور تیسرا جو ذی عزتوں کی بے عزتی کرے۔ مثلاً امراء و اہل بیت کی چوتھا جو حرام چیزوں کو حلال جانے اور پانچواں جو شخص بیت اللہ شریف میں بدفعلی کرے اور چھٹا جس نے سنت میری کو برا سمجھ کر چھوڑ دیا اور وہ حدیث یہ ہے۔

"عن عائشة قالت قال رسول الله ﷺ ستة لعنهم الله و كل نبي يجاب الزائد في كتاب الله والمكذب بقدر الله والمتسلط بالجبروت ليعز من اذله الله ويذل من عزه الله والمحرم لحرم الله والتارك لسنتي رواه البيهقي في المدخل"

دوزین فی کتاب وتصنیف مولوی دین محمد غیر مقلد صفحہ ۶ اور ابن عدی نے اپنے کامل میں ابی سعید خدری سے نیز روایت کی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "من ابغضنا اهل البيت فهو منافق" جو شخص ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ اور ابن حبان نے اپنے صحیح میں حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

"قال قال رسول الله ﷺ والذي نفسي بيده لا يبغضنا اهل البيت رجل الا ادخله النار"

یعنی کہا ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ نے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص بغض ہمارے اہل بیت سے رکھے وہ ناری ہے:

"وعن علي رضي الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ من لم يعرف حق عترتي والانصار فهو لاحد ثلاث اما منافق او ولد الزنا واما لغير طهو يعني حملته امه على غير طهور رواه ابن عدى والبيهقي في شعب الايمان"

ترجمہ: فرمایا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص نہیں پہچانتا حق اولاد میری اور انصاری کا دو تین امور سے خالی نہیں ہوگا۔ یا منافق ہوگا یا ولد الزنا۔ یا پلیدی سے جنا ہوا۔ نقل از گلزار فاطمہ صفحہ ۸ تصنیف مولوی دین محمد کوڑوی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تاریخ میں حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "لكل شئ اساس واساس الاسلام حب اصحاب رسول الله ﷺ وحب اهل بيته" یعنی واسطے ہر ایک چیز کے ایک بنیاد ہوتی ہے۔ جس پر وہ چیز قائم رہتی ہے اور اسلام کی بنیاد محبت صحابہ کرام و اہل بیت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں تم کو تمہاری جانوں سے زیادہ پیارا نہیں ہوں کہا حاضرین نے ہاں یا رسول اللہ پھر فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ تم کو دو چیزوں سے سوال کرتا ہوں۔ ایک تو قرآن مجید کے ساتھ محبت رکھنا اور دوسرا اہل بیت سے اور دن قیامت کے سب سے اول شفاعت میری اپنے اہل بیت کی ہوگی۔ پھر جو ان سے محبت رکھنے والے لوگ ہونگے۔ اور فرمایا کہ تم اپنی اولاد کو تین امور کا ادب سکھاؤ۔ ادب اپنے پیغمبروں کا اور ان کے اہل بیت کا اور قرآن مجید کا اور میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تم ضرور میرے اہل بیت کی تعظیم کرو۔ ورنہ میں بروز قیامت خداوند کریم کے سامنے تمہارے ساتھ جھگڑا کروں گا۔ جس کے سبب سے تمہیں جہنم میں تکلیف ہوگی پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ شان اہل بیت کا بے شمار ہے جن کا بیان کرنے سے خادم شریعت قاصر ہے۔ اور قول حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ پر ختم کرتا ہے۔

يا اهل بيت رسول الله حبكم فرض من الله فى القران انزله
كفاكم من عظيم الفخر انكم من لم يصل عليكم فلا صلوة له

ترجمہ: حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اہل بیت رسول اللہ ﷺ کے تمہاری محبت ہم پر لازم ہے جسکا ثبوت قرآن مجید میں ہے۔ یہ تمہارے لئے کافی فخر ہے کہ بیشک جو شخص درود تم پر نماز میں نہ پڑھے۔ اسکی نماز نہیں ہوتی۔

اور واقعات شہادت اور ثبوت مسئلہ شہادت امامین علیہما السلام ہر ایک مسلمان پر آفتاب نصف النہار کی طرح روشن ہے اس پر چنداں دلائل طلب کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن بطور اختصار بخاطر ناظرین ومنکرین وغیرہ کے تحریر کردیتا ہوں۔ وہو ہذا۔

"عن علی رضی الله تعالی عنه قال قال رسول الله ﷺ اخبر نی جبریل ان حسینا یقتل بشاطی الفرات رواه ابن سعد"

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مجھ کو جبرائیل نے خبر دی ہے کہ حسین علیہ السلام کو فرات کے کنارے شہید کیا جاوے گا۔

اور فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے "ان ابنی الحسین یقتل بعدی بارض الطف رواه الطبرانی فی الکبیر" یعنی بیشک حسین میرا فرزند میرے بعد طف کے میدان میں مارا جاوے گا۔ یعنی زمین بلند نزدیک کوفہ کے اور ابوداؤد وحاکم فی المستدرک سے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ بایں الفاظ حدیث تحریر کتاب ماثبت بالسنۃ میں فرماتے ہیں:

"عن ام الفضل بنت الحارث قالت قال رسول الله ﷺ ان امتی ستقتل ابنی هذا یعنی الحسین واتانی بتربته من تربة حمراء"

یعنی ام الفضل روایت کرتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ بیشک قریب ہے کہ میری امت میرے اس فرزند کو مار ڈالے گی۔ مجھ کو وہاں کی مٹی سرخ مٹی سے لادی گئی ہے ـــــ الخ۔

اور مائی صاحبہ ام سلمہ اور مائی صاحبہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما وغیرہما سے اسی طرح کی کئی روایتیں آچکی ہیں۔ اور کتاب دیلمی وجامع الاصول وترمذی سے صاحب السنۃ نے نیز بایں طور حدیث تحریر کی ہے۔

"عن سلمی امراۃ من الانصار قالت دخلت علی ام سلمۃ وھی تبکی قلت ما یبکیک قالت رایت الان رسول اللہ ﷺ فی المنام وعلی راسہ ولحیتہ التراب وھو یبکی فقلت مالک یا رسول اللہ قال شھدت قتل الحسین انفا"

روایت ہے سلمہ سے جو انصار میں سے ایک عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی اور وہ رو رہی تھیں میں نے پوچھا آپ کے رونے کا کیا سبب ہے مائی صاحبہ نے جواب میں کہا کہ میں نے ابھی رسول خدا ﷺ کو خواب میں دیکھا اور سر اور داڑھی پر گرد پڑی ہوئی تھی اور رو رہے تھے۔ اور میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کا کیا حال ہے۔ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ابھی حسین کے قتل کو میں نے دیکھا ہے

ترجمہ : اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں ایک غرفہ بنا ہوا تھا جس میں جبرائیل علیہ الصلوۃ والسلام کی ملاقات کے لئے حضرت تشریف لے جایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب معمول جناب غرفہ میں تشریف فرما ہوئے۔ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرما گئے کہ میرے یہاں ہونے کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور نہ کوئی میرے پاس آنے پائے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے فرمایا کہ مجھے امام حسین علیہ السلام کے آنے کا علم دو اور وہاں چلے گئے۔ جبرائیل امین نے ان سے دریافت کیا یہ کس کا بچہ ہے فرمایا میرا فرزند میرے فرزند کا فرزند ہے یہ کہہ کر حضرت نے اپنی مبارک ران پر بٹھالیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یا رسول اللہ آپ کی امت کے بے رحم اور ظالم لوگ آپ کے تھوڑے دنوں کے بعد انہیں قتل کریں گے۔ آپ نے ٹھنڈا سانس بھر کر حیرت ناکوں کی طرح پوچھا اے جبرائیل کیا میری امت میرے فرزند کو قتل کرے گی۔ کہا ہاں آپ کی ہی امت میں آپ کو اس زمانہ کی خبر دیتا ہوں یہ کہہ کر عراق کی طرف اشارہ کیا اور اس زمین سے سرخ مٹی کی ایک مٹھی لے کر آنحضرت ﷺ کو دکھائی اور کہا حسین علیہ السلام کا یہی مقتل ہے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ امام حسین علیہ السلام کو ران پر بٹھا کر ان کے لب اور منہ کو بوسہ دینے لگے تو فرشتہ نے کہا کہ یا رسول اللہ آپ اس کو بہت محبوب رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ فرشتہ نے کہا کہ عنقریب آپ کی امت ظالم انہیں کربلا کے میدان میں جو عراق کا حصہ ہے وہاں بھوکا پیاسا قتل کر دے گی۔ اگر فرماؤ تو وہاں کی مٹی ملاحظہ کراؤں آپ نے فرمایا اچھا فرشتہ نے سرخ مٹی اس میدان کی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دکھائی۔ آپ نے وہ مٹی سلمہ کو دے دی غرضیکہ امام صاحب مع اپنے یاروں دوستوں اور فرزندوں کے شہید کربلا ہوئے ۶۱ ھ میں جب کہ آپ کی عمر شریف چھپن برس پانچ ماہ اور پانچ دن کی تھی۔

اور کتاب ماثبت بالسنۃ صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے۔

"عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال اتی عبید اللہ بن زیاد براس الحسین فجعل فی طست فجعل ینکت وقال فی حسنہ شیئا قال انس فقلت واللہ انہ اشبہ رسول اللہ ﷺ وکان مخضوبا بالوسمۃ ...... الخ"

مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ جب حسین علیہ السلام کا سر مبارک لے گئے پھر لگن میں رکھا پس ابن زیاد بدنہاد نے اس کو لکڑی سے چھیڑنا شروع کیا اور کچھ انکے حسن کی بات کہی۔ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا واللہ! یہ رسول ﷺ کے ساتھ زیادہ صورت وشکل میں ملتے تھے اور اس وقت وسمہ سے خضاب کئے ہوئے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ جب ابن زیاد کے پاس سر مبارک لائے تو وہ ناک مبارک پر چھڑی مارنے لگا اور کہنے لگا کہ میں نے ایسا صاحب حسن کوئی نہیں دیکھا اور کہا راوی نے میں نے اس کو کہا سینہ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سب سے زیادہ ملتا تھا اور مولوی دین محمد غیر مقلد اپنی کتاب گلزار فاطمہ میں لکھتا ہے کہ جب امام صاحب میدان میں نکلے تو یہ شعر پڑھے:

انا ابن علی الخیر من ال ہاشمی — کفانی بہذا مفخر حین افخر
وجدی رسول اللہ اکرم من مشی — ونحن سراج اللہ فی الارض یظہر
وفاطمہ امی سلالۃ احمدی — وعمی سیدی ذوالجناحین جعفر
وفینا کتاب اللہ انزل صادقا — وفینا الہدی ولوحی الخیر یذکر

اور مورخ لکھتے ہیں کہ جب اہل بیت کو قیدی بنا کر لے چلے اور راستہ میں شراب وفساد پینے لگے تو قدرت کاملہ سے یہ سطر لکھی ہوئی نظر آئی:

اترجوا امۃ قتلت حسینا شفاعۃ جدہ یوم الحساب

اور جب سنان شقی قاتل امام صاحب نے ابن زیاد کے آگے سر مبارک امام حسین علیہ السلام کا رکھا تو کہنے لگا میری رکاب کو سونے اور چاندی سے پر کر دیجئے کیونکہ میں نے بڑے سردار اور جس کے ماں باپ از روئے نسب کے سب سے اچھے ہیں اس کو قتل کر ڈالا:

املاء رکابی فضۃ وذہباً — انی قتلت سیدا لمحجبا
قتلت خیر الناس اما وابا — وخیرہم اذ یذکروا لنسبا

اور جب اہل بیت کو یزید عنید نے مدینہ طیبہ کی طرف روانہ کیا تو اہل مدینہ مرد وعورتیں سب کے سب اہل بیت کے حال سے مطلع ہو ہو کر روتے اور بآواز بلند یہ اشعار کہتے:

ما ذا تقولون اذا قال النبی لکم — ما ذا فعلتم وانتم خیر الامم
بعترتی وباہلی بعد معتقدی — منہا اساری وقتلی خرجوا بدم
ماکان ہذا اجزائی اذا نصحت لکم — ان تخلفونی بسوء فی ذوی رحم
کی تسیں کہو جدوں تسانوں نبی اللہ فرمائے — امتاں تھیں تسیں چنگی امت کی تساں عمل کمائے
نال اولاد تے ٹبر میرے بعد چلاں ہمارے — کئی قیدی کئی قتل کیتو نے لہو بھرے بچارے

چہ میں خیر خواہی تساں کیتی بدلہ ایہ نسوے   قربیاں میر یاندے جو کیتے پچھے میرے اوے

اور جب اہل بیت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مدینہ طیبہ میں پہنچے تو پہلے اپنے نانا صاحب کے روضہ مبارک پر جاکر گریہ وزاری سے یہ الفاظ کہے۔ اور تمام لوگ ان کی فریادیں سن کر روتے گویا قیامت برپا ہوگئی تھی۔

نظم

یا رسول اللہ ذرا دیکھو ہمارا حال زار   دشمنوں کے ہاتھ سے کیسے ہوئے ہم دلفگار
جو مصیبت ہم پہ گذری کیا کریں اس کا بیان   کوئی دنیا میں نہ ہوگا اس طرح سے زار زار
قتل اعداء نے کیا کنبہ تمہارا سر بسر   ظلم اعداء نے کیے آل نبی پر بے شمار
بدجتیں وہ کیں جو دنیا میں کوئی کرتا نہیں   کچھ نہ سمجھیں وہ تمہاری آل کا عزووقار
حال خستہ پر ہمارے اب نظر فرمایئے   کیا ہمارا حال ہے کیسا ہے ہم کو انتشار
ظالموں کا ظلم گر آنکھوں سے اپنی دیکھتے   بیقراری سے ہماری خود بھی ہوتے اشکبار
درد دل کس سے کہیں کس کو دکھائیں حال زار   پاس آئے ہیں تمہارے یا رسول کردگار

اشعار مطابق واقعہ حال

ززیں بورط خون فتادہ ے یتیم   سوار دوش رسول خدا سلام علیک
برائے نازک شمشیر کردینہ پر   تواں بازوئے شیر خداسلام علیک
زتشنگی بدہانت زباں نے گردید   زباں قدرت کمک خدا سلام علیک
مقیم جنت ماوٰی شہید راہ خدا   غریب کوفہ وکرب وبلا سلام علیک

المحب خادم تربیت نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ

سوال : نماز عیدین کے پڑھنے کا کیا طریقہ ہے اور اس کی نیت کس طرح کی جائے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : عیدین کی نماز ادا کرنے سے پہلے غسل ومسواک سے اپنے وجود کو پاک کرے۔ اور پاک کپڑے پہن کر خوشبو لگائے اور عید فطر سے پہلے کچھ کھانا کھائے۔ اور فطرانہ ادا کرے اور راستہ میں مسجد کی طرف تکبیریں آہستہ آہستہ کہتا جاوے اور نماز عیدین اس وقت پڑھی جاوے جبکہ آفتاب دو نیزے کے برابر ہو اور اس کا اخیر وقت آفتاب کے زوال ہونے تک ہے اور نماز عید کی نیت بایں طور کرے۔ دو رکعت نماز عید فطر واجب ادا کرتا ہوں میں ساتھ تمام تکبیروں کے اور امام دو رکعت لوگوں کو اسطرح پڑھائے گا۔ پہلے تکبیر تحریمہ کہے۔ پھر ہاتھ باندھ کر ثناء پڑھے۔ پھر تین تکبیریں کہے اور ہاتھ اٹھائے پھر سورہ فاتحہ معہ سورت پڑھ کر تکبیر رکوع کہے اور پھر رکوع کرے اور جب کہ دوسری رکعت میں کھڑا ہو تو سورت فاتحہ وسورت پڑھ

کر تین تکبیریں کہے اور ہاتھ بھی ساتھ ہی اٹھائے اور ایک تکبیر کہہ کر رکوع میں چلا جاوے۔ اور بعد سلام کے دو خطبے پڑھے جن میں احکام عید فطر و قربانی کے ہوں۔ اور جس شخص کی نماز عید قضا ہو جائے یعنی امام کے ساتھ نہ پڑھی ہو تو وہ پھر نہ پڑھے کیونکہ اس کیلئے شرط حضور سلطان کی ہے اور جب شرط فوت ہوئی تو وہ قضا سے بھی عاجز رہا۔ اور فرمایا حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ چار رکعت نماز پڑھ لے تو اس کو ثواب مل جائے گا۔ نقل از شرح وقایہ و نور الہدایہ۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین حنفی قادری سروری عفی عنہ وزیر آباد)

سوال : عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہئے یا نہیں۔ کیونکہ ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کہتا ہے کہ عورتوں کے انضمام کرنے کا کوئی ثبوت نہیں۔

الجواب : بیشک عورتوں کو نماز میں انضمام کرنا چاہئے اور جو اس کو ناجائز کہتا ہے وہ علم حدیث سے بالکل ناواقف اور بے خبر ہے اور اس کا ثبوت خود مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی نے اپنے فتاویٰ صفحہ ۲۷ بحوالہ زاد المعاد وغیرہ کا دے کر اس مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور لکھتے ہیں کہ ابوداؤد اپنے مراسیل میں اور بیہقی سنن کبریٰ میں زید بن ابی حبیب سے مرسلاً روایت کرتے ہیں

"ان رسول اللہ ﷺ مر علی امراتین تصلیان فقال اذا سجدتما فضمّا بعض اللحم الی الارض وان المراۃ لیست فی ذلک کالرجل واخرج البیہقی مرفوعاً اذا سجدت المراۃ الصقت بطنها بفخذها کاستر مایکون لها...... الخ"

ترجمہ : بیشک رسول اللہ ﷺ دو عورتوں کے پاس سے گذرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ نے فرمایا جب تم سجدہ کرو تو سمٹ کر سجدہ کرو کیونکہ عورت اس فعل میں مرد کی طرح نہیں ہے۔ اور بیہقی نے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب عورت سجدہ کرے تو اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملا لے۔ اس میں زیادہ پردہ ہے۔ اور کتاب ہدایہ و شرح وقایہ وغیرہ میں لکھا ہے "والمراۃ تخفض فی السجود وتلحق بطنها بفخذیها" یعنی عورت سجدے میں جھک جائے اور اپنے پیٹ کو رانوں سے ملا لے اور مولوی ثناء اللہ کا ہم کیا بیان کریں وہ تو دادی کے ساتھ پوتے کا نکاح بھی جائز قرار دیتا ہے دیکھو پرچہ اہل حدیث مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۱۰ء اللہ تعالیٰ اس کو ہدایت بخشے۔ فقط "واللہ یہدی من یشآء الی صراط مستقیم☆"

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفی اللہ عنہ)

سوال : خنثیٰ کس کو کہتے ہیں۔ اور اس کا کیا حکم ہے اور فرقہ وہابیہ نجدیہ کا ذبح کیا ہوا جانور کھانا درست ہے یا نہیں اور گیارہویں پیران پیر اور تیجا اور ساتواں کرنے کا کیا ثبوت ہے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : خنثیٰ وہ ہوتا ہے جو فرج و ذکر دونوں رکھتا ہو۔ اگر پیشاب کرے ذکر سے تو مرد کا حکم اس کے لئے ہے اگر فرج سے پیشاب کرے تو حکم عورت کا لگایا جائے گا۔ اگر دونوں جگہوں سے پیشاب کرے تو جو پہلے نکلے اس کا حکم ہوگا۔ اگر دونوں جگہوں سے ساتھ ہی پیشاب نکلتا ہو تو خنثیٰ مشکل ہے۔ اور یہ حکم بلوغ کے پہلے کا ہے اور جب بالغ ہو اور داڑھی نکل

آلی ہو یا کسی عورت سے اس نے جماع کیا تو مرد ہے اگر اس کے پستان نمودار ہو گئے یا حیض یا حمل ہو گیا یا دودھ اتر آیا تو اس کو عورت کا حکم ہے اگر داڑھی اور پستان دونوں ظاہر ہوں تو وہ خنثیٰ مشکل ہے اور خنثیٰ مشکل کو نہ مردوں کی نماز کی صف میں کھڑا ہونا درست ہے اور نہ ہی عورتوں کی صف میں۔ اور اگر مر جائے تو اس کے والدین خرقہ سے غسل دیں۔ اور اگر متعذر ہوں تو تیمم دیں اور کہا بعض نے کہ اگر حوض یا دریا موجود باشد خنثیٰ را ریختہ یا چہار پائی نہادہ در آب بجہانند تا غسل حاصل کردد اگر صغیر ہو تو خواہ مرد غسل دیں خواہ عورتیں واللہ اعلم بالصواب۔

اور فرقہ وہابیہ نجدیہ جن کی نوبت کفر تک پہنچ چکی ہے ان کا مذبوح جانور کھانا درست نہیں۔ چونکہ اس میں شرط ذابح کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔

"شرط کون الذابح مسلماً و کتابیاً ذمیاً او حربیاً فحل ذبیحتھما ولو مجنوناً او امراۃ او صبیاً یعقل ویضبط التسمیۃ او اقلف او اخرس لا ذبیحۃ وثنی ومجوسی ومرتد وتارک تسمیۃ عمداً فان ترکھا ناسیاً حل"

(نقل از جامع الفوائد صفحہ ۴۹۳)

غرضیکہ ذابح کا مسلمان ہونا شرط ہے اور مرتد کا ذبح جائز نہیں۔ اور یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ باتفاق نزدیک تمام علمائے اہل سنت وجماعت کے کافر و مرتد ہے۔ چنانچہ کتاب نجوم الشہابیہ تحفہ احمدیہ کے صفحہ ۱۱ سطر ۱۴ میں علامہ بے بدل شیخ احمد صاحب وطنی بھائی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہل حدیث نے ارقام فرمایا ہے:

که بلاشک آں خبیثاں کافراں مطلق اند	که مہین انبیاء مکفر اہل حق اند!
بد گمان چار مذہب متفق گشتہ برایں	که سزائے ایں گروہ فرض است ہمچو کافریں
مجتمع گشتند بریک کلمہ اہل اجتہاد	زندقہ اند ایں قوم حکم شان چو اہل ارتداد

اور باقی ان کے عقائد کفریہ پر انشاء اللہ تعالیٰ ایک رسالہ مسمّٰی بہ تکذیب المبتدعین فی رد تکفیر المومنین عنقریب خادم شریعت شائع کر دے گا۔ فقط۔

اور گیارہویں اور تیجہ کا ثبوت جلد اول میں مفصل گذر چکا ہے۔ اور علاوہ ان دلائل کے کتاب قرۃ الناظرہ خلاصۃ المفاخر و تصنیف حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ صفحہ نمبر 11 میں بایں طور لکھا ہے ذکر یازدہم غوث الثقلین علی نبینا و علیہ السلام بود ارشاد شد کہ اصل یازدہم اینست کہ حضرت قطب ربانی غوث صمدانی علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام بتاریخ یازدہم ربیع الآخر فاتحہ چہلم پیغمبر ﷺ کردہ بودند آں نیاز آنچناں مقبول و مطبوع افتاد کہ در ہر ماہ بتاریخ یازدہم فاتحہ رسول خدا ﷺ مقرر فرمودند و دیگر اتباع حضرت غوث پاک بتقلید دے علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام یازدہم میکردند آخر رفتہ رفتہ یازدہم حضرت محبوب سبحانی مشہور شد الحاصل مردم فاتحہ حضرت شاں در یازدہم میکنند و تاریخ وصال غوث الاعظم ہفتدہم ربیع الثانی ہست

بالاتفاق اور تیجا وغیرہ بھی درست ہے چنانچہ عین العلم شرح زین العلم صفحہ ۱۲۶ میں میاں حضرت ملا علی قاری صاحب محدث نے تحریر کیا ہے "ویتصدق الولی قبل مضی لیلة بشئی ان تیسر" یعنی تصدق کند حولی از پیش گذشتن شب اول بچیزے اگر میسر آید ورنہ بگذارد دو رکعت نماز بسورت فاتحہ و آیة الکرسی و سورت تکاثر دو مرتبہ در ہر رکعت و بخشد میت را ثواب آنہا و سلام زیر قبور بر مردگاں وایستادہ شود پشت بقبلہ "و یواظب علی الصدقة سبعة ایام" "و مواظبت کند حولی بر تصدق کردن از جانب میت تا ہفت روز اور اسکے حاشیہ پر لکھا ہے کہ میت اس وقت مانند ڈوبنے والے کی ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مجھے اس تکلیف سے نجات دلائے لہذا سات یوم تک اس کے لئے صدقہ و قرآن مجید و نماز نفل پڑھ کر بخشنا چاہئے اور ہمارے تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع خیر القرون سے لے کر متواتر چلا آتا ہے اس سے انکار کرنا معتزلہ و فرقہ وہابیہ نجدیہ کا کام ہے اور اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت بخشے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

﴿استفتاء﴾

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم"

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شخص جمعہ کو بدوں شرائط فرض سمجھتا ہو اور احتیاط الظہر کو فضول اور بدعت کہتا ہو کیا ایسا شخص اپنے آپ کو حنفی کہلا سکتا ہے اور حنفی مذہب والے کی نماز ایسے شخص کے پیچھے درست ہے یا نہیں۔ اور حنفی لوگ ایسے عالم کے فتوی پر اعتبار کریں یا نہ۔ بینوا توجروا۔ (السائل خادم شریعت نظام دین ملتانی حنفی قادری سہروردی وزیر آباد)

الجواب: بیشک جن بلاد کے مصر ہونے میں شک ہو وہاں احتیاط الظہر صاحب شامی نے واجب لکھی ہے اور بلاد ہندوستان کے مصر ہونے میں شک ہے بوجہ اختلاف مصر کے احتیاط الظہر پڑھنی واجب ہے۔

"نقل المقدسی عن المحیط کل موضع وقع الشک فی کونة مصراً ینبغی لهم ان یصلوا بعد الجمعة اربعاً بنیة الظهر حتی انه لولم تقع الجمعة موقعها یخرجون عن عهدة فرض الوقت باداء الظهر لکن بقی الکلام فی تحقیق انه واجب او مندوب اما عند قیام الشک والاشتباه فی صحة الجمعة فالظاهر الوجوب انتهی"

ایسا ہی کبیری شرح منیہ اور فتاویٰ عالمگیری میں ہے احناف کرام متفق ہیں کہ جمعہ بشرائط فرض ہے۔ بلا شرائط فرض نہیں۔ پس مجیب صاحب اب ہندوستان میں جمعہ بلا شرائط فرض سمجھتے ہیں اور احتیاط الظہر کو فضول جانتے ہیں پس فرقہ احناف کرام سے خارج ہیں پابندان مذہب حنفی کو لازم ہے کہ اسکے فتوی پر ہرگز ہرگز عمل نہ کریں بلکہ ایسے مسائل ضرور میں کسی عالم حنفی کی طرف رجوع کریں فقط حررہ محمد عالم امام مسجد گنٹی بازار لاہور مدرس نعمانیہ ۳۰ ذیقعدہ ۱۳۳۵ھ

احناف کرام نے جمعہ کے شرائط اور وجوب ثابت کئے ہیں بغیر ان کے جمعہ فرض نہیں لہذا جو شخص منکر شرائط ہے وہ اہل احناف سے خارج ہے۔ جمال الدین عفی عنہ مدرس نعمانیہ لاہور۔

(حررہ المجیب فهو فیه مصیب نور اللہ خان متوطن ضلع کیمبلپور حال لاہور امام مسجد نعمانیہ لاہور)

غیر مقلدوں کو وہابی کہنا ان کی کتابوں سے ثابت ہے:

چنانچہ مولوی محمد حسین قاضی ساکن اچھرا ضلع مالوان کتاب منجی المومنین فی تنبیہ (المشرکین) صفحہ ۱۶۴ مطبوعہ صدیقی لاہوری میں یوں تحریر ہے۔

کہیں بدبختی جن کو ہیں یہ وہابی وہی ہیں حقیقت میں پیرو صحابی منافق کے جیسا نہ مذہب رکابی
نہیں ہیں یہ زانی شرابی کبابی وہابی کے معنے ہیں رحمان والا کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا
خدا اور نبی کا ہے تابع وہابی ہے شرک اور بدعت کا مانع وہابی رسوم کفر کا ہے مانع وہابی
طریق جہالت کا قاطع وہابی وہابی کے معنی ہیں رحمٰن والا کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا
رسول خدا پر ہے قرباں وہابی طریق نبی پر ہے قرباں وہابی صحابہ نبی پر ہے قرباں وہابی
اور آل نبی پر ہے قرباں وہابی وہابی کے معنی ہیں رحمان والا کچھ اور ہی سمجھتا ہے شیطان والا

لیکن فقیر کہتا ہے کہ فرقہ وہابیہ نجدیہ کا اللہ تعالیٰ کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرنا غلط ہے دیکھو صاحب شامی جلد سوم باب البغاۃ و کتب تاریخ و احادیث میں مذکور ہے کہ یہ وہ گروہ ہے جس کی نسبت آپ نے فرمایا "اھنک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان" یعنی ملک نجد سے زلزلے اور فتنے اٹھیں گے اور اس سے ظاہر ہو گی امت شیطان کی سواس کے مطابق ۱۲۲۱ھ میں محمد بن عبدالوہاب نجدی نے ایک نیا مذہب نکالا اور کعبۃ اللہ پر چڑھائی کی اور بزرگان خدا و شہداء کے مزاروں کو گرایا۔ اور لوگوں کو قتل کیا حالانکہ اپنے آپ کو مسلمان اور علمائے دین کو دھوکا دینے کے لئے اپنے آپ کو حنبلی کہلایا اور کتاب التوحید بنائی جس کا ترجمہ تقویۃ الایمان اب بھی موجود ہے جس پر وہابی ناز کرتے ہیں۔ اور اس سے دلائل اخذ کرتے ہیں غرضیکہ ۱۳۲۳ھ میں یہ گروہ مغلوب ہو گیا۔ اور سلطان روم نے ان پر فتح پائی۔ کچھ خفیہ طور پر ہند میں آ گئے مگر یہ گروہ باغی ثابت ہوا پھر جھٹ اپنے آپ کو محمدی مذہب اور عامل بالحدیث اور موحد کہلانے لگ گئے وغیرہ مفصل ذکر ان کا جلد سوم میں دیکھیں۔

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

خطبۃ عید الفطر

"اللہ اکبر☆ اللہ اکبر☆ لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر☆وللہ الحمد☆الحمدللہ الذی انزل شہررمضان وجعلہ الیہ سبیلنا ووسیلتنا للمغفرۃ والرحمۃ والغفران☆اللہ اکبر☆اللہ اکبر☆لاالہ الااللہ واللہ اکبر☆ وللہ الحمد☆ سبحان من نورقلوب العارفین بنور الھدایۃ والعرفان☆اللہ اکبر☆اللہ اکبر☆لاالہ الااللہ واللہ اکبر☆ وللہ الحمد☆سبحان من فتح للصائمین ابواب الرحمۃ والرضوان☆اللہ اکبر ☆اللہ اکبر☆لاالہ الااللہ واللہ اکبر☆وللہالحمد☆سبحان من انزل فی ھذالشہرالمبارک القران العظیم☆اللہ اکبر☆اللہ اکبر☆ لا الہ الااللہ واللہ اکبر☆وللہ الحمد☆سبحان من انزل فی ھذہ اللیلۃ القدر سلام ھی حتی مطلع الفجر ☆ اللہ اکبر اللہ اکبر ☆لا الہ الااللہ واللہ اکبر☆ وللہ الحمد☆اشھد ان لاالہ الااللہ وحدہ لاشریک لہ واشھد ان محمدً عبدہ ورسولہ ☆ صلی اللہ تعالی علی خیر خلقہٖ محمدٍ والہٖ واصحابہٖ واتباعہ اجمعین☆،خصوصا علی اول الصحابۃ وافضلھم بالتحقیق☆امیر المؤمنین ابی بکرن الصدیق☆رضی اللہ تعالی عنہ☆وعلی اعدل الصحابۃ شیخ الصدق والثواب امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالی عنہ☆وعلی جامع القران کامل الحیاءِ والایمان ☆حبیب الرحمن عثمان بن عثمان☆رضی اللہ تعالی عنہ ☆ وعلی مظھر العجائب والغرائب اسد اللہ الغالب امیر المؤمنین علی ابن ابی طالب☆رضی اللہ عنہ ☆ وعلی عمیہ الشریفین المطھرین اشرف الناس الحمزۃ والعباس☆رضی اللہ تعالی عنھما وعلی سیدۃ النساءِ الفاطمۃ الزھراءِ بنت خاتم الانبیاء رضی اللہ تعالیٰ عنھا وعلی الامامین الھمامین السعیدین الشھیدین المقتولین المغفورین ابی محمدنِ الحسن وابی عبد اللہ الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنھما وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین☆وعلی الملئکۃ المقربین☆وعلیٰ عباد اللہ الصالحین☆برحمتک یا ارحم الراحمین☆"

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾

خطبۃ عید الضحیٰ

"بسم اللہ الرحمن الرحیم☆الحمدللہ رب العلمین☆اللہ اکبر☆ اللہ اکبر☆لاالہ الا اللہ واللہ اکبر☆اللہ اکبر☆وللہ الحمد☆سبحان من جعل الکعبۃ الشریفۃ لعبادۃ الخواص والعوام وَمَنّ عَلَیْھِم استجابۃ الدعوۃ والتجاوز عن الذنوب والاحترام☆ووعد المؤمنین بدخولٍ من ابواب مشعر الحرام☆اللہ اکبر☆اللہ اکبر ☆لاالہ الااللہ واللہ اکبر☆اللہ اکبر☆وللہ الحمد☆سبحان من جعل قبلۃً للمصلین فی اللیالی والایام☆اللہ اکبر☆اللہ اکبر☆لاالہ الااللہ واللہ اکبر☆اللہ اکبر☆وللہ الحمد☆سبحان من صیر الکعبۃ انعاما للانام

يعث اشتياقه وشوق لقائه قلوب عباده الكرام حتى تركوا الاولاد والاوطان فى كل عام ويمشون مسير مكبرين باقتداء ابراهيم خليل الرحمن☆صلى الله تعالى على سيدنا محمد وعليه السلام☆الله اكبر☆الله اكبر☆ لا اله الا الله والله اكبر☆ولله الحمد ونشهد ان لااله الاالله وحده لاشريک له ونشهد ان سيدنا محمد عبده ورسوله صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وسلم ☆خصوصاً على اول الصحابة وافضلهم بالتحقيق امير المؤمنين ابى بكر الصديق رضى الله تعالى عنه وعلى اعدل الصحابة شيخ الصدق والصواب امير المؤمنين عمر ابن الخطاب رضى الله تعالى عنه وعلى جامع القران كامل الحياء والايمان حبيب الرحمن امير المؤمنين عثمان بن عفان رضى الله تعالى عنه☆وعلى مظهر العجائب والغرائب اسد الله الغالب من كل غالب امير المؤمنين على ابن ابى طالب رضى الله تعالى عنه وعلى عميه الشريفين المطهرين من الادناس الحمزة والعباس رضى الله تعالى عنهما☆وعلى سيدة النساء الفاطمة الزهرآء رضى الله تعالى عنها☆وعلى الامامين الهمامين السعيدين الشهيدين المقتولين المغفورين ابى محمد الحسن وابى عبد الله الحسين رضى الله تعالى عنهما وعلى من تبعهم من الناس والمهاجرين والانصار والتابعين الابرار الى دار القرار وسلم تسليماً كثيراً كثيراً برحمتک يا ارحم الراحمين☆"

خطبة جمعة المبارك

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِى ابْدَعَ الوجود من العدم هو خالق هو رازق هو فاتح هو فائق هو ناصر بعبادهٖ هو كاسر لمضاده برهانه غلب العدى سُلْطَانُهٗ بَلَغَ الْعُلٰى ثم الثناء لِرَسُوْلِهٖ هُوَ وَاسِطٌ لِوُصُوْلِهٖ احمد محمد مصطفى خير الورى نور الهدى اصحابه اَحْبَابُهٗ اَوْلَادُهٗ اَكْبَادُهٗ صديقه اهل الصفا فاروقه ذوالاجتبا زهرائه فى نوره سبطاه سير سروره يا قوم مرت بالقفا توبوا الى الله بالصفا يَغْفِرُ ذُنُوْباً كلها اعنى الدقاق وَجِلَّها واذكره ذكراً دائما حبا قعوداً قائما سر فى سَبِيْلِ ثنائهٖ كن راضياً بِقَضَائِهٖ يَا رَبِّ اٰتِ رِجَائَنا بالفضل اعف خَطَايَانا والشكر لله الذى بيديه انواع النعم هو فى الْمَوَاعِدِ صَادِقٌ فيضانه اعلىٰ وعم لاشک فى ارشادهٖ وبل لعباد الصنم غفرانه ستر اللعى رضوانه اولى اهم سبب لحسن قبولهٖ هو مظهر الفيض الاتم فخر الرسل والانبياء اعلى لوائه العلم احبابه امجاده اتباعه خير الامم عثمانه عين الحيا المرتضى بحر الكرم عماه فى منشوره المعشر بشرى بالنعم من كل ذنبٍ قد مضى صدقا خلوصاً بالندام يحفظک ناراً علها يدخلک جنّت النعم فى حبه صبرها نما فى دينه ثابت قدم كى تحتظى بلقائهٖ فى الجنة دار القدم صرف عليک هو اننا امنح لنا على الهمم"

دیگر خطبہ جمعہ

﴿بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

سبحان من خلق الورىٰ الله جل جلاله ۔۔۔ سبحان من رفع السماء الله جل جلاله
سبحان من اجلى الغيا سبحان من كشف الدجى ۔۔۔ سبحان من وعد اللقا الله جل جلاله
سبحانه سبحانه و لقد تعالىٰ شانه ۔۔۔ ملک المحامد والثنا الله جل جلاله
لهداية بعناية و لدعوةٍ بشريعةٍ ۔۔۔ فى الخلق بعث الانبياء الله جل جلاله
خلق الخلائق كلها بصغارها و كبارها ۔۔۔ فاختار منه المصطفىٰ الله جل جلاله
قد بعثه من رحمةٍ للعلمين و حكمةٍ ۔۔۔ اعطاه اعلام الهدىٰ الله جل جلاله
و اعزه بخطابهٖ و بوحيهٖ و كتابهٖ ۔۔۔ حتى اراه ما رىٰ الله جل جلاله
قد حقه ببراقهٖ فوق السماءِ وعرشهٖ ۔۔۔ اسرىٰ به ليل السرىٰ جل جلاله
و قد اجتباه بعلمهٖ و بخلقهٖ و بحلمهٖ ۔۔۔ حتى محمد فى النبا الله جل جلاله
هو شافع لعبادهٖ و مشفع لعصاتهٖ ۔۔۔ ولسوف يعطيه الرضاء الله جل جلاله
هو قاتل لعدانه ليسوفه و غزاتهٖ ۔۔۔ اياه ايد بالملاء الله جل جلاله
بلغ العلىٰ بكمالهٖ غلب الورىٰ بنوالهٖ ۔۔۔ صلّى عليه وارتضىٰ الله جل جلاله
اصحابه بحضورهٖ يستعرفون بنورهٖ ۔۔۔ قد قال فى اصحابنا الله جل جلاله
لاسيما صديقهٖ و رفيقهٖ و عتيقهٖ ۔۔۔ اعطاه شرفا بالصفا الله جل جلاله
ثم النصير بفضلهٖ عمر الامير بعدلهٖ ۔۔۔ قد جعله نعم الفتا الله جل جلاله
ثم الفتا المقتدى عثمان مصباح الهدىٰ ۔۔۔ اعطاه حلماً والحيا الله جل جلاله
ثم العلى المرتضىٰ يا حبذا خير الفتىٰ ۔۔۔ يسقى بيده الكوثر الله جل جلاله
فالحسن احسن امةٍ واخوه اجمل خلقةٍ ۔۔۔ بشهادةٍ احياه الله جل جلاله
والفاطمة بنت النبى فى جنة الخلد التى ۔۔۔ قد جعله خير النساءِ الله جل جلاله
ثم الامير عمه عباس سيد قومهٖ ۔۔۔ قد ستره بيد الرضا الله جل جلاله
وكذا لک الشيخ الولى هو همزة عم النبى ۔۔۔ اهراق دمه فى الغوا الله جل جلاله
رب ارض عنهم اجمعين وارحم لاصحاب اليقين ۔۔۔ وجزالهم خير الجزا الله جل جلاله
احسن الينا باالكرم وامنن علينا بالنعم ۔۔۔ ولسوف يعطينا المنا الله جل جلاله
ثم اعطف عنا ربنا واغفر بفضل ذنبنا ۔۔۔ ترجوا يجاوز عن خطا الله جل جلاله
فاذكر لذيک يآاخى بلسان باطنک الخفى ۔۔۔ علم الجهار والخفى الله جل جلاله
واسجد اليه خاشعاً واركع له متواضعاً ۔۔۔ واعبد كانک قد ترىٰ الله جل جلاله

(بخط احقر غلام سرور قادری رضوی عفی عنہ نزد فریدی مسجد غلام آباد لائلپور پلاٹ نمبر ۱۰۷ ڈی)

خطبه ثانیه

"بارک الله لنا ولکم فی القرآنِ العَظِیم وَنَفَعَنا وَاِیّا کُمْ بِالایاتِ وَالذکرِ الحَکِیم☆ اِنَّه تعالی جواد کریم مَلِکٌ بَررؤف رحیم☆ بعد تسبیح جلسه کند ایں خطبه بخواند. اَلحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا من یهده الله فلا مُضِل له ومن یضلله فلا هادِیَ له وَنَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْہَدُ اَن محمد عَبْدُه ورسوله☆ صَلَّی الله تعالی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ واتباعه وعلی کل طاعتک اَجْمَعِین☆ عبادالله رحمکم الله ان الله یأمرکم بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینهیٰ عن الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ وَالْبَغْیِ یعظکم لعلکم تذکرون اذکروا الله یذکرکم وادعوه یستجب لکم ولذکر الله تعالی اعلی واولی واعز واجل واهم واتم واکبر"

جلد دو از دهم تمام شد

تصحیح کننده فقیر ابو المنصور محمد صادق قادری رضوی غفرله

از فتاوی مناظر اسلام حضرت مولانا نظام دین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم﴾

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ تمام اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل محمد شفیع طالب علم)

الجواب : تمام اشیاء سے اول اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور پیدا فرمایا چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔

"عن جابر ابن عبد اللہ الانصاری قال قلت یا رسول اللہ ﷺ بابی انت وامی اخبرنی عن اول شئ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیآءِ قال یاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیآءِ نور نبیک من نورہ"

(الحدیث نقل از مواھب لدنیہ جلد اول صفحہ ۹ وحجۃ العالمین صفحہ ۲۱۲ ونزھۃ المجالس ومدارج النبوۃ وتفسیر بحر العلوم سنی)

یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ میرے والدین آپ کی ذات والاصفات پر قربان ہوں مجھے خبر فرمایئے کہ تمام اشیاء کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا ہے۔ یعنی آپ کے نور کے فیض سے پیدا کیا اور اسی نور سے عرش وکرسی لوح وقلم ارواح جنت دوزخ وغیرہ کو پیدا کیا۔ نیز مدارج النبوۃ وتفسیر روح البیان ومکتوبات حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے صفحہ ۱۸۷ جلد سوم مطبوعہ نولکشور میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہے "قال علیہ الصلوٰۃ والسلام خلقت من نور اللہ" یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ "اول ماخلق نوری"

یعنی تمام چیزوں سے اول اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو پیدا کیا۔ اور صاحب مواھب لدنیہ نے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔

"ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولاقلم ولاجنۃ ولانار ولاملک ولاسماء ولا ارض ولاجن ولا انس" الخ

اور مدارج النبوۃ جلد ۲ مطبوعہ نولکشور صفحہ ۲۷۷ میں نیز بایں طور حدیث مسطور ہے۔

"قال قال رسول اللہ ﷺ انا من نور اللہ والمومنین من نوری وفی روایۃ انا من اللہ والمومنون من نوری"

یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میں اللہ تعالیٰ کے نور سے ہوں اور تمام مومن میرے نور سے ہیں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں اللہ سے ہوں اور باقی مومن میرے نور انوار سے ہیں اور تفسیر روح البیان جلد اول تحت آیت کریمہ ﴿ قد جاء

کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ﴾ کے بایں طور الفاظ کے لکھا ہے۔

"واعلموا ان اللہ تعالٰی بعث النبی ﷺ نورِ لیبین حقیقۃ خط الانسان من اللہ تعالٰی و انہ تعالٰی سمی نفسہ نورا لقولہ تعالٰی اللہ نور السموات والارض"

ترجمہ: جان لے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے حبیب کو نور بنا کر بھیجا جو کہ اللہ تعالٰی سے انسان کی حقیقت ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنا نام نور رکھا ہے چنانچہ فرمادیا ہے "اللہ نور السموات والارض" چونکہ زمین اور آسمان نیستی کے ظلمت میں چھپے ہوئے تھے تو اللہ تعالٰی نے ان کو ایجاد کر کے ظاہر کر دیا اور اپنے حبیب کا نام بھی نور رکھا۔ چنانچہ خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے۔ "اول ماخلق اللہ نوری "پھر اللہ تعالٰی نے جہاں کو تمام اشیاء کے ساتھ آپ کے نور سے بعض کو بعض سے پیدا کیا پس جب موجودات آپ کے نور سے بعض کو بعض سے پیدا کیا۔ پس جب موجودات آپ کے نور مبارک کے وجود سے ظاہر ہوئی تو آپ کا نام نور رکھا اور آنحضور نے فرمایا "انا من اللہ والمؤمنین منی" اور فرمایا اللہ تعالٰی نے ﴿قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ﴾ من عینہ۔ ترجمہ عبارت روح البیان اور کتاب مواہب لدنیہ جز اول صفحہ ۷۵ میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ یہ آقائے نامدار ﷺ قریش ہزار سال پیشتر آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے اللہ تعالٰی کے آگے نور تھے۔ اور وہ نور خدا کی تسبیح کرتا تھا اور اس کی تسبیح کے ساتھ فرشتے بھی تسبیح کرتے تھے اور جب کہ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور زمین پر اتارے گئے تو ان کی پشت مبارک میں یہ نور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ڈالا گیا اور انکے بعد حضرت نوح علیہ السلام کی پشت میں۔ پھر حضور فرماتے ہیں کہ مجھے کئی پشتوں سے اللہ تعالٰی نے کریم پشتوں سے منتقل فرماتے ہوئے میرے والدین کی پشت اطہر سے اظہار فرمایا ہکذا فی شفا قاضی عیاض ونسیم الریاض وخصائص کبریٰ صفحہ ۳۹ اور تفسیر ابوالسعود وفتح البیان ونیشاپور غرائب القرآن وغیرہ تفاسیر میں تحت آیت کریمہ ﴿قَدْ جَآءَ کُمْ مِنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّ کِتَابٌ مُّبِیْنٌ ﴾ کے لکھا ہے نور سے یہاں مراد وجود مسعود آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ اور حقیقت میں یہ نور آفتاب وماہتاب سے کئی لاکھوں درجہ زیادہ ہے چونکہ ماہتاب تو ایک حد تک پہنچ کر گھٹنے لگ جاتا ہے لیکن آپ کی ذات کا نور دن بدن ترقی پر ہے۔ چنانچہ قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿وَلَلْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ لَّکَ مِنَ الْاُوْلٰی﴾ اور آفتاب تو بوقت شب زمین کی آڑ لے کر عالم میں اندھیرا لگا دیتا ہے لیکن آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ باوجود زمین تشریف لے جانے کے ہر عالم کے اہل کو نور سے معمور فرما رہے ہیں اور امام زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کی ذات کا سایہ نہ تھا نہ آفتاب میں نظر آتا اور نہ ہی ماہتاب میں

"لم یکن صلی اللہ علیہ والہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانہ کاف نورا عن ابن عباس لم یکن للنبی ﷺ ظل"

(نقل از تفسیر مدارک سورہ نور صفحہ ۳۳ جلد ۳)

"ظن المؤمنین والمؤمنات بانفسہم" کے حدیث بایں الفاظ مسطور ہے۔

"و عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ انا قاطع بکذب المنافقین لان اللہ عصمک من وقوع ذباب علی جلدک لانہ یقع علی النجاسات وفیہ ایضا قال عثمان رضی اللہ تعالی عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذلک الظل"

اور امام مناوی شرح جامع الصغیر میں لکھتے ہیں۔

"انہ ﷺ کان یبصر ممن خلفہ لانہ کان یری من کل جہۃ من حیث کان نوراً کلہ وھذا من عظیم معجزاتہ ﷺ ولھذا کان لاظل لہ"

مطلب اس کا یہ ہے کہ آپ کا دیکھنا اپنی پشت مبارک کے پیچھے سے یہ خاص حالت نماز میں نہیں تھا بلکہ ہر وقت آپ کا آگے اور پیچھے اور ہر جہت سے دیکھنا اظہر من الشمس ہے اور چونکہ آپ نور تھے اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا اور یہ معجزہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بڑا اعلیٰ تھا اور امام زرقانی نے کہا شرح مواہب میں لکھا ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر اس لئے دکھائی نہیں دیتا تھا کہ بے دین لوگ آپ کے سایہ کو پامال نہ کریں اور کہا بعض علمائے دین محققین نے کہ آپ نور تھے اور آپ کا نور غالب آفتاب وماہتاب پر رہتا تھا اس لئے آپ کی ذات کا سایہ نظر نہیں آتا تھا اور اگر کبھی حرارت ظاہر ہوئے لگتی تو بہت بادل مبارک پر سایہ کر لیتا۔ اور شمائل ترمذی میں ہے کہ آپ اندھیری رات میں روز روشن کی طرح دیکھتے تھے اور کتاب خصائص کبریٰ صفحہ ۶۱ میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو فرمایا کرتے کہ تمہارا رکوع وخشوع مجھ پر پوشیدہ نہیں میں تم کو اپنی پشت کے پیچھے دیکھتا ہوں اور کتاب بخاری باب خشوع فی الصلوٰۃ میں ہے کہ جب آپ بات کرتے تو آپ کے دندان مبارک سے نور نکلتا نظر آتا تھا۔ اور کتاب خصائص الکبریٰ لجلال الدین سیوطی جز اول صفحہ ۳۷ میں ہے کہ جب آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں اور اسی صفحہ ۳۷ میں ہے کہ آپ کے وجود مقدس جیسا کوئی وجود لطیف اب تک نہیں پیدا ہوا اور نہ ہی ہوگا اور تحفۃ المراد کے صفحہ ۲۵ میں ہے کہ اصحاب فرماتے ہیں کہ قسم بخدا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا چہرہ بھی چاند چودھویں کی طرح دکھائی دیتا تھا اور اسی کتاب غایۃ المراد صفحہ ۲۵ میں لکھا ہے کہ حلیمہ سعدیہ سے ایک عورت نے جس کا نام ام خولہ سعدیہ تھا۔ اس نے پوچھا کہ تو تمام رات روشنی چراغ کی رکھتی ہے اس کا سبب کیا ہے مائی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا خدا کی قسم جب سے رسول خدا ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے ہیں مجھے چراغ جلانے کی ضرورت نہیں رہی اور یہ جو تورات کو دیکھتی ہے وہ حسن وجمال آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ کا ہے۔

اور کتاب مطالع المسرات وحرز الایمان صفحہ ۱۰ میں ہے حضرت امام ابوالحسن اشعری سے مروی ہے۔

"قد قال الاشعری انہ تعالی نوراً لیس کالانوار والروح النبوۃ القدسیۃ لمعۃ من نور والملائکۃ شرر تلک الانوار وقال ﷺ اول ماخلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شئی"

اور تاریخ خمیس میں ہے "عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اول ماخلق اللہ نوری" اور

مواہب لدنیہ میں مسطور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کا نور تمام انبیاء علیہم السلام کے سامنے کیا اور کہا ان کو کہ دیکھو تم اس کو پس جب کہ دیکھا انہوں نے تو آپ کی ذات کا نور غالب ہوا اور ان سب کے نور کو اس نور نے دبا لیا۔ تب ان کے نور نے عرض کیا کہ اے ہمارے مالک یہ کس شخص کا نور ہے حکم ہوا یہ ہمارے پیارے نبی ﷺ کا نور ہے تم سب اس کے ساتھ ایمان لاؤ تو پھر تم کو نبوت کا منصب حاصل ہوگا تب سب ارواح انبیاء علیہم السلام نے آپ کی نبوت پر اقرار کیا اور ایمان لائے۔ چنانچہ قرآن مجید اس پر شاہد ہے ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ الآية﴾ پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی ﷺ واقعی انوار صمدیہ سے نور تھے اور آپ کی ذات والاصفات کا نور بھی قدیم تھا جس کو قدیم مجازی کہتے ہیں اور یہ نور تمام انبیاء علیہم السلام کی نبوت و ذات کے لئے اصل تھا اور یہ نور محمد ﷺ عدم کو جو ظلمت سے مناسبت تھی اور وجود کو نور سے تھی اس میں فرق کرنے والا ہے۔ اور یہ نور سرتاج الانبیاء و اولیاء اور تمام کائنات کا ہادی بن کر ہدایت و معرفت لم یزل ولا یزال کے فرمان ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ﴾ کے پورا کرنے کے لئے لباس بشریت میں تشریف فرما ہوئے اس لئے تمام مسلمانان کو لازم ہے کہ آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ کو نوری تصور کریں۔

کلیمے کہ چرخ فلک طور اوست　　همه نور ها پرتو نور اوست

اور باقی ذکر سلطان فقہ جلد پنجم میں ملاحظہ فرمائیں اور ان اشعار کو پڑھ کر اپنے ایمان کو تازہ کریں فقط والعلم عنداللہ

(المجیب خادم شریعت نظام الدین حنفی قادری سروری عفاعنہ)

ابیات

محمد شمع ایوان نبوت　　محمد مشعل بزم فتوت
محمد آفتاب مشرق نور　　محمد ماہتاب مطلع سور
محمد مظہر سر الٰہی　　محمد کان نور لاتناہی
محمد باعث تخلیق عالم　　محمد مفخر حوا و آدم
محمد رحمۃ للعالمین ہیں　　بروز دیں شفیع المذنبیں ہیں
نہ ہوتے وہ تو کل عالم نہ ہوتا　　کبھی تخم ظہور اللہ نہ ہوتا

"اللھم صل علی محمد و علی ال سیدنا محمد و بارک وسلم"

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس بارہ میں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مظہر الٰہی کہنا جائز ہے کیا اگر وہ نہ ہوتے تو خداوند عالم کی ذات کا ظہور عالم میں نہ ہوتا۔ بینوا توجروا۔ (السائل مسکین عبدالستار صوفی)

الجواب: بیشک آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ باعث مظہر ازل و لا یزال کے ہیں۔ چنانچہ یہ مضمون حدیث قدسی

ہے بایں الفاظ ظاہر ہوتا ہے "لو لامحمد لما اظهرت ربو بيتى رواه الحاكم " یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اگر نہ ہوتے محمد ﷺ تو نہ ظاہر کرتا میں اپنی ربوبیت کو نقل کیا ہے اس حدیث قدسی کو حاکم نے اور صاحب ہدیۃ الحرمین نے صفحہ ۳۴ میں نیز حدیث قدسی بایں الفاظ ابن عساکر میں موجود ہے۔

"ماخلقت خلقا اكرام علىّ منک ولقد خلقت الدنيا واهلها لاعرفهم كرامتک ومنزلتک عندى ولولاک ماخلقت الدنيا رواه ابن عساكر"

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا کیا میں نے مخلوقات سے بزرگ تر نزدیک اپنے تجھ سے (یعنی اپنے حبیب سے) البتہ تحقیق پیدا کیا میں نے دنیا اور مرتبہ تیرا جو کہ نزدیک میرے اور اگر نہ ہوتا تو اے میرے حبیب تو نہ پیدا کرتا میں عالم دنیا کو روایت کیا ہے اس حدیث کو ثقہ ابن عساکر نے اور کتاب دیلمی اور حاکم و معجم طبرانی صفحہ ۲۰۷ میں نیز مسطور ہے کہ جب آدم صفی اللہ علیہ السلام نے عرش معلی کی طرف نظر اٹھائی اور چمکتا ہوا نور دیکھا تو عرض کیا کہ اے مالک الملک یہ کیسا نور ہے تو جواب ملا۔

" هذا نور نبى من ذريتک اسمه فى السمآءِ احمد وفى الارض محمد لولاه ماخلقتک ولاخلقت السماء والارض "الحديث .

اور حضور فرماتے ہیں۔

" اتانى جبرائيل فقال ان الله تعالىٰ يقول لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار "الحديث

اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کتاب کبیر صفحہ ۵۹ حدیث "لولاک لماخلقت الافلاک "کو تحریر فرمایا اور بطور جرح کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث معناً صحیح ہے۔

"لكن معناه صحيح لقد روى الديلمى عن ابن عباس رضى الله تعالى عنهما مرفوعاً اتانى جبريلؑ فقال يامحمد لولاک ماخلقت الجنة ولولاک ماخلقت النار وفى رواية ابن عساكر لولاک ماخلقت الدنيا الحديث"

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اگر خداوند کریم لم یزل ولایزال ﴿لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ﴾ اپنے حبیب صاحب لولاک کو پیدا نہ کرتا تو اپنی ربوبیت کو بھی ظاہر نہ کرتا اور نہ ہی دوزخ ہوتا اور نہ ہی جنت اور نہ ہی عالم دنیا پس یہ تمام اسباب کائنات بواسطۂ آقائے نامدار احمد ﷺ کے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے اور اپنے حبیب کے واسطے سے اپنے اسماء ذاتیہ وصفاتیہ وفعلیہ کا اظہار فرمایا اور اپنے حبیب کو ﴿مَارَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ﴾ کے لباس میں محفوظ فرما کر ﴿وَرَفَعْنَا لَکَ ذِكْرَكَ﴾ کے کلمہ کو اہل قلوب کی زبان پر سوزش سے عالم کونین میں جاری کرادیا اور اپنی توحید و ربوبیت کا مظہر اپنے پیارے حبیب کو بنادیا۔

نہ ہوتے وہ تو کل عالم نہ ہوتا قسم اللہ ظہور اللہ نہ ہوتا

فقط۔ ﴿وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ﴾

العجب حررہ ابو المنصور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفاعنہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات والاصفات بشر تھی یا نور۔ پس اس بارہ میں کیا اعتقاد رکھنا چاہئے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: بیشک نبی علیہ الصلوۃ والسلام ظاہراً تو سید البشر تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

یاصاحب الجمال ویاسید البشر من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کماکان حقہ بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس انسان کو چاہئے کہ اس امر پر اعتقاد رکھتے ہوئے حقیقت محمدی ﷺ کی پہچان کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرے اور اسی سے ایمان کو تازہ کرے۔ اور اس مقام عبودیت میں زبان چون وچرا کو بند رکھے لقولہ علیہ الصلوۃ والسلام نقل "از صلات الصفایا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی" یعنی اے ابابکر صدیق نہیں پہچانا کسی نے میری حقیقت کو بدوں پروردگار اپنے کے اور حدیث قدسی میں ہے کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے "لولامحمد لما اظھرت الربوبیۃ رواہ الحاکم" یعنی اگر نہ ہوتے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ تو میں اپنی ربوبیت کو ہرگز ظاہر نہ کرتا نقل کیا ہے اس حدیث قدسی کو امام حاکم نے اور قرآن مجید میں ہے کہ آقائے نامدار ﷺ ماسوائے اللہ تعالیٰ کے تمام کائنات کے لئے باعث رحمت ہیں اور آپ کا جسم اطہر تمام کا تمام رحمت ہے۔ ﴿وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ اور عالم کہتے ہیں ماسوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اور کتاب تجلی الیقین صفحہ ۲۵ میں حدیث قدسی بایں الفاظ مسطور ہے۔

"یامحمد انت نوری وسر سری وکنوز ھدایتی وخزائن معرفتی وجعلت نورالک ملکی من العرش الی ماتحت الارضین کلھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاءک یا محمد"

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے یا محمد تو میرے نور کا نور ہے اور میرے راز کا راز ہے اور میری ہدایت کی کان اور میری معرفت کا خزانہ اور میں نے تو اپنا ملک عرش سے لے کر تحت الثریٰ سب تجھ پر قربان کردیا اور جو عالم میں ہے سب میری رضا کے جویاں ہیں لیکن اے میرے حبیب میں تیری رضا چاہتا ہوں۔

اور اسی کتاب کے صفحہ ۶۲ بحوالہ شرح شفا ملا علی قاری علیہ الرحمۃ سے یوں حدیث نقل فرمائی ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے بفرمان خداوند کریم ان الفاظ سے آقائے نامدار ﷺ پر سلام پیش کیا "السلام علیک یااول السلام علیک یااخر السلام علیک یاظاھر السلام علیک یا باطن" یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ الفاظ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جبرائیل کی زبان سے سنے تو فرمایا اے جبرائیل یہ صفتیں تو رب العلمین کی ہیں مخلوق کو یہ کیونکر مل سکتی ہیں جبرائیل نے عرض کیا یہ میں نے خود نہیں الفاظ کہے بلکہ بحکم خداوند کریم کہے ہیں اور آپ ان اوصاف سے موصوف ہیں چونکہ

"من قال لعلوی علویا بالاستخفاف فقد کفر لا تقبل توبته ولا عذره وان دعی سهوا او غلطا هکذا فی هدیۃ الحرمین"

یعنی کہا حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے منح الازہر میں کہ جس شخص نے کہا علوی کو علویا واسطے ہتکی کے پس بیشک وہ شخص (ملخصاً) کافر ہوا اور نہ مقبول ہوگی توبہ اس کی اور نہ عذر اس کا اگرچہ پکارا اس نے بھول چوک سے اور کتاب شامی وشفا شریف میں ہے جو شخص آپ کی ذات بابرکات کے کسی فعل پر نقص رکھے یا کوئی عیب پکڑے وہ کافر ملحد ہے اور مولانا روم علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے کہ مردان خدا کو اپنے اوپر قیاس نہ کرنا چاہئے چونکہ اہل مکہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر کہا اور مانا تو وہ کافر اور گمراہ مطلق ہو گئے۔

ابیات

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر ... گرچہ باشد در نوشتن شیر وشیر

ہمسری با انبیاء بر داشتند ... اولیاء را ہمچو خود پند اشتند

گفت اینک ما بشر ایشاں بشر ... ماؤ ایشاں بستۂ خوابیم وخور

جملہ عالم ایں سبب گمراہ شد ... کم کسے ز ابدال حق آگاہ شد

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ان الفاظ سے یاد کرنا چاہئے جن سے آپ کی ذات کی کسر شان و توہین ثابت نہ ہو اور اسی طرح آپ کی ذات کو بشر تصور کرنا محض توہین ہے جس سے ظاہر کفر ثابت ہوتا ہے اور ایسا کہنا کفار کا طریق ہے نہ اہل ایمان کا پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ان الفاظ کے کہنے سے اپنی زبانوں کو روکیں۔ ہاں اگر کوئی دریافت کرے کہ تم مسلمان اپنے نبی علیہ السلام کو خالق سمجھتے ہو تو اس وقت بیشک اس کے جواب میں کہو کہ اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خالق مخلوقات کا نہیں سمجھتے اور نہ ہی ہم اس کی جز و قرار دیتے ہیں بلکہ ہم تو اس خالق کا محبوب اور سید البشر وسلطان الانبیاء وصاحب علم الاولین والآخرین سمجھتے ہیں اور اسی پر اعتقاد رکھتے ہیں فقط والسلام مع الاکرام۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفاعنہ)

﴿استفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ جب قرآن مجید میں صاف لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر تھے ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ شاہد ہے اور نبی علیہ السلام نے خود فرمایا ہے کہ میں مانند تمہاری بشر ہوں تو پھر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بشر کہنے میں کیا کفر ہے اب سوال یہ ہے کہ زید کا یہ کہنا کہاں تک صحیح اور درست ہے کیا نبی ﷺ کا جسم اطہر ہماری طرح ہی تھا جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل مسکین حافظ رحمت علی از علی پور)

الجواب: زید کا یہ کہنا بالکل لغو اور بے سمجھی پر دال ہے کیونکہ حدیث صحیح میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے ابا بکر الصدیق میری حقیقت کو سوائے میرے پروردگار کے کسی نے نہیں پہچانا۔ اور کتاب مدارج النبوۃ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو اسمائے ذاتیہ سے پیدا فرمایا ہے وھو ہذا انبیاء مخلوق اند از اسمائے ذاتیہ حق و اولیائے از اسماء صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفات فعلیہ و سید المرسلین مخلوق است از ذات حق و ظہور حق وروے بالذات است۔ اور علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ کتاب مواہب لدنیہ صفحہ ۲۴۸ میں نیز ارقام فرمایا ہے کہ کمال ایمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ یہ ہے کہ انسان ایمان لاوے خداوند کریم پر کہ جس نے پیدا کیا بدن اطہر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کہ جس کے برابر و ثانی نہ کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کے بعد پیدا ہوگا یعنی آپ کی مثل و ثانی کوئی پیدا نہ ہوگا۔

"اعلم ان من تمام الایمان به ﷺ الایمان بین الله تعالیٰ جعل خلق بدنه الشریف علی اوجه لم یظهر قبله ولا بعده خلق ادم مثله ...... الخ"

اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات کی جلد ۳ میں نیز بایں الفاظ تحریر فرمایا ہے کہ پیدائش نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام افراد انسانوں کی طرح پر ہرگز نہیں ہے بلکہ تمام عالم میں کسی فرد کی پیدائش آپ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتی باوجود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام عنصری ہونے کے اللہ تعالیٰ کے نور سے تھے۔ جیسا کہ خود نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے "خُلِقْتُ مِنْ نُوْرِ اللهِ" "میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور یہ دولت کسی دوسرے کو میسر نہیں ہوئی اور کتاب بخاری و مسلم و مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث باب الوصال میں کئی حدیثیں بایں مضمون وارد ہوئی ہیں کہ جب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے صوم وصال رکھنے کی خواہش ظاہر کی اور اجازت خواہاں ہوئے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواباً ارشاد فرمایا "لست کاحدٍ منکم" "میں تمہارے کسی آدمی کی مانند نہیں ہوں۔ کیونکہ مجھے رب کی جانب سے کھانا پینا دیا جاتا ہے وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے "وانی لست مثلکم "اور فرمایا "لست کهیئتکم ان یطعمنی ربی ویسقینی "اور فرمایا "ایکم مثلی انی ابیت یطعمنی ربی ویسقینی "اور تفسیر حسینی اور تفسیر مجددی سورہ مریم و کتاب بحر الاسرار صفحہ ۶۱ میں لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہیئت وصورت شکل مبارک تین طرح پر تھی۔ بشری، ملکی، حقی چنانچہ مروی ہے

"روی عن النبی ﷺ کانت ثلثة صور الاول صورة بشریه کقوله تعالیٰ انما انا بشر مثلکم والثانی صورة ملکیه کقوله ﷺ لست کاحد کم انی ابیت عند ربی یطعمنی ویسقینی والثالث صورة حقیقة کقوله علیه الصلوٰة والسلام لی مع الله وقت لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل"

یعنی روایت کی گئی ہے کہ بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے تین صورتیں تھیں۔ پہلی صورت مبارک آپ کی بشری تھی برائے ظاہری بصارت والوں کے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ سوائے اس کے نہیں کہ بیشک میں تمہاری طرح ظاہر صورت پر بشر ہوں۔ اور دوسری صورت آپ کی فرشتہ کی ہے جیسا کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ نہیں ہوں میں مانند ایک

کا خیال کرو گے اور علاوہ اس کے میں کہتا ہوں کہ تمہاری عداوت آپ کی ذات کے ساتھ کیوں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کریم اپنے پیارے حبیب ﷺ کو نور اور "وبالمومنین رؤف الرحیم وحق المبین ورسول کریم وعلیم حکیم مومن مهیمن هادی مهدی سراج میرا وولی اولی بالمؤمنین واول اخر ظاهر باطن"

اور اوصاف اعلیٰ الفاظوں سے پکارا ہے تو پھر تم ان الفاظوں سے کیوں نہیں پکارتے اور اس حدیث "اول ماخلق اللہ نوری" جس کی نوبت حد تواتر تک پہنچ چکی ہے اس کے ساتھ کیوں ایمان نہیں رکھتے اور آیت کریمہ ﴿قَدْ جَآءَ كُمْ مِنَ اللهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ﴾ سے کیوں اعراض ہے کیا نوری جسم منافی بشریت کے ہوسکتا ہے ہرگز نہیں جیسا کہ قرآن مجید اس پر ناطق ہے کہ حضرت مریم کے پاس نوری فرشتہ لباس بشریت میں آتا ہے اور اپنا بشر ہونا ہی ظاہر کرتا ہے۔

﴿ولقوله تعالیٰ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا﴾ (پارہ ۱۶)

﴿ولقوله تعالیٰ هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ الْمُكْرَمِيْنَ﴾ (پارہ ۲۶)

﴿ولقوله تعالیٰ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا﴾ (پارہ ۱۲)

اور کتب احادیث اس پر شاہد ہیں کہ فرشتہ اکثر اوقات آپ کے پاس آتا تو لباس بشریت میں آتا جس کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی خود دیکھتے چنانچہ مشکوٰۃ و بخاری و مسلم میں ہے پس مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کی ذات بابرکات کو اعلیٰ القاب سے یاد کیا کریں اور توہین آمیز الفاظ سے بچا کریں اور اس آیت کریمہ کو اپنا معمول بنائیں اور اس سے سبق حاصل کریں۔

﴿قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ﴾ (سورہ یوسف)

یعنی جب کہ مصر کی عورتوں نے حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھا تو بے خودی سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی صفت بیان کرتی ہوئی بول اٹھیں کہ یہ کوئی بشر نہیں یہ تو خاص فرشتہ ہے اور حدیث صحیح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں ارشاد فرمایا ﴿وما خلقت خلقا احسن منک﴾ پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ آپ کے برابر اور آپ کا ثانی خلقا و خلقا کوئی بشر و ملک بھی نہیں ہے اور نہ ہی آپ کا نظیر کوئی فرد بن سکتا ہے لہٰذا زید وغیرہ نتھو خیرہ کا یہ کہنا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری طرح بشر ہی تھے صریح کفر ہے۔

"قال بعض العقلاء ان الارواح مساویة فی تمام الماهیة وقال الاخرون انها لاتساوی فی تمام الماهیة بل النفوس مختلفة فی الجواهر والماهیات بعضها خیر ومن العلائق الجسمانیة ظاهرة فهی مشرفة بالانوار الالهیة"

یہ عبارت تفسیر نیشاپور تحت آیت اللہ "اعلم حیث یجعل رسالته" میں مسطور ہے فقط واللہ اعلم۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی عفا عنه وربه آمنه)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فضلات پاک تھے یا نہیں۔ چونکہ ہمارے ایک حکیم صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ آپ کے تمام فضلات نجس ہماری طرح تھے کیا اس کا یہ کہنا کہاں تک صحیح اور درست ہے۔ جواب بسند الکتاب۔ (السائل نور محمد از منگووال ضلع سرگودھا)

الجواب : بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات پاک تھے ان کو نجس کہنا محض توہین وبے ادبی ہے جس سے ایمان کے زائل ہوجانے کا از حد خوف ہے۔ چونکہ ہمارے لئے ہر ایک چیز آپ کی ذات مقدس کی سبب رحمت وشفا تھی اور آپ کا جسم مبارک جوہر لطیف اور نوری تھا جس سے ہر وقت خوشبو آیا کرتی تھی اور آپ کے قارورہ سے بھی از حد خوشبو ظاہر ہوتی تھی اور جس جگہ آپ حاجت ضروری فرمایا کرتے تھے وہاں سے بھی عطر سے بڑھ چڑھ کر خوشبو آتی تھی چنانچہ ذیل کے دلائل سے معلوم ہوتا ہے اور اس لئے آئمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے فتویٰ طہارت فضلات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دیا ہے وہو ہذا۔

"اصح بعض المة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كما نقله فى المواهب اللدنيه من شرح البخارى للعينى"

نقل از شامی جلد اول صفحہ ۲۱۲ باب الانجاس اور کتاب مدارج النبوۃ مترجم صفحہ ۴۹ میں نیز تحریر ہے کہ آپ کی ذات والاصفات کے تمام فضلات پاک تھے اور ان کے پاک ہونے پر بہت دلائل ابن حجر نے بیان کئے ہیں اور کتاب مواہب اللدنیہ میں علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ نے بیشمار حدیثیں اس بارہ میں تحریر کی ہیں اور آپ کی فضلات کے پاک ہونے پر اجماع ثابت کیا چنانچہ خادم شریعت بطور اختصار کچھ دلائل تحریر کردیتا ہے وہو ہذا۔

حدیث نمبر ۱ : " عن ام ايمن قالت قام رسول الله ﷺ من الليل الى فخارة فى جانب البيت فبال فيها فقمت من الليل وانا اعطشا فشربت مافيها وانا لا اشعر فلما اصبح النبى ﷺ قال يا ام ايمن قومى فاهريقى ما فى تلك الفخارة قلت قد والله شربت مافيها قال فضحك النبى ﷺ حتى بكت نواجذه ثم قال اما والله لا تجعن بطنك ابداً الحديث رواه ابو احمد العساكرى "

نقل از کتاب التلخیص الجیری فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر صفحہ 11 از تالیفات علامہ عسقلانی علیہ الرحمۃ وکتاب مواہب اللدنیہ جلد اول صفحہ ۲۸۵ از علامہ قسطلانی علیہ الرحمۃ وشفا شریف مصری صفحہ ۴۵ مطبوعہ عثمانیہ۔

ترجمہ : یعنی حضرت مائی ام ایمن جنکو برکہ بھی کہتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں آپ کی خدمت گار تھی اور آپ کی ذات کا ایک پیالہ لکڑی کا تھا جس میں آپ رات کو پیشاب کیا کرتے تھے اور آپ کی چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا تھا اور آپ نے ایک رات اس میں پیشاب کیا کسی حصہ رات سے میں اٹھی اور مجھے سخت پیاس تھی اور مجھے یاد نہ تھا اور نہ ہی شعور رہا پس اس کو میں نے پی لیا اور جب کہ صبح ہوئی تو آپ نے ارشاد فرمایا اے ام ایمن کھڑی ہو اور جو کچھ اس پیالہ میں ہے اس کو گرادے۔

اس نے کہا خدا کی قسم یارسول اللہ تحقیق میں نے تو جو کچھ اس میں تھا پی لیا ہے اور آپ نے تبسم فرمایا جس سے آپ کے دانت مبارک جلوہ گر ہوئے اور آپ نے حلفاً فرمایا اے ام ایمن تیرے شکم میں ہرگز کبھی کوئی درد نہ ہوگا اور یہ حدیث حسن صحیح ہے اور نقل کیا ہے اس حدیث کو علامہ عسقلانی وقسطلانی وحاکم وعساکر وصاحب شفا ودارقطنی وعلامہ عینی وصاحب فتاوٰی سعدیہ مصری وغیرہ محدثین نے۔

حدیث نمبر ۲: "ان ام ایمن شربت بول النبی ﷺ فقال اذا لا تلج النار بطنک ولا ینکر علیها الحسن بن سفیان فی مسنده والحاکم والدارقطنی والطبرانی وابو نعیم نقل از تلخیص ومواهب"

یہ حدیث مذکورہ بالا حدیث کے ہم معنی ہے۔

حدیث نمبر ۳: "عن عبدالرزاق عن ابن جریج اخبرت ان النبی ﷺ کان یبول فی قدح عیدان ثم یوضع تحت سریره فجاء فاذا القدح لیس فیه شئ فقال لامراة یقال لها برکة تخدم ام حبیبة جاءت معها من ارض الحبشة این البول الذی کان فی القدح قالت شربته"

نقل از تلخیص صفحہ ۱۰ ومواہب یہ حدیث بھی حدیث نمبر 1 کے ہم معنی ہے صرف لونڈی کی جو ام حبیبہ کی خادمہ تھی جو حبشہ سے اس کے ساتھ آئی تھی تشریح ہے۔

حدیث نمبر ۴: "عن عبد الله ابن الزبیر شرب دم النبی ﷺ"

حدیث نمبر ۵: "سلمی امراة ابی رافع انها شربت بعض ماء غسل رسول الله ﷺ فقال لها حرم الله بدنک علی النار نقل از رافعی الکبیر صفحه 11"

حدیث نمبر ۶: "سفینه عن ابیه عن جده ان رسول الله ﷺ احتجم ثم قال له خذ هذا لدم فادفنه فی الدواب والطیر والناس فتغیبت به فشربته ثم سالنی او قال فاخبرته فضحک الحدیث نقل از تلخیص ص ۱۰"

حدیث نمبر ۷: "حدثنا ابو حنیفة حدثنا عبدالرحمن بن المبارک حدثنا سعد ابوعاصم مولی سلیمان بن علی عن کیسان مولی عبدالله بن الزبیر اخبرنی سلمان الفارسی انه دخل علی رسول الله ﷺ فاذا عبدالله بن الزبیر معه طشت یشرب بما فیه فقال له رسول الله ﷺ ماشانک یا ابن اخی قال انی اجبت ان یکون من دم رسول الله ﷺ فی جوفی فقال ویلک من الناس وویل للناس منک لاتمسک النار"

(نقل از تلخیص ص ۱۰ علامہ عسقلانی)

حدیث نمبر ۸: "عن علی رضی الله تعالی عنه غسلت النبی ﷺ فذهبت النظر مایکون من المیت فلم اجد شیئا فقلت طبت حیاً ومیتاً قال واسطعت منه ریحه طیبة لم نجد مثلها قط ومثله قال ابوبکر رضی الله تعالی عنه حین قبل النبی ﷺ قبل النبی ﷺ بعد موته"

(نقل از شفا شریف ص ۵۳)

حدیث نمبر ۹: "حدثنا حسین بن علوان عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة قالت کان النبی ﷺ اذا دخل الغائط دخلت فی اثره فلا اری شیئا الا انی کنت اشم رائحة الطیب فذکرت ذلک له فقال یا عائشة

ماعلمت ان بنت علی ارواح اهل الجنت وما خرج منهما ابتلعته الارض" (الحدیث نقل از مواہب صفحہ ۳۸۲)

حدیث نمبر ۱۰: " عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها انها قالت للنبی ﷺ انک تاتی الخلاء ولا نری منک شیئاً من الاذیٰ فقال یاعائشة او ماعلمت ان الارض تبلع ماخرج من الانبیاء فلا نری منه شیئاً" (الحدیث نقل از شفا شریف مطبوعہ عثمانیہ ص ۳۵)

حدیث نمبر ۱۱: " شرب مالک بن سنان دمه یوم احد وحصه اياه وتسویفه ﷺ " (الحدیث نقل از شفا شریف ص ۴۳)

پس ان تمام دلائل صحیحہ سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تمام فضلات مثل پیشاب وخون وغائط وغیرہ کے پاک صاف اور شفا سے بھرے ہوئے تھے اور جو شخص ان کو استعمال میں لاتا وہ ہمیشہ کے لئے شفا پاتا اور آپ کے جسم اطہر پیشاب اور جگہ پاخانہ سے از حد خوشبو مہکا کرتی اور جس نے آپ کا خون بہتا ہوا احد میں پیا یا پچھنی لگانے سے نکلا ہوا پیا تو انکی پشتوں میں وہ اثر خوشبو رہا اور ائمہ دین حضرت امامنا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وامام مالک وامام شافعی وصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آنحضور ﷺ کے تمام فضلات کو پاک وصاف سمجھتے تھے اور صاحب دار قطنی نے امام بخاری ومسلم پر عدم اخراج اس حدیث صحیح کی وجہ سے الزام دیا ہے چنانچہ شفا شریف میں ہے اور علاوہ ان امور مسطور کے یہ کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں ہوتا کہ آپ نے کسی صحابی کو یہ فرمایا ہو کہ تم میرے فضلات کو نجس اور اپنے فضلات کی طرح سمجھنا بلکہ جس نے آپ کے

حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی ذات کا خون مبارک پیا اور بشارت جنت کی حاصل کی اور ایک عورت نے آپ کے غسل کے پانی کو پیا تو آپ نے اس کے لئے فرمایا تجھ پہ دوزخ کی آگ حرام اور حجام آنحضور ﷺ کا حدیث باسناد بیان کرتا ہے کہ جب آپ نے پچھنی لگوائی اور خون نکلا تو فرمایا اس خون کو پرندوں اور جانوروں سے پوشیدہ کردے تو میں نے بڑی خوشی سے پی لیا اور جب آپ نے یہ بات سنی تو خوش ہو کر دعا فرمائی اور حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ جب آپ نے پچھنی لگوائی اور ایک طشت نیچے دھرا تھا جس میں خون گرتا تھا اور حضرت عبد اللہ بن زبیر نے اس طشت سے وہ خون پاک منہ لگا کر پی لیا تو آپ نے فرمایا اے میرے بھائی کے بیٹے یہ تمہارا کیا حال ہے ایسا کیوں کرتے ہو اس نے کہا حضرت میں اس کو محبوب رکھتا ہوں اور میں نہیں چاہتا اس خون کو کہیں اور جگہ گراؤں تو حضور نے بطور کنایہ وعرب بڑی خوشی سے فرمایا ویل ہو تجھ سے آدمیوں کو اور ویل ہو آدمیوں کو تجھ سے اور بشارت دی کہ تجھے آگ جہنم کی ہرگز نہ چھوئے گی اور حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ جب میں نے آپ کی ذات کو غسل دیا تو میں دیکھنے لگا کہ کیا آپ سے وہ چیز نکلتی ہے جو دوسروں سے نکلتی ہے تو میں نے ہرگز بدوں خوشبو کے کچھ نہ دیکھا اور کہا "طبت حيا وميتا" اور آپ سے ایسی خوشبو مہکی کہ میں نے کبھی ایسی خوشبو نہیں دیکھی اور حضرت ابوبکر الصدیق نے بھی ایسی ہی شہادت دی ہے کہ جب انہوں نے آپ کے پاؤں اور چہرہ پر بوسہ دیا اور حضرت مائی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا کہ جب آپ حاجت ضروری کے لئے پاکخانے میں تشریف لے جاتے ہیں تو اس جگہ بدوں اثر خوشبوئے اعلیٰ کے ہمیں کچھ نظر نہیں آتا تو آپ نے فرمایا کہ تو نہیں جانتی تحقیق ہمارے وجود پیدا ہوئے اوپر ارواح اہل جنت کے اور جو ہم انبیاء سے ظاہر ہوتی ہے زمین نگل جاتی ہے۔ اور مالک بن سنان نے بروز احد آپ کا خون زخم سے پیا اور چوسا اور آپ نے انکار نہ کیا اور دعا خیر فرمائی ۱۲ خادم شریعت عفا عنہ۔

پیشاب خوشبودار اور خون کو پیا اور چوسا تو آپ نے نہ ان کو آئندہ کے لئے منع کیا اور نہ ہی ان کو منہ دھونے کا حکم فرمایا اور نہ ہی ایسے فعل سے روکا اور تعزیر نہ دی اور نہ انکار فرمایا بلکہ فرمایا "لن تشتکی وجع بطنک ابدا هذا حدیث حسن صحیح" نقل از مواہب لدنیہ۔ یعنی تجھ کو کبھی پیٹ کی بیماری نہ ہوگی اور جس نے آپ کے غسل کا پانی پیا تو فرمایا تجھ پر دوزخ کی آگ حرام ہوگی۔ اور ایک کو فرمادیا کہ ویل ہو تجھ کو لیکن یاد رکھنا کہ تو نے میرے خون کو اپنے پیٹ میں جگہ دی ہے تجھے ہرگز دوزخ کی آگ نہ لگے گی۔ پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جو شخص آنحضور ﷺ کے فضلات کو نجس کہے وہ بڑا بے ادب اور گستاخ ہے ایسے شخص سے مسلمانوں کو مشاربت و مواکلت و مجالست ہرگز نہ کرنی چاہیے اور نہ ہی ایسے شخص کے پیچھے اقتداء کرنی چاہیے۔ فقط واعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفاعنہ)

سوال: از جانب عارف باللہ محمد دین صاحب مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ۔ نیکی کا کیا وزن ہے اور نیکی کس چیز کا نام ہے؟

الجواب: نیکی اچھے کام کو کہتے ہیں چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص قرآن مجید کی تلاوت کرے گا اس کو بدلے ہر حرف کے دس دس نیکیاں بروز حشر اللہ تبارک وتعالیٰ عطا فرمائے گا الم کہنے سے تیس نیکیاں حاصل ہوں گی چونکہ یہ تین حرف ہیں الف، لام، میم، اور حضرت علامہ ابوبکر عسقلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مجھے ارشاد الٰہی ہوا کہ اے ابوبکر کیا تو جانتا ہے کہ ایک نیکی کا ثواب کتنا بڑا ہوتا ہے عرض کیا نہیں حکم ہوا کہ ایک نیکی کا وزن ہزار رطل کے برابر ہوتا ہے اور ایک رطل ہزار وثق کے برابر اور ایک وثق ہزار درہم کے برابر۔ ایک درہم ہزار قیراط کے برابر۔ ایک قیراط پہاڑ احد کے برابر۔ نقل از تفسیر والضحیٰ افضل المواعظ صفحہ ا۔ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمیشہ تلاوت قرآن مجید کیا کریں اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ جو شخص قرآن مجید کا حافظ ہو اور قرآن مجید کی تلاوت کرتا ہی مر جائے تو اس کی زیارت کے لئے فرشتے ہمیشہ اس کی قبر پر آتے ہیں اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ بہترین وہ شخص ہے جو قرآن مجید پڑھے اور پڑھاوے فقط واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی سروری عفاعنہ)

سوال: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چراغ سے کس لئے تشبیہ دی گئی ہے اور اس میں کیا حکمت اور نکتہ ہے؟

(السائل اللہ بخش حکیم ازمیرے ہتی علاقہ ملتان)

الجواب: اس میں کئی وجوہات ہیں جن کا ذکر ذیل میں درج ہے اور یہ آیت کریمہ سورہ احزاب سپارہ ۲۲ میں بایں الفاظ مسطور ہے۔

﴿قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا وَّدَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِیْرًا﴾

یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے نبی بھیجا ہم نے آپ کو گواہ بنا کر جنت کی بشارت سنانے والا جہنم سے ڈرانے والا اللہ کی طرف

اس کے حکم سے مخلوقات کو بلانے والا چراغ روشن اور خوشخبری فرما دیجئے مومنوں کو ساتھ ان کے واسطے ان کے ہے فضل بڑا
اور چراغ روشن سے مراد سورج ہے اور سورج سے مشابہت ومناسبت آپ کی یہ ہے کہ سورج تمام جہان میں اکیلا ہی روشنی
پھیلاتا ہے اور آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ بھی تمام عالم میں اکیلے ہی نور ہدایت پھیلاتے ہیں اور پھیلانے والے ہیں
اور سورج روشنی ظاہر کرنے میں سوائے خداوند کریم کے کسی کا محتاج نہیں ہوتا۔ اور ایسا ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام رسالت ونور
نبوت وشفاعت کرنے میں سوائے خداوند لایزال کے کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ جب رات ہوتی تو تمام ستارے اپنی اپنی
روشنی ظاہر اور اپنی اپنی تاثیر دکھاتے ہیں لیکن جب سورج نکلتا ہے تو تمام ستاروں کی روشنی سمٹ جاتی ہے اور کوئی روشنی بھی
مقابلہ سورج کا نہیں کر سکتی۔ اور ایسا ہی جب کہ آپ کی ذات بابرکات تشریف فرما ہوئی تو تمام رسولوں کی ہدایت کی روشنی
اور ان کی شریعتیں سمٹ گئیں اور کسی نبی کی نبوت کی روشنی نہ کھڑی ہو سکی۔ یہاں تک ارشاد آقائے نامدار ﷺ اس پر شاہد ہے
کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی زندہ ہوتے تو ان کو بھی بدون تابعداری میری کے چارہ نہیں غرضیکہ آپ کے پہلے کئی نبی
تشریف لائے اور نبوت پھیلاتے رہے۔ جب کہ آپ کی ذات کا سورج نبوت جلوہ گر ہوا تو سب کے نور سمٹ گئے اور کوئی
روشنی مقابلہ نہ کر سکی۔ اور سورج سے یہ نسبت بھی ہے کہ سورج پوجنے والوں اور نہ پوجنے والوں کو سورج ایک کو نفع پہنچاتا ہے
ایسا ہی آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ نے ہر ایک ایماندار دوست ودشمن کو نفع پہنچایا۔ اور آپ کی طفیل اب کفار سے بھی
عذاب اٹھ گیا۔ اگرچہ کوئی شخص جتنا بھی اس دنیا میں گناہ وکفر کرے عذاب پہلی امتوں کی طرح ہرگز نہ ہوگا لقولہ تعالیٰ
﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ اور چراغ کے ذریعہ گھر کی گمی ہوئی چیز اس کی روشنی سے مل جاتی ہے اور اس
چراغ ﷺ نور معرفت جو عشاقوں سے جاتا رہا پھر انکو حاصل ہو گیا اور چراغ اندھیرے میں سبب امن وراحت ہے
اور چوروں کے لئے سبب خجالت وعقوبت ہے اور ایسا ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام دوستوں کے لئے سبب راحت ومسرت
اور دشمنوں کے لئے سبب حسرت وندامت اور چراغ کی روشنی سے اندھیرا دور ہو جاتا ہے اور ایسا ہی نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے
چراغ نبوت ورسالت سے کئی سالوں کا اندھیرا ظلمت وکفر وبدعت کا جاتا رہا۔ سبحان اللہ۔

بیت

رہیں بند ظلمت میں پھر کیوں اسیر　　　دیا حق نے ہم کو سراج منیر

اور وہ چراغ دنیا کے تو ہوا سے اور پھونکوں سے بجھ جاتے ہیں لیکن یہ چراغ مصطفوی ﷺ کا ہمیشہ قائم رہنے والا ہے
اور کبھی ہوا اور پھونکوں سے نہیں بجھ سکتا اور نہ کم ہو سکتا ہے لقولہ تعالیٰ ﴿يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ
نُوْرِهٖ﴾ سورۃ الصف۔ اور کتاب کشف الاسرار میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج کو بھی چراغ فرمایا ہے لقولہ تعالیٰ ﴿وَجَعَلْنَا
سِرَاجًا وَّهَّاجًا الآیۃ﴾ اور سورج چراغ آسمان کا ہے اور ہمارے آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ چراغ تمام زمینوں اور آسمانوں

کے ہیں اور وہ چراغ آسمانی صرف دنیا کا ہے اور یہ چراغ دین کا ہے جس سے ہر نعمت و برکت وانوار حاصل ہوئے ہیں۔ اور وہ چراغ صرف منازل فلک کا ہے۔ اور یہ چراغ محافل ملک کا ہے اور یہ چراغ دنیا آب وگل کا ہے اور چراغ جان ودل کا ہے اور اس چراغ کے طلوع ہونے سے عشاق خواب سے بیدار ہوکر عالم بقا کا راستہ حاصل کرتے ہیں۔

اسی کے نور نے روشن کیا ہے راہ آمد کا   نہوتا گر ظہور ان کا تو پھر عالم میں کون آتا

اور آپ کی ذات والاصفات کو چراغ اس لئے کہا گیا ایک چراغ سے لاکھوں اور کروڑوں و بے تعداد چراغ روشنی حاصل کرسکتے ہیں اور ایسا ہی جناب والاصفات احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ کے چراغ نبوت ورسالت وہدایت سے بے تعداد عالم کائنات نے روشنی حاصل کی اور قیامت تک آپ کے چراغ سے علمائے دین وحاملان شرع متین چراغ ہدایت کا روشن کرتے رہیں گے۔ پس یہی مسلمانوں کے لئے ایک بڑا فضل اللہ تعالیٰ کا اور احسان ہے۔

اور علاوہ ان امور مسطور کے اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ وصف آپ کی ذات والاصفات کے بیان فرمائے ہیں وہ یہ ہیں یاَیُّھَا النَّبِیُّ یعنی اے صاحب وحی اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ اے رسول صاحب کتاب وصاحب شریعت ہم نے آپ کو بھیجا شَاھِدًا آپ گواہ ہیں یعنی تمام نبیوں ورسولوں کے تبلیغ ونبوت اور ان کی فتح یابی کے دارومدار آپ کی شہادت پر ہوگی اور آپ تمام امتوں کے لئے شاہد ہیں لقولہ تعالیٰ ﴿وَجِئْنَا بِکَ عَلٰی ھٰٓؤُلَآءِ شَھِیْدًا﴾ سورہ نساء مُبَشِّرًا یعنی آپ کی ذات والاصفات مسلمانوں کو جنت کی بشارت دینے والی اور ان کی رحلت کرنے سے پہلے ہی ان کے مراتب ومنازل عطا فرمانے والے اور خبر دینے والے وصف وَنَذِیْرًا یعنی کفار کو غضب وقہر الٰہی سے ڈرانے والے اور ان کو ان کے انجام کی خبر دینے والے وصف "دَاعِیًا اِلَی اللہِ" یعنی خدا سے بچھڑے ہوئے بندوں کو بلا کر اسی سے ملانے والے باذنہٖ یعنی اسی کے حکم سے ان کو پکارنے والے اور وعظ ونصیحت کرنے والے وصف "سِرَاجًا مُّنِیْرًا" یعنی آپ روشن چراغ ہیں جن کے انوار وتجلیات کے سامنے آفتاب ومہتاب بھی سرنگوں ہیں۔

لَا یُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

"لقولہ تعالیٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ☆ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ ☆ پس جب کہ حقیقت علم صمدیت وحدیث وحقیقت علم محبوبیت ومحمودیت وعبودیت کا احاطہ ادراک انسان کا اس مقام کو طے نہیں کرسکتا تو وہ حد مدح رب العٰلمین ورحمۃ للعٰلمین کو کس طرح مقرر کرسکتا ہے فقط واللہ اعلم عنداللہ۔ (المجیب خادم شریعت فقیر محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفا عنہ)

سوال: از جانب حضرت مولانا مولوی معنوی استاذیم صاحب جان محمد مدظلہ العالی مورخہ 6/5/12 کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک مولوی صاحب ہمارے علاقہ میں وعظ کرتا پھرتا ہے اور کہتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات کو ہر آن وہر وقت حاضر ناظر سمجھنا چاہیے اور مسلمانوں کے ہر گھر میں موجود رہتے ہیں پس:

کیا مولوی مذکور کا شرعاً کہاں تک صحیح اور درست ہے بینوا توجروا۔

(السائل فقیر جان محمد قادر پوروان)

الجواب: ہر آن اور ہر وقت حاضر ناظر خداوند کریم لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کا خاصہ ہے اور وہ ذات لایزال لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہے اور اس کے صفات بھی لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ہیں اور اسی طرح کے صفات ذاتیہ ہیں کسی انبیاء واولیاء عظام کو شریک کرنا یا ویسا ہی سمجھنا اور اس پر اعتقاد کرنا صریح کفر ہے۔ چنانچہ فتاویٰ بزازیہ سے مولانا مولوی عبدالحی مرحوم ومغفور اپنے فتاویٰ جلد اول صفحہ ۳۲۸ وجلد ۳ صفحہ ۵ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں "وَتَزَوَّجَ بِلَا شُهُوْدٍ وَقَالَ "وخدائے ورسول وفرشتگاں را گواہ کردم یکفر لانہ اعتقد ان الرسول والملک یعلمان الغیب انتھی ونیز بزازیہ است "وعن ھذا قال علماؤنا من قال ان الارواح المشائخ حاضرۃ تعلم یکفر انتھی "اور جلد سوم میں یوں مسطور ہے

سوال: اگر کسی اعتقاد دارد کہ ارواح مشائخ حاضر اند وہر چیز میدانند بحق او چہ حکم است۔

الجواب: او کافر است فی البزازیہ "من قال ارواح المشائخ حاضرون یعلمون یکفر انتھی "اور حدیث میں وارد ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو شخص میری قبر کے نزدیک آکر درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو خود کانوں سے سنتا ہوں اور جو شخص دور سے مجھ پر درود پڑھتا ہے تو اس کو فرشتے مجھے پہنچا دیتے ہیں "من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی علی غائبا ابلغتہ " نقل از شعب الایمان وتفسیر سورہ مزمل اور ایک حدیث میں ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے زمین پر پھرتے ہیں اور جو شخص میری امت سے مجھ پر درود پڑھتا ہے وہ فوراً مجھے پہنچا دیتے ہیں۔ چنانچہ یہ حدیث بایں الفاظ مشکوٰۃ شریف ونسائی وتفسیر سورہ مزمل نور مکمل میں ہے۔

"عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغنی من امتی السلام رواہ نسائی والدارمی"

اور کتاب مشکوٰۃ شریف باب صلوٰۃ علی النبی میں ابو ہریرہ سے نیز حدیث اس بات پر شاہد ہے کہ جہاں کوئی شخص ہو اور مجھ پر درود شریف پڑھے تو اس کا درود شریف میرے پاس پہنچایا جاتا ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ لا تجعلوا قبری عیداً وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی"

اور علاوہ ان دلائل کے تفسیر نیشاپوری وتفسیر کبیر ذیل آیت کریمہ "وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ" کے کئی طرح کے جواب دیتے ہوئے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ قدرت کاملہ وعلم محیط خاصہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں آپ کا علم قلیل ہے اور خداوند کریم کے علم محیط کے احاطہ کرنے سے خود بذاتہٖ قاصر ہیں "ان قدرتہ قاصرۃ وعلمہ قلیل والقدرۃ الکاملۃ والعلم المحیط لیس الا للہ "اور نیز علم استقلالی ذاتی کی نسبت حضرت ملا علی قاری وغیرہ علمائے کرام احناف کا بھی یہ فیصلہ ہے کہ علم محیط اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور ہر وقت وہر آن اس کے لئے علم غیب ہے چنانچہ ظاہر ہے

"ولا یحیطون بشیٔ من علمه الا بما شآء" اور حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ شرح فقہ اکبر میں اس علم غیب استقلالی پر بایں الفاظ فیصلہ تحریر فرماتے ہیں۔

" اعلم ان الانبیاء لم یعلموا المغیبات من الاشیآءِ الا بما اعلمهم الله تعالی احیاناً و ذکر الحنفیة قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا الله هکذا فی مسامره علامه ابن الفهام علیه الرحمة "

اور ایسا ہی فتاویٰ قاضی خان وفتاویٰ عالمگیر وعینی شرح کنز و بحر الرائق وفتاویٰ خلاصہ وغیرہ میں مسطور ہے کہ علم غیب استقلالی ہر آن وہر وقت خاصہ خداوند کریم کا ہے چونکہ علم محیط اسی کے لئے ہے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا۔ حاضر وناظر ہر وقت وہر آن وہی ذات لایزال ہے اور اسکی ذات کے سوا دوسروں کو حاضر ناظر خداوند کریم کی طرح سمجھنا اور اس پر اعتقاد رکھنا اور آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ کو علم غیب استقلالی مانند خداوند کریم کے سمجھنا صریح کفر ہے اور ڈبل بے ایمانی ہے العیاذ باللہ۔ ہاں البتہ بایں معنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاضر ناظر جاننا جائز ہے اور درست ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے ہر اقوال وافعال کو بنور نبوت ویا بفرشتہ ہر جگہ سے بحکم خداوند لایزال ہمیشہ ملاحظہ فرماتے رہتے ہیں اور آپ کا جسم نورانی بحکم خداوند کریم ہر آن میں ہر عالم میں سیر کرسکتا ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسا اعتقاد کرنے سے ہرگز کفر عائد نہیں ہوتا۔ چنانچہ درمختار میں تحریر ہے۔

" یا حاضر یا ناظر لیس یکفر ان الحاضر بمعنی العلم والناظر بمعنی الرؤیة انتهی "

اور حدیث صحیح میں آتا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے زمین کو اٹھالیا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے میں سب کو دیکھتا ہوں۔ چنانچہ یہ حدیث کتاب مواہب لدنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۹ سطر ۱۲ مطبوعہ مصری

" اخرج الطبرانی عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ ان الله قد رفع فی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیهاالی یوم القیمة "

اور اسی کتاب کے صفحہ ۳۸۷ جلد ۲ سطر ۷ میں قسطلانی علیہ الرحمت نے بایں طور فیصلہ کردیا ہے۔

" اذ لافرق بین موته وحیاته فی مشاهد ته لامته ومعرفته باحوالهم ونیاتهم وعزائمهم وخواطرهم وذلک عنده جلی لاخفاء به "

یعنی ہمارے علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی حیات دنیوی اور اس وقت کی حالت میں کچھ فرق نہیں ہے وہ اپنی امت کو دیکھتے ہیں۔ اور ان کے احوال کو پہچانتے ہیں اور ان کی نیتیں اور ان کے دلوں کو خوب جانتے ہیں اور ان پر کچھ پوشیدہ نہیں سب کچھ روشن ہے۔ اور کتاب شفا شریف جلد ۲ صفحہ ۵۸ مطبوعہ سلیمانیہ میں ہے کہ جب کسی مسجد یا گھر خالی میں جاؤ تو اس طرح پر سلام کہو۔

" وقال النخعی اذا لم یکن فی المسجد احد فقل السلام علی رسول الله ﷺ واذا لم یکن فی البیت فقل

السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین"
اسی کتاب کی شرح قدری جلد ۲ صفحہ ۱۷۰ میں ہے۔" ان لم یکن فی البیت احد فقل السلام علی النبی ورحمۃ اللہ
وبرکاتہ لان روحہ [1] علیہ السلام حاضر فی بیوت اہل اسلام"
نبی اکرم گھر یا مسجد میں جاؤ اور وہاں کوئی شخص بھی نہ پاؤ تو یہ کہدو" السلام علی النبی ﷺ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"
اس لئے کہ بیشک آپ کی ذات کی روح مبارک ہر اہل اسلام کے خانہ میں حاضر یعنی جلوہ گر رہتی ہے اور کتاب حصن حصین
منزل یکشنبہ مختلف مقام میں احادیث صحیحہ تحریر ہیں" واذا انفلتت دابۃ فلینا د اعینونی عباد اللہ رحمکم اللہ "یعنی
جس وقت کسی آدمی کا جانور بھاگ جائے تو یوں پکارے اے اللہ کے بندو میری مدد کرو" ویا عباد اللہ احبسوا یا عباد اللہ
احبسوا [3]" اور حدیث طبرانی و حصن حصین صفحہ میں نیز مسطور ہے "یاعباد اللہ اعینونی
یاعباد اللہ اعینونی یاعباد اللہ اعینونی "یعنی اے بندگان خدا مدد کرو میری اے بندگان خدا مدد کرو میری اے بندگان
خدا مدد کرو میری اور کتاب غایۃ الاوطار ترجمہ در مختار جلد اول صفحہ ۲۲۲ و نہر الفائق شرح کنز الدقائق باب التشہد وغیرہ میں لکھا
ہے کہ حکایت کے طور پر آپ کی ذات پر سلام نہ بھیجے بلکہ دل میں خاص قصد کرے اور کتاب مذاق العارفین ترجمہ احیاء العلوم
جلد اول باب ۴ صفحہ ۳۱۹ میں اس طرح لکھا ہے کہ جب تشہد کے لئے بیٹھو اور تصریح کرو کہ جتنی چیزیں تقرب کی ہیں خواہ
صلوات ہو یا طیبات یعنی اخلاق طاہرہ وہ سب اللہ کے لئے ہیں۔ اسی طرح ملک خدا کے لئے ہے اور یہ معنے التحیات کے ہیں
اور نبی ﷺ کے وجود باوجود کو اپنے دل میں حاضر کرو اور کہو السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ . من
ہے اور امام شعرانی نے اپنے استاذ سے یوں ارقام فرمایا ہے کہ شارع علیہ السلام نے نمازی کو تشہد میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر
درود وسلام عرض کرنے کا اس لئے حکم دیا ہے کہ جو لوگ اللہ عزوجل کے دربار میں غفلت کے ساتھ بیٹھتے ہیں انہیں آگاہ
فرمادے کہ اس حاضری میں اپنے نبی ﷺ کو بھی دیکھیں اور سمجھیں کہ حضور کبھی اللہ تعالیٰ کے دربار سے جدا نہیں ہوتے اور
اس لئے نمازیوں کو لازم ہے کہ آپ کی ذات پر بالمشافہ سلام عرض کریں "فیخاطبونہ بالسلام مشافہۃ من عینہ
میزان شعرانی جلد اول صفحہ ۱۴۹، ۱۰۴۰ مطبوعہ مصری" اور کتاب اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۴۲۰ ذیل
حدیث ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لکھا ہے کہ آپ کی ذات والا صفات خاص مومنوں کے لئے ہر وقت نصب العین وقرۃ
العین ہیں۔ یعنی آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً درحالت

---

[1] لان روحہ قرآن مجید میں ہے کہ ہر مومن کو قرب آپ کی ذات کا ہے. اولی بالمومنین اس پر شاہد ہے اور اولیٰ بمعنی قرب خادم
شریعت عفا عنہ [2] انوار نبوت تفسیر عزیزی جلد اول بذیل آیت ویکون الرسول علیکم شہیدا کے ہے۔۱۲
[3] یعنی اے بندگان خدا رو کو اے بندگان خدا کو یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔۔بندگان سے مراد ابدال وجنات وصالحین ہیں۔
خادم شریعت عفا اللہ عنہ

عبارت وآخر آں کی وجود نورانیت وانکشاف درایں محل بیشتر قوی تر است من عینہ

اور تفسیر عزیزی جلد اول صفحہ ۳۵۵ ذیل آیت کریمہ ﴿وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا﴾ کے نیز بایں طور لکھا ہے یعنی باشد رسول شما شما گواہ زیرا کہ او مطلع است بنور نبوت برتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او میشناسد گناہاں شمارا ودرجات ایمان شمارا واعمال نیک وبد شمارا واخلاص ونفاق شمارا لہٰذا شہادت او در دنیا بحکم شرع درحق امت مقبول وواجب العمل است وآنچہ او از فضائل ومناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ وازواج واہلبیت یا غائباں از زمان خود مثل اویس وصلہ ومہدی ومقتول دجال یا از معائب ومثالب حاضران وغائباں میفرماید اعتقاد براں واجب واز ایں است کہ در روایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیان خود مطلع میسازند کہ فلانے امروز چنیں میکند وفلانے چناں تا روز قیامت ادائے شہادت تواند کرد...... الخ۔ بعینہٖ اصل عبارت اور ایک حدیث شمع الانوار صفحہ ۳۱ بایں معنے مسطور ہے کہ کسی صحابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کیا کہ جو شخص آپ سے بہت دور اور غائب درود شریف پڑھے تو آپ کو کس طرح پہنچتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ جو شخص محبت وشوق میں مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے میں اس کو خود کانوں سے سنتا ہوں اور جواز روئے عادت وثواب کے پڑھتا ہے اسکو فرشتے پہنچا دیتے ہیں۔

" وقیل لرسول اللہ ﷺ ارایت صلوٰۃ المصلین علیک ممن غاب عنک ومن یاتی بعدک ماحالھما عندک فقال اسمع صلوٰۃ اھل محبتی واعرفھم وتعرض علی صلوٰۃ غیرھم عرضاً "

اور مشکوٰۃ شریف میں نیز حدیث اس معنے پر درج ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تمام امت کے اعمال ناموں کو ملاحظہ فرماتے ہیں۔ اور کتاب جذب القلوب الی دیار المحبوب صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ کلکتہ حضرت علامہ محدث دہلوی علیہ الرحمت حدیث صحیح حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں "قال رسول اللہ ﷺ علمی بعد موتی کعلمی فی حیاتی " یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میرا علم ویسا ہی ہے بعد بظاہر پردہ فرمانے دنیا کے جیسا کہ حیاتی دنیا میں تھا۔ روایت کیا ہے اس حدیث کو حافظ منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اور حضرت علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب تنویر الملک بروئیۃ الملک میں آپ کے حالات میں اسطرح ارقام فرمایا ہے۔

"فحصل من مجموع (هـ) هذه النقول والاحاديث ان النبی ﷺ حی بجسده وروحه وانه يتصرف ويسير حيث شاء فی اقطار الارض وفی الملكوت وهو بهيئته التی كان عليها قبل وفاته لم يبدل منه شیء وانه مغيب عن الابصار كما غيبت الملئكة مع كونهم احياء باجسادهم فاراد الله رفع الحجاب عمن اراد كرامه برؤيته راه علی هيئة التی هو عليها "

(فتح الحق مطبوعہ مدارس صفحہ ۹۰ وشرح قصیدہ غولیہ یوسفیہ صفحہ ۸۳)

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات جسم مع روح زندہ ہیں اور اپنی امت کے تمام

حالات ظاہری و باطنی کو بنور نبوت خود و بواسطہ ملائکہ ہمیشہ مشاہدہ فرماتے رہتے ہیں اور جہاں چاہتے سیر کرتے ہیں اور آپ کے علوم میں بوجہ نقل مکانی کے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اور خداوند کریم کے حکم سے ایک ہی آن میں تمام عالم کا سیر اور مشاہدہ فرما سکتے ہیں اور پکارنے والے کی پکار کو بھی اپنے کان مقدسہ سے بحکم خداوند کریم سنتے ہیں اور آپ کا تصرف بھی ہر جگہ پر موجود ہے پس بایں معنے خادم شریعت کے نزدیک آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ کو حاضر ناظر جاننا کفر نہیں درست ہے اگر زید اسی خیال پر ہے تو کچھ ہرج نہیں ہاں اگر آپ کی ذات کو علم غیب استقلالی سمجھتا ہے اور بذاتہ ہر جگہ و ہر مقام میں خداوند کریم کی مانند حاضر ناظر سمجھتا ہے تو اس کے کفر میں شک کرنا بھی کفر ہے فقط واللہ اعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین حنفی قادری سروری)

سوال : روح قدیم ہے یا حادث اور اس کو فنا ہے یا نہیں اور انسان جب مرجاتا ہے یہ کہاں رہتا ہے؟

الجواب : روح حادث اور اشیاء قدیمہ سے ہے۔ اور اس کے لئے فنا نہیں اور جسم لطیف ہے عرض نہیں جوہر ہے اور اسکو صعود و نزول و سزا اجزا و ادرک معقولات کا ہے۔ چنانچہ کتاب تمہید سالمی صفحہ ۴۴ و کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۹۳ و شرح الصدور وغیرہ میں بایں طور مسطور ہے۔

"اجمع المسلمون علی ان الروح مخلوق محدث الا انه لافناله لما خرج من الجسد فان ارواح المتقین تکون فی دار النعیم کما قال الله تعالی کلاان کتاب الابرار لفی علیین وارواح المجرمین فی دار الجحیم کماقال الله تعالی کلا ان کتاب الفجار لفی سجین☆ ثم یعود الروح الی جسد ویقوم للحساب بامر الله تعالی یوم التناد فیکون فی الجنة اوفی النار"

یعنی اس بات پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ روح مخلوق ہے اللہ تعالیٰ کا پیدا کیا ہوا ہے اس کے لئے فنا نہیں ہے اور جب کہ انسان مرجاتا ہے تو یہ روح اس جسم سے علیحدہ ہو جاتا ہے اگر نیک ہے تو اس کو مقام دار النعیم کا مشاہدہ کرایا جاتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے اور اگر بدکردار ہے تو اس کے لئے دار الجحیم ہے یعنی مقام سجین ہے اور جب کہ یہ مقام اپنے اعمال

---

(۱) پس حاصل ان منقولات واحادیث کا یہ ہے کہ بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جسم مع روح کے زندہ ہیں اور بیشک آپ تصرف کرتے ہیں جہاں چاہیں اطراف زمین میں اور قائم ملکوت میں اور نیز آپ ایسی حالت پر ہیں جو قبل از وفات تھی کچھ آپ کی ذات سے تبدیل نہیں ہوا اور آپ غائب ہیں ہماری آنکھوں سے جیسا کہ غائب ہیں ملائکہ باوجودیکہ وہ زندہ ہیں اپنے اجسام سے پھر جب ارادہ کرتا ہے اللہ تعالیٰ اٹھا دیتا ہے اس شخص سے حجاب کو جس کو مکرم کرنا چاہتے ہیں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دیدار سے تو دکھاتا ہے آپ کو ایسی حالت پر جب کہ ملائکہ ایک آن میں تمام عالم کا سیر کرتے ہیں جانیں قبض کر لیتے ہیں اور حساب کتاب قبر کا لیتے ہیں اور حوران جنت عورت گستاخ کا آواز آسمان سے آگے ہے سنکر ناراضگی کا اظہار کر سکتی ہیں اور ایک غلام آقائے نامدار ﷺ کا ایک آنکھ کے جھپکارہ میں کئی سالوں کے فاصلہ سے تخت بلقیس لا کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے حضور پیش کر سکتا ہے تو پھر وجود مسعود رحمۃ اللعالمین کے آگے بحکم ربی کون سی مشکل امور تھا سے ہیں جب کہ ان رحمت الله قريب من المحسنين شاہد ہے ۱۲ نظام الدین ملتانی عفاعنہ۔

کے مطابق دیکھ لیتا ہے تو پھر اس روح کو فرشتے انسان کے جسم کی طرف لوٹا لاتے ہیں اور بروز قیامت کے جیسے اس کے اعمال وافعال ہوں گے ویسے اس کو مراتب مل جائیں گے۔ اور صاحب برزخ نے لکھا ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی روح غمگین افسوس وحسرت کرتا ہے جیسے کہ زندہ آدمی اپنے جسم پر تکلیف آنے سے غمگین ہوتا ہے۔

"ان الروح یتحسر ویتحزن علی حالة البدن بعد الموت کما یتحزن الحی علی تغیر صورته"

(نقل از شرح برزخ صفحہ ۲۹۴)

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۹۴ میں مسطور ہے کہ روح مخلوق اور محدث ہے اور اس کو فنا نہیں ہے۔ چونکہ یہ قدیم باعتبار زمانہ کے ہے اور یہ موجود ہے اور اس کی حقیقت عوام پر مخفی ہے اور خاص کر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی حقیقت کا پورا پورا علم ہے اور اس کو بھی پتہ ہے۔ جس نے اپنے نفس کو پہچانا ہے چنانچہ حدیث شریف میں ہے "من عرف نفسه فقد عرف ربه" نقل کیا ہے اس حدیث شریف کو علامہ مناوی نے شرح جامع الصغیر میں حضرت امام الحجہ امام غزالی علیہ الرحمۃ نے احیاء العلوم میں اور حضرت قدوۃ المساکین شیخ شہاب الدین سہروردی نے عوارف المعارف میں اور اس حدیث شریف کو علمائے محدثین نے معا صحیح لکھا ہے نقل از موضوعات کبیر صفحہ ۷۲ اور بیشک عوام لوگ اور سائلین جو اس کے مخاطب تھے ان کو روح کی حقیقت کا علم نہیں تھا لیکن آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ آیہ کریمہ ﴿وَمَا أُوتِيتُمْ مِنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا﴾ سے مستثنیٰ ہیں اور یہ کہنا بھی شرعاً جائز نہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح کی حقیقت کا پتہ نہ تھا۔ چونکہ جو شخص روح کی معرفت کا علم نہیں رکھتا وہ نفس کی حقیقت کا ماہر نہیں ہوتا۔ وہ اپنے رب کو کس طرح پہچان سکتا ہے اور حالانکہ حضور علیہ السلام ان تمام اشیاء کے ماہر اور واقف کار اور عالم تھے لہٰذا ضروری ذی عقل کو ماننا پڑے گا۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو روح کی پوری پوری حقیقت معلوم تھی۔

"ولا یجوز ان یقال ان حقیقة الروح لم یکن مکشوف للنبی ﷺ لان من لم یعرف الروح لم یعرف نفسه ومن لم یعرف نفسه کیف یعرف ربه وکذا قیل من عرف نفسه فقد عرف ربه — الخ الحدیث، الحدی والمذهب ان الروح محدث مخلوق الا انه لافناء من انها قدیمة"

(نقل از شرح برزخ صفحہ ۲۹۳)

اور اگر کسی صاحب نے روح کی بحث تفصیلاً دیکھنی ہو تو تفسیر کبیر وکیمیاء سعادت واحیاء العلوم ورسالہ حقیقت روح وغیرہ کتب میں ملاحظہ کریں اور یہ یقین کر لیں کہ واقعی مرنے کے بعد روح باقی رہتی ہے اور جہاں چاہتی ہے سیر کرتی ہے اور یہ ایک جسم لطیف ہے اور جوہر ہے عرض نہیں۔ اس لئے کہ یہ اپنے آپ کو اور اپنے خالق کو پہچانتی ہے اور معقولات کا ادراک کرتی ہے اور روح عالم وقادر ومرید اور حی اور سمیع اور بصیر اور متکلم ہے لیکن یہ صفتیں روح کی غیر مستقلہ ہیں خداوند کریم کی یہ صفتیں مستقلہ ہیں۔ دیکھو کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۳۳ بحوالہ عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری باب الاذان بعد ذہاب الوقت میں بایں الفاظ تحریر ہے "الروح جوهر لطیف نورانی مدرک للجزئیات والکلیات" اور علاوہ اس کے کتاب شرح برزخ میں لکھا ہے کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ پانچ جگہ پر ہمیشہ رہتا ہے ایک تو حالت جنین شکم مادر میں دوسرا شکم مادر سے

زوج کے بعد اور تیسرا خواب میں اور چوتھا عالم برزخ میں اور پانچواں بروز قیامت۔ فقط واعلم عنداللہ۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفا عنہ)

سوال : تناسخ روح کے بارہ میں علماء دین کیا فرماتے ہیں بحوالہ قرآن وحدیث بیان فرمادیں؟

الجواب : قرآن مجید میں ثبوت تناسخ ورجعت کا کہیں ثابت نہیں ہوتا بلکہ انکی تردید بایں الفاظ ظاہر ہوتی ہے وھو ہذا۔

"الم یروکم اھلکنا قبلھم من القرون انھم الیھم لا یرجعون سورہ یٰسین ای قدراوان من ھلک لا یرجع الی الدنیا وھم ینقلبون فی قبورھم الی ان یبعثوا فیحا سبوا ویجاوز واعمالھم فدلت لاٰیۃ الکریمۃ علی بطلان قول القائلین بالتناسخ والرجعۃ"

(نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۲۹۵)

ترجمہ : یعنی فرمایا اللہ تعالیٰ نے کیا نہیں دیکھا اور نہیں جانا انہوں نے کہ کتنوں کو ہلاک کیا ہم نے پہلے آنے سے اہل قرنوں سے یہ گروہ طرف ان کے نہیں پھر آتے یعنی دنیا میں عود نہیں کرتے۔ وہ قبور میں اب تک پڑے ہیں پھر قیامت کو اٹھ کر حساب دیویں گے اور اپنے اعمال کی جزا پادیں گے اور یہ آیت کریمہ تناسخ کے قائلین ورجعت کے معتقدین کے بطلان پر دلالت کرتی ہے اور اس آیت شریفہ کو حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رجعت کے بطلان پر پیش کیا ہے اور فرقہ روافض کے خیال واعتقاد کو ملیا میٹ کیا ہے چونکہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ قیامت سے پہلے حضرت علی مبعوث ہوں گے پھر قیامت ہو گی اور ظالموں غاصبوں سے بدلہ لیا جائے گا۔ چنانچہ کتاب حق الیقین مترجم صفحہ ۳۵۵ باب ۵ مقصد ۹ جدیث مغفل باب رجعت میں مفصل طور پر علامہ باقر مجلسی شیعہ صاحب نے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے اور علاوہ اس کے تفسیر امام حسن عسکری مترجم کے صفحہ ۵۵۳ پر شیعہ صاحب نے یوں لکھا ہے کہ بروز قیامت ناصبیوں کی نیکیاں شیعان کو دی جائیں گی اور ان کے گناہ ناصبیوں سنیوں کو دیئے جائیں گے اور پھر ان کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا اور کتاب حق الیقین میں صفحہ ۶۸۸ میں صاف لکھا ہے کہ ناصبی لوگ اہل سنت وجماعت ہیں چنانچہ ملا باقر مجلسی شیعہ تحریر کرتا ہے وھو ہذا۔ امام علی تقی کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آیا ہم ناصبی کے جاننے اور پہچاننے میں اس سے زیادہ کے محتاج ہیں کہ حضرت امیر المومنین پر ابوبکر وعمر کو مقدم جانے اور ان دونوں کی امامت کا اعتقاد رکھے حضرت نے جواب میں فرمایا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہو وہ ناصبی ہے من عینہ عبارت ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ جو شخص رجعت کا قائل نہیں وہ بے دین خارج از اسلام ہے" لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلیّ العظیم "پس مسلمانوں کو چاہئے کہ فرقہ شیعہ سے اپنے آپ کو بچائیں اور ان کے ساتھ سلام وکلام وموانست ومجالست ومناکحت سے پرہیز کریں اور ان کے ایسے اعتقاد کو باطل سمجھیں فقط ﴿وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین حنفی عفا اللہ عنہ)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک امام مسجد نے بھانجی وخالہ کا نکاح ایک شخص کے ساتھ دیدہ ودانستہ کسی لالچ پر جائز سمجھ کر پڑھ دیا ہے۔ باوجودیکہ اسکو کتب معتبرہ میں یہ مسئلہ دکھا بھی دیا تھا کہ بھانجی اور خالہ کا ایک

نکاح میں جمع کرنا حرام ہے لیکن اس نے کچھ پرواہ نہ کی اور نکاح پڑھا دیا کیا اب شرعاً ایسے شخص کی امامت جائز ہے یا ناجائز اور ایسے ساتھ مسلمان لوگ برت برتاؤ کریں یا نہ بینوا توجروا۔ (السائل احقر العباد سردار شاہ خطیب جامع مسجد از علم پوری علاقہ ملتان)

الجواب: بیشک خالہ اور بھانجی کا جمع کرنا ایک نکاح میں شرعاً حرام ہے چنانچہ کتب احادیث وفقہ کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں وہو ہذا۔

"لا یجمع بین المراة وعمتها او خالتها او ابنة اخیها او ابنة اختها لقوله علیه السلام لا تنکح امراة علی عمتها ولا علی خالتها ولا علی ابنة اخیها ولا علی ابنة اختها رواه البخاری ومسلم وابو داؤد ترمذی وابن حبان من حدیث ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه"

اور اس حدیث شریف کو ایک جم غفیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بیان کیا ہے اور بوجہ کثرت طرق کے یہ حدیث مشہور ہے نقل از عینی الھدایہ شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۶ اور ہدایہ مجتبائی جلد ا صفحہ ۲۸۹ اور قاضی خاں صفحہ ۱۶۷ میں نیز بایں طور مسطور ہے۔

"ومنها الجمع بین ذواتی رحم محرم لا یجوز له ان یتزوج امراة علی عمتها ولا علی خالتها ولا علی ابنة اختها ولا علی ابنة اخیها ولو تزوجهما مالا یصح نکاحهما قالوا کل امراتین لوکانت احدهما ذکراً والاخری انثی حرم النکاح بینهما ...... الخ" (هکذا فی فتاوی عالمگیری جلد ۲ صفحه۸ وعینی شرح کنز وفتاوی خراب)

اور نیز صاحب شامی نے صفحہ ۲۸۴ میں لکھا ہے۔

"وحرم الجمع نکاحا وعدة ولومن طلاق بائن ووطیا بملک یمین بین امراتین ایتها فرضت ذکراً ولم یحل له احری ابداً کالجمع بین المراة وعمتها وخالتها رد المختار"

اور کتاب غایۃ الاوطار شرح درمختار جلد ۲ صفحہ ۱۶ میں ذیل عبارت "حرم الجمع بین المحارم" کے لکھا ہے کہ دو بہنوں کو یا خالہ اور بھانجی یا پھوپھی اور بھتیجی کو ایک نکاح میں جمع کرنا حرام ہے محارم میں نسبی ہوں یا رضاعی اور صاحب محیط وفتاویٰ عالمگیری صفحہ ۸ جلد ۲ میں لکھا ہے۔

"فلا یجوز الجمع بین المراة وعمتها نسبا ورضاعاً وخالتها کذلک ونحوها" (هکذا فی فتاوی خلاصه)

پس ان تمام عبارات سے معلوم ہوا کہ جمع کرنا ایک نکاح میں شرعاً خالہ اور بھانجی کا حرام ابدی ہے اور ان کو حرام سمجھ کر دیدہ دانستہ جمع کرنا سخت حرام اور منع ہے اور ایسا کرنے والا شخص ضال ومضل وگمراہ ہے اور ایسے شخص کے ساتھ برت برتاؤ کرنا اور السلام علیک کرنا امام بنانا منع ہے تاوقتیکہ تعزیر اور توبہ علانیہ نہ کرے فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۴۱۵ میں لکھا ہے۔

"من اعتقد الحرام حلالاً رد علی الکلب یکفر ولوقال الحرام هذا حلال لترویج السلعة وبحکم الجهل لایکون کفراً فقط والعلم عند الله"

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین حنفی عفی عنه)

الجواب صحیح والمجیب مصیب۔ بقلم خود ابوالبرکات سید احمد الوری حنفی مدرس ومہتمم حزب الاحناف شہر لاہور۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ بیشک جمع کرنا ماسی اور بھتیجی اور خالہ و بھانجی و دونوں بہنوں کا یک نکاح میں حرام ہے چنانچہ فتوئ اولی سے ظاہر ہوتا ہے لیکن اب اتنا فرما دیا جاوے کہ نکاح عورت اول کا صحیح ہے یا دوسری کا بینوا توجروا۔

(السائل غلام احمد از کھوریاں ڈاکخانہ ہڑپالہ ضلع جہلم)

الجواب: "اللهم ارنا الحق حقا والباطل باطلا" بیشک صورت مذکورہ میں نکاح عورت اول کا صحیح اور درست رہا اور نکاح عورت ثانیہ کا باطل اور فاسد چنانچہ کتب معتبرہ میں ہے "وهو هذا ولو تزوجها في عقدتين فنكاح الاولى جائز ونكاح الثانية فاسد" پس ان ہر دو عبارتوں سے ثابت ہوا کہ نکاح اول صحیح اور دوسرا باطل فقط والعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفاعنہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک قاضی جس کو عدالت نے مقرر کر دیا ہے اور وہ قرآن پڑھانے اور نکاح خوانی پر کچھ مقرر شدہ لیتا ہے کہ یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ اگر کوئی شخص اس سے انکار کرے تو قاضی عدالت میں دعوی کر کے ان سے اجرت لے سکتا ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(السائل قاضی چھہر امیر علی از جودھ پور ریاست مارواڑ)

الجواب: اقول بالله التوفيق بیشک شرعاً بعوض اوقات اجرت تعلیم قرآن مجید واذان وامامت ونکاح خوانی وغیرہ امور دینیہ پر مبنی جائز اور درست ہے اگرچہ آئمہ دین متقدمین رحمہم اللہ تعالی نے اس میں کلام کی ہے لیکن متاخرین ائمہ دین رضی اللہ علیہم اجمعین کا اسی کے جواز پر فتوئ ہے چنانچہ کتب معتبرہ میں مسطور ہے وھو ہذا۔
"بعض مشائخنا استحسنوا الاستيجار على تعليم القران اليوم لانه ظهر التوانى في الامور الدينية لاعلى الامتناع يضيع حفظ القران وعليه الفتوى"
نقل از ہدایہ شریف صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ فاروقی کتاب الاجارات وفتح القدیر اور کتاب ردالمختار صفحہ ۳۴ میں نیز اس طرح پر لکھا ہے "ويفتى اليوم وبصحتها على تعلم القران والفقة والامامة والاذان" اور فتاوئ عالمگیر میں ہے "واختلفوا في الاستيجار على قراة القران على القبر مدة معلومة قال بعضهم لايجوز وقال بعضهم يجوز وهو المختار" اور صاحب دار الافتاء نعمانیہ اپنے فتوئ نمبر ۲۹۳ صفحہ ۳۶۲ میں لکھا ہے کہ جو صاحب شامی نے کتاب جوہرہ نیرہ سے یہ عبارت نقل فرمائی ہے کہ "واختلفوا في الاستيجار على قراة القران مدة معلومة قال بعضهم لايجوز وقال بعضهم يجوز" اور اس سے خود اپنی رائے عدم جواز پر ظاہر کی ہے سو یہ کہنا علامہ صاحب شامی کا مفتی بہ اور فیصلہ مختار سے بالکل خلاف ہے جو کہ قابل تسلیم کے نہیں۔ اور کتاب عین الہدایہ جلد سوم صفحہ ۶۴۹ میں اس طرح پر لکھا ہے وھو ہذا۔ اس

زمانہ میں بعض مشائخ نے قرآن پڑھانے پر اجارہ لینا استحساناً جائز رکھا ہے کیونکہ دینی امور میں سستی اور بے پروائی ظاہر ہوگی۔ پس اگر منع ہوگی تو قرآن کا حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور اسی پر فتویٰ ہے اور تحفۃ الفتاویٰ میں حضرت امام سرخسی سے نقل کیا کہ مشائخ بلخ نے قول اہل المدینہ کا اختیار کیا کہ تعلیم القرآن پر اجرت جائز ہے پس ہم بھی اسی قول پر فتویٰ دیتے ہیں اور روضہ و ذخیرہ میں ہے کہ موذن و امام کو اس زمانہ میں اجرت لینی جائز ہے اور یہ ہی امر مفتی بہ ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ آپ کی ذات بابرکات سے بنسبت اجرت کتاب اللہ کے سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا" اِنَّ احقّ ما اخذتم علیه اجراً کتاب الله رواه البخاری ومشکوۃ باب الاجارہ اور دار الافتاء "نعمانیہ صفحہ ۸۶۸ نمبر فتویٰ ۸۳۲ میں نیز یاں طور مسطور ہے:"یفتی الیوم بصحتھا لتعلیم القران والفقه والامامة والاذان ویجبر المستاجر علی دفع ما قیل ویحلس به به یفتی ویجبر علی دفع الحلوۃ المرسومة وھی یھدی به للعلم علی راس بعض سورۃ القران سمیت بھالان العادۃ اھدی الحلاوی"

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ نزدیک علماء متاخرین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے یہ اجرت صحیح اور درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اور صحیح اور اصح سے اقویٰ ہے اور اسکے جواز پر کسی محقق کو کلام نہیں اور فتاویٰ عبدالحی جلد سوم صفحہ ۱۴۸ کی عبارت اس پر نیز شاہد ہے اور کتاب وجیز الصراط صفحہ ۳۲ میں لکھا ہے کہ اگر اہل محلہ یا شہر والوں نے کوئی امام تنخواہ پر مقرر کیا اور پھر اگر وہ خدمت کرنے سے اعراض کر جائیں اور امام دعویٰ کر دے تو قاضی کو لازم ہے کہ فوراً ان کا حق دلوا دے اور ان کو تعزیر دے اور فتاویٰ فصول العمادی میں لکھا ہے "اذا عینوا الامام بشئی من الاوقاف والصدقات والھدایا وغیرھا لزمھم اداءھا" پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ اگر لوگوں نے یہ اشیاء اس کی خدمت کے لئے معین کی ہوئی ہیں اور اسی آمدنی پر مقرر ہے تو ان کو ان اشیاء کا ادا کرنا ضروری ہے ورنہ مستوجب سزا کے ہوں گے اور عتاب الٰہی کے مستحق ہوں گے۔ لقولہ تعالیٰ:

﴿ واوفوا بالعهد ان العهد كان مسئولاً ولقوله عليه السلام لا ايمان لمن لاامانة له ولا دين لمن لا عهد له رواه البيهقي في شعب الايمان ﴾

پس اہل اسلام کو چاہئے کہ وعدہ خلافی ہرگز نہ کریں اور خداوند کریم کے غضب و قہر سے ہمیشہ ڈرتے رہیں اور اماماں دین اور معلمین و متعلمین کی خدمت سے ہرگز اعراض نہ کریں۔ والله غنی عن العلمین والحمد لله رب العلمین فقط.

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین حنفی قادری)

نوٹ: جس حدیث سے ممانعت اجرت پائی جاتی ہے اس کے اسناد میں ضعف ہے اور ایک طرق صحیح بھی ہے لیکن اضطراب سے خالی نہیں اور اسکا عمل اسی زمانہ پر معمول تھا۔ چونکہ زمانہ خیر القرون اور اہل دل اور خواہشمند تعلیم علم قرآن واحادیث کے تھے اور لوگ علمائے دین پر جاں نثار تھے۔ اور علمائے دین بھی دولت مند اور غنی اور حکام وقت کی طرف سے ان کو روزینے ملتے تھے اور بعض علماء مجتنب حال تھے چنانچہ کتب تواریخ اس پر شاہد ہیں۔

(خادم شریعت عفاعنہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں ائمہ دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ دادا اپنی پوتی نابالغہ کا باجازت ولی جائز باپ کے جو اسی مجلس میں موجود تھا نکاح کر دیا ہے دادا کا باجازت ولی جائز باپ کے اپنی پوتی نابالغہ کا نکاح کر دینا عند الشرع صحیح ہے یا نہیں۔ اگر صحیح ہے تو بوقت بالغہ ہونے کے وہ لڑکی اپنے نکاح کو عند الشرع فسخ کرا سکتی ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب : دادا کا باجازت ولی جائز باپ کے اپنی پوتی نابالغہ کا نکاح کر دینا عند الشرع صحیح اور درست ہے اور بعد بالغہ ہونے کے اس کو نکاح فسخ کرنے میں عند الشرع کچھ اختیار نہیں جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے:

"ومن امر رجلا ان یزوج صغیرتہ ولوثیبا فزوجھا المامور عند رجل وامرءۃ تین صح العقد ان کان الاب حاضرا لانہ اذاکان حاضراً انتقل عبارۃ الوکیل الی الاب فصار کانہ عاقد ولوکیل مع ذلک الرجل شاھدان وھو المعتمد کما فی المنح"

نیز دوسری جگہ پر مذکور ہے: "وللولی انکاح المجنونۃ والصغیر والصغیرۃ ولو کانت الصغیرۃ ثیباً فان کان المزوج اباً اوجداً لزم العقد فلیس لھا خیار الفسخ بعدالافاقۃ ولالھا بعدالبلوغ"

ان روایات سے صاف طور پر اظہر من الشمس ہے کہ دادا کا اپنی پوتی نابالغہ کا باجازت ولی جائز کے نکاح کر دینا بالکل درست ہے اور نہ ہی وہ بعد بالغہ ہونے کے اس نکاح کو فسخ کرا سکتی ہے۔ (المجیب مسکین فتح محمد)

الجواب صحیح والمجیب مصیب: حررہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفاعنہ۔

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ شب ولادت مبارکہ حضور ﷺ کو محفل میلاد شریف کرنی اور کثرت سے روشنی کرنی اور اپنے اپنے مکانوں کے اندر باہر چراغ جلانے اور مکانوں کو روشنی سے خوب مزین کرنا اور حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت مبارک کی خوشی منانی عند الشرع جائز ہے یا نہیں یا کہ روشنی کرنی مثل دیوالی کفار حرام ہے مدلل بیان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور روشنی کرنے کے جواز یا عدم جواز کا مدلل بیان فرمادیں۔

الجواب : بیشک سب کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ مباح اور جائز ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی البتہ اکی حرمت یا مکروہ تحریمی یا ناجائز ہونے کیلئے دلیل کی ضرورت ہے سو خادم شریعت کی نظر میں ان امور مذکورہ کے عدم جواز وحرام ہونے کی نسبت کوئی دلیل قاطعہ نہیں گذری اور یہ بھی نہیں ثابت ہوا کہ ہر ایک امر میں تشبہ بالکفار مکروہ یا حرام ہوتا ہے۔ لہذا روشنی کرنا اظہار فرحت وسرور نعمت ورحمت میلاد آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے یا تلاوت قرآن مجید یا دفع کلفت یا آمدورفت عوام الناس وغیرہ جسکے تحت میں تکمیل دین کی ہو ایسی روشنی کرنے میں کوئی قباحت شرعی نہیں۔ نقل از تفسیر روح البیان جلد اول صفحہ ۸۷۹ وضیاء القنادیل صفحہ ۸ فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ اور حدیث شریف میں آتا ہے "ماراہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن فقط"

(المجیب خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفی عنہ وزیر آباد)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس بارہ میں (1) کہ ایک لڑکی نابالغہ اللہ رکھی دختر کریم بخش مرحوم کا عقد بموجودگی چچا حقیقی کے والدہ نے کر دیا۔ باوجودیکہ چچا اس بارہ میں اب تک ناراض ہے۔ (2) اب لڑکی نے قریب بلوغت پہنچ کر اس نکاح سے روبرو چند افراد کے بالکل انکار کر دیا اور اس نکاح میں ناراض ہے۔ جس کو عرصہ ۵ سال گزر گیا ہے اور اس کو نامنظور کرتی ہے۔ اور مرد بھی عنین ہے (3) ان صورتوں میں جو مذکور ہوئی ہیں نکاح منعقد ہوا ہے یا کہ نہیں اور دوسری جگہ ان صورتوں میں لڑکی نکاح کر سکتی ہے یا کہ نہیں۔ بینوا توجروا۔

فدویہ اللہ رکھی دختر کریم بخش معرفت مولا بخش ومحمد حسین محلہ دوکاندار شہر رسول نگر معروف رام نگر تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ نشان انگوٹھا اللہ رکھی۔

الجواب وھو الموفق الصواب

بیشک درصورت صدق مستفتی یہ نکاح نابالغہ کا جو والدہ حقیقی ولی بعیدہ نے بموجودگی چچا حقیقی ولی قریب کے کر دیا ہے نادرست وغیر صحیح ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ولی قریب کے موجود ہوتے ہوئے بدوں اجازت ورضامندی اس کے نکاح درست نہیں ہوتا۔ چنانچہ امور مذکورہ پر مندرجہ ذیل کتب کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے وھو ہذا۔

"وعند عدم العصبة کل قریب یرث الصغیر والصغیرة من ذوی الارحام یملک تزویجها فی ظاهر الروایة عن ابی حنیفة قال محمد لا ولایة لذوی الارحام وقول ابی یوسف مضطرب والاقرب عند ابی حنیفة الام ثم البنت وفیها ایضاً وان زوج الصغیر او الصغیرة ابعد الاولیاء فان کان الاقرب خنثی وهو من اهل الولایة توقف نکاح الابعد علی اجازته وفیها ایضا ولو زوجها الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازة الاقرب ثم غاب الاقرب وتحولت الولایة الا بعد لا یجوز ذلک النکاح الذی باشره الا بعد الا باجازة منه بعد تحویل الولایة الیه نقل از فتاوی عالمگیری جلد ثانی باب سلسله الاولیاء وهکذا فی الظهیریة وجامع الرموز وصابر ص ۳۸ وجامع الفوائد ص ۹۵"

اور فتاوی غرائب وجامع صفحہ ۹۲ میں لکھا ہے:

"ولا یجوز تزویجها للام فی حال حضور العصبة وفیها ایضا فلو زوج الا بعد حال قیام الاقرب توقف علی اجازته ولو تحولت الولایة الیه لم یجز الاباجازته وفیها ایضاً الا قرب فالا قرب وعند محمد لیس لذوی الارحام ولایة هکذا فی فتاوی خلاصه جلد ۲ ص ۱۸"

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ یہ نکاح پہلے ہی سے شرعا درست اور صحیح نہیں۔ اگر لڑکی اپنے بیان میں صادق ہے تو بیشک شرعا جس جگہ چاہے نکاح کر سکتی ہے اور صورت ثانی وغیرہ کے بارہ میں ہدایہ شریف جلد ۲ صفحہ ۲۹۷ ودر مختار وفتاوی

عالمگیری میں یوں مرقوم ہے:
"وان زوجها غیر الاب والجد من کل واحد منهما الخیار اذا بلغ ان شاء اقام علی النکاح وان شاء فسخ وهذا عند ابی حنیفة ومحمد ویشترط فیه القضاء یعنی قضاء القاضی"

اور عنین کی نسبت شارع علیہ السلام نے سال بھر کی مہلت کا حکم دیا ہے۔ اگر علاج معالجہ سے اس کو آرام ہو جائے تو بہتر ورنہ حاکم وقت یا قاضی تفریق کر دے اور اگر ایسا ہو چکا ہے اور اب تک اس کو آرام نہیں ہوا اور وہ طلاق نہیں دیتا تو اس پر حکم بالا جاری ہوگا:

"فان اختارت الفرقة وامر القاضی ان یطلق بائنة فان ابی فرق بینهما هکذا ذکر محمد فی الاصل کذا فی النهی فقط والله اعلم. والفرقة تطلیقة بائنة کذا فی الکافی ولها المهر کاملا و علیها العدة کاملا بالاجماع ان کان الزوج قد خلا بها هکذا فی فتاویٰ عالمگیری جلد۲ باب عنین"

لیکن صورت مسئولہ میں چونکہ پہلے سے نکاح منعقد نہیں ہوا اس لئے نمبر ۲، ۳ کی تعمیل کرانے کی ضرورت نہیں۔

واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفی عنہ وزیر آباد دروازہ موجدین ۲۶ شعبان المعظم ۱۳۳۶؟)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو بموجب شریعت سہ ۳ طلاق دے کر اسلام کے اوپر اپنے نفس پر حرام کر دی ہے۔ جس طلاق نامہ کی تاریخ ۱۲ نومبر ۱۹۲۷ء ہے اور اس عورت نے ۲۵ نومبر ۱۹۲۷ء کو نکاح ثانی کر لیا ہے آیا وہ نکاح جائز ہے یا نہیں اور نکاح خوان اور حاضرین مجلس پر کیا تعزیر ہے بینوا توجروا۔

(السائل منشی محمد حسین از گھگا مہر بقلم خود ۳ جنوری ۱۹۲۹ء)

الجواب: بیشک درصورت صدق مستفتی نکاح ثانی ناجائز و غیر صحیح ہے کیونکہ عدت میں پڑھا گیا ہے اس لئے یہ نکاح ناجائز و فاسد ہوا لقولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتَابُ اَجَلَه الخ﴾ اور فتاویٰ قاضیخان صفحہ ۱۶۷ میں ہے "ولا یجوز نکاح منکوحة الغیر ومعتدة الغیر عند الکل" اور فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۱۰ جلد ثانی "لا یجوز للرجل ان یتزوج زوجة غیره وکذلک المعتدة کذا فی السراج الوهاج سواء کانت العدة عن طلاق او وفاة اودخول فی نکاح فاسد او شبهة نکاح کذا فی البدائع وخلاصه"

پس ان دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ نکاح عدت میں پڑھنا حرام ہے اور حرام قطعی کو حلال جاننے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد ثانی صفحہ ۴۲۵ میں ہے "من اعتقد الحرام حلالاً او علی القلب یکفر هکذا فی خلاصه" پس اگر نکاح خوان و گواہان و حاضرین مجلس نے دانستگی میں حلال سمجھ کر یہ نکاح پڑھا ہے تو ان سب کو بعد تجدید اسلام کے اپنی اپنی بیبیوں سے دوبارہ نکاح پڑھاویں اور علانیہ توبہ و استغفار کریں اور حسب طاقت کھانا بھی کھلائیں

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب۔ (المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفا اللہ عنہ)

استفتاء

علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں جو ایک شخص اپنی منکوحہ کو بار بار ماں اور بہن کا لفظ بولتا ہے اور پھر اس منکوحہ نے کہا کہ مجھے طلاق دے دو۔اس نے اس کو کہا کہ میں نے جو شرعی طلاق تھی دے دی ہے اور میرے گھر سے باہر نکل جا۔ پھر بار بار جب اس نے کہا مجھے تحریری طلاق دے تو پھر اس نے اس کو کہا کہ جاؤ قلم دوات لے آؤ تو میں تم کو تحریری دے دیتا ہوں پس اتنے میں نہ اس نے کاغذ دوات قلم لائی اور نہ اس نے اس کو طلاق دی پھر اس کو کہنے لگا کہ ۳۶ روپیہ وزیور وغیرہ گھر سے جو چاہیں لے جاؤ اور لڑکیاں بھی لے جاؤ اور پھر اس نے ۳۶ روپے زیور گھر سے لے کر گئی اور گھر میں چلی گئی دو تین دن کے بعد اس کو پھر گھر لے آیا جواب دو اجر ملے گا۔ (بقلم حو دمو لاداد حال حافظ آباد)

الجواب: بیشک در صدق قول مستفتی صورت مذکورہ میں نہ ظہار واقعہ ہوتا ہے اور نہ کفارہ البتہ یہ الفاظ کہنے گناہ ہیں اور باقی الفاظوں سے طلاق بائن واقعہ ہوتی ہے۔ چنانچہ کتب ذیل کی عبارات اس پر شاہد ہیں وہو ہذا۔

" لو قالها انت امی لایکون مظاهرا او ینبغی ان یکون مکروها "

(نقل از فتاوی عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۱۸ هکذا فی در المختار وغایۃ الاوطار صفحہ ۱۹۲ جلد ۲)

" ولو قالها انت امی فلیس بشئی " (نقل از حمادیہ)

اور فتاوی جامع میں لکھا ہے: " ولو قال لها انت امی من غیر تشبیه لایکون مظاهراً لکنه مکروه "

اور صاحب حمامیہ وحمادیہ میں لکھا ہے "لو قال" میں تیں کو متا یا جدھے بھاویں تدے ونج "یقع طلاق بائن بلانیۃ ولو قال " تراگذاشتم "یقع الطلاق بائن ولو قال رجل " تو میتھوں رہی ہکی " تطلق طلاقا بائنا" اور فتاوی خلاصہ جلد ۲ صفحہ ۹۹ میں ہے:

" امرأة طلبت الطلاق من زوجها فقال الزوج لم یبق لک عندی طلاق قومی واذ هبی فهذا اقرار بالطلاق ولو قال لها اذهبی فی ای طریق شئت لا یقع الطلاق بدون النیۃ ولو قالها اخرجی اذهبی "

وتر ارہا کردم "لا تطلق الا بالنیۃ " پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ صورت مذکورہ بالا میں طلاق بائن واقعہ ہوگی اور نہ ظہار اور نہ کفارہ مرد مذکور کو لازم ہے کہ بدوں تحلیل عورت مذکورہ سے دوبارہ نکاح کرلے اور حسب طاقت فی سبیل اللہ مسکینوں کو کھانا کھلادے اور آئندہ ایسے الفاظ سے توبہ کرے۔ فقط واللہ اعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری عفا عنہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین مسائل ذیل میں کہ ایک مولوی کہتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی ہماری طرح پر احتلام ہو جاتا تھا اور ایک عورت اجنبیہ غیر محرمہ کے شکم پر ہاتھ رکھ کر تشخیص کرتا ہے اور کہتا ہے کہ عورت اجنبیہ کے فرج میں اپریشن کرنا حکیم کو جائز ہے اور میں حکیم ہوں اور عورت مذکورہ نوجوان اور حکیم مولوی بھی مجرد نوجوان ہے اور کہتا ہے کہ نماز میں انسان بھول جاوے تو نماز میں آیتیں چھوڑ چھوڑ کر پڑھنا بھی درست ہے اور ذات کا بھی حکیم مولوی بافندہ ہے اب ایسے شخص کو نماز میں امام بنانا درست ہے یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل ظہیر فضل نور چک ۳۱۳ ڈاکخانہ جنیانہ)

الجواب: بیشک درصورت صدق مستفتی ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز درست نہیں کیونکہ اس نے انبیاء علیہم السلام کی توہین کی ہے جو کفر ہے کسی نبی کی ذات والاصفات کو احتلام نہیں ہوا دیکھو کتاب مدارج النبوۃ جلد اول صفحہ ۱۵ باب مباشرت و شفا قاضی عیاض و خصائص وجمودی وغیرہ۔ حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ کوئی پیغمبر ہرگز محتلم نہیں ہوا کیونکہ احتلام فعل شیطان سے ہے اور آپ کی ذات بابرکات احتلام سے محفوظ تھی اور احتلام رسول خدا پر جائز نہیں نقل از طبری اور فتاویٰ قاضی خاں میں مسطور ہے کہ طبیب کو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی عورت اجنبیہ کے مقام مخصوصہ کو دیکھے بلکہ اس کو لازم ہے کہ وہ کسی عورت کو اس کا طریق وعلاج سکھائے اور فتاویٰ عالمگیر میں ہے " ولا تمس شيئا منه اذا كان احدهما شابا فی حد الشهوة وان امنا على نفسهما الشهوة " اور قرآن مجید میں ہے ﴿وَقُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ﴾ اور حدیث شریف میں آتا ہے "لعن الله الناظر والمنظور" یعنی اللہ کی لعنت ہے ستر دیکھنے اور دکھانے والے پر پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ فعل ناجائز اور حرام ہے اور اس کو حلال کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے اور جو بعض علمائے خاص نے حکماء کے لئے جواز کا فتویٰ دیا ہے اس میں چند قیود ہیں جن کو حکیم صاحب نہ جانتے ہوں گے اور نمازوں میں ایسا کرنا مکروہ ہے کذا فی کتب الفقہ پس مسلمانان اہل سنت و جماعت کو چاہئے کہ ایسے امام کے پیچھے نماز ہرگز نہ پڑھیں۔ تاوقتیکہ وہ توبہ کرے واللہ اعلم۔

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری)

سوال: نکاح میں رکن کتنے ہیں اور منگنی سے نکاح ہو جاتا ہے یا نہیں؟

الجواب: دو رکن ہیں۔ اور منگنی سے نکاح ہرگز نہیں ہوتا چونکہ وہ صرف وعدہ ہوتا ہے ہاں اگر صغیرین نابالغین کے والدین نے روبرو گواہان کے ایجاب قبول کر لیا تو نکاح صحیح ہو جائے گا ورنہ نکاح منعقد نہ ہوگا چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ کتاب النکاح میں مسطور ہے: " واما ركنه فالايجاب والقبول كذا فی الكافی والايجاب ما يتلفظ به اولاً من ای جانب كان والقبول جوابه" یعنی رکن نکاح کے دو ہیں ایجاب وقبول چنانچہ کافی میں ہے اور اول جس جانب سے بولا جائے اس کو ایجاب کہتے ہیں اور اس کے جواب کو قبول اور کتب احادیث بھی اس پر شاہد ہیں دیکھو طحاوی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص نے کہا کہ میں سنی مذہب ہوں اور اس بناء پر اس نے کسی سنیہ عورت سے نکاح کر لیا اور چند ماہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شیعہ مذہب کا آدمی ہے اور خود بھی اقرار کرتا ہے کہ میں شیعہ ہوں۔ کیا اس صورت میں یہ نکاح منعقد ہو جاتا ہے یا نہیں۔ (السائل عبد الرحمن)

الجواب: شرعاً یہ نکاح نہیں لہٰذا طلاق کی ضرورت نہیں چونکہ شرع شریف میں نکاح کے جواز کے لئے اعتبار کفو کا ہے اور شیعہ آدمی سنیہ عورت کا کفو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ کتاب در مختار و فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ باب الاکفاء میں مسطور ہے "اخبر لھم بالکفاءۃ ثم ظھر انه غیر کفو کان لھم خیار" یعنی کسی نے والیوں کو کفو ہونے کی خبر دی پھر غیر کفو ظاہر ہوا تو ان کو نکاح توڑنے کا اختیار ہے اور کہا صاحب در مختار نے غیر کفو میں نکاح منعقد نہیں ہوتا اور فتاویٰ عالمگیر و فتح القدیر و فتاویٰ خلاصہ و جامع الرموز وغیرہ کتب میں مسطور ہے کہ فرقہ شیعہ مرتد اور ان پر حکم کفر کا ہے لہٰذا ان کے ساتھ سرے ہی سے نکاح جائز نہیں ہوتا اس نکاح کو توڑنے کی ضرورت ہی نہ رہی اور خادم شریعت کہتا ہے جو کچھ فقہائے کرام نے ارقام فرمایا ہے صحیح اور درست ہے لیکن بطور احتیاط حاکم وقت سے ضرور اجازت لی جائے اگر کسی نے مفصل حال دیکھنا ہو تو فتاویٰ عبد الحی جلد اول صفحہ ۳۳ کو ملاحظہ کرے فقط والعلم عند اللہ۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفاعنہ)

سوال: تفضیلی شیعہ کو متولی مسجد حنفیہ کا بنانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: ہرگز جائز نہیں چونکہ یہ فرقہ بھی مبتدع و گمراہ ہے اور مبتدع و گمراہ کو جب سلام علیکم کہنا اور اس کی تعظیم و تکریم شرعاً حرام ہے تو یہ منصب اس کے لئے کب جائز ہو سکتا ہے لقولہ تعالیٰ ﴿وَلَا تُطِعْ مِنْهُمْ اٰثِمًا اَوْ كَفُوْرًا﴾ اور مبتدع کے متولی ہونے پر بہت امور میں اس کی اطاعت کرنی پڑے گی اور مشکوٰۃ شریف میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ نے تو مبتدع کا سلام بھی قبول نہیں فرمایا اور حدیث شریف غنیۃ میں ہے کہ مبتدع دوزخ کا کتا ہے اور اس کے ساتھ موانست و مواکلت ہرگز جائز نہیں اور فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ و فتاویٰ خلاصہ و برجندی وغیرہ میں لکھا ہے کہ تفضیلی شیعہ بھی سخت بد کردار اور گمراہ ہے۔

"الرافضی اذا کان یسب الشیخین ویلعنھما والعیاذ باللہ فھو کافراً وان کان یفضل علیاً کرم اللہ تعالیٰ وجھه علی ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنه لایکون کافراً الا انه مبتدع"

پس بہر حال اہل ہوا و مبتدع و وہابی نجدی و شیعہ تفضیلیہ و شیعہ اثنا عشریہ کو متولی مسجد اہل سنت و جماعت کا ہونا اور اسکو مقرر کرنا جائز نہیں بلکہ ان لوگوں کو مساجد سے نکال دینا چاہیے چونکہ انکے آنے سے مسجد میں فساد پیدا ہوتا ہے اور "ان اللہ لایحب الفساد" ان کی ممانعت پر شاہد ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سہروردی عفاعنہ)

سوال : شرعاً کیا حکم ہے اس شخص کے حق میں کہ پہلے تو ایک عورت سے زنا کرتا رہا پھر اس کی نابالغہ لڑکی سے نکاح کرتا ہے پھر وہ لڑکی قبل از بلوغت فوت ہو جاتی ہے پھر وہ اسی زانیہ عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ میں اس عورت کے ساتھ قبل از نکاح زنا کرتا رہا ہوں۔ کیا شرعاً یہ اسکا اقرار جائز ہے یا نہیں اور اس کا نکاح اس عورت سے ہو سکتا ہے یا نہیں۔ جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل پیر غلام محی الدین از کوٹلہ میدان)

الجواب : جس عورت کے ساتھ زنا کیا جاوے تو پھر اسکی دختر سے نکاح کرنا زانی کو حرام ہے چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے۔ "ومن زنا بامرأة حرمت عليه امها وابنتها هكذا في الدر المختار وقاضي خان وجامع الفوائد"

پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ جس عورت سے زنا کیا جاوے تو پھر اس زانی پر اس کی اصل و فرع سے نکاح کرنا حرام ہے لہٰذا مزنیہ سے زانی کا نکاح کرنا جائز ہے لیکن اس کی دختر سے ناجائز اور کالعدم سمجھا جائے گا اور مزنیہ سے درست بقولہ تعالیٰ ﴿الزانی لاینکح الازانیۃ﴾ سورہ نور اور ہدایہ شریف میں ہے "الزنا يثبت بالبينة والاقرار" اور ایسا ہی فتاویٰ نعمانیہ فتویٰ نمبر ۱۳۵۶ میں ہے۔ پس خلاصہ یہ ہوا کہ نکاح تو اس سے جائز ہے لیکن اول مزنیہ کو زبانی اقرار کرنے پر شرعاً حد عائد ہوگی لیکن آج کل حد کا نافذ کرنا دشوار ہے اس لئے ان کو توبہ کرانی لازم اور صدقہ دینا ضروری ہے ﴿لقولہ تعالیٰ الم یعلموا ان اللّٰہ ھو یقبل التوبۃ عن عبادہ ویاخذ الصدقات﴾ اور حرمت مصاہرہ کے دلائل جلد ہفتم و دہم میں مسطور ہو چکے ہیں اور جب تک یہ شخص علانیہ توبہ نہ کریں۔ انکے ساتھ برت برتاؤ مسلمان ترک کر دیں۔

(المجیب خادم شریعت ابو المظفر محمد نظام الدین حنفی قادری عفا عنہ)

سوال : از جانب مولوی عبد العزیز برنالوی علاقہ لالہ موسیٰ کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ ساس حقیقی کے ساتھ نکاح کرنا کیسا ہے اور جو اس نکاح کو جائز قرار دے اس کے لئے کیا حکم ہے اور فرقہ وہابیہ نے آپ پر یہ کیوں الزام و بہتان باندھے یہ بات کیونکر ہے مفصل جواب دو۔

الجواب : بیشک شرعاً ساس حقیقی کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ﴾ یعنی تمہاری بیبیوں کی مائیں تم پر حرام ہیں ان سے نکاح مت کرو اور جو شخص اس حکم خداوند کریم کا منکر ہے وہ بے ایمان دائرہ اسلام سے خارج ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۴۱۵ جلد ۲ میں بایں طور مسطور ہے "من اعتقد الحرام حلالاً او على القلب بكفر وهكذا في كتب العقائد والفقه" اور یہ محض فرقہ نجدیہ وہابیہ ثنائیہ طاغیہ کا سراسر بہتان و افتراء ہے جسکی بنیاد ضد و تعصب و حسد پر ہے اور یہ وہ مرض ملعونہ ہے کہ جس کا علاج کرنے سے جالینوس و بقراط جیسے حکیم عاجز آ چکے ہیں

خدایا مفتری را رو سیاہ کن　　　　زقہر قہر دان خود تباہ کن

اور اس نااہل فرقہ کو اپنے گھر کی کچھ خبر نہیں۔ ذرا ان کے مسائل کو دیکھ کر پھر اصل معاملہ کو ملاحظہ فرما دیں وھو ہذا ان کے

مذہب میں لکھا ہے کہ جس عورت کے ساتھ کوئی شخص زنا کرتا رہے پھر اگر اسی مزنیہ کی لڑکی کے ساتھ نکاح کرے تو جائز ہے اور ایسا ہی اگر کسی لڑکی کے ساتھ زنا کرے پھر اس کی ماں کے ساتھ نکاح کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور ایسا ہی باپ کی مدخولہ مزنیہ بیٹے پر جائز اور بیٹے کی باپ پر دیکھو کتاب کنز الحقائق از تصنیف مولوی وحید الزمان غیر مقلد "والزنا لا یوجب حرمة المصاهرة فتحل له اما المزنية وبنتها ومزنيه الابن والاب لاحول ولا قوة الا بالله" اور مولوی ثناء اللہ امرت سری ایڈیٹر اہل حدیث نے تو کمال ہی کر دیا ہے۔ اور بچاری بوڑھیا دادی کا پوتے سے نکاح جائز کا فتویٰ دے کر شریعت حقہ کا خون ہی بہا دیا ہے۔ دیکھو پرچہ اہل حدیث اخبار مورخہ ۴؍۱۱ رمضان المبارک ۱۳۲۸ جواب نمبر ۲۵۱ مطابق تمبر ۱۶؍۹؍۱۹۱۰ء بایں مضمون فتویٰ تحریر ہے۔ "بحکم لا تنکحوا ما نکح اباءکم "حقیقی والدہ اور سوتیلی والدہ سے نکاح کرنا تو منع مگر جد دادا کی منکوحہ کی حرمت منصوص نہیں اس لئے اس سے نکاح بھی صحیح اور جو اس سے بچہ پیدا ہو وہ بھی صحیح النسب اور اسی امیر اہل حدیث نے پرچہ اہل حدیث ۱۳۳۵ھ مورخہ ۲۷ رمضان المکرم میں بھتیجی رضائی کا نکاح چچا سے جائز کا فتویٰ دیا تھا جس پر العدل نے اس پر خوب گت بنائی تھی اور اسی سردار اہل حدیث نے مزنیہ باپ کا بیٹے سے نکاح جائز قرار دیا تھا اور ان کے بڑے استاد صدیق حسن خان و نذیر حسین صاحب نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ خالہ سوتیلی یعنی جس کا باپ ایک ہو اور ماں جدا جدا ہو تو اس سے اس کے بھانجے کا نکاح درست ہے دیکھو جامع الشواہد فتویٰ صدیق حسن اور ثناء اللہ کا فتویٰ ہے کہ اب رضائی کی منکوحہ پسر رضیع پر جائز ہے اور ایسا ہی جو لڑکی گود میں نہ پلی ہو اور جب اس کی والدہ مدخولہ مر جائے تو پھر اس کو اس لڑکی سے نکاح کرنا جائز ہے "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ"

ناظرین یہ مختصر مسائل اس فرقہ وہابیہ نجدیہ کے ہیں اگر مفصل عقائد و مسائل ان کے دیکھنے ہوں تو سیف الابرار کو ملاحظہ کریں اور خادم شریعت نے اس میں پورے طور پر فہرست بحوالہ کتاب لکھدی ہے اور مفترین پر خدا کی لعنت باد۔

میرے اخی اصل معاملہ یہ ہے کہ کوٹلہ سیداں سے سید محمد غوث نے ایک استفسار حضرت سید دیدار علی شاہ صاحب فاضل اجل علامہ بے بدل سے بایں مضمون کیا جو کہ مع اصل استفسار و فتویٰ ذیل میں درج ہے اور واقعی وہ مطابق مذہب حنفی کے صحیح اور درست ہے اور وہ یہ ہے ناظرین غور سے ملاحظہ فرماویں اور فرقہ ضالین کا ذہین پر نفرین کریں۔

﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا ہندہ کے ساتھ ناجائز تعلق رہا وہ باہم زنا کرتے رہے پھر ہندہ نے اپنی نابالغہ لڑکی چھ سات سالہ زبیدہ نامی کے ساتھ زید کا نکاح کر دیا۔ ہندہ کی لڑکی زبیدہ منکوحہ زید بغیر کسی مس وغیرہ کے دو تین مہینے بعد نکاح کے فوت ہوگئی اب ہندہ خود زید کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے کیا نکاح ہندہ کا زید کے ساتھ جو اس کی لڑکی کا زوج ہو چکا تھا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ مگر زانیہ ہندہ کے زنا کے چند اشخاص بطور گواہ موجود ہیں جن کے روبرو ہندہ نے چند بار اقرار کیا ہے کہ میں لڑکی کا نکاح کر دینے سے پہلے زید کے ساتھ چند دفعہ مجامعت کر چکی ہوں

اور بعد نکاح کے بھی میں ہی زید کے ساتھ برت برتاؤ ناجائز طور پر کرتی رہی ہوں کیونکہ میری لڑکی بالکل کم عمر نابالغہ تھی جو بالکل مس وغیرہ خاوند کے قابل نہ تھی اور زانیہ بھی مقر ہے۔

(السائل انوار حسین شاہ)

الجواب: درمختار جلد دوم صفحہ ۳۰۳ میں ہے:

"وحرم ایضا بالصہریۃ اصل مزنیتہ واصل ممسوسۃ بشھوۃ والمنظور الی فرجھا الداخل وفروعھن مطلقاً انتھی مختصراً"

اور جب زبیدہ زید کے نکاح سے خارج رہی تو اب زید کو اپنی مزنیہ ہندہ سے نکاح بلا تامل جائز ہے۔ کما فی صفحہ ۳۱۷ من الدر المختار وصح نکاح موطوءۃ بزنا انتھی مختصراً بقدر الحاجۃ۔

"حررہ العبد الراجی رحمۃ ربہ القوی ابو محمد دیدار علی الرضوی الحنفی الخطیب فی مسجد وزیرخان المرحوم الواقع فی اللاھور"

"ذلک کذلک انا مصدق بذلک فھذا الجواب صحیح والمجیب نجیح، محمد یار عفی عنہ امام وخطیب ومفتی مسجد طلائی لاھور"

اگر واقعی ہندہ نے پہلے کر دینے اپنی لڑکی زبیدہ نابالغہ کے نکاح زید سے زنا کیا ہے تو اب بعد مرنے زبیدہ کے زید سے نکاح جائز ہے لیکن تحقیق اس کی مطابق شریعت ضروری ہے۔

(فقیر محمد عظیم امام جامع مسجد وزیر آباد عفی عنہ)

"الجواب صحیح والمجیب مصیب سید نور حسن مدرس مدرسۃ دینیہ وزیر آباد"

(غلام فرید بقلم خود)

اگر واقعی قبل از نکاح دختر اس کی والدہ اس سے زنا کر چکی ہے تو پھر نکاح جائز ہوگا۔ (خاکسار قمر الدین کان اللہ لہ از وزیر آباد)

"الجواب صحیح"

(احمد دین بقلم خود) (فضل الدین بقلم)

"ما احسن ما اجاب"

(محمد خلیل عفا اللہ عنہ)

"مدرس مدرسہ عربیہ"

"ذلک کذلک"

(بقلم خود قاری نور احمد عفی عنہ)

مورخہ 16.6.30 اس مقدمہ کو پارٹی مخالفین نے مولوی محمد دین صاحب مدرس مسجد گنگے زیاں کے پیش کیا تھا اور انہوں نے اسی کے مطابق فیصلہ کیا۔

اگر واقعی یہ امر واقعہ مابین ہندہ وزید کے صادر ہوا ہے بلا اختلاف ان کا نکاح آپس میں صحیح درست ہوگا اور جو کچھ مجیب صاحب نے لکھا ہے وہ حق بجانب ہے اس میں شک کرنا اہل سنت وجماعت کو درست نہیں اور شرعاً خادم شریعت نے روبرو گواہاں حلفی ہندہ وزید زانی وزانیہ کا بیان سنا ہے اور وہ آپس میں تصدیق کرتے ہیں اور زانی ومزنیہ اقرار کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفا عنہ مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۳ء)

اسماء گواہان مقدمہ مذکورہ بالا

"غلام محمد زمیں دار، اللہ داد، محمد دین، حسن محمد ماچھی ان کے روبرو چند مرتبہ بیان لیا گیا ہے۔"
اوران کے سوا چار مرتبہ ہندہ وزید کے مختلف جگہ قواعد شرعیہ کے مطابق بیان لیا گیا ہے وہ دونوں مقر ہیں کہ ہم پہلے سے ہی یہ کام بدکاری کام کرتے چلے آئے ہیں۔
(مہر مولوی محمد نظام الدین ملتانی خادم شریعت)
"الجواب صحیح واللہ تعالیٰ اعلم"
(کتبہ غلام محمد خویدم الطلباء والحکماء ساکن ججہ وطنی)

سوال: شیعہ زیدیہ واسماعیلیہ وسلیمانیہ کے کیا عقائد ہیں اوران کے ساتھ برت برتاؤ کرنا کیسا ہے اور یہ کتنے قسم ہیں جواب دیں اجر ملے گا۔
(السائل نبی شاہ)

الجواب: فرقہ شیعہ کی اسی (۸۰) قسمیں ہیں چنانچہ ان کی کتاب حق الیقین اردو میں مسطور ہے اور فرقہ زیدیہ واسماعیلیہ بھی ضال ومضل ہیں ان کے ساتھ برت برتاؤ کرنا شرعاً حرام ہے وناجائز ہے اوران کے بعض عقائد کفر پر ضال ہیں چنانچہ سلیمانیہ کا عقیدہ ہے۔

کہ حضرت عثمان غنی وطلحہ وزبیر وحضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول خدا ﷺ عیاذ باللہ یہ سب کافر تھے اور موجودگی حضرت علی کے لوگوں کو دوسرے شخص کی بیعت کرنا خطا ہے دیکھو تحفہ اثنا عشریہ مترجم صفحہ ۲۶ اور فرقہ شیعہ اسمٰعیلیہ کا عقیدہ ہے کہ احکام شرائع کا لوٹ پوٹ کردینا جائز ہے اور باقی عقائد ان کے فرقہ امامیہ کے ساتھ ملتے جلتے ہیں۔ دیکھو تحفہ صفحہ ۳۳،۴۰ اور فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۴۰ مطبوعہ نولکشور میں ان کے عقائد لکھ کر یوں فیصلہ کیا ہوا ہے:

"ویجب اکفارھم باکفار عثمان وعلی وطلحۃ وزبیر وعائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ویجب اکفار الذیدبۃ کلھم فی قولھم بانتظار نبی من العجم ینسخ دین نبینا وسیدنا ومولانا محمد ﷺ کذا فی الوجیز"

اور کتاب باب خیر الامۃ صفحہ ۱۳۵ میں فتویٰ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بما بیت تمام فرقہ شیعان بایں طور مسطور ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ اللعنۃ اللہ وفی روایۃ ان اللہ عز اختارنی واختار لی اصحابی فجعلھم انصاری وجعلھم اصھاری وانہ سیجئی فی اخر الزمان ینقصونھم الافلا تؤاکلوھم الا فلا تشاربوھم فلا تناکحوھم الافلاتصلوا معھم الا فلا تصلوا علیھم وحلت علیہ اللعنۃ"

اور ایک حدیث میں ہے کہ مبتدع کے ساتھ محبت ہرگز نہ کی جاوے اور اہل بدعت سے میل محبت کرنے سے ایمان تباہ ہوجاتا ہے پس ان تمام دلائل سے یہ ثابت ہوا کہ یہ فرقہ ضال ومضل ہے اور گمراہ وگمراہ کنندہ ہے لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ ان سے ہر طرح کا اجتناب کریں اوران کو اپنی مساجد سے نکال دیں چونکہ ان کے آنے سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوتی ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک کم علم کو اپنی خلافت میں مسجد سے نکال دیا تھا اور ایسا ہی خلیفہ ثانی نے برص کی بیماری والوں کو جماعت نماز سے نکلوادیا تھا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بصل وثوم خام کی بدبو کے سبب سے دخول مسجد سے منع کردیا ہے اور قرآن مجید میں ہے۔ "ان اللہ لا یحب الفساد ولقولہ تعالٰی الفتنۃ اشد من القتل والعلم عنداللہ"

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفا اللہ عنہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جو شیعہ لوگ اصحاب ثلاثہ یعنی حضرت ابوبکر صدیق و حضرت عمر فاروق و حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہم کو دائرہ اسلام سے خارج نعوذ باللہ سمجھتے ہیں اور ان کے ایمان پر بھی گفتگو کرتے رہتے ہیں اور حضرت مائی عائشہ صدیقہ و حضرت مائی حفصہ کو بہت برا جانتے ہیں اور اصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو غاصب و خائن و غادر اور ان کو گالی گلوچ دیتے ہیں اور اہل سنت و جماعت کو بہت برا جانتے ہیں کیا ایسے شیعان کے ساتھ برت برتاؤ کرنا اور ان کے ساتھ ناطہ داری کرنا شرعاً جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

(السائل محمد عبد اللہ و شیر محمد و خان محمد غلام یسین از جاوہ ضلع سرگودھا)

الجواب : بیشک در صدق مستفتی صورت مذکور میں ایسا فرقہ شیعہ سبیہ شرعاً دائرہ اسلام سے خارج ہے اور حکم ان کا حکم مرتد کا ہے لہٰذا مسلمانوں کو ان کے ساتھ کھانا پینا برت برتاؤ کرنا اور ناطہ دینا اور لینا ترک کر دینا چاہیے چنانچہ ان کے مرتد ہونے پر دلائل ذیل میں درج ہیں:

"الرافضی اذ کان یسب الشیخین ویلعنهما العیاذ باللہ فهو کافر ولو قذف عائشة رضی اللہ عنها بالزنا فقد کفر ومن انکر خلافة ابی بکر فهو کافر وکذلک من انکر خلافة عمر فی اصح الا قوال وهم هؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین"

نقل از فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۱۴۱ اور مطبوعہ مصری صفحہ ۲۶۴۔ اور فتاویٰ بزازیہ اور فتاویٰ خلاصہ و بحر الرائق و طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۱۹۸ و برہان شرح مواہب الرحمٰن و تیسیر المقاصد شرح وہبانیہ و عقود الدریہ جلد اول صفحہ ۹۲، ۹۳، و اشباہ فن ثانی و طریقہ محمدیہ حدیقہ ندیہ صفحہ ۲۰۷۔

اور کتاب برجندی جلد ۴ صفحہ ۲۰ وغیرہ کتب فقہ میں لکھا ہے کہ ان کو کافر و مرتد کہنا واجب ہے۔

"یجب اکفار الروافض فی قولهم برجعة الاموات الی الدنیا والی قولهم وهؤلاء القوم خارجون عن ملة الاسلام واحکامهم احکام المرتدین کذا فی الظهیریة"

یعنی روافض کو ان کے عقائد کے سبب کافر کہنا واجب ہے۔ یہ لوگ اسلام سے خارج ہیں ان کے احکام بعینہ مرتدین کے ہیں۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں طور مسطور ہے "قال قال رسول اللہ ﷺ اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة اللہ علی شرکم رواہ الترمذی" اور کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور صفحہ ۱۷۹ و صواعق محرقہ میں بایں الفاظ حدیث مسطور ہے کہ فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

"ان اللہ اختارنی واختارلی اصحاباً وانصاراً وسیاتی قوم یسبونهم ینقصونهم فلا تجالسوهم ولا تشاربوهم ولا تواکلوهم ولا تناکحوهم ولا تصلوا علیهم ولا تصلوا معهم"

اوراسی کتاب لطیفیہ میں ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ ایک رافضی ٹولہ اخیر امت میری سے ہوگا وہ اسلام سے خارج ہوگا۔ چونکہ وہ میرے احبابوں کو گالی نکالے گا اور کتاب توضیح الاحباب صفحہ ۲۵۵ میں ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک شخص کا جنازہ نہیں پڑھا تھا۔ کیونکہ وہ حضرت عثمان ذی النورین کے ساتھ عداوت رکھتا تھا اور جن کا مومن ہونا نص قطعی ثابت ہے ان کو معاذ اللہ کافر کہنا پرلے درجے کی بے ایمانی ہے اور صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایماندار اور جنتی ہونا نص قطعی ثابت ہے اس لئے ان کو گالی گلوچ دینے والا بحکم "یغیظ بھم الکفار" دائرہ اسلام سے خارج اور ایسے شخص کے ساتھ مواکلت ومشاربت ومناکحت ومجالست حرام ہے فقط "واللہ غنی عن العلمین"

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفاعنہ)

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ آج کل فرقہ نجدیہ وہابیہ اقامت صرف نصف اذان کے بولتے ہیں یہ کیونکر ہے کیا یہ فعل جائز ہے یا نہ جواب دو۔

(السائل غلام حیدر واعظ)

الجواب: بیشک ہمارے مذہب حقہ احناف میں ایسا کرنا بہتر نہیں اور حدیث ترمذی وبیہقی ودار قطنی وتویم فی احادیث نبی الکریم وابوداؤد وآثار السنن وعبدالرزاق کے خلاف ہے ان کتابوں میں حدیث بایں مضمون مسطور ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی اذان واقامت مثنیٰ مثنیٰ الفاظ سے تھی اور اسی حدیث صحیح کو محدثین نے ترجیح دی ہے اور اسی پر عمل کیا ہے اور ان حدیثوں کے الفاظ یہ ہیں:

"عن عبد اللہ ابن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان رسول اللہ ﷺ شفعاً شفعاً فی الاذان والاقامۃ"

(نقل از ترمذی جلد اول ابواب الصلوۃ باب ماجاء فی الاقامۃ مثنی مثنی)

یعنی کہا حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نبی ﷺ کی اذان واقامت میں دو دو کلمے تھے۔

"وعن الشعبی عن عبد اللہ ابن زید الانصاری قال سمعت اذان رسول اللہ ﷺ فکان اذانہ واقامتہ مثنیٰ مثنیٰ رواہ ابو عوانۃ فی صحیحہ وھو مرسل قوی اثار السنن وعلاء السنن جلد ۲ صفحہ ۸۷"

یعنی حضرت شعبی تابعی صحابی عبداللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود آپ کی اذان واقامت کو سنا دوہری ہوتی تھی اور اس حدیث کو ابوعوانہ نے اپنے صحیح میں بیان کیا ہے۔

اور کتاب طحاوی میں ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو یہ اذان واقامت سکھائی گئی اور انہوں نے دودفعہ کلمات کہے

"عن عبد الرحمن ابن ابی لیلیٰ قال اخبرنی اصحاب محمد ﷺ ان عبد اللہ ابن زید الانصاری رای فی المنام الاذان فاتی النبی ﷺ فاخبرہ فقال علمہ بلالا فاذن مثنیٰ مثنیٰ وقام مثنیٰ"

(نقل از آثار السنن صفحہ ۸۶ وجوہر النقی صفحہ ۱۰۸ جلد اول اور احیاء السنن میں ہے:

"روی عن بلال انه اذن مثنیٰ مثنیٰ واقام مثنیٰ"

اور کتاب جامع الآثار صفحہ ۲۷ میں بایں طور حدیث مسطور ہے:

"عن الاسود بن یزید ان بلالاً کان یشنی الاذان ویثنی الاقامة رواه عبدالرزاق والطحاوی والدار قطنی واسناده صحیح وهکذا فی فتح القدیر جلد اول ودارمی"

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اقامت واذان میں ہر ایک کلمہ کو دو دو بار کہنا چاہیے اور اس کو علامہ طحاوی وغیرہ محدثین نے ترجیح دی ہے اور اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ فقط والعلم عندالله۔ (المجیب خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی عفا عنه)

سوال: اجرت پر اذان دینی جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: متاخرین کے نزدیک جائز ہے چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے فتاویٰ نفع المفتی کے صفحہ ۲۳ پر بایں طور فتویٰ دیا ہے "ولایکره اخذ الاجرة علی الاذان فی زماننا کذا فی السراج المنیر عن مختار الفتاویٰ" اور متاخرین کی دلیل یہ ہے کہ کہا صحابہ کبار نے یارسول اللہ ﷺ اجرت تلاوت قرآن مجید پر ایک شخص نے لی ہے جائز ہے یا نہیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ لائق اور حق ترین یہ امر ہے کہ پکڑو تم اجرت قرآن مجید سے نقل کیا ہے اس حدیث صحیح کو امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اور نقل کیا ہے اس کو صاحب مشکوٰۃ نے باب الاجارہ فصل اول میں اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں: " فقالو ا یا رسول الله اخذ علی کتاب الله اجیراً فقال رسول الله ﷺ ان احق ما اخذتم علیه اجراً کتاب رواه البخاری"

اور صاحب ہدایہ نے باب الاجارہ میں نیز اجرت تعلیم القرآن کو متاخرین کے نزدیک مستحسن لکھا ہے اور اس پر علمائے دین نے فتویٰ دیا ہے فقط والعلم عندالله (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفا عنه)

سوال: اذان دینی سنت ہے یا واجب؟

الجواب: اذان دینا نماز مکتوبہ کے لئے سنت مؤکدہ ہے اور بعض کے نزدیک واجب لیکن صحیح قول اول ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۴۱ میں ہے:

" الاذان سنة لاداء المکتوبات بالجماعة کذا فی فتاویٰ قاضی خان وقیل انه واجب والصحیح انه سنة مو کدة کذا فی الکافی والمحیط والاقامة مثل الاذان"

پس اس عبارت سے واضح ہوا کہ اذان دینا سنت مؤکدہ بغرض جماعت فرائض کے ہے اور نماز عیدین وصلوٰۃ خوف واستسقاء وتراویح ونماز نوافل وسنن ونماز وتروں کے لئے اذان دینا سنت نہیں ہے اور نہ جنازہ کی نماز کے لئے اذان ہے۔ ہاں اگر طاعون یا کوئی اور بلاء ووبا شہر میں واقع ہوجائے تو اس کے دفع کے لئے اذان دینا جائز اور مستحسن ہے چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں مسطور ہے فقط واللہ اعلم۔ (حررہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی عفا عنه)

سوال: اذان دینا کس شخص کا منصب ہے؟

الجواب: اذان ہر ایک شخص مسلمان دے سکتا ہے لیکن افضل مؤذن وہ ہے جو صاحب عقل و متقی و پرہیزگار و صالح و عالم ہو چنانچہ فتاوی عالمگیر صفحہ ۱م میں بایں طور مسطور ہے "وینبغی ان یکون المؤذن رجلاً عاقلا صالحا تقیا عالماً بالسنة کذا فی النہایہ" اور صاحب تاتارخانیہ نے لکھا ہے کہ محسیب و محتسب ہونا چاہیے اور نہر الفائق میں ہے "والاحسن ان یکون اماما فی الصلوۃ کذا فی معراج الدرایة" اور نفع المفتی و فتاوی عالمگیری میں نیز مسطور ہے کہ مؤذن فاسق فاجر اور نابالغ بے عقل و مجنون و مست و نابینا نہ ہونا چاہیے ان کی اذان مکروہ ہے اگر یہ لوگ اذان دے دیں تو پھر اس کا دوبارہ کہنا لازم نہیں ہے۔

"ویکره اذان الفاسق ولایعاد هکذا فی الذخیرة واذان الصبی العاقل صحیح من غیر کراهة فی الظاهر الروایة واذان الصبی الذی لایعقل لایجوز ویعادوکذا المجنون هکذا فی النهایة ویکره اذان السکران ویستحب اعادته ویکره اذان الاعمی عندابی حیفة رحمة الله علیه وبه قال الشافعی کذا فی البنایة عن المحیط وفی الکنز وتنویر الابصار" (نقل از فتاوی نفع المفتی مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۶۲)

پس ان عبارات کتب معتبرہ سے معلوم ہوا کہ ایسے لوگوں کو مؤذن نہ بنانا چاہیے اور کہا بعض علماء دین نے کہ اذان اندھے کی جائز ہے بشرطیکہ اس کو کوئی شخص وقت بتانے والا اور تعلیم دینے والا موجود ہو ورنہ مکروہ ہوگی اور بے وضو اذان نہ دی جاوے اگر کسی نے کہدی تو اسکا اعادہ نہیں ہے اور اذان کو اپنے وقت میں دینا چاہیے۔ اگر بے وقت دی جائے تو اسکو اعادہ کرنا چاہیے۔ لیکن کہا بعض نے کہ اذان صبح کا اعادہ کرنا نہیں ہے اور اذان زبان فارسی و ہندی وغیرہ میں بلا زبان عربی جائز نہیں چنانچہ فتاوی نفع المفتی میں مسطور ہے اور اذان کا جواب دینا واجب ہے اور جب مؤذن "اشهد ان محمد رسول الله" کہے تو اس وقت ہر دو انگوٹھے کے ناخنوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھنا مستحسن ہے چنانچہ جامع الرموز و شامی و فتاوی رضویہ میں تشریح موجود ہے اور باقی مفصل ذکر جلد اول سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں والعلم عنداللہ۔ (حررہ فقیر محمد نظام الدین عفاعنہ)

سوال: رقص کرنا بوقت فرحت قلب کے یا اپنے پیشوا کی کسی عمدہ بات پر جائز ہے یا نہیں اور اکثر لوگ اپنے بزرگوں کی مجلس میں رقص کرتے ہیں کیا ان کا کچھ کہیں ثبوت ہے جواب دو اجر ملے گا۔ (السائل خادم العلماء مخدوم پیر شهاب دین از قادر پور)

الجواب: بیشک رقص بلا ریا و رسم جائز و درست ہے چنانچہ کتاب التشرف صفحہ ۶۶ اور سنن ابوداؤد و فتح الباری باب عمرۃ القضا میں مسطور ہے۔

"اختصم علی وجعفر وزید بن حارثه فی ابنة حمزة فقال رسول الله ﷺ لعلی انت منی وانا منک محجل وقال الجعفر اشبهت خلقی وخلقی محجل وقال لزید انت اخونا ومولانا فحجل ابو داؤد عن حدیث علی باسناد حسن وهو عند البخاری دون حجل فی الاحیاء"

علی وحضرت جعفر وحضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم نے دربارہ پرورش دختر امیر حمزہ کے اختلاف وجھگڑا شروع کیا کہ کون ان کا کفیل ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سب کی اچھی طرح سے تسلی فرمائی اور فرمایا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کہ تم میرے اور میں تمہارا ہوں پس یہ فرمان سنکر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوکر رقص کرنے لگے اور پھر فرمایا حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہ اے جعفر تم میری صورت وسیرت میں مشابہ ہو تو وہ رقص کرنے لگے اور حضرت زید سے فرمایا کہ تم ہمارے بھائی اور دوست ہو تو حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ فرمان سن کر کھڑے ہوکر رقص کرنے لگے اور اس روایت کو بیان کیا ابوداؤد نے حضرت علی سے باسناد صحیح اور دیوبندیوں کا گروہ اشرف علی تھانوی اپنی کتاب التشرف کے صفحہ ۶۸ میں لکھتا ہے کہ رقص کرنا صحیح ہے اور درست ہے کیونکہ صحابہ کرام نے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد رقص کیا اور چکر لگایا جیسا کوئی کسی پر قربان ہوتا ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔ (المجیب خادم شریعت ابو المسطور محمد نظام الدین عفاعنہ)

﴿استفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ روح مومنین کے گھروں میں آتے جاتے ہیں یا نہیں۔ اور اولیاء اللہ کے ارواح ہم مریدوں کو مدد دیتے ہیں یا نہیں جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب : بیشک ارواح مومنین کو آزادی ہے جہاں چاہیں جائیں سیر کریں گھروں میں یا مساجد وغیرہ میں اور جہاں چاہیں آئیں۔ چنانچہ کتاب حدیث شرح برزخ وشفاء الصدور علامہ سیوطی صفحہ ۱۵۹ میں مسطور ہے۔

"اخرج ابن المبارک فی الزھد والحکیم الترمذی فی نوادر الاصول وابن ابی دینار وابن منذر عن سعید بن المسیب عن سلمان رضی اللہ عنہ قال ان ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذھب حیث شاء ت واخرج ابن ابی دینار عن مالک بن انس بلغنی ان ارواح المومنین مرسلۃ تذھب حیث واخرج الحاکم عن الترمذی عن سلمان قال ان ارواح المومنین تذھب فی برزخ من الارض حیث شاء ت بین السماء والارض حتی یردھا اللہ الی اجسادھا"

اور ایسا ہی کتاب شرح مشکوٰۃ جلد اول اشعۃ اللمعات صفحہ ۷۲۳ میں مسطور ہے کہ ارواح مومنین عالم برزخ میں زمین وآسمان کے درمیان جہاں چاہیں جاتی ہیں روز نشر تک ان کا یہی حال ہے اور اولیاء اللہ بیشک زندہ ہیں ان کے فیض روحانی اور امداد سے انکار کرنا صریح گمراہی ہے اور ان کی امداد کا ثبوت حاشیہ مشکوٰۃ باب زیارۃ القبور ومیزان شعرانی صفحہ ۴۴ وغیرہ کتب ومشکوٰۃ شریف وحصن وکتاب معجم طبرانی وکتاب ادب المفرد امام بخاری وشرح برزخ وہدیۃ الحرمین صفحہ ۵۰ وغیرہ میں مسطور ہے۔ "قال حجۃ الاسلام محمد الغزالی کل من یستمد فی حیاتہ یستمد بعد وفاتہ"

خلاصہ یہ ہوا کہ کہا حضرت حجۃ الاسلام امام محمد غزالی علیہ الرحمۃ نے کہ جو شخص حیاتی میں مدد دے سکتا ہے بعد وفات کے بھی مدد دے سکتا ہے نقل از حاشیہ مشکوٰۃ شریف اور اس کے آگے یوں مسطور ہے۔

"وقال احد من مشائخ العظام رایت اربعۃ من المشائخ یتصرفون فی قبورھم منھم شیخ المعروف الکرخی والشیخ العبد القادر جیلانی وذکر رجلین غیرھما"
یعنی کہا ایک نے مشائخ عظام سے کہ دیکھا میں نے چار شخصوں کو مشائخ سے جو کہ تصرف کرتے ہیں اپنی قبروں میں مانند تصرف کرنے انکے زندگی اپنی میں ان میں سے ایک تو شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ اور دوسرے حضرت شیخ المشائخ حضرت عبد القادر جیلانی قدس سرہ اور ان کے علاوہ دو اور ہیں جن کا ذکر کیا گیا ہے۔
اور اس کے علاوہ کہا امام غزالی علیہ الرحمۃ نے کہ امداد زندہ کی اہل قبور اولیاء اللہ سے اقویٰ ہیں اور امداد اولیاء اللہ سے طلب کرنے کی ممانعت پر کوئی آیت وحدیث نہیں وارد ہوئی۔ اور اس کے جواز پر جماعت کثیر اہل اللہ کی قائم ہو چکی ہے۔
اور کہا علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر میں کہ امداد اہل قبور سے انکار کرنا بے سمجھی پر دال ہے اور جن لوگوں نے اس سے انکار کیا ہے ان کا یہ کہنا قابل سماعت کے نہیں ہے نقل از ہدیۃ الحرمین صفحہ ۵۱۔
اور تفسیر روح البیان وتفسیر بیضاوی وتفسیر عزیزی تحت آیت ﴿ فَالْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا ﴾ کے تحریر فرمایا ہے کہ وسیلہ اور حاجات اہل اللہ سے طلب کریں تو اس میں کچھ حرج نہیں جائز ہے اور درست ہے اور کہا صاحب روح البیان نے کہ اگر ان کو زائر باعتقاد متصرف بالذات حقیقی تصور کرے اور ان کی قبر کو سجدہ کرے تو یہ ناجائز ہے اور میزان شعرانی صفحہ ۴۴ مصری میں نیز بایں طور مسطور ہے۔
"عن ائمۃ الفقھاء والصوفیۃ کلھم یشفعون فی مقلدھم ویلاحظون احدھم عند طلوع روحہ وعند سوال منکر ونکیر لہ وعند النشر والحشر وعند الحساب والمیزان والصراط ولا یغفلون عنھم فی موقف من المواقف"
اور اسی صفحہ ۴۴ میں یوں لکھا ہے۔
"واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم ومریدھم فی جمیع الاھوال والشدائد فی الدنیا والاخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب الذین ھم اوتاد الارض واوکان الدین وامناء الشارع علی امتہ رضی اللہ عنھم اجمعین"
یعنی امام اجل عبد الوہاب شعرانی میزان شریعت کبریٰ میں فرماتے ہیں کہ تمام مجتہدین واصفیاء کرام اپنے مریدوں ومعتقدین کی شفاعت کرتے ہیں دنیا میں اور برزخ میں اور قیامت کو ان کے شفیع ہوں گے اور ہر جگہ ان کو نگاہ رکھتے ہیں۔ ہر ایک سختی ومصیبت میں ان کو امداد دیتے ہیں اور ایسا ہی آئمہ دین اپنے اپنے مقلدوں کی شفاعت کرتے ہیں اور مدد کریں گے بوقت حساب حشر ومیزان وپل صراط اور یہ ان کے احوال سے غافل نہیں ہیں سب کچھ جانتے ہیں۔ ہر حال وہر جگہ مدد دیتے ہیں۔ اور صاحب تفسیر نبوی جلد ۱۰ صفحہ ۹۳۲ بحوالہ تفسیر مظہری سپارہ ۲۵ سے یوں ارقام تحت آیت کریمہ۔
"ان اللہ تعالی یعطی لِاَرْوَاحِھِمْ قُوَّۃَ الْاَجْسَادِ فَیَذْھَبُوْنَ مِنَ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ وَالْجَنَّۃِ ☆ حَیْثُ یَشَآءُ وْنَ وَیَنْصُرُوْنَ اَوْلِیَآءَ ھُمْ وَیُدَمِّرُوْنَ اَعْدَاءَ ھُمْ اِنْشَآءَ اللہ تعالی وَمِنْ اَجَلِ ذٰلِکَ الْحَیَاتَ لَا تَاْکُلُ الْاَرْضَ

نصاد فهم ولا اتخفائهم "الخ

پس ان عبارات سے صاف صاف معلوم ہوا کہ اولیاء و شہداء تمام کے تمام زندہ ہیں اور جہاں چاہتے ہیں سیر کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کو امداد دیتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ذلیل و خوار و ہلاک کرتے اور ان کے جسم و کفن زمین کی خوراک نہیں ہوتے صحیح سلامت رہتے ہیں اور حدیث صحیح بخاری و مشکوۃ شریف باب فضل الفقراء فصل اول میں نیز بایں طور اسی پر شاہد ہے "قال رسول الله ﷺ هل تنصرون وترزقون الا بضعفائكم" رواہ البخاری۔ یعنی فرمایا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے نہیں مدد کیے جاتے تم اور نہیں رزق دیے جاتے تم مگر ببرکت ضعیفوں اپنوں کے روایت کیا ہے اس کو بخاری نے اور اسی کتاب جلد ۲ باب ذکر الیمین فصل ۳ میں بایں طور حدیث شریف میں مسطور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے دریافت کیا کہ ہم اہل شام یمن کو لعنت کریں۔ فرمایا حضرت علی نے ایسا نہیں چاہیے کیونکہ "انی سمعت رسول الله ﷺ يقول الابدال يكونون بالشام وهم اربعون رجلاً كلما مات رجل ابدال الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينصر بهم على الاعداء ويصرف عن اهل الشام بهم العذاب" میں نے آپ کی ذات سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ ابدال ہوتے ہیں شام میں اور وہ چالیس مرد ہیں اور جب کہ ان میں سے ایک انتقال کر جاتا ہے تو اس کی جگہ پر اللہ تعالیٰ ایک اور ابدال کھڑا کر دیتا ہے اور ان کی برکت سے دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے اور ان کی برکت سے عذاب لوگوں کا دور کیا جاتا ہے اور اسی حدیث کے حاشیہ پر حدیث مرفوع نیز شاہد ہے جس کے اخیر یہ الفاظ ہیں "ابدال الله مكانه من العامة بهم يدفع البلاء عن هذه الامة مرقات ومشكوة"
(مطبوعہ گلزار)

اور کتاب عین العلم کی شرح زین الحلم کے صفحہ ۵۳ میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نقل فرماتے ہیں "قال رسول الله ﷺ اذا تحيّرتم فى الامور فاستعينوا من باهل القبور" نقل از فتاوىٰ زاد الطبيب وخزانة الجلالى وهدية الحرمين صفحہ ۵۰ و شرح مسند امام اعظم علیہ الرحمۃ مطبوعہ محمدی لاہور صفحہ ۱۱۴ و کتاب شرح برزخ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے یعنی جب کہ حیران ہو تم کاموں میں پس مدد چاہو اہل قبور سے فقط والعلم عند اللہ۔
(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی ملتانی عفا اللہ عنہ)

سوال: کیا افیون کا استعمال کرنا شرعاً حلال ہے یا حرام اور حقہ نوشی کا کیا حکم ہے؟ (بقلم خود محمد شفیع از لوہیری والہ)

الجواب: لاریب بدوں عذر افیون کا استعمال کرنا ممنوع و حرام ہے چنانچہ فتاویٰ عبد الحی جلد سوم صفحہ ۱۰۸ اور در مختار و فتاویٰ عزیزی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ وغیرہ کتب معتبرہ میں مسطور ہے۔

"ولايجوز اكل البنج والحشيش و الافيون وذلك كله حرام لانه يفسد العقل لكن تحريم ذلك دون تحريم الخمر فان اكل شيئا من ذلك لا حد عليه وان سكر منه كما اذا شرب البول او اكل الغائط فانه حرام ولا حد عليه فى ذلك بل يعزر دون الحد كذا فى الجوهره نيره"

اور ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ " ان فی الافیون سبعین مضرۃ اقلھا نسیان الشھادۃ عند الموت "

اور مسلم و مشکوٰۃ و بخاری و ابوداؤد و مسند امام احمد بن حنبل میں بایں الفاظ حدیث شریف مسطور ہے۔

" عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھا قالت نھی رسول اللہ ﷺ عن کل مسکر ومفتر قال القسطلانی فی المواھب قال العلماء المفتر کلما یورث الفتور والخدر فی الاطراف وھذا الحدیث اول دلیل علی تحریم الحشیش وغیرھا من المخدرات "

اور حدیث متفق عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ " کل شراب اسکر فھو حرام " یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو چیز پینے والی نشہ آور ہے حرام ہے اور فرمایا کل مسکر خمر و کل مسکر حرام اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے " قال ما اسکر قلیلہ و کثیرہ حرام " نقل از ترمذی و ابوداؤد و ابن ماجہ یعنی فرمایا آپ نے کہ جو چیز نشہ لاوے بہت اسکا یا تھوڑا اسکا بھی حرام ہے پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جو چیز نشہ لاوے اور ست کر دے۔ وہ حرام ہے اور اس میں بھنگ اور بوزہ اور شراب اور تاڑی اور نان پاؤ اور افیوں سب داخل ہیں اور انکا قلیل و کثیر حرمت میں برابر ہے فرق صرف اتنا ہے کہ شراب نجس بعض ہے اور اس کے پینے سے حد نافذ ہوتی ہے اور ان میں تعزیر ہے اور جو لوگ ان اشیاء کی حرمت کے قائل نہیں ان کا قول مردود خلاف جمہور کے ہے نقل از حاشیہ مشکوٰۃ شریف اور مسئلہ حقہ نوشی کی کراہت و حرمت میں علمائے دین کا سخت اختلاف ہے لیکن محقق علامہ محدث دہلوی شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ نے اسکو مکروہ تحریمی لکھ کر یہ فتویٰ دیا ہے اصح یہ بات ہے کہ واقعی یہ مکروہ تحریمی ہے وھو ہذا در حلت و حرمت حقہ اختلاف است اصح آنست کہ مکروہ تحریمی است از جہت بوئے بد کہ از دہان حقہ کش مے آید مثل پیاز و سیر خام و از جہت نشہ اہل نار وغیرہ نقل از فتاویٰ عزیزی صفحہ ۱۸۷ اور صاحب مجالس الابرار اور صاحب فتاویٰ جامع نے اس کو بدلائل کثیر حرام لکھا ہے پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اس سے اجتناب کریں اور اپنے دہان کو مسواک وغیرہ سے پاک و صاف رکھیں اور حقہ نوشی اپنا معمول نہ بنائیں ﴿وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ وَاللّٰہُ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ﴾ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفاعنہ)

سوال : مال خبیث کو کہاں خرچ کیا جاوے؟

الجواب : اگر صاحب مال کا پتہ ہو تو اس کو واپس کر دیا جاوے ورنہ صدقہ بہت مفلسوں پر اسکو کیا جاوے اور اس مال کو مسجد پر ہرگز نہ لگایا جاوے اور اس میں امید ثواب کی بھی نہ ہونی چاہیے۔ چونکہ مال حرام و نجس و خبیث کو اللہ تعالیٰ منظور نہیں فرماتا۔ چنانچہ حدیثوں میں ہے لیکن بھائی نے۔ " ان الخبیث واجب التصدق فلایاخذہ الا من یجوز لہ اخذ الصدقۃ " اور عالمگیری میں ہے۔

" امرءۃ نائحۃ اوصاحب طبل اومزمار اکتسب مالا قال ان کان علی شرط ردہ علی صاحبہ ان عرفھم یرید بقولہ علی الشرط ان شرط لھا فی اولہ بازاء النیاحۃ اوبازاء الغناء وھذا لانہ اذا کان الاخذ علی الشرط کان

لمال بمقابلة المعصية فكان الاخذ معصية والسبيل فی معاصی ردها وذلک ههنا برد الماخوذ ان تمکن من رده بان عرف صاحبه وبالتصدق منه ان لم یوجد ...... الخ فقط"

اور صاحب مدارج النبوۃ نے لکھا ہے کہ گدا گراں جو دروازوں پر آ کر طبلہ یا ڈھول یا بذریعہ گانے کے حاصل کرتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے ان کو کچھ نہیں دینا چاہیے چنانچہ مولوی عبدالحی صاحب نے بایں طور لکھ کر فیصلہ دیا ہے و نباید داد سائل را کہ طبل زوو ابر در ہا میگردد و مطرب از ہمہ را فحش است فقط واللہ اعلم ۔ (المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ خرگوش حلال ہے یا حرام اور شیعہ لوگ اس کو حرام کیوں جانتے ہیں۔ (السائل محمد رمضان قادری چشتی خطیب جامع مسجد مورخہ ۲۹ اگست ۱۹۶۹)

الجواب: بیشک خرگوش حلال ہے کیونکہ اس کی حلت پر آئمہ اربعہ کا اتفاق ہے چنانچہ ہدایہ شریف جلد ۴ صفحہ ۴۲۵ در الہدایہ باب الذبائح صفحہ ۵۹ کتاب الرحمۃ اختلاف الائمہ وغیرہ کتب معتبرہ میں بایں طور مسطور ہے۔

"ولا باس باكل الارنب لان النبی ﷺ اكل منه حين هدی اليه مشويا وامر اصحابه بالاكل منه ولانه ليس من السباع ولا من اكلة الجيف فاشبه الظبی"

یعنی خرگوش کے کھانے میں کسی طرح کا خوف نہیں کیونکہ حضور علیہ السلام نے کھایا اور صحابہ نے بھی کھایا جب کہ حضور نے حکم دیا اور وہ گوشت خرگوش بھون کر کے ہدیہ کے طور حضور کو دیا گیا تھا اور یہ خرگوش درندوں اور مردار خوروں میں نہیں بلکہ یہ مثل ہرن کے ہے اور شرح وقایہ مترجم صفحہ ۵۹ باب الذبائح میں لکھا ہے کہ باتفاق آئمہ اربعہ کے خرگوش حلال ہے اور بہت سی حدیثیں اس کی حلت پر وارد ہوئی ہیں اور صاحب مظاہر حق جلد سوم صفحہ ۴۴۲ میں لکھا ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس کو قبول فرمایا اور کھایا اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خرگوش کا گوشت کھایا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے اور یہ حدیث حاشیہ ہدایہ جلد ۴ صفحہ ۴۴۲ مطبوعہ فاروقی دہلی پر لفظ بلفظ درج ہے اور مشکوۃ شریف کتاب الذبائح باب ما یحل اکلہ و یحرم فصل اول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بایں الفاظ حدیث مسطور ہے۔

"وعن انس قال انفجنا ارنبا بمر الظهران فاخذتها فاتيت بها اباطلحة فذبحها وبعث الی رسول الله صلی الله عليه وسلم بوركها او فخذيها فقبله متفق عليه"

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بھگایا خرگوش موضع مرالظہران میں پس پکڑ لیا ہم نے اس کو پس لایا ہم اس کو حضرت ابوطلحہ کے پاس پھر ذبح کیا اس کو اور بھیجا حضور علیہ السلام کے پاس کولا اور دورانیں اس کی پس آپ کی ذات بابرکات نے اس کو بلا حیل وحجت قبول فرمایا۔ اور اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے بیان کیا ہے پس ان تمام دلائل قاطعہ سے معلوم ہوا کہ گوشت خرگوش حلال طیب ہے اور اس کا کھانا عند اللہ و عند الرسول علیہ السلام و آئمہ جمہور کے نزدیک جائز ہے بقول تعالیٰ ﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾ نیز اس پر شاہد ہے یعنی جو چیز تم کو آقائے نامدار

ﷺ دیں اس کو تم مسلم لوگ قبول کرو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔ اور شیعہ کے پاس اس کی حرمت کی کوئی دلیل ایسی نہیں صرف تاویلات ہیں چنانچہ فروع کافی صفحہ ۱۹۸،۹۷ اس کی حرمت بوجہ مسخ شدہ ہونے کے منقول ہے کہ یہ خرگوش عورت تھی اور اس نے اپنے خاوند کی خیانت کی اور مسخ ہوگئی حالانکہ یہ خلاف عقل ونقل کے ہے۔ کیونکہ مسخ شدہ قوم تین یوم سے زائد زندہ نہ رہی تھی۔ چنانچہ تفسیر عزیزی میں مسطور ہے دریںجا باید دانست کہ ممسوخات ہمہ بعد از مسخ ہلاک شدہ اند نسل از ایشاں باقی نماندہ است۔ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ مسخ شدہ قوم سے تین یوم کے اوپر کوئی باقی نہ رہا "لم یعش مسخ قط فوق ثلثة ایام ولم یا کل ولم یشرب ولم ینسل" نقل از تفسیر ابن جریر اور تفسیر شیعہ امام حسن عسکری صفحہ ۱۳۷ میں نیز بایں طور لکھا ہے "ومابقی مسخ بعد ثلاثة ایام" پس ان عبارات سے معلوم ہوا کہ وہ قوم تین دن کے اندر اندر ہی تمام ہلاک ہوگئی تھی اور انکی نسل سے کوئی باقی نہ رہا اور یہ چیزیں سب پہلے کی ہیں اور اگر شیطان کے پاس اس کی حرمت کی کوئی اور دلیل قوی ہے تو پیش کریں ورنہ حلال چیزوں کو حرام کہہ کر اپنا خاتمہ خراب نہ کریں "وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ" فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفاالله)

سوال : نوکر ہونا واسطے تعلیم قرآن واذان وامامت کے جائز ہے یا نہیں اور اس کے عوض دام مقرر کر کے حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : بیشک علمائے متاخرین کے نزدیک اذان وامامت وقرآن مجید کی تعلیم پر نوکر ہونا اور اس کے عوض دام مقرر کرنا ذیل کے طریق پر جائز ہے چنانچہ فتاویٰ عبدالحی جلد سوم صفحہ ۱۴۸ میں مسطور ہے متقدمین استیجار بر طاعت را نا جائز نوشتہ اند ومتاخرین بسبب کسل وسستی در اقامت امر دین فتویٰ بر جواز آں دادہ اند وبعضے از متاخرین تطبیق بایں طور کردہ اند کہ در نوکری بر نفس تعلیم قرآن واقامت بدوں تعین مکان وزمان جائز نیست ودر خانہ کسے رفتن واز صبح تا شام نشستن واطفال او را شانی کردہ تعلیم کردہ امریست کہ براں اجارہ منعقد میتو اند شد ہمچنیں تعین مسجد ومقید بودن بحاضری پنجوقت برائے اذان یا امامت ہر محل انعقاد اجارہ است فقط۔

اور صاحب درمختار فتاویٰ جوہرہ سے یوں نقل فرما کر جواز کا فتویٰ تحریر کر دیا ہے "واختلفوا علی الاستجار علی قراة القران مدة معلومة فقال بعضهم لایجوز وقال بعضهم یجوز وهو المختار" اور کتاب ردالمختار صفحہ ۳۵ میں ہے "ویفتی الیوم بصحتها لتعلیم القران والفقه والامامة والاذان" اور ایسا ہی صاحب فتح القدیر نے تحریر کیا ہے اور فتاویٰ عالمگیر میں مرقوم ہے کہ قبر پر قرآن پڑھنا مدت معلومہ مقرر کر کے جائز ہے "واختلفوا فی الاستجار علی قراة القران علی القبر مدة معلومة قال بعضهم یجوز وهو المختار وكذا فی السراج الوهاج"

اور صاحب ہدایہ شریف جلد ۲ باب اجارہ فاسد صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ فاروقی متقدمین کا فتویٰ عدم جواز کا لکھتے ہوئے جواز کے فتویٰ کو بایں طور مستحسن ارقام فرماتے ہیں "بعض مشائخنا استحسنو الاستیجار علیٰ تعلیم القران الیوم لانه ظهر التوانی لامور الدینیة ففی الامتناع یضیع حفظ القران علیه الفتویٰ" اور کتاب بخاری شریف جلد اول باب الاجارہ میں ہے کہ بعض محدثین کے نزدیک قرآن مجید کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے اور کہا بعض نے کہ ہرگز درست نہیں "المهدات شرح مشکوٰۃ" حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر لکھا ہے کہ اجرت پر فتویٰ تحریر کرنا درست ہے "ویجوز للمفتی اخذ الاجرة علی کتابت الجواب بقدرة" نقل از جب المعتمین اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے آنحضور علیہ ﷺ سے استفسار کیا تھا کہ ہم قرآن مجید سے دینی و دنیوی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں بیشک اس کی اجرت حاصل کرنے میں کوئی خوف نہیں درست ہے۔ چنانچہ حدیث بخاری شریف صفحہ ۳۰۴ باب "ما یعطی فی الرقیة" میں بایں الفاظ مسطور ہے "قال ابن عباس عن النبی ﷺ احق ما اخذتم علی اجراً کتاب الله" اور اس حدیث کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ معلم تعلیم قرآن پر اجرت حاصل کرنا نزدیک جمہور علمائے دین کے درست ہے اور یہ حدیث مشارق الانوار میں بھی مسطور ہے پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ زمانہ حال میں اجرت تعلیم قرآن اور قاریان قرآن کو اجرت پر قرآن پڑھانا درست ہے اور ایسے ہی مفتیوں کو فیس لے کے فتویٰ دینا جائز ہے لیکن متقدمین کے نزدیک یہ سب امور مذکورہ اجرت پر کرنے جائز نہیں لیکن فتویٰ متاخرین کے قول پر ہے لہٰذا موجودہ زمانہ میں اسی پر عمل کرنا چاہیے چونکہ قاریان قرآن و مفتیان دین آجکل کسی بادشاہ کی طرف سے وظیفہ خوار نہیں ہیں اور جو لوگ وظیفہ خوار اور بادشاہ سے مقرر ہو چکے ہیں انکو متقدمین کے قول پر عمل کرنا چاہیے۔ فقط "والعلم عند الله والله غنی عن العلمین"

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین عفا اللہ عنہ)

سوال : اجرت تعویذات کی مقرر کر لینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : بیشک جائز ہے چنانچہ فتاویٰ عبدالحی جلد سوم صفحہ ۱۴۸ میں مسطور ہے اور حدیث بخاری شریف صفحہ ۳۰۴ کتاب الاجارہ میں نیز مرقوم ہے کہ صحابہ کرام نے ایک شخص جس کو سانپ یا بچھونے کاٹا تھا اس کے اوپر الحمد شریف پڑھ کر دم کی اور تیس (۳۰) بکریاں مقرر کر لیں اور اسکے صحت یاب ہونے پر وہ بکریاں لے لیں اور اس حدیث کو صاحب مشکوٰۃ نے بھی نقل کیا ہے اور لکھا ہے جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بکریاں اجرت فاتحہ پر لیں تو یہ مسئلہ حضور علیہ السلام سے دریافت کیا کہ "قالوا یا رسول الله اخذ کتاب الله اجراً فقال رسول الله ﷺ احق ما اخذتم علیه اجراً کتاب الله رواہ البخاری" یعنی حضور نے فرمایا کہ لائق ترین ہے کہ وہ چیز جو کہ لو تم مزدوری کتاب اللہ سے فقط والعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین عفا عنہ وزیر آباد)

سوال : آج کل فرقہ وہابیہ و مرزائیہ وغیرہ کم علم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر صرف لفظ صلعم یا میم کا اشارہ لکھ دیتے

ہیں کیا ان کا ایسا کرنا شرعاً درست ہے۔

الجواب : جناب آقائے نامدار احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ کے نام پر تمام درود شریف لکھنا چاہیے صلعم وصل ویم کا مرز اشارہ لکھ دینا سخت حرام ہے ﷺ لکھنا چاہیے اور حاشیہ کتاب درمختار کی شرح طحطاوی سے صاحب فتاویٰ افریقیہ علیہ الرحمہ میں یوں لکھا ہے "من کتب علیه السلام بالهمزة والميم يكفر لانه تخفيف وتخفيف الانبياء كفر" یعنی نبی کے نام پاک کے ساتھ درود یا سلام کا ایسا اختصار لکھنے والا کافر ہو جاتا ہے کیونکہ یہ ہلکا کرنا ہوا اور معاملہ شان انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایسا کرنا لاریب کفر ہے اور حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے پہلے پہلے یہ اختصار کا طریق نکالا تھا اسکا ہاتھ کاٹا گیا تھا اور فقیر کے نزدیک بھی واقعی دیدہ دانستہ ایسا کرنا حرام ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ قلم بھی زبان رکھتی ہے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور قرآن مجید میں ہے ﴿يَـٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا﴾ پس ایماندار کو لازم ہے اور ضروری ہے کہ سنتے اور لکھتے وقت حضور علیہ السلام کے اسم گرامی پر درود شریف پڑھ لیا کریں اور وقت لکھنے کے لکھ لیا کریں اور قوم مغضوب بنی اسرائیل کے مصداق نہ بنیں لقولہ تعالیٰ ﴿فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ﴾ (واعلم عند اللہ)

(المجیب خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین عفاعنہ)

سوال : بھنگی مسلمان کے گھر کا مال جس کا مال سوائے پاخانہ اٹھانے کی اجرت کے کچھ نہ ہو جائز ہے یا نہیں اور اسکا مال تعمیر پر لگنا کیسا ہے۔

الجواب : کتب صحاح ستہ میں لکھا ہے کہ "کسب الحجام خبيث" پس اس سے ثابت ہوا کہ ایسا کام کرنا جس میں تلبیس واختلاط نجاسات کیساتھ ہو مکروہ ہے اور ایسا مال خالی خباثت سے نہیں ہوگا لہذا طبقہ متقین کو چاہیے کہ انکے گھر کا جنکے مال ایسے کسب خبیث سے ہو نہ کھائیں اور مسجد پر ہرگز نہ لگائیں[1] فقط۔ (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین عفا عنہ وزیر آبادی)

سوال : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کتنی سنتیں پڑھتے تھے اور ان کی نیت کس طرح پر کرتے تھے اور نیت بزبان کرنی فرض ہے یا نہیں۔

(السائل محمد رمضان از پیلی گڑھ)

الجواب : بیشک یہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریق ہے حضور ان کو پڑھا کرتے تھے اور ترغیب حاضرین کو دیا کرتے تھے

[1] حدیث "قال علیه السلام ثمن الكلب خبيث ومهر البغي خبيث وكسب الحجام خبيث" نقل از مسلم ومشکوٰۃ باب الکسب اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے پچھنی لگوائی تو اسکے عوض حجام کو ایک صاع کھجوروں کا دیا پس اس سے معلوم ہوا کہ اگر اجرت اس کی حرام ہوتی تو حضور اس کو کیوں دیتے لہذا حدیث مسلم کراہت پر دال ہوئی اور مہر البغی اور کتے عقور کی مزدوری اجماعاً حرام ہیں دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ ۲۴۳ خادم شریعت عفاعنہ۔

اور جن کی آپ نے تاکید کی اور فرمایا کہ جو شخص میری سنت کو بلا عذر ترک کرے گا وہ میری شفاعت سے محروم رہے گا اور جن کی آپ نے تاکید فرمائی وہ یہ ہیں۔ دو فجر کی سنتیں اور چار اول الظہر اور دو بعد کی اور ۲ مغرب اور دو عشاء کے بعد کی اور اس کے ماسوا جس قدر رکعتیں حضور علیہ السلام سے صادر ہوئی ہیں وہ سب کی سب سنت زوائد کہلاتی ہیں۔ ان کے پڑھنے سے ثواب ہے اور ترک سے عذاب نہیں۔ چنانچہ ان کی تعداد پر احادیث ابوداؤد و ترمذی و طبرانی وغیرہ کی شاہد ہیں اور آپ کی عبادت ماسوائے فرائض کے سب نوافل کہلاتی ہے لیکن ہمارے لئے سنت مؤکدہ و سنت زوائد حضور علیہ السلام کے حکم و تعلیم سے ثابت ہوئی چنانچہ اسکی تصریح کتب فقہ میں مسطور ہے اور نیت دل سے کرنی کافی ہے چنانچہ غنیۃ میں ہے ہاں اگر زبان سے بھی الفاظ نیت کے ادا کرے تو مستحسن اور مستحب ہے اور سنت صالحین کی بھی ادا ہو جائے گی چنانچہ کتب ذیل کی عبارتوں سے ظاہر ہوتا ہے "والتلفظ عند الارادة بهامستحب هوالمختار" وقیل سنة احبه السلف نقل از درمختار از فتاویٰ قاضی خان میں لکھا ہے کہ زبان سے نیت نماز کرنی افضل ہے "فان قصد وذكر بلسانه كان افضل"

اور صاحب ہدایہ نے زبان کی نیت کو احسن فرمایا ہے چنانچہ مسطور ہے۔

ويحسن ذلك الاجماع العزيمة اور شرح وقایہ اور فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۵۰ اور فتاویٰ جامع الرموز صفحہ ۶۱ اور منیہ اور مرقاۃ شرح مشکوٰۃ صفحہ ۳۶ جلد اول و اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۳۶ و شرح سفر السعادت صفحہ ۴۷ و مواہب الرحمن جلد ۲۔ اور غنیۃ حضرت عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ مترجم مطبوعہ لاہوری صفحہ ۳۳۷ میں لکھا ہے کہ نماز میں نیت زبان سے کرنی افضل و مستحسن و مختار ہے "ينوى الامامة بقلبه وان تلفظ ذلك بلسانه كان احسن پس ان تمام عبارتوں سے ثابت ہوا کہ نیت نماز زبان سے کرنے پر ثواب ہوتا ہے اور یہ طریق صالحین کا ہے اور جن لوگوں نے اس کو بدعت لکھا ہے وہاں بدعت حسنہ مراد ہے نہ بدعت سیئہ چنانچہ شامی میں اسکا ذکر کتاب نماز مدلل حنفی صفحہ ۳۹ میں فاضل کوٹلوی نے کر دیا ہے اور قرآن مجید میں ہے کہ مسلم صادق وہ ہی ہوتا ہے جس کی زبان و قلب کا حال برابر ہو ورنہ منافق ہے لقولہ تعالیٰ ﴿يَقُولُونَ بِأَفْوَاهِهِمْ مَا لَيْسَ فِي قُلُوبِهِمْ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُونَ﴾ پس مسلمانوں کو چاہیے کہ اسی پر عمل کریں اگر کسی صاحب کے پاس ممانعت کی دلیل ہو تو پیش کرے ﴿هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ﴾

(المجیب خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین عفا عنہ)

چنانچہ علامہ مفسر نیشاپوری نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے "لوقال المصلى اصلى لثواب الله فسدت صلوته بل يقول هكذا اصلى لله "یعنی علامہ نیشاپوری تفسیر "اياک نعبد واياک نستعين" کے تحت میں تحریر کرتے ہیں کہ نمازی کو لازم ہے کہ وہ زبان سے کہے کہ خدا کی نماز پڑھتا ہوں تو معلوم ہوا کہ زبان سے کہنا کہ خدا کی نماز پڑھتا ہوں اور یوں نہ کہے کہ ثواب کی خاطر نماز پڑھتا ہوں تو معلوم ہوا کہ زبان سے کہنا تو ضروری ہوا اگر ثواب وغیرہ کا ذکر نہ آئے بلکہ

محض اللہ ہی کا نام لے۔

سوال : تقلید یعنی اتباع آئمہ دین مجتہدین کی کن آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہوتی ہے؟

الجواب : تقلید آئمہ دین رحمہم اللہ علیہم اجمعین کی ذیل کے دلائل قاطعہ سے ثابت ہوتی ہے وہو ہذا۔

نمبر۱: ﴿قال اللہ تعالیٰ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ (الآیہ پ ۵ رکوع ۵)

اس آیت سے ثابت ہوا کہ خداوند کریم اور اس کے پیارے حبیب رسول کریم ﷺ اور اولی لامر جو تم مسلمانوں میں سے ہوں ان کی اطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے یہاں سے مراد صحابہ کبار خلفاء الراشدین وعلمائے دین مجتہدین رحمہم اللہ علیہم اجمعین ہیں دیکھو تفسیر معالم ومدارک وخازن وابن جریر وغیرہ۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

نمبر۲: ﴿ولقولہ تعالیٰ وَاتَّبِعْ [۱] سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ﴾ (سورہ لقمان پ ۲۱)

نمبر۳: ﴿ولقولہ تعالیٰ اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا﴾

نمبر۴: ﴿وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآئِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾ (سورہ یوسف)

نمبر۵: ﴿یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَالَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْٓ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا﴾ (سورہ مریم)

نمبر۶: ﴿لقولہ تعالیٰ اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورہ آل عمران)

نمبر۷: ﴿لقولہ تعالیٰ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ (سورہ نحل ع ۸)

نمبر۸: ﴿لقولہ تعالیٰ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ﴾ (سورہ حشر)

نمبر۹: "لقولہ تعالیٰ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ﴾ (الآیہ سپارہ ۱۱ رکوع ۲)

نمبر۱۰: ﴿ولقولہ تعالیٰ وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ (سورہ انبیاء)

نمبر۱۱: ﴿لقولہ تعالیٰ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ﴾

نمبر۱۲: ﴿وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا﴾

پس ان آیات بینات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ اتباع انبیاء علیہم السلام وآئمہ دین صالحین کی ہر مسلمان پر واجب ہے اور اس سے انکار کرنا پرلے درجہ کی گمراہی ہے۔

اور اسی اتباع یعنی تقلید پر کئی حدیثیں بھی شاہد ہیں چنانچہ مشکوۃ شریف باب مناقب میں بروایت حضرت حذیفہ بایں الفاظ حدیث مسطور ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ انی لاادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر رواہ الترمذی"

[۱] اس آیت سے ثابت ہوا کہ جو شخص بھی صالح ہو اس کی اتباع واجب ہے ۱۲۔

یعنی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ مجھے بذاتہ نہیں معلوم کہ زندگانی میری تمہارے کس قدر ہے اس لئے میں تم کو
نصیحت کرتا ہوں کہ میرے بعد پیروی کرو ان دونوں کی۔ یعنی حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی روایت کیا ہے اس حدیث شریف
کو ترمذی نے اور وجہ یہ اس لئے فرمایا کہ جب آپ ان دونوں کو دیکھتے تو فرماتے "هذان السمع البصر" یعنی یہ دونوں
بمنزلہ میری آنکھوں اور کانوں کے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان پر حق گردانا ہے اور ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ
نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے لوگو! عنقریب تم میری امت میں بہت اختلاف دیکھو گے۔ اور تم کو وصیت کرتا ہوں کہ
تقویٰ پر قائم رہنا اور حاکم وقت کی اطاعت کرتے رہنا۔ اگر چہ وہ حبشی ہو اور میری سنت اور میرے خلفاء الراشدین کی سنت
کو مضبوط پکڑنا۔ اور ایسا مضبوط پکڑنا جیسا کہ کوئی چیز دانتوں سے پکڑی جاتی ہے۔ اور حدیث شریف کے آخری الفاظ یہ ہیں
"فقال اوصیکم بتقوی الله والسمع والطاعة وان كان عبداً حبشياً فانه من يعش منكم بعدی فسيرى اختلافاً
كثيراً فعليكم بسنتی وسنة خلفاء الراشدين المهديين تمسكو ابها وعضوا عليها بالنواجذ"
اور اسی باب اعتصام فصل ۲ میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میری امت میں تہتر فرقے ہو جائیں گے جن سے صرف ایک فرقہ
جنتی ہوگا صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ وہ کونسا ہے آپ نے فرمایا "ما انا علیه واصحابی وفی روایة وحدة
فی الجنة وهی الجماعة" یعنی وہ شخص جو پیروی کرے میری اور میرے صحابیوں کی پس وہ جنتی گروہ اہل سنت و جماعت
ہی ہے اس لئے کہ آپ نے صاف صاف فیصلہ فرما دیا ہے کہ "لا يجتمع امتی علی الضلالة" یعنی آپ نے فرمایا کہ
میری امت گمراہی پر جمع نہ ہوگی۔ اور علی الاعلان فرمایا "اتبعوا سواد الاعظم فانه من شذ شذ فی النار رواه ابن
ماجه ومشکوٰة باب الاعتصام" یعنی فرمایا آپ نے کہ پیروی کرو جماعت بڑی کی پس جو شخص الگ ہوا جماعت سے
وہ ڈالا جائیگا جہنم میں اور یہ حدیث ابن ماجہ کی ہے اور اس حدیث کے حاشیہ پر مولوی عبدالجبار غیر مقلد امرتسری نے لکھا ہے
کہ جس امر پر اکثر علمائے دین کا اعتقاد اور اقوال اور افعال ہوں اس پر عمل کرنا چاہیے۔ دیکھو المہداۃ صفحہ ۵۳ ترجمہ مشکوٰۃ۔
اور ایک حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ اگر مسلمان ایک شخص کی امامت پر جمع ہو جائیں اور اس کو امام
بنالیں اور کوئی شخص اس میں تفرقہ ڈالے اور اس جماعت کو الگ الگ کردے تو وہ شخص قابل قتل ہے اس کو تلوار سے قتل کر دینا
چاہیے۔ دیکھو مسلم و مشکوٰۃ باب امارت۔
"عن عرفجة قال سمعت رسول الله ﷺ يقول من اتاكم وامر كم جميع على رجل واحد يريد ان يشق
عصاكم ان يفرق جماعتكم فاقتلوه" (رواه مسلم)
اور ایک حدیث میں ہے "من يطع الا مير فقد اطاعنی ومن يعص الامير فقد عصانی وانما الامام جنة"
الحدیث۔ یہ حدیث بخاری و مسلم و مشکوٰۃ میں ہے پس اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ فرمانبرداری امام کی عین فرمانبرداری

خداوند کریم اور اسکے حبیب کی ہے اور اسکا یہ فرمان خدا اور اس کے رسول کا یہ فرمان ہے چونکہ امام لوگوں کے لئے بمنزلہ پیر کے ہوتا ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے رب سے بنسبت اختلاف اصحابہ جو میرے بعد واقعہ ہونے والا ہے سوال کیا تو حکم ہوا کہ تمام اصحاب تیرے نزدیک میرے بمنزلہ ستاروں کے ہیں اور بعض سے بعض فوقیت رکھتے ہیں اور ان کا اختلاف ہدایت پر مبنی ہے اور وہ سب نور ہیں۔ تب حضور علیہ السلام نے بڑی خوشی سے ارشاد فرمایا کہ تمام صحابی میرے مانند ستاروں کے ہیں جو شخص بھی ان میں سے کسی ایک کی اتباع کرے گا وہ بھی ہدایت پر ہوگا" قال علیہ الصلوۃ والسلام اصحابی کاالنجوم فبایہم اقتدیتم اہتدیتم "مشکوۃ باب مناقب صحابہ فصل ۳۔

اور تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے۔ کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قرآن مجید میں وارد ہے کہ "فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس "یعنی فرمان الٰہی ہے کہ اگر میت کے تین بھائی بہنیں ہوں تو پھر ان کی ماں کو چھٹا دینا چاہیے چونکہ اخوۃ جمع ہے اور عرب میں کم از کم تین سے کم نہیں ہوتی اور آپ صرف دو بہنیں بھائی ہونے سے بھی ماں کو چھٹا حصہ دلا دیتے ہیں حضرت امیر المومنین نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر الصدیق و حضرت عمر فاروق ایسا ہی کیا کرتے تھے اور قرآن مجید کو خوب سمجھتے تھے۔ لہٰذا ان کی اتباع کو کبھی نہ چھوڑوں گا کیونکہ وہ مجھ سے اور آپ سے زیادہ قرآن دان تھے۔ اور اس لئے جس قدر دنیا میں محدث گذرے ہیں سب نے بدوں تقلید کرنے کے چارہ نہیں دیکھا۔ چنانچہ کتاب حطہ میں فی ذکر صحاح ستہ و بستان المحدثین و نبراس الصالحین و شامی کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں۔ اور کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہور صفحہ ۷۳۹ و مطبوعہ مصری صفحہ ۸۲ جلد ثانی میں خود حضرت امامنا و مخدومنا سلطان العاشقین سراج السالکین زبدۃ الاولیاء سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں "واماتنا علی مذہبہ اصلاً و فرعاً و حشرنا فی زمرتہ" الخ سبحان اللہ جب کہ ایسے عالم فاضل عابد زاہد و لی اللہ اپنے آپ کو تقلید کے زمرہ میں داخل کر کے یہ کہتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو اسی مذہب حنبلی میں مارنا اور اسی میں ہمارا حشر کرنا۔ اور ہمارا اعتقاد اصلاً فرعاً اسی پر مضبوط رکھنا۔ پھر اب نتھو خیرے کی بات پر کیا اعتبار کیا جائے۔ اور علاوہ اس کے خود امام بخاری علیہ الرحمۃ نے کتاب بخاری سپارہ ۳۰ باب "ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے لکھا ہے "وحض علی اتفاق اہل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ وما کان بہا" یعنی نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے رخصت دی ہے کہ جس پر علمائے مکہ و مدینہ اتفاق کریں اس کو مسلمان لوگ تسلیم کر لیں پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ اتباع یعنی تقلید ۱۱ بزرگان دین کی کرنی عام اہل اسلام کے لئے واجب اور خاصوں کے لئے مستحسن ہے اور اتباع انبیاء علیہم السلام کی ہر مسلمان کے لئے فرض ہے فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفاعنہ)

سوال : تم حنفی اپنے آپ کو کس لئے کہلاتے ہو اہل حدیث کیوں نہیں کہلاتے ؟

الجواب : حنفی[2] ہم اسلئے کہلاتے ہیں کہ یہ نام عند اللہ وعند الانبیاء علیہم السلام نہایت پسندیدہ و برگزیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کو اسی فطرت حنفی پر پیدا فرمایا ہے اور اس سے روگردانی کرنے والوں کو فرقہ شیطانی سے تعبیر فرمایا ہے۔ چنانچہ حدیث قدسی میں ہے "وانی خلقت عبادی حنفاء کلهم وانهم اتتهم الشیطن فاجتالتهم عن دینهم" نقل از مسلم ومشکوۃ جلد ثانی باب تغیر الناس کے ملحق اور بخاری شریف جلد اول باب الدین یسر میں ہے "قال علیه السلام احب الدین الی اللہ الحنیفة السمحة" الحدیث: اور ہم اہل حدیث اسلئے نہیں کہلاتے کہ اہل حدیث کوئی مذہب نہیں۔ اور اسکا ثبوت قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے کہیں پتہ نہیں چلتا۔ اگر اسکا کچھ اصل ہوتا تو سفیان ثوری وعبد اللہ بن عمرو مغیرہ بن مقسم وامام اعمش استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہم جیسے محدث اس مذہب نام نہاد کو کیوں برا سمجھتے اور نقص رکھتے اور یہ الفاظ انکے حق میں درج کرتے "لو کانت لی اکلب کنت ارسلها علی اصحاب الحدیث نقل از شرف الخطیب وما فی الدنیا قوم اشر من اصحاب الحدیث" یعنی حضرت امام اعمش استاذ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر میرے پاس کتے ہوتے تو میں اہل حدیث پر چھوڑ دیتا۔ اور دنیا بھر میں سب سے بڑھ کر شرارتی ہیں فقط والعلم عند اللہ۔

سوال : ایک شخص اپنے آپ کو حنفی کہلاتا ہے لیکن امام صاحب کے مذہب کو حقیر جانتا ہے اور انکے حکم کے خلاف کام کرتا ہے فاتحہ خلف الامام وغیرہ کا قائل اور عامل ہے شرعاً ایسے شخص کیلئے کیا حکم ہے جواب دیں اجر ملے گا۔ (السائل حسن بخش از ملتان)

الجواب : بیشک ایسا شخص مفتری اور مضل ہے اور جو شخص مذہب امام صاحب کو حقیر جانتا ہے وہ ملعون اور مردود ہے کیونکہ مذہب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عین مطابق حکم خداوند کریم ونبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہے۔

حضرت امام شافعی وحضرت عبد اللہ بن المبارک علیہما الرحمۃ وغیرہ علمائے کرام ایسے شخص کو ملعون قرار دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ جو شخص امام صاحب کے قول کو حقیر سمجھ کر رد کرتا ہے وہ ملعون ومردود ہے چنانچہ کتاب المرضیہ وشرح درمختار وشامی وحدائق حنفیہ صفحہ ۸۱ میں بایں طور مسطور ہے۔

فلعنة ربنا اعداد رمل
علی من رد قول ابی حنیفة

اور حدیث صحیح میں ہے کہ جو شخص اہل اللہ کا عدو ہے وہ ملعون ومردود ہے "قال رسول اللہ ﷺ من عادی ولیا فقد اذنته بالحرب رواه البخاری ومشکوۃ باب ذکر اللہ عزوجل" پس برادران اہل سنت وجماعت کو

---

(1) تقلید بمعنی مجازی اتباع وپیروی کے ہیں دیکھو غیاث اللغات صفحہ ۱۰۳ کریم اللغات صفحہ ۴۵ اور ہم لوگ تقلید کے یہی معنی مراد لیتے ہیں اور قرآن مجید بھی اسی پر شاہد ہے

(2) حنفاء جمع حنیف کی ہے اور احناف جمع حنف کی لہذا حنفی اور حنیفی کہنا جائز ہے جیسا کہ مدنی ومدینی اور مادہ دونوں کا ایک ہی ہے

چاہیے کہ ایسے شخص سے موانست ومواکلت ومشاربت ترک کردیں۔ فقط والعلم عنداللہ۔

(المجیب خادم شریعت ابوالمنظور محمدنظام الدین حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال : مؤمنین کے ارواح کہاں رہتے ہیں جواب حدیث سے دیں؟

الجواب : مومنوں کی ارواح سبز پرندوں کے قالبوں میں عرش کے نیچے معلق رہتی ہیں چنانچہ حدیث ابن ماجہ ونسائی کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے "ارواح المومنین فی حواصل طیور خضر معلقة تحت العرش من حدیث کعب بن مالک" نقل از کتاب الشرف صفحہ ۴۳ (المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمدنظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال : انسان مومن پر مصائب کیوں نازل ہوتے ہیں؟

الجواب : جب انسان کے گناہ حد سے تجاوز کر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس سے دوستی لگانا چاہتا ہے تو اس پر بلیات ومصائب طرح طرح کے نازل کردیتا ہے اور پھر وہ انسان عجز ونیاز وتضرع کرتا ہے اور روتا اور گڑگڑاتا ہے اور مقبول بدرگاہ ہوجاتا ہے چنانچہ حدیث سے ظاہر ہوتا ہے "اذا احب اللہ عبداً اصب علیہ البلاء صباً ......الخ الحدیث ، اذا کثرت ذنوب العبد ابتلاء بھم لیکفرھا" روایت کیا اسکو احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔ نقل از الشرف صفحہ ۵۲ والعلم عنداللہ۔ (فقیر محمد نظام الدین عفی عنہ)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی ڈاہڑی کم از مشت اور خلاف سنت ہو اس کے پیچھے نماز میں اقتداء کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور مساجد میں نماز جنازہ پڑھنا درست ہے یا نہیں؟ کیونکہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ مسجد حرام کعبۃ اللہ شریف میں جنازہ پڑھا جاتا ہے اور اس مسجد سے اعلیٰ کون سی مسجد ہے جواب بسند ہونا چاہیے۔

(السائل محمد الدین بمبئی پوست نمبر ۷ فارس روڈ مسلم بازار معرفت طب نار محمد نمبر مرجنت)

الجواب : بیشک ایسے شخص کے پیچھے نماز ادا کرنا مکروہ تحریمی ہے چونکہ امامت منصب احترام ہے اور اس کی تعظیم واجب اور فاسق شخص کی تعظیم کرنا نقصان ایمان کا ہے بلکہ اس کی اہانت کرنا لوگوں پر واجب ہے اور ڈاہڑی کا برابر مشت رکھنا باتفاق علمائے دین سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا فسق وفجور میں داخل ہوتا ہے لہٰذا ایسے شخص کو امام نہ بنایا جائے۔ چنانچہ کتاب حاشیہ طحطاوی میں مسطور ہے۔

" اما الفاسق العالم فلا یقدم لان فی تقدیمه تعظیمة وقد وجب علیهم اهانته شرعاً ومغاد هذا کراهة التحریم فی تقدیمه " (النهین وهکذا فی بحر الاسرار صفحه ۱۳۵)

اور مشکوٰۃ شریف باب المساجد میں حدیث بایں مضمون وارد ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک شخص کو امامت سے روک دیا تھا چونکہ اس نے صرف قبلہ کی طرف تھوک پھینک دی تھی اور آپ نے حکم فتویٰ دے دیا کہ لوگو تم اسکے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔ اور حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

"قال ان رجلاً ام قوماً فبصق فی القبلة ورسول اللہ ﷺ ینظر فقال رسول اللہ ﷺ لقومہ حین فرغ لایصلی لکم فاراد بعد ذلک ان یصلی لھم فمنعوہ فاخبروہ بقول رسول اللہ ﷺ فذکر ذلک لرسول اللہ ﷺ فقال نعم"

جواب نمبر ۲ : واقعی مسجد میں نماز جنازہ ادا کرنا منع ہے چنانچہ خود مسلم شریف کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ اس امر کو معیوب سمجھتے اور صاف انکار کرتے تھے اور فتح القدیر باب الصلوٰۃ علی میت میں حدیث صحیح مرفوع نیز اس پر شاہد ہے "عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی میتٍ فی المسجد فلا اجر لہ ھکذا فی الترمذی وابوداؤد" یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو شخص نماز پڑھے جنازہ کی مسجد میں پس واسطے اسکے کوئی اجر نہیں اور برہان شرح مواہب الرحمٰن باب الصلوٰۃ علی میت میں فرقہ مخالفین کا جواب بایں طور مسطور ہے کہ نماز رسول اللہ ﷺ کی سہیل پر واقعہ حال کا ہے جس میں عموم نہیں پس جائز ہے یہ کہ ہووے بسبب ضرورت اعتکاف کے۔ اور اگر تسلیم کیا جاوے عدم ضرورت کو تو انکار کرنا صحابہ کا عائشہ پر دلیل اس کی ہے کہ بعد اس کے ترک پر حکم قرار پایا تھا اور اگر یہ نہ ہوتا تو انکار صحابہ نہ کرتے اور فرماتے ہیں۔ "وصلوٰۃ الصحابۃ علی ابی بکر وعمر فی المسجد کانت لعارضٍ دفنھما عند رسول اللہ ﷺ" اور اسی مقام پر عینی شرح ہدایہ میں لکھا ہے۔ " علی کل تقدیر الصلوٰۃ علی الجنازۃ خارج المسجد اولی وافضل بلاوجوب للخروج عن الخلاف لا سیما فی باب العبادات " یعنی اوپر ہر تقدیر کے نماز جنازہ کی خارج مسجد کے بہتر اور افضل ہے بغیر وجوب کے بوجہ خارج ہونے کے خلاف سے خصوصاً باب عبادات میں ہکذا فی فتح المبین اور مسجد حرام مسجد محلہ نہیں ہے بلکہ وہ مسجد حکم عام شارع کا رکھتی ہے پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ جنازہ کی نماز مسجد شہر محلہ میں ادا نہ کی جائے ورنہ ثواب سے محروم رہیں گے ہاں ضرورت شدیدہ سے کچھ حرج نہیں فقط واللہ اعلم۔

(المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین حنفی قادری حال وارد وزیر آباد دروازہ موجدین)

سوال : مسجد میں بآواز بلند درود شریف یا کوئی اور ذکر کرنا جائز ہے یا نہیں؟

(السائل عبد الرحیم)

الجواب : جائز ہے بشرطیکہ دوسروں کو اس کی آواز سے تکلیف نہ پہنچے۔ اور اصول کا مسئلہ ہے کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے جب تک اس کی ممانعت پر شرعی دلیل ناطق نہ ہو اور ذکر اذکار جہر کے کرنے پر حدیث مسلم و جوہر نقی مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ "عن عبد اللہ بن الزبیر قال کان رسول اللہ ﷺ اذا سلم من صلوتہ یقول بصوتہ الا علی لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ " الخ

پس اس حدیث صحیح سے ثابت ہوا کہ ذکر بلند آواز سے کرنا جائز ہے ورنہ آنحضور ﷺ کیوں بعد صلوٰۃ کے جہر ذکر فرماتے وہکذا فی فتاوٰی عالمگیر وغیرہ۔ فقط والعلم عند اللہ۔

(المجیب فقیر محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال : نماز جنازہ میں آواز سے سورۃ فاتحہ بطور قراۃ کے پڑھنا جائز ہے یا نہیں چونکہ وزیر آباد میں غیر مقلد عمر الدین نے ایک جنازہ پر ایسا کیا ہے۔

(السائل عبد اللہ طالب العلم)

الجواب: بیشک ہمارے مذہب حنفیہ احناف میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا بطور قرأۃ کے جائز نہیں اور ہمارے مذہب حنفیہ احناف کے یہ دلائل ہیں۔ "ولا یقراء فی صلوٰۃ الجنازۃ القران لما روی عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول اذا صلیتم علی المیت فاخلصوا له الدعاء رواہ ابو داؤد وعن نافع قال ان عبد اللہ ابن عمر کان لایقراء فی الصلوٰۃ الجنازۃ رواہ الامام مالک"

یعنی صاحب ارکان اربعہ نے تحریر فرمایا ہے کہ نماز جنازہ میں قرآن مجید سے کچھ نہ پڑھا جائے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا ہے کہ فرماتے تھے کہ جس وقت تم نماز پڑھو جنازے پر تو پس خالص کرو واسطے اس کے دعا کو۔ روایت کیا ہے اس حدیث شریف کو ابوداؤد نے اور موطا امام مالک جو اصح کتاب ہے بعد کتاب اللہ کے اس میں نافع سے مروی ہے کہ کہا انہوں نے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز جنازہ میں قرآن شریف سے کچھ نہیں پڑھتے تھے۔ اور کتاب فتح القدیر وعینی شرح ہدایہ ومعانی الآ ثار وغیرہ کتب میں مسطور ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب اور ابن عمر وابو ہریرہ اور حضرت عطا وطاؤس رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس سے صاف انکار فرمایا کرتے تھے۔ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے ہرگز مدینہ شریف والوں کو نماز جنازہ میں فاتحہ پڑھتے نہیں پایا۔ یعنی ایسا کسی نے نہیں کیا اور کہا صاحب معانی الاثار وغیرہ اصحاب آئمہ دین شرح متین نے کہ اگر الحمد شریف بنیت دعا وثناء کے پڑھ لیا جائے تو کچھ حرج نہیں چونکہ بعض صحابہ رضوان اللہ علیہم سے اس کا پڑھنا ثابت ہے سو وہ اسی امر پر محمول ہے نہ بطریقہ قرأت "ولعل قراۃ بعض الصحابۃ فی صلوٰۃ الجنازۃ کان بطریق الثناءِ والدعاء لا علی وجه القراۃ" نقل از معانی الآ ثار اور فتح القدیر میں ہے "لا یقراء الفاتحۃ الا ان یقرا ھا بنیۃ الثناءِ والدعاء" نقل از فتح المبین صفحہ ۱۵ پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ الحمد شریف یعنی سورۃ فاتحہ کو نماز جنازہ میں بطور قرأت کے نہ پڑھنا چاہیے بلکہ خاص اس میت کے لئے اور دعائیں پڑھنی چاہئیں۔ ہاں اگر وہ دعائیں یاد نہ ہوں تو سورۃ فاتحہ کو بطور دعا وثناء کے پڑھ لیا جائے تو جائز اور درست ہے ورنہ قرأت قرآن کا نماز جنازہ میں مطلقاً جائز نہ ہوگا۔ چنانچہ آثار امام محمد صفحہ ۴۶ سے ظاہر ہوتا ہے۔

" محمد قال اخبرنا ابوحنیفۃ عن حماد عن ابراھیم قال لا قراۃ علی الجنائز ولا رکوع ولا سجود ولکن یسلم عن یمینه وشماله اذا فرغ من التکبیر قال محمد وبه ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ وقال ابراھیم النخعی والثوری الاول الثناء علی اللہ والثانیۃ صلوٰۃ علی النبی ﷺ والثالثۃ دعاءٌ للمیت والرابعۃ سلام تسلیم قال محمد وبه ناخذ وھو قول ابی حنیفۃ"

پس معلوم ہوا کہ جنازہ کی نماز میں اول حمد باری تعالیٰ کرنی چاہیے اور دوسری تکبیر میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ وسلام پہنچانا چاہیے اور تیسری تکبیر میں خاص کر میت کے لئے دعا مانگنی چاہیے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام دائیں بائیں طرف سے فارغ ہو

کر نماز جنازہ سے باہر آنا چاہیے اور اس میں نہ تو قرات ہے اور نہ رکوع و نہ سجود اور نہ ہی جنازہ کی نماز کے لئے کوئی وقت معین ہے فقط واللہ تعالیٰ اعلم عند اللہ۔ (حررہ خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ افطار روزہ میں کہ زید کہتا ہے جب آفتاب غروب ہو روزہ افطار کر کے نماز مغرب پڑھنی چاہیے چونکہ وقت نماز مغرب صرف تین رکعت کا ہے ورنہ یہود ونصاریٰ کے ساتھ مشابہت ہوگی اور عمرو کہتا ہے کہ جب آفتاب غروب ہووے تاوقتیکہ سرخی جانب مشرق سے یا سیاہی تبدیل نہ ہووے یا جائے آفتاب غروب سے کم نہ ہو جائے مغرب کی سرخی میں تب تک روزہ افطار نہ کیا جائے اب کس کا قول صحیح اور درست ہے بینوا توجروا۔

(العارض ولی محمد از قادر پور ان 20.2.03)

الجواب: "اللھم ارنا الحق حقاً والباطل باطلاً" خادم شریعت کی تحقیق میں واقعی زید اور عمرو ہر دو سائل تقریباً مسلک ایک ہی رکھتے ہیں۔ چنانچہ کتب احادیث وفقہ کی عبارات اس پر شاہد ہیں "عن سہل قال قال رسول اللہ ﷺ لایزال الناس بخیر ما عجلوا الفطر" "نقل از بخاری ومسلم جلد اول کتاب الصیام" "وعن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لایزال الدین ظاہراً ماعجل الناس الفطر لان الیہود والنصاری یواخرون" "نقل از ابن ماجہ ابوداؤد ومشکوۃ۔ اور ایک حدیث میں ہے" وغربت الشمس فقد افطر الصائم "پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ جب آفتاب غروب ہو جائے اور اس کے ڈوبنے کی جگہ گم ہو جائے تو فوراً روزہ کو افطار کر دیا جائے۔ زیادہ تاخیر نہ کی جائے ورنہ مشابہت یہود وشیعہ ونصاریٰ کی پائی جائے گی اور طبرانی میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب تر وہ شخص ہے کہ جو روزہ کے افطار میں بہت جلدی کرے اور ایک دو کھجوریں کھا کر نماز کو ادا کرے۔ ہاں اگر طعام حاضر ہو تو پہلے روزہ دار خوب طعام کھالے تاکہ نماز میں کھانے پینے کی طرف خیال نہ رہے اور پھر نماز مغرب ادا کرے۔ اور زید کا یہ کہنا کہ نماز مغرب کا وقت صرف بقدر تین رکعت کے ہوتا ہے البتہ امامنا امام اعظم علیہ الرحمۃ کے مذہب کے خلاف ہے یہ مذہب امام شافعی علیہ الرحمۃ کا ہے چنانچہ ہدایہ شریف جلد اول مطبوعہ مجتبائی کے صفحہ ۶۴ پر بایں طور مسطور ہے۔

"وقت المغرب اذا غربت الشمس واخروقتها ما لم یغیب الشفق وقال الشافعی مقدار مایصلی فیه ثلث رکعات لان جبرائیل علیه السلام اول وقت المغرب حین تغرب الشمس واخر وقتها حین یغیب الشفق ھکذا فی فتح القدیر وقاضی خان والآثار امام محمد وآثار محمدیه"

پس زید کو چاہیے کہ حنفیوں کو شافعی مذہب کا عامل نہ بنائے اور عمرو کو اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ تفقہ فی الدین عطا فرمائے فقط واللہ اعلم عند اللہ۔ (المجیب خادم شریعت ابو المنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ حال وارد وزیر آباد)

سوال: نماز تراویح سنت ہے یا مستحب؟

الجواب: نماز تراویح سنت مؤکدہ ہے چنانچہ کتاب فتح القدیر جلد اول صفحہ ۲۰۵ و کتاب ماثبت من السنۃ و فتاویٰ عزیزی

وجمع الجوامع وعین الہدایہ وشرح وقایہ مترجم صفحہ ۱۲۱ وہدایہ شریف جلد اول صفحہ ۱۳۱ میں بایں طور مسطور ہے۔

" والاصح انها سنة كذا روى الحسن عن ابى حنيفة لانه واظب عليه الخلفاء الراشدون والنبى ﷺ بين العذر فى ترك المواظبة وهو خشية ان تكتب علينا " الخ

یعنی صحیح یہی بات ہے کہ یہ سنت ہے کیونکہ اس پر مواظبت کی ہے خلفاء الراشدین نے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان کیا عذر کو ترک مواظبت میں اور وہ خوف اس بات کا تھا کہ یہ نماز کہیں فرض نہ ہو جائے اور اس سنت کا تارک سخت گناہ گار ہے۔

سوال: تراویح[۱] کے معنی کیا ہیں اور اس کی کتنی رکعتیں ہیں؟

الجواب: تراویح جمع ترویحہ کی ہے اور اسکے معنے آرام پکڑنے کے ہیں۔ اور یہ اس لئے ہے کہ آپ کی ذات والاصفات کے صحابہ کرام چہار رکعت کے بعد آرام لیتے پھر شروع ہوتے غرض اسی طرح سے بیس (۲۰) رکعتیں پوری کرتے چنانچہ صاحب فتح الباری نے ارقام فرمایا ہے۔

" التراويح جمع ترويحه وهى المرّة الواحدة من الراحة تسليمه من السلام سميت الصلوٰة فى الجماعة فى ليال رمضان التراويح لانهم اول ما اجتمعوا عليها كانوا يستريحون بين كل تسلمتين " الخ

اور نماز تراویح خلفاء الراشدین وآئمہ دین امام شافعی وامام احمد حنبل واما منا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے نزدیک بیس رکعتیں ہیں۔ چنانچہ ترمذی شریف جلد اول باب ماجاء فی قیام شہر رمضان صفحہ ۲۵۰ میں بایں طور مسطور ہے۔

" قال ابو عيسى واختلف اهل العلم فى قيام رمضان فراى بعضهم ان يصلى احدى واربعين ركعة مع الوتر وهوقول اهل المدينة والعمل على هذا عندهم بالمدينة واكثراهل العلم على ما روى عن على وعمر وغيرهما من اصحاب النبى ﷺ عشرين ركعة وهو قول سفيان الثورى وابن المبارك والشافعى وقال الشافعى هكذا ادركت ببلدنابمكة يصلون عشرين ركعة وقال احمد روى فى هذا " الخ

یعنی صاحب ترمذی نے نماز تراویح کی جماعت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے تین شب کا بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور اس مسئلہ میں علمائے دین کا اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں کہ اکتالیس رکعت پڑھیں مع وتروں کے اور یہ قول اہل مدینہ کا ہے اور اکثر علمائے دین اس پر ہیں کہ نماز تراویح بیس (۲۰) رکعت ہے۔ بجز نماز وتروں کے چونکہ روایت کی گئی ہے حضرت علی وحضرت عمر وغیرہ صحابہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے اور یہی فیصلہ حضرت سفیان ثوری اور عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے اور یہ صاحب امام بخاری علیہ الرحمۃ کے استاد ہیں اور امام شافعی فرماتے ہیں کہ ہمارے شہر مکہ کے لوگ بھی بیس (۲۰) رکعت تراویح کے عامل تھے ان کو میں نے بیس ہی رکعت پڑھتے ہوئے

---

[۱] تہجد بمعنی الانتباہ بعد النوم یعنی نیند کے بعد بیدار ہونا اور وتر طاق کو کہتے ہیں جفت چیز کو نہیں بولتے اور ترویحہ کے معنی آرام پکڑنے کے ہیں۔ اسلئے یہ ہر ایک نماز ہی علیحدہ علیحدہ ہے ہاں البتہ قیام وصلوٰۃ تراویح میں مشارکت ہے۔ خادم شریعت

پایا۔ اور حضرت امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مذہب ہے اور کتاب کبیری صفحہ ۳۸۸ مطبوعہ لکھنؤ میں نیز بایں طور لکھا ہے۔
"ان التراویح عندنا عشرون رکعة بعشر تسلیمات وهومذهب الجمهور وعندمالک ست وثلثون رکعة احتجاجا بعمل اهل المدینة"
یعنی ہمارے مذہب میں بیشک تراویح (۲۰) رکعت ہے اس کو دس سلاموں کے ساتھ پڑھنا چاہیے اور مذہب علمائے جمہور کا بھی یہی ہے اور امام مالک کے مذہب میں چھتیس رکعتیں تراویح کی ہیں اور اہل مدینہ جو اس کے مقلد ہیں اسی پر عمل کرتے ہیں اور کتاب غنیۃ الطالبین مطبوعہ اسلامیہ لاہوری صفحہ ۴۸۹ میں ہے۔ "وهی عشرون رکعة یجلس عقب کل رکعتین ویسلم فهی خمس ترویحات کل اربعة منها ترویحة یعنی حضرت شیخ المشائخ غوث الاغواث قطب الاقطاب سید عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ یہ نماز تراویح بھی بیس رکعت ہے اور نمازی کو چاہیے کہ ہر دو رکعت پر بیٹھے اور سلام کرے اور یہ پانچ مکان راحت پکڑنے کے ہیں اور ان میں سے چار بار آرام پکڑنا ہے اور نماز تراویح مسنون ہے اور اس کو اسی نیت سے دو دو رکعت پر ادا کرے۔ اور صاحب جامع الجوامع نے غایۃ المراد سے بایں طور لکھا ہے کہ یہ نماز تراویح سنت موکدہ ہے اور یہ بیس رکعت ہے اور اس نماز سے انکار کرنا رافضی ہونے کی نشانی ہے اور بیس رکعت تراویح سے انکار کرنا مبتدع اور گمراہ لوگوں کا کام ہے اور بیس (۲۰) رکعت تراویح پر اجماع صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ہو چکا ہے۔
"التراویح سنة موکدة ومن لم یرها فهو رافضی وفی الصحیحة سنة موکدة بالاجماع الصحابة تارکها مبتدع غیر مقبول بالشهادة وهی سنة للرجال والنساء"
نقل از نظام اسلام حضرت شیخ محدث قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۴۰ اور کتاب ماثبت من السنۃ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ مطبوعہ کانپور صفحہ ۲۲۴ میں نیز بایں طور تحریر فرمایا ہے۔
"عندنا هی عشرون رکعة لما روی البیهقی باسناد صحیح انهم کانوا یقومون علی عهد عمر رضی الله تعالی عنه بعشرین رکعة وفی عهد عثمان وعلی مثله والذی استقر علیه الامر والشهر من الصحابة والتابعین ومن بعدهم هو العشرون وماروی انها ثلث وعشرون فلحساب الوتر معها" الخ
یعنی حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ ہمارے مذہب میں تراویح بیس رکعت ہے چونکہ امام بیہقی نے اسناد صحیح سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت حقہ راشدہ میں بیس رکعت پر لوگ قیام فرماتے تھے اور وہ گنتی جو مقرر کی گئی ہے وہ صحابہ اور تابعین خیر القرون اور جو ان کے بعد ہوئے ہیں ان سے ہے کہ یہ بیس رکعت تراویح بلا وتروں کے ہے۔ اور امام شافعی و امام احمد حنبل علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مذہب ہے اور صاحب فتح القدیر صفحہ ۲۰۵ میں لکھا ہے۔
"روی البیهقی فی المعرفة عن سائب بن یزید قال کنا نقوم فی عهد عمر بن الخطاب رضی الله عنه بعشرین رکعة والوترقال النووی فی الخلاصة اسناده صحیح و فی الموطا ثم استقر الامر علی العشرین فانه

متوارث الخ فيكون سنة وكونها عشرين سنة خلفاء الراشدين وقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة خلفاء الراشدين من بعدی "

اور کتاب اذکار صفحہ ۸۳ مصری میں حضرت علامہ امام النووی شافعی یوں ارقام فرماتے ہیں "اعلم ان الصلوة التراويح سنة باتفاق العلماء وهي عشرون ركعة يسلم من كل ركعتين" یعنی حضرت امام نووی شارح مسلم شافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ بیشک نماز تراویح کی سنت باتفاق علمائے دین بیس رکعتیں ہیں پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نماز تراویح بیس رکعت ہے اس سے کم ہرگز نہیں اور جو اس کے خلاف کرے گا وضل اور مضل ہے چونکہ اس پر تمام صحابہ وتابعین وجمہور ائمہ اربعہ دین رحمہم اللہ اجمعین کا اتفاق ہو چکا ہے اور آئمہ اربعہ رحمہم اللہ علیہم میں سے کوئی ایک بھی بیس رکعت سے کم کا قائل نہیں ہے اگر ہے تو کوئی وہابی نجدی پیش کریں فقط۔

سوال : بیس رکعت تراویح پر آپ کے پاس کیا دلائل ہیں؟ تحریر کریں۔

الجواب : بیشک تراویح بیس رکعت ہے اور اس پر یہ دلائل ہیں۔

دلیل نمبر ۱: روی ابن (۱) ابی شیبة والطبرانی والبیهقی من حدیث ابن عباس انه علیه السلام کان یصلی فی رمضان عشرین رکعة سوی الوتر واشتهر العمل علی هذا زمن عمر رضی الله عنه ولم ینکر علیه احد من الصحابة فانعقد الاجماع" (نقل از حاشیہ بخاری جلد اول صفحہ ۱۵۴ مطبوعہ کرزن دھلی وجوهر النقی صفحہ ۲۰۸ جلد اول)

یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ بیشک نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے بیس رکعت نماز تراویح ادا کی رمضان المعظم میں بدوں وتروں کے اور اسی بناء پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت راشدہ میں تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل رہا۔ اور بیس رکعت تراویح سے کسی صحابی نے انکار نہیں کیا پس اس پر اجماع منعقد ہوا۔

حدیث نمبر ۲: " حدثنی عن مالک عن زید بن رومان انه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر ابن الخطاب فی رمضان بثلاث وعشرین رکعةً "

نقل از موطا امام مالک صفحہ ۴۱ مطبوعہ استنبول:

۱؎ حدیث صحیح غیر مجروح اگر اجماع کے خلاف ہو تو مؤول یا معلول منسوخ ہوگی معتبر نہ ہوگی اور اگر حدیث بادی الرائی میں ضعیف ہو لیکن اجماع نے اس کو مان لیا ہو اور اس پر بھی قرار دیا ہو تو اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور وہ حدیث مقبول ہوگی۔ چنانچہ تفسیر مظہری تحت آیت "قل یا اهل الکتاب تعالوا" کے مرقوم اور کتاب طحاوی باب الجنائز وحد شراب میں مسطور ہے اور جو حدیث ابراہیم بن عثمان ابی شعبہ پر جرح ہے" نامقبول اور غیر مؤثر ہے دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری سیپارہ ۷ صفحہ ۶۸ حضرت ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں لکھ کر جارحین کی جرح پر پانی ڈال دیا ہے ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ الحافظ اور "اگر فرضاً تسلیم کر لیا جائے کہ بیس رکعات تراویح کسی حدیث مرفوع حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت نہیں لیکن خلفاء الراشدین سے تو ثابت ہیں اور یہ امر مسلمہ ہے کہ جس طرح سنت نبوی لازم الاتباع ہے اسی طرح سنت خلفاء الراشدین لازم الاتباع ہے فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

یعنی یزید بن رومان جو بڑے ثقہ ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں تمام لوگ ۲۳ رکعت تراویح کے ساتھ قیام فرماتے تھے۔ جن میں سے تین رکعت وتر اور بیس (۲۰) رکعت تراویح۔

حدیث نمبر۳: " عن سائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة وعلی عهد عثمان وعلی مثله رواه البیهقی باسناد صحیح "

نقل از کبیری مطبوعہ کانپوری صفحہ ۳۸۸ و فتاویٰ سعدیہ صفحہ ۲۶ و رسالہ تراویح امام سیوطی علیہ الرحمۃ صفحہ ۴۳ و فتح القدیر یعنی یزید بن سائب فرماتے ہیں کہ تھے لوگ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت میں بیس رکعت تراویح پڑھتے اور حضرت عثمان حضرت علی کی خلافت راشدہ میں بھی یہی عمل رہا اور یہ حدیث سائب بن یزید کی نہایت درجہ پر صحیح ہے۔

حدیث نمبر۴: " عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه انه جمع الناس علی ابی بن کعب وکان یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة رواه البیهقی ورساله علامه سیوطی علیه الرحمة صفحه ۴۳ "

حدیث نمبر۵: " عن یحیی بن سعید ان عمر ابن الخطاب امر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة "
(نقل از ابی شیبه وجوهر النقی صفحه ۲۰۸)

حدیث نمبر۶: " عن یزید بن حضیفة عن السائب بن یزید قال کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی شهر رمضان بعشرین رکعة الحدیث رواه البیهقی "

حدیث نمبر۷: " عن عطاء قال ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر رواه ابو بکر بن ابی شیبه واسناده حسن "

حدیث نمبر۸: " عن ابی الخطیب قال کان یؤمنا سوید بن غفله فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة رواه البیهقی اسناده صحیح "

حدیث نمبر۹: " عن نافع عن ابن عمر قال کان ابن ابی ملکیه یصلی بنافی رمضان عشرین رکعة رواه ابوبکر بن ابی شیبة اسناده صحیح "

یعنی حضرت نافع ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ابن ملکیہ ہم کو بیس رکعت نماز تراویح رمضان شریف میں پڑھایا کرتے تھے

حدیث نمبر۱۰: " عن سعید بن عبید ان علی بن ربیعة کان یصلی بهم فی رمضان خمس ترویحات ویوتر بثلاث رواه ابن ابی شیبة اسناده صحیح "

حدیث نمبر۱۱: "عن ابی هریره قال قال رسول الله ﷺ من قام رمضان ایمانا واحتساباً غفرله ما تقدم من ذنبه "
(الحدیث نقل از مسلم وترمذی ومشکوٰة)

یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام قیام رمضان کے لئے نہایت لوگوں کو تاکید فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ جو شخص خالص نیت و اعتقاد سے قیام کرے اور طلب بخشش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام پچھلے گناہ بخش دیتا ہے۔ اور پھر اصحاب کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین اسقدر قیام رمضان میں حریص ہوتے کہ ساری ساری رات ہی اس میں ختم کر دیتے۔

حدیث نمبر۱۲: "قالت عائشة رضی اللہ عنہا کان رسول اللہ ﷺ یجتھد فی رمضان ما لایجتھد فی غیرہ رواہ مسلم"

یعنی مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ جس قدر کوشش قیام رمضان میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تھے دوسروں میں ایسی نہیں فرماتے تھے۔

حدیث نمبر۱۳: "عن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ انہ امر رجلاً ان یصلی بھم فی رمضان بعشرین رکعۃ" (نقل از کبیری صفحہ ۲۲۸ وفتاوی سعدیہ ...)

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ فعل تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بیس رکعت سے کم نہ تھا اور یہی سنت آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قولی ہے جو کہ فعلی پر کئی درجہ فوقیت رکھتی ہے اور بیس رکعت ادا کرنے سے سنت قولی وفعلی بھی ہو جاتی ہے اور حدیث "علیکم بسنتی وسنۃ خلفاء الراشدین" پر بھی پوری پوری تعمیل ہو جاتی ہے اور حدیث "ما انا علیہ واصحابی" کا بھی عامل ہو جاتا ہے اور اعتقاداً آٹھ رکعت تراویح پڑھنے سے انسان عامل بالحدیث واہل سنت وجماعت ہونے سے بہت دور جا پڑتا ہے لقولہ علیہ السلام
"اتبعوا سواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار ولقولہٖ تعالیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہٖ ما تولیٰ ونصلہ جھنم وسآءت مصیراً" کے مصداق بن جاتا ہے فقط" واللہ یھدی من یشاء الیٰ صراط مستقیم"
(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال: حدیث بخاری ومسلم میں بایں الفاظ مسطور ہے اسکا کیا جواب ہے۔
"عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمن انہ اخبرہ انہ سئل عائشۃ کیف کانت صلوٰۃ رسول اللہ ﷺ فی رمضان فقالت ماکان رسول اللہ ﷺ یزید فی رمضان ولا فی غیرہ علیٰ احدی عشرۃ رکعۃً"
یعنی راوی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کرتا ہے کہ کس طرح پر تھی آپ کی نماز رمضان شریف میں جواباً کہا مائی صاحبہ نے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نہیں زیادہ کرتے تھے نماز کو رمضان شریف اور غیر رمضان شریف میں گیارہ رکعت سے۔

الجواب: یہ حدیث نماز تہجد پر محمول ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے فتاویٰ جلد اول رسالہ تراویح میں تحریر فرماتے ہیں پس وجہ تطبیق دریں روایات کہ دلالت کند بر زیادت کمی وکیفی نماز آنحضرت ﷺ در رمضان وغیر آں میکند ودراں روایات کہ نفی زیادت میکند انیست کہ آں روایات محمول بر نماز تہجد است کہ در رمضان وغیرہ رمضان یکساں بود۔ غالباً عددش بقدر زیادہ رکعت مع وتر میرسد۔ وروایات زیادت محمول بر نماز تراویح است کہ در عرف آں وقت بقیام رمضان مسمی بود کہ آنحضرت ﷺ در حق آں فرمودمن قام رمضان الحدیث۔ اور علاوہ اس کے خود مولوی عبدالجبار غزنوی پیشوائے غیر مقلدین نصر الباری سیپارہ صفحہ ۱۶ میں لکھتے ہیں کہ آپ کی شب تمام سال ایک برابر تھیں۔ چنانچہ فتح الباری میں ہے اور حدیث کے الفاظ مالاتنام قبل ان توتر اس پر شاہد ہیں اور آپ اس کا جواب فرماتے ہیں "یاعائشۃ ان

یعنی تنامان ولاینام قلبی " اوراسی صفحہ میں ایک حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے کہ آپ اول رات سوجاتے ہیں اورآخررات کو قیام فرماتے ہیں پھر نماز پڑھ کر اپنے فراش پرآجاتے ہیں اور جب مؤذن آذان دیتا ہے تو کھڑے ہوتے ہیں الحدیث اور اسی باب تہجد کیف صلوٰۃ اللیل حضرت ابن عباس سے مسطور ہے کہ آپ کی ذات گیارہ رکعت رات کو پڑھا کرتے تھے۔"عن ابن عباس کان صلوٰۃ النبی ﷺ ثلث عشرۃ رکعۃ یعنی باللیل" اور اسی روایت کے آگے بجواب مسروق کے حضرات ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی نماز رات میں سات رکعت اور نو رکعت اور گیارہ رکعت بدوں نماز فجر کے ہوا کرتی تھی۔اور نماز فجر کی دو رکعت کے ساتھ تیرہ رکعت ہوتی تھیں۔اور ایک روایت میں تعدد رکعت اللیل کا چار اور چھ اور آٹھ اور دس سوائے وتر کے بھی آپ کا قیام کرنا ثابت ہے اور اس حدیث مسلمہ میں لفظ غیرہ رمضان موجود ہے۔جو تہجد پر دال ہے اور لفظ صلوٰۃ مطلق ہے جس سے نماز تراویح کا ثابت ہونا محال ہے اور یہ حدیث درجہ غریب حدیث کے بھی پڑی ہے چونکہ سوائے ابی سلمہ کے اس حدیث کو کسی نے بیان نہیں کیا اور مسلم شریف صفحہ ۲۸۵ میں ہے کہ آپ کی ذات پندرہ رکعت بھی رات کو پڑھا کرتے تھے پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ نماز تہجد تھی اور نماز تراویح ایک علیحدہ نماز ہے جس کی تعداد بیس رکعت سے کم نہیں۔جس پر آپ نے تین رات قیام فرمایا ہے اور حدیث جابر جس میں آٹھ رکعت کا ذکر ہے وہ بھی ضعیف ہے چونکہ سند میں عمر بن حمید ہے اور دوسری سند میں یعقوب بن عبداللہ۔پس یہ ہر دونوں صاحب منکر الحدیث اور لیس بالقوی اور متروک ہیں۔دیکھو تقریب ودار قطنی ونسائی پس غرضیکہ گیارہ رکعت تراویح کا ہونا کسی حدیث صحیح سے ثابت نہیں۔اور حدیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ گیارہ رکعت والی تہجد پر دال ہے اور باقی جس قدر اس فرقہ وہابیہ کے پاس اس بارے میں حدیثیں ہیں وہ سب ضعیف اور متروک ہیں اور منسوخ اور اجماع کے خلاف پر ہیں اگر کسی وہابی کو شک ہو تو مرد میدان بن کر تحقیق کرے ورنہ کتاب فتح الباری وعینی شرح بخاری اور کتب حوالہ دادہ کو ملاحظہ کر کے اپنا شک رفع کرلے اور خلق خدا کو گمراہ نہ کرے فقط "واللہ یھدی من یشآء الی صراط مستقیم "

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری عفی عنہ)

مسئلہ : شیعہ مذہب میں بیس (۲۰) رکعت تراویح پڑھنے کا حکم ہے چنانچہ کتاب استبصار معتبر شیعہ جلد اول صفحہ ۲۳۴ میں بایں طور مسطور ہے۔

قال الرضاء علیہ السلام کان ابی زید فی العشر الأخر فی شھر رمضان فی کل لیلۃ عشرین رکعۃ قال حسن بن سفیان الصلوۃ فی شھر رمضان ثلث عشرین رکعۃ" اور صفحہ ۲۳۱ میں ہے۔ " عن محمد بن یحیٰ قال کنت ابی عبدا للہ علیہ السلام فسئل ھل یزید فی شھر رمضان فی صلوۃ النوافل فقال نعم کان رسول اللہ ﷺ یصلی بعد العتمۃ فی مصلاہ فیکبر وکان للناس یجتمعون خلفہ الخ وعن عبد اللہ علیہ السلام قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم یزید فی صلوتہ

فی شہر رمضان ان اصلی العتمة صلی بعدها یقوم الناس خلفه" الحدیث

پس ان تمام دلائل شیعہ سے ثابت ہوا کہ نماز تراویح رمضان شریف میں بیس رکعت اور اس سے زائد بھی ہیں کم نہیں۔ اور اس کی جماعت بھی ہے نقل از استبصار کتاب شیعہ جلد اول فقط۔

سوال: اس حدیث شریف "مامن احد یسلم علی الارد اللہ علی روحی حتی اَرُدَّ علیه السلام" کے کیا معنی اور مطلب ہے؟

الجواب: لفظی معنی اس کے یہ ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ جب کبھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیج دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھ میں روح ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں نقل کیا ہے اس حدیث صحیح کو صاحب مشکوٰۃ وابوداؤد وغیرہ محدثین علیہم الرحمۃ نے اور اس حدیث شریف کے اصل معنی یہ ہیں کہ "رد اللہ علی" جملہ حالیہ ہے اور عربی کا قاعدہ ہے کہ جب جملہ حالیہ ماضی پر واقع ہو تو اس میں قد مقدر ہوتا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے ﴿جَآءُوْکُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ﴾ میں قد حصر موجود ہے لہٰذا یہاں بھی سلام سے قد مقدر ہے اور لفظ حتی بمعنی واؤ عطف کے ہیں نہ حتی تعلیل کے واسطے یہاں پر واقع ہوا ہے اور مقدر عبارت نکالنے سے یوں "بنی ما من احدٍ یسلم علی الاقدرد اللہ علی روحی قبل ذلک وارد علیه السلام" یعنی جب کبھی کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی مجھ میں جان ڈال چکا ہوتا ہے میں اسکا جواب دیدیتا ہوں۔ اور اگر اسکے معنی نہ لئے جائیں تو اس میں کئی شکلیں پیش ہوں گی چنانچہ حضرت شیخ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے اپنے رسالہ حیات الانبیاء میں تحریر فرمائی ہیں اور علامہ تاج الدین رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس کے معنے یہ ہیں کہ "رد اللہ علیّ نطقی" یعنی اللہ تعالیٰ مجھے قوت گویائی دے دیتا ہے اور کہا علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے کہ روح سے مراد شنوائی ہے کہ آپ کی ذات ہر سلام دینے والے کا سلام سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں خواہ کوئی دور سے سلام دے۔ بہر حال آپ سنتے ہیں اور روح سے مراد خوشی و رحمت و فرشتہ کے بھی آسکتے ہیں پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ہمارے سردار احمد کبریا ﷺ ہمارا سلام سنتے ہیں اور ہمیشہ کے لئے زندہ ہیں اور سلام کا جواب دیتے ہیں اور اس سے انکار کرنا محض گمراہی ہے فقط۔

مسائل متفرقہ

مسئلہ: مدیون پر زکوٰۃ بشرطیکہ جائداد کم یا برابر دین کے ہو اگر جائداد اور زائد ہو قرضہ اتار کر نصاب کو پہنچ جائے تو پھر زکوٰۃ واجب ہے "فلا زکواۃ علی مدیون بقدر دینه وعلی الزائد ان بلغ نصاباً" نقل از درمختار بر حاشیہ شامی جلد دوم صفحہ ۷ اور مکان سکونت والے میں اور پارچہ جات اور برتن جو برتنے کے لئے ہوں ان میں زکوٰۃ نہیں اور نہ ہی ان

بیلوں میں جو ہل جوتے جائیں "لا فی ثیاب واثاث للمنزل ودور سکنی درمختار برشامی ولا فی العوامل التی اعدت للعمل کاثارۃ الارض وکالسقی" (در مختار)

مسئلہ : زمین میں زکواۃ نہیں ہے عشر ہے اور ہمارے ملک کی زمین خراجی ہے عشری نہیں اور ہم سے فرنگی خراج وصول کر لیتا ہے لہٰذا ہم دوبارہ عشر بادشاہ اسلام کو نہیں دے سکتے۔ چنانچہ شامی جلد ۲ صفحہ ۴۴ میں ہے یعنی کفار اگر ہمارے کسی شہر پر غلبہ پائیں اور ہم سے خراج لیں تو پھر ہم لوگوں پر واجب نہیں کہ ہم بادشاہ کو خراج دیں چونکہ خراج حمایت کے عوض ہوتا ہے اور مسلم بادشاہ نے تو ہماری حمایت ہی نہیں کی اسلئے وہ حقدار خراج کا نہیں رہا۔ ۱۲۔

اور ہمارے مولانا صاحب حضرت غلام احمد مرحوم ومغفور اول مدرس نعمانیہ فتویٰ نمبر ۳۵ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اگر زمین خراجی باشد بر غلہ کہ ازاں پیدا شدہ زکواۃ لازم نیست وزمین ایں ملک عشر نیست لہٰذا زکواۃ کہ نامش باصطلاح شرع عشر است بر غلہ اش واجب نیست فقط۔

مسئلہ : حقیقی بھائی اور ہمشیرہ غریب اور مفلس کو زکواۃ دینا جائز ہے صرف فروع اور اصول اور غنی اور علوی کو زکواۃ دینا منع ہے اور علمائے دین اور طالب علم اور زاہدین اور عابدین مجاہدین کو زکواۃ دینا نہایت فضیلت ہے اور بدمذہبوں کو زکواۃ نہ دی جائے کیونکہ یہ حق فقراء ومساکین کا ہے ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ اس پر شاہد ہے اور زکواۃ کے مال کو مسجد پر نہ لگایا جائے اور نہ ہی کسی کے کفن پر اور مال زکواۃ کے عوض اگر کوئی اور چیز دے دے تو بھی جائز ہے اور مال زکواۃ کو دوسرے گاؤں میں روانہ کرنا مکروہ ہے ہاں اگر دوسرے گاؤں کے فقراء نہایت تنگ اور مفلس ہیں تو پھر جائز ہے۔

﴿مسائل متعلق مساجد﴾

مسجد پر مال حرام لگانا جائز نہیں اور متولی مسجد پکا اور سچا مسلمان ہونا چاہیے کافر بدمذہب متولی جائز نہیں اور خرچی مرتبہ کا مال مسجد پر لگانا جائز نہیں۔ اور ایک مسجد کی چیز دوسری پر نہ لگائی جائے اور مسجد میں چراغ جلانا نماز کے لئے بڑا ثواب ہے فضول جائز نہیں۔ اور اگر مسجد تنگ ہو تو اس کے ساتھ اور جگہ ملا لینا جائز ہے او۔ ایسا ہی اگر گلی تنگ ہو اور مسجد فراخ ہو تو اس سے رستہ لینا جائز ہے بشرطیکہ ضرورت شدید ہو ورنہ خلاف ادب ہے جواز کے دلائل یہ ہیں "وان کان جعل شیئا من الطریق مسجداً صح کعکسہ" نقل از کنز الدقائق مع شرح مستخلص وعینی مطبوعہ دہلی صفحہ ۲۰۵ وفتاویٰ خلاصہ جلد ۴ صفحہ ۴۲۲ میں نیز بایں طور مسطور ہے۔

"عن الفقیہ ابی جعفر من ہشام عن محمد رحمھم اللہ یجوز ان یجعل شیئا من الطریق مسجداً او یجعل شیئا من المسجد طریقاً للعامۃ "الخ

ہٰکذا فی فتح القدیر جلد دوم صفحہ ۸۵ مطبوعہ نولکشور سطر ۱۵ اور فتاویٰ فصول عمادیہ میں ہے "اذا جعل من المسجد طریقا او

من الطریق مسجداً جاز" اور فتاویٰ جامع بحوالہ فتاویٰ خزانہ صفحہ ۱۶۰ میں نیز بایں طور مسطور ہے۔
" لاباس بان یجعل شئی من الطریق مسجدا ان ضاق او شئی من المسجد طریقاً لان الکل لعامۃ المسلمین"
ہکذا فی معیار الحقائق الخ پس ان تمام دلائل حقہ مین سے ثابت ہوا کہ مسجد سے ضرورت کے لئے راستہ لینا اور اسکو راستہ دینا برائے فائدہ عام مسلمین کے جائز ہے اور متاخرین علمائے دین اس کے خلاف پر ہیں خدا معلوم انکے پاس کیا دلیل ہے فقط واللہ اعلم عند اللہ۔(۱)

مسائل متعلق اذان وخطبہ

مؤذن کو اذان مسجد سے باہر دروازہ پر سامنے خطیب کے دینی چاہیے یہ طریق تمام خلفاء الراشدین اور آپ کی ذات والاصفات ﷺ سے چلا آتا ہے لقولہ علیہ السلام
"قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ ﷺ اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر" (نقل از ابوداؤد بروایت سائب بن یزید جلد اول صفحہ ۱۵۲)
اور قاضی خاں صفحہ ۷۸ میں ہے "لایؤذن فی المسجد" ہکذا فی فتاویٰ عالمگیر وخلاصہ برجندی وفتح القدیر وفتویٰ رضوی صفحہ ۴۱۹۔

مسئلہ: وقت سے پہلے اذان دینی منع اور ناجائز ہے "لالوذن قبل الوقت ویعاد فیہ وانکار السلف علیٰ من یؤذن بلیل الہ لم یجز قبل الوقت" (نقل از تبیین الحقائق وبحر الرائق)

مسئلہ: نماز جماعت قائم کرنے کیلئے بلفظ "الصلوٰۃ جامعۃ" سے پکارنا مستحب ومستحسن ہے "یستحب ان ینادی لہا الصلوٰۃ جامعۃ بالاتفاق" اور شامی ودرمختار میں نیز اسی تھویب کو جائز قرار دیا ہے نقل از فتاویٰ رضوی صفحہ ۴۷۵ جلد دوم۔

مسئلہ: اذان کے وقت بطریق محبت بوقت "اشہدا ن محمد رسول اللہ" ناخنوں کو آنکھوں پر رکھنا اور چومنا جائز ہے بدعت نہیں لیکن اس وقت یوں کہنا چاہیے "قرۃ عینی بک یا رسول اللہ اللہم متعنی بالسمع والبصر" نقل از جامع الرموز وکنز العباد وشامی وفتاویٰ رضوی صفحہ ۵۰۵ جلد دوم۔

(۱) حال ہی میں اسی مسئلہ پر سید نادر شاہ صاحب فاضل سجادہ نشین سمہ پالی اور مولوی ظہور احمد صاحب بگوی کا مناظرہ موضع کھیوہ میں ہوا اور سید موصوف نے یہی دلائل پیش کئے اور بار بار مطالبہ کیا جس کا جواب بدوں اقوال علمائے متاخرین بے دلیل کے مولوی مذکور سے کچھ نہ بنا اور سید موصوف کا اول مطالبہ یہ تھا کہ میں سند یافتہ ہوں تم اپنی سند پیش کرو (۲) میں متقدمین کے فیصلے اصل متن سے پیش کرتا ہوں (۳) میں ان کے تاخیر حال بحوالہ کتب پیش کرتا ہوں آپ صرف درمختار لئے بیٹھے ہو جس کے مولف کا حال مجہول ہے دیکھو مقدمہ عبدالحی شرح وقایہ پس ان مطالبوں پر مولوی ظہور احمد صاحب کو جوش پیدا ہو گیا اور لاجواب ہو کر تہذیب سے باہر ہو گئے۔ اور فتنہ برپا ہوا۔ اور اس پر خادم شریعت نے بطور انصاف کہہ دیا کہ حضرت پیر نادر شاہ صاحب کے دلائل اور مطالبات زبردست اور قوی ہیں باقی میری تحقیق اس مسئلہ پر دوبارہ تحقیق ہو گی۔ فقط خادم شریعت عفی عنہ۔

مسئلہ : موذن وامام فاسق فاجر ہرگز نہ بنائے جائیں۔ لقولہ علیہ السلام "الامام ضامن والمؤذن مؤتمن" ہو الامعال

مسئلہ : قبر پر اذان دینی جائز ہے اس کی ممانعت پر کوئی دلیل نہیں اور اسکے جواز پر حضرت فیض درجت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی دامت برکاتہم العالیہ نے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اگر شک ہو تو ملاحظہ کریں۔

مسئلہ : میت کو بعد از دفن تلقین کرنی مستحب ہے۔ دیکھو اذکار امام نووی فقط۔

استفتاء : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جمعہ وعیدین میں خطبہ عربی زبان میں پڑھنا چاہیے یا عجمی زبان میں جواب دیں اجر ملے گا۔

الجواب : بیشک خطبہ جمعہ وغیرہ زبان عربی میں پڑھنا چاہیے اس میں فضیلت ہے اور غیر زبان عربی میں خطبہ پڑھنا مکروہ ہے چنانچہ حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب صراط المستقیم میں فرماتے ہیں۔ افضل آنست کہ خطبہ بزبان عربی باشد ونزد امام ابوحنیفہ الخ بغیر عربی نیز جائز است بہر زبان یکہ باشد کہ بعضے گفتہ اند کہ از غیر عربی جز بفارسی روا نباشد وایں فرع اختلافیست کہ میان وے وصاحبیہ اور فتاوی عالمگیر میں ہے "لایجوز القراء ۃ بالفارسیۃ الا بعذرٍ عند ابی یوسف ومحمد رحمھما اللہ وبہ یفتی ھکذا فی شرح النقایۃ" اور ابی المکارم میں ہے "ویجوز عند ابی حنیفۃ بالفارسیۃ وبایّ لسان کان و ھو الصحیح" پس خطیب کو چاہیے کہ خطبہ کو بزبان عربی پڑھا کرے اگر غیر زبان میں پڑھے گا تو بکراہت جائز ہوگا باقی مفصل ذکر فتاوی سعدیہ صفحہ ۱۰۸ میں ملاحظہ کریں فقط واللہ اعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت عفی عنہ ۱۲)

سوال : ﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ اس آیت کریمہ کے کیا معنے اور کیا مطلب ہے چونکہ فرقہ وہابیہ نجدیہ طاغیہ کہتا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام مر چکے ہیں اور وہ کچھ امداد نہیں دے سکتے اور ایسا ہی تمام انبیاء علیہم السلام

الجواب : آیت کریمہ کے یہ معنی ہیں کہ بیشک اے میرے حبیب آپ اس عالم سے انتقال فرمانے والے ہو۔ وہ بے دین کافر مرنے والے ہیں۔ اور کتاب مجمع الابحار جلد سوم ولغات راغب صفحہ ۴۹۲ میں موت کے کئی معنے ہیں اور یہاں پر معنے نقل مکانی وتبدیل حالات کے کئے ہیں۔ اور تفسیر عرائس البیان صفحہ ۱۹۹ جلد دوم میں لکھا ہے کہ فرمایا اللہ تعالی نے کہ اے میرے حبیب آپ انوار تجلیات الٰہیہ میں مستغرق اور محو ہو کر حیاتی ابدی کے مراتب کا انتہا حاصل کرنے والے ہو اور وہ نا آشنا بے دین اس نعمت سے محروم رہ کر جہنم میں جانے والے ہیں اور حدیث میں آتا ہے کہ مومن کو فنا نہیں ہے بلکہ اس کو حیات ابدی حاصل ہوتی ہے "ان المؤمن لا یفنی بالموت حقیقۃً بل ھو حی بالحیوۃ الابدیۃ" الحدیث نقل از شرح برزخ

نوٹ: واقعی خطبہ مختصر طور پر عربی میں ادا کیا جائے اور اس کے بعد اپنی زبان میں وعظ کر لیا جائے تو اس میں کوئی قباحت بظاہر انظر نہیں آتی اور فقیر کے نزدیک اس حدیث مطابق عمل بھی ہو جائے گا "تکلم الناس علیٰ قدر عقولھم" الحدیث اور خطبہ کے معنی بھی یہی ہیں کہ جس میں حمد ونعت ووعظ ونصیحت مخلوقات خدا کو ہو۔ خادم شریعت عفی عنہ۔ ۱۲۔

صفحہ ۲۸ اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۹ میں حدیث مرفوع بایں معنی وارد ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ ایماندار و اتم فنا کے لئے نہیں ہو تم ہمیشہ کی حیاتی میں داخل ہونے والے ہو۔ اور موت تمہاری یہ ہے کہ جیسا ایک گھر سے نقل کر کے دوسرے گھر میں چلے جاتا ہے "ان ینقل من دارہ الی دارہ الاخری" الحدیث اور حدیث شریف میں آتا ہے "موتوا قبل ان تموتوا" اور قرآن مجید میں آتا ہے "لم تمت فی منامھا" پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ موت بمعنی اخراج روح کے ہی نہیں ہوتے بلکہ موت کے حیاتی معنی ابدی کے حاصل کرنے کے بھی آتے ہیں اور قرآن مجید میں وارد ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہید ہو چکے ہیں ان کو مردہ خیال مت کرو۔ اور ان کو مردہ مت کہو کیونکہ وہ زندہ ہیں روزی کھاتے ہیں "فرحین ویستبشرون" کے انعامات بے تعداد پر خوش ہوتے ہیں پس جب کہ شہداء مجاہدین جن کا کئی درجہ مراتب نبوت سے کم ہے اور ادنیٰ ہے اور ان کے لئے زبان سے مردہ کہنا اور دل میں مردہ خیال کرنا منع اور حرام ہے تو انبیاء علیہم السلام اور خاص کر آقائے نامدار احمد ﷺ کو مردہ کہنا تو ہر حال میں حرام اور منع ہے لقولہ تعالیٰ:

﴿ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ ﴾ ولقولہ تعالیٰ ﴿ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا ۚ بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ ﴾

اور حدیث میں آتا ہے "والمجاھد من جھد نفسه فی طاعة الله" یعنی مجاہد وہی ہے جس نے جہاد کیا اپنے نفس سے اللہ کی عبادت میں الحدیث۔ نقل از مشکوٰۃ جلد اول باب الایمان پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ انبیاء و اولیاء عظام سب کے سب زندہ ہیں اور ان کو مردہ کہنا یا مردہ تصور کرنا پرلے درجہ کی بے ایمانی ہے اور گمراہی ہے العیاذ باللہ بقلم خود خادم شریعت عفی عنہ فقط۔

سوال: کیا بزرگان دین کے مکانات اور ان کی اولاد میں بھی کچھ انکی ولایت کا اثر باقی رہتا ہے؟

الجواب: بیشک رہتا ہے چونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ منبر نبی علیہ السلام پر ہاتھ مار کر اپنے چہرے پر ملتے تھے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین برکت کے لئے اپنے گھر میں حضور کو بلا کر جس جگہ نماز پڑھنی ہوتی وہاں پر آپکی ذات کو بٹھاتے پھر وہاں آپ نماز پڑھتے اور وہاں گھر کے لوگ نماز ادا کرتے نقل از بخاری و تفسیر عزیزی جلد اول مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۱ میں بایں طور مسطور ہے برکت در کلام و در انفاس و در افعال و در مکانات ایشاں و در ہمصحبتاں ایشاں و در اولاد و نسل ایشاں و زیارت کنندگان ایشاں پے در پے ظاہر میگردند و نزد خود ایشاں را جائے و مرتبہ می بخشد۔ کہ دعائے ایشاں مستجاب میشود بلکہ ہر اگر احاجتے باشد بایشاں توسل نماید حاجت روا میگردد پس مسلمانوں کو چاہیے کہ کاملان مرشدان کی اولاد و مکانات اور ان کے ازواج و محبان کی بھی عزت و تعظیم کیا کریں۔ فقط۔

(راقم خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفی عنہ)

جلد چہار دھم

از فتاویٰ مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

" اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ "

اما بعد : خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری برادران اہل سلام کی خدمت عالیہ میں ملتمس ہے کہ پچھلے دنوں میں نیم مُلا چارچشم رافضی نعمت اللہ جان لاہوری نے ایک اشتہار بعنوان "میں شیعہ کیوں ہوا" شائع کیا تھا جس میں طرح طرح کے بہتان دل دکھانے والے مذہب حقہ احناف پر کئے ہوئے تھے جس کے دیکھنے سے انسان کا دل کانپتا تھا۔ خدا کے فضل وکرم سے اشتہار رافضی مذکور کی چند دنوں میں اہل سنت وجماعت نے خاک اڑا دی اور خادم شریعت نے بھی اس کا وہ خاکہ اڑایا کہ اس کا نشان بھی رافضیوں کی نظروں میں نہ رہا لیکن افسوس ہے کہ جس کا مذہب واصول وایمان جھوٹ بولنا اور قرآن مجید موجودہ پر ایمان ہونا ہی ثابت نہ ہو تو ان کی زبان وقلم کو کون شخص روک سکتا ہے موضع چونترہ علاقہ کیملپور میں انکے ساتھ وہ حالت ہوئی کہ ناگفتہ بہ ہے اخبار الفقیہ میں مسطور ہے کہ ان رافضیوں کے پاجاموں سے بوجہ دہشت علمائے کرام وہجوم امت خیر الانام کے بول وبراز جاری ہو گئے تھے۔ اور اس کے بعد خادم شریعت کو لوگوں نے بڑی کوشش سے موضع رامہ علاقہ پوٹھوہار نیم ٹرملاں رافضی کی تردید وعظ کے لئے طلب کیا۔ اور بندہ نے خوب فرقہ رافضیہ کے مذہب کی حقیقت بیان کی اور ان کی کتابوں سے بطور مشتے نمونہ از خروارے ظاہر کئے جن کا جواب آج سال بعد بدوں گالی گلوچ وبے تہذیبی وبیہودگی گفتار کے ان رافضیوں سے کچھ نہ بن سکا آخر ایک سال دل دکھانے والا "طمانچہ پر خشم بر رخسار ملا ملتانی" شائع کر دیا جس کا جواب الجواب یہ "بم کا گولہ بر رافضی ٹولہ" خادم شریعت نے ہدیہ ناظرین کر دیا ہے مہربانی فرما کر غور سے پڑھیں اور دعا فرمائیں۔ "وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْم"

مسئلہ نمبر ۱ : شیعہ مذہب میں عورت کی دبر میں وطی کرنا درست ہے کتاب استبصار شیعہ جلد ۲ صفحہ ۱۳۰ سطر ۱۳ اہد بان رافضی نمبر اول کہ وطی فی الدبر ہمارے مذہب شیعہ میں اجماعاً حرام ہے اور خود کتاب استبصار میں اسکو جائز بھی لکھا ہے افسوس تمہاری ایک آنکھ کام نہیں کرتی محولہ کتاب میں تو مختلف روایات ہیں۔ اور تمہارے مذہب میں وطی فی الدبر درست ہے دیکھو تفسیر در منثور وغیرہ ملخصاً از طمانچہ رافضی۔

جواب از حنفی نمبر اول :

دل کو روؤں یا کہ جگر کا غم کروں
ایک میں ہوں اب کس کس کا ماتم کروں

حامرثیہ خواں جی تم ایک آنکھ سے مان کر چار آنکھ اپنی پر کیوں نجس طین کا لیپ دیکھ کر امام جعفر علیہ السلام کے قول سے انکار کر دیا۔ اور ان کو بے اعتبار کر کے اپنے آپ کو خارجی بنالیا افسوس صد افسوس دیکھئے استبصار جلد۲ صفحہ ۱۳۰

"عن عبد اللہ بن ابی یعفور قال سالت ابا عبد اللہ علیہ السلام عن الرجل یاتی المراۃ فی دبرھا قال لا باس بہ" یعنی راوی نے بہ نسبت دبر زنی عورت کے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواباً فرمایا کہ کچھ مضائقہ نہیں بیشک کر لیا کر اور صاحب استبصار نے اس کے جواز پر آیت ﴿فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ﴾ اور لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ لوط علیہ السلام نے اپنی لڑکیوں کو اسی کام کے لئے اپنی قوم لواطت کرنے والی کو اجازت دی تھی قول لوط علیہ السلام کہ "ھؤلاء بناتی ھن اطھر لکم وقد علم انھم لا یریدون الفرج" اور ایسا ہی فروع کافی جلد۲ صفحہ ۲۳۴ میں لکھا ہے کہ حضور آپ بھی ایسا کام کر لیتے ہیں آپ نے فرمایا نہیں اور آخر صاحب استبصار نے دبر زنی کو حرام نہیں لکھا ہے اور جو عدم جواز کے دلائل ہیں ان کو تقیہ پر محمول کر دیا ہے اور کراہت کا حکم لگایا ہے اور تم نے یہ الزام اہل سنت کے ذمہ لگایا ہے خدا کی قسم محض افتراء و بہتان ہے دیکھو صاحب درمنشور نے جہاں سے وہ روایت نقل کی ہے اس تفسیر کا نام ابن جریر ہے اس نے اسی روایت کے ساتھ لکھ دیا ہے کہ ایسے فعل کرنے اور کرانے والے پر لعنت خدا کی ہو۔ اور تفسیر درمنشور میں نیز اس فعل کو حرام لکھا ہے اور تمام کتب حدیث صحاح وغیرہ اہل سنت میں مسطور ہے کہ فاعل اور مفعول کو قتل کر دینا چاہیے اور کتب فقہ حنفیہ میں اس کی مختلف سزائیں مقرر ہیں اگر بفرض محال کہیں ایسی ویسی روایتیں بطور حکایت مسطور بھی ہیں تو وہ شیعہ پاک کی ہیں اگر رافضی ہمارے مذہب مفتی بہ سے ثابت کر دیں تو دس روپیہ انعام لیں۔ فافہم ولا تعجل۔

مسئلہ نمبر۲: مذہب شیعہ میں عاریۃ فرج یعنی مانگواں فرج اپنے بھائی کو دینا درست ہے کتاب شیعہ استبصار جلد۲ صفحہ ۷۵۔

هذیان رافضی نمبر۲: عاریۃ لونڈی دینا ہمارے مذہب میں حرام ہے اگر کوئی اپنے بھائی کو حلال کر دے تو درست ہے یہاں پر بھی جدید ٹھیکیدار نے خیانت کر دی ہے ان کے مذہب میں باپ کی لونڈی بیٹے پر حلال ہے وغیرہ غیرہ ملخصاً۔

جواب از حنفی: اس مقام پر بھی رافضی دشمن اہل بیت خارجی نے وہی تماشا دکھایا ہے جو نمبر اول میں دکھایا ہے اس روایت میں یہ کوئی قید نہیں صاف صاف امام جعفر علیہ السلام کا فیصلہ ہے دیکھو کتاب استبصار جلد۲ صفحہ ۷۵

"قال سالت ابا عبداللہ علیہ السلام عن عاریۃ الفرج قال لا باس بہ قلت وان کان منہ ولد فقال لصاحب الجاریۃ الا ان یشرط الفرج علیہ"

یعنی راوی نے دوبارہ عاریۃ فرج عورت اور اس کی اولاد کے متعلق مسئلہ امام جعفر علیہ السلام سے پوچھا تو امام صاحب نے کہا کہ کوئی خوف نہیں اور کہا کہ اگر اس سے اولاد پیدا ہو جائے تو وہ ان کے صاحب کی ہوگی بشرطیکہ ان سے شرط ہو چکی ہو اور کتاب فروع کافی جلد۲ صفحہ ۱۹۹ میں مذکور ہے کہ حصہ کوئی شخص اپنی لونڈی کا حلال اپنے بھائی پر کر دے اتنا ہی حلال ہوتا

بے باقی نہیں اگر مالک نے فرج اسکا حلال نہیں کیا تو اس کے بھائی مومن نے اس سے صحبت کر لی یعنی اس کی شرمگاہ سے لذت اٹھائی تو وہ زنا نہیں اور نہ ہی ایسے زانی پر حد جاری ہو سکتی ہے۔ اور جلد ۲ صفحہ ۱۹۸ اسی کتاب میں مذکور ہے کہ ایک عورت حضرت امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت عالیہ میں آئی اور کہا کہ حضرت میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے آپ نے اس پر حکم رجم یعنی سنگساری کا دیا اور جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پتہ لگا تو آپ نے اس سے کیفیت زنا دریافت کی۔ اس عورت نے کہا میں جنگل میں جا رہی تھی مجھے سخت پیاس لگی میں نے ایک اعرابی یعنی جانگلی سے پانی مانگا اس نے مجھ سے شرمگاہ کی لذت طلب کی میں نے اس کو اپنی شرمگاہ دے دی اور آپس میں دونوں نے زنا کیا حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا خدا قبلہ والے کی قسم یہ زنا نہیں ہے نکاح ہے پس اب ملا اختر جی بتلایئے کہ یہ مانگواں فرج اور پانی کے عوض زنا آپ کے ہاں جائز ہوا کہ نہیں اور اس روایت نے فیصلہ کر دیا ہے یا نہیں انصاف سے بتلایئے اور تم کو "الرجل یحل جاریة الاخیه قال لا باس به" کا بھی پتہ لگ گیا ہے یا نہیں ہاں سنئے اور آنکھ اٹھا کر دیکھئے یہ سب افعال حرام اور ناجائز ہیں ہاں البتہ لونڈی کو بالکل ہبہ اور آزاد کر دینا درست ہے اور جو تم نے ہدایہ شریف کا حوالہ دیا ہے مرثیہ خواں جی اس میں کہاں لکھا ہے کہ اس پر کوئی شریعت کی سزا نہیں ملا جی اس میں تو تعزیر کا حکم ثابت ہے اور ہارون الرشید کا قصہ جو تاریخ سے بیان کیا ہے کہ امام یوسف نے باپ کی لونڈی بیٹے پر جائز کر دی تھی۔ ملا مرثیہ خوان بتلایئے کہ اس لونڈی نے کب بینہ یا قرار بمطابق حکم شریعت کے اپنے ہم خواب ہونے اس کے والد سے ذکر کیا تھا۔ اور کہاں لکھا ہے اور کونسی دلیل ہے جس کے برخلاف امام یوسف نے فتویٰ دیا تھا اور تمہارے ہاں باپ کے مرنے کے بعد مال متروکہ اس کی لونڈیوں کا مالک بدوں اولاد وغیرہ رشتہ داروں کے کون ہو سکتا ہے اور لونڈیوں کا کیا حکم ہے اور مسئلہ کی بناء حقیقی ہے یا فرضی طور پر چار چشم ملا جی کسی استاد سے علم پڑھ کر پھر اعتراض کریں۔ فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۳: شیعہ عورت فاجرہ سے بھی متعہ کرنا درست ہے کتاب استبصار جلد ۲ صفحہ ۷۸۔

مذیان رافضی نمبر ۳: ﴿كَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ استبصار میں فاجرہ عورت سے متعہ کرنے کی ممانعت ہے اس نے عمداً عبارت ترک کر دی ہے شرم کافی اس کو معلوم نہیں کہ ان کے ہاں اجرت پر زنا کر لیا جاوے تو اس پر کوئی حد نہیں اور ان کے ہاں بن پیسے مزے اڑانے کی بھی اجازت ہے در المختار میں ہے کہ اگر زنا کا خوف ہو تو دستی مشین چلاؤ ملخصاً۔

جواب از حنفی: کیا کہنا ہے رافضی جی تو غصہ میں آ کر بوجہ خبث باطنی اپنے ایمان کو بھی جواب دے دیا ہے اور خالی ہو کر وکان من الکافرین کا خود مصداق بن گیا ہے اور استبصار جلد ۲ صفحہ ۷۸ کو بھی نہیں دیکھ سکا

"عن جمیل عن زرارة سال عمارہ وانا عندہ عن الرجل یتزوج الفاجرة متعة قال لا باس"

یعنی امام جنتی سے یہ مسئلہ سائل نے پوچھا کہ متعہ فاجرہ عورت کا کیا حکم ہے فرمایا کوئی مضائقہ نہیں اور ایک روایت میں ہے کہ

نے فعل متعہ کو حرام کر دیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول خدا ﷺ متعہ کرنا دوسرے کی عزت کو بٹہ لگانا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ عورت مجوسیہ و نصرانیہ سے متعہ درست ہے اور افسوس کہ ایک روایت متعہ کو سنت رسول خدا اقرار دیا گیا ہے نعوذ باللہ من ذلک اور صاحب استبصار شیعہ نے یہ روایت لکھ کر فیصلہ دیا ہے کہ عفیفہ عورت سے متعہ کرنا افضل ہے بہ نسبت فاجرہ عورتوں کے اور جن سے ممانعت متعہ پائی جاتی ہے وہ تقیہ پر دال ہیں اور فروع کافی جلد۲ صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے کہ امام جعفر علیہ السلام کی اس مسئلہ میں گفتگو ہوئی امام صاحب نے کہا یہ متعہ حلال قیامت تک ہے کون شخص اس کو حرام کر سکتا ہے حضرت کے مقابل نے جواباً کہا کہ متعہ آپ کی عورتیں و دختریں بھی کرتی ہیں ان کے لئے بھی ہے۔" فقال یسرک ان نسائک وبناتک وبنات عمک فقال یفعلن قال فاعرض عنه ابو جعفر علیه السلام حین ذکر نساءه وبنات عمیه "پس جب کہ یہ جواب تسلی بخش امام صاحب نے سنا تو لاجواب ہو کر اس سے منہ پھیر لیا نعوذ باللہ من ذالک اب ملا اختر رافضی جی بتلایئے کہ جب تمہارے ہاں یہ متعہ سنت ہے تو تم میں سے کون کون سا شخص متعہ کا جنا ہوا ہے ان کی فہرست تحریر کرو اور جو تم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ امام جعفر علیہ السلام پر کیا ہے اس کا جواب تو سلطان الفقہ جلد چہارم واقوال الصحیحہ میں مفصل تمہارے بھائی وہابی کو دیا جا چکا ہے اور اس کی بنا اجارہ باطل و فاسد پر ہے اور ہمارے ہاں تو اس خرچی زانیہ کو اجماعاً حرام لکھا ہے دیکھو مشارق الانوار و فتح المبین اور دستی مشین چلانے کا مسئلہ بھی تمہارا ہی ہے دیکھئے فروغ کافی جلد۲ صفحہ ۲۳۳ "عن ابی عبد الله السلام قال سالت عن الدلک قال ناکح نفسه لا شیئی علیه"

یعنی سائل نے بہ نسبت مشت زنی یعنی دستی مشین چلانے کے امام جعفر علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا تو آپ نے جواباً بلا کسی قید وعذر کے فرمایا کہ دستی مشین چلانے والے پر کوئی سزا و گناہ نہیں۔ اب اختر جی کچھ شرم آئی ہے یا نہیں خوب زور سے دستی مشین برہنہ ہو کر اپنے شیعوں کے سامنے چلایا کریں" لاحول ولا قوة ونعوذ بالله من ذلک "ہمارے مذہب میں تو مشت زنی کرنا حرام لکھا ہے دیکھو تفسیر معالم و فتح البیان ذیل آیت کریمہ "قد افلح المومنون" اور کذب بیانی کرنے والوں کے لئے ہمارے ہاں بدوں جواب "لعنة الله علی الکاذبین" کے اور کچھ نہیں اور مسائل اجتہادیہ اضطراریہ مقابل مسائل منصوص کے کچھ قدر نہیں رکھتے اگر رکھتے ہیں تو بیان کریں فافہم فلاتعجل۔

مسئلہ نمبر ۴: شیعہ مذہب میں ایک بار متعہ کرنے سے امام حسین کا درجہ ملتا ہے دو دفعہ کرنے سے امام حسن کا تین دفعہ کرنے سے حضرت علی کا چار مرتبہ کرنے سے رسول خدا ﷺ کا۔ دیکھو کتاب شیعہ برہان المتعہ صفحہ ۵۲۔

ہذیان رافضی ۴: ملا یک چشم یہ روایت فضائل متعہ پر ہے جس میں تنقیدیں کی جاتی ہیں جو کہ مخالف پر حجت نہیں ہو گی اور اس کا جواب دورقہ کرم الدین و میزان التقابل میں دیا جا چکا ہے اور درجہ کے معنی نبی اور امام کے کہاں ہیں ملخصاً۔

جواب نمبر ۴ از حنفی: رافضی عقل کے اندھے سنئے خادم شریعت نے کہاں لکھا ہے کہ متعہ کرنے سے آدمی

امام حسن وحسین وعلی ورسول خدا بن جاتا ہے نعوذ باللہ میں نے بھی تو اس متعہ یعنی ایک قسم کے زنا کا درجہ بھی آپ کے مذہب سے ثابت کیا تھا۔ تم کیوں غصہ میں آ گئے اور تم نے کب میری طرف اشتہار میزان المقابل روانہ کی ہے تا کہ اس کا جواب بھی تم کو مل جاتا۔ ارے ملا دیکھئے جو میں نے تم کو تحریر کیا ہے۔

"قال النبی ﷺ من تمتع مرۃً درجتہ کدرجۃ الحسین ومن تمتع مرتین درجتہ کدرجۃ الحسن ومن تمتع ثلث مراتٍ درجتہ کدرجۃ علی ومن تمتع اربع مراتٍ درجتہ کدرجتی"

(نقل از برھان المتعہ مؤلفہ ابو القاسم محمد لاھوری پسر حائری صاحب)

اب ناظرین ذرا اس رافضی عقل کے اندھے سے دریافت کریں کہ حضرت رسول خدا ﷺ اور انکے جگر گوشے نے کس کس کے ساتھ متعہ کیا اور کتنی دفعہ کیا اور یہ سنت متعہ کس خانہ میں جاری ہوئی جواب دیں پھر ان کا تتبع بنیں فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۵ : شیعہ مذہب میں کنجریوں کی کمائی حلال ہے کتاب شیعہ جلد ۲ فروع کافی صفحہ ۳۲۔

ہذیان رافضی نمبر ۵ : یہاں پر بھی جاہل نے خیانت وافتراء پردازی کی ہے اصل عبارت کو ترک کر کے کنجریوں کی کمائی کو حلال لکھا ہے حالانکہ کمائی کنجریوں کی حرام ہے جو زنا کرتی ہوں۔

جواب نمبر ۵ از حنفی: نمبر ہذا میں بھی رافضی مجہول مرثیہ خان نے اپنے اوپر خود الزام بنا کر لگایا ہے ناظرین اصل عبارت شیعہ کو ملاحظہ کر لیں اور موذی مذکور کو دکھا دیں۔ کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۳۲ مطبوعہ نولکشور۔

"عن ابی بصیر قال سالت اباجعفر علیہ السلام من کسب المغنیات فقال التی یدخل علیھا الرجال حرام والتی تدعی الی العراس لیس بہ باس وعن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال المغنیۃ التی تزف العراس لا باس بکسبھا"

یعنی ایک شخص نے کمائی گانے والی عورتوں کے متعلق امام جعفر علیہ السلام سے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے جوابًا کہا جو زنا کرتی ہیں حرام ہیں جو شادیوں میں بلائی جاتی ہیں گاتی ہیں اس میں کچھ مضائقہ نہیں جو گا کر لیتی ہیں وہ حلال ہے اور کافی کلینی کی عبارت نمبر اول میں گذر چکی ہے جس میں صاف لکھا ہے کہ حضرت علی نے بعوض پانی کے زنا کرانے کو حکم نکاح کا لگا دیا تھا جس کا جواب ملا اختر قیامت تک بھی نہیں دے سکتے اور شہر وزیر آباد پشاور لاہور وغیرہ میں کونسی کنجریاں تمہارے ہاں مل کر گانے والی مرثیہ خوانی کرنے والی زنا سے پاک ہیں ان کی فہرست بیان کریں تا کہ ہم ان کو کنجریاں نہ کہیں اور یہ کس آیت کریمہ میں ہے کہ گانے والی کی کمائی حلال ہے جواب دیں اور امام صاحب نے کب زانی کی خرچی کو حلال کہا ہے ہمارے ہاں تو باتفاق صحیح قول میں زانیہ کی خرچی کو حرام لکھا ہے دیکھو کتاب مشارق الانوار و فتح المبین اور اس کی بنا اجارہ باطل وفاسد پر ہے جس کو تم رافضی سمجھ بھی نہیں سکتے اگر تم امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب ظاہر روایت سے یہ ثابت بلا مرجوع قول کے کر دو تو دس روپیہ انعام لو۔ **فافہم فلا تعجل۔**

مسئلہ نمبر ۶ : شیعہ مذہب میں اگر کسی شخص نے نکاح اپنی ماں وغیرہ محرمات سے کیا اور پھر اس کے ساتھ دخول کیا

اوراس سے لڑکا پیدا ہوا اگر اس لڑکے کو کسی نے کہا تو حرام زادہ ہے تو کہنے والے پر حد لگ جائے گی کیونکہ ماں بہن وغیرہ کے ساتھ نکاح کیا گیا تھا وہ من وجہ صحیح اور درست تھا۔ کتاب شیعہ فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ کتاب النکاح۔

هذیان رافضی نمبر ۶: جاہل ملا اصل عبارت عربی لکھئے جواب لیجئے یہ محض افترا ہے اس روایت میں تو صاف صاف لکھا ہے کہ محرمات سے نکاح حرام ہے اور ان کے ہاں تو عجیب مسئلہ ہے چنانچہ اہل حدیث بھائیوں کی کتاب ظفر المبین سے لکھ دیتا ہوں کہ کسی شخص نے محرمات سے نکاح کر کے وطی کر لی تو امام اعظم کے نزدیک اس پر حد نہیں ملخصاً۔

جواب نمبر ۶ از حنفی: لو نیم ملا خطرہ ایمان اصل عبارت دیکھئے تمہارے کہنے پر صرف عبارت پر اکتفا کرتا ہوں ترجمہ خود کر لیں فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۲۵۲ کتاب النکاح۔

"ولا یکون النکاح هم زنا ولا اولادهم من هذا الوجه اولاد زنا ومن قذف المولود من هؤلاءِ الذین وللدوا من هذا الوجه جلد الحد لانه مولود بتزویج رشدةٍ وان کان له مفسدًا له بجهةٍ من الجهات المحرمة ولو المنسوب الی الاب مولود بتزویج رشدةٍ علی نکاح ملة من الملل خارج من حد الزنا ولکنه معاقب عقوبةَ الفرقة"

اب نیم صاحب سمجھ آ گئی یا نہیں وہی مطلب ہے یا نہیں اور جو تم نے اپنے بھائی وہابی کی کتاب ظفر المبین سے نقل کر کے امام صاحب علیہ الرحمۃ پر اعتراض کیا ہے اس کا جواب فتح المبین رد ظفر المبین واقوال صحیحہ وسلطان الفقہ جلد چہارم میں خود ملاحظہ کر لیں اور مختصر مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ ایسے فعل کرنے والے شخص کو بے حد مارنا چاہیے اور ایسے فعل کرنے والے پر حد نہیں ہاں رافضی جی دیکھئے تمہاری کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۷۴ میں لکھا ہے کہ ساس یا اپنی عورت کی بیٹی کے ساتھ زنا کرنے سے عورت حرام نہیں ہوتی اور لف حریر مسئلہ شاید ملا اختر جی کو یاد ہی ہوگا اور اپنی ماں کا بوسہ لینا شہوت سے بحالت حرام نیز معلوم ہوگا اس لئے ہم اس کو فی الحال ظاہر نہیں کرتے اگر ملا جی کو اسکی ضرورت ہوئی تو ظاہر کر دیں گے فقط فافهم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۷: شیعہ مذہب میں عورت کی شرمگاہ چومنا درست ہے حلیۃ المتقین صفحہ ۷۷۔

هذیان رافضی: جاہل ملا شرمگاہ چومنے کی ممانعت شرعی کہیں دکھا سکتا ہے اس کو اپنی کتب کی خبر نہیں جن میں سخت گندے مسائل درج ہیں۔ ملخصاً۔

جواب نمبر ۷ از حنفی: ملا مرثیہ خوان جی بھلا امام کاظم اور امام جعفر علیہ السلام جیسے وجود ایسے ننگے اور بے حیائی دار مسئلے بیان کیا کرتے تھے ہرگز نہیں ہرگز نہیں ہمارے ایمان تو یہ شہادت نہیں دیتے لیکن تم ایمان سے بتلاؤ کہ ایسا فعل کرنا کہیں قرآن وحدیث وہماری کتب فقہ میں ہی جیسا کہ تمہارے ہاں ہیں دیکھئے صفحہ ۲۱۴ مرفوع کافی

"عن ابی ابن جعفر قال سلمت ابا الحسن علیه السلام عن الرجل یقبل فرج امرأته قال لاباس"

اور فروع کافی میں ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام برہنہ ہو کر بیٹھ گئے تو راوی نے کہا کہ یہ تو ناجائز ہے امام نے فرمایا کہ آگے کی طرف تو ہاتھ نے چھپالی ہے اور پیچھے کی دونوں طرف نے اور حلیۃ المتقین میں ہے کہ عورت کی شرمگاہ میں انگلی ڈال دینا یا اس کو برہنہ کر دینا یا اس کی فرج کو چومنا درست ہے کیا ناظرین آپ غور کریں کہ کیا یہ افعال انسانوں کے لئے ہیں یا حیوانوں کیلئے ہمارے آقائے نامدار نے تو فرمایا ہے کہ تم اپنی عورتوں کے ساتھ انسانوں کی طرح برتاؤ کرنا۔ یعنی ان کے پاس انسانیت کے طریق پر آنا اور مجامعت کرنا اور لہو ولعب بیشک ان سے کرنا لیکن حیوانات کی طرح مجامعت نہ کرنا اور برہان الشیعہ تمہارے جیسے کسی متعصب شیعہ کی بنی ہوئی کتاب ہے اور فتاوٰی عالمگیری میں یہ فعل ناجائز لکھا ہے تم ہمارے کسی مجتہد کا یہ فتوٰی دکھاؤ تو جواب لو ارے ملا جی تم کو شرم نہیں آتی کہ مقابل امام معصوم کے اقوال بقول اپنے پیش کرتے ہو۔ حالانکہ پھر انکی بریت بھی کسی حیلہ سے نہیں کر سکتے سچ ہے الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔ بھلا ملا مرثیہ خوان جی تمہارے مذہب میں ذکر سے نماز میں کھیلنا جائز لکھا ہے یا نہیں اور تمہارے ہاں منہ خداوند کریم نے شرمگاہ عورتوں کے چومنے کے لئے مقرر کئے ہوئے ہیں یا اپنے ذکر کے لئے سبحان اللہ جب کہ تمہارے ہاں شرمگاہ چومنے میں ہرج نہیں تو اپنی عورت کے پستان خالی منہ میں ڈالنے سے حرمت رضاع کب ثابت ہوگی۔ فافھم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۸: شیعہ مذہب میں لکھا ہے کہ متعہ کا نزول قرآن کے ساتھ ہوا اور اس کی نسبت آنحضور سے جاری ہوئی یعنی اس زنا کی سنت آنحضور علیہ السلام سے جاری ہوئی کتاب استبصار جلد ۲ صفحہ ۷۷۔

اسپر ہذیان رافضی نمبر ۸: یہ متعہ تو قرآن مجید وحدیث شریف وصحابہ تابعین وغیرہ سے ثابت ہے یہ ملا کی محض جاہلیت ہے کہ اس کو حرام وزنا قرار دینا اور خدا اور رسول کی توہین کرنا ہے یہ محض اسکا افتراء و استبصار کے اس صفحہ پر نہیں دیکھو اس کا ثبوت رسالہ متعہ علامہ حائری وسراج المذہب وطبری ملخصا۔

جواب نمبر ۸ از حنفی: رافضی جی نے کہاں لکھا ہے کہ تمہارے مذہب میں یہ متعہ حرام ہے میں نے بھی سنت نبی لکھا ہے چنانچہ استبصار جلد ۲ صفحہ ۷۷ سے یوں روایت تحریر کردی گئی ہے۔

"عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال المتعۃ نزل بھاالقران وجرت بھاالسنۃ من رسول اللہ ﷺ نعوذ باللہ من ذالک"

ناظرین ذرا اس رافضی دشمن اہل بیت سے تو پوچھو کہ نبی علیہ السلام واہل بیت نے کس کس عورت اور کس کس کی بیٹی یا بہن یا ماں سے متعہ کیا ہے ثابت کریں۔ اگر رافضی جی جواب دیں کہ انہوں نے نہیں کیا تو پھر ان کو جولیا کہنا کہ ارے بھلے مانس تم ان کو بقول اپنے کیوں قرآن کا نافرمان بناتے ہو جب کہ تمہارے نزدیک یہ خدا کا حکم ہے اور وہ آیت تو پیش کر دیجئے جس سے یہ متعہ ثابت ہوتا ہے قرآن تو اس بات پر شاہد ہے کہ تم چار عورتوں حرہ سے زائد جمع مت کرو ہاں اگر تم کو طاقت ہے اور ضرورت اس سے زیادہ کی ہے تو لونڈیوں کو رکھ لو اور یہ بھی فرما دیا کہ تم اپنی شرمگاہ کی حفاظت رکھنا اور یہ نہیں فرمایا کہ متعہ

یعنی زنا کرتے پھرنا اور ملا مرثیہ خوان جی سنیے اور دیکھئے کہ امامِ معصوم نے اس متعہ کو کس قدر مذموم سمجھا ہے فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶
"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال فی الرجل یتزوج البکر المتعۃ قال یکرہ العیب علی اھلھا"
یعنی عورت بکرہ سے متعہ کرنا اس کے خاندان پر بٹہ لگاتا ہے اور حضرت امیر نے حضرت ابن عباس سے کہا تو مرد عیاش ہے تحقیق رسول خدا ﷺ نے متعہ سے منع کر دیا ہے اور کتاب استبصار جلد ۲ صفحہ میں مسطور ہے "قال رسول اللہ ﷺ لحوم الحمار الاھلیۃ والنکاح المتعۃ" یعنی فرمایا کہ حرام کر دیا نبی علیہ السلام نے گوشت گھریلو گدھے کا اور نکاح متعہ کا اور فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۴ کہ راوی کہتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا کہ متعہ کو بالکل چھوڑ دو کیا تمہیں حیا نہیں آتی عورت غیر کا حال اپنے بھائیوں کے آگے بیان کرنا
"عن المفضل قال سمعت ابا عبد اللہ علیہ السلام یقول فی المتعۃ دعوھا اما یستحی احدکم ان یری فی موضع العورۃ فیحمل ذالک علی صالحی اخوانہ واصحابہ"
پس رافضی مرثیہ خوان جی پتہ لگا ہے یا نہیں۔ پس ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ متعہ منسوخ ہو کر حرام ہو چکا ہے اور اس میں اور زنا میں کچھ فرق نہیں کیونکہ یہ فعل عیاشی بے حیائی پر مبنی ہے ذرا غور سے ملاحظہ کر لیجئے۔

نمبر ۱: خرچی زنا کی پہلے ادا کی جاتی ہے اور متعہ میں بھی دیکھو کتاب تنبیہ المنکرین۔

نمبر ۲: زنا میں خرچی کا تعین نہیں ہوا کرتا اور متعہ میں بھی نہیں۔ کتاب شیعہ تنبیہ المنکرین صفحہ ۲۹ و فروع کافی جلد ۲ ص ۱۹۴

نمبر ۳: زنا کے لئے پوشیدگی و تنہائی ضروری ہے اور متعہ کے لئے بھی اعلان و اشتہارات کی ضرورت نہیں ہوتی۔

نمبر ۴: زنا کے لئے بھی تعین وقت شرط ہے متعہ کے لئے بھی شرط ہے ورنہ باطل ہوگا صفحہ ۱۱۷ جامع عباسی۔

نمبر ۵: زنا میں زانی کے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی جتنی عورتوں سے چاہے زنا کرے متعہ میں بھی یہ کوئی رکاوٹ نہیں۔
چاہے ہزار عورت سے متعہ کرتا پھرے یا جس قدر چاہے۔ "تزوج منھن الفا وانھن مستاجرات" فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۱۹ اور استبصار میں ہے "مایحل من المتعۃ قال کم شئت"

نمبر ۶: کنجریوں پیشہ دار کو پردہ نہیں ہوتا۔ ممتوعہ عورتوں کو بھی پردہ جائز نہیں ہوتا۔ دیکھو استبصار جلد ۲ صفحہ ۲۹۹۔

نمبر ۷: زنا میں غرض دفع شہوت کی ہوا کرتی ہے نہ کہ بقائے غرض نسل انسانی اور متعہ میں بھی غرض و مقصد منی کا خارج کرنا ہی ہوتا ہے تنبیہ المنکرین صفحہ ۶۔

نمبر ۸: زانی مرد جب چاہے بلا طلاق الگ ہو جاتا ہے متعہ میں بھی یہی حال ہے دیکھو جامع عباسی صفحہ ۱۱۷۔

نمبر ۹: زنا میں بھی وارث کے حقدار نہیں ہوتے اس میں "ولا ترثنی والا ارثک" کافی میں موجود ہے صفحہ ۱۱۰ جامع عباسی صفحہ ۱۳۵۔

نمبر ۱۰: زناہ میں بھی نان ونفقہ مزینہ کا زانی مرد پر واجب نہیں ہوتا اور متعہ میں بھی یہی حال ہے دیکھو جامع عباسی صفحہ ۱۷۱۔

نمبر ۱۱: مزنیہ عورتوں کے لئے کوئی عدت نہیں ہوا کرتی اسی طرح ممتوعہ عورتوں میں بھی ولا عدۃ لھا مسطور ہے فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۹۳۔

پس اگر رافضی جی کے پاس ان دلائل کے توڑنے کے لئے کچھ سامان ہے تو پیش کرے اور امام مالک کی طرف تحریر ہے کہ ان کے موطا میں صاف صاف لکھا ہے کہ متعہ ناجائز ہے اور محولہ کتابیں اکثر ان کے مذہب کی ہیں۔ جو ہمارے لئے ثابت نہیں۔ اور بخاری وغیرہ کی روایات منسوخ ہیں جن پر فریقین کے دلائل شاہد ہیں ذرا رافضی انکو تحریر تو کرے دیکھئے جواب کس طرح نکلتا ہے فافھم فلاتعجل۔

مسئلہ نمبر ۹: شیعہ مذہب میں کتے کا پس خوردہ یعنی شکار سے بچا ہوا مسلمانوں کو کھانا درست ہے استبصار شیعہ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲۔

مذیان رافضی نمبر ۹: جاہل ملانے مسلمانوں کو مغالطہ میں ڈالا ہے صاحب استبصار نے کتے معلم کا ذکر کیا ہے ان کے مذہب میں تو کتے سور کا پس خوردہ پاک ہے حاشیہ کنز وغیرہ ملخصا۔

جواب از حنفی نمبر ۹: رافضی مرثیہ خوان جی ذرا ملتانی کا مغالطہ وافترا تو ثابت کیجئے۔ ارے دیکھئے کتاب استبصار جلد ۲ صفحہ ۲۳۲ " قال سالت اباعبداللہ علیہ السلام عن الکلب یمسک علیک صیدہ وقد اکل منہ فقال لا باس ان اکل وھو لک حلال"

یعنی راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا کہ کتے شکاری کا پس خوردہ کھانا ناجائز ہے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں اب رافضی جی میں نے کب کہا ہے کہ کتے غیر شکاری کا ان کے مذہب میں حلال ہے کیوں خواہ مخواہ خادم کو برا کہہ کر اپنے ایمان کو جواب دے دیا ہے اور یہ کہاں ہمارے مذہب احناف میں کتے شکاری کا پس خوردہ حلال ہے ہم مسلمان تو ایسے شکاری کتے کا پس خورد حرام جانتے ہیں تمہیں مبارک ہو اور کنز وغیرہ کسی متن یا مفتی بہ روایات سے پس خوردہ خنزیر و کتے کا ثابت کر دو تو پانچ روپیہ انعام اور اس کا جواب بدوں اس آیت کریمہ کے ہمارے پاس کچھ نہیں " لعنۃ اللہ علی الکاذبین "فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۰: شیعہ مذہب میں جماع کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا کتاب استبصار شیعہ جلد ۲ صفحہ ۷۴۔

مذیان رافضی نمبر ۱۰: یہ روایت جلد ثانی صفحہ ۱۱۴ استبصار میں نہیں ملا یک چشم کا افتراء ہے یہ روایت مختلف طرق کتب شیعہ میں درج ہے جن سے روزہ نہیں ٹوٹتا قاضی خان وغیرہ ملخصا۔

جواب از حنفی نمبر ۱۰: رافضی جی کچھ تو شرم کرتے دیکھئے عقل کے اندھے مت بنو۔

"فقال سالت ابا عبد الله علیه السلام عن الرجل وهو صائم فیجامع اهله قال یغسل ولا شئی علیه"
کتاب استبصار جلد اول حصہ دوم صفحہ ۷۴ یعنی راوی نے امام جعفر علیہ السلام سے مسئلہ پوچھا کہ روزہ دار اپنی عورت سے محبت کرے تو اس کے لئے کیا حکم ہے تو امام صاحب نے فرمایا کہ وہ نہا لے اور اس پر کچھ نہیں ہے اور صاحب استبصار نے کہا ہے کہ چاہے یہ فعل کسی سے سہوا ہو یا ناسیا روزہ میں کچھ خلل نہیں ہوگا "لا یلزمه شیئی وقد تم صومه" اور رافضی کیا اچھا ہوتا کہ تم اپنے گھر کا پہلے اچھی طرح پتہ لے لیتے پھر دوسرے گھر کی نکتہ چینی کرتے اور جو تم نے مشت زنی کا بہتان ہمارے ذمہ لگایا ہے رافضی جی بقول افواہ تمہارے کہ تم کو امام جعفر علیہ السلام کے قول پر عمل کرنا فرض ہے دیکھئے کتاب فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۳۲ "عن ابی عبد الله علیه السلام قال سا لته عن الدلک قال ناکح نفسه ولا شیی علیه"
یعنی امام جعفر علیہ السلام سے ایک شخص نے بنسبت مشت زنی کے مسئلہ دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ایسے فعل کرنے والے پر کچھ نہیں ہے یعنی بیشک کر لیا کر۔ اب ملا جی پتہ لگا اور جو تم نے قاضی خاں کا حوالہ دیا ہے اس میں تو لکھا ہے کہ جب یہ فعل کرے اور انزال ہو تو روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ انسان کے لئے ہاتھوں کو مشت زنی کے لئے نہیں بنایا ہے اور دوسرے یہ مفتی بہ روایت نہیں۔ اگر یہ روایت مفتی بہ ثابت کر دیں تو انعام لیں۔ اور باقی تمہاری ہزلیات پر ہم بدوں لعنة الله علی الکاذبین کے اور کچھ نہیں کہتے۔ جب تک کہ تم اپنا پورا ذخیرہ جہنمی نہ بنا لو گے اور قاضی خاں وغیرہ میں لکھا ہے کہ جماع سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۱: شیعہ مذہب میں نماز میں اپنے عضو تناسل سے کھیل کرنا درست ہے اور اس فعل سے نماز کو کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ کتاب شیعہ استبصار جز و اول جلد ۲ صفحہ ۴۵۔

هذیان رافضی: "لعبت بذکره فی الصلوة" کے متعلق "لا باس" وارد ہے اور دوسری روایت مس ذکر اس کی تشریح کرتی ہے مس ذکر کیا جاوے تو وضو نہیں ٹوٹتا لیکن اہلسنت کے ہاں نماز میں گوز مارنے سے نماز درست ہوتی ہے گدے وغیرہ کو ہاتھ لگنے تو نماز نہیں ٹوٹتی ملخصا۔

جواب نمبر ۱۱ از ملتانی: رافضی صاحب اپنی من گھڑت آیات کو امام صاحب کے قول پر زائد نہ کیجئے ذرا آنکھ کے چھلکے اتار کر دیکھئے کتاب استبصار صفحہ ۴۵ جلد اول

"قال سالت ابا عبد الله علیه السلام عن الرجل یلعب بذکره فی الصلوة المکتوبة فقال لا باس"
یعنی راوی نے پوچھا کہ ایک شخص نماز مفروضہ میں اپنے ذکر سے کھیلتا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے فرمایا کچھ مضائقہ نہیں اور اس کی تشریح یوں مذکور ہے "عن الرجل یلعب بذکره حتی ینزل قال لاباس ولم یبلغ به ذلک شیئی" دیکھو رسالہ قاطع الانف صفحہ ۱۵ اور کتب لغت میں یلعب کے معنی بازی کردن کے ہیں اور یہاں پر مضارع کا صیغہ

ہے جس کی خصوصیت استمراری ہوتی ہے اور فروع کافی جلد اول صفحہ ۳۰ میں مذکور ہے کہ اگر نماز میں ودی یا مذی بہہ کر ایڑیوں تک چلی جاوے تو نہ نماز فاسد ہوگی اور نہ وضو ٹوٹے گا۔ اور استبصار میں لکھا ہے کہ اس کے دھونے کی بھی ضرورت نہیں اور مسئلہ دوبارہ گوزدہ تمہارا ہی ہے دیکھیے کتاب استبصار جلد اول صفحہ ۲۴۷

"الرجل یحدث بعد مایرفع راسه من السجدة الاخیرة قال تمت صلوته وانما التشهد سنة فی الصلوٰة"

رافضی جی انصاف کیجئے کہ وہ ہی بعینہٖ وہی مسئلہ ہے یا کچھ فرق ہے پس جو تمہارے ہاں اس کا جواب ہے وہی ہمارا ہے اور اسی کتاب میں صفحہ ۲۱۷ پر ہے کہ حضرت علی نے بے وضو لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اور ان کی نماز تو درست ہوگئی اور لوگوں کو لوٹانی پڑی اور مسئلہ نمبر ۲ کتاب محولہ سے نہیں ملا اصل عبارت لکھو اور جواب لو۔ اور باقی کتب فقہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ فعل ان کے ڈرانے کی نیت سے کرے گا تو نماز فاسد ہو جائے گی اور باقی ہذلیات کا جواب بدوں لعنة الله على الكاذبين کے ہمارے ہاں کچھ نہیں۔ فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۲: شیعہ مذہب میں مذی یا ودی بہہ کر ایڑیوں تک چلی جاوے تو وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ نماز فاسد ہوگی کتاب فروع کافی جلد اول صفحہ ۲۱۔

مذیان رافضی نمبر ۱۲: اس کا جواب دو ورقہ کرم دین ساکن بھیں کو دیا جا چکا ہے اب اعادہ کی ضرورت نہیں ملاں ٹوا گر ذی علم ہوتا تو یہ اعتراض ہرگز نہ کرتا ایسا مسئلہ تو موطا امام مالک وغیرہ میں لکھا ہے ملخصاً۔

جواب از حنفی نمبر ۱۲: ارے لاہوری خچر تمہارا جواب تو مثال الٹا چور کوتوال کو ڈانٹنے کی ہے ذرا ہوش سے سنیے دیکھو امام جعفر علیہ السلام تمہارا کس طرح گلا کاٹ کر جواب دیتے ہیں کتاب فروع کافی جلد اول صفحہ ۲۱

"عن ابی عبدالله علیه السلام قال ان سال من ذکرک شیی من مذی اوودی انت فی الصلوة قال لاتغسله ولاتقطع الصلوة ولا تنقض له الوضوء وان یبلغ عقیبک"

....روایت میں ہے محمد بن مسلم سے

"سالت اباجعفر علیه السلام عن المذی یسیل حتی یصیب الفخذ فقال لاتقطع صلوة ولا یغسله من فخذه"

پس خچر لاہوری جی ان ہر دو روایات سے اصل مطلب مذی اور ودی نماز میں جاری ہو کر ایڑیوں تک جانے کا نکلا ہے یا نہیں اور مذی و ودی کے پاک ہونے کا ثبوت ملا ہے یا نہیں۔ اگر رافضی جی زیادہ اس مسئلہ کی تشریح دیکھنی منظور ہو تو استبصار علل الشرائع میں ملاحظہ کر لو۔ اور جو تم نے موطا امام مالک کا حوالہ دیا ہے وہ بالکل غلط ہے عبارت لکھو جواب لو اور منی ہمارے مذہب حنفی میں نجس ہے اگر اس کا پاک ہونا تم اس مذہب میں ثابت کر دو تو اپنے خطاب مشہور کے مطابق انعام حاصل کرو۔ فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۳: شیعہ مذہب میں حق امر کو ظاہر کرنا درست نہیں جو ظاہر کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ذلیل اور عذاب

کرے گا۔ کتاب اصول کافی صفحہ ۴۵۸۔

ہذیان رافضی نمبر ۱۳: یہ مسئلہ متعلق تقیہ کے ہے جس کا انکار کرنا کفر ہے قیامت تک جاری ہے اس مقام پر بھی جاہل ملانے افتراء کیا ہے اور ان کے ہاں بھی تقیہ ثابت ہے بخاری و بیضاوی و کنز العمال ملخصاً۔

جواب نمبر ۱۳ از حنفی: رافضی جاہل مرثیہ خواں جی یہ تو تم مان گئے کہ تقیہ قیامت تک جاری رہے گا پھر تمہارا افتراء کا کیا معنے اور ملاں اور دیکھ جو میں نے روایت بیان کی تھی اصول کافی صفحہ ۴۸۵ اور ۴۸۶ "قال ابو عبداللہ علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعز اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ" اور صفحہ ۴۸۶ میں ہے کہ حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا

"یا معلی اکتم امرنا ولا تذعہ فانہ من کتم امرنا و کم یدعہ اعز اللہ بہ فی الدنیا وجعلہ نوراً بین عینیہ فی الاخرۃ یقودہ فی الجنۃ یا معلی من اذاع امرنا ولم یکتم اذلہ اللہ بہ فی الدنیا ونزع النور من بین عینیہ فی للاخرۃ"

اب ناظرین اختر محمد لاہوری سے دریافت کریں کہ ملتانی نے کونسا افتراء باندھا ہے کیا اس عبارت کا یہ مطلب نہیں جو حق امر ظاہر کرے گا وہ دنیا و آخرت میں ذلیل ہوگا۔ اور جو شخص حق امر کو چھپائے گا اس کی اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں عزت کرے گا۔ کچھ اور ملا مرثیہ خوان جی جواب دیں اور جو تم نے کہا ہے کہ اس مسئلہ کی بنیاد تقیہ پر ہے جو قیامت تک رہے گا اور اس کا منکر کافر ہے ملاجی بتلایئے۔ رسول خدا ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام و نوح علیہ السلام و دیگر انبیاء علیہم السلام نے کب تقیہ کیا تھا اور کب تبلیغ احکام میں انہوں نے قصور کیا تھا۔ اور قرآن مجید اس پر شاہد ہے کہ جو شخص حق امر کو چھپاوے اس پر اللہ کی لعنت ہے ﴿وَالَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ تا آخر یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ﴾ تک غور سے پڑھیں اور ملا رافضی سنیئے اگر تقیہ کرنا فرض ہوتا تو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جگر گوشہ بتول نے کیوں کربلا میں تقیہ کو ترک کیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیوں اپنی کتاب نہج البلاغت میں تقیہ کو مذموم سمجھ کر ایسے کرنے والوں پر حکم نفاق کا لگا دیا۔ اور ملا اختر جی مترجم نہج البلاغت سے ان مختلف مقامات کو غور سے پڑھو اور سوچ سمجھ کر فتویٰ کفر کا لگایا کرو۔ وھو ہذا کتاب نہج البلاغت صفحہ ۲۷ میں ہے کہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قسم خدا کی میں نے کبھی بھی امر حق کو نہیں چھپایا اور نہ کبھی کوئی جھوٹ بولا اور صفحہ ۱۱۰ میں فرمایا کہ کذب و دروغ سے دوری اختیار کرو۔ کیونکہ یہ صفت ایمان سے دور کرنے والی ہے اور صفحہ ۵۵۳ پر ہے کہ فرمایا کہ ایمان کی علامت یہ ہے جھوٹ سے تجھ کو نفع پہنچے تو بھی سچ کہو اگرچہ اس میں بڑا نقصان ہی ہو اور صفحہ ۴۶۴ حضرت طلحہ و زبیر کے یوں خط لکھ کر فرمایا کہ مجھے زندگی کی قسم کہ تم دونوں مہاجرین ہو اور اس تقیہ کرنے اور حق چھپانے کے سبب زیادہ سزاوار نہیں ہو یعنی تقیہ کرنے والا اور حق چھپانے والا سخت سزاوار ہے کیونکہ تم نے بظاہر تو اطاعت کا اظہار کیا اور باطن میں نافرمانی کو چھپائے رکھا لہٰذا تم منافق ہو گئے اور صفحہ ۲۱۵ میں فرمایا وہ بہت برا آدمی ہے کہ جو دو صورتوں کے ساتھ آدمیوں سے ملاقات کرے یعنی کبھی دوست بن کر ان کی تعریف کرے

اور بھی دشمن کے ساتھ ان کی شکایت کرے تو فرمایا ایسا شخص لوگوں کو فریب دینے والا جھوٹا اور مکار ہے اور فرمایا ایسا شخص جو روزبان کے ساتھ ہو وہ منافق ہے پس ملا رافضی جی دیکھا ان تمام دلائل قاطع سے ثابت ہوا کہ تقیہ کرنے والا اور خداوند کریم کے احکام چھپانے والا شخص منافق اور مردود ہے اور تمہارے دلائل پیش کردہ سے نہ تقیہ ثابت ہوتا ہے اور نہ کتمان بلکہ صحابہ کا کمال ایماندار ہونا ظاہر ہوتا ہے ملا اختر جی ہماری کتابوں کی اصل عبارتیں تحریر کر کے جواب لیں فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۴ : شیعہ مذہب میں گوشت خنزیر کھانے سے کوئی حد شرعی نہیں۔ فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۳۱۔

ہذیان رافضی نمبر ۱۴ : جاہل ملاؤں کی ایمانداری ملاحظہ ہو لیس علیہ حد لے لیا باقی حصہ ہضم کر لیا ڈکار تک نہ آنے دیا۔ اگر اسی پر اعتراض ہے تو حضرت یک چشم قرآن میں کہیں خنزیر کا گوشت کھانے پر حد دکھا سکتا ہے ان کے ہاں تو اگر بکری کا بچہ سورنی کے دودھ کے ساتھ پالا جائے تو اسکا کھانا حلال ہے غایۃ الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۹۶۔ اور اختلاف آئمہ امام مالک کے مذہب میں خنزیر سے سب اشیاء پاک لکھتے ہیں سوائے گوشت خنزیر ملخصا۔

جواب نمبر ۱۴ از حنفی : ملا اختر رافضی چار چشم جی گالی گلوچ دینا ہی تمہارا کام ہے بیشک خلق خدا دیکھ رہی ہے اور ہمارا یہ ایمان نہیں کہ ہم آئمہ دین کی طرف ایسے واہی تباہی مسائل منسوب کریں جیسے تمہاری کتب صحاح میں مسطور ہیں جن سے تم دراصل نادم ہو کر جواب نہیں دے سکتے چنانچہ مسائل تنازعہ در پیش ہے وہو ہذا کتاب فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۱۳۱ کتاب الحدود۔ " عن ابی عبد الله علیه السلام انه قال من اکل میتة والدم ولحم الخنزیر علیه ادب فان عاد ادب ولیس علیه حد "یعنی امام جعفر علیہ السلام نے اپنے شیعہ کو فرمایا گوشت خنزیر وغیرہ تین مرتبہ کھانے پر کوئی حد نہیں صرف تنبیہ ہے اور اسی کتاب فروع کافی کتاب الصید صفحہ ۸۰ میں لکھا ہے کہ امام علیہ السلام لوگوں کو بلا کسی عذر کے حرام گوشت کھانے کا حکم دیتے تھے اب اختر رافضی جی سنا ہے اور پتہ لگا ہے ہمارے ہاں تو لکھا ہے کہ جو شخص سوئر وغیرہ حرام اشیاء مذکور کو کھائے اس کے لئے تعزیر ہے چاہیے کہ حاکم وقت اس کو قتل کرا دے یا وطن سے بے وطن کرا دے یا کوئی اور سزا حسب رائے اس پر قائم کر دے اور اگر کوئی شخص حرام قطعی کو حلال جانے اور کھائے تو وہ باتفاق مرتد و قابل قتل اور اگر جان بچانے کے لئے ذیل حکم "غیر باغ" کھائے تو اس کے لئے مباح ہے لیکن رافضی جی تمہارے ہاں تو صرف تنبیہ ہی کافی ہے اور ہمارے مذہب حنفی میں تو چمڑا خنزیر کا بھی دباغت سے بھی پاک نہیں ہو سکتا۔ یہ محض تمہارا بہتان ہے اور نہ ہی ہماری کتب ظاہر روایت میں کہیں اس کو پاک لکھا ہے اگر تم دکھا دو تو اپنے خطاب کے مطابق انعام حاصل کرو۔ اور کتاب اختلاف الآئمہ (۱) کی تمہارے جیسے آدمی کی ہے جو کہ مفتی بہ نہیں اور مسئلہ ثانی بوجہ اختلاط ہونے کے حلال ہے کیونکہ اس کے وجود میں جبکہ اثر دودھ کا نیست و نابود ہو گیا تو پھر حلال جانور کی حلت میں کونسا صاحب عقل انکار کر سکتا ہے اور اس نے ماکولات اشیاء جن کی

(۱) اختلاف الائمہ ایک عربی میں ہے مصنفہ امام شعرانی اور دوسری غیر مقلد کی ہے آپ اس کی تشریح کریں ۱۲۔

پیدائش نجس العین وغیرہ کی آمیزش سے ہی ہوتی ہے جن کو تم لوگ بھی شب وروز کھاتے پیتے ہو اور انکے کھانے پینے کے بدوں تمہارا جینا محال ہے پھر اعتراض ہی کیا۔ اور اس کے علاوہ تمہاری کتاب کلینی جلد ۲ صفحہ ۱۰۵ میں لکھا ہے کہ اگر گوشت کی کو کسی بستی میں مل جائے اور اس کے حلال وحرام ہونے کا کچھ پتہ نہ چلا تو اس گوشت کو آگ پر رکھ دیں اور کھالیں۔ جو اچھل ہو وہ حلال اور جو بھسط ہو وہ مردار اور اسی کتاب کے آگے لکھا ہے کہ اگر روغن زرد یا تیل میں کتا یا چوہا گرے تو ان کو نکال کر شیعہ شخص بیشک کھالیں۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں جھوٹوں پر خدا کی لعنت۔ فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۵: شیعہ مذہب میں ڈول چمڑے خنزیر سے بنانا درست ہے "من لایحضر الفقیہ صفحہ ۴۔

هذیان رافضی نمبر ۱۵: جاہل ملانے یہ کہہ کر کہ خنزیر کے چمڑے کا ڈول بنانا درست ہے سو اس نے مغالطہ دیا ہے حالانکہ اس کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ ایسا ڈول زراعت کے پانی پلانے کے لئے کافی ہوتا ہے اور ان کے ہاں کتے اور لومڑ کے چمڑے پر نماز پڑھنا درست ہے۔ دیکھو قاضی خان صفحہ 11۔

جواب نمبر ۱۵ از حنفی: رافضی مرثیہ خوان جی میں نے کونسی زیادتی کی ہے میں نے بھی تو یہی لکھا تھا کہ ان کے ہاں خنزیر کے چمڑے سے ڈول بنانا درست ہے چنانچہ آپ نے مان کر امام معصوم کے قول وفعل کو رد کر دیا ذرا فروع کافی صفحہ ۴ کو اٹھا کر یہ حدیث دیکھئے۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالتہ عن الحبل یکون من الشعر الخنزیر یسقٰی بہ الماء من البئر ھل یتوضاء من ذلک الماء قال لا باس وضوئک وسئل الصادق علیہ السلام عن جلد الخنزیر یجعل دلواً یسقی بہ الماء فقال لاباس بہ"

پس ان ہر دو روایات سے صاف صاف ثابت ہوا کہ خنزیر کے چمڑے اور اس کے بالوں کی رسی سے پانی نکال کر کنوئیں سے وضو کرنا درست ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ کنواں اور ڈول اور رسی سب شیعہ کے نزدیک پاک ہیں چاہے شیعہ شخص اس کو پیے یا وضو کرے اور اسی روایت کے آگے صاحب من لا یحفر الفقیہ نے بیان کیا ہے کہ مردار کے چمڑے کے برتن میں روغن وتیل و پانی رکھنا درست ہے۔ اور جو تم نے روایت قاضی خاں کی ہمارے لئے پیش کی ہے وہ روایت مرجوح ومردود وغیر مقبول ہے جس کا مفصل ذکر سلطان الفقہ جلد ۲ میں آچکا ہے اگر تم یہ مسئلہ کتب ظاہر روایات سے دکھادو تو انعام لو۔ اور ہمارے ہاں خنزیر کا چمڑا دباغت سے بھی پاک نہیں ہوسکتا ہے۔ اور یہ مفتی بہ قول ہے اور باقی اشیاء بھی خنزیر کی نجس العین ہیں دیکھو تفسیر حسینی وخازن وکتب فقہ معتبرہ یہ سب کچھ تمہارے ہی ہاں پاک ہیں تم بیشک ان کو استعمال کرو۔ دیکھو جامع عباسی۔ وفروع۔ فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۶: شیعہ مذہب میں پانی کے عوض اگر عورت زنا کرالے تو اس پر کوئی تعزیر نہیں بلکہ یہ زنا حکم نکاح کا رکھتا

ہے فروع کافی جلد۲ صفحہ ۱۹۸۔

مذیان رافضی نمبر ۱۶: ملتانی کارٹون نے تقلید رئیس الخوارج لکھنوی روایت کا غلط مفہوم بیان کیا ہے اس کا مدلل جواب میزان المقابل میں دیا جاچکا ہے اسکے اعادہ کی ضرورت نہیں اور آپ کے ہاں کتاب تبیان الحقائق فتوی محمد کا بھی ایسا ہی ہے اور رد المختار بدوں گواہاں نکاح درست لکھا ہے صرف ان کی ایجاب قبول ہی کافی ہے ملخصا۔

جواب از حنفی نمبر ۱۶: جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری۔ بیصداقت آبروہر گز کبھی ملتی نہیں۔

اختر رجم الشیاطین چار چشم بدید ہمارے عالم باعمل پر بڑ ہانکتا ہوا بکتا ہے کہ اس روایت کا یہ مطلب نہیں پس خادم شریعت اس امر کا فیصلہ اب اصل عبارت لکھ کر ناظرین کے انصاف پر چھوڑ دیتا ہے خود ناظرین انصاف کرلیں گے اور تمہارے بہتان کا جواب بھی خود سمجھ لیں گے کتاب فروع کافی جلد۲ صفحہ ۱۵۸۔

"عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جآءت امراءۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطھرنی فامر بھا ان ترجم فاخبر بذالک امیر المؤمنین صلوات اللہ علیہ فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقنی الا ان امکنہ من نفسی فلمّا اجھدنی العطش وخفت علی نفسی مقامی وامکنتہ من نفسی فقال امیر المؤمنین علیہ السلام تزویج وربّ الکعبۃ" فقط

اب ناظرین انصاف سے فرمائیں کہ اس روایت شیعہ کا وہی مطلب نکلتا ہے یا کچھ اور کیا حضرت خلیفہ ثانی نے حکم رجم کا عورت مزنیہ کو دیا ہے یا نہیں۔ اور حضرت علی نے بدوں گواہاں یہ زنا بخلاف حکم نکاح رکھا ہے یا نہیں اور بعوض پانی کے زنا ہوا ہے یا نہیں فقط اور رافضی باقی اعتراضات کا جواب اقوال الصحیحہ میں ملاحظہ کرلیں تسلی ہوجائے گی۔ فافہم فلا تعجل۔

مسئلہ نمبر ۱۷: شیعہ مذہب میں کتے اور خنزیر کی ہڈیاں وریشم بفتوی مرتضی کے پاک ہیں جامع عباسی مطبوعہ نولکشور صفحہ ۳۷ سطر ۱۱۹ اگر ان مسائل میں سے ایک مسئلہ بھی غلط نکلے اور ان کی کتابوں سے نہ ملے تو فی مسئلہ غلط ثابت کرنے کے ہم دس روپیہ دینے کو تیار ہیں فقط اشتہار وعظ ختم۔

مذیان رافضی نمبر ۱۷: بفرض تسلیم اگر یہ راست بھی ہو تو ایک سید مرتضی علیہ الرحمۃ کا قول مذہب شیعہ کے لئے حجت نہیں ہوسکتا ہے کیونکہ جب باقی کو سب ائمہ نجس کہتے ہیں لیکن حنفی مذہب میں سب جانوروں کی ہڈیاں پاک ہیں ملخصا۔

جواب نمبر ۱۷ از حنفی: رافضی مرثیہ خوان جی من گھڑت تاویل کو کون مان سکتا ہے ارے ملاجی دیکھئے فروع کافی جلد۲ جزء۲ صفحہ ۱۰۳ یہ فتویٰ سید مرتضی کا ہے یا کہ امامان دین کا ہے۔

"عن الحسین بن زرارۃ قال کنت عند ابی عبد اللہ علیہ السلام وابی نسئلہ عن اللبن عن المیتۃ والبیضۃ عن المیتۃ والعظم من المیتۃ فقال کل ھذا اذکی قال فقلت لہ فشعر الخنزیر یعمل حبلاً یسقی بہ من البراء التی یشرب منھا او یتوضاء منھا قال لاباس بہ وزادفیہ علی بن عقبہ وعلی بن الحسین بن رباط قال والشعر والصوف کلہ ذکی۔"

پس اب رافضی جی ان امامان دین کے اقوال کو بھی تم مانو گے یا نہیں اور ان کے فتاوی تمہارے لئے حجت ہیں یا کہ نہیں اور سید مرتضیٰ کے فتویٰ کی تائید ہوئی ہے یا نہیں اور ان سے انکار کرنے والا تمہارے نزدیک کافر بنتا ہے یا نہیں اور ہمارے نزدیک تو یہ سب اشیاء اجزاء خنزیر کے نجس العین ہیں بدوں حالت اضطراری کے ان سے فائدہ حاصل کرنا جائز ہے چنانچہ قرآن مجید اس پر شاہد ہے لیکن افسوس کہ اس چار چشم کو اتنا پتہ نہیں کہ ہمارے اس اسلام پر کس قدر غیر مذاہب والے لگو ہیں وحملہ آور ہو رہے ہیں اور اس امر پر اخبار شیطان وکتاب رنگیلا رسول دال ہے لیکن ان بے علم مرثیہ خوانوں کذابوں کو اس دین حقہ سے کیا واسطہ ہے یہ لوگ تو حلوے منڈے کھانے میں مستغرق وعبد الدرہم ودینار ہیں اور بناوٹی قصے کہانیاں لوگوں کو سنا کر اپنی جیبیں گرم کرنا ایسے بے حیا وبے شرم مفسد پردازوں کا ہی شیوہ ہے۔

نوٹ: یاد رہے کہ اگر جاہل رافضی مرثیہ خواں ایسی حرکات وافعال مذمومہ سے باز نہ آیا تو پھر خادم شریعت کو بھی مجبوراً اس مذہب سبائی رافضیہ کی ضرور قلعی کھولنی پڑے گی درگت بنانی پڑے گی بعد ازیں گلہ وشکایت شیعان رافضیاں کی خادم شریعت پر بے جا ہوگی۔

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور شیعہ کا ایمان:

انجمن صدیقہ اثنا عشریہ ملتان مصنف داستان معاویہ کے ہر دو حصہ کا مختصر رد از کتب اور مطالبہ خادم شریعت کو شیعہ صاحبان اپنے مذہب کی کتابوں کو ملاحظہ کریں اور جواب دیں۔

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

"نحمده ونصلی علی رسوله الکریم☆لقوله تعالی وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ ولقوله تعالی اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کا خاندان

"عن ابی عبداللہ علیہ السلام قال انا والِ ابی سفیان اھلبیتین" معانی الاخبار صفحہ ۸۹ مطبوعہ ایران کتاب معتبر مذہب شیعہ۔ یعنی امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم علوی اور سفیانی دونوں اہل بیت ہیں پس اس سے ثابت ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی خاندان قریش سے تھے چنانچہ شیعہ یسر الائمہ ص ۸ میں ہے کہ عبدالمناف کے دو فرزند تھے ہاشم، عبدالشمس امیہ حرب ابی سفیان معاویہ یزید، اور ادھر سے ہاشم کے فرزند عبدالمطلب اور ان کے فرزند ابی طالب اور انکے فرزند حضرت علی اور ان کے فرزند حسنین شریفین رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اور یہ سب کے سب دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام فرزند اسمٰعیل علیہ السلام ومقامات حجر اسود کعبہ وچاہ زمزم ودار الامان کے پودے تھے اور خاص کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے متقی اور صاحب علم اور تمام شیعوں سے اعلیٰ ایماندار تھے چنانچہ کتاب شیعہ آئینہ حق مطبوعہ یوسفی دہلی صفحہ ۱۰۹ میں امام معصوم واجب الاطاعت جن کا قول اور فعل تمام شیعوں کے لئے حق اور حجت ہے فرماتے ہیں واللہ معاویہ واسطے میرے بہتر ہے ان لوگوں سے جو گمان کررہے ہیں کہ ہم شیعہ ہیں اور کتاب علل الشرائع مطبوعہ ایران صفحہ ۸۳ میں ہے کہ بائع الحسن ابن علی صلوت اللہ علیہ معاویہ یعنی بیعت کی حضرت امام حسن بن علی صلوٰۃ اللہ علیہما نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اور ایسا ہی علامہ مجلسی شیعہ جلاء العیون جلد اول میں رقم طراز ہے۔

پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شیعان پاک کے نزدیک بڑے متقی [1] اور ایماندار اور صاحب عدل اور ماہر قرآن مجید تھے ورنہ دست بوس اور امام ورہنما ومقتدا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کو نہ بناتے اور نہ ہی امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی خود بیعت کرتے بلکہ اپنے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح لڑ کر شہید ہوجاتے اور علاوہ اس کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایمان واسلام میں اپنے مساوی نہ سمجھتے۔

چنانچہ فرمان عالی شان کتاب نہج البلاغت جلد ۲ مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۱ میں بایں طور ناطق ہے۔

"ومن کتاب له علیه السلام کتبه الی اهل الامصار به ما جری بینه وبین اهل الصفین وکان بداء امرنا التقینا والقوم من اهل الشام والظاهر ان ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحد؛ ولا تستزید هم فی الایمان بالله والتصدیق بوسوله ولا یستزید وننا الامر واحد الا مااختلفنا فیه من دم عثمان ونحن براء"

پس اس کلام پاک امام المسلمین حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے صاف صاف فیصلہ ہوا کہ اسلام وایمان وتصدیق ورسالت وتوحید میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مع گروہ اپنے کے حضرت اسد اللہ الغالب کے برابر ومساوی تھے۔ صرف اختلاف ان کا اجتہادی (۱) خون حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تھا پس اب شیعان کو لازم ہے کہ حضرت امیر معاویہ کو ہرگز برا نہ منائیں اور ان کو گالی گلوچ دینے سے اپنی زبان کو بند رکھیں اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رہنما کو گالی گلوچ دے کر ان کے مزار اقدس کو نہ ستائیں۔ اور اپنے رسالہ داستان معاویہ ہر دو حصہ کا یہ مختصر جواب باصواب تصور کر کے ان کو یاد کریں اور احوال الرجال متروکہ کا حوالہ ہرگز نہ دیا کریں اور دیکھیں کہ محدثین تمہارے ہی محولہ صاحبان نے حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کی شان میں حدیثیں مشکوٰۃ وغیرہ کتب احادیث میں مسطور ہیں ان پر کس قدر انہوں نے جرح کی ہے اور لکھ دیا ہے کہ فلاں حدیث ضعیف اور فلاں حدیث موضوع دیکھو المسند اۃ صفحہ ۳۹۵ تا ۳۹۸ حاشیہ مشکوٰۃ پس فرمائیں کہ اب بھی پتہ چلا ہے یا نہیں۔ کیا اب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت سے انکار کرو کے جواب دو۔

فخر کیا کرنا ہے ایسے عقل پر　　　حشر میں روئے گا ایسے جہل پر

ملتانی دوستو! خدا کے لئے توبہ کرو اور گالی گلوچ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دے کر اپنا اعمالنامہ سیاہ نہ کرو اور ایسی ایسی روایتوں کو اہلسنت کے سامنے نہ کیا کرو۔

جھوٹے موتی کی طرف کب دیکھتے ہیں جوہری　　　بے صداقت آبرو ہرگز کبھی ملتی نہیں

دیکھو ایسا تو بدلگام خارجی حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نعوذ باللہ مشرک کہنے لگ گئے کہ ان دونوں نے حکمین پر امارت کو کیوں مقرر کیا "لَا حُکْمَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَوْ کَرِهَ الْمُشْرِکُوْنَ) الا ان علیا ومعاویه الشرکا فی الله نیرنگ صفحہ ۵۹ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ☆ "ناظرین حق اور سچ کو قبول کرو اور کذب بیانی سے دور رہو اور کج مت بنو فقط

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری)

(۱) اللھم اجعله هادیا ومهدیا واهد به رواہ ترمذی اور امام احمد نے بایں الفاظ روایت کی ہے اللھم علّم معاویة الحساب والکتاب واحفظه من العذاب۔ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اے اللہ! امیر معاویہ کو صاحب ہدایت کا بنا دے اور اس کو عذاب سے محفوظ فرما دیجئے اور امام حسن رضی اللہ عنہ کا امر خلافت ان کے سپرد کر دینا اور ان کی بیعت کرنا ان کی بزرگی اور متقی اور امور دینیات کے ماہر ہونے پر کافی دلیل ہے اور شیعہ صاحبان ایمان سے فرمائیں کہ تمہاری قلم اور دریدہ دہنی سے کوئی فرد بشر بچا بھی ہے تو بیان کرو مگر میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ تم مردمیدان بن کر بھی اپنی بریت ظاہر نہ کر سکو گے۔ خادم شریعت عفی عنہ۔ ۱۲

اور باغی ہونا امیر معاویہ کا کہیں ثابت نہیں ۱۲ مورخہ 7.12.33 ہمارے مذہب حنفی میں کہیں نہیں لکھا دکھاؤ و انعام حاصل کرو۔

اعتراض شیعہ:

حضرت علی علیہ السلام کے ساتھ امیر معاویہ نے لڑائی کی اور اپنے بیٹے یزید کے لئے خلافت پر بڑا زور دیا اور باغی ہوا اور حضرت علی علیہ السلام کو یزید گالی دیتا تھا اس لئے ہم اس کو نہیں مانتے۔

جواب از خادم شریعت:

ہرگز ہوئے نہ مولوی عالی جناب کرم ‫ ‬ کو چاٹ بیٹھے ساری سیاہی کتاب کی

جناب والا ہم کب کہتے ہیں کہ یہ فعل ان کا جائز یا اچھا تھا ہم تو کہتے ہیں کہ طرفین آپس میں جدی بھائی تھے اور حضرت معاویہ نبی علیہ السلام کا سالہ بھی تھا اور کاتب وحی (1) بھی اور واقعی ان کی آپس میں لڑائی بھی ہوئی اور بعد از جنگ وجدال آپس میں صلح اور صفائی بھی ہوئی۔ یہاں تک کہ حضرت اسد اللہ الغالب نے ان کو نصف یا کچھ حصہ ملک بھی عطا کر دیا اور ہر ملک اور ہر شہر پہ اشتہار بھی دے دیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جو ہمارے درمیان لڑائی صفین میں ہوئی ہے وہ صرف اختلاف خون عثمان تھا اور نہ وہ توحید و رسالت و تصدیق ایمان میں ہمارے برابر ہے خدا اور رسول کے ماننے میں نہ وہ ہم سے زیادہ نہ ہم ان سے زیادہ۔ معاملہ واحد ہے دیکھو نہج البلاغت صفحہ ۱۵ جلد ۲ مطبوعہ مصری۔ "ربنا واحد ونبینا واحد ودعوتنا فی الاسلام واحدة ولا نستزید هم فی الایمان بالله والتصدیق برسوله ولایستزیدوننا" اور علاوہ اس کے امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ان کی بیعت کرنا اور ان سے ہزار ہا روپیہ وصول کر کے اپنے کام میں خرچ کرنا اور فرمایا کہ یہ میرے شیعوں سے بہتر اور اعلیٰ ہے اور امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا کہ یہ ہمارے خاندان سے ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا کہ ان کو گالی مت دو اور علاوہ اس کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ جب یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے طرح طرح کی تکلیفیں دیں لیکن حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو معاف کر دیا اس لئے حق نہیں کہ ان کو برا کہیں اور ایسا ہی حضرت خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت علی اسد اللہ الغالب کے درمیان تنازعہ ہوا اور حضرت مائی صاحب (2) کی زبان سے ان

(1) معاویہ بن سفیان اصحابی اسلم قبل الفتح و کتب الوحی ومات فی رجب سنۃ ستین وقد قارب الثمانین ۱۲ نقل از تقریب التہذیب صفحہ ۲۵۷ مطبوعہ نولکشور۔ یعنی معاویہ بن سفیان صحابی ہے پہلے فتح مکہ کے اسلام لایا تھا اور کاتب وحی اور منشی نبی علیہ السلام کا تھا اور خادم شریعت عفی عنہ (2) قالت امیر المومنین علیہ السلام یا ابن ابی طالب اشتملت شملة الجنین وقعدت حجرة الظنین اور حق الیقین کی یہ عبارت ہے خطابہا۔ ے درشت با سید اوصیا نمود کہ مانند جنین در رحم پردہ نشین شدہ۔ و مثل خائناں در خانہ گریختہ یعنی اے ابی طالب کے بیٹے بچہ شکم کی طرح چھپ کر بیٹھا ہے اور خائنوں کی طرح گھر میں گھسا ہوا ہے نعوذ باللہ۔

کے حق میں ایسے الفاظ نکلے جو تحریر سے باہر ہیں دیکھو کتاب شیعہ احتجاج طبری صفحہ ۶۹ مطبوعہ ایران وحق الیقین صفحہ ۲۳۳ اور ایسا ہی آئمہ معصوم کے درمیان وہ تنازعات ہوئے ہیں کہ قلم کو طاقت نہیں کہ تحریر میں لائے۔ اور ایمان کو زیبا نہیں کہ ظاہر کرے ہاں اگر شیعہ صاحبان اجازت دیں تو مجبوراً ان کی کتابوں سے تحریر کردوں گا اور اسوقت صرف اتنا ہی تحریر کردینا کافی ہے کہ ایسے تنازعات آپس میں ہوا ہی کرتے ہیں اور صلح بھی ہوجایا کرتی ہے لہٰذا زبان درازی ان کے حق میں نہ کی جائے ۔اور جو اس نے یزید عنید کی نسبت چارہ جوئی کی وہ خلافت منہاج النبوۃ پر نہ تھی اسکی بنا محض بادشاہی کی بنا پر تھی خلافت حقہ جو امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ختم ہوچکی تھی۔ چنانچہ حدیث سفینہ سے ظاہر ہوتا ہے اور کتاب زبدۃ المصائب صفحہ ۲۳۶ شیعہ میں صاف لکھا ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فعل سے روک دیا تھا کہ تم ابن رسول ﷺ کو کسی طرح کی ایذا نہ دینا اور تو جانتا ہے کہ وہ خون اور نواسے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیں ذرا ہوش کرنا لیکن اس بدبخت موذی یزید عنید نے اپنے باپ کے کہنے کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ اور دنیا سے ہی ظالم طوق لعنتی کا گلے میں ڈال کر واصل جہنم ہوا اور گالی گلوچ دینا تو شیوہ اہل تشیع کا ہے اور ان روایات کے راوی سب مجروح ہیں اور اصول کافی شیعہ صفحہ ۴۸۴ سطر ۵ میں لکھا ہے کہ حضرت علی کو گالی دینے میں کچھ حرج نہیں "قال انکم ستدعون الی سبی فسبونی"
اور علاوہ اس کے مرزا احمد علی شیعہ لاہوری امرتسری مناظر نے بعدالت سنئیر سب جج صاحب دیوان سیتارام بی۔اے مورخہ 26.1.27 میں بیان دیا کہ اگر کوئی مسلمان حضرت علی کو گالی دے تو بھی کافر نہیں ہوتا ۱۲ اہاں اور اہل سنت کے نزدیک تو وہ شخص ملعون ہے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان ہے کہ جس نے حضرت علی کو گالی دیں لاریب اس نے مجھے گالی دیں اور حضرت علی کے ساتھ کوئی شخص عداوت نہیں رکھتا مگر منافق "قال قال رسول اللہ ﷺ من سب علیا فقد سبنی" رواہ احمد مشکوٰۃ اب شیعہ صاحبان انصاف سے فرمائیں کہ کون محب علی کے ہیں۔

شیوہ ظلم وستم سیکھو نہ ہرگز اے بتو   دیکھو دیکھو ہر کسی کا دل دکھانا منع ہے

حضرات خرقہ پوشانِ درویشی ہر چہار سلسلہ والوں کیلئے نصیحت:

حضرت اہل سنت وجماعت کو لازم ہے کہ تمام صحابہ کرام کے ساتھ ایمان رکھیں اور کسی پر بدظنی نہ کریں چونکہ صحابہ کرام تمام قطب اور اولیاء عظام سے شان ورتبہ میں اعلیٰ ترین ہیں چنانچہ ذیل کی حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے
"عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ ﷺ لا تسبوا اصحابی فلو ان احدکم انفق مثل احد ذھبا ما بلغ مد احدھم ولا نصیفہ"
(نقل از بخاری ومسلم ومشکوٰۃ باب مناقب الصحابہ)
فصل اول یعنی حضرت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آقائے نامدار ﷺ نے فرمایا کہ تم

مجھے اس خدا کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی تم میں خرچ کرے احد پہاڑ کے برابر سونا تو نہ پہنچے ان کو ایک مد(۱) کی ثواب کو اور نہ اس کے نصف کے برابر اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کے صحابی تھے جنہوں نے کئی مرتبہ اپنا مال جنگ وجدال وحضرت امام حسن وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیا چنانچہ کتب تاریخ ومکتوبات امام مجدد الف ثانی جلد اول صفحہ ۳۸ مکتوبات ۳۶ مطبوعہ نولکشور سے ظاہر ہوتا ہے (ع)۔

حدیث نمبر ۲: "عن جابر عن النبی ﷺ قال لا تمس النار مسلماً رانی او رای من رانی رواہ ترمذی ومشکوۃ "یعنی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ نبی ﷺ فرماتے ہیں نہ آگ لگے گی اس مسلمان کو جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسلمان ہونا مسلمہ امر ہے کہ امر اور بخاری مشکوۃ شریف مناقب اہل بیت میں فرمان نبی علیہ الصلوۃ والسلام اس پر بایں طور شاہد ہے۔

حدیث نمبر ۳: "عن ابی بکرۃ قال رسول اللہ ﷺ علی المنبر والحسن ابن علی علی جنبہ وھو یقبل علی الناس مرۃً وعلیہ اخری ویقول ان ابنی ھذا سید ولعلی اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین" رواہ بخاری پس اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ گروہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور گروہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں پکے سچے مسلمان تھے اور جوان کے درمیان پھوٹ ہوگئی تھی وہ امام حسن لخت جگر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ذریعہ سے جاتی رہی یعنی جب کہ امام صاحب نے خلافت منہاج السنۃ پوری کر کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی اور ان کو اپنا امیر بنالیا۔

حدیث نمبر ۴: "قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" نقل از مشکوۃ دلائل الشرائع کتاب مذہب شیعہ یعنی حضور علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تمام صحابی میرے مانند ستاروں کے ہیں جس کسی صحابی کے ساتھ پیروی کرو گے راہ پاؤ گے ہدایت کی اور ایک روایت میں ہے کہ اختلاف صحابیوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک رحمت خدا ہے اور تمام صحابی مثل ستارے آسمانوں کے ہیں اور ایک دوسرے پر از روئے نورانیت قوی تر ہوتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے کشتیاں چلتی ہیں اور بے راہوں کو راستے ملتے ہیں اور بعض ایسے ستارے ہوتے ہیں کہ اپنے آپ میں ہی مستغرق دلورد دیکھاتے ہیں۔

ا مد کہتے ہیں تقریباً گیارہ چھٹانک کے پیمانہ کو ۱۲۔

ع از عبداللہ بن مبارک سوال کرد ایھا افضل معاویۃ ام عمر بن عبدالعزیز قال الغبار الذی دخل الف فرس معاویۃ تبع رسول اللہ ﷺ خیر من عبد العزیز کذا مرۃ پس حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ یہی سبب نقشبندیہ خاندان کے سلسلہ کی فوقیت پر چسپاں فرماتے ہیں کہ ان کا اعتقاد تمام صحابہ کرام بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر بھی اس قدر پختہ ہے اور اتباع بھی ان کی شرع پر ایسا ہے جیسے اعتقاد ہے ۱۲۔

حدیث نمبر ۵: " قال رسول اللہ ﷺ اللہ اللہ فی اصحابی اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم عرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن اذا ھم فقد اذانی " نقل از مشکوٰۃ پس اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی صحابی کو نشانہ بنانا یا ان سے بغض رکھنا یا ان کو ایذا دینا خدا اور حبیب خدا ﷺ کو ایذا دینا ہے جو کہ سبب جہنمی ہونے کا ہے۔

حدیث نمبر ۶: " عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علیٰ شرکم " رواہ ترمذی و مشکوٰۃ یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جس وقت دیکھو تم ان لوگوں کو جو برا کہتے ہیں میرے اصحابوں کو پس کہو لعنت خدا کی تمہارے اس فعل بد پر اور غنیۃ شریف صفحہ ۱۷۹ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں حدیث حضرت انس سے مسطور ہے۔" وانہ یجی فی اخر الزمان قوم ینقصونھم الا فلا تواکلوھم الا فلا تشاربوھم الا فلا تناکحوھم الا فلا تصلو معھم الا فلا تصلو ا علیھم وعلیھم حلت اللعنۃ "

یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اصحابوں کو پسند فرمایا ہے کہ انہوں نے مجھے مدد دی ہے اور بعض ان میں سے میرے سسر ہیں عنقریب آخر زمانہ میں ایک قوم ان کے رتبہ کو گھٹائے گی خبردار تم ان کے ساتھ مت کھاؤ خبردار ان کے ساتھ مت پیو۔ خبردار مت ان کے ساتھ رشتہ لو اور خبردار تم ان کے ساتھ نماز پڑھو۔ خبردار مت ان پر جنازہ پڑھو۔ ان پر حلال ہے لعنت "فقال رسول اللہ ﷺ لا تسبوا اصحابی فمن سبھم فعلیہ لعنۃ " پس یہ فتویٰ تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت پیر صاحب کا ہے اور سفرنامہ مخدوم امام جلال الدین سید بخاری علیہ الرحمۃ کو صفحہ ۴ سے ملاحظہ فرما کر اپنے ایمان کو تازہ کریں اور آئندہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں زبان درازی در سوئے زنی سے اجتناب کریں اور حضرت سید ممدوح فرماتے ہیں کہ شہر فرنگیا میں ایک امام باڑہ تھا وہاں عاشورہ میں تمام مرد اور عورتیں جمع ہو کر امام حسن اور حسین کا شہید نامہ پڑھتے اور سنتے ہیں اور بہت کچھ مال خرچ کرتے ہیں اور ثواب ان کے روحوں کو بخشتے ہیں اور موذیوں کو لعنت کرتے ہیں اور اپنے آپ کو محب اہل بیت تصور کرتے ہیں اور جب انہوں نے حضرت امیر معاویہ کو گالی دیں تو میں نے کہا یہ مناسب نہیں کیونکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اصحابہ کرام سے ہیں وہ سن کر مجھ سے جھگڑ پڑے جنگ وجدال کی نوبت آ گئی اور ان میں ایک عالم فاضل تھا منصف مقرر ہوا منصف نے انہیں جھوٹا قرار دیا تمام اس ماجرے کے بعد انہوں نے توبہ کی اور میرے پاؤں پکڑے۔ تقدیر الٰہی ایسی تھی لقولہ تعالیٰ " وما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ " یعنی کوئی مصیبت بغیر حکم اللہ تعالیٰ کے نہیں پہنچتی وہ تو بدنام ہوئے اور مصداق " الا لعنۃ اللہ علی الظالمین " کے ٹھہرے اور ان مظلوموں کو شہادت کا درجہ مل گیا جو ان کے لئے کافی ہے۔ (خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ حال وارد وزیر آباد)

با سمہٖ سُبحانہٗ وتعالیٰ

سَیْفُ الْاَبْرَار

علی انف الاشرار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ خَلَقَ الْاِنْسَانَ وَعَلَّمَہُ الْبَیَانَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ عَلَّمَہٗ عُلُوْمَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الْعَالِمِیْنَ بِمَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَاَصْحَابِہِ الَّذِیْنَ اِخْتَارَھُمُ اللّٰہُ بِعُلُوْمٍ وَّفُنُوْنٍ اَمَّا بَعْدُ﴾

خادم شریعت ابوالمنظور محمد نظام الدین ملتانی قادری سروری از خلفائے حضرت سلطان العارفین سلطان باہو قدس سرہ برادران اہل اسلام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آج کل اخبار اہل حدیث وزمیندار ورسائل میں دیکھا جاتا ہے کہ ملک نجد اور اہل نجد اور محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے متبعین کی ثناخوانی اور اس کے ظلم کی بریت کے گیت گائے جاتے ہیں لہٰذا خادم شریعت نے برائے افادہ عوام الناس امر متنازعہ کو فرقہ غیر مقلدین کی کتب معتبرہ سے واضح کر دیا ہے کہ مذبذبین کو اعتبار آجائے "وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم"

﴿بیان حالات ملک نجد وفرقہ وہابیہ ومعنے وہابی﴾

"عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال النبی ﷺ اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالو یارسول اللہ وفی نجدنا اللھم بارک لنا فی شامنا اللھم بارک لنا فی یمننا قالوا یارسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھناک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان"

(رواہ البخاری نقل از مشکوۃ جلد ۳ باب ذکر الیمن فصل صفحہ ۳۰۰ مطبوعہ گلزار محمدی لاہور)

یعنی ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ آپ کی ذات بابرکات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے ملک شام ویمن کے لئے دو مرتبہ دعا برکت فرمائی اور جو لوگ حاضر مجلس اہل نجد تھے انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ ہمارے نجد کے لئے بھی دعا فرمائی جاوے۔ آپ نے تیسری بار کہا کہ اس ملک میں زلزلے اور فتنے اور سینگ شیطان کا ظاہر ہوگا پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ یہ پیشگوئی آپ کی پورے طور پر محمد بن عبدالوہاب کے زمانہ میں ظاہر ہوئی۔ چنانچہ مولوی صدیق حسن خان صاحب اپنی کتاب ترجمان وہابیہ کے صفحہ ۳۲ تا ۴۰ میں بایں طور تحریر فرماتے ہیں کہ نجد اس ملک کو جو متصل شام جانب شمال اور عراق سے جانب شمال اور عراق سے جانب مشرق اور حجاز سے جانب مغرب اور یمامہ سے جانب جنوب ہے اور محمد بن عبدالوہاب قبیلہ ساکن موضع درعیہ نجد میں تھا۔ یہ ایک بڑا امیر تھا۔ جب اس کا واسطہ ابن سعود کے ساتھ ہوا تو اس نے اپنی وہابیت کی بہت زور شور سے ملکوں میں دعوت دی اور عبدالوہاب کی دعوت وہابیت قبول کر لی۔ اور بہت شہر وہابی ہو گئے اور محمد بن عبدالوہاب نے

ابن مسعود کو وعدہ دیا کہ تو ضرور حاکم نجد ہو جائے گا۔ یہاں تک کہ وہ ابن مسعود ولایت نجد کا حاکم ہو گیا اور موضع درعیہ کو اس نے آباد کیا اور مساجد بنوائیں۔ اور محمد بن عبدالوہاب کی پاس خاطر بہت کیا کرتا تھا۔ اور وہابیت کو بڑے زور سے پھیلاتا تھا اور دین کے اختیارات محمد بن عبدالوہاب کو دیے تھے اور ابن مسعود نے ۱۷۹۰ء میں وفات پائی اور محمد بن عبدالوہاب اپنے باپ کے کہنے پر خوب وہابیت پھیلاتا رہا۔ غرضیکہ مولوی سید صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے کہ فرقہ وہابیہ نے مشہد امام حسین اور مشہد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر محاصرہ کر لیا اور لوٹ لیا اور خونریزی بیشمار کی اور امام حسین کی مزار کا سامان لوٹنے والوں پر مباح کیا اور کربلا میں خون کا بازار گرم کر دیا اور پھر وہابیہ فرقہ نے مکہ معظمہ پر چڑھائی کی اور زور شور سے خونریزی کی اور شرفاء مکہ کو قتل کر ڈالا اور کعبہ شریف کو برہنہ کر دیا اور لوگوں کو دعوت وہابیت پر مجبور کیا برابر تین ماہ تک مکہ شریف کا محاصرہ کیا آخرالامر لوگوں نے دعوت وہابیت قبول کر لی۔ اور اس اثنا میں مسعود وہابی کا باپ عبدالعزیز قتل کیا گیا اور پھر جدہ شریف پر بھی وہابیوں نے بہت کچھ ناجائز حرکتیں کیں اور پھر مدینہ منورہ کی طرف وہابیوں نے چڑھائی کی اور مزار مقدس نبی علیہ الرحمۃ والسلام کو برہنہ کر دیا اور اسی طرح ابا بکر صدیق و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے مزارات در پیش آئے رقبہ مزار نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابن عبدالعزیز وہابی نے ڈھانے کا قصد کیا مگر اس امر کا مرتکب نہ ہو سکا۔ اور ساٹھ اونٹ خزانے کے لوٹ مار کر کے مدینہ منورہ سے اپنے ملک نجد درعیہ میں روانہ کر دیئے اور حج کعبۃ اللہ کا سوائے وہابیوں کے سب کو بند کر دیا گیا۔ اور طرح طرح کی دغابازیوں و فریبوں سے انہوں نے کام لئے اور اپنی حکومت وہابیت پر زور دیا پھر مولوی صاحب اپنی بریت ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانان ہند میں کوئی مسلمان وہابی نہیں ہے اس لئے جو کاروائی ان لوگوں نے ملک عرب میں عموماً اور مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ میں خصوصاً کی اور جو تکلیف ان کے ہاتھوں سے ساکنان حجاز سے و حرمین شریفین کو پہونچی وہ معاملہ کسی مسلمان ہندو غیر نے ساتھ اہل مکہ و مدینہ کے نہیں کیا اور اس طرح کی جرات کسی شخص سے نہیں ہو سکتی اور یہ بھی معلوم ہوا کہ فتنہ وہابیوں کا ۱۸۱۸ء میں بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ ملخصاً نقل از ترجمان وہابیہ مطبوعہ محمدی لاہور ۱۳۱۲ء ۳۲ تا ۳۴ تصنیف مولوی محمد صدیق حسن خان غیر مقلد اور علاوہ اس کے کتاب عجالہ بردو سالہ کے ضمیمہ صفحہ ۲۷ بایں طور مسطور ہے۔

وہابی کے کیا معنی ہیں:

مولوی محمد حیدراللہ خان صاحب درانی المجد دی نقشبندی اپنی کتاب درۃ الدرانی میں لکھتے ہیں مورخ بلطرون جغرافیہ عمومیہ مطبوعہ مصر کی تیسری جلد معربہ رفاہ بگ ناظر مدرسۃ الالسن میں لکھتا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب کے متعلق تمام عرب میں اور علی الخصوص یمن میں یہ قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص غریب الحال سلیمان نامی جو چرواہا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ آگ کا ایک شعلہ اس کے بدن سے ظاہر ہو کر زمین میں پھیل گیا اور جو اس کے سامنے آتا ہے اس کو جلا دیتا ہے یہ خواب اس نے

معبرین کے سامنے بیان کیا جو ایسے خوابوں کی تعبیر جانتے تھے انہوں نے اس خواب کی تعبیر دی کہ اسکا ایک لڑکا پیدا ہوگا جو بڑی طاقت اور دولت پاوے گا آخر کار اس خواب کا تحقق سلیمان کے پوتے محمد بن عبدالوہاب کے وجود سے ہو گیا جو ۱۱۱۱ھ میں متولد ہوا اور بعد از ہزار خرابی ۱۲۱۷ھ میں فوت ہو گیا یعنی اس نے چھیانوے سال کی عمر پائی۔ اور ابتداء اس نے شیخ محمد سلیمان کردی شافعی اور شیخ محمد حیات سندھی حنفی رحمۃ اللہ علیہما سے علم حاصل کیا لیکن یہ ہر دو بزرگ اپنے نور فراست سے کہا کرتے تھے کہ یہ (محمد بن عبدالوہاب) ملحد ہوگا اور بظاہر اس کا شغل بھی اسی قسم کا تھا کہ اکثر مسیلمہ کذاب اور اسود عنسی اور طلیحہ اسدی وغیرہ کے حالات کا مطالعہ کیا کرتا تھا جنہوں نے اس کے قبل نبوت کا دعویٰ کیا اور قدرت خدا کی ہے کہ اس کو پورے طور دینے کی قدرت نہ دی جبکہ ۱۱۴۳ھ میں اس نے علماء مدینہ طیبہ سے مقابلہ کرنا چاہا بلطروں لکھتا ہے کہ یہ شخص بوجہ اپنے دادا کے خواب کے لوگوں کی نظروں میں محترم رہا اور اپنے عقائد کے ظاہر کرنے سے اول اس نے اپنے کو قریش اور نبی ﷺ کی نسل سے ہونا ظاہر کیا اور کہا کہ اس کا نام بھی رسول اللہ ﷺ کے اسم مبارک کی مثل محمد ہے گویا آنحضرت کے ہمنام ہونے کا شرف رکھتا ہے پھر اس نے چند اصولی عقائد مرتب کئے کہ فقط قرآن کریم کی اتباع واجب ہے نہ ان فروعات کی جو اس سے مستنبط ہیں اور محمد اگرچہ اللہ کا رسول اور دوست ہے لیکن ان کی مدح اور تعظیم کرنا لائق نہیں کیونکہ مدح اور تعظیم صرف خدائے قدیم کے لئے شایاں ہے لہٰذا کسی غیر کی مدح اور تعظیم بھی قبیل شرک ہے اور چونکہ لوگوں کا ایسا شرک کرنا اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آیا لہٰذا اس نے مجھے اپنی طرف سے بھیجا ہے تاکہ میں ان کو سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کروں پس جو کوئی مجھے قبول کرلے گا وہ دوستوں سے ہے اور جو کوئی میرا حکم نہ مانے گا وہ عذاب کا مستحق ہے اور اسکا قتل بلاشبہ واجب ہے۔

پھر مورخ بلطروں لکھتا ہے کہ یہ عقیدہ محمد بن عبدالوہاب نے پہلے پہل پوشیدہ ظاہر کیا اور چند لوگ اس کے مقلد ہوگئے اور پھر ملک شام کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہاں اس سے کچھ بن نہ آئی۔ اور آخر کار تیس برس کے بعد بلاد عرب کی طرف واپس آیا اور مدینہ منورہ میں ۱۱۴۳ھ میں گیا لیکن وہاں کے علماء نے اس کی خوب خبر لی بالآخر ۱۱۵۰ھ میں نجد کے اطراف میں بدوی لوگوں میں اسکا فسوں اثر کر گیا۔ اور اسی اثناء میں ایک شخص ابن مسعود مسمّٰی بہ اسم محمد جو قبیلہ نجد کا ایک مشہور پیر زادہ تھا اور جس کے عرب کے کئی قبائل اس کے خاندانی مرید اور مطیع تھے اس نے اپنی ایک مخفی آرزو کے لالچ سے کہ اس کی حکومت ملوکانہ بصورت ریاست کی طرح سے بڑھے اور اس نے اس مشہور خواب کے لحاظ سے کہ غالباً محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان کا جادو چل جائے گا اور اس کے مذہب کی تائید سے اسکا دلی ارادہ پورا ہو نکلے گا اس نے محمد بن عبدالوہاب کا مذہب قبول کیا اور اس کے سارے مرید آبائی بھی اس کے ساتھ ہو لئے اور اس نے مذہب وہابیہ کو اسقدر تقویت دی کہ اطراف و اکناف کے اعراب اور بدوی سب کے سب اس کے مطیع ہوگئے حتی کہ ایک ریاست کی صورت نمایاں ہوگئی۔ اور محمد بن عبدالوہاب ان کا امام قرار پایا اور ابن مسعود اس کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا اور مدینہ اور رعیہ انہوں نے اپنا دار السلطنت معین

کیا۔ اور رفتہ رفتہ ایک لاکھ بیس ہزار کی فوج باقاعدہ مقرر کر کے اپنے ملک ودولت کی توسیع میں ساعی ہوا۔ مگر حیات نے وفا نہ کی اور وہ اپنے ارادوں میں کامیاب نہ ہوا حتی کہ ابن مسعود کا بیٹا عبدالعزیز اسکا جانشین ہوا کہ شجاعت اور ہمت میں اپنے باپ سے بڑھ کر نکلا اور محمد بن عبدالوہاب کے اعتقاد اور قواعد کے مطابق دعوت دین وہابیہ بزور شمشیر شروع کر دی پس جب کہ عرب کے کسی قبیلہ کو اپنا مطیع بنانا چاہتا تو اولاً کسی ایک کو اس کی تفہیم کے لئے بھیجتا تا کہ وہ اس کے اعتقاد کے مطابق تحریم وتاویل قرآن کو مانے پس اگر وہ اسکا اعتقاد قبول کر لیتا تو اس کو امن دے دیتا ورنہ اس کی بیخ وبنیاد اکھیڑ کر اسکے تمام اموال ومویشی غارت کر لیتا لیکن بچوں اور عورتوں کا تعرض نہ کرتا تھا اور مطیع قبیلوں سے ہر قسم کے اموال اور نقود میں سے عُشر لیتا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ وہابیہ کی طاقت، بحر احمر اور، بحر فارس اور حلب اور دمشق اور بغداد کے اطراف تک پھیل گئی حتی کہ عبدالعزیز ابن مسعود کے مرنے کے بعد تاریخ ۸ محرم ۱۲۱۸ مسعود ابن عبدالعزیز لشکر کثیر کے ساتھ کعبۃ اللہ پر حملہ آور ہوا اور خاص خانہ کعبۃ اللہ میں خون ریزی کی جس کی شان بقول قرآن ہے ﴿وَمَنْ دَخَلَه' كَانَ اٰمِناً﴾ لیکن اس نے آمن کو غیر آمن بنا دیا اور حدود حرم جس میں جنگلی بھیڑیا بھی قدرتی ادب کے لحاظ سے ہرن کا تعاقب بمجرد داخل ہونے کے چھوڑ دیتا ہے اس وہابی بھیڑیے کے پنجہ سے حرم حل ہو گیا اور چاروں مصلے جلا دیئے گئے اور قبے گرا دیئے گئے اور ان میں بول وبراز کر کے تحقیر کی گئی اور اسی محرم کے پہلے ہفتہ میں اس نے ایک رسالہ ابن عبدالوہاب کا اہل مکہ کی طرف بطور حجت ودعوت بھیجا جس کی اصل عبارت کا ایک جملہ نقل کیا جاتا ہے تا کہ اس کے دیکھنے سے مشتے نمونہ از خروارے عبرت کا باعث ہو چنانچہ لکھا کہ

"فَمَنِ اعْتَقَدَ اَنَّه' اِذَا ذُكِرَ اسْمُ نَبِیٌّ فَيَطْلَعُ هُوَ عَلَيْهِ صَارَ مُشْرِكًا وَهٰذَا الْاِعْتِقَادُ شرک سواء كان مع نبی اوولی او ملک اوجنی اوصنمٍ اووثنٍ سواء کان یعتقد حصوله بذاته او باعلام الله تعالیٰ بای طریق کان یصیر مشرکاً ومن اعتقد النبی وغیره ولیه وشفیعه فهو وابوجهل فی الشرک سواء اما السابقون فاللات والسواع والعزّٰی ومااللاحقون محمد وعلی وعبدالقادر ومن لم یفعل فی حاجته یاالله وقال یامحمد وان اعتقد عبداغیر متصرف فی الکل صار مشرکاً وکفاک قدوة فی ذلک شیخناتقی الدین بن تیمیه وقد ثبت ان السفوالی قبر محمد ومشاهده ومساجده واثاره وقبرای نبی اوولی وسائر الاوثان شرک اکبر"

ترجمہ: "یعنی جو کوئی اعتقاد کرے کہ نبی کا نام لینے سے نبی اس پر مطلع ہو جاتا ہے تو وہ مشرک ہو جاتا ہے پھر خواہ یہ اعتقاد کرے کہ اسکا علم اس نبی وغیرہ کو بذاتہ حاصل ہوتا ہے یا اللہ تعالیٰ کے اعلام سے الغرض جس طریق سے یہ اعتقاد ہو اس سے مشرک ہو جاتا ہے اور جو کوئی نبی وغیرہ کو اپنا ولی اور شفیع ہونا اعتقاد کرتا ہے، تو وہ اور ابو جہل دونوں شرک میں برابر ہیں پہلے بت لات اور سواع اور عزیٰ تھے لیکن پچھلے بت محمد اور علی اور عبدالقادر ہیں جو شخص اپنی حاجت کے وقت یا اللہ نہیں کہتا اور یا محمد کہتا ہے اور اگر چہ اس کو ایک بندہ عاجز سب باتوں میں اعتقاد کرتا ہے تو بھی مشرک ہو جاتا ہے اور تجھے اس باب میں ہمارا شیخ تقی الدین ابن تیمیہ بس ہے اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد کی قبر اور مشاہد اور مساجد اور آثار کی طرف سفر کر کے جانا شرک اکبر ہے"

پس مکہ کو غارت کر کے اس نے ۱۸۰۴ میں مدینہ پر چڑھائی کی اور ایسا تاراج کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے حجرہ مبارک کو توڑ کر خزائن بیشمار لے گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ساٹھ اونٹوں پر لاد کر لے گیا چنانچہ عبداللہ بن مسعود بن عبدالعزیز نے جب کہ وہ محمد علی پاشا خدیو مصر کے سامنے گرفتار کر کے لایا گیا تو اس کے پاس سے ایک صندوق ملا جس میں سے تین سولولوئے آبدار کلاں اور کئی دانے زمرد کلاں کے نکلے اور اقرار کیا کہ یہ صندوق بھی حجرہ نبویہ میں سے اس کے والد مسعود نے نکالا تھا پس مسعود نے فقط اسی پر اکتفانہ کی بلکہ مولد نبی ﷺ کے ساتھ ابوبکر صدیق اور علی بن ابی طالب اور خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے قبے بھی گرادیئے اس خیال سے کہ یہ بھی اصنام ہیں اور روضہ رسول کریم کے گنبد پر چڑھ کر جب گرانے لگا تو عجب قدرت حق ظاہر ہوئی کہ سارے وھابی سرنگوں گر کر مرے اور اسی اثنا میں آگ کا ایک شعلہ ایسا نکلا جس نے بہتوں کو جلایا اور اسی طرح ایک اژدہا حضرت موسیٰ کے اژدہا کی طرح نکلا جس نے قوم فرعون کی طرح افواج وہابیہ کا تعاقب کیا اور اتنے میں سلطان معظم محمد علی پاشا خدیو مصر مقرر ہوا اور اسکا بیٹا طوسون جس کے ساتھ سید احمد طحطاوی محشی درمختار بھی مصر میں آئے بحکم والد خود ایک لشکر عظیم کے ساتھ مدینہ منورہ کے دروازہ پر وہابیہ کی بیخکنی کے لئے آپہنچا اس وقت عثمان مضائقی سپہ سالار وہابیہ نے مدینہ کے دروازے بند کر لئے لیکن طوسون نے زمین کے نیچے سے سرنگ لگائی اور اتفاق سے ایک حصہ دیوار کا گر گیا۔ اور طوسون نے اندر گھس کر نجدیوں پر قیامت برپا کردی اور مقید وہابیوں کے کان کتر دیے گئے اور مدینہ منورہ ۱۲۲۷ میں وہابیوں کے وجود سے پاک ہو گیا اور ۱۲۲۸ میں عثمان مضائقی بھی گرفتار ہو کر قسطنطنیہ میں قتل کیا گیا لیکن ۱۲۲۹ میں مسعود کے فوت ہونے کے ساتھ ہی اسکا بیٹا عبداللہ بن مسعود اسکا جانشین ہوا اور آخر کار وہ بھی حروب کثیر کے بعد محمد علی پاشا خدیو مصر کے دوسرے فرزند ابراہیم پاشا کے ہاتھوں ذیقعدہ ۱۲۳۳ھ میں مدینہ درعیہ پایہ تخت وہابیاں فتح ہو کر گرفتار ہو گیا اور بتاریخ ۲۹ محرم ۱۲۳۱ قسطنطنیہ میں باب ہمایوں پر قتل کیا گیا اور وہابیوں کی قوت اور دولت کا خاتمہ ہوا اور اس فرقہ کے لوگوں کو پوری پوری سزائیں بطور تعزیر دی گئیں یعنی مقید کیے گئے اور کان کتر دیئے گئے اور امن وامان قائم ہوا اور پھر از سرنو مکہ اور مدینہ میں چاروں مذہبوں کے مصلے قائم ہوئے اور ملک عرب اس ناپاک فرقہ سے پاک ہو گیا۔ وہابی نامہ میں ہے کہ عرب میں اس فرقہ کی اتنی طویل میعاد ہونے کا باعث یہی ہے کہ ابتداء غفلت رہی اور مکہ اور مصر کے پاشا جلد فوت ہوتے رہے اور ان کے تغیر وتبدل سے انتظام ٹھیک نہ ہوا اور یہ فرقہ زور پکڑتا گیا۔

مگر خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس فرقہ کا داعیہ ہندو پنجاب میں منتقل ہو گیا۔ گویا خدا کے غضب نے ایک ملک میں ظہور کیا چنانچہ پنجاب میں اس مذہب کی اشاعت مولوی عبداللہ غزنوی کے وجود سے ہوئی جو اسی مذہب کی بدولت غزنی سے بہت رسوائی کے ساتھ نکالا گیا اور اولاً بصورت درویشاں حضرت کوٹھ والے ایک بزرگ نقشبندی کی صحبت میں رہا مگر آخر کار وہاں سے بھی اسے نکلنا پڑا اور حضرت اخوند صاحب کے فتووں اور مریدوں سے ڈر کر امرتسر میں جا گزیں ہوا اور

ہدایت کا منبع ہو دیا۔ غالباً اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو قادیانی صاحب نے ازالۃ الاوہام کے صفحہ ۳۱۸ میں اپنی الہامی تحریر کے اثبات میں کیا کہ مولوی عبداللہ غزنوی کو ایک دفعہ الہام ہوا کہ ﴿رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّاَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ﴾ اور اس سے مراد اس کے معنے نہ تھے بلکہ یہ مراد تھی کہ مولوی صاحب کوہستان ریاست قابل سے پنجاب کے ملک میں بزیر سلطنت برطانیہ آئیں گے اور یہی مولوی غزنوی ہیں جن کا ایک کشفی قول قادیانی صاحب نے اپنے دعویٰ کی صداقت کیلئے ازالۃ الاوہام کی جلد ثانی میں نقل کیا ہے پس پنجاب میں اس وقت تک جس قدر وہابی مولوی ہیں وہ سب اسی غزنوی مولوی کے متبع اور مقلد ہیں اور ہم کو ان کے فروعی اعتقادات اس موقع پر نقل کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ اس قدر مشہور اور معروف ہیں کہ عورتیں اور بچے بھی اس سے ناواقف نہیں اور خدا ہم کو اور ہمارے دوستوں کو ان کے شر سے بچاوے اور صلح اور خیر کے خفی راستے پر قائم رکھے آمین رب العلمین علاوہ ان دلائل کے آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی بنسبت اس فرقہ جدیدہ غیر مقلدین مفسدین بایں طور بروایات متفرقہ باختلاف الفاظ کتب احادیث[ع] میں مسطور ہے کہ آخر زمانہ میں ایسے لوگ آئیں گے کہ وہ قرآن مجید وحدیث شریف پڑھیں گے لیکن قرآن انکے گلے سے نیچے نہیں اترے گا۔ اور زبانیں ان کی شکر سے زیادہ شیریں ہوں گی بدوں حدیث کے بات نہ کریں گے اور تم کو گمراہ کریں گے اور جس راستہ پر تم ہو گی اس سے تم کو بدلا ڈالیں گے اور نمازیں بہت لمبی کر کے پڑھیں گے تم لوگ بنسبت ان کی نمازوں کے اپنی نمازوں کو ناقص سمجھا کروں گے اور وہ تم کو ایسی حدیثیں سنائیں گے کہ کبھی تمہارے آباؤ اجداد نے نہ سنی ہوں گی لہٰذا تم ان کو دشمن دین تصور کرنا اور ان کے ساتھ موافقت و مواکلت نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ کہیں تم کو گمراہ کر دیں پس یہ وہی لوگ ہیں اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

(نقل از بخاری باب الخوارج قس)

مختصر فہرست عقائد و مسائل فرقہ غیر مقلدین:

عقیدہ نمبر ۱: حق تعالیٰ کو جہت و مکان سے خالی سمجھنا بدعت و گمراہی ہے ایضاح الحق صفحہ ۳۵، ۳۶ مطبوعہ صدیقی۔

عقیدہ نمبر ۲: خدائے تعالیٰ کے صفات حادث ہیں کتاب اقامۃ البرہان عبدالاحد خانپوری صفحہ ۸۳۔

عقیدہ نمبر ۳: خدائے تعالیٰ عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہیں کرسی چر چر کرتی ہے قرآن مجید مترجم وحید الزمان حاشیہ آیت الکرسی و رسالہ استواء علی العرش صدیق حسن خان ۱۲۔

عقیدہ نمبر ۴: تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم نہیں یعنی ان سے بھول چوک ہوتی رہی ہے رد تقلید بکتاب المجید صدیق حسن خان مطبوعہ احمدی لاہور صفحہ ا سطر ۲۔

عقیدہ نمبر ۵: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روضہ طیبہ جہل عظیم اور بدعت ہے کتاب تطہیر الاعتقاد مصری قلت ہذا جہل عظیم

ع نقل از بخاری باب الخروج الفتن ۱۲۔

حقیقۃ الحال فان ہذا البقیۃ لیس بناوہامنہ۔

عقیدہ نمبر ۶ : آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا روضہ طیبہ گرا دینے کے لائق ہے چنانچہ کتاب ہلاک الوہابئین صفحہ بحوالہ کتاب فصل الخطاب علامہ احمد بن علی بصری و کتاب ترجمان وہابیہ صفحہ ۳۶ از تصنیف نواب سید صدیق حسن خان محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ یہ ہے "لو اقدر علی حجرۃ الرسول لهدمتها" یعنی اگر میں طاقت پاؤں تو آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ کو توڑ ڈالوں۔

عقیدہ نمبر ۷ : چار مصلے بدعت ہیں ظفر المبین وسبیل الرشاد رشید احمد گنگوہی۔

عقیدہ نمبر ۸ : فقہا مقلد اور کتب فقہ تمام فریبوں اور مکروں اور دغابازیوں کے سرچشمہ ہیں اور مقلد لوگ جاہل اور فسادی اور وہ لوگ جو اپنے آپ کو کسی مذہب کا مقلد کہلاتے ہیں کتاب ترجمان وہابیہ صفحہ ۴۴ تصنیف نواب سیدی صدیق حسن خاں غیر مقلد۔

عقیدہ نمبر ۹ : صرف اللہ اللہ کہنا اور یہ ذکر کرنا بہت برا ہے کتاب تطہیر الاعتقاد صفحہ ۳۶ مطبوعہ فاروقی۔

عقیدہ نمبر ۱۰ : نبی اور ولی وغیرہ کی قبروں کے پاس تعظیماً کھڑا ہونا اور ان سے توسل پکڑنا اور ان کو بوقت مصیبت پکارنا اور ان کی قبروں کو بوسہ دینا اور ان پر غلاف چڑھانا یہ سب امور شرک وکفر ہیں اور ان کے مزار سب بت ہیں کتاب تطہیر الاعتقاد تصنیف محمد بن اسمٰعیل امیر صنعانی صفحہ ۹، ۱۰، ۱۱ اور کتاب ہدایہ طیبہ صفحہ ۴۴، ۴۵، ۴۶ از تصنیف قاضی غلام احمد کوٹ قاضی محمد جان۔

عقیدہ نمبر ۱۱ : انبیاء واولیاء عظام کے مزاروں پر قبہ بنانا اور ان پر کچھ لکھنا یا چراغ جلانا یہ سب ذریعہ شرک والحاد سبب لعنت کا ہے تطہیر الاعتقاد مصری ۳۴ "فان هذه القباب والمشاهد التى صارت اعظم ذريعة الى شرك والحاد"

عقیدہ نمبر ۱۲ : جو شخص بزرگاں کے مزار سے امداد طلب کرے اس کو قتل کرنا چاہیے کتاب ایضا صفحہ ۲۰ مطبوعہ فاروقی

عقیدہ نمبر ۱۳ : بزرگان خدا ومحبوبان لایزال کے مزاروں کی طرف سفر کر کے زیارت کرنا اور نذریں دینا اور ان کی مزار کے چوگرد ے پھرنا اور ان کو پکارنا یہ سب شرک وبدعت وکفر یہ سب قسم بتوں کی طرح ہیں از کتاب تطہیر الاعتقاد صفحہ ۲۲ مطبوعہ فاروقی۔

عقیدہ نمبر ۱۴ : آنحضور علیہ السلام کے روضہ مبارک پر کھڑے ہو کر کسی طرح کی حاجت طلب کرنا حرام ہے کیونکہ یہ قسم اوثان کے ہے مجموعہ شرح ابن تیمیہ صفحہ ۱۰۶

"هذا من جنس دين النصارى ولم تكن الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم والتابعين يقصدون الدعاء عند قبر

"نبی ولا غیرہ بل کرہ الائمۃ وقوف الانسان علی قبر النبی ﷺ والدعاء وقالو ھذا بدعۃ"

اور اسی صفحہ میں لکھا ہے۔

"ولم یکونوا یقصدون الدعاء عند قبر النبی ولا صالح ولا الصلوۃ عندہ ولا طلب الحوائج منہ فلما مات النبی ﷺ لم یکونوا یدعونہ ولا یستغیثون بہ ولا یطلبون منہ شیئا عندہ قبرہ ولا بعید من قبرہ وھکذا یتوسل علیہ بالشیوخ وھذا کلام اھل الشرک والضلال صفحہ ۲،۲۴"

اور امام شوکانی نے الدر النضید میں لکھا ہے۔

"تعظیم القبور وخطاب الموتی بالحوائج کفر والمتوسل نبی وعنہ الانبیاء اوعالم من العلماء وھو یعتقد ان لمن توسل بہ مشارکۃ جل جلالہ فی امریوم الدین ومن اعتقد ھذا العبد من العباد سواء کان نبیا اوغیرنبی وھو فی ضلال مبین ومن ھذا یعنی الکفر العملی من یدعو الاولیاء وھتف بھم عند الشدائد ویطوف بقبورھم ویقبل جدرانھا وینذرلھا بشئی من مالہ فانہ کفر"

دیکھو الدر النضید شوکانی صفحہ ۷۶،۱۰،۵۰

"ومن فعل ذلک مخلوق من حی اومیت سواء کان ملکاً او نبیاً اوولیاً صار مشرکاً وان اخبر باللہ وعد"

دیکھو کتاب تطہیر الاعتقاد صفحہ ۱۱ مطبوعہ فاروقی دہلی ناظرین یہ سب کتابیں میرے پاس موجود ہیں۔

عقیدہ نمبر ۱۵: اللہ کے سوا کسی سے مدد نہ مانگو اس میں بت اور اولیاء اور انبیاء بھی آ گئے اور پیغمبر کو تو اپنی جان کا بھی کچھ اختیار نہیں اولیاء انبیاء اور ہم لوگ عاجز اور بے اختیار ہونے میں سب خدا کے آگے برابر ہیں صرف فرق رتبہ کا ہے مثل ادنیٰ سپاہی اور سالدار بادشاہ کے آگے دیکھو صفحہ ۱۰ نصیحت المسلمین خرم علی وہابی گلابی۔

عقیدہ نمبر ۱۶: خداوند کریم آسمان وزمین بنانے سے پہلے ہوا کے درمیان رہتا تھا فتاوی محمدیہ صفحہ ۲ ترجمہ دریہ۔

عقیدہ نمبر ۱۷: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش لفظ سگ سے نکلتی ہے اور وفات از بوئے کم جہان پاک الجرح علی ابی حنیفہ صفحہ ۳۰ موجود ہے۔

عقیدہ نمبر ۱۸: امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ وشاگرد وخود آپ نعوذ باللہ زندیق وجہمیہ ومرجیہ وکم حلم وکم فہم تھے الجرح علی ابی حنیفہ صفحہ ۱۱۱ از تالیف ابو القاسم بناری۔

عقیدہ نمبر ۱۹: نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی تعظیم بڑے بھائی کے برابر کرنی چاہیے۔ کتاب تقویۃ الایمان مطبوعہ افتخار دہلی مولفہ مولوی اسمعیل۔

عقیدہ نمبر ۲۰: نبی علیہ الصلوۃ والسلام مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں کتاب تقویۃ الایمان۔

عقیدہ نمبر ۲۱: ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کے شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴ سطر ۱۵ مطبوعہ افتخار دہلی۔

عقیدہ نمبر ۲۲ : نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ کے لئے سفر کرنا شرک اکبر ہے دیکھو کتاب التوحید "ان السفر الی قبر محمد ومشاهده ومساجده والاثاره وقبر نبی وولی وسائر الا وثان وغیر ها شرک اکبر" سیف الجبار ۱۴۱ آنحضور کے مقبرہ کے لئے اور مشاہد اور مساجد اور آثار کے لئے یا کسی اور نبی وولی کی مزاروں کی طرف یہ سب بت ہیں اور یہ سب کام شرک اکبر ہیں۔

عقیدہ نمبر ۲۳ : نبوت کا سلسلہ ہر طرح سے ختم نہیں ہوچکا صراط مستقیم مترجم صفحہ ۳۹ اور اولیاء اور انبیاء میں فرق چھوٹے اور بڑے بھائی کا ہے۔

عقیدہ نمبر ۲۴ : نبی علیہ السلام کا نماز میں خیال آنا بیل اور گدھے اور کنجری کے زناہ سے بھی ظلم اور بدتر ہے نعوذ باللہ دیکھو صراط مستقیم مترجم صفحہ ۹۳ سطر ۳ اور فارسی مولوی اسمٰعیل قتیل ۱۲۔

عقیدہ نمبر ۲۵ : میری لاٹھی حضرت محمد صلعم سے بہتر ہے مقولہ محمد بن عبدالوہاب "عصا هذه خير من محمد لانها ينتفع بها في قتل الحية ونحوها ومحمد قد مات ولم يبق فيه نفع اهلاً"

ترجمہ) یعنی وہابیوں کا پیر بکتا ہے کہ میری لاٹھی محمد ﷺ سے بہتر ہے کیونکہ اس سے سانپ وغیرہ مار کر نفع لیا جاتا ہے اور محمد ﷺ میں اب باقی کوئی نفع نہیں رہا۔ بحوالہ کتاب اوضح البراہین صفحہ ۱۰ وفیوضات سید احمد مکی مہاجر۔

عقیدہ نمبر ۲۶ : انبیاء واولیاء نکارے اور اس کے روبرو ناچیز سے بھی کمتر ہیں صفحہ ۲۹ سطر ۱۸ وصفحہ ۵۵ سطر ۱۸ تقویۃ الایمان مطبوعہ افتخار دہلی۔

عقیدہ نمبر ۲۷ : انبیاء واولیاء کچھ قدرت نہیں رکھتے اور نہ ہی وہ سنتے ہیں تقویۃ الایمان صفحہ ۲۹،۲۳ افتخار دہلی۔

عقیدہ نمبر ۲۸ : نبی علیہ السلام کی نظیر اور نبی پیدا ہونا ممکن ہے صفحہ ۳۱،۳۳۔

عقیدہ نمبر ۲۹ : اجماع امت جس کی سند ہم کو معلوم نہ ہو حجت شرعی نہیں معیار الحق صفحہ ۱۳۶ مطبوعہ رحمانی دہلی۔

عقیدہ نمبر ۳۰ : چار مذہب وخاندان قادریہ نقشبندیہ وچشتیہ وسہروردیہ کافر اور مشرک اور بدعتی ہیں دیکھو کتاب تحقیق الکلام غلام علی قصوری وظفر المبین واعتصام السنہ صفحہ ۳۳ وظفر البدعت۔

عقیدہ نمبر ۳۱ : کتب فقہ متداولہ پڑھنے سے آدمی کافر ہو جاتا ہے ان کو جلا دینا چاہیے اور پلیدی سے اور خرافات سے بھری ہوئی ہیں دیکھو بوئے غسلین صفحہ ۸،۷ عبدالجلیل سامروی وبوئے سرگین وزیور بہشتی غلام یاسین۔

عقیدہ نمبر ۳۲ : اصحاب رسول اللہ ﷺ فاسق بھی تھے۔ نزل الابرار جلد ۳ صفحہ ۹۴ "ان من الصحابة هو فاسق"

عقیدہ نمبر ۳۳ : تقلید شخصی شرک وبدعت ولید سے بدتر ہے معیار التقلید وبدیع الزمان ومختلف اخبار اہل حدیث کے پرچہ ولوامع الانوار۔

عقیدہ نمبر ۳۴ : قول صحابی حجت نہیں اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۳ اگست ۱۹۱۷ء مرزا قادیانی کافر نہیں دجال ہے دعویٰ اسکا جھوٹا ہے پرچہ اخبار اہل حدیث ۱۷ اگست ۱۹۰۷ء۔

بیان مسائل فرقہ غیر مقلدین المعروف فرقہ وہابیہ

مسئلہ نمبر ۱: منی مرد و عورت کی پاک ہے اور ایک قول میں اس کا کھانا بھی درست ہے دیکھو کتاب فقہ محمدیہ کلاں صفحہ ۴۰،۴۱ سطر ۱۴ عرف الجادی صفحہ ۱۰ و کنز الحقائق صفحہ المنی طاہر و منی ہر چند پاک است لیکن مذہب حنفیہ احناف میں کسی قول میں نہیں لکھا کہ منی پاک ہے یہ ثناء اللہ وگرجا کھی کی ڈبل غلطی ہے اگر کسی کتاب معتبر حنفی سے یہ دکھادیں کہ امام صاحب کے مذہب میں منی پاک ہے تو ایک آنہ انعام لیں۔

مسئلہ نمبر ۲: رطوبت شرمگاہ عورت کی صحیح قول میں پاک ہے فقہ محمدیہ کلاں صفحہ ۴۱ سطر ۲۲ کنز الحقائق وحید الزمان صفحہ ۱۶ "رطوبت الفرج والخمر وبول الحیوانات لانجس عندنا" یعنی رطوبت فرج عورت اور شراب اور بول مطلق حیوانوں کے پاک ہیں۔ ہکذا فی عرف الجادی۔

مسئلہ نمبر ۳: بول و گوبر کتے کا مذہب اہل حدیث میں پاک ہے نزول الابرار جلد اول صفحہ ۵۰" وکذالک فی بول الکلب خرہ والحق انہ لادلیل علیہ النجاسۃ" نقل از اخبار الفقیہ ۲۸ نومبر ۱۹۲۴ء۔

مسئلہ نمبر ۴: بلی اور گدھے وغیرہ کا جوٹھا پاک ہے اور وضو بھی درست ہے فقہ محمدیہ کلاں صفحہ ۲۳،۲۴۔

مسئلہ نمبر ۵: کتے اور خنزیر کا چمڑا ظاہر باہر رنگنے سے پاک ہوجاتا ہے فقہ محمدیہ کلاں صفحہ ۳۶۔

مسئلہ نمبر ۶: خون حیض کا کھرچنے اور دھونے سے اور نشان اگر اسکا باقی رہے تو کوئی حرج نہیں صفحہ ۸۶ طریقہ محمدیہ کلاں۔

مسئلہ نمبر ۷: دس عورتوں کو ایک نکاح میں رکھنا ایک مرد کو درست ہے حضور علیہ السلام کے لئے کوئی تخصیص نہیں۔ عرف الجادی صفحہ ۱۱۵۔

مسئلہ نمبر ۸: جوتا پہن کر مسجد میں نماز پڑھنا آدمی کو درست ہے طریقہ محمدیہ کلاں۔

مسئلہ نمبر ۹: اگر اہل کتاب کے ماسوا اور کوئی کافر جانور کو بسم اللہ کہہ کر ذبح کرے تو اسکا کھانا درست ہے عرف الجادی صفحہ ۱۱ و کتاب کنز الحقائق۔

مسئلہ نمبر ۱۰: مشت زنی اور چھید جمادات سے نکال کر انزال فرقہ وہابیہ کے نزدیک واجب ہے کتاب عرف الجادی بالجملہ استنزال منی بکف یا بچیز ے از جمادات نزد دعاء حاجت مباح است ومندوب بلکہ گاہے واجب گردد صفحہ ۲۱۴ مطبوعہ شاہجہانی ۱۲۹۶ تصنیف نواب صدیق الحسن خاں فرزندار جمند۔

مسئلہ نمبر ۱۱: نوجوان عورت کو واسطے نظر بازی کے نوجوان داڑھی والے مرد کو دودھ پلانا درست ہے دیکھو فتح المغیث صفحہ ۲۱ و دررالبہیہ مترجم صفحہ ۲۴ سطر ۱۰ از تصنیف امام شوکانی مطبوعہ محمدی لاہوری "ویجوز ارضاع الکبیر

ولو کان ذالحیة التجویز النظر"

مسئلہ نمبر ۱۲: مسح کرنا پگڑی وعمامہ پر اور بعض حصہ سر کا کافی ہے فتح المغیث۔

مسئلہ نمبر ۱۳: آٹا کو شراب کی میل سے گوندھ کر اس کی روٹی پکا کر کھائی درست ہے نزل الابرار صفحہ ۱۴۶ جلد ۳ تصنیف وحید الزمان۔

مسئلہ نمبر ۱۴: روٹی سے اگر مینگن چوہا کی نکلے تو اسکا کھانا درست ہے کتاب ایضا صفحہ ایضا۔

مسئلہ نمبر ۱۵: اگر گوشت مردار بکریوں مذبوحہ کا آپس میں مل جائے تو دیکھیں اگر حلال گوشت زیادہ ہے تو اس تمام گوشت کو بیشک کھالیں نزل الابرار صفحہ ۱۴۶ جلد ۳۔

مسئلہ نمبر ۱۶: محبوب کی تھوک کھانے سے روزہ کا کفارہ نہیں صفحہ ۳۶ انزل الابرار۔

مسئلہ نمبر ۱۷: حیوانات کے خصیے اور ذکر اور مثانے مکروہ نہیں کھائے جائیں صفحہ ۴ جلد نزل الابرار۔

مسئلہ نمبر ۱۸: شراب پینا لقمہ اتارنے کے لئے بسبب نہ ملنے پانی کے درست ہے نزل الابرار جلد ۳ صفحہ ۸۹۔

مسئلہ نمبر ۱۹: اگر مرد حالت نماز میں ہو اور ذکر سے منی باہر نکلنے لگے تو نمازی کپڑے سے ذکر پکڑ رکھے اور منی کو باہر نہ آنے دے یہاں تک کہ سلام پھیر دے تو اس کی نماز درست ہو جاتی ہے کیونکہ وہ ہمیشہ پاک ہے دیکھو کتاب فقہ محمدیہ کلاں ص ۶۹۔

مسئلہ نمبر ۲۰: جنبی کو ہر طرح سے بفتویٰ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قرآن مجید پڑھنا درست ہے نعوذ باللہ صفحہ ۲۷ فقہ محمدیہ کلاں لیکن جی میں نزدیک وہابیہ کے درست ہے اور ایسا ہی دیکھنا اسکا اور پڑھنا بلا نیت ذکر کے۔

مسئلہ نمبر ۲۱: جنبی کو مسجد سے گزرنا اور وضو کر کے مسجد میں جا کر ٹھہرنا درست ہے دیکھو کتاب فقہ محمدیہ کلاں ص ۷۱۔

مسئلہ نمبر ۲۲: نماز میں اشارہ کرنا یا سلام کا جواب دینا یا نماز میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا اور عورت کو نماز میں تالی بجانا بغرض تنبیہ اور بچوں کو نماز میں اٹھانا اور نماز میں چلنا پھرنا اور کسی ضرورت کے لئے ران پر ہاتھ مارنا اور کوئی کلام کرنا نماز میں علیحدہ علیحدہ نماز میں بہت فعل کرنے یہ سب امور جائز اور درست ہیں ان سے نماز باطل نہیں ہوتی طریقہ محمدیہ صفحہ ۱۴۵ تا ۱۴۷ مصنف فیض الباری شرح صحیح البخاری۔

مسئلہ نمبر ۲۳: تعویذات اور مراقبہ اور عرس وغیرہ کرنا یہ سب شرک وبدعت ہیں محل نامہ صفحہ ۳۳، ۳۴۔

مسئلہ نمبر ۲۴: کتا، بلی، سور، حیض ونفاس کا خون اور پیشاب آدمی کا اور لتے حیض کے اگر پانی تھوڑے یا بہتے میں بقدر دو مشک یا کم دو مشک میں یہ اشیاء پڑ جائیں تو پانی پلید نہیں ہوگا تاوقتیکہ اس پانی کا رنگ اور بو اور مزہ نہ بگڑے دیکھو فتح المغیث مترجم صفحہ ۵ مطبوعہ لاہور وفقہ محمدیہ ترجمہ دررالبہیہ صفحہ ۲، ۷ وبلاغ المبین۔

مسئلہ نمبر ۲۵: پیشاب شیر خوار بچے کا اور بول کتے اور سور اور ریچھ و بندر اور بلی اور گدھے اور گھوڑے وغیرہ کا ماسوا بول وگوبہ آدمی ولعاب ولینڈ کتے کے اور حیض ونفاس وگوشت خنزیر کے سب پاک ہیں فتح المغیث صفحہ ۵ شوکانی۔

مسئلہ نمبر ۲۶: اگر مال تجارت ایک کروڑ روپیہ کا ہو اس میں زکواۃ نہیں فتح المغیث صفحہ ۱۳:

مسئلہ نمبر ۲۷: زیور پہننے مردوں کو بلا زیور سونے کے درست ہیں فتح المغیث صفحہ ۴۹، ۳۰ عربی مترجم ورد کو ملاحظہ کرو۔

مسئلہ نمبر ۲۸: دباغت سے خنزیر کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے کتاب کنز الحقائق صفحہ ۱۳ وحید الزمان غیر مقلد۔

مسئلہ نمبر ۲۹: خنزیر کے جوٹھے میں دو قول ہیں ایک میں لکھا ہے پاک اور دوسرے میں نہیں سور الکلب والخنزیر فیہ قولان وکذا فی ریق الکلب والعرق کا السور، کنز الحقائق وحید الزمان صفحہ ۱۳۔

مسئلہ نمبر ۳۰: مال زکواۃ زیورات میں ہرگز نہیں اور نہ ہی مروارید جواہرات اور نہ ہی عروض میں اگرچہ یہ تجارت کے لئے ہوں کنز الحقائق صفحہ ۴۵۔

مسئلہ نمبر ۳۱: اگر کوئی شخص بلا فرج ودبر کے کسی اور جگہ جماع عورت سے کرے اور انزال نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹے گا "او جامع امراۃ فیہا دون الفرج او الدبر ولم ینزل لم یفطر" وحید الزمان کنز الحقائق صفحہ ۴۸۔

مسئلہ نمبر ۳۲: اگر روزہ دار نے چارپایہ یا لڑکی نابالغہ یا سوائے فرج عورت یا دبر کے انزال کیا یا کچھ کھایا پیا تو روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن کفارہ لازم نہ ہوگا۔ کتاب ایضاً صفحہ ۵۹۔

مسئلہ نمبر ۳۳: جس عورت سے کوئی شخص زنا کرے تو پھر اس کی لڑکی یا اس کی ماں سے نکاح کرے تو جائز ہے اور اسی طرح بیٹے کی مزنیہ باپ اور باپ کی مزنیہ بیٹے پر حلال ہے کتاب کنز الحقائق "والزنا لا یوجب حرمۃ المصاھرۃ فتحل لہ ام المزنیۃ وبنتھا" صفحہ ۶۰ مصنف وحید الزمان وقال مزنیۃ الابن۔

مسئلہ نمبر ۳۴: صرف دخول سے غسل واجب نہیں ہوتا تاوقتیکہ انزال نہ ہو کتاب بلاغ المبین از شیخ محی الدین صفحہ ۲۲۔

مسئلہ نمبر ۳۵: کتے اور سور کا لعاب اور ان کا جوٹھا پاک ہے کتاب نزل الابرار جلد اول صفحہ ۴۹، ۲۱، بحوالہ اخبار الفقیہ۔

مسئلہ نمبر ۳۶: کتے کے بال پاک ہیں کتاب ایضاً صفحہ ۳۰ جلد اول یعنی نزل الابرار۔

مسئلہ نمبر ۳۷: کتے کو اٹھا کر نماز پڑھنا درست ہے مفسد نماز نہیں کتاب ایضاً صفحہ ۳۰۔

مسئلہ نمبر ۳۸: کتا پانی میں گرے تو پانی پلید نہیں ہوتا کتاب ایضاً صفحہ ۳۰۔

مسئلہ نمبر ۳۹: کتے کے چمڑے کا جانماز بنانا درست ہے کتاب ایضاً صفحہ ۳۰۔

مسئلہ نمبر ۴۰: خود کتا اور اس کی لعاب پاک ہے نزل الابرار صفحہ ۳۰ جلد اول۔

مسئلہ نمبر ۴۱: مردار اور سور کے بال پاک ہیں کتاب ایضاً صفحہ ۳۰۔

مسئلہ نمبر ۴۲ : جس روٹی کے خمیر میں شراب کی میل ڈالی جاتی ہے وہ پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے صفحہ ۳۰ جلد اول کتاب ایضاً۔

مسئلہ نمبر ۴۳ : وطی فی الدبر کی حرمت ظنی ہے یقینی نہیں نزل الابرار جلد ۲۔

مسئلہ نمبر ۴۴ : گدھا یا سور اگر کان نمک میں گر کر نمک ہو جائیں تو وہ نمک پاک ہے اور اس کا کھانا حلال ہے کتاب ایضاً صفحہ ۵۰ نقل از اخبار الفقیہ مورخہ ۵، ۱۹۱۹ء قلمی مضمون مولانا مولوی محمد شریف کوٹلی لوہاراں نقل از اباطیل وہابیہ۔

مسئلہ نمبر ۴۵ : متعہ کرنا نزدیک بعض صحابہ کے بوقت ضرورت جائز ہے نعوذ باللہ کتاب نزل الابرار جلد ۲ صفحہ ۳۳ تا ۳۵۔

مسئلہ نمبر ۴۶ : بزرگی مدینہ طیبہ کی آپ کے زمانہ تک تھی اب وہ نہیں فیض الباری شرح صحیح بخاری۔

مسئلہ نمبر ۴۷ : قرآن مجید کو قاذورات میں ڈالنا بوقت ضرورت درست ہے ایسا ہی اس کو پاؤں کے نیچے رکھ کر بلند مکان سے طعام اتار کر کھانا درست ہے دیکھو تحریق اوراق صفحہ ۴، ۵ از تصنیف غلام علی بحوالہ از فصیح ۱۲۔

مسئلہ نمبر ۴۸ : مشرک کی اقتدا نماز میں درست ہے۔ اخبار اہل حدیث ۲۹، ۱۹۱۵ء۔

مسئلہ نمبر ۴۹ : رامچندر کشن لچھمن یہ سب نبی ہیں ہم کو لازم ہے کہ ہم ان کو مان لیں۔ کتاب ہدیۃ المہدی صف ۸۵۔

مسئلہ نمبر ۵۰ : اگر اجنبیہ عورت مردوں کے ساتھ نماز میں کھڑی ہو جائے نماز اس عورت کی نزدیک جمہور علماء کے نہیں ٹوٹتی صفحہ ۱۵۷۔

مسئلہ نمبر ۵۱ : انبیاء و اولیاء کرام کے مزارات اور بت برابر ہیں ہدایت السائل صفحہ ۳۰۹ و بجلی گر جا کھی وشائی ص ۵۱۔

مسئلہ نمبر ۵۲ : اب رضاعی کی منکوحہ بر پسر رضیع جائز ہے پرچہ اہل حدیث مورخہ ۱۸، ۱۹۱۶ء۔

مسئلہ نمبر ۵۳ : اگر لڑکی گود میں نہ پلی ہو یعنی دختر ربیبہ سے نکاح کرنا درست ہے دیکھو فیض الباری پارہ ۲۱ ص ۱۱۵۔

مسئلہ نمبر ۵۴ : شادیوں میں باجے بجانے اور گانا گوانا یا مزامیر درست ہیں کتاب نزل الابرار صفحہ ۲۷ پرچہ الحدیث مورخہ ۷ رمضان ۱۳۳۹ھ۔

مسئلہ نمبر ۵۵ : تقلید آئمہ دین و میلاد مبارک و قیام میلاد و چہلم و گیارہویں و ختم خواجگان و اسقاط میت و یا رسول اللہ کہنا یہ سب امور شرک و بدعت ہیں دیکھو کتاب لوامع الانوار والسنۃ ضروریہ و پرچہ اہل حدیث۔

مسئلہ نمبر ۵۶ : سوتیلی دادی کا نکاح پوتے کے ساتھ جائز اور درست ہے اور جو اس سے لڑکا پیدا ہو وہ بھی صحیح النسب ہے دیکھو پرچہ اہل حدیث ثناء اللہ مورخہ 4.11 رمضان ۱۳۳۱ھ۔

مسئلہ نمبر ۵۷ : مقلدین کو نماز کے لئے امام نہیں بنانا چاہیے چونکہ تقلید شرک ہے پرچہ اہل حدیث۔

مسئلہ نمبر ۵۸ : حضرت عمر بدعتی ہیں کیونکہ انہوں نے بیس رکعت تراویح کو پڑھا۔ انتقاد الرجیح صفحہ ۶۳ تصنیف سید صدیق حسن خان۔

مختصر فہرست کفریہ مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اخبار اہل حدیث:

عقیدہ کفریہ نمبر ۱: اگر اللہ تعالیٰ بندہ کی توبہ قبول نہ کرے یعنی نہ بخشے تو سمجھو کہ ہمارے بیچے بقال سے بدتر کنجوس وسخت دل ہوگا ترک اسلام تصنیف ثناء اللہ امرتسری صفحہ ۲۳ سطر ۳ نمبر ۵ مطبوعہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۰۳۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۲: میزان یعنی ترازوؤں کا صاف من وجہ انکار دیکھو ترک مطبوعہ اہل حدیث ۱۹۰۳ سطر ۲۱ نمبر ۳۰ صفحہ ۸۶ القسط کالفظ الموازین سے بدل ہے جس کے یہ معنے ہوئے کہ ہم انصاف سے ہر ایک کو اسکے عملوں کا بدلہ دیں گے سورہ انبیاء

عقیدہ کفریہ نمبر ۳: یاجوج وماجوج کی سد موجود ہونے سے صاف انکار ترک اسلام صفحہ ۱۳۰، ۱۳۱ نمبر ۸۰ مطبوعہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۰۳۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۴: فرشتوں کا وجود نہیں فرشتے چونکہ مجردات سے ہیں اس لئے انکے پروں سے مراد ان کے قوی ہیں ترک اسلام صفحہ ۱۳۹ سطر ۲۱ نمبر ۸۶ مطبوعہ اہل حدیث۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۵: حضرت آدم علیہ السلام سے حوا علیہا السلام کے پیدا ہونے سے صاف انکار اور آدم علیہ السلام کا انہی کے رنگ پر پیدا ہونے کا قائل ترک اسلام اور تفسیر عربی ثنائی میں ہے صفحہ ۴۴ "وخلق منها زوجها ای من جنسها زوجها حوا"

عقیدہ کفریہ نمبر ۶: آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قرآن کا پورا علم نہیں دیا گیا۔ تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۴۷۶ نقل از القول الفاضل عبدالاحد خانپوری غیر مقلد صفحہ ۱۶۲۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۷: غلمان جنت سے انکار تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۳۳۷ نقل از قول الفاضل، صفحہ ۱۶۳ "ویطوف علیهم غلمان لهم صغارما توا قبل البلوغ"

عقیدہ کفریہ نمبر ۸: حوران جنت سے انکار "وزوجنا هم بحورٍ عينٍ ای جعلنا ازاجهم حسنا" تفسیر ثنائی صفحہ ۴۱۵ بحوالہ القول الفاضل صفحہ ۱۶۲ خانپوری۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۹: معراج کی رات میں آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند کریم کو کشف کی حالت میں دیکھا تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۴۳۸ نقل از قول الفاضل صفحہ ۱۶۳۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۰: درخت سبز سے آگ پیدا کرنا اس کیلئے کوئی خصوصیت نہیں تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۳۷۲ نقل از قول الفاضل عبدالاحد صفحہ ۱۸۰ غیر مقلد خانپوری۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۱: اجماع صحابہ سے انکار نقل از قول الفاضل عبدالاحد خانپوری غیر مقلد صفحہ ۲۳۲۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۲ : در قول علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی صحابی کا قول حجت نہیں۔ رسالہ مذہب اہل حدیث ثناء اللہ ص ۵۹۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۳ : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہر مخلوق کو نہ علم غیب ذاتی نہ وہبی نہ کسبی ہے رسالہ اہل حدیث صفحہ ۱۱ از ثناء اللہ۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۴ : حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ در بارہ طلاق ثلاثہ کے وہ کوئی حکم شرعی نہیں جو مانا جائے وہ حکم سیاسی ہے رسالہ اہل حدیث صفحہ ۷ سطر ۵۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۵ : جو موسیٰ علیہ السلام کے بنی اسرائیل پر بادلوں کا سایہ ہوا تھا اس سے انکار صفحہ ۹ تفسیر ثنائی نقل از اخبار الفقیہ والقول الفاضل مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۴۴ء۔

عقیدہ کفریہ نمبر ۱۶ : حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندہ کے زندہ کرنے سے صاف انکار تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۱۷، نقل از اخبار الفقیہ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۴۴ء والقول الفاضل خانپوری۔

عقیدہ کفر نمبر ۱۷ : حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم میوہ جات جو بطور معجزات آتے تھے اس سے صاف انکار تفسیر ثنائی صفحہ ۱۵۶ اخبار الفقیہ والقول الفاضل۔

عقیدہ کفر نمبر ۱۸ : لوح محفوظ تقدیر الٰہی کا انکار۔ تفسیر ثنائی عربی صفحہ ۱۳۶، ۱۷۰، ۲۵۰، ۳۶۹۔

عقیدہ کفر نمبر ۱۹ : عذاب قبر سے انکار تفسیر ثنائی صفحہ ۱۸۹ القول الفضل و اخبار الفقیہ۔

عقیدہ کفر نمبر ۲۰ : دیدار الٰہی کا بہشت میں ہونے کا انکار۔ تفسیر ثنائی صفحہ ۷ ۱۱۹ القول الفاضل و اخبار الفقیہ۔

ناظرین: یہ ہے بھائی سردار اہل حدیث کے عقائد و ایمان کی مختصر فہرست جن کی وجہ سے علمائے اہل حدیث وغیرہ نے اس کو دائرہ اسلام سے خارج گن کر القاب بدعتی و ملحد و بے دین و بے شرم و معتزلہ و کافر و زندیق و جاہل و موذی و دین فروش و فریب باز و مکار و حرام خور کے دیئے ہیں اور مہریں بھی ثبت کر دی ہیں دیکھو اربعین غزنوی صفحہ ۱۶ تا ۳۳ اور انکے اسماء یہ ہیں نقل از قول فاضل و کتاب اربعین غزنویہ اس وقت میرے پاس موجود ہیں جس کو شک ہو آ کر ملاحظہ کر لے۔

مولوی عبد الجبار صاحب امرت سری، مولوی عبداللہ صاحب غزنوی، مولوی عبد الرحیم غزنوی، مولوی عبد الغفور صاحب غزنوی، مولوی عبد اللہ بن عبد اللہ صاحب غزنوی، مولوی عبد الصمد صاحب امرتسری، مولوی سلام الدین صاحب، مولوی غلام علی صاحب، مولوی عبد الجبار صاحب، مولوی محمد معصوم صاحب مولوی محمد علی صاحب میر واعظ، مولوی عبد الحق امرتسری، مولوی عبد العزیز دینا نگری، مولوی احمد اللہ صاحب رئیس المحدثین استاد خود ثناء اللہ، حافظ عبد المنان صاحب وزیر آباد استاد ثناء اللہ، مولوی محمود الحسن صاحب محدث دیوبندی استاد ثناء اللہ، مولوی غلام احمد صاحب مدرس نعمانیہ لاہور، مولوی محمد صاحب خانپوری، مولوی عبد الاحد خانپوری، مولوی قاضی محمد زمان صاحب راولپنڈی، مولوی ہدایت اللہ صدر

راولپنڈی، مولوی غلام رسول سید پوری، مولوی گل حسن ہزاروی، مولوی محمد ربانی رجسٹری مولوی راولپنڈی، مولوی عبداللہ شاہ لالہ موسیٰ، مولوی حافظ عبدالباری امام مسجد اہل حدیث راولپنڈی، مولوی غلام محمد پشاوری، مولوی فضل دین چک لالہ، مولوی محمد ظریف ہزاروی، مولوی نادر دین امام مسجد راولپنڈی، مولوی ناصح صاحب، قاضی محسن دین انبالوی، حافظ محمد رمضان صاحب پشاوری عبدالکریم صاحب پشاوری، محمد حسن ہزاروی، مولوی گل محمد صاحب، مولوی محمد یونس صاحب گڑھی حبیب اللہ، مولوی شیخ حسین صاحب استاد صدیق حسن خان صاحب، مولوی احمد علی صاحب مدرس مدرسہ میرٹھ، مولوی قدرت شاہ صاحب ولایتی، مولوی محمد نعیم الدین صاحب، مولوی ابوالفضل الدین صاحب پنجابی حال وارد میرٹھ، مولوی محمد عظیم صاحب دہلوی، مولوی محمد اسمٰعیل فیروز پوری، حافظ عبدالغفور صاحب میرٹھی، مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی، مولوی محمد ابراہیم بیگ پوری، مولوی عبدالعزیز صاحب، مولوی ابوالفیض احمد صاحب احمد پوری، مولوی سلطان محمود صاحب ملتانی، مولوی محمد عبدالحق صاحب ملتانی، مولوی عبدالتواب صاحب ملتانی، مولوی عبدالغفار صاحب ملتانی تاجر کتب، مولوی عبدالعظیم ریاست جموں، مولوی بشیر صاحب، مولوی عبدالوہاب صاحب دہلوی، مولوی منفعت علی صاحب فتح پوری، مولوی عبدالغنی صاحب فتح پوری، مولوی عبدالرحمٰن خان دہلوی، مولوی احمد صاحب، مولوی عبدالسلام صاحب، مولوی سید ابوالحسن صاحب مولوی فقیر اللہ صاحب مدراسی، مولوی محمد صاحب مدراسی، مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی، مولوی عبدالعزیز از لاہور مسجد چینی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند، مولوی مرتضیٰ حسن صاحب دیوبند، مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی، مولوی محمد سعید بنارسی، مولوی محمد صدیق صاحب پشاوری، مولوی منہاج الدین صاحب، مولوی عبداللہ صاحب مدرس نعمانیہ مولوی محمد علاؤ الدین صاحب گوجرانوالہ، مولوی اصغر علی روحی، مولوی عبدالرحیم راولپنڈی، میاں خدا بخش بادشاہی مسجد راولپنڈی، محمد عبدالرحیم وارد کڑیال، مولوی احمد گل روکھ۔

ناظرین : یہ احباب مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر امرتسری کو تاج فاضلیت و اسلام و اہل حدیث و اہلسنت وجماعت کے دائرہ سے فتویٰ دے کر خارج کرنے والا سبحان اللہ پھر کیا کہنا ہے ایسے عالم فاضل کی فاضلیت کا ایڈیٹر صاحب کو اگر کچھ علم و عقل ہوتا تو کبھی نور حسین گرجاکھی و عبدالرحیم شاہ و عنایت اللہ گجراتی و امام خان سوہدروی و عمر الدین سوہدروی و عمر الدین وزیر آبادی، و اسمٰعیل گوجرانوالہ وغیرہ جہلاء کے کہنے پر خادم شریعت کے درپے نہ ہوتا اور نہ ہی بزرگان خدا پر حملہ آور ہوتا اور نہ ہی کبھی کتب فقہ حنفیہ پر بہتان باندھتا اور ہم بھی پھر ایسی تکلیف کیوں اٹھاتے۔

نہ تو صدمے ہمیں دیتا نہ ہم فریادیوں کرتے　　　نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

لیکن سچ ہے جب سانپ کی موت آتی ہے تو رستہ میں آ کر خلق خدا کو طرح طرح کی تکلیفیں دینے لگ جاتا ہے ناظرین خادم شریعت خداوند کریم کو حاضر و ناظر سمجھ کر حلفاً بیان کرتا ہے کہ ثناء اللہ کے ساتھ میری کوئی عداوت نہیں صرف عوام الناس کو اس کے اقوال و افعال قبیحہ سے آگاہ کرنا چاہتا ہے تا کہ اس کے دام تزویر سے بچیں اور صراط مستقیم پر قائم رہیں

اور اس کے فتوے پر بھی اعتبار نہ کریں تا وقتیکہ یہ شخص اپنے فتوائے اغلاط کو صحت نہ کرے اور توبہ نامہ شائع نہ کرے۔

مختصر سوانح عمری مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری:

کتاب حق الیقین صفحہ ۵ تا ۱۸ تالیف حکیم مولوی ابو تراب مولوی عبدالحق صاحب ایڈیٹر اخبار اہل سنت امرتسری بایں طور ارقام فرماتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کا باپ محمد خضر صاحب عالم نہ تھا ایک عامی شخص تھا یعنی جاہل تھا سن طفولیت میں انکا والد فوت ہو گیا کشمیری ہونے سے یا کسی اور وجہ سے رفوگری کا کسب سیکھا مدت تک یہی کام کرتا رہا اس اثنا میں اس کو پڑھنے لکھنے کا شوق بھی ہو گیا تو مولوی احمد اللہ صاحب رئیس المحدثین کے درس میں جا بیٹھا۔ اور نہایت کند ذہن اور کم فہم تھا بعد مشکل شرح ملا جامی و قطبی تک وہاں کتابیں پڑھیں پھر وزیر آباد میں حافظ عبدالمنان شاگرد مولوی نذیر حسین صاحب کے ہاں کچھ سبق پڑھے پھر مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور میں کسی کتاب کا سر اور کسی کی ٹانگ پکڑ کر مدرسہ دیوبند میں جا پہنچے وہاں سے بھی اسی حال سے نکلے جیسے کہ پہلے تھے جس طرح کہ اپنی اخبار میں لکھا کرتے ہیں کہ ہمارے استاذ صاحب بہت کچھ سمجھایا کرتے تھے اور نصیحت فرمایا کرتے تھے لیکن مجھ پر ان کی باتوں نے کچھ اثر نہ کیا افسوس صد افسوس اور اخبار الفقیہ نمبر ۳۵، ۱۹۲۳ء میں نامہ نگار صاحب ثناء اللہ کو مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ کیا آپ اس نام کو پسند کریں گے کہ آپ کو اسی نام سے یاد کیا جائے جو پہلے مشہور تھا جن دنوں آپ بچے تھے اور نئے بازار کے تھے آپ کو یاد ہو گا کہ ان دنوں آپ کو سنہ لوگ کہ کر پکارتے تھے اب تک بعض سن رسیدہ لوگ کٹرہ مہان سنگھ کے رہنے والے آپ کا ذکر کرتے وقت سنہ ہی بولتے ہیں اور نامہ نگار صاحب فاضل تو بہت کچھ ارقام فرماتے ہیں لیکن خادم شریعت بوجہ کسی خاص مصلحت کے ان تمام امور کو چھوڑ کر ایک اور مضمون کی طرف ناظرین کو توجہ دلاتا ہے اور خاص کر مولوی ثناء اللہ صاحب اور اس کے ہم مشربوں کو آگاہ کرتا ہے اور پوچھتا ہے کہ رسالہ احمدی ماہواری جو دہلی سے نکلتا ہے جس کا شائع کنندہ قاسم علی ایڈیٹر اخبار الحق تمہاری نظروں سے اب تک گذرا ہے یا نہیں اگر گذرا ہے تو پھر کس معنی پر اب تک تم نے سکوت کر رکھا ہے یہ کیا دلیری اور حوصلہ ہے ادھر تو خادم شریعت کے لئے اپنی قوم کو آمادہ قتل اور بے عزت کرنے کے لئے گھوڑا قلم کا میدان اخبار اہل حدیث میں بے خوف و بے لگام ہو کر چل رہا ہے اور ادھر یہ سکوت لو اچھا اگر کسی صاحب سے تم نے وہ رسالہ ۱۳ سال سے چند مرتبہ شائع شدہ نہیں دیکھا تو خادم شریعت اس کی مختصر عبارت بطور خیر خواہی مشتے نمونہ از خروارے لکھ دیتا ہے بقول شخصے نقل کفر کفر نباشد و ہو ہذا۔

رسالہ احمدی جلد اول نمبر ۵ صفحہ ۸۹ بابت ماہ مئی ۱۹۱۱ سے ایک مضمون بنسبت ثناء اللہ صاحب سردار اہل حدیث کے بایں طور مسطور ہے کہ مشتہر نے صفحہ ۴ میں تین سوال بغرض حصول جواب علمائے اہل حدیث سے کئے ہیں جنکا ذکر خالی از دلچسپی نہیں کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص بتہ منڈا حاصل کرنے کے لئے سفر میں چلا گیا۔ اسکے بعد پسو کے کاٹنے سے اس کی زوجہ نے ایک بچہ جنا اور مولود مسعود سن شعور کو حاصل کرنے کے بعد علم و فضل سے بھی مزین ہو گیا تو ایسا شخص مقتدائے قوم یا امام بن سکتا ہے یا نہیں۔

نمبر ۲: چند ایسے اشخاص جو بچپن میں ناجائز امور کے مرتکب یعنی وطی کراتے رہے ہوں اوران کے استاد یا دوسرے دوست ان کے ناجائز افعال کے ارتکاب سے متہم ہو چکے ہوں کیا ایسے اشخاص یا منجملہ ان کے کوئی شخص دعائے نصرت اسلام کا مستحق ہے کیا ایسے شخص کا فتوی یا ایسے شخص کہ اقتدا شرعا درست ہے ہرگز نہیں۔

نمبر ۳: پس بسبب تہذیب کے برخلاف ہونے کے نہیں لکھا گیا۔

پس ناظرین اس فرقہ ضالہ کے حالات رسالہ مذکور کے صفحہ ۹۷ سے لے کر صفحہ ۱۰۳ تک ملاحظہ کر کے خود انصاف کر لیں اور دیکھ لیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کیسی پاکدامنی کے خوشہ چین ہیں۔

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکاں کند

مسئلہ: فرقہ وہابیہ کے پیچھے نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں چونکہ یہ فرقہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہے اور ضال مضل ہے چنانچہ ان کے عقائد ومسائل کی فہرست نمبروار اوپر گذر چکی ہے اور باقی مفصل ذکر سلطان الفقہ فتاویٰ نظامیہ میں ملاحظہ کر لیں۔

مسئلہ: انبیاء علیہم السلام واولیاء عظام کے مزار مقدسہ پر گنبد بنانا شرعا مستحسن امر ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے اور اس کے جواز پر یہ دلائل "لمامات الحسن بن علی ضربت امرأة القبة علیٰ قبره سنة" یعنی جب فوت ہوئے حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کی زوجہ صاحبہ نے ان کی قبر پر سال بھر خیمہ کھڑا رکھا نقل از بخاری باب الجنائز پس اگر یہ شرعا ناجائز تھا تو اس وقت کے بہادران اسلام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس فعل سے کیوں نہ ان کو منع کیا یا توبیخ کی اور کتاب عینی شرح صحیح بخاری جلد ۴ صفحہ ۱۴۹ میں لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت زینب بنت جحش کی قبر پر اور حضرت محمد حنفیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر قبہ کھڑا کیا اور حضرت عثمان بن مظعون کی قبر بہت اونچی تھی جس پر نوجوان بہادر کود کر اس قبر شریف پر تجاوز نہ کر سکتا تھا اور مرقات شرح مشکوۃ تحت حدیث "ان یحصص القبر" کے لکھا ہے۔

"وقد اباح السلف البناء قبر المشائخ والعلماءِ المشهورین لیزورهم الناس ویستریحو ابالجلوس فیه واما المتاخرون فقد استحسنوا" اور کتاب شرح برزخ وشامی جلد اول وکشف النور ومجمع البحار جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ میں بایں طور مسطور ہے

"فبناء القباب علی قبور العلماء والاولیاء والصلحاء امرا جائزا اذا قصد بذالک التعظیم"

اور میزان شعرانی صفحہ ۱۹۰ میں ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قبر پختہ بنانا جائز ہے ہاں البتہ قبر کا اندرون پختہ بنانا جائز نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ سراجیہ وغیرہ میں مسطور ہے۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ قبر انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام پر قبہ بنانا جائز اور درست ہے اور ان کو گرانا اور بے حرمتی کرنا حرام ہے اور منع ہے اور جن حدیثوں سے قبوں کے گرانے کا حکم ثابت ہوتا ہے وہ قبور مشرکین کی تھیں جو کہ تصویر کی صورت میں بنی ہوئی تھیں کسی مسلمان کی قبر نہ تھی دیکھو کتاب جو ہر نقی۔

اور باقی مفصل ذکر سلطان الفقہ ورسالہ السیف البناء میں ملاحظہ کریں۔

ابیات

ہووے شوکت دین کی جس کام میں
اور مستحسن ہو وہ اسلام میں
بولنا ہے بدعت اس کو برملا
دیکھئے نجدی وہابی بے حیا
اے میرے سنت جماعت بھائیو
بات نجدی کی نہ ہرگز مانیو
دائرہ سنت سے خارج ہے یقیں
فرقہ نجدی شیطان اللعین

نوٹ: دیوبندی علماء ادلہ شرعیہ سے جواب دیں کہ یہ اشعار مطابق شریعت ہیں یا کہ خلاف اور کیا ان سے فتویٰ رشیدیہ اور براہین قاطع کی تردید ہوتی ہے یا نہیں۔

مرثیہ مولوی رشید احمد صاحب از قلم مولوی محمود الحسن صاحب مرحوم استاذ الکل

دیوبندی حضرات وناظرین ومناظرین ذرا غور سے ملاحظہ فرمائیں

مسیحائے زماں پہنچا فلک پر چھوڑ کر سب کو
چھپا چاہ لحد میں وائے قسمت ماہ کنعانی
الٰہی کیا کریں کیونکر سنیں وہ لحن داؤدی
خدایا کس طرح آوے نظر وہ شکل نورانی
حوائج دین ودنیا کے کہاں لیجائیں ہم یارب
گیا وہ قبلہ حاجات روحانی و جسمانی
رقاب اولیاء کیوں خم نہ ہوتیں آپکے آگے
وہ شہباز طریقت تھے محی الدین جیلانی
خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے!
میرے مولا میرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی
جدہر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
میرے قبلہ میرے کعبہ تھے حقانی سے حقانی
ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جگہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی
ہو سینہ جس کا مصباح نبوت کے لئے مشکوٰۃ
بجز مہدی نیابی ایں چنیں ہادی حقانی
جہاں تھا آپ کا ثانی وہیں جا پہنچے خود حضرت
کہیں کیونکر بھلا کس منہ سے مولانا تھے لاثانی
شہید وصالح وصدیق ہیں حضرت باذن اللہ
حیات شیخ کا منکر ہو جو ہے اس کی نادانی
رہے منہ آپ کی جانب تو بعد ظاہری کیا ہے
ہمارے قبلہ وکعبہ ہو تم دینی و ایمانی

جلد چہار دہم تمام شد

تصحیح کنندہ فقیر ابو المنصور محمد صادق قادری رضوی غفرلہ

از فتاویٰ مناظر اسلام حضرت مولانا نظام الدین صاحب ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دافع البلاء یا مشکل الکشا کہنا شرعاً کیسا ہے جائز ہے یا نہیں اور فرقہ نجدیہ اس سے کیوں منع کرتے ہیں۔ (سائل حافظ رحمت علی از علی پور)

الجواب: بیشک نبی علیہ السلام دافع البلاء ومشکل کشا ہر خاص وعام کیلئے ہیں اور اس سے انکار کرنا محض جہالت وبے نصیبی ہے اور آیات قرآن مجید واحادیث نبی کریم ﷺ اس پر شاہد ہیں لقولہ تعالیٰ

☆ ﴿وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم﴾ (آیت)

☆ ﴿وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین﴾ (آیت)

﴿ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما﴾

پس ان آیات سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سبب رحمت ودافع البلاء وعذاب ووسیلہ نجات ہر ایک مسلم وغیر مسلم کے لئے ہوئے اور سوائے اس دروازہ کے سرنگوں ہونے کے کسی ظالم بدکردار کی توبہ ونجات کی سبیل نہیں ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ زمین والوں پر عذاب نازل کرے لیکن جب دیکھتا ہے کہ ان لوگوں کو جو پچھلی رات استغفار کرتے ہیں اور محض اللہ کیلئے بزرگوں سے محبت رکھتے ہیں اور مساجد آباد کرتے ہیں تو پھر اپنے غضب کو ان سے دفع کردیتا ہے اور دوسری حدیث میں ہے کہ اگر نہ ہوتے نمازی لوگ اور دودھ پینے والے لڑکے اور گھاس چرنے والے چوپائے تو ضرور بے فرمانوں پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کردیتا اور ایک حدیث میں بایں طور مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک اور بزرگ بندوں کے سبب سے ہمسایہ سے سوگز تک سے بلا دفع کردیتا ہے۔ وہو ہذا " ان اللہ لیدفع بالمسلم الصالح من مائۃ اھلبیت من جیرانہ " اور ایک حدیث شریف میں ہے جو ہر یوم ستائیس مرتبہ مومن مردوں اور عورتوں کے لئے استغفار کرے تو وہ انہی سے ہوگا جن کی دعا مستجاب ہوتی ہے اور ان کے سبب سے لوگوں کو رزق ملتا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے

" ھل تنصرون وترزقون الا بضعفاء کم "

اور ایک حدیث میں آتا ہے۔ " لا یزال اربعون رجلاً من امتی قلوبھم علی قلب ابراھیم علیہ السلام یدفع اللہ بھم عن اھل الارض البلاء یقال لھم الابدال " یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ انکے دل ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہونگے اللہ تعالیٰ ان کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان

کا قطب ابدال ہوگا نقل از الامن[1] والعلی صفحہ ۱۹۔ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جب امت مرحومہ سے بزرگ لوگ سبب دافع البلاء ہوئے تو آقائے نامدار رحمۃ للعلمین کے دافع البلاء ہونے سے کون مسلمان صاحب انکار کرسکتا ہے کسی نے کیا خوب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں کہا ہے۔

مدد مشکل میں گر مانگیں روا ہے — علی کا نام جب مشکل کشا ہے۔
علی کے غیرتی دشمن پہ لعنت ہے — مگر کلمے میں یوں کہنا خطا ہے۔ (مقطع حمد خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفا عنہ)

سوال : کیا نبی علیہ الصلوۃ والسلام جیسے سامنے سے دیکھتے ویسا ہی پیچھے سے دیکھتے تھے۔

الجواب : ہاں بیشک آقائے نامدار احمد مختار ﷺ کا آگے اور پیچھے سے دیکھنا حدیثوں سے ثابت ہے وھو ھذا۔

"عن ابی ھریرۃ ان النبی ﷺ قال انی انظر الی ماورآئ کما انظر الی مابین یدی اخرجہ عبد الرزاق جامعہ والحاکم وابو نعیم " یعنی حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ فرمایا آقائے نامدار ﷺ نے کہ میں اپنے پیچھے سے بھی ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنے آگے سے اور مواہب وطبرانی میں نیز بایں الفاظ حدیث موجود ہے۔

"عن ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن الی یوم القیمۃ کانی انظر الی کفی ھذا" حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے کہ بیشک اللہ تعالی نے میرے سامنے دنیا کو اٹھا کر رکھ دیا جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے اس کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کو اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں اور ایک روایت میں ہے کہ اپنے صحابہ کبار رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو نماز کے بارے میں کہا کہ تم لوگ صفیں و رکوع وسجود خوب کیا کرو مجھ سے تمہارے رکوع وسجود پوشیدہ نہیں کیونکہ میں جیسے سامنے دیکھتا ہوں ویسا ہی پیچھے سے

"عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ھل ترون قبلتی ھھنا فواللہ ما یخفی علیّ رکوعکم ولاسجود کم انی لاراکم ورآء ظھری" (نقل از بخاری ومسلم)

اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک صحابی کو کہا کہ یہ لوگ جو دعا مانگ رہے ہیں ان کے ہاتھ نور سے بھرے ہوئے ہیں اس نے کہا یارسول اللہ مجھے بھی یہ طاقت دلادیں آپ نے ان کے لئے دعا فرمائی اور اس نے بھی دیکھا یہ حدیث تاریخ بخاری وبیہقی میں بایں الفاظ مسطور ہے۔" عن انس قال خرجت مع النبی ﷺ الی المسجد فیہ قوم رافعو ایدیھم یدعون فقال رسول اللہ تری بایدیھم نور ماری قلت ما بایدیھم قال بایدیھم قلت ادع اللہ ان یرنیہ فدعا اللہ فارنہ " اور ان حدیثوں سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کی نظر مبارک بھی بے مثل تھی اور

(1) یہ کتاب اعلی حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت مولانا العلامہ الشاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔

زمین وآسمان میں جو چیز بھی کسی بشر کو نظر نہیں آتی آپ سب دور و نزدیک چیزوں کو ملاحظہ فرمالیا کرتے تھے فقط۔

(حررہ خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اندھیری رات میں برابر دیکھنا ثابت ہے یا نہیں؟

الجواب: بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رات اور دن میں برابر دیکھنا اس حدیث شریف سے ثابت ہے "عن ابن عباس قال کان رسول اللہ ﷺ یری فی اللیل فی الظلمة کما یریٰ بالنھار فی الضوء اخرج ابن عدی وابن عساکر والبیھقی عن عائشة" یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رات کے اندھیرے میں ایسا ہی دیکھا کرتے تھے جیسا کہ دن کی روشنی میں فقط العلم عنداللہ۔

سوال: آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ نے خداوند کریم لم یزل ولایزال کو ان آنکھوں سے دیکھا ہے یا نہیں۔

جواب: بیشک اس میں سلف صالحین کا اختلاف ہے لیکن صحیح تر یہی امر ہے کہ آقائے نامدار محمد مصطفےٰ ﷺ نے آنکھ بے مثل سر اور آنکھ قلبی سے دیکھا چنانچہ ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔ "عن ابن عباسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنھما انہ قال رسول اللہ ﷺ رایت ربی عزوجل اخرجہ امام احمد" یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بیشک میں نے اپنے رب کو دیکھا اور طبرانی معجم اوسط میں بسند صحیح ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی ہے کہ بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند کریم کو دو مرتبہ دیکھا ہے ایک بار آنکھ سے ایک بار دل سے "عن ابن عباس انہ قال رای محمد ربہ مرتین مرة بعینہ ومرة بقلبہ" اور حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ بیشک حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے "قتادہ عن انس ان محمد ﷺ رای ربہ عزوجل" اور ایسا ہی عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مذکور ہے اور علاوہ ان کے یہ بات بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت عطا فرمائی اور اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ کو نظیر اور نسائی شریف میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ نے مجھے فرمایا کہ جبرائیل تم کو سلام دیتا ہے میں نے کہا "علیک وعلیہ السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ" حضرت آپ کو نظر آتا ہے "تری ما لا نری" اور علاوہ اس کے خادم شریعت کی تحقیق بھی اسی پر ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے خداوند کریم کو آنکھ بقاوالی سے دیکھا ہے کیونکہ آنکھ بقاوالی کو لقائے خداوند کریم سے کوئی امر مانع نہیں لقولہ تعالیٰ ﴿اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾ اور جو حدیث مسلم شریف مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عدم رویت پر ناطق ہے اس سے بھی یہی مراد ہے کہ آنکھ فانی اور سروالی نہیں دیکھ سکتی ورنہ مائی صاحب کیوں فرماتیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خداوند کریم کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔ چنانچہ یہ روایت بھی مسلم شریف میں ہے اور مائی صاحب نے جو اس دلیل سے اجتہاد کیا ہے کہ "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ" اور خداوند کریم کو بینائی نہیں پاسکتی بینائیوں کو پاتا ہے تو یہ مائی صاحب کا اپنا ہی اجتہاد ہے حالانکہ اکثر روایات واقوال صحابہ وقبیلہ بنو ہاشم ومحدثین ومفسرین

واصفیا کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اس کے خلاف پر ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہمارے سردار محمد رسول اللہ ﷺ نے خداوند کریم کو دیکھا چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں حدیث نیز اس بات پر شاہد ہے "عن ابن عباس قال رای بفواده مرتين" نقل از شفا قاضی عیاض وطبرانی

کلام سرمدی بے نقل بشنید — خداوند جہاز اب بے جہت دید
دراں دیدن کہ حیرت حاصلش بود — دلش در چشم و چشمش در دلش بود

پس طالبان مولا کو چاہیے کہ اس مسئلہ میں عقل و توقف و تدبر و رشتہ ایمانی محبت و عشق سے کام لیں

بانگویم یاد داری بالیقین — اسم اللہ کن تصور مین دبیں

فافہم والعلم عند اللہ۔ (خادم شریعت عفاعنہ)

سوال: کیا کوئی حدیث مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بایں مضمون مروی ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام رات معراج میرے پاس رہے اور جسمی معراج نہیں ہوا۔

جواب: اس مضمون کی حدیث کتب صحاح و مشہور و معتبرہ میں نہیں ہے اور نہ ہی خود مائی صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مشاہدہ معلوم ہوتا ہے اور نہ ہی متن اس حدیث کا صحیح ہے وہو ہذا۔

"عن محمد قال حدثنی بعض ال ابی بکر ان عائشة رضی اللہ عنہا کانت تقول مافقد جسد رسول اللہ ﷺ ولکن اللہ اسری بروحہ" (تفسیر جامع البیان جزو ۱۵ صفحہ ۱۳)

اور علاوہ اس کے علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ شرح مواہب جزو ۶ صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث موضوع ہے اور بنائی گئی ہے واسطے رد کرنے حدیث صحیح کے اور یہ حدیث واقع کے خلاف پر دال ہے اگر معراج شریف موافق بعض روایات ابتداء اسلام میں ہوا تب تو حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پیدا ابھی نہیں ہوئی تھیں بعض روایت میں ہجرت سے پانچ سال پہلے ہوا اور بعض میں ہجرت سے ایک سال پیشتر ہوا ہجرت کے وقت حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آٹھ سال کی تھیں اگرچہ نکاح ہو گیا تھا مگر بعد ہجرت نو سال عمر شریف ہوگی دولت خانہ حضور ﷺ میں رونق افروز ہوئیں پس معلوم ہوا کہ یہ روایت کسی طرح بمقابلہ احادیث صحیحہ متعدد معتبر قابل تسلیم نہیں ہو سکتی کما مر۔ اگر کسی صاحب نے زیادہ تحقیق کرنی ہو تو تحفہ احمدیہ کو ملاحظہ فرمادیں۔ فقط والعلم عند اللہ۔ (المجیب خادم شریعت نظام الدین عفی عنہ)

سوال: حضرت آقائے نامدار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بول و براز کو زمین کس لئے جلدی لقمہ کر جاتی اور بول و براز میں خوشبو لطیف کیوں آتی اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیشاب کو کیوں مائی ام ایمن وغیرہ نے نوش کیا۔

جواب: انبیاء علیہم السلام کے اجسام مبارک اقسام بہشت سے ہوتے ہیں چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی

کثیرہ سے مروی ہے فرماتی ہیں کہ ایک روز میں دیکھتی ہوں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جائے خلا میں حاجت ضروری کے لئے تشریف لے گئے تھے اور جب وہاں سے آئے تو میں وہاں فوراً پہنچی لیکن میں نے بدوں خوشبو وہاں کچھ نہ پایا اور نہ دیکھا تو میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر بہشتی وجودوں کی قسم سے ہوتے ہیں اس لئے ہمارا بول وبراز وپسینہ خوشبودار ہوتا ہے اور بول وبراز وغیرہ کو زمین چھپا لیتی ہے اور جس جگہ پڑتا ہے وہ جگہ بھی معطر ہو جاتی ہے اور وہاں سے خوشبو آنے لگ جاتی ہے نقل از کنز العمال جلد ٦۔

"واخرج ابو نعیم من لیلی مولاۃ عائشۃ ام المؤمنین رضی اللہ تعالی عنہا قال رایت یا رسول اللہ انک تدخل الخلاء فاذا خرجت دخلت فی اثرک فما اری شیئا وانی لاجد رائحۃ المسک قال انا معاشر الانبیاء نبت اجسادنا علی ارواح اھل الجنۃ فما خرج منھا شی ابتلعہ الارض"

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر کی ذاتی خوشبو تھی اس لئے تمام پسینہ بھی خوشبودار اور آپ کے بول وبراز سے خوشبو آتی تھی اور جنہوں نے پیشاب مبارک پیا ہے اور انہوں نے محض خوشبودار سمجھ کر اور کمال محبت کی وجہ سے پیا ہے بیماریوں سے نجات حاصل کی اور جنت کی خوشخبری پائی باقی فتاویٰ ہذا میں ملاحظہ فرمادیں فقط۔

(خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور ظہور سے سوئی گم شدہ حضرت مائی صاحبہ کو مل گئی تھی اور اس کا کہیں ثبوت ہے۔

جواب: بیشک اس کا ثبوت حدیث صحیح سے ملتا ہے وھو ہذا۔

"اخرج ابن عساکر عن عائشۃ قالت کنت اخیط فسقط منی الابرۃ فطلبتھا فلم اقدر علیھا فدخل رسول اللہ ﷺ فتبینت الابرۃ بشعاع نور وجھہ فاخبرتہ فقال یا حمیرا (١) الویل ثم الویل ثلاثا لمن حرم النظر الی وجھی"

یعنی حضرت ابن عساکر مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مائی صاحبہ فرماتی ہیں کہ میں اندر بیٹھ کر کچھ سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر گئی ہر چند تلاش کی لیکن اندھیرے کے سبب سے نہ ملی اتفاقاً آپ کی ذات اندر تشریف لائے تو آپ کے چہرہ انور کی روشنی سے تمام اندر روشن ہو گیا۔ اندھیرا جاتا رہا سوئی گمشدہ زمین پر گری ہوئی مل گئی اور فرمایا اے عائشہ افسوس افسوس اس کے لئے جس نے مجھے نہ دیکھا اور حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آپ کا چہرہ مبارک القمر لیلۃ القدر کی طرح چمکتا تھا نقل از ترمذی ابو ہریرہ سے ہے کہ آپ کا چہرہ آفتاب عالمتاب تھا جب آپ ہنستے تو نور کا عکس دیواروں پر پڑتا۔

سوال: کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام جس کو مس فرمائیں اس کو آگ نہیں لگ سکتی؟

(١) معنے حمیر بریہ امیھا چنانچہ کتاب مجمع البحار جلد اول صفحہ ٣٠١ میں مسطور ہے خذو شطر دینکم من الحمیر اء یعنی عائشۃ الصف الحمراء مد طیبھا۔ پس معلوم ہوا کہ اتباع مائی صاحبہ سے منزل لاہوتی طے ہو جاتی ہے اور طالب مولیٰ مقام لاہوت تک پہنچ جاتا ہے ١٢ خادم شریعت۔

جواب : بیشک ہمارا یہ ایمان ہے کہ جس کے ساتھ آقائے نامدار ﷺ مس کریں اس کو بھی آگ اثر نہیں کر سکتی چنانچہ ذیل کی روایت اس پر شاہد ہے حافظ ابونعیم نے عباد بن عبد الصمد سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم کئی آدمی انس بن مالک کے ہاں تھے انہوں نے اپنی کنیز کو کھانا لانے کا حکم دیا پھر انہوں نے کہا کہ رومال بھی لا جب وہ لائی تو انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے میلا دیکھ کر کنیز کو حکم دیا کہ تنور جلا کر اس میں ڈال دے اس نے ایسا ہی کیا تھوڑی دیر کے بعد نکالا تو وہ سفید دودھ جیسا نکلا۔ ہم دیکھ کر حیران رہ گئے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا جائے حیرت نہیں یہ رومال رسول اللہ ﷺ کا ہے آپ کھانا کھا اس سے منہ پونچھتے تھے اور ہم بھی تبرکا ادائے سنت بعد فراغت اسی سے منہ پونچھا کرتے ہیں جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم اس کو اسی آگ میں جلا کر صاف اور سفید کر لیا کرتے ہیں اور یہ تم سب جانتے ہو کہ حضور علیہ السلام کے جسم مبارک کو لگی ہوئی چیز کو آگ نہیں جلا سکتی نقل از بے مثل بشر صفحہ ۴۷ اور الفاظ حدیث شریف کے یہ ہیں۔

"اخرج ابونعیم عن عباد بن عبد الصمد قال اتینا انس بن مالک فقال یا جاریة هلمی المائدة نتغدی فاتت ثم قال هلمی المندیل فاتت بمند یل وسخ فقال اسجری التنور فاوقدته فامر بالمندیل فطرح فیه فخرج ابیض کانه اللبن قلناما هذا قال هذا مندیل رسول الله ﷺ کان یمسح به وجهه فاذا تسخ صنعنا به هکذا لان النار لا تاکل شیئا مس علیه الحدیث فقط۔"

(خادم شریعت نظام الدین عفی عنہ)

سوال : آپ کا پیالہ کس لکڑی سے بنا ہوا تھا اور کتنی قیمت سے فروخت ہوا۔

جواب : شمائل ہیتمی میں مسطور ہے کہ وہ لکڑی جھاؤ سے بنا ہوا ہے اور اس کو کڑی لوہے کی لگوائی ہوئی تھی اسکو تبرکا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حفاظت سے رکھا جب انہوں نے انتقال کیا تو ان کے فرزندار جمند نضر نے ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آٹھ لاکھ درہم یعنی دو لاکھ روپیہ سے فروخت کر دیا۔ اور شفا شریف میں ہے کہ اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے پاس نیز ایک پیالہ تھا وہ بیمار لوگوں کو اس سے پانی حصول شفا کے لئے پلواتی تھیں اور حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ میں نے اس پیالہ کو دیکھا اور اس سے پانی بھی پیا۔ فقط واللہ العلم عند اللہ۔

(خادم شریعت نظام الدین عفا عنہ)

سوال : کیا جمعہ مسقط ظہر ہے یا نہ؟

جواب : بیشک جمعہ بجمیع شرائط مسقط ظہر ہے بلا شرائط ہرگز مسقط ظہر نہیں ہو سکتا اور وہ شرائط بارہ ہیں جن کا ذکر پچھلی جلدوں میں مدلل گزر چکا ہے اور اسلئے ہم حنفی لوگ جہاں کہیں شرائط میں شک پڑ جائے تو ظہر کی نماز احتیاطاً ادا کر لیتے ہیں چنانچہ نقایہ وشامی وفتاویٰ عالمگیر وغیرہ کتب میں مسطور ہے۔

"ثم فی کل موضع وقع الشک فی جواز الجمعة لوقوع الشک فی المصر اوغیره و اقام اهله الجمعة ان یصلوا بعد بالجمعة اربع رکعات وینوو الظهر حتی لولم تقع الجمعه موضع ما یخرج عن عهدة الفرض الوقت هکذا فی المحیط وفتح القدیر وفتاویٰ جواهر الفتاوی وبدر السعادة والتاتارخانیه وابراهیم شاهی

وجامع الفتاوی والکافی وفتاوی عتابیه وفتاوی خزانة المفتین وخزانة العلوم وفتاوی المحمدیه اذ وقع الشک فی المصر فلیصلوا اربعاً فرض الوقت بعد الفراغ من صلوٰة الجمعة "

یعنی جس جگہ شک پڑ جائے جمعہ کی نماز کے جواز میں واسطے واقع ہونے شک کے مصر میں یا اس کے غیر میں اور قائم کریں وہاں کے لوگ نماز جمعہ تو مناسب ہے کہ پڑھیں بعد جمعہ کے چار رکعت اور نیت کریں نماز ظہر کی کیونکہ اگر نہ صحیح ہو تو جمعہ تو بری ہوگی ذمہ داری فرض وقتی سے ساتھ یقین کے اسی طرح ہے محیط وغیرہ کتب فقہ میں اگر کسی صاحب نے اس مسئلہ کی تفصیل دیکھنی منظور ہو تو رسالہ نور الشمعه وسلطان الفقه وکتاب "بهدا الرسول والنعمان" میں ملاحظہ فرمادیں اور اس کی نیت میں علمائے دین کا بہت اختلاف ہے لیکن فقیر کی تحقیق اس طرح ہے کہ نیت کرتا ہوں میں چار رکعت نماز فرض ظہر جو کہ ذمے میرے ہے چنانچہ فتاوی غرائب ورحمانیہ میں ہے

" والصحیح ان یقول اصلی لله تعالی اربع رکعاتِ صلوٰة الظهر الذی ادرکت ولم وصله بعد "

اور بعض لوگ جو بے دھڑک ہیں کہہ دیا کرتے ہیں کہ میاں یہ شرائط کوئی ضروری نہیں اگر ہوں تو بہتر ہے ورنہ ان کے نہ پائے جانے میں جمعہ کی نماز میں کوئی نقص نہیں آتا جیسا کہ بادشاہ اسلام کا ہونا جمعہ کی نماز کو مانع نہیں افسوس

دل کو روؤں یا جگر کا غم کروں ایک میں اب کس کس کا ماتم کروں

مسلمانو! یاد رکھو کیا نکاح میں دو گواہ اور جہاد کے لئے بادشاہ مسلمان اور زکوٰۃ کے لئے صاحب نصاب ومسلمان عاقل بالغ اور حج کے لئے مسلمان عاقل بالغ زادراہ وحفظ امن وغیرہ شرائط پائے جائیں گے تو یہ سب امور جائز اور واجب ادا ہوجائیں گے اگر ان احکام سے ایک کی شرط نہ پائی گئی تو وہ حکم ربی ہرگز ادا نہ ہوگا اسی طرح جمعہ کی شرائط میں سے اگر ایک کی بھی ترک ہوگی تو جمعہ محققین احناف کے نزدیک ہرگز ادا نہ ہوگا۔ کیونکہ جن دلائل سے ان کے شرائط فرض ہیں انہیں دلائل سے جمعہ کے شرائط بھی فرض ہیں اور شرط سلطان میں صرف اختلاف امام شافعی وامام مالک رحمۃ اللہ علیہما کا ہے نہ امام ابوحنیفہ وامام ابویوسف رحمۃ اللہ علیہما کا چنانچہ مبسوط باب الجمعہ صفحہ ۲۴ میں مسطور ہے "السلطان شرط عندنا وانه غیر شرط عند مالک والشافعی " نقل از شرح نقایہ صفحہ ۱۳۲" من شرائط الجمعة اختلاف للشافعی "اور تعریف سلطان کی یہ ہے "ینفذ الاحکام ویقیم الحدود "اور ہدایہ صفحہ ۱۴۷ وشرح النقایہ صفحہ ۱۲۳ میں بایں طور ہے "المصر الجامع کل موضع له امیر اوقاض ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وهذا عن ابی یوسف "اور اسی کتاب ہدایہ شریف کے صفحہ ۱۴۸ میں لکھا ہے۔

"لا تصح الجمعة الا فی مصر جامع اوفی مصلی المصر ولا تجوز فی القری لقوله علیه السلام ولا جمعة ولا تشریق ولا فطر ولا اضحیٰ الا فی مصر جامع"

اور فتح القدیر و شرح نقایہ میں نیز بایں طور تحریر ہے۔

"فاسعو الی ذکر اللہ لیس علی اطلاقہ اتفاقا بین الائمۃ اذلا یجوز اقامتھا فی البراری اجماعا ولا فی کل قریۃ عندالشافعی" اور عینی شرح بخاری میں ہے کہ فرمایا حضرت ابن منذر رضی اللہ تعالی عنہ نے کہ قدیمی سنت یہی ہے کہ جمعہ کو قائم کرنا حق سلطان ہے یا جس کو اس نے حکم کیا ہو اگر یہ نہیں تو لوگ ظہر کی نماز پڑھیں۔

"وقال ابن لمنذ مضت السنۃ بان الذی یقیم الجمعۃ السلطان ومن قام بھابامرہ فاذالم یکن ذلک صلو الظھر"

اور فرمایا حبیب ابن ثابت امام اوزاعی ومحمد بن مسلمہ ویحیی بن عمر مالکی رحمۃ اللہ علیہم نے کہ جمعہ بدوں خطیب وامیر کے نہیں ہوسکتا اور ایک روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے بایں طور ہے کہ اگر بدوں سلطان کوئی شخص آگے ہوکر نماز جمعہ پڑھائے تو جائز نہ ہوگی اور کبیری شرح منیہ میں لکھا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کا محاصرہ کیا تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان خلیفہ وقت سے اجازت لے کر جمعہ کی نماز کو پڑھایا۔

"وعلی ھذا کان السلف من الصحابۃ ومن بعدھم حتی ان علیارضی اللہ عنہ انماجمع ایام محاصرۃ عثمان بامرہ"

یعنی اس پر سلف صحابہ اور اس کے بعد تابعین وغیرہ رہے ہیں حتی کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کے محاصرہ کے دنوں میں ان کے حکم سے جمعہ پڑھایا تھا پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ جمعہ بدوں سلطان وماموراس کے جائز نہ ہوگا لہذا مسلمانوں کو نماز احتیاطا ضروری پڑھنی ہوگی۔ چنانچہ فتاوی عزیزی جلد ۲ صفحہ ۳ میں مسطور ہے اور جن ملکوں اور جس جگہ جمیع شرائط سے جمعہ پڑھا جاوے تو وہاں احتیاط الظہر پڑھنے کی ضرورت نہیں وہاں صرف جمعہ کے بعد [1] چھ رکعت پڑھنی چاہییں پہلے چار اور پھر دو اور جہاں کہیں شرائط جمعہ میں شک پڑ جائے تو وہاں بعد از دو رکعت نماز جمعہ دس رکعات ادا کی جائیں چنانچہ شامی و شرح نقایہ وغیرہ میں مسطور ہے فقط واللہ اعلم عنداللہ۔

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفا عنہ)

[1] فعلی حدیث سے دو رکعت آپ کی ذات کا پڑھنا ثابت اور قولی سے چار رکعت پڑھنا ثابت اور قولی فعلی پر ترجیح رکھتی ہے اور سعید بن مسعود فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ جب ہمارے شہر میں تشریف لاتے تو بھی ۶ رکعت بعد نماز جمعہ پڑھتے تھے فلماقدم علینا ابن ابی طالب رضی اللہ تعالی عنہ علمنا ان نصلی ستا پس جو چار پر زائد ہو تو اس قاعدہ پر قائم ہوگیں الحدیث مقدم علی الثانی اور فعلی حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں انہ کان یصلی بعد الجمعۃ رکعتین ترمذی از ابن عمر اور قولی حدیث کے الفاظ یہ ہیں قال رسول اللہ ﷺ من کان منکم مصلیا بعد الجمعۃ فلیصل اربعا ھذا حدیث حسن صحیح۔ نقل از طحطاوی وعینی شرح بخاری اور صاحب درمختار فرماتے ہیں کہ جمعہ کے بعد دس رکعتیں پڑھیں۔

مَسَائل شتّٰی

ہمارے مذہب حنفی میں جمعہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں باوجود بادشاہ اسلام ہونے کے بھی جائز نہیں وہاں ظہر پڑھنی چاہیے ہاں اگر وہاں جمعہ قائم ہو چکا ہو اور لوگ مدت سے پڑھتے چلے آتے ہوں تو ان کو جمعہ سے روکا نہ جائے اور ظہر کی نماز فرضاً بعد از جمعہ قریوں یعنی بستیوں میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے وہاں قریہ سے مراد شہر اور محلّہ شہر مراد ہے چنانچہ مجمع البحار و قاموس وغیرہ کتب معتبرہ اس پر شاہد ہیں اور قرآن مجید نیز اس پر ناطق ہے کہ قریہ شہر کو بولا جاتا ہے قولہ تعالیٰ:
"وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ اى مكة و طائف ذكره فى الكبيرى وفتح القدير" اور سورہ بقرہ میں ہے "هٰذِهِ الْقَرْيَةَ" مراد یہاں بیت المقدس "مر على قرية وهى خاوية" مراد شہر ایلیا ہے۔

اور اکثر جگہ لفظ قریہ کا اطلاق شہر پر ہی آیا کرتا ہے جس کا مفصل ذکر ظہور الشمعہ میں مسطور ہے ہاں اگر کسی صحابی نے بعد از انتقال آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ جمعہ کسی بستی چھوٹی یا کسی کنواں یا جنگل میں پڑھا دیا ہو تو وہ اسکا خود اجتہاد ہوگا جو کہ مقابلہ حدیث مرفوع کے قابل اعتبار نہیں ہوگا۔ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سوائے مکہ و مدینہ منورہ کے اپنی ظاہری زندگی میں کسی بستی یا جنگل میں نہ جمعہ پڑھا ہے نہ ہی کسی کو حکم دیا ہے بلکہ آپ نے عرفات ایام حج الوداع میں باوجود کہ آپ کے پاس کئی ہزار آدمی موجود تھے لیکن آپ نے وہاں جمعہ نہیں پڑھا اور نہ ہی کسی کو حکم دیا اور نہ ہی آپ نے قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں جمعہ پڑھا باوجودیکہ فرضیت جمعہ کا علم آپ کو ہو چکا تھا اور لوگ مدینہ منورہ والے بادشاہ آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جمعہ کو ادا کر لیا کرتے تھے۔ اور آپ نے وہاں اس لئے جمعہ نہ پڑھا کہ ابھی وہاں شوکت و حکومت بوجہ غلبہ کفار حاصل نہ تھی اور یہ شعار اسلامیہ ہے جن کا علانیہ ادا کرنا لازمی تھا اس لئے آپ اس وقت نہ ادا کر سکے اور اگر اور نمازوں کی طرح ہوتا تو ضرور ادا فرماتے پس اس سے معلوم ہوا کہ حکومت اسلامیہ و شوکت سلطانیہ کا ہونا ضروری ہے دیکھو دار قطنی و نور الشمعہ صفحہ اور علاوہ اس کے تاریخ کی کتابوں سے ثابت ہوتا ہے کہ ملک حبشہ کے عیسائی بادشاہ کی طرف جب صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہجرت فرما گئے تھے۔ اور وہاں عرصہ قریب چھ سال سے زائد رہے اور بدوں جمعہ سب احکام جو ان کے ذمہ تھے ادا کئے لیکن جمعہ کو نہیں پڑھا حالانکہ انکو جمعہ کی فرضیت کا علم پہلے ہی سے ہو چکا تھا فقط۔

مسئلہ : خطبہ جمعہ عربی زبان میں بقدر طوال مفصل پڑھنا مسنون ہے اگر کوئی غیر زبان میں چند اشعار پند و نصائح عوام الناس پڑھ دے تو کوئی مضائقہ نہیں ہوگا چنانچہ کتاب رد المحتار کتاب الجمعہ میں ہے "لم يفيد الخطبة بكونها بالعربية" اور خطبہ لمبا نہ پڑھنا چاہیے اور جمعہ کے روز غسل کرنا سنت ہے بشرطیکہ اسی غسل و وضو سے جمعہ پڑھا جائے تو یہ سنت ادا ہوگی نقل از قاضی خاں اور جمعہ سردیوں میں اول وقت اور گرمیوں میں ٹھنڈے وقت پر ادا کرنا سنت ہے اور جو خطیب ہو وہی نماز

پڑھائے اور خطیب سوائے امر معروف کوئی بات نہ کرے۔ اگر کسی شخص کی سنتیں پہلی جمعہ کی رہ جائیں تو بعد از جمعہ ان کو پڑھے نقل از در مختار۔ خطبہ جمعہ امام کھڑا ہو کر بلند آواز سے پڑھے لیکن دوسرے خطبہ میں پہلے خطبہ سے آواز پست کرے

مسئلہ : جمعہ اگر شہر میں کئی جگہ پڑھا جائے تو نزدیک حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جائز ہوگا اور یہی اصح و صحیح ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۱۱۷ مطبوعہ نولکشور سطر ۱۵ میں بایں مسطور ہے۔

"وتؤدی الجمعة فی مصر واحدٍ فی مواضع کثیرةٍ وهو قول ابی حنیفة ومحمد وهو الاصح وذكر الامام السرخسی انه الصحیح من مذهب ابی حنیفة وبه ناخذ هكذا فی بحر الرائق"

اور علاوہ اس کے کتاب عینی شرح ہدایہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ میں لکھا ہے کہ جب (۱) مرو کے لوگ دو جگہ پڑھنے لگے تو علمائے دین نے اختلاف کیا اور فتویٰ دیا کہ بیشک جمعہ پڑھو لیکن نماز ظہر اس کے بعد ضرور پڑھو تمیذ رشید حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ حسن بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسی کو پسند کیا اور اسکے بعد چار رکعت بہ نیت ادا کریں فقط۔

خطبہ جمعہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

"الحمد لله الحنان المنان ذی الفضل والاحسان والکرم والامتنان مبین البیان ملهم الجان والحنان رازق اهل الخیر والطغیان جاعل الزمان والارکان فاطر السمآء باشد البیان نحمده علی القلب واللسان ونشکره فی کل حین وآنٍ ونشهد ان لا اله الا الله وحده لاشریک له ونشهد ان سیدنا ومولانا محمد عبده ورسوله الشفیع لاصحاب الجرم والعصیان اما بعد فان خیر الحدیث کتاب الله وخیر الهدی هدی محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة فی النار☆اعوذ بالله من الشیطن الرجیم یآیها الذین امنوا اتقوا الله حق تقاته ولا تموتن الا وانتم مسلمون☆یآیها الذین امنوا اتقوا الله الذی تسآءلون به والارحام ان الله کان علیکم رقیبا☆یآیها الذین امنوا اتقوا الله وقولوا قولاً سدیداً یصلح لکم اعمالکم ویغفرلکم ذنوبکم ومن یطع الله ورسوله فقد فاز فوزاً عظیماً☆بارک الله لنا ولکم فی القران العظیم ونفعنا وایاکم بالآیات والذکر الحکیم☆ انه تعالی جواد قدیم کریم ملک برٌّ رؤف رحیم ☆"

(۱) اس سے معلوم ہوا کہ امام صاحب علیہ الرحمۃ کا مذہب بھی احتیاط الظہر میں یہی ہے چونکہ جو روایتیں ان کے شاگردوں نے بیان فرمائی ہیں وہ سب کی سب امام صاحب علیہ الرحمۃ سے اخذ کی ہیں اور انکے قواعد و اصول کے تحت رہ کر صرف انہوں نے تصریح کر دی ہے اور صاحب رد المختار نے جلد اول میں لکھ دیا ہے کہ جب امام صاحب کے شاگردوں کا قول لیا گیا تو یقیناً سمجھ لینا چاہیے کہ یہ خاص یہی وہی امام صاحب علیہ الرحمۃ کی ہوگی اور امام ابو یوسف و حسن بن زیاد قسماً کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا قول کوئی قول اظہار نہیں کیا جس کی روایت امام صاحب سے ہم کو نہ پہنچی فقط خادم شریعت عفا عنہ۔

خطبه منظوم جمعه

حمدت لسامعٍ ربٍ قديم　　هو السلطان من غير النديم

اله الخلق ذوالمن العظيم　　جواد ماجد معطے النعيم

مليک مالک ملک کبير　　حکيم قادر محيى الرميم

رء وف حامد حى لطيف　　رفيع مالک الملک العظيم

بديع الخلق علام الخبانا　　سميع الصوت من تحت العظيم

هو الفرد المدبر کل شئى　　هو الموصوف بالوصف القديم

فصل على النبى الها شمى　　رسول صاحب الدين القديم

شفيع المذنبين بيوم عسرٍ　　کريم صاحب الجد الکريم

شهيد سيد مولى البرايا　　امين صاحب الوحى الحريم

تحياتٍ کمشکٍ زاکياتٍ　　نثرن عليه کاالدر النعيم

على الاولاد والاصحاب طراً　　جواد الناس بالفيض الجسيم

على بى بکرهٖ من فاق دهراً　　با فضا ل و بالمن العظيم

حبيب المصطفى جهارجيش　　رفيق الغار کاب شهيم

على الفاروق سر الحق والدين　　اشد الناس فى امر الحکيم

على عثمان ذوالنورين او فى　　بعهد الله بالعزم الصميم

على اسد وللمولى على　　همامٍ حارث بطل الشهيم

على الحسنين مظلومين ابنى　　على المرتضى مولىٰ الکريم

على العباس والحمزة عمے　　رسول الله مبتسم وسيم

على زهراءِ قد فاقت نساءً　　منقاة مضناة النسيم

وعائشة الزکية والعفيفه　　مطهرة القوية من نميم

على الانصار والاتباع جمعاً　　ومن قاموا بدين مستقيم

اله العالمين امنن علينا　　فمن غيرک بکلاش العديم

فيارب اغفرن عنى ذنوبى　　و ا دخلنى بفضلک والنعيم

" بارک الله لنا ولکم فى القران العظيم☆ونفعنا واياکم والايات والذکر الحکيم انه تعالىٰ جواد کريم ملک برء وف الرحيم ☆ "

خطبہ ثانی

"الحمد لله حمداً کثیراً وسبحوہ بکرة واصیلاً وما ارسلنک الا مبشراً ونذیراً ونشهد ان لآ اله الا الله وحده لاشریک له سمیعاً قدیراً☆ ونشهد ان محمداً عبده ورسوله مخاطب نحن نزلنا علیک القران تنزیلا☆ان الله وملئکته یصلون علی النبی یآیها الذین امنو اصلوا علیه وسلموا تسلیماً☆اللهم صل علی سیدنا محمدٍ وعلی ال سیدنا محمد بعدد صلی وصام وصلی علی سیدنا محمدٍ وعلی ال سیدنا محمد بعدد من قعد وقامه وصل علی جمیع الانبیآء والمرسلین وعلی ملئکة المقربین وعلی عباد الله الصلحین☆ وعلی اهل طاعتک اجعمین من اهل السموات والارضین☆برحمتک یآرحم الرحمین اللهم انصر من نصر دین محمدٍ صلی الله علیه واله وسلم وجعلنا منهم واخذل من خزل دین محمدٍ ﷺ ولاتجعلنا منهم عباد الله رحمکم الله ان الله یامرکم بالعدل والاحسان وایتآء ذی القربی وینهی عن الفحشآء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون☆اذکروا الله العزیز الجباریذکرکم وادعوہ یستجب لکم ولذکرالله تعالی اعلی واولی وعزواجل واتم واهم واعظم واکبر"

مسئلہ : اس کے بعد فوراً ہی امام یعنی خطیب صفیں بنا کر دو رکعت فرض جمعہ خود پڑھائے اور کسی دوسرے کو بلا عذر حکم نماز پڑھانے کا نہ دے ورنہ کراہت ہوگی اور بعد سلام مقتدیوں کے لئے دعا مانگے اور اس کے بعد چار رکعت سنت پھر چار فرض احتیاطاً اور دو سنتیں خود بھی پڑھے اور لوگوں کو بھی پڑھائے اور چھوٹے گاؤں میں ہرگز نہ پڑھیں۔ اگر کسی قصبہ میں جمعہ پڑھیں تو وہاں ضرور فرض ظہر نماز بعد جمعہ ادا کریں اگر شہر لاہور وامرتسر، ملتان، دہلی وغیرہ بلاد ہندوالے لوگ جمعہ پڑھیں بوتعدد جمعہ اور عدم شرائط جمعہ میں اختلاف پائیں تو اس صورت میں بھی ظہر احتیاطاً پڑھیں اگر عوام الناس نہ پڑھیں اور خطیب کے کہنے پر عمل نہ کریں تو خطیب کو چاہیے کہ ضرور ظہر کی نماز ادا کریں کیونکہ عبادت میں احتیاط مشروع ہے اور احتیاط الظہر کا ثبوت ۳۶۰ کتب فقہ معتبرہ میں درج ہے۔

(خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

☆☆☆☆☆

مسائل عید الضحیٰ و عید الفطر:

ہر دو عیدیں واجب ہیں ﴿فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ﴾ اس پر شاہد ہے اور ان کے پڑھنے کا یہ طریقہ ہے کہ عیدگاہ میں داخل ہو کر باطہارت کھڑا ہو اور دو رکعت نماز واجب عید الفطر و الضحیٰ کی نیت کرے اور تکبیر اولیٰ کہے اور ثنا اور اعوذ پڑھے اور تین تکبیریں متواتر ہاتھ چھوڑ کر کہے پھر مع بسم اللہ سورت فاتحہ و قرأت پڑھے اور رکوع و سجود کرے پھر دوسری رکعت میں کھڑا ہو جائے مع بسم اللہ سورہ فاتحہ پڑھے اور قرأت پڑھے اور تین تکبیریں پہلی سورت پر ادا کرے اور پھر تکبیر رکوع کہہ کر رکعت ثانی ادا کرے اور خطبہ عید پڑھے اور اس میں احکام عید بیان کرے۔

اور غسل کرے اور خوشبو لگائے اور خوب نئے کپڑے پہنے اور عید الفطر ادا کرنے سے پہلے کچھ کھانا کھاوے اور تکبیریں عید راستہ میں بلند آواز یا آہستہ کہے اور لغویات اور کھیل بازی سے باز رہے اور استغفار کرے اور ہر ایک سے میل جول و محبت سے پیش آئے۔

مسئلہ: صدقۂ فطر کس روز اور کس وقت ادا کرنا سنت ہے؟

جواب: بروز عید نماز ادا کرنے سے پہلے مساکینوں میں ادا کرنا سنت ہے چنانچہ تمام کتب احادیث و فقہ اس پر شاہد ہیں "عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوۃ الفطر صاعاً من تمر اوصاعا من شعیر علی العبد الحر والذکر والانثی والصغیر والکبیر من المسلمین وامربها ان تؤدی قبل خروج الناس الی الصلوۃ"

(نقل از بخاری و مسلم و مشکوۃ کتاب صدقۃ الفطر)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا فرض کی پیغمبر خدا ﷺ نے زکوٰۃ فطر کی ایک صاع کھجور سے ایک صاع جو سے غلام پر اور آزاد پر اور مرد پر اور عورت پر اور چھوٹے پر اور بڑے پر درحالیکہ مسلمان ہوں اور حکم فرمایا صدقۂ فطر کا یہ کہ دیا جاوے پہلے لوگوں کے نکلنے کے طرف نماز کی۔

حدیث نمبر۲: "عن ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوۃ الفطر الصیام عن اللغو والرفث وطعمة المساکین من اداها قبل الصلوۃ فهی زکواۃ مقبولة ومن اداها قبل الصلوۃ فهی زکواۃ مقبولة ومن اداها بعد الصلوۃ فهو صدقة من الصدقات رواه الدار قطنی ص ۲۱۹ وقال لیس فی روایة مجروح"

ترجمہ: فرمایا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ لازم کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زکوٰۃ فطر کی واسطے پاک کرنے روزہ کے بیہودہ بات سے اور کلام بری سے اور لازم کی واسطے کھلانے مسکینوں کے اور جو ادا کرے پہلے نماز عید پڑھنے کے پس ہوگی وہ زکوٰۃ فطر کی مقبول اور جو شخص بعد نماز عید کے ادا کرے وہ ایک صدقہ ہے صدقات میں سے یعنی جیسے دوسرے صدقات ہوتے ہیں اور کہا حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ و صاحب دار قطنی وغیرہ محدثین نے کہ اس حدیث کسی راوی پر جرح

نہیں اور کسی قسم کا اس حدیث پر اعتراض نہیں۔

حدیث نمبر ۳ : " حدثنا یعقوب بن عبد الرحمن حدثنا اسمعیل بن الحرث حدثنا جعفر بن عون حدثنا الحجاج عن عطاء عن ابن عباس قال من السنة ان یخرج صدقة الفطر قبل الصلوٰة اخرجه ابن ابی شیبه والدار قطنی واصله فی الصحیحین " (نقل از آثار السنن فی احادیث)

ترجمہ : حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ سنت یہ ہے کہ نکالے صدقہ عید فطر کا پہلے نماز عید کے نکالا اس کو ابن ابی شیبہ استاذ امام بخاری کے اور نکالا اس کو دار قطنی نے اور اصل اس کا بخاری و مسلم میں ہے۔

حدیث نمبر ۴ : " عن نافع عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ امر باخراج زکوٰة الفطر تودی قبل خروج الناس الی الصلوٰة " (الحدیث رواہ الدار قطنی صفحہ ۲۲۵)

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام صدقہ فطر کے ادا کرنے کا پہلے نماز کے حکم فرماتے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک روز یا دو روز پہلے صدقہ فطر ادا کر دیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر ۵ : " عن ابن عمر قال فرض رسول اللہ ﷺ زکوٰة الفطر وقال اغنوهم فی هذا الیوم رواه الدار قطنی "

حدیث نمبر ۶ : " عن ابن عمر ان رسول اللہ ﷺ امر بزکوٰة الفطر قبل ان یخرج الرجل الی الصلوٰة " (رواہ الدار قطنی صفحہ ایضا)

یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ غنی کر دو تم آج کے دن محتاجوں کو رواہ الدار قطنی صفحہ ایضا یعنی حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بیشک نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حکم صدقہ فطر نماز ادا کرنے سے پہلے کا ہے تا کہ وہ غربا لوگ اس روز غنی ہو جائیں۔

حدیث نمبر نمبر ۷ : "عن ابن عمر قال کان یامرنا رسول اللہ ﷺ ان نخرج صدقة الفطر قبل الصلوٰة وکان رسول اللہ ﷺ یقسمها قبل ان ینصرف الی المصلی ویقول اغنوهم عن السوال فی هذا الیوم رواه ابوداؤد والحاکم وعن ابن عمرو لفظ امرنا علیه السلام بزکواة الفطر ان تؤدی قبل الخروج الناس الی الصلوٰة " (نقل از شرح نقایہ جلد ۲ صفحہ ۲۹ ۱ سطر ۵ ۱ مولفہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ)

خلاصہ اس فرمان عالی شان کا یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے تھے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی بات کا حکم فرمایا کرتے تھے کہ صدقہ فطر نماز عید پڑھنے سے پہلے ہی مسکینوں میں ادا کر دیا کرو اور ہم آپ کے فرمان کے مطابق ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ہمیشہ ایسا ہی کرتے یعنی صدقہ فطر کا مال جمع شدہ بھی نماز عید ادا کرنے سے اول ہی مساکینوں میں تقسیم فرما دیتے تھے تا کہ وہ لوگ اس روز کسی کے محتاج نہ رہیں اور کسی کے آگے سوال نہ کریں اور کتاب عین الہدایہ شرح ہدایہ صفحہ ۸۹۱ میں لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مرتبہ لوگوں سے صدقہ فطر پہلے عید فطر کے

جمع کیا تھا اور اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو صدقہ فطر کے طعام پر حفاظت کے لئے مقرر کیا تھا اور پہلے ہرگز کسی کو نہیں دیا تھی کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کو جانے سے پہلے تقسیم صدقہ فطر کا حکم دیا اور کیا چنانچہ حدیث "یقسمها قبل ان ینصرف الی المصلی" روز روشن کی طرح معلوم ہوتا ہے اور کتاب قدوری وشرح کنز ملا مسکین و بحر الرائق و عینی و درمختار و برجندی و شرح نقایہ و فتح القدیر و قاضی خان و فتاویٰ غرائب و فتاویٰ جامع و جوہرة النیرہ و ہدایہ مجتبائی جلد اول صفحہ ۱۹۱ و فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۱۵۳ میں مسطور ہے۔ " والمستحب للناس ان یخرجوا الفطر بعد طلوع الفجر یوم الفطر قبل الخروج الی المصلی کذا فی جوہرة النیرہ" پس ان تمام کتب احادیث وفقہ شریف سے ثابت ہوا کہ آقائے نامدار احمد کبریا محمد مصطفیٰ ﷺ صدقہ فطر پہلے نماز عید پڑھنے کے غربا و مساکینوں کو تقسیم فرما دیا کرتے تھے اور خلفاء الراشدین و صحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین و آئمہ مجتہدین کا بھی اسی پر عمل رہا ہے اور موطا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ میں ہے کہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ بھی صدقہ فطر نماز کے پہلے ادا کرنے کو فضیلت سمجھا کرتے تھے اور یہی سنت طریق ہے چنانچہ لفظ۔

" اغنوهم وامرنا رسول اللہ ﷺ وکان یقسمها قبل ان ینصرف الی المصلی "

سے ظاہر ہوتا ہے ہاں اگر کسی شخص نے کسی مصلحت سے کسی محتاج و مسکین کو پہلے ہی دے دیا تو جائز ہے دینے والے سے صدقہ ساقط ہو جائے گا اگرچہ یہ فعل سنت کے خلاف ہے اور فتاویٰ جامع الرموز و فتح القدیر و حاشیہ ہدایہ شریف و فتاویٰ خلاصہ میں ہے کہ صدقہ فطر قبل طلوع الفجر ہرگز تعجیل نہ کی جائے و ہو ہذا "وقال الحسن بن زیاد لا یجوز التعجیل اصلاً" نقل از فتح القدیر صفحہ ۳۶۷ لیکن صاحب برجندی و صاحب ہدایہ اور اس کے متبعین نے لکھ دیا ہے کہ اگر کسی نے پہلے بھی دے دیا تو جائز ہو جائے گا۔ ہاں اگر فقرا کسی عالم وغیرہ امین شخص کو صدقہ فطر کے لئے خود مقرر کریں اور وہ لوگوں سے قبل از یوم فطر صدقہ فطر وصول کر لے اور بروز فطر فقرا میں تقسیم کر دے تو جائز ہوگا اور اگر وہ نہ کریں تو نہ ہوگا نقل از فتاویٰ عالمگیری و عین الہدایہ اور یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو اس روز صدقہ فطر ادا کرنے کی طاقت نہیں تو جب اس کو طاقت ہووے دیگا تو جائز ہوگا۔ فقط واللہ اعلم عند اللہ

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ)

سوال: ایک مولوی صاحب نے ۱۲ فروری ۳۳ء کو مولوی محمد دین صاحب خطیب جامع مسجد وزیر آباد سے سوال کیا (جب کہ انہوں نے قبل از عید الفطر صدقہ اکٹھا کیا تھا) کہ یہ تین حدیثیں آپ کے پیش کرتا ہوں کہ جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدقہ فطر عید کی نماز کے پہلے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام و اصحابہ کبار رضوان اللہ علیہم اجمعین فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے تھے اور اس میں تملیک شرط ہے لہٰذا جو آپ نے کہا ٹھیک نہیں ہے خلاف سنت ہے مولوی صاحب نے جواباً کہا کہ ان حدیثوں میں لفظ "کان" کا موجود ہے اور لفظ "کان" دوام واستمرار کے لئے نہیں آیا کرتا کبھی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسا بھی کر لیا کرتے ہوں گے اب سوال یہ ہے کہ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہاں تک صحیح ہے۔

جواب: از خادم شریعت۔ مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ لفظ "کان" کا استمرار و دوام کے لئے نہیں آیا اور اس محل میں ان کا یہ

کہنا بالکل غلط ہے علم قرآن و مجید وعلم حدیث شریف وعلم معانی سے ناواقفی ہونے کی دلیل ہے قرآن مجید میں دیکھو "کان بکل شئی علیما" کیا خداوند کریم کو کبھی ہر چیز کا علم نہیں ہوتا "نعوذ باللہ من ذلک" اور دیکھئے "کان اللہ ولم یکن معہ شیئا" الحدیث پس معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے نزدیک تو اللہ کا وجود بھی ثابت نہیں ہوتا "نعوذ باللہ ولا حول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم" اور علاوہ اس کے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ اشعۃ اللمعات جلد اول میں نیز بایں طور تحریر فرمایا ہے کہ جمہور محدثین اسی بات پر ہیں کہ لفظ کان کا استمرار و دوام کے معنی کیلئے آتا ہے در لفظ کان محدثا نیز سخن است مقرر و مشہور درمیان جمہور آنست کہ افادہ دوام واستمرار میکند اور خادم شریعت کے نزدیک بھی اس فرمان عالی شان میں جو لفظ کان کا واقع ہے معنی دوام واستمرار کے دیتا ہے چونکہ قرینہ "امر بہا واغنوھم فی ھذا الیوم وکان رسول اللہ ﷺ یقسمھا قبل ان ینصرف الی المصلی"

اس پر شاہد ہے اور جو بعض محدثین نے لکھا ہے لفظ "کان لا تقتضی التکرار والاستمرار" محض محل اختلاف ہے نہ محل اتفاق و نہ متحد فتویٰ افسوس کہ مولوی محمد دین ساکن بدہو ضلع کیملپوری احکام شارع علیہ السلام کے مقابلہ کرنے سے بھی خوف نہیں کرتے اور حدیث "افتوا بغیر علم" الحدیث کی پرواہ نہیں کرتے اور اپنے علم منطق میں مغرور ہیں اور علم فقہ حدیث و تفسیر سے بے از حد دور ہیں "واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم"

(حررہ خادم شریعت نظام الدین حنفی سروری عفی عنہ)

سوال : صدقہ فطر و زکواۃ مال میں تملیک شرط ہے یا نہیں ہے اور اس میں سے انجمن کے درویشوں کے لئے کتابیں خرید کر کے اپنی انجمن میں ہمیشہ کے لئے اپنے قبضہ میں رکھنی جائز اور مولوی محمد دین صاحب کہتے ہیں کہ صدقہ فطر میں تملیک شرط نہیں اور مال زکواۃ بنانے مسجد پر جائز ہے۔

(محمد ظہور الدین)

جواب : بیشک جس طرح مال زکواۃ میں تملیک شرط ہے اسی طرح صدقہ فطر میں تملیک شرط ہے اور کسی انجمن اغنیاء کے صدقہ فطر و مال زکواۃ میں سے اپنی انجمن کی کتابیں خرید کر لی اور ان پر خود مالک بننا شرعاً حرام اور ناجائز ہے ہاں اگر طلباء علم کو اس مال سے کتابیں اور پارچہ جات وغیرہ اشیاء خرید کر دیں اور وہ چیزیں انکے قبضہ میں کر دیں تو اسکے جواز میں کسی کو کلام نہیں۔

چنانچہ انجمن حزب الاحناف ونعمانیہ کا دستور العمل ہے یہ لوگ محض حفاظت مال کے ذمے دار ہوتے ہیں نہ مال صدقہ فطر و زکواۃ کے مالک اپنے آپ کو تصور کرتے ہیں اور علاوہ اس کے اس فنڈ کو الگ رکھتے ہیں جس سے یتیموں اور مساکینوں کو کپڑے اور کھانا وغیرہ دیتے ہیں اور ارباب انجمن اس سے نہ کتابیں انجمن کے لئے خرید کرتے ہیں اور نہ الماریاں بنواتے ہیں اور نہ اس مال کو وقف میں خرچ کرتے ہیں اور ان تمام امور کا ثبوت کتب ذیل کی عبارات سے ملاحظہ کریں وھو ھذا۔

"واما رکنہا فھو انس الاداء الی المصرف فھی التملیک کالزکوۃ فلا تتادی بطعام الاباحۃ" نقل از کتاب البحر الرائق شرح کنز الدقائق صفحہ ۲۵۲ جلد ۲ مطبوعہ مصر"

اور نیز اسی کتاب کے صفحہ ۲۵۶ میں ہے۔ "وصدقۃ الفطر کالزکوۃ فی المصارف فی کل حال ھکذا فی غایۃ

اور فتاویٰ عبدالحی جلد سوم صفحہ ۲۷ میں یوں مسطور ہے۔ " الاوطار وملامسکین وفتاوی ابو المکارم "

سوال: در صدقہ فطر ہمچوں زکواۃ تملیک مصدق علیہ شرط است یا نہ؟

جواب: شرط است ابو المکارم مینویسد و "شرط التملیک فی الفطرة والعشر ایضاً " انتہی اور کتاب برجندی وفتاویٰ ملامسکین وغیرہ کتب فقہ میں مسطور ہے کہ صدقہ فطر میں بھی تملیک شرط ہے جس طرح کہ زکواۃ میں تملیک شرط ہے اور اس کے مصارف وزکواۃ کے مصارف ایک ہی ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری جلد اول صفحہ ۱۵۴ میں بایں طور مسطور ہے "ومصرف هذه الصدقة ما هو مصرف الزكواة كذا فى الخلاصة" پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوا کہ جو مصرف زکواۃ کے ہوتے ہیں وہی صدقہ فطر کے ہوتے ہیں۔ اور صدقہ فطر و مال زکواۃ کے حقدار مساکین وطالب علم وفقیر لوگ ہیں چنانچہ قرآن مجید میں ہے لقولہ تعالیٰ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا﴾ الآیہ سورہ توبہ پس اسی لئے شارع علیہ السلام نے اس مال صدقہ فطر وزکواۃ سے مسجد اور پل اور مقام بنوانا اور چاہ اور نہریں کھودنا اور جائے وقف پر لگانا اور حج اور جہاد اور کفن میت اور اس سے میت کا قرضہ ادا کرنا ناجائز لکھا ہے چنانچہ شرح نقایہ وہدایہ صفحہ ۱۸۵ اور فتح القدیر وعین الہدایہ صفحہ ۸۲۷ و برجندی صفحہ ۲۰۶ میں بایں طور مسطور ہے۔

"فلو صرف الى بناء المسجد والرباط والقنطرة والكفن الموتى او الحج والعمرة او اعتاق الرقيق او قضاء دين ميت فقير لا يجوز ولو قضى دين حى فقير باذنه جاز لان القابض كالوكيل له و بغير امره لايجوز كذا فى الخزانة وقاضى خاں ص ١٢٥"

برجندی شرح مختصر وقایہ صفحہ ۲۰۶ جلد اول سطر ۱۲ و فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۱۵۲ اور صاحب ہدایہ و فتح القدیر وصاحب نقایہ وغیرہ آئمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے ارقام فرمایا ہے کہ مساجد وغیرہ مقامات مذکورہ پر مال زکواۃ وصدقہ فطر نہیں لگ سکتا کہ اس میں تملیک شرط ہے اور ان مقامات میں تملیک نہیں پائی جاتی ہاں اگر فقراء کسی کو وکیل بنائیں اور قابض ہو کر اجازت دیں تو جائز ورنہ ناجائز اور فتاویٰ عالمگیر صفحہ ۱۵۲ میں ہے کہ اماماں دین کو جائز نہیں کہ اس مال سے خزانہ بنائیں یا اس مال کو بند رکھیں بلکہ ان کو واجب ہے کہ اس مال کو غرباء ومساکینوں میں جو اس کے حقدار ہیں ان کو دے دیں اور انکے حقوق ان کو پہنچا دیں وہو ہذا۔ " والواجب على الائمة ان يوصلو الحقوق الى اربابها ولا يحبسونها عنهم ولا يجعلونها كنوزا واذا دفع الزكواة الى الفقير لا يتم الدفع مالم يقبضها " اور شرح مختصر قدوری ومعیار کنز میں لکھا ہے کہ اگر کسی شخص نے مال زکواۃ کو بنائے مسجد یا کفن میت وغیرہ اشیاء مذکورہ پر خرچ کیا تو زکواۃ ادا نہ ہوگی۔

اور علاوہ اس کے کتب فقہ میں مسطور ہے کہ اگر اراکین مدرسہ اسلامیہ کے مال زکواۃ سے زمین برائے پرورش طلباء کے خرید کریں تو بھی جائز نہیں کیونکہ اس میں تملیک شرط ہے اور تفسیر اس کی یہ ہے " تمليك الحال من فقير مسلم " لہٰذا زکواۃ سے مکان یا عمارت بنانا اور کفن اموات کو دینا جائز نہیں چونکہ اس دفع حاجت فقر زکواۃ سے حاصل ہوتی ہے اس لئے مال زکواۃ سے روٹی کپڑا طلباء کو دیا جائے یا کتاب قیمتاً لے کر اس کی ملک کی جائے تو جائز ہے ورنہ ہرگز ہرگز

جائز نہیں۔ چنانچہ فتاوی نعمانیہ ہند لاہور میں نیز بایں الفاظ عبارت درج ہے مصرف زکوٰۃ فقیر وابن السبیل وحاجی وغازی بے زاد اس ملک میں اس کے نہیں ہوسکتا اور اس مدرسہ نعمانیہ میں سوائے فقیر کے اور کوئی مصرف نہیں تحقیق کرنی فقیر کی کہ فی الواقع فقیر ذمہ دار وکیل زکوٰۃ کا ہے سرپرست وکلاء ادائے مال زکوٰۃ کے ہیں جو شخص مال زکوٰۃ ان کو دیوے وہ اس مال کے وکیل امین بن جاویں اس مال کو جدا رکھیں خاص طلباء فقراء کو نان ونفقہ یعنی پارچہ ودیگر ضروریات کے واسطے دیں اس میں سے عمارت مکان کی وکتب وقفی وفروش وصندوق والماری وقفی پر خرچ نہ کریں۔ (المجیب غلام قادر بھیروی عفا عنہ)

بیشک جواب صحیح ہے۔ مفتی ولی محمد جالندہری	الجواب صحیح حررہ الفقیر الکوی غلام محمد امام مسجد شاہی لاہور	ایں جواب صحیح است حق صریح است محمد یار امام مسجد طلائی لاہور
قاضی ظفر الدین احمد عفا اللہ عنہ ۷ شعبان ۱۳۱۶ ہجری	الجواب صحیح مفتی محمد عبد اللہ ٹونکی عفا اللہ عنہ	الجواب صحیح عبد الکریم مدرس مدرسہ رحیمیہ انارکلی لاہور
جواب بہت صحیح ہے علماء اغنیاء کو اس مال سے کچھ نہ لینا چاہیے محمد عبد الحکیم اخلاص حانی کلانوری لاہوری عفا عنہ	جواب صحیح ہے خادم العلماء محمد حسن عفا اللہ عنہ ۱۹ شعبان ۱۳۱۶	الجواب صحیح ابو محمد حسین عفا اللہ عنہ
الجواب صحیح لاریب فیہ غلام محمد عفا اللہ عنہ ہوشیار پوری	عبد الغنی ابو زبیر غلام رسول صحیح جواب صحیح ہے ابو عبد الحق دہلوی عفا عنہ	محمد کرم الدین عفا عنہ ساکن بھین

اراکین انجمن محض محافظ وامین ووکیل از جہت ارباب اموال مرسلہ میبا شندنہ متملک۔

الراقم: غلام احمد مدرس اول مدرسہ نعمانیہ لاہور

الجواب صحیح عبد اللہ مدرس ثانی مدرسہ نعمانیہ

پس اب برادران احناف کو ان دلائل ومواہیر وفتاوی علماء کرام سے معلوم اور روز روشن کی طرح واضح ہوچکا ہے کہ صدقہ فطر واجب ہے اور اسکے حقدار اور فقراء وطلبا علم دین اور ابن السبیل لوگ ہیں اور اس صدقہ فطر کو جو فراہم کیا ہوا ہے اس کو پہلے نماز عید ادا کرنے سے فقراء وغیرہ حقداران کو دے دینا سنت ہے اور اراکین انجمن اس مال کو بطور امانت کے اس پر محض حفاظت کر سکتے ہیں نہ مالک بن کر اپنی انجمن میں خرچ کر سکتے ہیں نہ کسی وقف جگہ پر لگا سکتے ہیں نہ انجمن میں کتابیں

خرید کر جمع کر سکتے ہیں کیونکہ حقدار اس کے غرباء فقراء وطلبا لوگ ہیں ان کو اس فنڈ سے نان ونفقہ وغیرہ ضروریات ادا کرنے چاہییں اور اگر اس فنڈ سے کتاب خرید کریں تو انکو ان کا قابض بنادیں اور مدرسین اغنیاء علماء کو بھی اس فنڈ سے تنخواہ نہ دی جائے ہاں اگر غریب اور فقیر ہیں تو اس سے لے سکتے ہیں فقط والعلم عند اللہ۔

المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سہروردی عفی عنہ

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مال زکواۃ وصدقہ فطر وہابی ومرزائی وشیعہ وچکڑالوی وغیرہ مذاہب باطلہ کو دینا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب : ادائے زکواۃ میں لازم ہے کہ مسلمان شخص ہو جس کو زکواۃ دی جائے اور جن کے سبب سے اسلام میں تقویت اور ترقی متصور ہو انکو مال زکواۃ وصدقہ فطر وغیرہ وصدقات سے اعانت کرنا عین ایمان وثواب ہے اور جاہل سے عالم دیندار فقیر کو دینا ثواب ہے اور مرزائی اور شیعہ جو خداوند کریم کے بدا ہونے کے قائل ہیں اور قرآن مجید کو محرف سمجھتے ہیں اور حضرت ابا بکر الصدیق وحضرت عمر فاروق وحضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو گالی دینا عین ایمان وثواب سمجھتے ہیں اور حضرت مائی صاحبہ عائشہ وحضرت مائی صاحبہ حفصہ کو برا جانتے ہیں اور تعزیہ داری کو حلال اور جائز سمجھ کر نکالتے ہیں ایسے لوگوں کو ہرگز زکواۃ وصدقہ فطر نہ دیا جائے اور وہابی جو تقویۃ الایمان وکتاب صراط مستقیم وکتاب التوحید عبدالوہاب نجدی پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کے بنانے والے کو موحد جانتے ہیں اور تقلید آئمہ دین مجتہدین کو شرک اور کفر اور بدعت تصور کرتے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے جیسا بشر سمجھتے ہیں اور آپ کے علم ما کان ومایکون سے انکار کرتے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت وشان برابر اپنے بڑے بھائی جیسے جانتے ہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں تصور لانے کو کنجری وگدھے وبیل کے خیال سے نعوذ باللہ بدتر جانتے ہیں اور فقہ واصول سے انکار کرتے ہیں تو بیشک ایسے ایسے لوگوں کو صدقہ فطر ومال زکواۃ سے دینا منع ہے کیونکہ ایسے خیال والے لوگ شرعاً مرتد ہیں اور جو غیر مقلد ان کفریات سے بچتے ہیں ان کو ان ہر دو صدقات سے دینا مناسب نہیں کیونکہ یہ لوگ بھی اکثر وقت دین اسلام کے کاموں میں رخنہ اندازی کرتے ہیں اور فریب سے مال جمع کر کے پھر مذہب حقہ احناف کو کوستے ہیں اسلئے ان کو دینا بھی اچھا نہیں چنانچہ دلائل ذیل سے ثابت ہوتا ہے وھو ھذا۔

" واما اھل الذمۃ فلا یجوز صرف الزکواۃ الیھم بالاتفاق فتاوی عالمگیر جلد اول ص ۱۲۱ وقال واما الحربی المستامن فلا یجوز دفع الزکواۃ والصدقۃ الواجبۃ الیہ بالاجماع التصدق علی الفقیر العالم افضل من التصدق علی الجاھل کذا فی الزاھدی وفتاوی عالمگیر ص ۱۲۱ "

اور قرآن مجید میں ہے ﴿ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان ﴾ اور صدقہ فطر کا بعض علمائے دین کے نزدیک ذمی کو دینا جائز لکھا ہے لیکن صحیح تر یہ ہے کہ ان کو دینا اچھا نہیں ہکذا فی کتاب الفقہ فقط واللہ اعلم عنداللہ۔

المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفی عنہ

سوال : مال زکوٰۃ اخبار یا رسالہ اسلامیہ جس میں محض اشاعت اسلام کی ہو اس پر خرچ کرنا درست ہے یا نہیں اور اس پر خرچ کرنے سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے یا نہیں؟

الجواب : ہرگز ہرگز درست نہیں کیونکہ اس مال کے مصارف محض غرباء و مساکین و درویش لوگ ہوتے ہیں لقولہ تعالیٰ ﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسٰكِيْنِ﴾ الآیہ۔ پس اس کے مصارف وہی لوگ ہیں جو اس کے تحت میں کئے ہیں اور اخبار و رسالہ کے اکثر غنی اور سید لوگ خریدار ہوتے ہیں جن کو زکوٰۃ لینی شرعاً منع ہے ہاں اگر وہ رسالہ یا اخبار محض غرباء و مساکین کو چھپوا کر تقسیم کر دی جاتی ہوں یا ان کے قبضہ میں کوئی کتاب یا اخبار خرید کر دی جاتی ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا ہو جائے گی اگر وہ رسالہ یا اخبار اغنیا و سادات و غرباء میں تقسیم ہوتا ہو تو اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہو گی چونکہ اس میں تمیز مصرف و غیر مصرف کی نہیں رہی عام تقسیم ہوتا ہے دیکھو کتاب بحرالرائق و فتاویٰ عالمگیر فقط واللہ اعلم بالصواب۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین مورخہ 19.2.33)

سوال : صدقہ فطر و مال زکوٰۃ وغیرہ مال صدقات اقربا مانند بھائی حقیقی یا خالہ یا بھتیجی یا ہمشیرہ وغیرہ مفلسان کو دینا درست ہے یا نہ؟

الجواب : بیشک مال زکوٰۃ بدوں اصل و فرع اپنی کے اور بدوں سادات و اغنیا لوگوں کے ان سب رشتہ داروں کو زکوٰۃ و صدقہ فطر دینا جائز بلکہ افضل ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر جلد اول صفحہ ۱۵۱ برجندی صفحہ ۲۰۸ و فتاوے جامع و بحر وغیرہ میں بایں طور مسطور ہے۔

"والافضل والزکواۃ والنذور الصرف او لا ای الاخوۃ والاخوات ثم الی اولادہ ثم الی الاخوال والخالات ثم الی اولادھم ثم الی ذوی الارحام ثم الی الجیران ثم الی اھل حرفتہ ثم الی اھل مصرہ او قریتہ کذا فی السراج الوھاج"

پس اس عبارت سے معلوم ہوا کہ یہ صدقات اول اپنے برادران و ہمشیرگان میں تقسیم کرنا افضل ہے پھر ان کی اولاد اور پھر چچے اور چاچیاں پھر ان کی اولاد پھر ماموں اور مامیاں پھر ان کی اولاد پھر ان کے بعد ذوی الارحام لوگ اور پھر پڑوسی پھر شہر کے فقراء صاحب حرفت یا صاحب قریہ اور صاحب ظہیریہ و برجندی نے فرمایا ہے کہ پہلے اقربا غرباء کی مال زکوٰۃ و صدقہ سے حاجتیں پوری کرنی چاہییں بعد اس کے غیروں کو دیں ورنہ یہ صدقہ قبول نہ ہو گا بکذا فی بحر صفحہ ۲۵۶۔

"قال الشیخ الامام ابو حفص الکبیر البخاری لا تقبل صدقۃ الرجل قرابتہ محاویج حتی یبدأبھم فلیسد حاجتھم ثم اعطی فی غیر قرابتہ ان احب انتھی"

اور فتاویٰ عالمگیر میں لکھا ہے کہ اپنی عورت کی اولاد نیز صدقہ فطر و زکوٰۃ دینا شرعاً جائز و درست ہے اور علاوہ اس کے تفسیر رؤفی مجددی صفحہ ۲۲۳ و بحر مواج میں بایں طور لکھا ہے کہ منقول صحاح میں ہے کہ ثواب صدقہ کا پانچ قسم پر ہے ایک یہ ہے کہ ایک کے عوض دس پاوے گا وہ صدقہ صحیح الجسم کو دینا ہے دوسرا یہ ہے کہ ایک کے عوض نوے پاوے گا اندھے اور اپاہج کو دینا ہے

تیسری قسم یہ ہے کہ ایک کے عوض نوسو پاوے گا وہ ذی قرابت اور محتاجوں کو دینا ہے چوتھی قسم یہ ہے کہ ایک کے عوض لاکھ پاوے گا وہ ماں باپ غریب کو دینا ہے اور پانچویں قسم وہ ہے کہ ایک کے عوض نولاکھ ثواب پاوے گا۔ وہ عالم فقیہ کو دینا ہے۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی)

سوال: عید الضحیٰ وعید فطر کا صدقہ کن لوگوں پر واجب ہے؟

جواب: جو شخص آزاد اور مسلمان حاجت ضروریہ سے زائد مال قدر نصاب رکھتا ہو اس پر صدقہ فطر والضحیٰ واجب ہوگا۔ اور مقدار نصاب ترپن تولہ ایک ماشہ اور ایک رتی ہے وہ مال نامی ہے یا غیر نامی سال اس پر گزرا ہو یا نہ ہو چنانچہ فتاویٰ عالمگیر میں ہے۔

" صدقة الفطرهی واجبة علی الحر المسلم المالک المقدار النصاب فاضلاً عن حوائجه الاصلیة ولا یعتبر وصف النماء ویعلق بهذا لنصاب وجوب الاضحیه "

اور حدیث میں ہے۔ " قال رسول اللہ ﷺ فرض زکواة الفطر یطهر الصیام من اللغور والرفث وطعمة بالمساکین رواه ابو داؤد " اور ابن عمر سے ہے کہ " امر بها ان تودی قبل خروج الناس الی الصلوة متفق علیه " پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ صدقہ فطر واجب ہے جو صاحب نصاب اور طاقت رکھتا ہو اور صدقہ فطر پہلے عید گاہ کی طرف جانے سے ادا کرنا چاہیے فقط والعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی سروری عفی عنہ)

سوال: صدقہ فطر کس قدر اور کس کس کی جانب سے ادا کرنا واجب ہے؟

الجواب: صدقہ فطر واجب ہے ہر مرد و عورت پر نصف صاع گندم اور انگوروں سے اور ایک صاع جو اور اسکا آٹا و کھجوروں کا ایک صاع دینا چاہیے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوگا۔

" هذه الصدقة صاعاً من تمر او شعیر او نصف صاع من قمح علی کل حر او مملوک ذکر او انثی صغیر وکبیر رواه ابو داؤد عن ابن عباس "

اور ترمذی شریف میں مسطور ہے کہ نبی علیہ السلام نے مکہ شریف کی بستیوں میں بایں طور منادی کرائی۔

" الا ان صدقة الفطر واجبة علی کل مسلم ذکر او انثی حرا وعبد صغیر او کبره رواه الترمذی "

یعنی فرمایا آپ نے کہ صدقہ واجب ہے اوپر ہر ایک مسلمان مرد ہو یا عورت حر ہو یا غلام بڑا ہو یا چھوٹا اور فتاویٰ عالمگیر میں ہے

" انما یجب صدقة الفطر من اربعة اشیآءِ من الحنطة والشعیر مثلها والخبز لایجوز الاباعتبار القیمة واما الزبیب فقد ذکر فی الجامع الصغیر نصف صاع "

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ گندم و گندم کے آٹا اور انگور سے نصف صاع اور جو اور انکے آٹا کھجوروں سے صرف ایک صاع صدقہ فطر دینا چاہیے اور ان اشیاء کے سوا کسی اور چیز سے فطر دینا جائز نہیں ہاں اگر ان کی قیمت حساب لگا کر دے دی جائے تو جائز ہوگا۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں مسطور ہے اور صاع شرعاً آٹھ رطل کو ہوتا ہے اور رطل بیس استار کا اور استار

ساڑھے چار مثقال اور مثقال چار ماشہ کا ہوتا ہے۔

پس اس حساب کے مطابق صاع لاہوری تین سیر چند چھٹانک کا بنتا ہے اور سیر ۸۰ تولہ کا ہوتا ہے اور جس صاحب نے گندم یعنی گیہوں دینی ہو تو ایک سیر گیارہ چھٹانک ہر ایک کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے اس سے کم صدقہ فطر ادا کرنا جائز نہ ہوگا اور صدقہ اپنی ذات اور جس کا ولی بنا ہو اور اپنی اولاد صغیر فقیر اور اولاد دیوانہ و مدہوش کی طرف سے ادا کرنا اس صورت سے اس پر واجب ہوگا اگرچہ وہ اولاد بڑی کیوں نہ ہو۔

" ويجب عن نفسه وطفله الفقير المعتوه اولمجنون بمنزلة الفقير سواء كان المجنون اصليا او عارضيا هكذا فى فتاوىٰ هنديه " اور اولاد چھوٹی کا فطرانہ اور باپ پر چھوٹی لڑکی کا جو نکاح کر کے خاوند کے ساتھ روانہ کر دی گئی ہو واجب نہ ہوگا۔ اور ایسا ہی اپنی بیوی اور اپنی بڑی اولاد کا فطرانہ دینا واجب نہ ہوگا اگر دے دے تو باتفاق ان کی طرف سے ادا ہو جائے گا اگر وہ کہیں یا نہ کہیں اور بہتر ہے کہ وہ خود ادا کریں اور ماں باپ بہن بھائی وغیرہ رشتہ داروں سے واجب نہیں اگر وہ کہیں کہ ہماری طرف سے بھی صدقہ فطر ادا کر دیں تو ان کی اجازت سے جائز ہوگا ورنہ ہرگز جائز نہ ہوگا نقل از فتاویٰ عالمگیر فقط والعلم عند اللہ۔ (المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفاعنہ)

مسئلہ متعلقہ صدقہ فطر: صدقہ فطر صرف ایک فقیر کو دیا جائے ایک فطرانہ دو تین آدمیوں کو دینا جائز نہیں ہاں اگر بہت آدمی مل کر ایک فقیر کو سب صدقہ فطر دے دیں تو جائز ہے دیکھو فتاویٰ عالمگیر اور جو عورت شکم میں بچہ رکھتی ہو اس کا فطرانہ واجب نہیں ہاں اگر صبح صادق کے بعد جنے تو اس کا فطرانہ واجب ہوگا۔

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ قربانی بھیڑ یا چھترا چھ ماہ کی جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ (محمد شفیع از لوہری والہ)

الجواب: دنبہ چکی والا چھ ماہ کی قربانی جائز اور بھیڑ و بکری و چھترا دم دار کی قربانی چھ ماہ کی ناجائز چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے۔

" لا تذبحوا الا مسنة الا ان يعسر عليكم فتذبحوا جزعةً من الضان رواه مسلم قال الامام النووى فيه تصريح بانه لا يجوز جذع من غير الضان فى الحال من الاحوال وهذا مجمع عليه على ما نقله القضى عياض جلد ۲ ص ۱۵۵"

اور اس کے تحت صاحب دار الافتاء علمائے ہند لاہور نعمانیہ سال نمبر ۶۵۱ ۱۳۴۳ھ بابت رسالہ ذیقعد و ذوالحجہ ارقام فرماتے ہیں کہ اس حدیث شریف سے اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ضان جو ایک نوع ہے اس سے جذعہ جس کی عمر چھ ماہ ہوتی

اور فطرانہ صبح صادق سے واجب ہوتا ہے نہ قبل اس کے اگر کسی شخص نے کسی سبب سے صدقہ فطر پہلے یوم فطر ادا کر دیا تو جائز ہوگا فقط۔

ہے اور بعض کے نزدیک سات ماہ ہوتی ہے قربانی کرنا جائز ہے اور کسی نوع سے چھ ماہ کا بچہ جسے جزعہ کہتے ہیں قربانی کرنا جائز نہیں دوسری ایک حدیث میں فرماتے ہیں جب ایک آدمی سوال کرتا ہے۔

" عند جذعة من المعز فقال ضح بها ولا تصلح بعدک قال النووی فیه ان جذعة المعز لا تجزی فی الاضحیة وهذا متفق علیه صفحه ۱۵۳ جلد ۲"

لیکن یہ معلوم کرنے سے مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ ضان کس کو کہتے ہیں۔

" قال فی الدر المختار وصح الجذع من الضان قال فی الرد المختار قوله من الضان هو ماله الیة منع ولید به لانه لایجوز جزع من المعز وغیره وهذه بلا خلاف کما فی المبسوط قهستانی صفحه ۲۰۴ جلد ۵ وقال فی شرح الوقایه وصح الجذع من الضان الجذع شاة لها ستة اشهر والضان ماتکون له الیه جلد ۲ کتاب"

اس روایت شامی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ضان دو قسم ہے جس کے لئے چکی ہو معلوم ہوا غیر چکی دار چھترا بھیڑ بکری یا بکرا چھ ماہ کا قربانی کرنا نا جائز ہے اس لئے یہ ضان نہیں ہو سکے کیونکہ بنا بر تحقیق شامی ضان وہ ہے جس کی چکی ہو اور ان کی چکی نہیں پس بہر نوع غیر چکی والا چھ ماہ کا قربانی کرنا بروئے حدیث نا جائز ہوگا۔ اور فقیر کہتا ہے کہ اگر وہ دنبہ جس کی عمر ۶ ماہ کی ہو اور اس کو سال بھر کے دنبوں اور بھیڑوں میں کھڑا کیا جائے اور دور سے دیکھنے والے کو ان کے برابر قد وقامت میں نظر آئے تو بلاشبہ وہ دنبہ بھی جائز ہوگا۔ چنانچہ در مختار میں مسطور ہے اور غایۃ الاوتار میں لکھا ہے کہ ضان سے مراد وہ دنبہ ہے جس کی الیہ ہو یعنی چکی ہو۔ فقط واعلم عند اللہ۔

(خادم شریعت محمد نظام الدین عفاعنہ)

سوال : قربانی کے جانور کس قسم کے ہونے چاہئیں؟

الجواب : گائے نر یا مادہ عمر دو سالہ بھینس دو سالہ اونٹ پانچ سالہ بکری بھیڑ چھترا ایک سالہ دنبہ فربہ چکی دار چھ ماہ اور ان سے کم عمر کوئی جانور جائز نہ ہوگا اور شرعاً بھینس گائے کی جنس سے ہے اور ایسا ہی بکری بھیڑ کی جنس سے ہے اور جنگلی جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی۔ ہاں اگر وحشی اہلی سے ملا تو اعتبار ان کی ماں کا ہوگا اور اسی پر فتویٰ دیا جائے گا۔ اور ان مسائل پر یہ عبارتیں شاہد ہیں۔ "واما جنسه فهو ان یکون من الاجناس الثلثة الغنم والابل والبقر ویدخل فی کل جنس نوعه والذکر والانثی منه والخصی والفحل لاطلاق اسم الجنس علی ذلک المعز نوع من الغنم والجاموس نوع من البقر"

(نقل از فتاویٰ عالمگیر صفحه ۱۰۳)

" وصح المثنی فصاعداً من الثلثة والمثنی هم ابن خمس من الابل وحولین من البقر والجاموس وحول من

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ ذبح کرو مگر مسنہ کو اگر اس کو نہ پاؤ تم پس ذبح کرو جذع دنبہ یا بھیڑ سے روایت کیا اس کو مسلم نے ۱۲۔

الشاۃ والمعز" (نقل از درمختار وغایۃ الاوطار جلد ۴ صفحہ ۱۸۲)

اور قربانی جائز ہے سینگ دار جانور کی اور سینگ ٹوٹے ہوئے کی اور نہیں جائز وہ جانور جس کا سینگ ہڈی تک ٹوٹا ہوا ہو اور جائز ہے قربانی خصی جانور اور کھانسی والے اور جس کو دودھ نہ آتا ہو نقل از عالمگیر اور جائز ہے قربانی دیوانے جانور کی جو چارہ چل پھر کر کھا سکتا ہو اور جو ایسا نہ ہو اسکی جائز نہیں نقل از درمختار اور خارش والے جانور کی قربانی جائز ہے بشرطیکہ موٹا ہو اور گوشت کو نقصان نہ پہنچا ہو اگر خارش کے سبب سے وہ جانور دبلا ہو جائے تو اسکی قربانی جائز نہ ہوگی چنانچہ درمختار میں ہے۔

اور درمختار میں ہے کہ اندھے اور کانے اور نہایت دبلے جانور کی قربانی جائز نہ ہوگی جس کی ہڈیوں میں رس نہ ہو اور ایسا ہی لنگڑے جانور کی قربانی جائز نہیں جو کہ اپنے چوتھے پاؤں پر چل کر جائے قربانی پر خود بخود نہ پہنچ سکے اور نہیں جائز وہ جانور جس کے دونوں کان کاٹے ہوئے ہوں یا ایک تمام کاٹا ہوا ہو جس کے بالکل کان نہ ہوں اور جائز ہے وہ جانور جسکے دونوں کان پیدائش میں ہی چھوٹے ہوں نقل از فتاویٰ عالمگیر اگر کسی جانور کا تیسرے حصہ سے زائد عضو اکٹا ہو ہوگا تو جائز نہ ہوگا اگر کسی جانور کا کسی حصہ سے کوئی اعضاء زائد کاٹا ہوا ہو تو جائز نہ ہوگا اگر ثلث سے کم یا برابر کاٹا ہوا ہوگا تو جائز ہوگا ایسا ہی اگر نظر میں کمزوری ہے تو حساب کر کے اسی پر قیاس کر لیں نقل از فتاویٰ عالمگیری و درمختار اور نہیں جائز وہ جانور جس کے دانت نہ ہوں اور اگر اکثر دانت ہوں تو اسکی قربانی جائز ہے نقل از درمختار اور فتاویٰ عالمگیر میں ہے کہ اگر اپنے دانتوں سے خود چل پھر کر چارہ کھا سکتا ہو تو جائز ورنہ نہیں اور جس جانور کا ناک کاٹا ہوا ہو تو اسکی قربانی بھی ناجائز ہوگی فتاویٰ عالمگیر قربانی جائز ہے بھینگے جانور کی اور نہیں جائز جس کے تھنوں کی نوکیں کاٹی گئی ہوں یا کسی بیماری کی وجہ سے شیر خشک ہو گیا ہو اور ایسا ہی نہیں جائز وہ جانور جس کی پیدائش میں ہی زبان نہ ہو یا تیسرے حصہ سے زائد کاٹی ہوئی ہو دیکھو فتاویٰ عالمگیری اور اگر بکری یا بھیڑ کا ایک تھن پیدائش میں ہی نہ ہو یا ایک تھن ثلث سے زائد کاٹا ہو تو اس کی قربانی جائز نہ ہوگی اگر اونٹنی یا گائے کا ایک تھن پیدائش میں ہی نہ ہو یا کاٹا ہوا ہو تو قربانی جائز ہوگی فتاویٰ عالمگیری اگر دونوں تھن نہ ہوں یا کاٹے ہوں تو قربانی جائز نہ ہوگی فتاویٰ عالمگیری اور درمختار میں ہے کہ اگر کسی شخص نے تندرست قربانی خرید کی اور قربانی کرنے سے پہلے ہی یہ نقص جانور میں ظاہر ہو گئے تو جو صاحب دولت مند یعنی غنی ہے تو اور بے عیب جانور خرید کر قربانی دے اور جو طاقت نہیں رکھتا تو اس کے لئے یہی کافی ہوگی اور مستحب ہے کہ قربانی موٹی تازہ عمدہ اعلیٰ بے عیب ہو فقط۔

مسائل متعلق قربانی

چھری تیز ہونی چاہیے اور ذبح خود کرے تو بہتر ورنہ بوقت قربانی پاس کھڑا رہے اور گوشت تین حصہ پر کرے ایک حصہ اپنے لئے اور ایک اقربا کے لئے اور ایک مسکینوں اور درویشوں فقیروں کے لئے اگر خود تنگدست ہو اور عیالدار ہو تو ساری قربانی کا گوشت رکھ سکتا ہے قربانی کے بالوں اور رسی و دودھ کو صدقہ کرنا بہتر ہے اگر خود استعمال میں لائے تو حرج نہیں اور قربانی کا چمڑا صدقہ کردے تو بہتر اگر اپنے گھر میں استعمال کرے تو بھی جائز اور قربانی کا گوشت خود فروخت نہ کرے۔ اور قربانی کا چمڑا فروخت کرکے اس کی قیمت اپنے استعمال میں نہ لائے صدقہ کردے اگر جانور قربانی قبل از ذبح کوئی بچہ جنے تو اس کو زندہ ہی صدقہ کردیا جائے تو بہتر ہے اگر اس کو بھی ذبح کردیا جائے تو جائز ہے دیکھو در مختار عالمگیر اور مستحب ہے کہ جو شخص قربانی دے وہ پہلے عشرہ میں اپنے بالوں اور ناخنوں کو نہ کٹائے اس پر حدیثیں شاہد ہیں فقط۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر گائے یا بکری وغیرہ جانور ذبح کیا جاوے اور ذبح کرتے وقت وہ جانور متحرک نہ ہو لیکن اس سے خون بہت نکلے یا بہت تھوڑا نکلے اور متحرک ہو جائے تو ان ہر دو صورت میں اس کا گوشت کھانا شرعاً درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ (السائل غلام قادر سروری چک ۲۰۸)

الجواب: بیشک صورت ہذا میں ایسے جانور کا گوشت کھانا نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جائز اور درست ہے چنانچہ ذیل کی عبارتیں اس پر شاہد ہیں وہو ہذا۔ "وان ذبح شاة او بقرة فتخرج منها دم ولم تحرک وخرجه مثل ما یخرج من الحیی اکلت عند ابی حنیفة وبه ناخذ" (نقل از فتاوی عالمگیری جلد ۲ صفحه ۹۵)

اور فتاوی جامع صفحہ ۳۹۳ میں بایں طور تحریر ہے۔

"وان تحرکت ولم تخرج منها الدم اوخرج الدم ولم تتحرک وخروجه مثل خروج الحیی واکلت عند ابی حنیفة وبه ناخذ نقل از جوهره ولو ذبح شاة فتحرک او خرج الدم من غیر تحرک اکلتها لان التحرک و خروج الدم لایکون الا عن الحیی لان المیت لایتحرک ولا یخرج منه الدم"

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اگر جانور سے بوقت ذبح دم مسفوح جاری ہو جائے یا کثرت سے خون نکلے یا وہ جانور متحرک ہو جائے تو اس کا کھانا نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے جائز ہے اور صاحبین نے بھی اسی کو تسلیم کیا ہے اور فتاوی جواہر و عالمگیر میں ہے کہ اگر وقت ذبح جانور اس کی حیاتی کا پتہ نہ لگے اور نہ وہ آنکھوں کو بند کرے اور نہ وہ پاؤں کو ضم کریں اور نہ ہی اس سے دم مسفوح جاری ہو اور نہ ہی ہلے تو اس کا گوشت کھانا شرعاً مسلمانوں کے لئے حلال نہیں۔

"ولو ذبح شاة او بقرة مريضة لايعلم حياتها او مجروحة فلم يتحرك ولم يخرج منها دم مسفوح ولم تفتح عينها ولم تقبض عيناها ولم تقبض رجلاها ولم يقم شعرها لم يوكل"

نقل از فتاوی عالمگیر جلد چہارم و جامع الفوائد صفحہ ۳۹۲ فقط واعلم عند اللہ۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی سہروردی قادری عفی عنہ)

مسائل متعلق ذبح

ذابح کو لازم ہے کہ چھری تیز سے ذبح کرے اور روبرو ایک دوسرے جانور کے جانور کو ذبح نہ کرے اور قبل از ذبح جانور کو چھری نہ دکھائے کیونکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ جانوروں پر احسان کیا کرو اور ذبح اختیاری میں اس کا منہ قبلے کی طرف کیا جائے۔

مسئلہ : مرتد و مجوسی و بت پرست و ستارہ پرست و کافر کی ہرگز ذبح جائز نہیں نقل از فتاوی عالمگیری و جامع و ہدایہ۔

اور صاحب فتاویٰ جامع الفوائد نے لکھا ہے کہ مذبوحہ عاق الوالدین اور عاق استاذ کی بھی ناجائز ہے اور فقیر کی تحقیق میں ذبح مرزائی و شیعہ غالی و سبیہ و فرقہ وہابیہ نجدیہ اسمٰعیلیہ جن کی نوبت کفر تک پہنچ گئی ہو ان کی بھی جائز نہیں کیونکہ شرط ذابح مسلمان ہونا شارع علیہ السلام نے مقرر فرمائی ہے۔ اور ان لوگوں کے کفر پر تمام علمائے عظام رحمہم اللہ تعالیٰ عرب و عجم کے فتاوے لگے ہوئے ہیں چنانچہ علامہ فاضل فہامہ حضرت شیخ احمد کاشمیری کتاب النجوم الشہابیہ صفحہ ۱۱ میں بایں طور فتویٰ تحریر فرماتے ہیں۔

آں خبیثاں کافران مطلق اند کہ سبین انبیا و منکر اہل ھند

اور صاحب شامی نے انکو باغی لکھا ہے اور صاحب عالمگیر نے لکھا ہے کہ جو امام صاحب کے قیاس کا منکر ہے وہ کافر ہے۔

مسئلہ : اگر عورت صاحب حیض و نفاس و جنبی آدمی اور لڑکا نابالغ یا بے ختنہ کسی جانور کو ذبح کریں تو جائز ہوگا۔ کذا فی کتب الفقہ۔

مسئلہ : محل ذبح لبہ و لحیین کے بیچ میں ہے اور ذبح فوق العقد بہتر نہیں اور اس میں بہت بہت اختلاف ہے اور اس لئے فقیر کی تحقیق میں ہے کہ فوق العقد ذبح نہ کیا جاوے اگر کسی وجہ سے اور تقدیر سے ایسا ہو جائے تو اس کو حرام قرار نہ دیا جائے چنانچہ اس مسئلہ پر بحث سلطان الفقہ میں ہو چکی ہے۔

مسئلہ : بوقت ذبح چار رگیں کاٹی جائیں اگر تین ہی کاٹی جائیں تو بھی جانور حلال ہو جائے گا اور اگر دو کاٹی جائیں تو باتفاق آئمہ دین وہ ذبیحہ ناجائز ہوگا کذا فی کتاب الفقہ۔

مسئلہ : گونگے کی ذبح شرعاً جائز ہے "ویحل ذبیحۃ مسلم و کتابی ذمی او حربی ولو امرءۃ او صبیا او مجنونا یعقلان او کان الذبیح اخر بیو" نقل از مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر و درمختار و عبدالحی و جامع وغیرہ۔

مسئلہ : ذبیحہ مشرک کتابی کا حرام ہے اس کو نہ کھانا چاہیے۔

مسئلہ : اگر جانور ذبح کیا جائے اور اس سے بچہ زندہ پیدا ہو تو اس کو ذبح کر کے کھایا جائے ورنہ اس کا کھانا حرام نزدیک امام رحمۃ اللہ علیہ کے ہوگا چنانچہ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے "ان الجنین مفرد بحکمہ لم یتز کی بز کواۃ امہ"

مسئلہ : محل ذبح بین اللبۃ واللحیین کے ہے چنانچہ عالمگیری میں ہے "ومحلہ ما بین اللبۃ واللحیین" اور حدیث شریف میں ہے "الاان الزکواۃ فی الحلق" نقل از تقویم فی الحدیث النبی الکریم یعنی خبردار محل ذبح حلق میں ہے پس اس سے ثابت ہوا کہ محل ذبح تمام حلق ہے چاہے کوئی شخص اس کے نیچے یا اوپر کے حصہ میں ذبح کرے یا درمیان میں تو وہ ذبیحہ حلال ہوگی "لاباس بالذبح فی الحلق کلہ اسفلہ واوسطہ واعلاہ" نقل از جامع الصغیر باب الذبح اور حلق کہتے ہیں جہاں سے سانس کی آمد و رفت ہو۔

مسئلہ : علامہ مستغنی اور اس کے پیرو سب کے سب اگر گھنڈی یعنی عقدہ پر جانور ذبح ہو جائے تو اس کو حلال کہتے ہیں اور اس کے گوشت کو کھانا حلال و جائز جانتے ہیں اور جو علامہ زیلعی کے متبعین ہیں وہ اس کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور علامہ طحاوی و زیلعی نے اس کے برخلاف لکھا ہے اور تحقیق خادم شریعت کی بھی اسی پر ہے ہاں اگر سہواً یا تقدیراً اوپر سے ذبح ہو جائے تو اس جانور کے گوشت کو قطعاً حرام سمجھ کر نہ پھینک دیا جائے اور اگر اس صورت میں علامہ مستغنی علیہ الرحمۃ اور ان کے متبعین کے فتویٰ پر عمل کیا جائے تو کچھ حرج نہیں ہوگا اور مفصل دلائل علامہ مستغنی علیہ الرحمت کے سلطان الفقہ میں ملاحظہ کریں۔

مسئلہ : مری کھانے پینے کا راستہ رکھتی ہے اور نرخرا سانس کی آمد و رفت کا راستہ رکھتا ہے اور دو جان یعنی دو شاہ رگ دائیں بائیں حلقوم و مری کے خون کا راستہ رکھتی ہے۔ اور ان کی شاخیں ہر دو کانوں سے چل کر سر تک پہنچتی ہیں فقط۔

مسئلہ : "ومن شرائط ان یکون مسلماً او کتابیا ولا توکل ذبیحۃ اھل الشرک والمرتد" عالمگیر۔

مسئلہ : اگر صرف اسم اللہ کے نام سے جانور ذبح کیا جاوے تو جانور حلال ہو جائے گا لقولہ تعالیٰ "فکلوا مماذکر اسم اللہ علیہ"

مسئلہ : اگر دیدہ و دانستہ ذابح نے بوقت ذبح کرنے کے بسم اللہ شریف کو ترک کر دیا تو جانور حرام ہوگا۔

مسئلہ : بوقت ذبح صرف اسم اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جانور ذبح کیا جاوے۔ اگر وقت ذبح غیرہ کا نام لے گا یا اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام ملا کرے گا تو جانور حرام ہوگا۔ عالمگیر۔

مسئلہ : ہر ایک جانور کے لئے الگ الگ بسم اللہ پڑھنی چاہیے۔

مسئلہ : اگر کسی نے بسم اللہ پڑھکر چھری چلائی اور پھر دیر کی اور پھر ذبح کرنے کو اسی بسم اللہ سے شروع ہوا تو ذبیحہ حلال ہوگا۔

مسئلہ : اگر بسم اللہ سے ذبح بکری شروع کی اور وہ بکری زور سے کھڑی ہوگئی تو پہلی بسم اللہ منقطع ہوجائے گی دوبارہ پڑھنی پڑے گی۔ عالمگیر۔

مسئلہ : اگر ذابح نے بکری ذبح کی اور اس کی زندگی کا پتہ نہ چلا اور نہ اس نے حرکت کی اور نہ اس سے خون چلا اور نہ ہی اس نے اپنا منہ کھولا تو ایسے جانور کا اس صورت میں کھانا حلال نہ ہوگا۔ ہاں اگر منہ بند کر لیا تو حلال ہوگا اور اگر اس نے آنکھ کھول دی تو اس کا کھانا حلال ہوگا۔ اگر آنکھ بند کر لی تو اسکا کھانا حلال ہوگا اگر اس نے پاؤں پھیلایا تو حرام ہوگا۔ اگر اس نے پاؤں کھینچ لیے تو حلال ہوگا اگر اس کے بال گر پڑے تو حرام اگر کھڑے ہوگئے۔ تو اس کا کھانا حلال منہ اور آنکھوں کا کھولنا اور پاؤں کا پھیلانا اور بالوں کا گر جانا علامت موت کی ہوتی ہے منہ اور آنکھوں کا بند کرنا اور پاؤں کا اکٹھا کرنا اور بالوں کا کھڑا ہونا نشان حیاتی جانور کی ہے اور ان کا اعتبار اس وقت ہوگا۔ جب اس کی زندگی کا پتہ نہ چلے نقل از در مختار۔ اور ذبح نابالغ اور مجنون کی اس وقت جائز نہ ہوگی جب کہ ان کو عقل ذبح اور بسم اللہ پڑھنے کی خبر نہ ہو۔

مسئلہ : ذبح خنثی ومخنث کی جائز ہے "الخنثی والمخنث تجوز ذبیحتهما" عالمگیری۔

مسئلہ : چھری وچاقو وتلوار وکلہاڑی وغیرہ واشیاء جو لوہے کی بنی ہوئی ہوں یا تیز دھار ہوں جائز ہوگی اور ناخن ودانتوں سے ذبح جائز نہ ہوگی۔ اگر بسبب تیزی چھری وغیرہ کے سر ذبیحہ کا الگ ہوگیا اور چار رگیں کاٹی گئیں اور چھری حرام مغز تک پہنچ گئی تو اس کا کھانا با کراہت جائز ہوگا۔

مسئلہ : گردن کی طرف سے ذبح کرنا بلا عذر مکروہ اور خلاف سنت ہے۔

مسئلہ : اگر بلی مرغی کا سر جدا کرے اور وہ حرکت کر رہی ہو تو اس کو ذبح کر کے کھانا شرعاً حلال نہیں فتاوی عالمگیری

"سنور قطع راس دجاجة فانه لایحل بالذبح وان کان یتحرک"

سوال : گوشت قربانی کس کس کو دینا چاہیے اور آج کل جو لوگ چوہڑے چمار وہندو کو دے دیتے ہیں کیا یہ جائز ہے۔

جواب : گوشت قربانی کی عزت لازم ہے لہذا ہر مسلمان غنی فقیر وذمی سب لے سکتے ہیں اور ان کو دینا جائز ہے "ویهب منها ماشاء للغنی والفقیر والمسلم والذمی" اور ہمارے ملک میں ذمی نہیں ہے اور چوہڑے چمار کفار ذمی نہیں کہلا سکتے اس لئے ان کو گوشت قربانی نہ دیا جائے ہاں اگر کسی اور صاحب نے بطور برادری اللہ ہی عطیہ عطا کیا ہو تو اس گوشت قربانی سے ان کو دینا جائز ہے ورنہ ہرگز دینا جائز نہیں کیونکہ ان لوگوں پر اطلاق الفاظ فقرا و عاملین

علیہا وغیرہ کا نہیں آ سکتا اور نہ ہی ان کو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مصرف زکوٰۃ وصدقات وقربانی میں گنایا ہے ۔ واعلم عند اللہ۔

(خادم شریعت نظام الدین عفا عنہ)

مسائل شتیٰ

سوال : اقامت میں دوبار الفاظ اذان کے کہنے کس حدیث سے ثابت ہیں جواب دو اجر ملے گا۔

(مسکین غلام حیدر مسافر جھنگی)

جواب : ہمارے مذہب حقہ احناف کے نزدیک اس کے ثبوت میں یہ حدیثیں صحیح شاہد ہیں۔

"عن عبد الرحمن بن ابی لیلیٰ قال اخبرنی اصحاب محمد ﷺ ان عبد اللہ بن زید الانصاری رای فی المنام الاذان فاتی النبی ﷺ فاخبرہ فقال علمہ بلالک فاذن مثنیٰ مثنیٰ واقام مثنیٰ مثنیٰ وقعد قعدۃ رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح ص ۱۹۳ باب الاقامت واثار سنن وشرح نقایہ ملا علی قاری"

ترجمہ : "عبد الرحمٰن بن ابی لیلےٰ سے روایت ہے کہا خبر دی مجھے اصحاب نبی ﷺ نے کہ تحقیق عبد اللہ بن زید انصاری نے خواب میں دیکھی آذان کو پس حضور علیہ السلام کے حضور میں حاضر ہو کر خبر دی پس فرمایا حضور علیہ السلام نے کہ بلال کو سکھلا دو پس اذان دی بلال نے ہر ایک کلمہ دو دو دفعہ اور تکبیر کہی دو دو دفعہ اور التحیات پڑھا روایت کیا اس کو طحاوی نے اور اسناد اس کی صحیح ہے۔"

"عن ابی العمیس قال سمعت عبد اللہ ابن محمد عن زید الانصاری یحدث عن ابیہ عن جدہ اری الاذان مثنیٰ مثنیٰ والاقامہ مثنیٰ مثنیٰ الحدیث رواہ البیہقی واثار السنن وعن الشعبی عن عبد اللہ بن زید الانصاری قال سمعت اذان رسول اللہ ﷺ فکان اذانہ واقامتہ مثنیٰ مثنیٰ رواہ ابو عوانہ فی صحیحہ واثار سنن وقدوری عن بلال انہ کان بعد رسول اللہ ﷺ یؤذن مثنیٰ مثنیٰ ویقیم مثنیٰ مثنیٰ" (نقل از طحاوی)

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اذان واقامت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آپ کے زمانہ طیبہ اور پیچھے آپ کے بھی جفت کلمات پر رہی اور یہی ثواب عظیم ہے اور کلمات اذان واقامت کے جفت جفت کہنے پر آثار صحابہ وتبع تابعین شاہد ہیں اور یہی مذہب حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وحضرت امام محمد وامام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہم کا ہے اور ان دلائل سے انکار کرنا محض جہالت ہے واعلم عند اللہ۔

مسئلہ : بے وضو اذان دینا مکروہ ہے ایسا کرنا اچھا نہیں اگر کسی نے بے وضو اذان دے دی تو جائز ہوگی لیکن اس کے سبب سے وباء نازل ہوگی۔

اور اذان کے وقت اگر کوئی قرآن مجید پڑھ رہا ہو تو پڑھنے سے رک جائے نقل از شرح نقایہ مست اور دیوانہ

مدہوش وعورت کو اذان دینا درست نہیں اور الفاظ اذان کے بآواز بلند ٹھہر ٹھہر کر پڑھنے چاہئیں اور تکبیر اقامت میں جلدی کہنے چاہئیں اور جو شخص اذان کہے وہی تکبیر اقامت کہے۔

ہاں اگر اس کی اجازت ورضامندی سے کوئی اور شخص کہہ دے تو جائز ہوگا اور اجابت اذان لفظاً بلفظ موذن کے کہنے چاہئیں ہاں جب موذن "حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح" کہے تو اس وقت "لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم" پڑھنا چاہیے اور جب "الصلوٰۃ خیر من النوم" کا کلمہ کہے تو کہے "صدقت وبررت" اور اذان کے وقت سلام کا جواب نہ دینا چاہیے اور جب اذان ختم ہو جائے تو "دعا اللھم رب ھذہ الدعوات التامات" کو پڑھے

اور اذان کا مسجد کے باہر دینا مسنون ہے اور بہتر ہے کہ مناروں میں دی جائے جہاں کہیں وہ مقرر ہیں اگر یہ نہیں تو جس طرف مسلمانوں کی آبادی دور یا زیادہ مسجد سے ہو اسی طرف اذان دینی چاہیے دائیں طرف ہو یا بائیں "لایؤذن فی المسجد" فتاویٰ ہندیہ اور جامع الرموز نے اس کو مکروہ لکھا ہے۔

اور اذان میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام پر ہر دو ناخنوں کے انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھنے مستحب ہیں ہکذا فی جامع الرموز ورد المختار وغیرہ البتہ نماز وخطبہ میں یہ فعل کرنا درست نہیں ان کے سوا ہر جگہ ایسا کرنا جائز ہے اور موذن فاسق مقرر کرنا سخت منع ہے کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ امام تمہارا اور تمہاری نمازوں کا ضامن ہے اور موذن امین ہے "الامام ضامن والموذن مؤتمن" اور پانچ وقتوں میں اذان دینا سنت قریب واجب ہے اور اس کی ترک پر سخت وعید ہے اور جنگل ومکانوں میں اذان دے کر نماز پڑھنا جائز ہے اور محلّہ والوں کو مسجد محلّہ کی اذان کافی ہے صرف تکبیر کہہ کے جماعت کرالیں تو جائز ہوگی۔

مسئلہ : اعرابی وفاسق وجنبی ونابینا کو اذان دینا مکروہ ہے اعادہ کیا جاوے نقل از خزانۃ المفتین۔

مسئلہ : تھویب قبل از نماز بعد اذان کہنی سنت ہے یعنی لوگوں کو آگاہ کرنا بایں الفاظ "الصلوۃ الجامع الصلوۃ الجامع" اور اس کا مفصل ذکر باو لائل سلطان الفقہ میں مسطور ہے اور وہابی ودیوبندی اس کے منکر ہیں۔

مسئلہ : قبل از وقت اذان نماز کے لئے کہنی ہمارے مذہب میں ہرگز جائز نہیں اگر کسی نے کہہ دی تو اس کو ادا کرنا چاہیے اور اذان فجر صبح صادق میں کہنی چاہیے ورنہ اعادہ کرنا پڑے گا۔ ہکذا فی فتاویٰ عالمگیری۔

مسئلہ : مؤذن مقیم ہونا افضل جیسا کہ امام مقیم مسافر سے افضل ہوتا ہے۔

مسئلہ : اذان لڑکے نابالغ عاقل کی ظاہر الروایۃ میں صحیح اور درست ہے اور نابالغ لایعقل کی ہرگز جائز نہیں اس کا اعادہ کرنا چاہیے "اذان الصبی الذی لا یعقل لایجوز ویعاد کذا فی الکافی"

مسئلہ: اگر کوئی شخص اذان دینے کے بعد مرتد ہو جائے تو اس اذان کا اعادہ واجب نہیں اگر اذان میں مرتد ہو جائے یعنی شیعہ غالیہ سبیہ یا مرزائی عیسائی یہودی ہو جائے تو اس اذان کا اعادہ کرنا بہتر ہے "واذا ارتد فی الاذان فالاولی ان یبتدء غیرہ ولو ارتدت المؤذن بعد الاذان لا یعاد فتاوی عالمگیری صفحہ ۱۴۱"۔

مسئلہ: اذان مسافر کی جائز بلا کراہت ہے؟

مسئلہ: فرضوں کو مسجد میں باجماعت بلا اذان واقامت ادا کرنا مکروہ ہے "ویکرہ اداء المکتوبات بالجماعۃ فی المسجد بغیر اذان واقامۃ" ہاں اگر اذان واقامت ہو چکی ہو تو دوبارہ اذان وقامت کہنا جائز نہ ہوگا۔

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس شخص کی خلافت کسی مسلمہ غوث کی طرف سے ہو ایسے صاحب مجاز بزرگ کی بیعت کرکے جو شخص پھر جائے اس کے اعمال حسنہ نماز روزہ وحج وغیرہ ازروئے شریعت عنداللہ مقبول ہیں یا مردود۔ بینوا توجروا۔ (بقلم پیر الٰہی شاہ مورخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۳)

الجواب: بیشک درصورت صدق مستفتی ایسے شخص کامل کی بیعت سے انکار کرنا یعنی مرتد ہونا محض جہالت اور اپنے اعمال کو نیست ونابود کرنا اور اپنے نفس پر ظلم کرتے ہوئے اپنے آپ کو جہنمی بنانا ہے چنانچہ قرآن مجید وفرقان حمید میں ارشاد باری تعالیٰ اس پر شاہد ہے ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ﴾ اور حدیث شریف میں ہے کہ رہبر کامل اپنی قوم میں ایسا ہوتا ہے جیسے نبی اپنی امت میں ہوتا ہے اور نبی کی آواز سے اپنی آواز کو بلند کرنے پر تمام اعمال ملیامیٹ ہو جاتے ہیں ویسے ہی اپنے شیخ کی آواز سے آواز بلند کرنے سے نیست ونابود ہو جایا کرتے ہیں "الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ" نقل از ضیاء القلوب نمبر ۴ اور مسلم شریف میں ہے "عن ابن عمر قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من خلع یدا من طاعتہ لقی اللہ یوم القیمۃ ولا حجۃ لہ ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ جاھلیۃ رواہ مسلم"

اور کتاب جامع المتفرقات میں لکھا ہے۔

"ان السلف رضوان اللہ تعالیٰ علیھم کانوا لا یصبحون مع من مجلس فی مجلس العاق ولا یصلون خلفھم مخافۃ باقتدائہ قالوا ومن فعل ذلک فھو مع العاق"

اور کتاب عجائب الاخبار والاعتقاد میں لکھا ہے کہ کامل پیر کی بیعت سے مرتد ہو جانے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی تاوقتیکہ اپنے شیخ کامل کو راضی نہ کرے اور فتاویٰ جامع الفوائد میں لکھا ہے۔

"ولا یجوز شھادۃ العاق ولا امامتہ وتسقط عدالتہ ولا یعتبر قولہ ولا یعمل بفتورہ لو کان مفتیا"

اور کشف الغطاء میں ہے۔

"لایحل ذبیحته العاق والا امامته لان العاق یصیر مرتداً فی الحال ومثواه فی النار"

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ ایسا شخص مرتد ہے اسکے ساتھ مسلمانوں کو مجالست ومشاربت ومواکلت نہ کرنی چاہیے تاوقتیکہ اپنے پیر کامل واستاد کو راضی نہ کرلے فقط والعلم عنداللہ۔ "فمن کفر فان ربی غنی کریم"

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی سروری ۵ / رمضان ۱۳۵۳ھ)

سوال: اگر امام فاسق فاجر ہو تو اس کے پیچھے نماز پڑھی جائے تو جائز ہوگی یا نہ؟

الجواب: بیشک مقتدی کی نماز تو درست ہو جائے گی لیکن ثواب اتنا اس کو حاصل نہیں ہوگا کہ جس قدر کہ متقی کی اقتداء سے حاصل ہوتا ہے چنانچہ فتاویٰ عالمگیر میں مسطور ہے۔

"لو صلی خلف مبتدع او فاسق فهو محرز ثواب الجماعة غیر ان ینال کذا فی الخلاصة"

نقل از فقہ اکبر اور حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ "صلوا خلف کل برو فاجر" اور ابوداؤد میں ہے۔ "الصلوة واجبة علیکم خلف کل مسلم براکان فاجر وان عمل الکبائر والصلوة واجبة علی کل مسلم براکان اوفاجراً وان عمل الکبائر رواه ابو داؤد ومشکوة" ہاں البتہ مستقل امامت کے لئے نیک امام مقرر کرنا چاہیے فاسق فاجر کو امام بنانا شرعاً حرام ہے چنانچہ حاشیہ طحطاوی ومراقی الفلاح میں مسطور ہے۔" اما الفاسق العالم فلا یقدم لان فی تقدیمه تعظیمه وقدوجب علیهم اهانته شرعاً ومفاد هذا کراهة التحریم فی تقدیمه" یعنی امامت کے لئے عالم فاسق کو مقدم نہ کیا جائے گا کیونکہ مقدم کرنے میں اس کی تعظیم واجب ہوگی حالانکہ شرعاً لوگوں پر واجب ہے اس کی حقارت کرنا پس حاصل اس کا یہ ہے کہ مکروہ تحریمی ہے اس کا مقدم کرنا اور حدیث میں ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے کہ بھید تمہارا یہ ہے کہ قبول کی جاوے نماز تمہاری پس چاہیے کہ امامت کراویں تمہیں بہتر تمہارے پس تحقیق وہ قاصد ہیں بیچ اس چیز کے کہ درمیان تمہارے اور تمہارے رب کے ہے اور حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں۔ "ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم خیارکم فانهم وفد کم فیما بینکم وبین ربکم رواه حاکم ودار قطنی بالفاظ مختلفة" اور مشکوۃ شریف میں ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا ایک شخص کو کہ اس نے صرف آپ کے سامنے قبلہ کی طرف منہ کرکے تھوکا تو آپ نے فتویٰ دیا کہ اس کو نماز کے لئے امام نہ بناؤ اور اس کی اقتداء نہ کرو کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایذا دیا ہے اور تفسیروں میں لکھا ہے کہ ایک شخص ہمیشہ کے لئے نماز میں سورہ "عبس وتولی" پڑھتا تھا۔ تو آپ نے اسکی اقتداء سے لوگوں کو روک دیا پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مبتدع اور فاسق فاجر اور بے ادب کی اقتداء نہ کی جائے فقط والعلم عنداللہ۔

(محررہ خادم شریعت عفا عنہ)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان اس مسئلہ میں کہ فاسق فاجر کے پیچھے تو نماز مکروہ تحریمی ہوئی۔ لیکن وہابی کے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے۔ جواب دو اجر ملے گا۔

(السائل خاکسار مرزا ظہور الدین خان از وزیر آباد)

الجواب : بیشک فرقہ غیر مقلدین وہابیہ نجدیہ طائفہ اسمٰعیلیہ دیوبندیہ نجدیہ کے پیچھے نماز ادا کرنا شرعاً ناجائز و نادرست ہے کیونکہ اکثر مسائل وعقائد ان کے خلاف مذہب اہل سنت وجماعت کے ہیں۔ بعض کی تو نوبت کفر تک ہے اور بعض فسق وبدعت پر دال ہیں۔ جن کے مسائل وعقائد کی مختصر فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے خود ناظرین ملاحظہ فرما کر انصاف کی داد دیں اور اپنی نمازکو ان کے پیچھے پڑھ کر ضائع نہ کریں وہو ہذا۔

☆ خداوند کریم جھوٹ بولنے پر قادر ہے کتاب صیانتہ الایمان صفحہ ۵ مطبوعہ مراد آباد تصنیف شہود الحق شاگرد مولوی نذیر حسین دہلوی وبراہین قاطعہ وفتاویٰ رشیدیہ۔

☆ انبیاء علیہم السلام احکام دین کے پہنچانے میں بھول جایا کرتے تھے کتاب رد تقلید الکتاب المجید تصنیف مولوی صدیق حسن خان صفحہ ۱۲ مطبوعہ فاروقی۔

☆ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین نہیں چونکہ اس پر الف لام عہد خارجی ہے کتاب نصر المومنین ص ۱۴۱۲ مصنفہ اخوند صدیق پشاوری شاگرد نذیر حسین۔

☆ اجماع کل امت جس کی سند معلوم نہ وحجت شرعی نہیں کتاب معیار الحق صفحہ ۱۳۱ اور کتاب اعتصام السنہ ص ۱۴۱۔

☆ قیاس مجتہدین قابل قبول نہیں کتاب ایضاً صفحہ ۷۹۔

☆ جو چاروں اماموں کے مقلد اور چاروں طریقوں کے متبع شافعی مالکی حنبلی حنفی قادری چشتی نقشبندی سہروردی سب مشرک وکافر ہیں ورافضی پلید وشیطان لعین ہیں دیکھو کتاب ظفر المبین مطبوعہ لاہور صفحہ ۱۸۹، ۲۳۰، ۳۳۲، اعتصام السنہ واشعار الحق۔

☆ علم کتب فقہ کے بنانے والے اور پڑھنے والے سب کافر اور بے ایمان ہیں اور ان کتب کو جلا دینا چاہیے اور یہ محض جعلسازی ومکاری وفقہاء کرام مشرک وکافر بدعتی ہیں دیکھو کتاب ترجمان وہابیہ مصنفہ صدیق حسن خاں صفحہ ۳۶ مطبوعہ آگرہ مفید عام وبوئے غسلین ۷، ۸۔

☆ کنویں میں کتا بلی سور وغیرہ درندے پرندے گر پڑیں تو کوئی پلید یعنی نجس نہیں ہوگا تاوقتیکہ پانی کا رنگ وبو ومزہ نہ بدل جائے دیکھو کتاب کنز الحقائق وترجمہ درر بہیہ طریقہ احمدیہ۔

☆ چمڑا خنزیر کا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے اور خداوند کریم عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہوئے ہیں کرسی چرچر کرتی ہے دیکھو حاشیہ قرآن ترجمہ وحید الزمان ترجمہ آیت الکرسی ورسالہ استویٰ۔

تقلید ائمہ دین شرک وکفر وبدبخت ہے دیکھو ظفر المبین وترجمان وہابیہ والانصاف۔

☆ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے روضہ پر زیارت کے لئے سفر کر کے جانا صریح کفر وشرک ہے کتاب التوحید وتقویۃ الایمان۔

☆ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا نماز میں خیال لانا بیل وگدھے وکنجری کے زنا سے بھی بدتر۔ دیکھو کتاب صراط مستقیم مترجم صفحہ ۹۳ از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق درصورت گاؤ خر خود است من عینہ صراط مستقیم صفحہ ۹۵ فارسی تصنیف مولوی اسمٰعیل قتیل۔

☆ نبی علیہ الصلوۃ والسلام نے زبان اردو دیوبند کے علماء کے واسطے سے حاصل کی کتاب براہین قاطعہ ص ۲۶۔

☆ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کا علم شیطان رجیم وملک الموت سے کم ہے۔

☆ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے میلاد شریف کا ذکر خیر جنم کنھیا کے ذکر کے برابر ہے کتاب براہین قاطع مولوی خلیل احمد صاحب مصدقہ رشید احمد صاحب صفحہ ۴۸۔

☆ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جیسا علم غیب تو ہر صبی ومجنون وبہائم پرندوں ودرندوں کے لئے بھی حاصل ہے کتاب حفظ الایمان صفحہ ۶ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو ہر زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات وبہائم کے لئے بھی حاصل ہے من عینہ عبارت حفظ الایمان از تصنیف اشرف علی تھانوی۔

باقی عقائد ومسائل فرقہ دیوبندیہ وہابیہ ونجدیہ کے حرف بحرف ملاحظہ کرنے ہوں تو اسی کتاب کی پچھلی جلد میں دیکھیں رسالہ سیف الابرار علی انف الاشرار وتصدیق المحققین وعقائد علمائے دیوبند کو مطالعہ کریں۔

پس مسلمانان اہل سنت کو چاہیے کہ ایسے اعتقاد والوں کی اقتداء نہ کریں جس حالت میں کہ یہ فرقہ وہابیہ نجدیہ غیر مقلدین ودیوبندیہ خارج از اہل سنت وجماعت ہوئے اور داخل اہل بدعت وفرقہ ضالہ وہوائیہ میں ٹھہرے تو نماز اہل سنت وجماعت کی ان کے پیچھے نزدیک مذہب حنفیہ احناف کیونکر صحیح اور درست ہوگی جب کہ فتاویٰ تاتارخانیہ وفتح القدیر میں بایں الفاظ فتویٰ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسطور ہے۔

"روی عن ابی حنیفة و ابی یوسف رحمھما اللہ تعالی ان الصلوۃ خلف الاھواء لا یجوز"

اور فتح القدیر میں بایں طور مسطور ہے

"روی محمد عن ابی حنیفة و ابی یوسف رحمھما تعالی ان الصلوۃ خلف اھل الاھواء لایجوز"

اور علاوہ اس کے صاحب رد المحتار نے باب البغات میں ان کو باغی لکھا ہے تو پھر ان کے پیچھے نماز کس طرح صحیح ہوگی اور علامہ

فتوی تحریر کرتے ہیں۔
صاحب طحاوی فرقہ غیر مقلدین کی نسبت یوں
"من کان خارجا من ھذہ المذھب الاربعة فی ذلک الزمان فھو من اھل البدعة والنار"
اور قرآن مجید میں ہے۔ ﴿لا تقعد بعد الذکری مع القوم الظلمین یعنی ھو المبتدع والفاسق﴾
اور دوسری آیت میں ہے۔ ﴿ولا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار﴾
اور ایک آیت میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ اور اس کے حبیب ﷺ اور مومنوں کو ایذاء پہنچاتا ہے اس پر خداوند کریم کی
لعنت ہے پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اس فرقہ ضالہ وہابیہ نجدیہ اسمٰعیلیہ کے پیچھے نماز پڑھنا اور ان کے ساتھ
موانست ومجالست ومواکلت ومشاربت کرنا بھی نزدیک امام اعظم وابو یوسف علیہما الرحمۃ کے ناجائز وممنوع ہے فقط "ان اللہ
یھدی من یشاء الی صراط مستقیم" (المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفاعنہ)
اور علاوہ اس کے ایک ہزار علمائے دین مفتیان شرع متین حرمین شریفین عرب وعجم کے فتاوی اس بات پر ہیں کہ ان
لامذہبوں کے پیچھے نماز پڑھنی ہرگز جائز نہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ مجالست جائز ہے اور نہ ہی ان کے ساتھ موانست کریں اگر
شرارت کریں تو ان کو مسجد سے نکال دینا چاہیے۔

سوال: طریقت میں بیعت کتنی قسم پر ہے اور پیر کتنے قسم کے ہیں؟

الجواب: بیعت طریقت میں تین قسم پر ہوتی ہے بیعت توبہ، بیعت ارشاد، بیعت حوالت، بیعت توبہ میں طالب ادنیٰ
پیری مریدی کو حاصل کرتا ہے بیعت ارشاد میں مرتبہ مرشدی حاصل ہوتا ہے۔ اور بیعت حوالت سے مرتبہ نائبی ولی کا
حاصل کرتا ہے اور طریقت کے پیر کے چار قسم ہیں پیر بیعت، پیر خرقہ، پیر ارشاد، پیر صحبت اور پیر صحبت وہ ہوتا ہے کہ جس کی
محض صحبت سے بیعت خرقہ وارشاد کی بھلائی اور فوائد معلوم ہو جائیں اور پیر ارشاد وہ ہوتا ہے کہ جس سے محض شغل ووظائف
حاصل ہوں اور پیر خرقہ وہ ہوتا ہے جس سے لباس تقوی یعنی گودڑی حاصل ہو اور پیر بیعت وہ ہے کہ جس سے مرید کے جوہر
اور لیاقت کے مطابق چاروں مرتبے حاصل ہوں اور طالب کو چاہیے کہ پیر کامل صاحب بیعت کے مشورہ کے سوا کسی دوسرے
پاس نہ جائے ہاں البتہ اگر مرشد ناکمل اور شریعت کے خلاف کام کرتا ہو یا اس سے کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا ہو باوجودیکہ اس
کے حکم کی تعمیل کرتا ہو کئی سال ریاضت ومشقت کی ہو یا اس کے ملنے کی امید منقطع ہو چکی ہو تو پھر دوسری جگہ بیعت کرنا جائز
ہوگا ورنہ خرابی وبربادی حاصل ہوگی چنانچہ کتاب قول الجمیل شفاء العلیل کے صفحہ ۲۳ میں ہے۔
"ان تکرار البیعة من رسول اللہ ﷺ ماثور وکذالک عن الصوفیة امامن الشیخین فان کان بظھور خلل فی
من بعثه فلاباس وکذالک بعد موته وغیبة المنقطعة واما بلاعذر فانه یشبه المتلاعب ویذھب بالبرکة
ویصرف قلوب الشیوخ عن تعھدہ واللہ اعلم"

بلکہ تکرار بیعت کی رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے اور اسی طرح حضرات صوفیہ سے لیکن دو پیروں سے بیعت کرنا کہ سبب ظہور خلل کے ہو اور اس پیر میں جس سے بیعت کر چکا ہے تو کچھ حرج نہیں اور اسی طرح اس کی موت کے بعد یا اس کی غیبت منقطع کیے بعد کہ اس کی توقع ملاقات کی باقی نہیں رہی۔ اور بلا عذر دوسرے مرشد سے بیعت کرنا مشابہت ہے کھیل سے اور ہر جگہ بیعت کرنا برکت کو کھوتا ہے اور مرشدوں کے دلوں کو اس کی تعلیم و تہذیب سے پھیرتا ہے واعلم عند اللہ۔

سوال: طریقت کے خانوادہ کتنے ہیں ان کے نام کیا ہیں؟

الجواب: وہ خانوادہ چودہ ہیں جو کہ اہل بیت اور خاص کر حضرت امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض ظاہری و باطنی حاصل کرتے ہوئے ان ناموں سے مشہور ہو چکے ہیں چنانچہ تفسیر روفی مجددی جلد اول صفحہ ۳۷ میں بایں طور مسطور ہے۔

زیدیاں و عیاضیاں اور ادہمیاں اور ہبیریاں اور چشتیاں اور عجمیاں اور طیفوریاں اور کرخیاں و سقطیاں اور جنیدیاں اور گاذرونیاں اور طوسیاں اور سہروردیاں اور فردوسیاں اور فروع ان کی جیسے قادری و نقشبندی وغیرہما اور سلسلہ قادری سقطیوں سے مل کر امام علی رضا کو پہنچتا ہے اور سلسلہ نقشبندی بایزیدیوں کو مل کر حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو ملتا ہے اور چار پیر جو مشہور ہیں وہ یہ ہیں۔ جنہوں نے خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فیض حاصل کیا ہے حضرت امام حسن اور خواجہ کمیل زیاد اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور قادری سروری کا سلسلہ حضرت مولا مشکل کشا علی کرم اللہ وجہہ سے چل کر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے فقط واعلم عند اللہ۔

سوال: بعض لوگ کہتے ہیں کہ حسن بصری علیہ الرحمۃ کی ملاقات و سماعت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ثابت نہیں ہو سکتی یہ کیونکر ہے۔ جواب مفصل تحریر ہونا چاہیے۔

الجواب: یہ محض ان کے مبلغ علم پر اعتراض ہے کسی کا کیا قصور ہے دیکھو کتاب الحاف خاتم الحفاظ حضرت سید علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ صفحہ ۱۴۴ میں بایں طور مسطور ہے۔

"حدثنا جورية بن الشراشی قال اخبرنا عقبة بن ابی الصهباء الباهلی قال سمعت الحسن يقول سمعت عليايقول قال رسول الله ﷺ مثل امتی مثل المطر الحديث قال محمد بن الحسن بن الصيرفی شيخ شيوخنا هذا نص صريح فی سماء الحسن بن علی رضی الله تعالی عنه ورجاله ثقات وحويرية وثقه ابن حبان وعقبة وثقه احمد و ابن معين"

نقل از مجموعہ رسائل علامہ موصوف صفحہ ۱۴۴ یعنی ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن البصری نے فرمایا یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو سماع مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے حاصل ہے اسکے رجال سب ثقات ہیں جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا اور باقی مفصل ذکر اسکا فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ میں ملاحظہ فرماویں فقط واعلم عند اللہ۔

سوال: الہام کے کتنے قسم ہیں اور کیا ہیں وہ شرعاً حجت ہیں یا نہیں؟

الجواب: شرعی حجت نہیں البتہ نبی کے الہام پر ایمان لانا لازمی ہے اور حجت شرعی صرف ہمارے لئے چار چیزیں ہیں جن کو ادلہ شرعیہ کہتے ہیں قرآن مجید وحدیث شریف واجماع وقیاس مجتہدین علیہم الرحمۃ اور الہام کہتے ہیں دوسرے کے دل میں بلامحنت خبر ڈالنی "الالہام القاء و الخیر فی قلب الغیر بلا کسب" اور الہام دو قسم پر ہے نیک اور بد اور نیک کے کئی اقسام ہیں الہام از خدا، الہام از محمد مصطفی ﷺ الہام از صحابہ کرام، الہام از رواح انبیاء علیہم السلام، والہام از ارواح اولیاء عظام والہام از صفائی قلب، والہام نفس، والہام روح، والہام سر، والہام از ذکر خفی، والہام ملائکہ، والہام از حب اور یہ تمام الہام صفائی قلب سے حاصل ہوتے ہیں اس کا دل سوائے خداوند کریم لایزال کے بیزار ہو جاتا ہے کسی کی محبت نہیں رہتی۔

ہر کہ راز حق بدل الہام شد راز رحمت معرفت پیغام شد

اور یہ الہام اکثر انبیاء علیہم السلام پر وارد ہوتے ہیں اور صاحب الہام جسد وہ ہوتا ہے کہ اس کا وجود کثافت کو چھوڑ کر وجود لطیف کا جامہ پہنتا ہے اور اس کی رفتار ملائکہ سے بھی تیز ہو جاتی ہے جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نقشبندی علیہ الرحمۃ کا ذکر ہے کہ ملائکہ طواف بیت المعمور کا ایک بار کرتے تھے اور آپ اتنی دیر میں سات دفعہ طواف بیت المعمور کا فرما لیتے تھے۔

اور الہام بد اہل نفس کو ہوا کرتا ہے اور نفس کے بھی کئی اقسام ہیں اور مرزا وغیرہ جھوٹے مدعیان نبوت جو کہ حضرت خاتم المرسلین ﷺ کے بعد ہوئے ہیں ان کے الہامات سب کے سب شیطانی تھے اور سوائے انبیاء علیہم السلام کے اولیائے عظام کے الہامات کا یہ حکم ہے کہ ان کو قرآن مجید واحادیث شریف یعنی ادلہ شرعیہ کے پیش کیا جائے اگر ادلہ شرعیہ ان کو مان لے تو فبہا ورنہ ان کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دو فقط واللہ اعلم عند اللہ۔ (خادم شریعت عفا عنہ)

سوال: مدینہ شریف کو یثرب کہنا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

الجواب: مدینہ منورہ کو یثرب کہنا ہمارے مذہب حقہ میں جائز نہیں کیونکہ اس میں بے ادبی اور گستاخی پائی جاتی ہے اور یثرب کے معنی فساد وتوبیخ اور ملامت وعذاب کے ہیں مسند امام احمد و جامع الصغیر میں حضرت علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ حدیث بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں "من سمی المدینة یثربا فلیستغفر اللہ ھی طابة" یعنی براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص مدینہ طیبہ کو یثرب کہے پس اس کو چاہیے استغفار وتوبہ کرے اور ایسا ہی جذب القلوب الی دیار المحبوب میں ہے اور جہاں کہیں قرآن مجید بلفظ یثرب مذکورہ ہے وہ بطور حکایت کے واقع ہے کیونکہ منافق لوگ ایسا کہا کرتے تھے دیکھو تفسیر خازن وسراج المنیر واتقان وغیرہ اور حدیث صحیح میں وارد ہے "ان اللہ

المدینۃ طابۃ " نقل از جذب القلوب پس مسلمانوں کو چاہیے کہ مدینہ رسول اللہ ﷺ کو یثرب بھی نہ کہا کریں اور ان اسمی ہو بی قرآن مجید و احادیث شریف کے مقابلہ میں کسی زید کا قول حجت نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ انسان سے اکثر وقت سہو اور نسیان ہو جاتا ہے۔

(المجیب خادم شریعت نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفا اللہ عنہ)

سوال : انسان کتنی قسم پر اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے؟

الجواب : دو قسم پر مومن و کافر ﴿ لقوله تعالى هو الذى خلقكم فمنكم كافر ومنكم مؤمن ﴾ اور مومن کی بھی دو قسم ہیں مومن مطیع اور مومن فاسق۔ اور مومن فاسق کی بھی دو قسم ہیں مومن فاسق فی العمل و مومن فاسق فی العقیدہ جیسے کہ بہتر فرقے رافضی، خارجی، وہابی، معتزلی وغیرہ جن کی اصلیت نو فرقوں سے بایں الفاظ ظاہر ہوتی ہے۔ شیعہ، خارجیہ، معتزلہ، مرجیہ، جہمیہ، مشبہ، ضراریہ، بخاریہ، کلابیہ پس باقی ان کی شاخیں ہیں چنانچہ اس امر پر یہ حدیث شریف شاہد ہے " ستفترق امتی علی ثلث وسبعین ملة واحدة قالوا من هی یارسول الله قال ما انا علیه واصحابی " اور فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت ہونے پر یہ آیت کریمہ بھی شاہد ہے ﴿ ولولا فضل الله عليكم ورحمته لا تبعتم الشيطان الا قليلا ﴾ (پ ۵) یعنی اے امت مرحومہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا فضل نہ ہوتا تو سب شیطان کے پیرو ہو جاتے مگر تھوڑے شیطان کے پیرو ہوئے اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ بڑی جماعت پر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ہے اور اس کی اتباع کرنی لازم ہے پس اے ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ ان تمام فرقوں سے بڑی جماعت کون سی ہے اور کون ناجی ٹھہری فقط۔

سوال : مومن فاسق فی العمل اور مومن فاسق فی العقیدہ میں کیا فرق ہے؟

جواب : مومن فاسق فی العمل وہ شخص ہے جو تمام احکامات ضروریات دین کو مانتا ہوا عمداً یا سہواً یا علانیہ گناہ کرتا ہے اور گناہ کو گناہ سمجھے جیسے کہ شراب زنا کرنا داڑھی منڈوانا نماز کا ترک کرنا جائز سمجھے تو بیشک کافر ہو جائے گا اور فاسق فی العقیدہ وہ شخص ہے کہ ہم اہل سنت کا ضروریات دین میں مخاطب ہوتا و لی خطا کے ساتھ یا مسائل اجماعیہ فرعیہ میں مخالف ہو پس اس کو گمراہ و بدعتی و مبتدع وضال و مضل کہتے ہیں اسی لئے ان کی اقتدا کرنا جائز اور حرام ہے نقل از توضیح العقائد فقط۔

مسئلہ : آئمہ اربعہ بحیثیت اتحاد عقاید ایک ہیں صرف ان کا چار ہونا بوجہ اختلاف مسائل فرعیہ فقہیہ اجتہادیہ میں ہے ورنہ ایک ہی ہیں اس لئے ان چاروں کو اہل سنت کہا جاتا ہے اور ایسے اختلاف میں کچھ حرج نہیں اور یہ اختلاف رحمت ہے یہ تو اصحابوں میں بھی چلا آیا فقط۔

سوال : طریقہ نماز تسبیح اور فضائل اس کے کیا ہیں؟

جواب : نماز تسبیح چار رکعت بایں طور پڑھنی چاہییں کہ بعد قرأت ہر رکعت میں پندرہ بار یہ کلمات پڑھیں۔

" سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر "

پھر رکوع میں دس بار پھر قومہ میں دس بار پھر سجدہ میں دس بار پھر جلسہ میں دس بار پھر دوسرے سجدہ میں دس بار پھر دوسرے سجدے کے بعد دس بار اسی طرح ہر رکعت میں پچھتر بار یہ کلمات طیبہ پڑھے اور ان ہر چار رکعتوں میں بعد از الحمد شریف مسبحات سورتیں پڑھے۔ اگر یہ نہ آئیں تو سورہ الھکم التکاثر وسورہ عصر وسورہ قل یاایھا الکفرون وسورہ اخلاص پڑھیں اور یہ نماز اول تو روز پڑھیں ورنہ بروز جمعہ قبل از نماز زوال ونماز جمعہ اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو صرف ایک ماہ میں ایک بار ورنہ سال میں ایک بار اگر یہ بھی نہ ہوسکے تو ساری عمر میں ایک بار پڑھ لے اور اس کی عظمت وبرکت سے اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہ صغیرہ وکبیرہ جو اس سے عمداً یا سہواً وسراً وعلانیہ سرزد ہوئے ہوں گے معاف کئے جائیں گے اور یہ نماز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمائی تھی نقل از مشکوٰۃ۔

(المجیب خادم شریعت محمد نظام الدین حنفی قادری سروری عفا عنہ)

سوال : اگر کوئی شخص اپنی اولاد کا نام اسمائے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر رکھے تو اس میں کیا فضیلت ہے؟

جواب : حدیثوں میں آتا ہے کہ جس کے نام میں محمد رسول اللہ ﷺ کا نام آئے گا اللہ تعالیٰ اس کو بحرمت اس نام پاک کے جنت میں داخل کردے گا۔ چنانچہ ابو نعیم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ امت آپکی سے دو شخص حساب کے لئے پیش ہوں گے اور اللہ تعالیٰ ان کو جنت میں داخل ہونے کا حکم دے گا وہ عرض کریں گے کہ اے مالک ہم تو اپنا ایسا کوئی عمل نہیں دیکھتے جس کے باعث ہم اس مراتب کو پہنچے حکم ہوگا کہ میں نے اپنی ذات پر لازم کررکھا ہے کہ جس نام میں اسم محمد یا احمد ہوگا ہم اس کو جنت میں داخل کریں گے۔

"اخرج عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان رسول اللہ ﷺ یوقف عبد ان بین یدی اللہ تعالیٰ عنہ فیومر بھا الی الجنۃ فیقولون ربنا بم استحلنا الجنۃ ولم نعمل عملاً تجازینا بہ الجنۃ فیقول اللہ تعالیٰ ادخلا الجنۃ قال الیت علیٰ نفسی ان لا یدخل النار من اسمہ احمد ولا محمد ﷺ" (نقل از انوار محمدیہ من مواہب صفحہ ۲۰۱)

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قسم ہے مجھے اپنی ذات کی جس نام میں اے حبیب تیرا نام ہوگا اس کو جہنم میں ہرگز نہ بھیجوں گا۔

"قال رسول اللہ ﷺ قال اللہ تعالیٰ وعزتی وجلالی لا اعذب احداً تسمّی باسمک فی النار"

(رواہ ابو نعیم عن نبیط ابن شریط)

نقل از دلائل النبوت اور کتاب دیلمی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جس دسترخوان پر وہ شخص حاضر ہو کہ جس کے نام میں اسم محمد ﷺ ہو اللہ تعالیٰ اس خوان میں برکت کردیتا ہے۔

"عن علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال مامن مائدۃ وضعت فحضر علیھا اسمہ احمد او محمد الاقدس اللہ ذلک المنزل کل یوم مرتین"

اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس شخص کے تین لڑکے ہوں اور اس نے ایک کا نام بھی میرے نام پر نہ رکھا ہو تو اس

نے بخت بے وقوفی کی "قال رسول اللہ ﷺ من کان له ثلاثة من الولد ولم یسم احدهم محمد فقد جهل"

اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس گھر میں اسم محمد ﷺ والے نام کا کوئی شخص ہوگا اس گھر میں نہایت برکت ہوگی۔ پس ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اسم گرامی اسم اعظم ہے اس کی عزت عنداللہ بڑی ہے اور اس نام کی عزت کرنے والا بروز حشر صاحب عزت ہوگا اور اس نام والا شخص عنداللہ ضرور عزت پائے گا۔ فقط

(احکام شریعت نظام الدین حنفی سروری عفاالله عنه)

سوال: کیا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے درود شریف کو دور سے بھی سن لیتے ہیں؟

جواب: بیشک سن لیتے ہیں آپ کی ذات کیلئے یہ کوئی محال نہیں۔ چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے

"اخرج الطبرانی عن ابی الدرداءِ قال قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصلوٰۃ علیّ یوم الجمعة فانه یوم مشهود یشهده الملائکة لیس من عبد یصلی الا بلغنی صوته حلیث کان قلنا وبعد وفاتک قال وبعد وقال ان اللہ عزوجل حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاءِ" (نقل از جواهر المنظم مصری ص ۲۰)

یعنی حضرت ابی الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بروز جمعہ مجھ پر کثرت سے صلوٰۃ پڑھا کرو کیونکہ وہ دن ایسا ہے کہ اس دن فرشتے ہر جگہ و ہر کونہ میں حاضر رہتے ہیں تو اس کی آواز مجھے پہنچ جاتی ہے ہم نے کہا بعد وفات کے بھی ہماری آواز آپ کو پہنچے گی آپ نے فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کے جسم زمین پر حرام کر دیے ہیں وہ ان کو نہیں کھاتی۔

اور فتاویٰ عبدالحی جلد دوم سطر ۷ میں بایں طور لکھا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ چاند آپ کے ساتھ کیا معاملہ کرتا تھا اور آپ ان دنوں چہل روزہ تھے آپ نے فرمایا کہ مادر مشفقہ نے میرا ہاتھ مضبوط باندھ دیا تھا اس کی اذیت سے مجھے رونا آتا تھا اور چاند منع کرتا تھا حضرت عباس نے عرض کیا کہ ان دنوں آپ چہل روزہ تھے یہ حال کیونکر معلوم ہوا فرمایا کہ لوح محفوظ پر قلم چلتا تھا اور میں سنتا تھا حالانکہ شکم مادر میں تھا اور فرشتے عرش کے نیچے پروردگار کی تسبیح کرتے تھے اور میں ان کی تسبیح کی آواز سنتا تھا حالانکہ میں شکم مادر میں تھا من عینه اور دلائل الخیرات میں ہے کہ فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شخص محبت کے ساتھ مجھ پر درود پڑھتا ہے میں خود حاضر ہو کر اس کو سنتا ہوں۔

اور ایک حدیث صحیح میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ میرے قریب ہو جاتا ہے تو میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے الحدیث یعنی اس میں اللہ تعالیٰ ایسی طاقت ڈال دیتا ہے کہ نزدیک و دور کی چیزیں برابر دکھائی و سنائی دیتی ہیں اور انسان کامل و اکمل کا وجود کثافت کو چھوڑ کر لطافت حاصل کر لیتا ہے اور اس پر قصہ تخت بلقیس و سلمان فارسی و حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعلین کی آواز آسمان سے

سنا ثابت ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ فرمایا آپ کی ذات بابرکات نے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ایسا پیدا کیا ہوا ہے جس کو تمام جہان کی آوازیں سننے کی قوت عطا کی ہے اور وہ میری قبر پر قیامت تک کھڑا رہے گا اس کا کام یہ ہے کہ جب کوئی مجھ پر درود بھیجے تو بعینہ اس کی زبان کے الفاظ مع اس کے نام اور ولدیت وسکونت کے میرے پیش کرے الحدیث نقل از کتاب الصلوٰۃ علی نبی ﷺ

"اخرجه ابوبکر بن عاصم وعلامه حضرت جلال الدين سيوطى عليه الرحمة كتاب حيوة الانبياء ص ۲ وغيره"

پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ آقائے نامدار ﷺ کا دور و نزدیک سے سننا کوئی مشکل امر نہیں اس سے انکار کرنا محض جہالت ہے فقط "واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم" (فقط خادم شریعت عفا عنہ)

سوال: انبیاء علیہم السلام کی حیات جاودانی پر کیا دلائل ہیں؟

جواب: ان کے حیات ہونے پر بیشمار دلائل کتب حدیث میں موجود ہیں اور اس مسئلہ حیات الانبیاء پر کئی کتابیں مستقل شائع ہو چکی ہیں لیکن خادم شریعت بھی مختصر طور پر برائے افادہ مناظرین اور خاص وعام برادران اسلام کے لکھ دیتا ہے وھو ھذا۔

"عن فضل بن عباس رضى الله تعالى عنهما لما وضع النبى ﷺ فى قبره نظرت وجهه اخر رؤيته اذ رايت شفتيه يتحرك فادنيت اذنى عندها فسمعت وهو يقول اللهم اغفر لامتى فاخبرت كلهم بهذا فتعجبوا بشفقته على امته اخرجه ابو نعيم"

یعنی کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے کہ جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو لحد میں رکھا گیا تو میرے جی میں خیال آیا کہ میں آپ کی ذات کا آخری دیدار تو کرلوں میں نے نیچے اتر کر آپ کے چہرہ مبارک سے کپڑا اٹھایا اور کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے دونوں لب مبارک ہلتے ہیں اور میں نے کان لگایا اور سنا فرماتے ہیں کہ اے میرے مالک میری امت کو بخش دے اور میں نے سب کو کہا دیکھو دیکھو اور سب نے سنا اور تعجب کیا کہ سبحان اللہ اس وقت بھی شفقت امت پر فرما کر غمخواری فرما رہے ہیں۔ نقل از بے مثل بشر صفحہ ۱۴۷۔

اور جو ہر منظم میں ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے تین دن دفن ہونے کے بعد ایک اعرابی آپ کے مزار اقدس کے بجانب پاؤں مبارک اپنے آپ کو گرا کر سر مٹی پر ڈالتا ہوا کہتا کہ بیشک آپ نے احکام الٰہی ہم پر پہنچائے ہم نے سنے اور مانے اور یہ آیت پڑھتا۔ ﴿ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ﴾ اور میں گناہ گار ہوں اور آپ کے وسیلہ سے معافی گناہ کا خواستگار ہوں اور آپ کے دربار پر حاضر ہوا ہوں پس حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ قبر مبارک سے آواز آئی کہ بے فکر ہو جا اللہ تعالیٰ نے تیرے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں اور ابو نعیم مالک بن دینار وانس بن مالک کے ذریعہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے تین دفعہ فرمایا کہ میرا مرنا اور جینا تمہارے لئے بہتر ہے یہ حکم سن کر صحابی خاموش ہو گئے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یہ کیونکر ہے آپ نے فرمایا کہ جینا اس لئے میرا تمہارے لئے بہتر ہے کہ جب وحی آتی ہے تو تمہیں نفع ونقصان تمہارے کی سب خبریں سنا دی جاتی ہیں اور میرا مرنا اس لئے بہتر ہے کہ تمہارے سب اعمال نامے جمعرات کو پیش ہوا کریں گے میں تمہارے لئے بخشش کی دعائیں مانگوں گا جیسا کہ حدیث ذیل سے مستفاد ہوتا ہے۔

"عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ ﷺ حیاتی خیر لکم ثلاث مرات ومماتی خیرلکم ثلاث مرات فسکت القوم فقال عمر ابن الخطاب بابی انت وامی کیف یکون ھذا قال حیاتی خیرلکم ینزل علی الوحی من السماء فاخبرکم بما یحل وبما یحرم لکم وموتی خیرلکم تعرض علی اعمالکم کل خمیس فما کان من حسن حمدت اللہ عزوجل علیہ وما کان من ذنب استوھبت لکم ذنوبکم"

☆ "وعن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ من صلی علی عند قبری سمعتہ ومن صلی نائیا ابلغتہ رواہ البیھقی" (نقل از مشکوۃ)

اور روایت ہے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص درود بھیجے مجھ پر نزدیک قبر میری کے سنتا ہوں میں ان کو اور جو شخص درود بھیجے دور سے مجھے پہنچایا جاتا ہے روایت کی اس کی بیہقی نے۔

☆ "عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ان للہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام"

انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق واسطے اللہ کے فرشتے سیاحین زمین میں ہیں جو میری امت کا سلام مجھ پر پہنچاتے ہیں۔ (نقل از مشکوۃ)

"عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ ما من احد یسلم الا رد اللہ روحی حتی ارد علیہ السلام رواہ ابوداؤد ومشکوۃ فصل"

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ نہیں سلام بھیجتا مجھ پر کوئی مگر میرا روح اللہ تعالیٰ واپس لاتا ہے تاکہ سلام کا جواب دوں۔

"وصلوا علی فان صلوتکم تبلغنی حیث کنتم رواہ النسائی ومشکوۃ باب صلوۃ النبی"

اور درود بھیجو مجھ پر تمہارا درود مجھ پر پہنچا جاتا ہے جہاں سے بھیجو۔

"عن اوس بن اوس قال قال رسول اللہ ﷺ ان من ایامکم یوم الجمعۃ فیہ خلق ادم وفیہ قبض روحہ وفیہ النفخۃ وفیہ الصعقۃ فاکثروا علی من الصلوۃ فیہ فان صلوتکم معروضۃ علی قالوا یارسول اللہ فکیف تعرض صلوتنا علیک وقد ارمت قال یقولون بلیت قال ان اللہ حرم علی الارض اجساد الانبیاء رواہ ابوداؤد والنسائی ومشکوۃ" (باب مساجد فصل ۲)

اوس بن اوس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق فضیلت والے دنوں سے دن جمعہ کا ہے اسی میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے اور اسی دن ان کا روح قبض کیا گیا اور اسی دن میں نفخہ ہے اور اسی میں صعقہ ہے پس مجھ پر زیادہ درود شریف اس روز پڑھا کرو تحقیق تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے صحابہ نے عرض کیا حالانکہ آپ کی ہڈیاں بھگیاں ہوگئی ہوں گی۔ فرمایا

تحقیق اللہ تعالیٰ نے حرام کئے زمین پر نبیوں کے جسم نقل از مشکوۃ باب الکرامات ۲ فصل یعنی سعید بن عبدالعزیز سے مروی ہے کہ جب ہوا واقعہ حرہ کا نہیں اذان دی گئی حضور کی مسجد میں تین روز تک نہ ہی تکبیر کہی گئی اور نہ ہی مسجد سے باہر نکلے سعید بن مسیب مسجد سے اور نہ پہچانتے تھے نماز کے وقت کو مگر بسبب خفی آواز کے سنتے تھے حجرہ نبی ﷺ سے آواز اذان نبی علیہ السلام کی۔

☆ "وعن انس قال قال رسول اللہ ﷺ عرضت علی اجور امتی حتّٰی القذاۃ یخرجھا الرجل من المسجد وعرضت علی ذنوب فلم ار ذنبا اعظم رواہ الترمذی وابوداؤد نقل از مشکوۃ باب مساجد فصل ۲"

☆ "عن سعید بن عبد العزیز قال لما کان ایام الحرۃ لم یؤذن ومسجد النبی ﷺ ثلثا ولم یقم ولم یبرح سعید بن المسیب المسجد وکان لا یعرف وقت الصلوۃ الا بھمھمۃ یسمعھا من قبر النبی ﷺ"

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اپنی مزار شریف میں بجسد عنصری زندہ ہیں اور ہمارے اقوال وافعال کو خوب جانتے ہیں اور ہمارے اعمال ناموں کو مطالع فرماتے ہیں اور ہماری بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں۔

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے رات معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور افسوس منکرین فرقہ نجدیہ طاغیہ پر کہ وہ ان دلائل قاطع سے روگردانی کر کے یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ تو مر کر مٹی ہو گئے نعوذ باللہ حالانکہ قرآن مجید ان کے غلاموں کی نسبت یہ شہادت دے رہا ہے کہ وہ زندہ ہیں ان کو مردہ نہ کہو اور نہ زبان سے ان کے حق میں مردے کا لفظ استعمال کرو وہ تو میرے نزدیک روزی کھاتے اور خوشی مناتے ہیں لیکن تم ان کو حیاتی کی کیفیت وحقیقت سے بالکل بے بہرہ ہو اور تمہیں شعور وادراک نہیں۔

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾

اور جو راہ خدا میں مارے گئے ہیں ان کو مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں۔ نیز ارشاد ہوتا ہے۔

﴿وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ وَیَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِھِمْ مِّنْ خَلْفِھِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ☆ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سپارہ چہارم سورہ آل عمران)

یعنی جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ اپنے رب کے پاس وہ زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ کچھ غم خوشیاں مناتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل کی اور یہ کہ اللہ ضائع نہیں کرتا اجر مسلمانوں کا۔

اور ایک حدیث میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام بعد از چالیس روز اپنی قبروں میں مکلف کئے جاتے ہیں اور قیامت تک نمازیں پڑھتے ہیں۔

"قال رسول اللہ ﷺ ان الانبیاء لا یترکون فی قبورھم بعد اربعین ولکنھم یصلون بین یدی اللہ حتی ینفخ فی الصور" اور ایک حدیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان کی زندگانی سے انکار کرنا

محض جہالت وگمراہی ہے فقط "وَاللّٰهُ يَهْدِىْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ" (مفتی محمد نظام الدین ...)

سوال : انبیاء علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ علیہم سے وسیلہ بوقت مصیبت پکڑ لینا کیسا ہے اور اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب : وسیلہ پکڑنے سے اللہ تعالیٰ مرادیں پوری کر دیتا ہے اور یہ سنت آدم علیہ السلام کی ہے جو کہ قیامت تک اولاد آدم علیہ السلام میں جاری ہے اور جاری رہے گی اور اسکا مختصر ثبوت ذیل میں درج ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے لغزش ہوئی تو عرض کی کہ خداوند بحق حبیب محمد مصطفیٰ ﷺ کے میرے گناہ کو معاف فرما دیجیے، حکم ہوا تو نے محمد ﷺ کو کیونکر پہچانا کیونکہ میں نے تو ابھی ان کو ظاہر بھی نہیں کیا آدم علیہ السلام نے عرض کی جب تو نے مجھے پیدا فرمایا تو میں نے عرش کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو لکھا پایا "لاالٰه الا الله محمد رسول الله" تو میں نے نے سمجھ لیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے اور سب خلق سے افضل ہے کہ جس کا نام اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے تو حکم ہوا۔

☆ "صدقت یا اٰدم فقد غفرت لک ولولا محمد ماخلقتک وهواخر الانبیاء"

(نقل از مجمع طبرانی صغیر ص ۲۰۷ وحاکم عن عمر ابن الخطاب)

سچ کہا تو نے اے آدم پس تحقیق بخشا میں نے تجھ کو اور اگر محمد نہ ہوتے نہ پیدا کرتے ہم تجھ کو اور وہ آخر الانبیاء ہیں۔

"عن ابی الخدری سعید قال قال رسول الله ﷺ من خرج من بيته الى الصلوٰة فقال اللهم اسالک بحق السائلين عليک واسالک بحق ممشایٰ" (الحدیث رواہ ابن ماجۃ ص ۵۵)

ابی سعید خدری سے روایت ہے کہ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو شخص نکلے اپنے گھر سے طرف نماز کی اور کہے اے خدا مانگتا ہوں میں تجھ سے حق سائلین کے تجھ پر اور سوال کرتا ہوں ساتھ حق چلنے میرے روایت کیا ابن ماجہ نے۔

☆ "ومن كان له ضرورة فليتوضا فيحسن وضوء ه يصلى ركعتين ثم يدعوا اللهم انى اسئلک واتوجه اليک بنبيک محمد نبی الرحمة يا محمد انّی اتوجه بک الی ربی فی حاجتی لتقضی"

(نقل از حصن حصین ص ۱۲۵ وکنز العمال ص ۱۹۳ ونسائی و ترمذی باب جامع الدعوات وشفاقاضی عیاض ص ۳۰۲ جلد اول بروایت عثمان بن حنیف)

جس کسی کو ضرورت پڑے پس اچھی طرح وضو کرے اور دو رکعت نماز پڑھے پھر یہ دعا مانگے اے اللہ میں مانگتا ہوں تجھ اور متوجہ ہوتا ہوں تیری طرف تیرے نبی کی جن کا نام پاک محمد ہے جو نبی رحمت ہیں یا محمد ﷺ میں آپ کی طرف متوجہ ہوں ساتھ آپ کے طرف رب اپنے کی میری حاجت میں تا کہ میری حاجت پوری ہو۔

☆ "عن عائشة عن النبی ﷺ اطلبو الخير عند حسان الوجوه" (نقل از تاریخ بخاری صغیر ص ۱۹۳)

"حضرت عائشہ صدیقہ سے روایت ہے طلب کرو نیکی خوبصورت چہروں سے"

☆ "عن عبد الرحمن بن سعدة خدرت رجله فقال له اذكر احب الناس اليک يزل عنک فصاح يا محمداه فانتشرت" (نقل از ادب المفرد امام بخاری ص ۱۳۰ وشفا قاضی عیاض وحصن حصین مترجم ص ۱۴۳ وخلاصۃ الوفاء)

عبدالرحمٰن بن سعدہ سے روایت ہے کہ ان کا پاؤں سو گیا ان سے کہا گیا کہ بہت پیارے آدمی کو یاد کر یہ تکلیف تیری

دور ہوگی پس فریاد کی یا محمداہ پس اس کے پاؤں کا خدر جاتا رہا۔

☆ " عن ابی الجوزاء قحط اهل المدینة قحطاً شدیداً فشکو الی عائشة رضی الله تعالٰی عنها فقالت انظروا الی قبر النبی ﷺ فجعلوا منه کوی الی السماء حتی لایکون بینه وبین السماء سقف ففعلوا فمطروا مطرا حتی نبت العشب " (نقل از مشکوۃ باب الاکرامات فصل ۲ ص ۵۳۷ مطبوعه گلزار محمدی)

ابی الجوزاء سے روایت ہے مدینہ شریف میں سخت قحط پڑا حضور علیہ السلام کے انتقال کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شکایت کی گئی آپ نے حضور علیہ السلام کی قبر کی طرف اشارہ کیا پس لوگوں نے حجرہ مبارک سے ایک دریچہ آسمان کی طرف کھولا تا کہ حضور علیہ السلام کی قبر اور آسمان میں کوئی چیز حائل نہ ہو پس کیا گیا پھر اتنی بارش ہوئی کہ بہت سا گھاس اگا اور سوکال ہوگیا۔ والسلام ۱۲۔

☆ " عن انس بن مالک ان عمر ابن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه کان اذا قحطو استسقی بالعباس بن عبد المطلب رضی الله تعالٰی عنه فقال اللهم انا کنا نتوسل الیک بنبینا ﷺ فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا فیسقون " (نقل از بخاری سیپارہ ۴ ابواب الاستسقاء باب سوال للناس الامام)

انس بن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے جب قحط زدہ ہوتے طلب بارش کی کرتے ساتھ عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پس کہتے اے خدا ہم توسل پکڑتے تھے طرف اپنے نبی محمد ﷺ پس پلاتا تھا ہم کو اور ہم وسیلہ پکڑتے ہیں طرف تیری ساتھ چچے نبی ﷺ کے پس بارش بھیج ہم پر پس پلائے جاتے ۱۲۔

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام و اولیائے عظام سے بوقت مصیبت استغاثہ کرنا جائز درست ہے چاہے وہ اس عالم میں ہوں یا برزخ میں ہوں چاہے حاضر ہوں یا غائب قریب ہوں یا بعید۔ چنانچہ خود مقلدین کے پیشوا مولوی وحید الزمان وصدیق حسن خاں بایں طور تحریر کرتے ہیں۔

" انما الدعاء لغوی بمعنی النداء فیجوز لغیر الله سواء کان حیا اومیتا وثبت فی حدیث الا عمی یا محمد انی اتوجه بک الی ربی الحدیث وفی حدیث اخر یاعباد الله اعینونی " (کتاب هدیة المهدی ص ۲۳ مولفہ وحید الزمان)

مالی وراءک مستغاث فارحمنی　　　یا رحمة للعالمین ابکی بکائی

نقل از قصیدہ عنبریہ۔ یعنی میرے لئے حضور کے سوا کوئی فریادرس نہیں اے رحمۃ للعالمین میرے رونے پر رحم فرمایئے۔ اور مولوی اشرف تھانوی حکیم الامت دیوبندیہ کتاب نشر الطیب صفحہ ۱۶۶ میں یوں لکھا ہے۔

یا شفیع العباد خذ بیدی　　　انت فی الاضطرار معتمدی

اور کتاب فتوح الشام مترجم صفحہ ۲۸۸ جلد ۳ میں بایں طور مسطور ہے کہ یکبوہ ارصحابہ رضوان اللہ علیہم بمقابلہ کفار بوقت مصائب بایں الفاظ استغاثہ کیا "یا محمد یا محمد یانصر الله انزل یامعاشر المسلمین اثبولهم فانما هی

الساعة" اور کتب نحو میں ہے کہ یا حرف ندا کا ہے قریب وبعید کے لئے بولا جاتا ہے چنانچہ کافیہ و شرح ملا جامی میں ہے "وبالفہی لنداءِ القریب و البعید" اور نیز حضرت ابراہیم علیہ السلام نے غائبین عوام الناس کو جو کہ وہاں موجود نہ تھے اور جن کا عالم دنیا میں اب تک نام ونشان بھی نظر نہیں آتا تھا مقام بلندی پر کھڑے ہو کر ان کو آواز دی اور پکارا چنانچہ قرآن مجید میں ہے "واذن فی الناس بالحج یاتوک رجالا وعلی کل ضامر یاتین من کل فج عمیق" سورۃ حج پارہ مفصل ذکر اسکا با دلائل کتاب ہذا کی پچھلی جلدوں میں ملاحظہ فرمائیں فقط۔ (خادم شریعت نظام الدین ملتانی عفا عنہ ولمن سعی)

سوال : شرک کی کیا تعریف ہے؟

جواب : شرک وہ چیز ہے جس کو کلمہ طیب "لا الہ الا اللہ" نے اپنی توحید ظاہر کرتے ہوئے اپنے ماسواء سے ہر صفت میں باطل کر ڈالا چنانچہ تفسیر خازن میں ہے "من یشرک باللہ یعنی یجعل معہ شریکا غیرہ" یعنی اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک بنانا اور عقائد نسفی ص ۶۱ مطبوعہ یوسفی میں ہے۔

"الاشراک ہو اثبات الکفر فی الالوہیۃ یعنی وجوب الوجود کماللمجوس او بمعنی استحقاق العبادۃ کما لعبدۃ الاصنام" یعنی شرک ثابت کرنا ہے شریک کا الوہیت میں بمعنی وجوب الوجود میں جیسا مجوسی کرتے ہیں یا بمعنی استحقاق عبادت میں جیسا کہ بت پرست کرتے ہیں کذا فی شرح فقہ اکبر اور حضرت شیخ المشائخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ شرح مشکوۃ میں فرماتے ہیں کہ بالجملہ شرک سہ قسم است در وجود در خالقیت و در عبادت نقل از اشعۃ اللمعات جلد اول اور اس کا خلاصہ علامہ زماں سید محدث نعیم الدین مراد آبادی صاحب مدظلہ العالی کتاب اطیب البیان صفحہ ۱۹ میں بایں طور ارقام فرماتے ہیں خلاصہ مطلب یہ ہے کہ شرک تین طرح پر ہوتا ہے ایک تو یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوائے کسی دوسرے کو واجب الوجود ٹھہرائے دوسرا یہ کہ کسی اور کو اس کے سوا حقیقتاً خالق جانے یا کہے تیسرا عبادت میں کہ غیر خدا کی عبادت کرے یا اس کو مستحق عبادت سمجھے۔ ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ واجب الوجود یعنی اپنی ذات کمالات میں دوسرے سے بے نیاز اور غنی بالذات فقط اللہ تعالیٰ ہے دوسرا کوئی نہیں فقط وہی عبادت کا مستحق ہے تو اگر کوئی کسی دوسرے کو اس کی ذات میں غنی بالذات مانے یا مستحق عبادت ٹھہرائے وہ مشرک ہے تو جو شخص اللہ کے سوا کسی اور کو قدیم یعنی اپنی ذات میں غیر سے بے نیاز مانے وہ مشرک ہے جیسے ہمارے ملک کے آریہ جو اللہ کے سوا روح اور مادہ کو بھی قدیم اور واجب الوجود مانتے ہیں اور ان کی ذات کو بنانے والے سے بے نیاز جانتے ہیں مشرک ہیں اسی طرح اگر کوئی کسی کے کمالات کو ذاتی مانے اور اس کمال میں اس کو دوسرے سے غنی اور بے نیاز سمجھے تو مشرک ہے خواہ وہ کمال علم ہو یا قدرت یا حیات یا سمیع یا بصیر جیسے ستارہ پرستوں کا خیال ہے کہ عالم کے تغیرات کواکب کے تاثیرات سے ہیں اور کواکب ان تاثیرات میں غنی بالذات ہیں کسی کے محتاج نہیں یہ عقیدہ بھی شرک ہے اور ایسے اعتقاد والے مشرک ہیں اسی طرح اگر کوئی کسی دوسرے کی عبادت کرے جس کو ہندی میں پوجا اور فارسی میں

پرستش کا مستحق سمجھتے ہیں جو لوگ اللہ کے عطا کئے ہوئے کمالات اس کے بندوں کے لئے ثابت کرتے ہیں اور کمالات کو عطا الٰہی جانتے ہیں وہ مشرک کن حیثہ پس اس عبارت سے ثابت ہوا کہ غیر خداوند کریم کو مجازاً خالق و مالک و سمیع و بصیر و معطی وغیرہ الفاظ سے یاد کرنا شرک نہیں چنانچہ ان امور پر خود قرآن مجید شاہد ہے۔

﴿فجعلناہ سمیعاً بصیراً، وانی اخلق لکم من الطین ووھب لک غلاماً زکیاً ورزقھن وکسوتھن﴾ فقط فقیر

(المجیب خادم شریعت نظام الدین عفا عنہ)

سوال : بدعت کس کو کہتے ہیں؟

جواب : بدعت وہ چیز ہے جس کی شرع شریف میں اصل کنایۃً واشارۃً وظاہراً وباطناً بھی نہ ملتی ہو چنانچہ علامہ بدرالدین عینی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں یوں ارقام فرماتے ہیں۔ "المراد به ما احدث وليس له اصل في الشرع وسمي به في عرف الشرع بدعة وما كان له اصل يدل عليه الشرع فليس ببدعة" یعنی شرع میں بدعت اس کو کہتے ہیں جو چیز نئی نکلی ہو اور اس کے واسطے کوئی اصل شرع میں نہ پائے جاوے اگر اس چیز نئی پر اصل شرعی دلالت کرے اس کو بدعت نہیں کہتے۔ یعنی اس کو بدعت سیئہ نہیں کہتے اور علامہ جزوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایہ میں لکھا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے "البدعة بدعتان بدعة هدى وبدعة ضلالة" یعنی بدعت دو قسم پر ہے بدعت سیئہ و بدعت حسنہ، بدعت سیئہ وہ ہے جو خلاف ہو حکم خدا اور رسول ﷺ کے اور اس کے کرنے میں بہت برائی ہے اور بدعت حسنہ وہ ہے جو عموماً تحت حکم خدا اور رسول ﷺ کے خصوصاً ہو اور امور بدعت حسنہ کے ہونے پر یہ دلیل شاہد ہے۔

"ماراه المؤمنون حسنا فهو عند الله حسن و ماراه المومنون قبيحاً فهو عند الله قبيح"

نقل از مؤطا امام محمد از روایت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی جو چیز مسلمانوں کے نزدیک نیک ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہوگی اور جو چیز مسلمانوں کے نزدیک بری ہوگی وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بری ہوگی اور علاوہ اس کے حدیث "نعم البدعة" بھی اس پر شاہد ہے اور شرح طریقہ محمدیہ وصاحب درالمختار نے لکھا ہے کہ کبھی بدعت واجب کبھی مندوب کبھی مباح کبھی حرام کبھی مکروہ کا حکم رکھتی ہے واجب جیسے گمراہ فرقوں کے رد کے لئے دلائل قائم کرلئے اور علم صرف ونحو تعظیم وتکریم ومعنی صحیح قرآن وحدیث حاصل کرنے کے لئے سیکھنا اور مندوب جیسے مسافر خانہ ومدرسہ بنانا وغیرہ کار خیر ہیں اور مباح جیسے گوناں گوں کھانے پکا کر کھانے اور حرام جیسے بدمذہب ہونا اور بدمذہبی ایجاد کرنا اور مکروہ جیسے قرآن مجید کو زرین اور مساجد پر نقش ونگار کرنا مباح ہے اس میں کوئی حرج نہیں باقی مفصل ذکر اس کا سلطان الفقہ جلد اول میں ملاحظہ کریں۔

اور علاوہ اس کے تمام مسلمانوں کے نزدیک اصل اشیاء میں اباحت ہے دیکھو شرح حمودی ومسلم الثبوت

"وله الاصل في الاشياء الاباحة ولقوله تعالى هو الذى خلقكم مافى الارض جميعاً"

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ ہر بدعت کو گمراہی کہنا اچھا نہیں اور یہ محض فرقہ ضالہ وہابیہ کی نئی شریعت بنانا ہے جو قرآن

مجیدوحدیث شریف کے خلاف ہے فقط۔

(خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: وہابی کہتے ہیں کہ جو کام قرون ثلثہ میں نہ ہو وہ بدعت ہے؟

جواب: یہ کہنا ان کا بالکل غلط ہے ہاں اگر وہ ٹھیک کہتے ہیں تو قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے ذیل کے سوالوں کا جواب دیں ورنہ اس عقیدہ سے توبہ کریں۔

☆ علم صرف ونحو کا اس صورت میں پڑھنا پڑھانا۔

☆ قرآن مجید پر زیر وزبر حرکات وسکنات وغیرہ اشیاء سے مزین کرنا۔

☆ علمائے دین کو امامت کے لئے تنخواہ پر رکھنا۔

☆ اخباروں کو چندہ لے کر جاری کرنا اور اس کی آمدنی کو جائز سمجھنا۔

☆ سال بسال جلسہ کانفرنس وغیرہ مقرر کرنا۔

☆ معیار حدیث ضعیف وصحیح ومرسل ومنقطع ناسخ ومنسوخ وغیرہ کا مقرر کرنا۔

☆ پس ناظرین یادرکھیں بدعت وہ چیز ہے جو خلاف قرآن مجید وحدیث شریف واجماع واقوال صحابہ وآئمہ مجتہدین علیہم الرحمۃ کے ہو اور جس کا اصل شرع شریف میں نہ ہو دیکھو تنبیہ المغترین وغیرہ فقط۔

(خادم شریعت نظام الدین عفا عنہ)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مجلس گیارہوں ومجلس میلاد شریف کو چراغوں اور خوشبوداروں وغیرہ سے سجاوٹ دینا درست ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

(سائل سید غیاث الدین از سورت)

الجواب: یہ تمام امور شرعاً مستحسن ومباح ہیں لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" اس پر شاہد ہے اور علاوہ اس کے یہ امور تحت قواعد احناف کے ہیں "ولہ الاصل فی الاشیاء الاباحۃ" یعنی جب تک صریح وقطعی دلیل حرمت اشیاء پر وارد نہ ہوگی اصل اشیاء میں حکم اباحت کا دیگا اور فتاویٰ علمائے دین کا اس بات پر ہے کہ کار خیر میں اسراف نہیں ہوتا۔ "اذ لا اسراف فی الخیرات ولا خیر فی الاسراف" اور تفسیر روح البیان میں تحت آیت کریمہ " وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ بجراغھا جمع مصباح وھو السراج واذا جعل اللہ الکواکب زینۃ السماء التی ھی سقف الدنیا فلیجعل العباد المصابیح والقناد یل سقوف المساجد والجوامع از لااسراف فی الخیرات "

یعنی مصابیح ساتھ چراغوں کے جمع مصباح کی ہے وہ چراغ ہے اور جب کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ستاروں کو زینت آسمانوں کی اور آسمان دنیا کی چھت ہے تو بندوں کو لائق ہے کہ مسجدوں اور جامع مسجدوں کی چھتوں کو چراغوں اور قندیلوں اور فانوسوں سے زینت دیا کریں اور اسی تفسیر روح البیان میں ذیل آیت "انما یعمر مساجد اللہ " کے بایں طور مسطور ہے۔

" وکذا القاء القنادیل والسمع عند قبور الانبیاء والصلحاء من باب التعظیم والاجلال ایضا للاولیاء

فالمقصد فیہامقصد حسن ونذر الزیت والشمع للاولیاء یوقدعند قبورھم تعظیماً لھم ومحبة فیھم جائز ایضالانہ لاینبغی النبی عنہ ھکذا فی مجمع البحار وشرح طریقہ محمدیہ حدیقة الندیہ وفتاوی ذوالفقار حیدریہ ص ۱۱۳"

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ مجلس میلاد النبی ﷺ وگیارہوں شریف وعرس بزرگان دین وقبور صالحین ومسجدوں میں برائے تعظیم شعائر اللہ وجلالت وزائرین کی خوشنودی وفرحت وفائدہ عوام الناس کے لئے چراغاں روشن کرنے اور گوناں گون فرش فراش بچھانے میں کوئی خوف نہیں بلکہ یہ مستحسن اور مباح ہیں اور جن علماء نے اس سے انکار کیا ہے وہ عقیدہ معتزلی وفروعی مسائل میں حنفی تھے اور جو حدیث اس کی منع پر دال ہے وہ ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں ابوصالح ہے جو مدلس اور ضعیف ووہابی وسماع ٹھیک نہیں رکھتا دیکھو میزان وتقریب وشرح ابوداؤد وتہذیب اور علاوہ اس کے جو حدیث اس کی ممانعت پر وارد ہے وہ محمول ہے اسراف وبے فائدہ مال وضائع کرنے پر شاہد ہے چنانچہ کتاب مجمع البحار سے علامہ عبدالحئی صاحب فاضل اجل اپنی کتاب ذوالفقار صفحہ ۱۱۳ میں بایں الفاظ تحریر فرماتے ہیں۔

"والسرج جمع سراج ونھی عن السراج لانہ تضیع مال بلانفع وان کان ثم مسجد او غیرہ ینتفع بہ للتلاوة والذکر فلاباس بالسراج فیہ ھکذا فی اشعة اللمعات فقط۔

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروردی غفر لہ)

سوال : مجلس میلاد شریف میں بوقت سلام کے کھڑے ہونا جائز ہے یا نہیں؟

جواب : مجلس میلاد میں بوقت صلوٰۃ وسلام قیام کرنا مستحب ومستحسن ہے اور ایک صورت میں واجب بھی ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے وہو ہذا۔

"قال اللہ تعالیٰ اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا" سورہ فتح

یعنی بے شک ہم نے آپ کو بھیجا حاضر ناظر خوشی اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح شام اللہ کی پاکی بولو۔

پس آیت کریمہ سے صاف صاف ثابت ہوا کہ آقائے نامدار احمد کبریا ﷺ کی تعظیم وتکریم وتوقیر ہر مسلمان پر ہر حال میں واجب ہے چنانچہ کتاب مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ ۳۱۴ میں مسطور ہے۔

" ولا شک ان حرمتہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم وتعظیمہ و توقیرہ بعد مماتہ وعند ذکرہ وذکر حدیثہ وسماع اسمہ وسیرتہ کما کان فی حیاتہ "

یعنی اور اس میں شک نہیں کہ تحقیق عزت وتعظیم وتوقیر بعد انتقال آپکے اور بوقت ذکر آپ کے اور بوقت بیان کرنے حدیث وبوقت سننے نام مبارک وخصائل آپکے واجب ہے جیسا کہ تعظیم وتوقیر آپ کی حیاتی میں ہر مسلمان پر واجب تھی ویسا ہی اب ہے کذا فی شرح برزخ ص ۳۹۱۔ "عند ذکر ولادتہ ﷺ القیام واجب لما انہ تحضر وحانیتہ ﷺ"

اور کتاب بہجۃ الحرمین ص ۴۴ میں نیز بایں طور لکھا ہے۔

"واما القیام ولادة النبی ﷺ فی قراة المولود الشریف تعظیماً له ام لاشک فی استحسانه واستحبابه ویدبه کما قال الامام البرز نجی فی مولد النبی ﷺ قد استحسن القیام عند ذکر مولده الشریف و هکذا فی مولد البرز نجی مترجم ص ۱۷"

اور ایسا ہی درالسنیہ مصری شیخ الاسلام سید احمد زینی وحلان مکی علیہ الرحمۃ نے ارقام فرمایا ہے۔

"من تعظیمه ﷺ الفرح بلیلة ولادة وقراة المولود والقیام عند ذکر ولادته ﷺ واطعام الطعام وغیر ذلک مما یتغادر الناس فعله من البر فان ذالک کله من تعظیمه ﷺ"

اور غنیۃ الطالبین مترجم میں بایں طور مسطور ہے۔

"ویستحب القیام للامام العادل والوالدین واهل الدین والورع واکرام الناس واصل ذلک قوموا الی سیدکم"

اور علاوہ ان دلائل کے قرآن مجید سورہ مجادلہ میں بایں طور ارشاد ہے۔

"لقوله تعالی یا ایها الذین امنوا قیل لکم تفسحو فی المجالس فافسحوا یفسح الله لکم واذا قیل انشزوا یرفع الله والذین امنو منکم والذین اوتو العلم درجاتٍ"

یعنی اے ایمان والو جس وقت کہ کہا جاوے واسطے تمہارے کشادگی کرو بیچ مجلسوں کے پس کشادہ کرو کشادہ کرے گا اللہ واسطے تمہارے اور جس وقت کہا جاوے اٹھ کھڑے ہو پس اٹھ کھڑے ہو بلند کرے گا اللہ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور ان لوگوں کو دیئے گئے ہیں علم کے درجے۔ پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ قیام ولادت نبی علیہ السلام جائز اور مستحسن ہے اور اپنے مبلغ کا حکم بجالانا ثابت واظہر من الشمس ہے۔

(خادم شریعت نظام الدین ملتانی سروری حنفی قادری)

نقل بعینہٖ استفتاء معہ جواب اعلیٰ حضرت مجدد ماتہ حاضرہ بریلی شریف:

﴿استفتاء﴾

کیا فرماتے ہیں علمائے دین زید کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام حاضر و ناظر ہیں تمام احوال امت پر عمر کہتا ہے کہ اس کا قائل کافر ہے ان میں سے کون حق پر ہے بینوا توجروا۔

الجواب: حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا رب عزوجل فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا﴾ اے نبی ہم نے بھیجا تم کو شاہد اور بشارت دینے والا ڈر سنانے والا اور فرماتا ہے ﴿فَكَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِیْدٍ وَّ جِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰۤؤُلَآءِ شَهِیْدًا﴾ کیسا دن ہوگا جب ہم ہر گروہ میں سے ایک گواہ لاویں گے اور تمہیں ان سب پر گواہ بنا کر لاویں گے شاہد شہود سے ہے اور شہود حضور سے شاہد مشاہدہ سے ہے اور مشاہدہ رویت ہے تو وہ بیشک شاہد بیشک حاضر ہیں بیشک ناظر ہیں "ولکن الظلمین لا یعلمون" طبرانی معجم کبیر میں اور نعیم بن حماد کتاب الفتن میں اور ابونعیم دلائل میں عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں حضور اقدس سید عالم ﷺ فرماتے ہیں۔

"ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیها والی ماهو کائن فیها الی یوم القیامة کانما انظر الی کفی هذه جلیانا من اللہ جلاہ لی کما جلاہ النبین من قبلی" بیشک اللہ نے میرے سامنے دنیا اٹھالی ہے تو میں دیکھ رہا ہوں دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھتا ہوں جیسا کہ اپنی ہتھیلی کو دیکھتا ہوں یہ اللہ کی طرف سے روشنی ہے جو اس نے میرے لئے کی ہے جیسے مجھ سے پہلے انبیاء کیلئے کی تھی رب عزوجل فرماتا ہے۔ ﴿وَ كَذٰلِكَ نُرِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ لِیَكُوْنَ مِنَ الْمُوْقِنِیْنَ﴾ اور ایسے ہی ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دکھاتے ہیں اپنی ساری بادشاہی آسمان و زمین کی تو جس چیز کو اللہ کی سلطنت سے خارج مانے وہی ابراہیم علیہ السلام سے غائب ہے لیکن کوئی چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی سلطنت سے خارج نہیں ہو سکتی تو آسمانوں اور زمینوں میں کوئی چیز ابراہیم علیہ السلام کی نگاہ سے غائب نہیں۔

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں رب عزوجل نے "ارینا" نہ فرمایا کہ انقطاع کا وہم دے بلکہ "نُرِیْ" فرمایا کہ تجدد و بقا پر دال ہو تاویل کی گنجائش بہت ہوتی ہے بظاہر لفظ رسول کریم کا اس "کذلک" کا مشار الیہ بتایا جائے ہم ایسے ہی دکھاتے ہیں ابراہیم کو ایسے کیا معنے؟ وہ دوسرا کون ہے جس کے دکھانے سے تشبیہ دی جارہی ہے کہ جیسے انہیں دکھائے اسی طرح ابراہیم علیہ السلام کو دکھائے ہاں ہم سے سنو وہ مشبہ بہ وہ اصل الاصول کمالات وہ منبع بحار و انہار مرجع اضواء و انوار کون ہیں؟ محمد رسول اللہ ﷺ جن کے صدقے میں اہل کمال نے کمال پایا۔ تمام فضائل انبیاء و کمالات انبیاء کے فضائل کا پرتو ہے امام اجل سیدی ابو محمد بوصیری قدس سرہ قصیدہ مبارکہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں

وکلّ ایٍ الی الرسل الکرام بہا   فانما اتّصلت من نورہ بہم
فانہ شمس فضل ہم کواکبہا   یظہرن انوارھا للناس فی الظلم
حتی اذا طلعت فی الکون عم ھدیٰ   ھاالعلمین واحیت سائرالامم

عزت والے رسول جتنی نشانیاں لائے وہ حضور ہی کے نور مقدس سے ان کو ملیں۔ اس لئے کہ حضور آفتاب فضل ہیں تمام انبیاء حضور کے ستارے ہیں کہ اندھیروں میں حضور ہی کا نور لوگوں کو پہنچاتے ہیں یہاں تک کہ جب اس آفتاب فضل نے طلوع فرمایا اس کی ہدایت سارے جہان کو عام ہوگئی اور اس نے سب مردہ دلوں کو جلادیا پہلے امام علیہ الرحمۃ قصیدہ مبارک ام القریٰ میں فرماتے ہیں۔

کیف ترقی رقبک الانبیاء   یاسماء ما طاولتھا سماء
لم یداتوک فی علاک وقد حا   لسنی منک دونھم وسنا
انما مثلوا صفاتک للناس   کما مثل النجوم الماء

کیونکر حضور کے مرتبہ پر ترقی پائیں انبیاء اے وہ آسمان جس سے کوئی بلندی میں مقابلہ نہیں کرسکتا حضور کی بلندیوں اور حضور کی روشنی بیچ میں حائل ہوگئی انہوں نے تو اپنے کمالات میں حضور کے کمالات کی تصویر دکھائی ہے جیسے پانی ستاروں کی تصویر دکھاتا ہے تو یہ نظیر محیط کو تمام ملکوت السموت والارض کو عام ہے ابراہیم نے کس سے پائی؟ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے ان کی نظیر محیط کی تصویر دوالصورۃ کے مشابہ ہوتی ہے اسی مشابہت کو تو فرماتے ہیں "کذلک نری ابراھیم" جامع ترمذی وسنن دارمی وغیرہ ہما کتب معتبرہ میں بروایات صحیحہ حضرت سیدنا معاذ بن جبل وغیرہ دس صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ہے حضور پرنور سید المرسلین ﷺ فرماتے ہیں "اتانی ربّی فی احسن صورۃ فقال لی یا محمد فیم یختصم الملأ الاعلی" "میرا رب میرے پاس تشریف لایا ایسا تشریف لایا جو عقول سے ورا اور اس کے جلال وعزت کے شایان شان ہے اس نے فرمایا اے محمد ملاء اعلیٰ باہم کس بات میں مباحثات کرتے ہیں میں نے عرض کی اے میرے رب تو خوب جانتا ہے "فوضع یدہ بین کتفی فوجدت بردھا بین ثدیٰ" "اس نے اپنا دست قدرت میرے دونوں شانوں کے بیچ میں رکھا ٹھنڈک جس کی میں نے اپنے سینے میں پائی اس ہاتھ رکھنے سے کیا ہوا فرماتے ہیں "فعلمت ما بین المشرق والمغرب" میں نے جان لیا جو کچھ مشرق سے مغرب تک ہے "فتجلی لی کل شئی وعرفت" اور فرمایا یعنی میرا دیکھنا ایسا نہیں کہ اجمالی طور پر اشیاء سامنے حاضر ہیں مجمل طور پر دیکھ لیں اور پہچان میں نہ آئیں نہیں میں نے سب کچھ دیکھا اور سب کچھ پہچانا حضور کے بیٹوں میں سے ایک بیٹا حضور کے غلاموں میں سے ایک غلام اور کیسے غلام نہایت عزیز اور پیارے غلام کیسے بیٹے نہایت محبوب بیٹے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "السعداء والاشقیاء یعرضون علیّ وانّ عینی اللوح المحفوظ" "بیشک تمام سعید اور تمام شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں اور بیشک میری

آنکھ لوح محفوظ میں ہے اور فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا — کخردلۃ علی حکم اتصالی

میں نے اللہ کے تمام ملک کو اس طرح دیکھا گویا وہ ملک میرے سامنے ایک رائی کے دانہ کے برابر ہے حضرت سید بہاء الحق والدین قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدانی قدس سرہ نے فرمایا مردوہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے کف دست کی مثل ہو فرماتے ہیں کہتا ہوں کہ مردوہ ہے کہ تمام روئے زمین اس کے سامنے انگوٹھے کے ناخن کے برابر ہو غرض وہ بلاشبہ حاضر وناظر ہیں ان کا رب عزوجل فرماتا ہے ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جمیعًا﴾ اے ایمان والو سب اللہ کی طرف توبہ کرو توبہ میں یقیناً قطعاً شرعا کو جلدی منظور ہے گھڑی بھر کی تاخیر منظور نہیں نہ یہ کہ مہینے دو مہینے کے لئے اٹھا رکھی جائے اور قرآن کریم سے اب پوچھئے توبہ کا طریقہ کیا بیان فرماتا ہے۔

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا﴾

اور اگر وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کریں تو اے محبوب تمہارے حضور حاضر ہوں اور معافی چاہیں اور آپ بھی ان کے لئے معافی چاہیں تو ضرور اللہ کو پائیں گے توبہ قبول فرمانے والا مہربان توبہ ہم سے مانگتے ہیں اور فوراً مانگتے ہیں اور طریقہ یہ بتلاتے ہیں کہ ان کے حضور حاضر ہو کر توبہ کرو۔ اگر وہ دور ہیں تو فوری توبہ کیسی ممکن اور مدینہ طیبہ حاضر ہونا ہر مسلمان کو کیسے آسان اور اگر گیا بھی تو تا تریاق از عراق کا مضمون نہیں یہی معنے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاضر ہیں ہر مسلمان کے دل میں وہ تشریف فرما ہیں ہر مسلمان کے گھر میں وہ تشریف فرما ہیں حضرت ملا علی قاری شرح شفا سے امام قاضی عیاض سے اس مسئلہ کی دلیل میں کہ جب کسی خالی مکان میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو یوں کہو "السلام علیک ایها النبی ورحمة اللہ وبرکاتہ" فرماتے ہیں "لان روح النبی صلی اللہ علیہ وسلم حاضرة فی بیوت اهل الاسلام" حضور اقدس ﷺ کی روح تمام مسلمانوں کے گھروں میں حاضر ہے یہ لفظ کی تصریح ہے کہ حضور ہر چیز پر حاضر وناظر ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم جو شخص ایسے مسئلے کو جو قرآن عظیم اور حدیث صحیح وارشادات علماء سے ثابت ہے کفر کہے اپنے اسلام کی خبر لے "هم للکفر یومئذ اقرب منهم للایمان واللہ اعلم"

دستخط و مہر

(۱) عبد المصطفیٰ احمد رضا خاں محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی عفی عنہ بمحمدن المصطفیٰ النبی الامی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دستخط

(۲) "صحیح الجواب واللہ اعلم بالصواب" الفقیر الآثم محمد شفاعت الرسول قادری الرضوی البرکاتی رام پوری

(۳) "دستخط المجیب مصیب" فقیر حمد اللہ کمال الدین المختص القادری المحمودی عفی عنہ بقلم خود

(۴) "اجاب المجیب بطرز عجب فللہ درا لمجیب المصیب هو العالم الفاضل الکامل هو الاورع

الالمعی اللبیب "دستخط عبدالمعتصم بذیل سید المرسلین محمد نعیم الدین نصرہ اللہ تعالیٰ بمزید العلم والیقین (۵) "دستخط الجواب صحیح وحضرت المجیب نجیح الفقیر مصطفیٰ رضا القادری النوری عفی عنہ بجاہ النبی الامی صلی اللہ علیہ والہ وسلم "(۶) دستخط احمد حسین رامپوری عفی عنہ مقیم درگاہ اجمیر شریف (۸) "دستخط الجواب صحیح صحیح صحیح "ابوالنصر محمد یعقوب حنفی القادری بلاسپوری (۹) "دستخط الجواب صحیح "امیر علی خاں بلیاری عنہ الباری مدرس مدرسہ جامع مسجد شاہجہان پور (۱۰) "دستخط الجواب صواب "محمد ظہور الحسین المشہدی عفی عنہ مدرس اول مدرسہ اہل سنت وجماعت واقعہ بانس ریلی (۱۱) دستخط جواب صحیح ہے قاضی شرافت اللہ ساکن سنجھ واقع بلند شہر (۱۲) "دستخط هذا هو الحق القراح والصدق الصراح حررہ الفقیر الی الکریم النبوی واللطف الولوی محمد ن المدعو بحامد رضا البریلوی القادری سقاہ اللہ من نهر سلسبیل کرمہ الحردی وحماہ عن شر الجر المزدی" (۱۳) "دستخط ذلک کذلک وانی مصدق لذلک ابوالعلی امجد علی الاعظمی رضوی عفی عنه" (۱۴) "المجیب اللبیب لاریب مصیب مما اجاب فللہ درّہ فیما اجتهدوا صاب، دستخط انا العبد الفقیر الحقیر المسکین محمد اکرام الدین البخاری عفی اللہ عنه الشهیری بواعظ الاسلام خطیب وامام فی مسجد نواب وزیر خاں المرحوم المغفور ببلدۃ لاهور"

السلام اے آنکہ پاک تو در کائنات | ناظر وحاضر بود در ہر زمان ہر مکان
السلام اے آنکہ شد پید از نورت عالم | گفت حق لولاک در شان تو بیشک بیگماں

واقعی جو کچھ حضرت مجدد مائۃ حاضرہ نے درباره حاضر وناظر ہونے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ارقام فرمایا ہے جیسا اشعۃ اللمعات جلد اول شرح مشکوۃ صفحہ ۳۵۷ میں ارشاد ہے۔

پس آنحضرت درذات مصلیاں موجود وحاضر است ونیز آنحضرت ہمیشہ نصب العین مومناں وقرۃ العین عابداں است در جمیع احوال واوقات خصوصاً درحالت عبادت وآخر آں کہ وجود نورانیت وانکشاف دریں محل بیشتر وقوی تر است۔

پس باید کہ بندہ ہمچنانکہ حق سبحانہ وتعالیٰ پیوستہ بر جمیع احوال خود ظاہراً وباطناً واقف ومطلع بیند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رانیز ظاہر وباطن خود مطلع وحاضر دانند۔ (مصباح الهدایت ترجمہ معارف صفحہ ۲۵ مطبوعہ نو لکشور)

ایضاً وے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بر احوال واعمال امت مطلع است وبر مقرباں وخاصاں درگاہ خود ممد ومفیض وحاضر وناظر است جامع البرکات شیخ عبدالحق۔

ایضاً با چندیں اختلافات وکثرت مذاہب در علمائے امت است یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

حقیقت حیات بے شائبہ مجاز وتو ہم تاویل دائم وباقی است وبر اعمال امت حاضر وناظر وطالبان حقیقت راو متوجہ جہان آنحضرت رامفیض ومربی۔ (اقرب السبل بالتوجہ الی سید الرسل)

مکتوبات برحاشیہ اخبار الاخیار صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ لاہور مصنفہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور مدارج النبوۃ جلد دوم صفحہ ۷۸۹ شیخ عبدالحق فرماتے ہیں وصیت میکنم ترا الے برادر ملاحظہ صورت ومعنے اووا گر باشی تو متکلف ومتحضر پس نزدیک است کہ الفت گیرد روح تو بوے پس حاضر آید ترا وے ﷺ عیاناً ویابی اوراو حدیث کنی باوے وجواب دہد ترا وے وحدیث گوید باو وخطاب کند ترفائز شوی بدرجہ صحابہ عظام ولاحق شوی بایشاں انشاء اللہ تعالیٰ جس کا ماحصل یہ ہے کہ حضور علیہ السلام کی شکل مبارک کا ہر وقت تصور رکھ اور حضور سرور کائنات کو حاضر سمجھ پس نزدیک ہے کہ تجھ سے الفت پکڑے روح تیرا ساتھ روح آپ کے اور ظاہر ہوں گے آپ اور باتیں کریں گے ساتھ تیرے اور تو ساتھ آپ کے باتیں کرے گا ساتھ آپ کے یہاں تک کہ فائز ہو صحابہ کے درجے پر انشاء اللہ تعالیٰ باقی ذکر مفصل اس کا سلطان الفقہ میں دیکھو فقط۔

سوال : قیام میلاد شریف کے وقت کن الفاظ سے سلام پڑھا جائے؟

جواب : فقیر کی تحقیق میں ان الفاظ کو کھڑے ہو کر باادب باتصور پڑھا جائے تو بہتر ہوگا وہو ہذا۔

یا نبی سلام علیک	یارسول سلام علیک	یاحبیب سلام علیک	صلوات اللہ علیک
نام نامی حرز جہاں ہے	چارہ درد نہاں ہے	دمبدم ورد زباں ہے	صلوات اللہ علیک
دوجہاں کے آپ سرور	کس کا مداح ہے داور	کون ہے ایسا پیغمبر	صلوات اللہ علیک
کس کو یہ رتبہ ملا ہے	نام کس کا مصطفےٰ ہے	کسکا عاشق کبریا ہے	صلوات اللہ علیک
کس کے قبضہ میں ہے کوثر	ہے خدا کا پیار کس پر	کون ہے محبوب داور	صلوات اللہ علیک
کس کو خالق نے بلایا	کس نے ہے یہ رتبہ پایا	کس پہ ہے قرآن آیا	صلوات اللہ علیک
شافع محشر تمہیں ہو	دین کے رہبر تمہیں ہو	خاص پیغمبر تمہیں ہو	صلوات اللہ علیک
رہنما و پیشوا ہو	سر بسر نور خدا ہو	تم تو شاہ دوسرا ہو	صلوات اللہ علیک
گرچہ عصیاں کی ہے کثرت	غم نہیں روز قیامت	واں تو ہوں گے آپ حضرت	صلوات اللہ علیک
واسطہ آل عبا کا	صدقہ خیر النساء کا	غم نہ ہو روز جزا کا	صلوات اللہ علیک
میرے آقا میرے مولا	آپ ہی کا ہے بھروسا	حشر میں رہ جائے پردہ	صلوات اللہ علیک
آپ ہی شمس الضحیٰ ہیں	آپ ہی بدر الدجیٰ ہیں	آپ محبوب خدا ہیں	صلوات اللہ علیک
چاند سورج اور ستارے	آپ پر صدقے اور تارے	جان ودل دونو کو وارے	صلوات اللہ علیک

اب نہیں اٹھتے یہ صدمے	دل ہوا ہے ٹکڑے ٹکڑے	آپکی صورت کے صدقے		صلوات اللہ علیک
آپ کی فرقت نے مارا	بس یہی ہے اس کا چارا	اب زیارت ہو خدا را		صلوات اللہ علیک
آپ پر قربان جاؤں	ایک دم جو دیکھ پاؤں	حال دل سب کہہ سناؤں		صلوات اللہ علیک
خواب میں اگر آپ آئے	صورت انور دکھائے	ہجر کے غم سے چھڑائے		صلوات اللہ علیک
روضہ احمد پہ جاکر	یہ پیام شوخ مضطر	اے صبا کہنا مقرر		صلوات اللہ علیک
یا نبی سلام علیک	یارسول سلام علیک	یاحبیب سلام علیک		صلوات اللہ علیک

سوال : حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے میلاد پر کون سے دلائل اور آنحضور کی تشریف آوری پر شاہد ہیں؟

جواب : تمام قرآن مجید ہی آنحضور کی تشریف آوری پر دال ہے لیکن یہاں چند آیات درج کی جاتی ہیں

☆ ﴿قال اللہ تعالی قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾

یعنی کہہ دیجئے یارسول اللہ ﷺ ساتھ فضل اللہ کے اور اس کی رحمت کے مومنوں کو چاہیے کہ اس پر خوش ہوں کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اللہ کی رحمت وفضل نہیں؟ جب ہیں تو پھر آپ کی تشریف آوری پر خوشی منانا قرآن شریف سے ثابت ہوگئی۔

☆ ﴿قال اللہ تعالی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (سورہ توبہ پ ۱۰)

البتہ تحقیق آیا تمہارے پاس پیغمبر نفس تمہارے سے شاق ہے اوپر اس کے یہ کہ ایذا میں پڑو تم حرص کرنے والا ہے اوپر بھلائی تمہاری کے ساتھ مسلمانوں کے شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

☆ ﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ "تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ تعالی سے نور اور کتاب روشن"

☆ ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ (پ ۳)

اور جس وقت لیا اللہ تعالی نے عہد پیغمبروں کا البتہ جو کچھ دوں میں تم کو کتاب سے اور حکمت سے پھر آوے تمہارے پاس پیغمبر سچا کرنیوالا اس چیز کو جو ساتھ تمہارے ہے البتہ ایمان لائیو ساتھ اس کے اور البتہ مدد دینا اس کو کہا کیا اقرار تم نے اور لیا تم نے اس پر بھاری عہد میرا کہا انہوں نے اقرار کیا ہم نے کہا پس شاہد رہو اور میں تمہارے ساتھ شاہدوں میں سے ہوں۔ پس جو کوئی پھر جاوے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی ہیں بدکار۔

☆ ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا﴾

اے نبی بھیجا ہم نے تم کو گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور چراغ روشن

☆ ﴿وما ارسلنک الا رحمۃ للعلمین﴾ اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر رحمت واسطے سارے جہانوں کے

☆ ﴿انا ارسلنک شاھدا ومبشرا ونذیرا لتؤمنوا باللہ ورسولہ وتعزروہ وتوقروہ وتسبحوہ بکرۃ واصیلا﴾

تحقیق بھیجا ہم نے تجھ کو گواہی دینے والا خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا تا کہ ایمان لاؤ ساتھ اللہ کے اور رسول اس کے اور قوت دو اس کو اور تعظیم کرو اس کی اور تسبیح کرو اللہ کی صبح وشام۔

پس ان آیات بینات سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے پر فرحت کرنا اور خوشی منانا عین ایمان ہے کیونکہ حضور کی ذات رؤف الرحیم بلباس نوری ورحمت کا پہن کر تشریف لائے درحقیقت رسالت ونبوت کا خود زبان درافشاں سے اظہار فرمایا اور شاہد ومبشر وسراجا منیرا ہونے کا بحکم خداوند تعالیٰ نے اعلان فرمایا تھا اور تمام جن وبشر وجمیع کائنات کے لئے رحمت ثابت ہوئے لہٰذا مسلمانوں کو حضور کی توقیر وتعظیم ہر حال میں واجب ٹھہری اور حدیث شریف میں آتا ہے فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے "اوّلُ مَاخلقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ" کہ سب چیزوں سے پہلے میرے نور کو پیدا کیا اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا آپ کی ذات مخزن موجودات تتمہ دور زمان نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے نور سے پیدا فرما کر تمام اشیاء کو میرے نور سے پیدا فرمایا چنانچہ مواہب لدنیہ جلد اول صفحہ وشرح حرزیہ ومسند عبدالرزاق میں باسناد صحیح نقل فرمائی ہے۔

"وروی عبد الرزاق بسندہ عن جابر بن عبد اللہ انصاری قال قلت یارسول اللہ بابی انت وامی اخبرنی عن اوّل شی خلقہ اللہ تعالیٰ قال یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء بنور نبیک من نورہ فجعل ذلک النور ھدور بالقدرۃ حیث شاء اللہ تعالیٰ ولم یکن فی ذلک الوقت لوح ولا قلم ولا جنۃ ولا نار ولا ملک ولا سماء والارض ولا شمس ولا قمر ولا جن ولا انس فلما اراد ان یخلق الخلق قسم ذلک النور اربعۃ اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعۃ اجزآء فخلق من الجزء الاول حملۃ العرش ومن الثانی الکرسی ومن الثالث باقی الملائکۃ" الخ

ترجمہ: روایت کی عبدالرزاق نے ساتھ سند اپنی کے جابر انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا عرض کیا میں نے یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں خبر دیجئے مجھے سب چیزوں سے پہلے خدا تعالیٰ نے کون سی چیز پیدا کی فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کا نور پیدا کیا اپنے نور سے پس یہ نور پھرتا رہا قدرت سے جہاں چاہا اللہ تعالیٰ نے اور نہ تھا اس وقت لوح اور قلم نہ جنت نہ دوزخ نہ فرشتے نہ آسمان نہ زمین نہ سورج نہ چاند نہ جن نہ انسان پس جب ارادہ خلقت کے پیدا کرنے کا کیا تقسیم کیا اس نور کو چار جزو پر پہلی جز سے قلم کو پیدا کیا دوسری سے لوح تیسری سے عرش پھر تقسیم کیا جزو چوتھی کو چار جزوں پر پھر اول جز سے حملۃ العرش پیدا کئے اور دوسری جزو سے کرسی اور تیسری سے باقی ملائکہ۔ آخر حدیث تک اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد آدم کا سردار بنا کر بھیجا اور قیامت کے دن میرے ہی ہاتھ میں

لواء الحمد ہوگا۔ اور سب سے پہلے میں ہی شفاعت کا دروازہ کھولوں گا اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ اے ابا بکر میری حقیقت کو سوائے مالک الملک کے کوئی نہیں جانتا "یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی" اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ تمام خاندان عرب سے مجھے چنا گیا

"وفی البخاری عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالی عنہ قال رسول اللہ ﷺ بعثت من خیر قرون بنی ادم قرنا فقرنا حتی کنت من القرن الذی کنت منہ وفی مسلم عن واثلۃ بن الاسقع قال ﷺ ان اللہ اصطفی کنانۃ من ولد اسمعیل واصطفی من قریش بنی ھاشم واصطفی لی بنی ھاشم رواہ الترمذی وعن العباس قال قال رسول اللہ ﷺ ان اللہ خلق الخلق فجعلنی فی خیر فرقتھم وخیر الفریقین ثم تخیر القبائل فجعلنی فی خیر القبیلۃ ثم غیر البیوت فجعلنی من خیر بیوتھم فانا خیرھم نفساً وخیرھم بیتاً ای اصلاً" (رواہ الترمذی)

ترجمہ : روایت ہے ابی ہریرہ سے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بھیجا گیا میں بہتر قرون بنی آدم سے قرن بعد قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس میں ہوا اور صحیح مسلم میں ہے واثلہ بن اسقع سے فرمایا رسول خدا ﷺ نے تحقیق اللہ تعالی نے چن لیا کنانہ کو اسمٰعیل کی اولاد سے اور چن لیا قریش کو کنانہ سے اور قریش سے بنی ہاشم کو چنا اور چن لیا مجھ کو بنی ہاشم سے روایت کیا اس کو ترمذی نے اور حضرت عباس سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تحقیق اللہ تعالی نے پیدا کی خلق پس کیا مجھ کو بہترین فرقے میں پھر چنے قبیلے پس کیا مجھ کو بہترین قبیلے میں پھر چنے گھر پھر کیا مجھ کو بہترین گھروں میں سے پس میں بہتر ہوں نفس کی طرف اور بہتر ہوں گھر کی طرف سے۔

پس ان تمام دلائل اور آیات اور احادیث صحیحہ سے میلاد حضور علیہ السلام کا ثابت ہوتا ہے عاقل کیلئے اشارہ کافی ہے۔

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَ یَا سَیِّدَ الْبَشَرْ — مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَایُمْکِنُ الثَّنَاءُ کَمَا کَانَ حَقُّہٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

سوال : اگر شیعوں کے ساتھ مناظرہ دربارہ ایمان اصحاب ثلٰثہ کرتا ہو تو کون سے دلائل پیش کیے جاویں۔

جواب : ذیل کے دلائل بایں الفاظ جو ذیل میں درج ہیں پیش کیے جائیں وھو ھذا۔

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ"

دلیل نمبر ۱: ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ اور آگے بڑھ جانے والے پہلے ہجرت کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں سے اور وہ لوگ کہ پیروی کرتے ہیں ان کی ساتھ نیکی کے راضی ہوا اللہ ان سے اور راضی ہوئے وہ اس سے اور تیار کی ہیں واسطے ان کے بہشتیں چلتی ہیں نہریں نیچے ان کے ہمیشہ رہیں گے بیچ ان کے ہمیشہ یہ ہے مراد پانا بڑا۔

دلیل نمبر ۲: ﴿وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللهِ وَالَّذِیْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ

حقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴾ (سورہ انفال پ ۱۰)

اور جو لوگ کہ ایمان لائے اور وطن چھوڑا اور جہاد کیا بیچ راہ اللہ کے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی یہ لوگ وہی ہیں ایمان والے سچے واسطے ان کے بخشش ہے اور رزق با کرامت۔

دلیل نمبر ۳: ﴿ لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُونَ ﴾

واسطے فقراء مہاجرین کے جو نکالے گئے اپنے گھروں اور مالوں سے ڈھونڈتے ہیں فضل اللہ سے اور رضامندی اور مدد دیتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کو وہی سچے ہیں۔

دلیل نمبر ۴: ﴿ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ ﴾ البتہ تحقیق اللہ تعالیٰ راضی ہوا مسلمانوں سے جس وقت بیعت کرتے تھے تجھ سے نیچے درخت کے پس جانا جو کچھ بیچ دلوں ان کے پس اتاری تسکین اوپر ان کے۔

دلیل نمبر ۵: ﴿ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا ﴾

جس وقت نکال دیا تھا اس کو ان لوگوں نے کہ کافر ہوئے دوسرا دو میں جس وقت کہ وہ دونوں بیچ غار کے تھے جس وقت کہ کہتا تھا واسطے رفیق اپنے کے مت غم کھا تحقیق اللہ ساتھ ہمارے ہے۔

دلیل نمبر ۶: ﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ (سورہ آل عمران)

دلیل نمبر ۷: ﴿ فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ﴾ (پ ۴)

پس ان تمام دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ تمام اصحاب مہاجرین و انصار اور جو ان کی پیروی کرنے والے سب صاحب جنت اور ہمیشہ کیلئے اس نعمت سے سرفراز رہنے والے ہیں اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ان لوگوں نے اپنے مال و جان کو محض اللہ اور اسکے رسول کی خوشنودی کے لئے قربان کر دیئے اور حضور علیہ السلام سے بیعت کی خدا تعالیٰ کی رضامندی میں داخل ہوئے اور علاوہ اس کے حضرت ابا بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ یار غار تھے اور تمام امت جو اس وقت حاضر تھی سب امتوں سے افضل ٹھہرے۔

نوٹ: اعتراض شیعہ مرزا احمد علی امرتسری ثم لاہوری۔

مولوی صاحب جی پہلے آپ ان کا مسلمان ہونا تو ثابت کریں پھر یہ دلائل پیش کریں۔

جواب از ملتانی: الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔

مرزا جی کیا ہجرت کرنا آپ کی ذات کے ساتھ اور یار غار ہونا اور صاحب کا خطاب پانا اور نبی ﷺ کی بیعت ہونا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ان کے ایماندار مکمل ہونے پر ناطق نہیں، جواب دو۔ پس جب کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں یہ اوصاف ظاہری و باطنی پیدا کئے اور دیکھے تو سرٹیفکیٹ تاج عزت رضی اللہ تعالیٰ عنہم ورضی اللہ عنہ و خالدین فیہا ابدا

کا عطا فرمایا اور علاوہ ان کے آپ کی مذہب کی کتابوں میں ان کا ایماندار ہونا ثابت ہوتا ہے وہو ہذا۔

چنیں گفت راوی کہ سالار دیں ۔۔۔ چو سالم محفظ جہاں آفریں
در نزدیک آں قوم پر مکر رفت ۔۔۔ بسوئے سرائے ابوبکر رفت
پے ہجرت او نیز آمادہ بود ۔۔۔ کہ سابق رسولش خبر دادہ بود
نبی بر درخانہ اش چوں رسید ۔۔۔ بگوشش ندائے سفر در کشید
چوں بوبکر زاں حال آگاہ شد ۔۔۔ زخانہ بروں رفت ہمراہ شد
چو دیدند چندیں بدامان دشت ۔۔۔ قدوم فلک سائی مجروح گشت
ابوبکر آنگہ بدوشش گرفت ۔۔۔ وے زیں حدیث است جائے شگفت
کہ در کس چناں قوت آمد پدید ۔۔۔ کہ بارے نبوت تو اند کشید
بہ قصہ القصہ چندے دگر ۔۔۔ چوگردید پیدا نشان سحر
بدیدند غارے دراں تیرہ شب ۔۔۔ کہ خوانندے عرب غار ثور لقب
گرفتند در جوف آں غار جائے ۔۔۔ وے پیش بنہاد ابابکر پائے
بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید ۔۔۔ قبا را بدرید وآں رخنہ چید
درآمد رسول خدا ہم بہ غار ۔۔۔ نشستند یک جا بہم ہر دو یار
نبی گفت پس پور ابوبکر را ۔۔۔ کہ چوں پدر ایں صدق و صفا
رسول خدا چوں شدے در نماز ۔۔۔ باں اقتدا کر دے آں سرفراز
ابوبکر صدیق فاروق دیں ۔۔۔ شدہ جاں فدائے رسول امین

ابیات از غزوات حیدری صفحہ ۶۶ سے ۶۷ اب شیعہ جی پتہ چلا مرزائی بولے کہ ملتانی صاحب کہ کیوں کہانیاں فارسی داں مولویوں کی پیش کرتے ہیں ہماری کسی کتاب کی حدیث بیان کرو جناب ہاں ذرا کان لگا کر سنیے وہو ہذا اور وقت ختم۔

تقریر نمبر دوم دلائل از کتب شیعہ بر فضائل اصحابہ رضوان اللہ علیہم:

"بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم"

دلیل نمبر ۱: "قال ابی عبد الله علیه السلام لما کان رسول الله ﷺ فی الغار قال لابی بکر کانی انظر الی سفینة جعفر فی اصحابه یقوم فی البحر و انظر الی الانصار محتبئین فی افنیتهم فقال ابوبکر وتری هم یارسول الله قال نعم قال فارنیهم فمسح علی عینه فراٰهم فقال له رسول الله ﷺ انت الصدیق" الخ

ترجمہ: امام جعفر صادق سے مروی ہے کہ جب آنحضور علیہ السلام غار میں تھے ابوبکر کو کہا گویا اس وقت میں وہ کشتی دیکھ رہا

ہوں جس میں جعفر اور اس کے ساتھی سوار ہیں اور وہ دریا میں کھڑی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ انصار اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہیں ابوبکر نے کہا یا رسول اللہ مجھے بھی دکھایئے آپ نے ان کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا پس ابوبکر صدیق نے سب کچھ دیکھا۔ پھر حضور نے فرمایا تو صدیق ہے اس حدیث سے تین امر ظاہر ہوئے یارِ غار ہونا اور حضور کا ہاتھ منہ مبارک پر پھیرنا اور لقب صدیق پانا۔

(نقل از تفسیر قمی جلد اول تحت آیت اذ هما فی الغار تحتی خورد صفحہ ۲۹۶)

دلیل نمبر۲: "لاجرم ان اطلع الله فی قلبک ووجد ما فیه موافقاً لما جرى على لسانک جعلک منی بمنزلة السمع والبصر والراس من الجسد وبمنزلة الروح من البدن لعلی الذی هو منی"

(نقل از تفسیر امام حسن عسکری صفحہ ۲۳۱)

ترجمہ: فرمایا آنحضور ﷺ نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ تیرے دل پر مطلع ہوا اور پائی تیرے دل کی بات موافق زبان تیری کے تحقیق خدا نے تجھ کو بمنزلہ میری سمع و بصر کے گردانا اور تجھ کو میرے ساتھ وہ نسبت ہے جو سر کو جسم سے اور روح کو بدن سے ہے گویا کہ وہ علی مجھ سے ہے۔

(صفحہ ۲۳۱ مطبوعہ جعفری)

دلیل نمبر۳: "لا یفضل علیهم ومن ازهد من هؤلاء وقد قال فیهم رسول الله ﷺ ما قال الحدیث"

(نقل از فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۴ بروایت امام جعفر صادق بسست مسئلہ مال صدقہ)

ترجمہ: کون فضیلت رکھتا ہے ان لوگوں سے یعنی (خلیفہ ابوبکر صدیق و ابوذر غفاری وغیرہ اصحاب پر) زیادہ از روئے تقویٰ و زہد کے جیسا کہ فرمایا ہے ان کے رسول اللہ نے۔

دلیل نمبر۴: "عن ابن الزبیر قال ان الاية نزلت فی ابو بکر لانه اشتری بما لیک الذین اسلموا مثل بلال وعامر ابن فهیرة وغیرهما" (تفسیر مجمع البیان جو تکون جلد ۳ صفحہ ۵۰۷ تحت آیت وسیجنبها الاتقی الذی سورہ واللیل مطبوعہ ایران)

ترجمہ: یعنی حضرت ابوبکر صدیق کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی اور غلاموں کو بسبب اسلام میں داخل ہونے کے خرید لیتے پھر ان کو خداوند کریم کی رضامندی کے لئے آزاد کر دیتے مانند حضرت بلال و حضرت عامر وغیرہ کے اور وہ شخص اہل جنت ہوا جس نے اپنے مال کو راہِ خدا میں خرچ کیا۔

دلیل نمبر۵: "ومن کتاب له علیه السلام الیٰ معاویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یردوا انما الشوریٰ للمهاجرین والانصار فان اجتمعو علی رجل وسموه اماما کان ذلک لله رضی فان خرج عن امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ماخرج منه فان ابی فاقتلوه علی اتباعه غیر سبیل المؤمنین وولاه الله ما تولیٰ ولعمری یا معاویة لئن نظرت بعقلک دون هواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلة عنه الا ان تتجنی فتجن مابدالک والسلام فقط"

(جزو ۳ مطبوعہ مصر ص ۸)

ترجمہ: اور اس عبارت کا ترجمہ صاحب نیرنگ نے صفحہ ۳۷۹ پر یوں تحریر کیا ہے فرمان امیر علیہ السلام کا معاویہ کو بیشک مجھ

نے ایسی قوم نے بیعت کی ہے جس نے ابوبکر و عمر و عثمان سے کی تھی اور اسی امر خلافت پر بیعت کی ہے جس پر اشخاص مذکورہ کی وقوع میں آئی تھی اب کسی شخص کو اختیار نہیں کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ اختیار کرے اور نہ شخص غائب کو اس امر کا مجاز ہے کہ اس کی تردید کرے حقیقۃً شوریٰ مہاجرین وانصار کے لئے ہی زیبا ہے جس شخص پر انہوں نے اجماع کر لیا۔ اور شخص کو امام کے نام سے سرزد کر دیا ہو تو ان کا اجماع خوشنودی پروردگار عالم ہے اور اگر کوئی خارج ہونے والا ان کے حکم سے طعن زنی احداث بدعت کر کے نکل گیا تو اسے اجماع کی طرف لوٹا دو جس سے وہ خارج ہوا ہے اور اگر اس نے انکار کیا تو اس سے مقاتلہ کرو کیونکہ وہ سبیل المومنین کے برخلاف اتباع کر رہا ہے اور پروردگار عالم اسی کام کی طرف متوجہ کر دیگا جس کی طرف اس نے توجہ کی ہے سن اور معاویہ مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ اگر تو دل کی آنکھوں سے دیکھے اور خواہشات بے جا کی پیروی نہ کرے تو مجھے خود عثمان سے سب لوگوں سے زیادہ بری اور مبرا پائے گا تجھے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس سے علیحدہ ہو کر گوشہ نشین تھا۔ مگر یہ دوسری بات ہے تو اس شخص سے خون طلب کرے جو خون بہانے والا نہیں اگر ایسا ہو تو شوق سے دعویٰ کر جو تجھے معلوم ہوا ہے۔

دلیل نمبر۶: " من كلام له عليه السلام قد شادره عمر فى الخروج الى غزوالروم بنفسه وقد توكل الله لاهل لهذا الدين باعزاز الخوزت وستر العورت والذى نصرهم وهم قليل لا ينتصرون ومنعهم وهم قليل لايمتنعون حىٌّ لايموت انک متىٰ تسرالى هذا العدو بنفسک فتلقهم فتنکب لا تكن المسلمين كازفة دون اقصىٰ بلادهم ليس بعد ک مرجع يرجعون اليه فابعث اليهم رجلا مجربا واحفز معه اهل البلاء والنصيحة فان اظهر الله فذاک ما تحب وان تسکن الاخرى كنت ردءً للناس ومثابة للمسلمين "

(کتاب نہج البلاغت جلد اول صفحہ [illegible])

ترجمہ: مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کہ مشورہ جہاد روم کے لئے لیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ اس دین والوں کا خود ذمہ دار ہے جس نے کمزوروں کو طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ حی قیوم ہے آپ روم کی طرف تشریف نہ لے جائیں کیونکہ اگر آپ چلے جائیں گے تو پھر مسلمانوں کا مرجع و پشت پناہ آپ کے بعد کون شخص ہوگا اور اس دین کا حافظ اللہ تعالیٰ ہے۔

دلیل نمبر۷: " ومن كلام له عليه السلام لعمر ابن الخطاب وقد استشار فى غزوة الفرس بنفسه ان هذ الامر لم يكن نصره ولاخذ لانه بكثرة ولاقلة وهو دين الله الذى اظهره وجنده الذى اعده وامده حتى بلغ ما بلغ وطلع وحيث ما طلع ونحن علىٰ موعود من الله والله منجزواعده وناصر عنده ومكان القيم بالامر مكان النظام من الحرز ويجمعه ويضعه فاذا النقطع النطام وتفرق الحرز وذهب لم لميجمع بحذافيره ابداً والعرب اليوم وان كانو اقليلاً وهم كثيرون بالاسلام عزيزون باجتماع فكن قطبا واستدر الرحى بالعرب واصلهم دونک نار الحرب فانک ان شخصت (۲) من هذه الارض انتقضت عليک العرب من اطرافها واقطارها

حتی یکون ما لدع وراء ک من العورات اھم الیک ومما بین یدیک ان الاعاجم ان ینظروا الیک غدا یقولو اھذا اھل العرب"
(نہج البلاغت مصری جلداول صفحہ ۲۲۵)

ترجمہ: خلاصہ ترجمہ اس عبارت کا یہ ہے تحقیق یہ دین وہ نہیں ہے جس کی فتح وشکست قلت وکثرت لشکر پر ہو یہ دین حق اللہ تعالیٰ کا ہے جس نے اس کو نمودار کیا اور یہ اس کا لشکر ہے جس نے اس کو تیار کیا مدد دی یہاں تک کہ پہنچا اور نکلا جہاں سے نکلا اور ہم لوگ اللہ تعالیٰ کے وعدہ پر ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ایفا کرنے والا ہے اور اپنے لشکر کو مدد دینے والا ہے اور صاحب حکومت کی مثال ایسی ہے جیسے ڈوری خردل کے دانوں کی ہے اور وہی ڈوری سب دانوں کو یکجا جمع کی ہوئی ہے اگر وہ ٹوٹ جائے تو دانے سب کے سب بکھر جائیں پھر اپنی پہلی حالت پر کبھی جمع نہ ہوں آج اگر چہ اہل عرب کم ہیں مگر اسلام کے سبب سے کثیر ہیں اور بوجہ اتفاق کے غالب ہیں پس آپ قطب بن جایئے اور چکی کو عرب میں چلایئے اور دوسرے لوگوں کو لڑائی کی آگ میں ڈالئے آپ جایئے نہیں کیونکہ اگر آپ یہاں سے گئے تو تمام اہل عرب چاروں طرف سے آپ پر ٹوٹ پڑیں گے یعنی آپ کے ساتھ ساتھ ہو جائیں گے تو یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ شہر مدینہ خالی ہو جائے گا۔ اور مقابلہ کی فکر سے پیچھے کی فکر آپ کو زیادہ ہو جائے گی۔ اور عجمی لوگ جب حضور کو دیکھیں گے یہ عرب کی بڑی بیخ ہے اگر اس کو کاٹ ڈالا تو ہمیں ہمیشہ کے لئے آرام ہو جائے گا۔

دلیل نمبر ۸: " عن محمد ابن علی الحلبی قال سمعت اباعبداللہ فیقول اختلاف بنی العباس المحتوم والندآء من المحتوم وخروج القائم من المحتوم قلت وکیف الندآءِ قال ینادی مناد من السمآءِ اول النہار لا ان علیًا علیہ السلام وشیعۃ ھم الفائزون قال وینادی مناد اخر النہار لاان عثمان وشیعتہ ھم الفائزون فقط."
(کتاب روضہ فروع کافی ص ۲۱)

ترجمہ: یعنی امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی عباس میں اختلاف ہونا حق ہے اور امام مہدی کا آنا بھی برحق ہے اور آسمان سے آواز آنا بھی برحق ہے روای کہتا ہے کہ میں نے دریافت کیا کہ آسمان سے آواز آنا کیسا ہے جوابا امام نے فرمایا کہ بوقت روشن ہونے سورج کے آواز کرنے والا آواز کرتا ہے کہ تحقیق علی اور اس کا گروہ مراد پانے والا ہے یعنی جنتی ہے اور آخری دن کہ پکارنے والا پکارتا ہے کہ تحقیق عثمان اور اس کا گروہ مراد پانے والا ہے یعنی جنتی ہے۔

دلیل نمبر ۹: " وجلس عثمان فی عسکر المشرکین وبائع رسول اللہ ﷺ والہ المسلمین وضرب باحدی یدیہ علی الاخری لعثمان وقال السلمون طوبی لعثمان قد طاف بالبیت وسعیٰ بین الصفا والمروۃ واحل رسول اللہ ﷺ ماکان لیفعل فلماجآء عثمان قال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم اطفت بالبیت فقال ماکنت لاطوف بالبیت ورسول اللہ ﷺ لم یطف "
(کتاب فروع کافی روضہ ص ۱۵۱)

ترجمہ: جب کہ حضرت عثمان مشرکین کے لشکر میں قید کئے گئے اور آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں سے بیعت لی اور آپ کی ذات بابرکات نے بیعت کے لئے ایک ہاتھ اپنا دوسرے ہاتھ پر عثمان کیلئے مارا اور مسلمانوں نے بڑی خوشی سے

کہا کہ کیا اعلیٰ نصیب عثمان کا ہے کہ وہ بیت اللہ شریف کا حج وطواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی کرے گا تو حضور نے لوگوں کو کہا کہ عثمان تو ایسا شخص نہیں کہ بجز میرے طواف وغیرہ کو ادا کرے اور جبکہ عثمان ذوالنورین واپس تشریف لائے تو آنحضور علیہ السلام نے پوچھا کہ کیا طواف کعبہ کا کیا تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یارسول اللہ میں ایسا نہیں ہوں کہ بدوں آپ کے طواف کعبہ کا بجالاؤں کہ جب تک آپ طواف کعبہ کا نہ کریں۔

دلیل نمبر۱۰:

بہ بوسید سید عثمان زمین در زماں ۔۔۔ بقصد رواں شد چو تیر از کمان
چو او رفت اصحاب روز دگر ۔۔۔ بگفتند چندیں بہ خیر البشر
خوشا حال عثمان با احترام ۔۔۔ کہ شد قسمتش حج بیت الحرام
رسول خدا چوں شنید ایں سخن ۔۔۔ بپاسخ چنیں گفت با انجمن

اور ادھر کا یہ حال تھا کہ سفیان وغیرہ مشرکین نے کہا کہ آپ بیشک طواف حج وغیرہ کر لیجئے لیکن آپ کے رفیق یعنی حضرت محمد ﷺ کو ہرگز نہیں آنے دیں گے اور نہ ہی ہم اس کے آنے کو پسند رکھتے ہیں غزوات حیدری ص ۳۷۳۔

اگر میل دراى طواف حرم ۔۔۔ بلکن مانعت نیست کس زیں چشم
ولیکن محال است ایں بیگذاف ۔۔۔ کہ آید محمد برائے طواف
چوں بشنید عثمان از واں سخن ۔۔۔ چنیں داد پاسخ بہ آں اہر من
کہ طواف حرم بے رسول خدا ۔۔۔ نباشد کہ بر پیروانش روا

اعتراض شیعہ مرزا احمد علی امرتسری:

کیا ان عبارتوں سے ان کا ایماندار ہونا ثابت ہوتا ہے ہرگز نہیں دیکھو تمہاری کتاب مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے کہا کہ میں منافق ہوں اور ایسا ہی عمر صاحب نے کہا کہ میں منافق ہوں دیکھو میزان الاعتدال سچ ہے مدعی سست گواہ چست۔

جواب از ملتانی:

بے ثباتی ہے دیکھاتی حسن بے ناموس کو ۔۔۔ پائیداری کم دیکھاتی شمع بے فانوس کو

میرے مخاطب صاحب جی کیا خوب ہوتا کہ اب حسد وضد کو چھوڑ کر انصاف سے کام لیتے اور کلمات انت الصدیق وقطب وشابتہ المسلمین وغیرہ کو دیکھتے تو انصاف کا خون نہ کرتے اور حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب کیفیت رونے اور غمناک ہونے کی حضرت حنظلہ سے سنی تو فرمایا ایسا حال مجھ پر بھی واقعہ ہو جاتا ہے کہ جب آپکے پاس ہوتے ہیں

اور وعظ سنتے ہیں تو تمام امور دنیاوی کے بھول جاتے ہیں پس یہاں سے نفاق بمعنی بے دینی کے ثابت نہیں ہو سکتے بلکہ یہاں سے مراد تبدیلی حالت کے ہیں جو طالب مولیٰ کی کمالیت وسالکیت پر دال ہیں اور صطلاح صوفیہ میں اسکو قبض واسط کیا کرتے ہیں جس سے آپ کو ناواقفی ہے۔ اگر یہاں تمہارے خیال کردہ معنے لئے جائیں تو اعتراض لازم آئیگا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیۃ جاہد الکفار والمنافقین پر عمل کر کے کیوں نہ لوگوں کو دکھایا۔ اور جو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ پر تم نے طعن کیا ہے وہ بھی غلط اسکا کوئی اصل نہیں کیونکہ اسکا راوی زید بن وہب ہے جو قابل اعتبار نہیں " فی حدیثه خلل کثیر "وقت ختم۔

﴿بسم الله الرّحمٰن الرّحیم نحمده ونصلی علی رسوله الکریم﴾

دلیل نمبر ۱: ﴿قال الله تعالیٰ یٰایها النبی جاهد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیهم وماوٰهم جهنّم وبئس المصیر﴾ (سورہ توبہ رکوع ۷ پارہ ۳)

اے نبی جہاد کر کافروں سے اور منافقوں سے اور سختی کر اوپر انکے اور جگہ رہنے انکے کی دوزخ ہے اور بری ہے جگہ پھر جانے کی۔

دلیل نمبر ۲: ﴿لقوله تعالیٰ وقٰتلوهم حتّٰی لا تکون فتنة ویکون الدّین لله﴾ (پارہ ۲ پاؤ ۲ ترجمہ)

اور لڑو ان سے یہاں تک کفر نہ رہے اور ہووے دین واسطے اللہ کے۔

دلیل نمبر ۳: ﴿لقوله تعالیٰ لئن لم ینته المنٰفقون والّذین فی قلوبهم مرض والمرجفون فی المدینة لنغرینّک بهم ثمّ لا یجاورونک فیها الّا قلیلاً ملعونین اینما ثقفوا اخذوا وقتّلوا تقتیلاً﴾ (پارہ ۲۲ پاؤ اول سورہ احزاب)

البتہ اگر نہ باز رہیں گے منافق اور وہ لوگ کہ بیچ دلوں انکے بیماری ہے اور بد خبر اڑانے والے بیچ شہر کے البتہ پیچھے لگا دے گے ہم تم کو ان کے پھر نہ ہمسایہ رہیں گے تیرے بیچ اس کے مگر تھوڑے دنوں لعنت مارے جہاں پائے جاویں پکڑے جاویں اور قتل کئے جاویں۔

دلیل نمبر ۴: ﴿لقوله تعالیٰ ولا ترکنوا الی الّذین ظلموا فتمسّکم النّار وما لکم من دون الله من اولیاء ثمّ لا تنصرون﴾ (سورۃ ہود پارہ ۱۲) اور مت جھکو طرف ان لوگوں کے کہ ظلم کرتے ہیں پس لگے گی تم کو آگ اور نہیں واسطے تمہارے سوائے اللہ کے کوئی دوست پھر نہیں مدد دیئے جاؤ گے۔

دلیل نمبر ۵: ﴿لقوله تعالیٰ ولا تقعد بعد الذّکرٰی مع القوم الظّٰلمین﴾ (سورہ انعام پاؤ ۳ پارہ ۷ رکوع ۱۳)

پس مت بیٹھو پیچھے یاد آنے کے ساتھ قوم ظالموں کے

دلیل نمبر ۶: لقوله تعالیٰ ولقد کتبنا فی الزّبور من بعد الذّکر انّ الارض یرثها عبادی الصّٰلحون (سورہ انبیاء)

البتہ تحقیق لکھ دیا ہے ہم نے بیچ زبور کے پیچھے ذکر کے یہ کہ زمین کے وارث ہوں گے اس کے بندے میرے صالح۔

دلیل نمبر ۷: ﴿لقوله تعالیٰ یٰایها النبی اتّق الله ولا تطع الکافرین والمنٰفقین انّ الله کان علیماً حکیماً﴾

(سورہ احزاب پارہ ۲۱)

اے نبی ڈر اللہ سے اور مت کہا مان کافروں کا اور منافقوں کا تحقیق اللہ ہے جاننے والا حکمت والا۔

﴿ دلائل از کتب شیعہ ﴾

دلیل نمبر ۸: " قال رسول اللہ ﷺ ما سبقکم ابو بکر بصوم ولا صلوۃ ولکن بشئی وقر فی صدرہ "
(از سلمان فارسی نقل از مجالس المومنین ص ۸۹ مطبوعہ ایران)

دلیل نمبر ۹: ﴿ اَلَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ قِیْلَ الَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَصَدَّقَ بِهَا اَبُوْبَکْر ﴾ (نقل از تفسیر مجمع البیان جلد ۲ صفحہ ۳۲ سورہ زمر سطر ۵ مطبوعہ ایران)

پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پکے سچے ایماندار تھے ورنہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور تمام خاندان اہل بیت نے ان سے کس لئے جہاد نہ کیا بلکہ بجائے جہاد کے انکے ساتھ بہت برتاؤ نہایت اعلی طریق پر کیئے اور تبرکاً انکے اسماء مبارک پر اپنی اولاد کے نام رکھے کسی کا نام ابوبکر کسی کا نام عمر کسی کا نام عثمان اور یہ فرزند حضرت علی رضی اللہ تعالی عنہ کے ہیں جو امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے ساتھ کربلا میں شہید ہوئے اور کیا کوئی شخص دشمن کے نام پر بھی اپنی اولاد کے نام بعد از ظہور عداوت رکھ سکتا ہے جواب دو اور علاوہ اس کے حضرت آقائے نامدار ﷺ نے کس لئے حضرت عثمان رضی اللہ تعالی عنہ کو ایک لڑکی کے انتقال کے بعد دوسری لڑکی کا بھی نکاح کر دیا اور حضرت عثمان کو خطاب ذوالنورین کا بخش دیا دیکھو نہج البلاغت اور حضرت علی کرم اللہ نے اپنی دختر ام کلثوم کا نکاح حضرت خلیفہ ثانی کے ساتھ کر دیا۔ کیا کوئی شخص دنیا میں اکمل ایماندار ہو کر بعد از نزول آیت ولا تنکحو المشرکات کے کسی کافر یا منافق کو لڑکی دے سکتا ہے ہرگز ہرگز نہیں کہ مرزا صاحب جی ایمان سے کہو تم ایسا کر سکتے ہو لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم مرزا صاحب ان آیات کو سامنے رکھ کر جواب دو۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ لِلّٰهِ ولقولہ تعالی لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَعَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ ﴾ اور علاوہ اس کے یہ ہے کہ اگر وہ بقول تمہارے نعوذ باللہ منافق تھے تو آپ کی ذات کے پڑوسی ہمیشہ کے لئے کیوں رہے کیا یہ قرآن مجید کا دعوی غلط ہے کہ مدینہ میں آپ کے ہمسایہ منافق لوگ ہمیشہ کے لئے نہ رہیں گے " ثُمَّ لَا یُجَاوِرُوْنَکَ اِلَّا قَلِیْلًا ﴾

اعتراض شیعہ مرزا احمد علی:

یہ سب جھوٹ ہے ہماری کتابوں سے یہ سب رشتہ داریاں ثابت کر و حضور کی صرف ایک لڑکی تھی اور ام کلثوم حضرت ابوبکر کی لڑکی تھی جو علی مشکل کشا نے پالی تھی جواب از ملتانی اچھا مرزا جی اپنے منہ کی مانگی مراد لیجیے وھو ھذا۔

ثبوت نمبر ۱ ﴿ لقولہ (۱) تعالی یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴾ (سورہ احزاب پارہ ۲۲)

ثبوت نمبر ۲ " وتزوج خدیجة وھو ابن بضع وعشرین سنة فولد له منها قبل مبعثة القاسم ورقیة وزینب وام

کلثوم وولده بعد المبعث الطيب والطاهر وفاطمة عليها السلام" (نقل از اصول کافی صفحہ ۲۷۸ مطبوعہ نو لکشور)

ثبوت نمبر۳ " اللهم صلّ على رقية بنت نبيک اللهم صل على ام كلثوم بنت نبيک "

(نقل از تحفۃ العوام صفحہ ۱۰۵ از کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۵۵۹،۲۶۳ مطبوعہ نولکشور)

ثبوت نمبر۴ "وقد استفرونی فی بینک وبینهم ووالله ماادری ما اقول لک ما اعرف شيئا تجهله ولاادلک على شئی لا تعرفه انک لا تعلم مانعلم ما سبقناک الى شئی فنخبرک عنه ولا خلونا بشئی فنبلغکه وقد رأيت كما رأينا وسمعت كما سمعنا وصحبت رسول الله كما صحبنا وما ابن ابى قحافة ولاابن عمر الخطاب اولى بعمل الحق منک وانت اقرب الىٰ رسوّل الله صلى الله عليه وسلم واله وشيجة رحم منها وقد نلت من صحره مالم ينالا "

اوراس کے تحت میں علامہ ابن حدید یوں لکھتے ہیں۔

" واما فضيلته عليها فى الصهر لانه تزوج ابنتى رسول الله رقية وام كلثوم توفيت الاولى فزوجه النبى بالثانية ولذاسمى ذالنورين " (صفحہ ۳۷۳ نہج البلاغت جلداول)

ثبوت نمبر۵ " كم بنات رسول الله فقال اربع فقال ايتهن افضل فقال فاطمة " (نقل از احبار ماتم صفحہ ۸۵ مطبوعہ بمبئی)

ثبوت نمبر۶ بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ از برائے رسول خدا از خدیجہ متولد شدند قاسم وطاہر وفاطمہ وام کلثوم ورقیہ وزینب (2) وفاطمہ راوحضرت امیر المومنین تزویج نمود وتزویج کرد یا ابوالعاص بن ربیعہ کہ از بنی امیہ بود زینب داد بعثمان بن عفان وام کلثوم را وپیش از انکہ بخانہ اں بردو برحمت الٰہی واصل شدو بعد از او حضرت رقیہ را باوتزویج نمود چوں جنگ بدر رفتند حضرت رسول خدا رقیہ را باوتزویج نمود۔ اور صفحہ ۷۱۹ جلد ۲ حیات القلوب میں ہے در مدینہ عثمان اور تزویج نمود وعبداللہ از او بوجود آمد وور کودکی مرد رقیہ در مدینہ برحمت ایزدی واصل شددر ہنگامے کہ جنگ در رود دوسوم نقل از حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۱۸، ۷۱۹ مطبوعہ نولکشور باب ۱۵ اور کتاب شیعہ جنات خلود وتذکرۃ الائمہ وغیرہ کتب شیعہ معتبرہ میں بھی ایسا ہی مسطور ہے۔

ثبوت نمبر۷: دیگر پرسید (ع) کہ چرا آنحضرت دختر خود را بعمر ابن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ شہادتین میمنود واقرار بفضل حضرت امیر میکرد و نقل از مجالس المومنین مطبوعہ ایران صفحہ ۱۸۸ سطر ۴۔

ثبوت نمبر۸: پر ہے کہ محمد جعفر بعد از فوت عمر ابن الخطاب بشرف مصاہرت حضرت امیر المومنین علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام مشرف گشتہ وام کلثوم راکہ باعدم کفایت از وے اکراہ در حبالہ عمر بود تزویج نمود نقل از مجالس المومنین مطبوعہ ایرانی صفحہ ۸۳ وکتاب فروع کافی کلینی صفحہ ۳۱۱، ۳۱۲ جلد دوم۔

(1) یعنی اے نبی فرما دیجئے اپنی بیبیوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مومنہ عورتوں کو (2) زینب کا نکاح ابوالعاص ابن ابولہب سے ہوا تھا وہ مدینہ شریف سال ہشتم ہجرت میں انتقال کر گئیں اور ابوالعاص بھی مسلمان ہو گیا تھا دیکھو حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۷۱۹ باب ۵۱۔

ثبوت نمبر۹ "عن سليمان ابن خالد قال سئلت اباعبد الله عليه السلام عن امراء ة توفى عنها زوجها ابن تعتد فى بيت زوجها او شائت ثم قال بل حيث شاء ت قال ان علياً صلوات الله عليه لما مات عمراتى ام كلثوم فاخذ بيد ها فانطلق بهاالى بيته" (نقل از فروع کافی کتاب الطلاق جلد ۲)

ثبوت نمبر۱۰ اپنی دخت عثمان دادو لے دختر بعمر فرستاد مجالس المومنین۔

ثبوت نمبر۱۱ "عن جعفرعن ابيه قال ماتت ام كلثوم بنت على وابنها زيد ابن عمر ابن الخطاب فى ساعة واحدةٍ" (کتاب تہذیب الاحکام صفحہ ۳۸۰)

ثبوت نمبر۱۲: کتاب النکاح شرائع الاسلام میں ہے۔

"زوج على بنته ام كلثوم من عمر عن زرارة عن ابى عبدالله السلام فى تزويج ام كلثوم فقال ان ذلك فرج غصبناه" (نقل از فروع کافی جلد ۲ صفحہ ۱۴۱)

الحاصل : میرے مخاطب مرزاجی صاحب اب تو تسلی ہوئی یا نہیں۔

جواب شیعہ مرزا احمد علی صاحب: یہ سب واقعات ہماری کتابوں میں جو درج ہیں ان میں کلام ہے دیکھو تمہارا عقیدہ بانی یوں کہتا ہے پس اتنا ہی کہنا تھا تو جلسہ میں بے چینی شروع ہوگئی اور صاحب (۱) صدر مولوی حافظ محمد شفیع مناظر اول نے کہ دیا کہ اب میں جلسہ بند کرتا ہوں اور صدرات کو چھوڑتا ہوں کیونکہ اب شیعہ صاحب اپنی عداوت قدیمی مبارکہ پر اتر آئے ہیں اور ہم مسلمان ذمہ وار ہیں۔

خادم شریعت: افسوس مرزا صاحب اگر ناموں کے معنے پر اعتراض ہے تو صلوات اور جعفر کے معنی بیان کرو پس اتنا ہی تھا کہ نعرہ تکبیر کی آواز شروع ہوگئی۔ اور جلوس اور خادم شریعت باآبروئے فتح ظفر وال سے وزیر آباد پہنچا۔

(۱) مضمون رشتہ داری حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ علی کرم اللہ وجہ
(۱) مولوی محمد شفیع صاحب نے یہ ثابت کیا تھا کہ شیعوں کا اس قرآن موجودہ پر ہرگز ایمان نہیں ہوسکتا اور نہ ہی ہے۔

ثبوت بحث خلافت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

اگر خلافت صحابہ ثلاثہ پر گفتگو کرنی ہو تو یہ دلائل مناظر شیعہ کے پیش کر دیں اور یہ دلیلیں پیش کر کے تنقیح کریں وھو ہذا۔

دلیل نمبرا: ﴿ قال اللہ تعالی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴾ (سورہ نور پارہ ۱۸ پاؤ م)

ترجمہ: وعدہ کیا اللہ نے ان لوگوں سے کہ ایمان لائے ہیں تم میں سے اور کام کئے ہیں اچھے البتہ خلیفہ کرے گا ان کو بیچ زمین کے جیسا کہ خلیفہ کیا تھا ان لوگوں کو کہ پہلے ان سے تھے اور البتہ ثابت کر دے گا واسطے ان کے دین ان کا جو پسند کر لیا ہے واسطے ان کے اور البتہ دے گا ان کو پیچھے ڈرانے کے امن عبادت کریں گے میری نہیں شریک لا دیں گے ساتھ میرے کچھ اور جو کوئی کفر کرے پیچھے اس کے پس یہ لوگ وہی فاسق ہیں۔

دلیل نمبر۲: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ﴾ (پارہ ۵)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو فرمانبرداری کرو اللہ کی اور کہا مانو رسول کا اور صاحبوں حکم کے تم میں سے۔

دلیل نمبر۳: ﴿ لقولہ تعالی وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ☆ وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ☆ وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ☆ ﴾ (سورہ شوری پارہ ۲۵)

اور وہ اجر جو خدا کے ہاں ہی ہے بہت بہتر اور پائیدار ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں اور جو بڑے بڑے گناہوں اور بے حیائی کی باتوں سے کنارہ کش رہتے ہیں اور جب ان کو غصہ آ جاتا ہے تو لوگوں کی خطاؤں سے درگزر کرتے ہیں اور جو اپنے پروردگار کا حکم مانتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور آپ کے مشورہ سے اپنا امیر مقرر کر لیتے ہیں اور ہم نے جو ان کو دے رکھا ہے اس میں سے (راہ خدا میں) خرچ کرتے ہیں۔

پس ان ہر دو دلائل سے نصف النہار کی طرح ثابت ہوا کہ تمکین و امن فی الارض اصحابہ ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کے زمانہ میں ہی رہا۔ اور ہزار ہزار مساجد و ملک اسلام میں داخل ہوئے اور ان کے زمانہ میں اسلام نے دور دور تک اپنی شوکت و دبدبہ غیر دینوں پر اظہار کیا اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

اور بنی اسرائیلیوں کے انبیاء کی سنت پر بھی یہی لوگ مصداق ہوتے ہیں کیونکہ بنی اسرائیل میں جو خلیفہ مقرر ہوتا تھا اس کی عمر ۴۰ سال کی ہوتی تھی تو اصحابہ ثلاثہ بھی ترتیب وار یکے بعد دیگرے عمر پائی تو اس نعمت کے مصداق و مستحق ٹھہرے اور جب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ آخر درجہ یہ عمر پائی تو اس نعمت کے مصداق اور تخت خلافت کے جانشین

ہوئے اور آخر آمد بود فخر الاولین کی وارثت کے قابض و متمکن ہوئے۔

اور خلافت راشدہ بھی شوریٰ مہاجرین وانصار کے اجماع سے ہوئی چنانچہ خود حضرت اسد اللہ الغالب ان دو آیات کی تفسیر فرماتے ہیں اور اپنی خلافت کی بنیاد بھی انہیں پر ڈالتے ہیں وھو ہذا۔ خط بنام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ۔

"من کتاب له علیه السلام الی معاویة انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابابکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم الیه فلم یکن الشاهد وان یختار ولا للغآئب ان یرد وانما الشوریٰ للمها جرین والانصار فان اجتمعوه علی رجل وسموه اماماً کان ذلک لله رضی"

پس اس خطبہ ممدوح سے صاف صاف ثابت ہوا کہ یہ سلسلہ خلافت کمیٹی صحابہ مہاجرین وانصار سے قائم ہوئی اور انکا یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی از حد پسندیدہ ہوا بلکہ جس نے اس کمیٹی یعنی شوریٰ سے کسی طرح انکار کیا وہ عند اللہ وعند الناس مستوجب سزا قتل وجہنم کے ٹھہرا۔ لقولہ تعالیٰ (1)

﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا﴾

کہا یہ ہے سزا منکر حکم "امرهم شوریٰ" کی۔

اعتراض شیعہ: جناب خلافت تو اللہ تعالیٰ نے حضرت مولا مشکل کا حق تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان سے ہی وعدہ کیا تھا اور وہی حقدار تھے اور رشتہ میں قریب تھے حضرت ابوبکر وعمر وعثمان نے جبراً چھین لی۔

جواب از ملتانی: واہ جی واہ آپ کے نزدیک تو نعوذ باللہ خداوند کریم بھی وعدہ خلافی کی عادت رکھتا ہے اور اپنے حکم "اِنَّ اللهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ" کو بھی یاد نہیں رکھتا اور حکم "يَفْعَلُ مَايَشَاءُ وَفَعَّالٌ لِّمَايُرِيْدُ" سے بھی عاجز رہا" لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ" اور معترض یاد رکھنا" فِعْلُ الْحَكِيْمِ لَا يَخْلُوْا عَنِ الْحِكْمَةِ"

اور اگر خلافت رشتہ داری کے قریب پر ہوتی تو حضرت عباس چچا حقیقی آپ کے ہاں بہت قریبی تھے حقدار ہوتے اور افسوس کہ اگر مناظر صاحب اپنے مذہب کی کتابوں کو ملاحظہ کرتے تو اس امر کے درپے نہ ہوتے خیر تو ہم اس کا فیصلہ آپ

(1) اصلی امر حق علی الترتیب۔ خلافت منہاج السنۃ ۲ برس ۳ ماہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ۱۰ برس ۶ ماہ وکم پھر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ ۱۲ برس چند یوم کم پھر خلافت علی کرم اللہ وجہہ ۴ برس ۹ ماہ نقل از جامع الاصول اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا فرمان خلافت اتی ثلاثون سنۃ بایں ترتیب پورا ہوا۔ خادم شریعت عفی عنہ۔

اور جو کوئی خلاف کرے رسول کے پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے متوجہ کریں گے ہم جدھر متوجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بری ہے جگہ پھر جانے کے۔

کے مذہب کی کتابوں سے دکھا دیتے ہیں وہو ہذا۔

دلیل نمبر۴: ﴿ واذا اسرّ النبیُّ الی بعض ازواجه حدیثاً ﴾

اس آیت کے ذیل تفسیر مجمع البیان صفحہ ۳۳۷ جلد ۲ میں بایں طور لکھا ہے۔

" روی عن النبی ﷺ انه خلا یوما لعائشة مع جاریة القبطیة فوقفت حفصة رضی الله تعالی عنهما علی ذلک فقال لها رسول الله صلی الله علیه واله وسلم لا تعلمی عائشة بذلک لو حرم ماریة علی نفسه ولما حرم ماریة اخبر حفصه انه یملک من بعد ابو بکر وعمر رضی الله تعالی عنهما."

دلیل نمبر۵: " فقال ان ابابکر یلی الخلافه بعدی ثم بعده ابوک فقالت من انباک هذا "

(نقل از تفسیر قمی تحت سورۃ تحت آیۃ واذ اسر النبی الی بعض ازواجه)

دلیل نمبر۶: " وبقی عنده العباس والفضل وعلی واهل بیته خاصته فقال له العباس یارسول الله ان یکن هذا الامر فینا مستقراً من بعدک فبشرنا وکنت تعلم انا نغلب علیه فاوص بنا فقال رسول الله ﷺ وانتم المستضعفون"

اور اسی کتاب اخبار ماتم صفحہ ۶۱ پر ہے۔

" قال رسول الله ﷺ یاعباس یاعم رسول الله تقبل وصیتی وتنجز عدتی وتقضی دینی فقال العباس یارسول الله عمک شیخ کبیر وذوعیال کثیر فاقبل علی علیؑ فقال یااخی تقبل وصیتی "

اور اس کا خلاصہ کتاب جلاء العیون صفحہ ۶۹، ۷۰ مطبوعہ لکھنؤ میں یوں مسطور ہے کہ شیخ مفید نے روایت کی ہے کہ حضرت نے لوگوں کو رخصت کیا اور سب چلے گئے عباس اور ان کے بیٹے فضل اور علی بن ابی طالب علیہ السلام اور اہل بیت مخصوص نزدیک حضرت رسالت کے رہ گئے عباس نے کہا یارسول اللہ ﷺ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں قرار پائے گا پس ہم کو بشارت دیجئے کہ شاد ہوں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم پر ستم کریں گے اور ہم سے خلافت غصب کرلیں گے پس آپ نے صحابہ سے ہماری سفارش کیجئے حضرت نے فرمایا کہ تم کو بعد میرے ضعیف کردیں گے اور تم پر غالب ہوں گے۔

حضرت نے چشم مبارک کھول کر فرمایا اے عم رسول خدا میری وصیت اور میری عورتوں کے حق میں قبول کرو اور میری میراث اور میرا دین ادا کرو۔ اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ اور مجھ کو بری کرو۔ عباس نے کہا یارسول اللہ میں پیر مرد عیالدار ہوں معاف فرمایئے پس آپ نے امیر سے خطاب فرمایا اور ارشاد فرمایا اے علی تم میری میراث لو کہ تم سے مخصوص ہے اور کی

دلیل نمبر ۴ کا ترجمہ: تفسیر عمدۃ البیان مطبوعہ یوسفی دہلی جلد ۲ ذیل آیۃ واذ اسر النبی کے یوں لکھا ہے کہ رسول خدا نے ماریہ قبطیہ کو اپنے پر حرام کیا اور حضرت حفصہ کو اس راز کے پوشیدہ رکھنے کی بہت تاکید کی اور فرمایا کہ ایک راز میرا اور ہے تیرے روبرو اس کو بیان کرتا ہوں کہ میرے پیچھے ابوبکر اور عمر باپ تیرا مالک اس امت کے ہوں گے اور بادشاہی کریں گے اور ان کے بعد حضرت عثمان حکومت کریں گے حفصہ یہ بات سن کر بہت خوش ہوئی اور دونوں راز حضرت کے عائشہ کو جا کر کہہ دیے خدا تعالی نے یہ آیت نازل کی ﴿ واذا اسر النبی الی بعض ازواجه حدیثا ﴾ الخ۔

کہ تم سے اس میں نزاع نہیں۔ میری وصیت کو قبول کرو اور میرے وعدوں کو عمل میں لاؤ اور میرے قرض کو ادا کرو۔

پس ان شیعہ سے خم غدیر کا خود بخود قصہ بناؤ لی کا ستیاناس ہو گیا ہے ورنہ اہل بیت بوقت انتقال آپ سے خلافت کا سوال کیوں کرتے۔ (حلاوہ شریعت عفی عنہ ولکاتب)

دلیل نمبر ۷: کتاب حیات القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ۔

بسند معتبر حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول شبے در مسجد ماند چوں نزدیک صبح شد حضرت امیر المومنین داخل مسجد شد پس حضرت رسول او را ندا کرد کہ یا علی گفت لبیک فرمود بیا بسوے من چوں نزدیک شد حضرت فرمود یا علی ایں شب تو دیدی اں جا بسر آوردم و ہزار حاجت خود را از خدا سوال کردم وہمہ را عطا کرد و مثل آنہا را نیز از براے تو سوال کردم و باز ہمہ را عطا کرد وسوال کردم از براے تو کہ ہمہ امت را مجتمع گرداند بر امامت تو کہ ہمہ اقرار کنند بخلافت تو و تر امتابعت کنند قبول نکرد ایں آیات را فرستاد الم احسب الناس "تا آخر آیات۔

☆☆☆

تنقیح: پس ان عبارات کتب شیعہ سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے کہ خلافت اول حق اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم ہی تھا ورنہ پیشتر انتقال نبوی علیہ السلام ان کا نام [illegible] بیان ہوا ان کی خلافت کی خوشخبری [illegible] اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام لوگوں کا نہ بناتے چنانچہ مجالس المومنین میں ہے۔ اور اگر آپ نے خلافت کے لئے بوقت انتقال کس لئے زور دیا کہ تم اس بوجھ کو بعد میرے برداشت کرو اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو کیوں بلا کر کہا اے علی میں نے آج رات ہزار بار اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی سب قبول ہوئیں لیکن تیری خلافت کے لئے بھی کئی بار عرض کیا گیا مگر نہ منظور ہوا کہ وہ اس محل میں ضعیف ہیں اب میرے مخاطب شیعہ صاحب سنا اور دیکھا کہ کیسی ان روایات کو تقیہ کی آڑ میں میں دبا کر انصاف کا خون نہ کریں فقط۔

(۱) امام غائب نبی و نائب نبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب زیرا کہ مذہب نام رای است کہ بعض اشیاء اور فہم شریعت پیدا شود بعقل خود چند و قاعدہ قرار دہند۔ کہ موافق آں قواعد استنباط مسائل شرعیہ ازماخذ آں نمایند ملاحظہ تحفہ اثنا عشریہ کید دوم۔

نوٹ: ناظرین شائقین کو واضح رہے کہ باقی مسائل واعتراضات شیعہ کی کتاب حقیقت مذہب شیعہ بر چہار حصہ میں ملاحظہ کریں۔

کیفیت مناظرہ مابین حنفی ووہابی موضع آوان علاقہ کپورتھلہ ۵ ربیع الاول ۱۳۴۲ھ از زیر صدارت چوہدری فضل محمد آنزیری مجسٹریٹ:

اعتراض وہابی نجدی ایڈیٹر اخبار محمدی۔

ملتانی صاحب: تقلید شخصی کا واجب ہونا ثابت کریں۔

جواب ملتانی: ہاں جی لیجئے اور غور سے سنئے۔

دلیل نمبر۱: ﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ. قال اللّٰہ تعالٰی وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُھٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْھُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ وَاَعَدَّ لَھُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اَبَدًا ذٰلِکَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ﴾ (پارہ ۱۱)

دلیل نمبر۲: ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ﴾ (پارہ ۵)

دلیل نمبر۳: ﴿وَلَوْ رَدُّوْہُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولِی الْاَمْرِ مِنْھُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَہٗ مِنْھُمْ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَتُہٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّیْطٰنَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ (سورۃ النساء پارہ ۵)

دلیل نمبر۴: ﴿اتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ فَاسْئَلُوْا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾

دلیل نمبر۵،۶: ﴿اتَّبِعْ مِلَّۃَ اِبْرٰھِیْمَ حَنِیْفًا وَاتَّبَعْتُ مِلَّۃَ اٰبَآءِیْ اِبْرٰھِیْمَ وَاِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ﴾ (سورہ یوسف)

دلیل نمبر۷: ﴿یٰاَبَتِ اِنِّیْ قَدْ جَآءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ یَاْتِکَ فَاتَّبِعْنِیْ اَھْدِکَ صِرَاطًا سَوِیًّا﴾ (سورہ مریم پارہ ۱۶)

دلیل نمبر۸: ﴿لقولہ تعالٰی وَلَقَدْ کَتَبْنَا فِی الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّکْرِ اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصّٰلِحُوْنَ﴾ (سورہ انبیاء)

دلیل نمبر۹: ﴿لقولہ تعالٰی یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِھِمْ﴾ (سورہ بنی اسرائیل)

دلیل نمبر۱۰: ﴿لقولہ تعالٰی اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ (سورہ آل عمران پارہ ۳)

دلیل نمبر۱۱: ﴿لقولہ تعالٰی مَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا﴾

تنقیح

ان آیات بینات سے ثابت ہوتا ہے کہ جو شخص مہاجرین وانصار اور ان کے متبعین کی تقلید بمعنی پیروی کرتا ہے وہ قطعی جنتی اور فوز اعظیما کے مصداق ہے اور آئمہ دین کی اطاعت عین اطاعت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اور اطاعت آپ کی عین اطاعت خداوند کریم لایزال کی ہے اور اولی الامر ویستنبطونہ سے مراد آئمہ مجتہدین رحمہم اللہ ہیں اور یہی اصح مذہب ہے۔

اور تقلید شخصی وہ چیز ہے کہ جس کے سوا دین و دنیا کا نظام قائم رہ ہی نہیں سکتا اور تقلید شخصی تو صاحب آیت "اتبع سبیل من اناب الیّ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون" اپنا وجوب ثابت کررہی ہیں اور بلند آواز سے کہہ رہی ہیں کہ جو شخص بھی کسی نیک بندے کی پیروی کرے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا۔ اس آیت میں کسی صاحب منصب کا نام نہیں لیا گیا۔ اور یہ وہ تقلید ہے جس سے ہمارے سردار سلطان الانبیاء محمد مجتبیٰ ﷺ خود زیر حکم خداوند کریم ہو کر "اتبع ملۃ ابراھیم حنیفاً" کا خطاب حاصل کیا اور تمام انبیاء علیہم السلام بھی اسی حکم کے زیر چلے اور جس قدر سلطنتیں اسلامی عالم دنیا میں ہوئی ہیں سب کی سب حلقہ تقلید میں اپنی میں اور بروز حشر بھی اعمال صالحات وسیئات کا موازنہ بھی تقلید شخصی پر ہوگا اور اب تک کسی شخص نے تقلید شخصی سے انکار نہیں کیا اور جس نے کیا وہ انید حسن جہنم ظہیر اصدر صاحب۔

مولوی صاحب آپ کا وقت ختم۔

اعتراض وھابی:

ان آیات کو ہم مانتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع کو ہم عین ایمان سمجھتے ہیں۔

ملتانی صاحب: اول تو تقلید کے معنی بتائیں اور غیر نبی کی تقلید کا ثبوت دیں میں ماننے کے لئے تیار ہوں۔

جواب از ملتانی:

"بسم اللہ الرحمن الرحیم قال رسول اللہ ﷺ اقتدوا بالذین من بعدی ابوبکر وعمر" (نقل از ترمذی ومشکوٰۃ)

"عن حذیفۃ الیمان اقتدوا بالذین ابی بکر وعمر" مشکوٰۃ فصل ثانی مناقب ابوبکر الصدیق وعمر رضی اللہ عنہما۔

"علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاءِ الراشدین المھدیین قال رسول اللہ ﷺ اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم" (نقل از مشکوٰۃ مناقب اصحابہ فصل ۳)

"قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول من اتاکم وامرکم جمیع علیٰ رجل واحد یرید ان یشق عصاکم او یفرق جمعتکم فاقتلوہ" (رواہ مسلم جلد ۲ ص ۲۸، ومشکوٰۃ باب امارت)

"ماذکر النبی ﷺ ومض علی اتفاق اھل العلم وما اجمع علیہ الحرمان مکۃ والمدینۃ وماکان بھا من مشاھد النبی ﷺ والمھاجرین والانصار"

ان دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ تقلید صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر مسلمان پر واجب ہے اور حضرت ابوبکر الصدیق وعمر فاروق وعثمان ذوالنورین وحضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہرگز نبی نہ تھے اور نہ ہی انہوں نے کبھی دعویٰ نبوت کا کیا ہے اور علاوہ اس کے ارشاد ہوتا ہے کہ جو شخص بھی کسی صحابی کی پیروی کرے گا وہ ضرور جنت میں جائے گا اور نیز حکم ہوتا ہے کہ تم کو اتباع علمائے مکہ اور مدینہ کی کرنی ہوگی اور اسی پر اجماع ہو چکا ہے اور جو شخص کسی امام کی تقلید سے روکے اور اس سے اسکو ہٹائے تو وہ شخص مستوجب سزا وقتل کے ہوگا۔

اور تقلید (تقلید کے معنی مجازاً پیروی کرنے کے ہیں ۱۲) چنانچہ ذیل کی عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے وھو ہذا۔

"التقلید اتباع الرجل غیرہ فیما سمعہ یقول اوفی فعلہ علیٰ زعم انہ محق بلا نظر فی الدلیل"

(باب متابعۃ اصحاب رسول اللہ حسامی مع نامی صفحہ ۸۲ حاشیہ نمبر ۲)

آواز صدر صاحب، ملتانی صاحب وقت ختم۔

مولوی اہل حدیث: فرمایئے کہ اب تو اتباع یعنی تقلید غیر انبیاء کی ثابت ہوئی یا نہ ہوئی اب تو مان لیجئے۔

جناب من! مانتا ہوں صدر صاحب! اچھا اگر تم مانتے ہو تو دستخط کر دیجئے۔ میں دستخط ہرگز نہ کروں گا میں تو دہلی کا رہنے والا ہوں اور ایڈیٹر اخبار محمدی کا ہوں اور امام صاحب کوئی صحابی تو نہیں تھے۔

ملتانی: ہاں! بیشک صحابی تو نہیں لیکن تابعی[۱] ہونے میں بھی شک نہیں اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو شخص ایمان سے مجھ کو دیکھے یا میرے دیکھنے والے کو دیکھے تو اس پر دوزخ کی آگ حرام ہے اور امام صاحب نے کئی صحابہ کو دیکھا اور عین العلم شرح زین الحلم میں لکھا ہے کہ جو شخص امام صاحب کی اتباع کرے گا وہ ضرور جنتی ہوگا۔

" وکان یقوم کل اللیل وسمع ھاتفاً فی الکعبۃ ان یاابا حنیفۃ خلصت خدمتی واحسنت معرفتی فقد غفرت لک ولمن اتبعک الی قیام السّاعۃ" (نقل از عین العلم شرح زین الحلم ملا علی قاری صفحہ ۱۸۰۱۷)

یعنی" وکان علی من ھبک الی قیام الساعۃ".

اعتراض وہابی: جو کہ ملتانی صاحب کہہ رہے ہیں سب غلط ہے یہ تقلید دوسری صدی سے چلی ہے۔ پہلے اس کا کہیں نام ونشان ہی تھا چنانچہ عقد الجید وغیرہ میں ہے۔

جواب از ملتانی: یہ وہ مذہب نہیں جس کو تو بگاڑ سکے کدھر ہے خیال تیرا اتنی تیری مجال نہیں مولوی صاحب عقد الجید میں تو تقلید شخصی کو مصلحت عظیمہ اور اس سے انکار کنندہ کو مفسد اور خارج از اہل سنت وجماعت سے گنا ہے۔

"ان فی الاخذ بھذا المذاھب الاربعۃ مصلحۃ وفی الاعراض عنھا کلھا مفسدۃٌ کبیرۃٌ" (ص ۳۱)

اور صفحہ ۳۳ میں ہے۔

"قال رسول اللہ ﷺ اتبعوا السواد الاعظم ولما اندرست المذاھب الحقہ الاھذا الاربعۃ کان اتباعھا اتباعاً

نوٹ: امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ بدعائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ ۸۰ھ شہر کوفہ میں جب کہ آپ کے والد نعمان بن ثابت کی عمر ۴۰ سال کی تھی پیدا ہوئے اور اس شجرہ سے منسلک ہوئے اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن مرزبان اور بعض نے یوں لکھا ہے نعمان بن ثابت بن زوطی اصل نام طاؤس بن ہمی بن زید بن راشد انصاری امام صاحب نے حضرت انس جن کی عمر ۹۳ سال اور سہیل بن سعد جن کی عمر ۹۱ سال اور ابو الطفیل بن عامر واثلہ جن کا انتقال یکصد ہجری میں ہوا۔ پس ان کی اور چند اصحابہ کی امام ممدوح نے آغاز جوانی میں ملاقات فرمائی اور بے تابعی ہوئے اور اس حدیث صحیح کے مصداق ہوئے۔

"لا تمس النار مسلماً رانی اورای من رانی" ترمذی ومشکوٰۃ مناقب اصحابہ فصل ۲۔

للسواد الاعظم والخروج عنها خروجاً عن السواد الاعظم "
اور واقعی انتظام تقلید شخصی کا پورے طور دوسری صدی میں ہوا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تقلید پہلے نہ تھی جیسا کہ خود شاہ صاحب نے اس مسئلہ پر بحث کی ہے اور یہ مسئلہ بھی الانصاف کے صفحہ ۵۹ پر ہے اور اسی کتاب میں لکھا ہے کہ امام بخاری جیسوں کو بھی سوائے تقلید شخصی کے چارہ نہ رہا۔ اور اس فضل الٰہی سے انکار محال ہے۔ اور تفسیر احمدی مطبوعہ بمبئی صفحہ ۲۹۱ میں لکھا ہے کہ صحابہ کبار بھی ایک دوسرے کی تقلید کے سوانہیں چلتے تھے وھو ہذا۔

"لان الاصحابة يقلدون عن معاوية مع ان الحق كان لعلى فى نوبته والتابعين كانو ا يقلدون من حجاج مع انه كان سلطاناً جائراً "

اور نیز اسی تفسیر صفحہ ۵۴۶ میں ہے۔

"قد وقع الاجماع على ان اتباع انما يجوز لاربعة فلايجوز الا اتباع لمن حدث مجتهد اللهم"

اور غنیۃ صفحہ ۳۹ ۷ مطبوعہ اسلامیہ لاہور میں خود حضرت محبوب سبحانی سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بایں الفاظ امام احمد حنبل کا مقلد ہونا تحریر فرماتے ہیں۔

"قال الامام ابو عبد الله احمد بن حنبل الشيبانى واماتنا على مذهبه اصلاً وفرعاً وحشرنا فى زمرته "

اور علاوہ اس کے پیشوا غیر مقلدین وحید الزمان صاحب کے کتاب نزل الابرار جلد ا صفحہ ۷ میں یوں لکھا ہے۔

"لابد للعامى من تقليد مجتهداً اومفتى "اور کتاب صراط مستقیم صفحہ ۷۸ فارسی مطبوعہ میرٹھ و مترجم صفحہ ۷۶ میں مولوی اسمٰعیل قتیل تمہارے مقتداء بایں الفاظ تحریر کرتے ہیں در اتباع مذاہب اربعہ کہ رائج وہ تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است آواز صدر صاحب۔

مولوی ملتانی صاحب: آپ اس مسئلہ کو چھوڑیں۔ نمبر دوم فرقہ ناجیہ پر بحث کریں۔

جواب ملتانی: اچھا حضرت: "بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلى على رسوله الكريم "حاضرین جلسہ یاد رکھیں کہ ہم ہی لوگ اہل سنت و جماعت فرقہ وناجیہ "وما انا عليه واصحابى "کے مصداق ہیں اور یہ فرقہ وہابیہ غیر مقلدین ہرگز فرقہ ناجیہ نہیں بن سکتے کیونکہ ان کے عقائد و مسائل خدا اور رسول ﷺ اور تمام اصحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے خلاف پر ہیں چنانچہ ان کی کتابوں میں لکھا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نماز میں خیال لانا بیل گدھے کے خیال سے نہایت بدتر ہے دیکھو کتاب صراط مستقیم "ظلمات بعضها فوق بعض "صفحہ ۹۵ مطبوعہ میرٹھ۔

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوجہ خود بہتر است وصرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالتمآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر از استغراق در صورت گاؤ وخر است" لاحول ولاقوة الا بالله العلى العظيم "

کیا مخاطب ایمان سے کہیے اس میں توہین نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نہیں پائی جاتی کیا یہ الفاظ حضور کے شان اقدس میں کہنے جائز ہیں۔ کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال نماز میں لانا تو رنڈی زانیہ وگدھے وبیل سے بدتر ہو تو پھر صاحب تقویۃ الایمان میں صفحہ ۶۰ میں لکھتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت بڑے بھائی جیسی کرنی چاہیے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں اور ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا ہو اللہ کے شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہیں اور محمد بن عبدالوہاب نجدی کہتا ہے کہ میری لاٹھی نبی سے اچھی ہے اور اگر مجھے طاقت ہوتو میں اُن کے روضہ کو ملیامیٹ کر دیتا اور جن کا نام محمد و علی ہیں ان کو کچھ اختیار نہیں اور مولوی ثناء اللہ اپنی ترک اسلام صفحہ ۳۲ مطبوعہ امرتسر صفحہ ۱۹۳ میں یوں لکھا ہے اگر کوئی بچی توبہ کرے تو وہ نہ بخشے تو یہ سمجھو کہ ہمارے ہاں بنیے بقالوں سے کہیں بڑھ کر کنجوس اور سخت دل ہوگا من عینہ اور وحید الزمان صاحب غیر مقلد حاشیہ قرآن آیۃ الکرسی پر لکھتے ہیں کہ خدا عرش پر بیٹھا ہے کرسی پر پاؤں رکھے ہوئے ہیں کرسی چر چر کرتی ہے اور وحید الزمان یہ بھی لکھتا ہے کہ صحابہ فاجر فاسق تھے کتاب نزل الابرار ۳ صفحہ ۹۴ میں ملاحظہ کریں۔

پس کیا ناظرین انصاف فرمائیں گے کہ ایسے لوگ بھی ناجی کہلانے کے حقدار ہو سکتے ہیں ہرگز نہیں آواز صدر وقت ختم۔

اعتراض وہابی: ہم ایسے لوگوں کو نہیں مانتے اور خود احناف کی کتابوں میں ایسے واہی تباہی سے مسائل ہیں جو بیان کرنے سے شرم آتی ہے یہ میرے سامنے ہدایہ وشامی وقاضی خاں پڑا ہے ان میں لکھا ہے کہ جو شخص کہ محرمات ابدی کے ساتھ نکاح کر کے وطی کرے تو اس پر کوئی حد یعنی سزا نہیں اور مشت زنی کرنے میں کوئی عیب نہیں وغیرہ وغیرہ۔

جواب از ملتانی: واہ جی واہ سچ ہے۔

ہرگز نہ ہوئے مولوی علی جناب کرم — گو چاٹ بیٹھے ساری سیاہی کتاب کی

مولوی معترض صاحب: جی یہ کہاں لکھا ہے کہ ماں وبہن کے ساتھ نکاح جائز ہے یہاں تو لکھا ہے کہ اگر کسی نالائق نے ایسا کام کیا تو اس کو حد سو دروں یا اسی درہ نہ مارا جائے بلکہ اس کو قتل کیا جائے چنانچہ اسی عبارت کے ذیل میں باریک لفظوں میں دیکھ لیجئے اور جو قاضی خاں وشامی نے مشت زنی کی نسبت لکھا ہے وہ محض تمہارے مذہب کا مسئلہ ہے چنانچہ مطبوعہ شاہ جہانی میں محدث صدیق خاں صاحب دہلی مشت زنی کو واجب لکھتے ہیں بالجملہ استنزال منی بکف یا بچیزے از جمادات مندوب است بلکہ گاہے گاہے واجب گردد۔ اور صاحب نزل الابرار جلد ۲ صفحہ ۴۷ نیز اس کو جائز لکھا ہے اور اسی جلد صفحہ ۶۶ میں اپنی عورت کے ہاتھ سے مشت زنی کروانا جائز باکراہت لکھا ہے اور جلد اول میں لکھا ہے کہ منی پاک ہے۔

"والمنی طاھر سواء رطبا اویابسا مغلظ اوغیر مغلظ وغسلہ ازکی واولی"

اور اسی کتاب جلد ۳ صفحہ ۹۴ میں لکھا ہے کہ اصحاب رسول اللہ ﷺ فاسق وفاجر تھے "ان من اصحابة من ھو فاسق کالولید ومثلہ یقال فی حق معاویة وعمرو ومغیرہ وسمر" اور اسی کتاب جلد ۵ صفحہ ۷۳ میں لکھا ہے کہ

امیر معاویہ کا قول وفعل حجت نہیں اور ایسا ہی ان کے وزیروں ومشیروں کی عدالت غیر معتبر ہے۔

"واما المعاویة فلیس قوله وفعله حجة حیث صدرت عنه اقوال وافعال تنحل بعداله وعدالت عمرو بن العاص ووزیره ومشیره"

میرے مخاطب صاحب سنا اور اپنے گھر کا پتہ چلا اور اپنے ڈھول کا پول کھلا اور دستی مشین کے چلانے کا علم ہوا ہاں اگر اس سے زیادہ اپنے گھر کی حقیقت کا پتہ لینا ہو تو خادم شریعت کے دفتر سے کتاب سیف الابرار علی انف الاشرار منگا کر مطالعہ کریں اور چینی میں پانی ڈال کر خود نہائیں یعنی ڈوب مریں فقط۔

آواز صدر　　وقت مناظرہ ختم　　فیصلہ منصف

ہم نے آج مورخہ ۱۸ اسوج ۱۹۸۰ بکرمی بوقت بارہ بجے دوپہر بر موقعہ مناظرہ فرقہ مقلدین وغیر مقلدین موضع آواں تحصیل بولتھ ریاست کپورتھلہ بآدائیگی فرائض خود برائے حفظ امن پہنچ کر فرقہ مقلدین میں سے سید محی الدین ولد سید نواب شاہ سکنہ آواں اور غیر مقلدین میں سے عطا محمد ولد مقبول شاہ سکنہ آواں ذمہ داران مدعوعان مناظرین سے مچلکہ برائے حفظ امن مبلغ ایک ایک ہزار روپیہ لے کر اجازت مناظرہ دی فریقین نے برضامندی خود مجھے ثالث وصدر منتخب کیا اور مندرجہ سوالات تحت مباحثہ فریقین مقرر ہو کر مجلس مناظرہ بعد از نماز مغرب بوقت ۸ بجے شام منعقد ہوئی۔

الف: بذمہ فرقہ غیر مقلدین کے اپنے آپ کو فرقہ اہل سنت وجماعت میں انہی کی کتابوں سے داخل ہونا ثابت کریں گے اور فرقہ مقلدین اہل سنت وجماعت فرقہ غیر مقلدین ہی کی کتابوں سے تردید کریں گے۔

ب: بعدہ فیصلہ مسئلہ اعتقادیہ منت غیر اللہ حلال ہے یا حرام پر مباحثہ ہوگا۔

ج: بعد ازاں مسجدوں میں غیر اللہ کا ورد جائز ہے یا نہیں زیر مباحثہ آئے گا۔

فرقہ مقلدین اہل سنت وجماعت کی طرف سے مناظر مولوی محمد نظام الدین صاحب ملتانی وزیر آبادی اور فرقہ غیر مقلدین کی طرف سے مناظر مولوی محمد صاحب دہلوی مندرجہ بالا سوالات پر برائے مناظرہ کھڑے ہوئے اور مناظرہ شروع ہوا اول مولوی محمد نظام الدین صاحب مناظر اہل سنت وجماعت نے اعلان مناظرہ کیا اور مناظر محمد صاحب غیر مقلدین سے سوال (الف) کا ثبوت طلب کیا لیکن مناظر صاحب غیر مقلدین اصل مسئلہ سے تجاوز کر کے مسئلہ تقلید پر بولتے رہے باوجود اصرار کے کہ آپ اصل سوال (الف) کا ثبوت دیں وہ مسئلہ تقلید پر ہی اڑے رہے جس پر مناظر صاحب اہلسنت وجماعت نے مسئلہ تقلید پر تقریر کی اور تقلید آئمہ مجتہدین کا وجوب قرآن اور حدیث سے ثابت کر دیا جس کو مناظر صاحب غیر مقلدین اور پبلک نے تسلیم کر لیا۔ بعد ازاں اصل مسئلہ سوال الف پر مناظرہ کا حکم دیا گیا لیکن مناظر صاحب غیر مقلدین اپنے آپ کو اپنی کتابوں سے اہل سنت وجماعت ہونا ثابت کرنے سے قاصر رہے اور مناظر صاحب اہل سنت وجماعت نے

غیر مقلدین ہی کی کتابوں سے ان کو دائرہ اہل سنت وجماعت سے خارج ہونا بدلائل قویہ ثابت کر دیا جس پر مناظر صاحب اہل سنت وجماعت نے خوش اسلوبی سے بدلائل قاطعہ جواب دیا مناظر صاحب غیر مقلدین بجائے اس کے کہ وہ اپنے آپ کو اہلسنت وجماعت ہونا ثابت کرتے فضول نکتہ چینیوں پر اتر آئے جو کہ ہمارے خیال میں مخرب اخلاق ونقص امن کا باب اول تھی۔ اس لئے مناظرہ بوقت ایک بجے شب بند کرا دیا گیا ہم مورخہ ۱۹ اسوج ۸۰ بوقت ۸ بجے صبح بحیثیت ثالث وصدر فیصلہ بخلاف فرقہ غیر مقلدین کے وہ اپنے آپ کو مطابق سوال الف کے اپنی کتابوں سے اہل سنت وجماعت ہونا ثابت نہیں کر سکے بحق اہل سنت وجماعت کو فرقہ غیر مقلدین کو مطابق سوال الف دائرہ اہل سنت وجماعت سے خارج ان کی کتابوں سے بدلائل قویہ ثابت کرنے کا حکم صادر فرماتے ہیں۔

بعد ازاں مولوی محمد نظام الدین صاحب مناظر اہل سنت وجماعت نے غیر مقلدین سے مجالست وموانست اور مساجد اہل سنت وجماعت میں ان کے نماز پڑھنے پڑھانے وغیرہ کی ممانعت کی تاکید فرمائی۔ ہم نے علماء صاحبان فریقین کو ۹ بجے صبح رخصت کر کے عام مجمع کو انتشار کا حکم دیا مناظرہ بخیر وخوبی اختتام پذیر ہوا۔ مورخہ ۱۹ اسوج ۸۰۔

دستخط چوہدری فضل محمد خاں (حاشیہ) مجسٹریٹ وصدر مجلس مناظرین وغیر مقلدین موضع آواں تحصیل ہولبنہ ریاست پٹیالہ۔

سوال: از جانب مولانا مولوی مسعود صاحب از الہڑ ضلع سیالکوٹ۔ آج کل فرقہ وہابیہ نے یہ فساد برپا کر رکھا کہ حنفی کہلانا حرام ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں اہل حدیث کہلانا چاہیے لہٰذا مہربانی فرما کر اس کا جواب دیں فقط۔

جواب: حنفی کہلانا چاہیے کیونکہ جو حنفی ہوگا اس میں وصف حقیقی اہل حدیث کی بھی آجاتی ہے اور خداوند کریم نے تمام انسانوں کو ملت حنیف پر ہی پیدا فرمایا ہے اور تمام انبیاء علیہم السلام واصحابہ کرام واولیاء عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی ملت ودین ومذہب پر تھے اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ نے بھی اسی ملت پر پورا پورا قبضہ کیا تو ان کی وصف کنیت خود بخود ابوحنیفہ ہوگئی اور اس سے کسی فرد نے انکار نہیں کیا مگر جس پر شیطان اللعین نے اپنا تسلط وقبضہ کر لیا اور یہ وہ دین ومذہب وملت حنیف

---

(۱) توبہ نامہ: میں محمد ابراہیم ولد کریم بخش ساکن تھونڈی سپاہی مل اجنالہ کا ہوں جو مناظرہ کیم اپریل ۱۹۳۳ کو مابین فرقہ وہابیہ حنفیہ یا رسول اللہ کے جواز وعدم جواز پر واقع ہوا میں نے اس مناظرہ کو سنا اور حق مجھ کو حنفیہ کی زبان سے ثابت ہوا اب دیدہ ودانستہ باطل مذہب یعنی فرقہ وہابیہ میں رہنے کو گناہ سمجھتے ہوئے مولانا مولوی محمد نظام الدین صاحب ملتانی مولوی محمد حسین کے ہاتھ پر توبہ کرتا ہوں اور اب وہابی مذہب سے بیزار ہوں مجھے حنفی بھائی مذہبی رو سے حنفی شمار کریں اور میرے نزدیک وہابی مذہب ہزار مرتبہ نعوذ باللہ باطل ہے میں خدا کا شکر کرتا ہوں کہ مولوی صاحبان نے مجھے گمراہ فرقہ کے جال سے نکال دیا ہے تمام حنفی بھائی میرے لئے استقامت الی مذہب حنفیہ کی دعا فرمادیں فقط والسلام گواہ شد رنگعلی بقلم خود۔ گواہ محمد حسین مدرس اول مدرسہ عربیہ نور پور ضلع گواہ شد امانت علی بقلم خود۔

ہے جس کو خداوند کریم و نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑی عزت وشان سے بیان فرما کر اس کے متبعین کو ﴿ لاخوف علیہم ولا ھم یحزنون ﴾ کا سرٹیفکیٹ عطا کیا اور مذہب اہل حدیث کا شرعاً کوئی اصل نہیں رکھتا اور نہ ہی کسی اہل تاریخ نے اسلامی فرقوں میں کسی وصف نیک کے ساتھ فرقہ اہل حدیث گزرا اور حنفی ہونا تو ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے وھو ھذا۔

دلیل نمبر ۱: ﴿ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ : حنیفاً حالٌ من الملة حقیقة ﴾ (پ ۴ ع ۱)

ترجمہ: کہ اے رسول اے صاحب قرآن سچ کہا اللہ نے پس تابعداری کرو تم مذہب حنیف ابراہیم کی اور نہ تھا وہ مشرکین سے حنیفاً حال ہے ملت سے از روئے حقیقت کے اے حال ہونے ملت کے حنیف۔

دلیل نمبر ۲: ﴿ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا : حنیفاً حالٌ من الملة حقیقة ﴾ (پ ۵ ع ۵ سورۃ النساء)

ترجمہ: کون نیک تر ہے باعتبار دین کے جس نے منہ دھر اللہ کے حکم پر اور تابعداری کی مذہب حنیف ابراہیم کی اور پکڑا ہے اللہ نے ابراہیم کو خلیل حنیف حال ہے ملت سے ز روئے حقیقت کے یعنی حال ہونے ملت کے حنیف۔

دلیل نمبر ۳: ﴿ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ حنیفاً حالٌ من الملة حقیقة ﴾ (پ ۱۴ ع ۲۳ سورت نحل)

پھر وحی بھیجا ہم نے طرف تیری یہ کہ تابعداری کر تو مذہب حنیف کی حنیف حال ہے ملت سے از روئے حقیقت کے یعنی حال ہونے ملت کے حنیف۔

دلیل نمبر ۴: ﴿ اِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اَىْ كُوْنِىْ عَلٰى دِيْنِ الْحَنِيْفِ ﴾ (پ ۷ ع ۱۵)

دلیل نمبر ۵: ﴿ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ ﴾ (پ ۳۰)

حنیف مذہب ہو کر خالص اللہ کی عبادت کرو۔

دلیل نمبر ۶: ﴿ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ﴾ (پ ۱۷ ع ۱۰ سورۃ حج)

یعنی اے مسلمانوں حنفی مذہب ہو کر اللہ کی عبادت کرو اور مت شرک کرو ساتھ اس کے۔

دلیل نمبر ۷: ﴿ وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ حنیفاً حالٌ من الملة حقیقة ﴾

دلیل نمبر ۸: ﴿ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾

اور علاوہ ان دلائل کے حدیث قدسی میں سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ فطرت ہی تمام انسانوں کی ملت حنیف پر تھی

احناف جمع حنفی کی ہے اور حنفاء جمع حنیف کی ہے اور حنیف کو حنفی اور حنفی پڑھنا جائز ہے جیسا کہ مدینی کو مدنی کہا جاتا ہے۔

لیکن ابلیس نے بعض آدمیوں کو اس سے پھیر دیا اور جہنمی بنا دیا ہو بذا۔ (حدیث قدسی)
"وانی خلقت عبادی حنفاء کلهم وانهم اتتهم الشیطان فاجتالهم عن دینهم وحرمت علیهم ما احللت لهم"
الحدیث مسلم و مشکوۃ باب تغیر الناس سے آگے جو باب ہے اس کی فصل اوّل میں یہ حدیث درج ہے۔
"قال رسول الله ﷺ خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم"
اور اہل حدیث کی نسبت حضرت امام اعمش استاد امام بخاری کے فرماتے ہیں "مافی الدنیا قوم شر من اصحاب الحدیث" ص ۱۲۹ دنیا میں کوئی قوم زیادہ شرارتی اصحاب اہل حدیثوں سے نہیں ہے اور آگے اسی کتاب کے صفحہ میں ہے "لو کنت لی اکلب کنت ارسلها علی اصحاب الحدیث" صفحہ ۱۲۹ کتاب شرف اصحاب الحدیث مصنف ابی بکر احمد بن علی خطیب حافظ البغدادی متوفی ۴۶۳ھ پس ان دلائل سے معلوم ہوا کہ اپنے آپ کو حنفی کی طرف منسوب کرنا چاہیے اور حنفی کہلانا چاہیے اور اہل حدیث وغیرہ فرقوں میں نامزد نہ کرنا چاہیے اور خاص کر فرقہ اہل حدیث تو اس عتاب الٰہی کے مورد ہو چکا ہے چونکہ یہ لوگ جو آیات کفار کی نسبت نازل ہو چکی ہیں یہ لوگ ان کو بزرگان دین پر چسپاں کرتے ہیں جیسا کہ ان کی کتابیں ان پر ہی شاہد ہیں اس لئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔
"وکان ابن عمر یراهم شرار خلق الله وقال انهم انطلقوا الی آیات نزلت فی الکفار فجعلوها علی المؤمنین"
(حررہ خادم شریعت)

سوال وهابی : کیا غیر اللہ سے مدد مانگنی جائز ہے؟

جواب حنفی : ہاں جائز ہے چنانچہ ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے۔

﴿ قال الله تعالیٰ اِسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (پ ۲) وَتَعَاوَنُوْا عَلَی الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی (پ ۳) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْۤا اَنْصَارَ اللّٰهِ (سورت صف ۴) یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْكُمْ (سورت محمد ۵) وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ (سورۃ انفال) فَلَمَّاۤ اَحَسَّ عِیْسٰی مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِیْۤ اِلَی اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِیُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ﴾ (سورۃ آل عمران)

پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مدد طلب کرنا غیر اللہ سے جائز ہے بشرطیکہ ان کو معاون حقیقی تصور نہ کرے۔ فقط واللہ اعلم عند اللہ
(حررہ خادم شریعت)

سوال مرزائی : کیا مرزا صاحب نبی ظلی و بروزی تھے؟

جواب حنفی : نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جو شخص دعویٰ نبوت کا نئے سرے سے کرے وہ کافر و مفتری وجہنمی ہے کیونکہ یہ سلسلہ نبوت ختم ہے ہاں البتہ عالم فاضل مجدد غوث قطب ہادی مہدی متبع نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہو کر تا انتظام عالم تک آتے رہیں گے جن کے ذریعہ سے تبلیغ اسلام ہر سو ہر فرد کے کانوں تک پہنچتی رہے گی اور قلب مومنین انوار تجلیات الٰہیہ سے اپنے اپنے مقامات کو مشاہدہ فرماتے رہیں گے لیکن یاد رکھنا کہ خاتم الانبیاء صاحب جامع کمالات والبرکات محمد ﷺ کے

بعد نئے نبی کا آنا محال ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے۔

﴿قال اللہ تعالی مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللہِ وَخَاتَمَ (۱) النَّبِیّٖنَ وَکَانَ اللہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا ☆ لقولہ تعالی وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا کَافَّةً لِّلنَّاسِ ولقولہ تعالی یٰاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا لقولہ تعالی تَبٰرَکَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِہٖ لِیَکُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا لقولہ تعالی اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ☆ سورۃ مائدہ لقولہ تعالی وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ لقولہ تعالی وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِیُطَاعَ بِاِذْنِ اللہِ لقولہ تعالی وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِہٖ سورت نساء فَبَعَثَ اللہُ النَّبِیّٖنَ مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ وَاَنْزَلَ مَعَہُمُ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ لِیَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ پارہ ۲ لقولہ تعالی لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَہُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ سورہ حدید فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللہِ اِنَّا اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ کَمَا اَوْحَیْنَا اِلٰی نُوْحٍ وَّالنَّبِیّٖنَ مِنْ بَعْدِہٖ سورۃ نساء وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِیْ﴾

پس ان دلائل قاطعہ سے ثابت ہوا کہ بعد نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے کسی نئے نبی کے آنے کی ضرورت نہیں کیونکہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام کامل اور اکمل نبی آ چکے ہیں تو پھر کامل اور اکمل کے بعد ناقص کا آنا کون سی عقل ہے اور خود مرزا لکھتا ہے من بستم و نیا ور دہ ام کتاب اور ازالہ اوہام تختی کلاں و تختی خورد صفحہ ۷۶۱ خود مرزا لکھتا ہے کہ قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا کیونکہ رسول کو علم دین بواسطہ جبرائیل ملتا ہے اور باب نزول مرسل پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو بعینہٖ عبارت ازالہ اوہام تختی کلاں صفحہ ۱۲۱۳ تختی بخورد صفحہ ۷۶۱ اور اسی طرح کتاب انجام آتھم صفحہ ۲۷ میں ہے " ومن قال بعد رسولنا وسیدنا انی نبی او رسول فھو کافر کذاب " اور شہادت القرآن صفحہ ۲۸ میں یوں لکھتے ہیں کہ ہمارے رسول ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے۔ اور ایسے ہی تریاق القلوب صفحہ ۳۲۵ میں ہے کہ میرا منکر کافر نہیں چونکہ میں ایک ملہم ہوں انبیاء کا منکر کافر ہوتا ہے اور مرزا لکھتا ہے۔

ہست او خیر الرسل خیر الانام ہر نبوت را بروشد اختتام

ے

پس ان عبارات مرزا سے خود واضح ہوا کہ جو شخص بعد خاتم الانبیاء کے دعوت نبوت کرے وہ خود کافر و دجال و مفتری ہے لہٰذا مرزا ان الفاظ کے مصداق ہوا۔ اور چند کذب مرزا کذب کے بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں تاکہ ناظرین خود موازنہ کرلیں کہ مرزا کس نمبر کا کذاب تھا۔ وہو ہذا کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱ میں بایں طور مسطور ہے کہ خدا کا قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ وہ مر گیا ہے اور اس کی قبر سری نگر کشمیر میں ہے اور اسی طرح کتاب کشتی نوح صفحہ ۵ سطر اول پر مرقوم ہے کہ قرآن مجید میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی اور بعینہٖ تریاق القلوب

(۱) خاتم معنے خود یک مرزا صاحب میرے بعد میرے والدین کے گھر کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں ہوا میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا نقل از تریاق القلوب صفحہ ۳۷۹

برحاشیہ صفحہ ۸۱ پر موجود ہے کہ احادیث نبویہ پر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ وہ مسیح موعود حارث کہلائے گا یعنی زمیندار اور زمینداری کے خاندان سے ہوگا کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۰۱ پر ہے کہ احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا سو وہ میں ہوں۔

من عینہ نقل از کتاب اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۰، ۲۱ پر چھپاں ہے کہ ضروری تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں پیش گوئی انہیں مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی۔

من عینہ کتاب شہادۃ القرآن صفحہ ۴۱ پر تحریر ہے کہ وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی "هذا خليفة الله المهدى" آپ سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو اسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے جس کا نام بخاری ہے۔

ناظرین انصاف کریں کہ کس حدیث صحیح میں ہے قبر کشمیر میں ہے پس ان تمام عبارتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا اپنے دعویٰ میں خود جھوٹا تھا کیونکہ نہ تو کسی حدیث صحیح میں قبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کشمیر میں ہونے کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے زمانے میں طاعون پڑنے کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کے زمیندار ہونے کا بیان ہے اور نہ ہی کہیں یہ لکھا ہے کہ اس کو مسلمان لوگ اس کے قتل کے فتوے دیں گے اور اس کی توہین کریں گے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دائرہ اسلام سے خارج گنیں گے اور نہ ہی بخاری شریف میں "هذا خليفة الله المهدى" لکھا ہے۔

ناظرین یہ مرزا آنجہانی کے افتراء و کذبات ہیں اگر کوئی مرزائی یہ کلمات پیش کردہ دکھا دے تو یکصد روپیہ انعام حاصل کرے اور علاوہ اس کے خود مرزا آنجہانی اپنی کتاب آئینہ کمالات صفحہ ۲۸۸ میں لکھتا ہے کہ ہمارے صدق و کذب جانچنے کے لئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہوسکتا اور چشمہ معرفت صفحہ ۲۲۲ میں لکھتا ہے کہ جب کوئی ایک بات میں جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں اعتبار نہیں رہتا۔ پس میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ مرزا کی یہ سب باتیں جھوٹی ہیں لہٰذا کذاب و دجال ٹھہرا اگر کسی مرزائی کو شک ہو تو مرد میدان بن کر ان سب باتوں میں سے اس کی ایک بات ہی صحیح کر دے اور علاوہ اس کے کتاب قہر یزدانی برقلعہ قادیانی میں نیز حیات و ممات حضرت علیہ السلام پر بدلائل قاطعہ پوری پوری بحث کی گئی ہے۔

مسئلہ: جس شخص کی لڑکی بالغ ہو جائے اور وہ نکاح نہ کرے اور وہ لڑکی ناجائز کسی سے تعلق رکھے تو اس کا وبال کس پر ہوگا؟

جواب: اس کے والد پر اس کا وبال اور گناہ ہوگا مسلمانوں کو چاہیے کہ جب لڑکی بالغ ہوجائے اور بارہ سال اس کی عمر ہوجائے تو نکاح کر دیں چنانچہ حدیث شریف میں ہے۔

"عن ابی سعید وابن عباس قالا قال رسول الله ﷺ من ولد له ولد فلیحسن اسمه وادبه فاذا بلغ فلیزوجه فان بلغ ولم یزوجه فاصاب اثما فانما اثمه علی ابیه وعن عمر ابن الخطاب قال رسول الله ﷺ فی التوراة مکتوب من بلغت ابنته اثنی عشرة سنة ولم یزوجها فاصابت اثما فاثم ذلک علیه رواهما البیهقی فی شعب الایمان"

یعنی حضرت ابو سعید وابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ جب کسی گھر میں لڑکا پیدا ہو تو چاہیے کہ اس کا نام اچھا رکھے اور اس کو طریقے ادب وتہذیب کے سکھائے۔ اور جب جوان ہوجائے تو شادی کر دے اور اگر باوجود قدرت کے شادی نہ کی اور اس نے گناہ کیا تو اس کا وبال وگناہ اس کے والد پر ہوگا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے کہ فرمایا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ کتاب تورات میں لکھا ہے کہ جب لڑکی کی عمر بارہ برس کی ہو تو اس کی شادی کر دی جائے۔ ورنہ جو گناہ وہ کرے گی اس کے گناہ کا ذمہ دار اس کا والد ہوگا پس ان دلائل سے صاف صاف ثابت ہوا کہ نوجوان لڑکی کی بلا عذر شرعی گھر میں بٹھانا حرام ہے جیسا کہ آج کل جہلاء میں رسم ورواج ہے کہ اپنی لڑکیوں بالغہ کو اپنے گھروں میں بٹھا رکھتے ہیں نعوذ باللہ وہ بدفعلی میں آمادہ رہتی ہیں۔

"فقط وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ فَمَنْ کَفَرَ فَاِنَّ رَبِّیْ غَنِیٌّ کَرِیْمٌ" (حررہ خادم شریعت)

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ آج کل بعض عورتیں جو نافرمان ہو کر خاوند کے گھر سے نکل جاتی ہیں اور بدفعلی یعنی زناہ وغیرہ کرتی پھرتی ہیں تو ان کے گناہ کے ذمہ دار ان کے خاوند ہوتے ہیں یا کہ وہ خود اور ایسی عورتوں کو زانیہ ہونے کی وجہ سے طلاق دینا واجب ہے یا نہیں بینوا توجروا۔ (السائل حاکم خان محمد عطا جامع مسجد چک ۲۰۸)

الجواب: صورت مذکورہ میں وہ عورت اگر بے فرمان ہو کر کہیں چلی جائے اور ناجائز کام کرتی پھرے تو ان گناہوں کا بوجھ اسی عورت کے ذمہ ہوگا۔ ہاں اگر اس کے گھر میں رہ کر ایسا کام کرے اور اس کو علم بھی اس امر کا ہو اور وہ خاموش وچپ رہے تو دیوث ہے اور اسی کے ساتھ کا ہے اور بدکاری کی وجہ سے عورت کو طلاق دینا شرعاً واجب نہیں ہاں اگر دونوں حدود اللہ سے ڈریں تو پھر کوئی خوف نہیں چنانچہ درمختار شرح غایۃ الاوطار جلد ۲ کتاب النکاح صفحہ ۱۲۱ میں بایں طور مسطور ہے۔

"لا یجب علی الزوج تطلیق الفاجرة ولا یجب علیها تسریح الفاجر الا اذا خافا ان لا یقیما حدود الله فلا باس ان یتفرقا"

یعنی واجب نہیں مرد پر طلاق دینا بدکار عورت کا بدکاری زناہ سے ہو یا ترک فرائض وغیرہ سے ہو اور نہیں واجب عورت پر اپنا خلاص کرانا مرد بدکار سے مگر اس وقت جب دونوں ڈریں کہ اقامت احکام الٰہی کی نہ کر سکیں گے تو کچھ مضائقہ نہیں دونوں کی

جدائی میں اور اس پر دلیل یہ ہے کہ ایک مرد حضرت ﷺ کے پاس آیا اور کہا یا رسول اللہ میری عورت کسی ہاتھ لگانے والے کا ہاتھ نہیں ٹالتی یعنی زنا سے حضرت نے فرمایا طلاق دے اس کو اس نے کہا کہ وہ خوبصورت ہے میں اس کو چاہتا ہوں۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ تو اپنا مطلب نکال اس سے یعنی نہ طلاق دے اس کو صحبت میں رکھ کذافی حاشیہ المدنی۔ اور اس مضمون کی حدیث ابوداؤد و نسائی میں بھی موجود ہے۔ من عینہ اور کتب فقہ میں مسطور ہے کہ جب عورت بے فرمان ہو کر خاوند سے چلی جائے تو اس کا نان و نفقہ مرد کے ذمہ نہیں رہتا اور حدیث شریف میں ہے کہ اس پر تمام فرشتے لعنت کرتے ہیں تاوقتیکہ وہ خاوند کے گھر واپس نہ آئے۔ اور اس کو راضی نہ کرلے۔ فقط والعلم عند اللہ۔

(خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی عفی عنہ ولکم)

سوال : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسائل ذیل میں (۱) نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنے حج کیے۔ (۲) جمعہ پہلے کہاں قائم فرمایا (۳) کفار سے جنگ کتنے کیے۔ بینوا توجروا......

(المرسل خاکسار خان محمد قادری سروری چک نمبر ۲۰۸ علاقہ سندری)

الجواب : بیشک نزدیک محققین احباب سیر ۳ حج آپ کی ذات والاصفات احمد کبریا محمد مجتبیٰ ﷺ نے ادا کیے چنانچہ کتاب نثر الجواہر میں بایں طور مسطور ہے کہ آنحضرت ﷺ بعد فرض شدن حج یک حج کردہ وایں را حجۃ الوداع گویند وقبل ازاں دوبار حج کردہ اند اور کہا بعض مورخین نے کہ چھ ہجری میں حج کی فرضیت ثابت ہوتی ہے اور اس کیلئے شرط "من استطاع الیہ سبیلا" مقرر ہے۔

جواب نمبر ۲ : جمعہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خاص شہر مدینہ طیبہ بنی سالم بن عوف کے ہاں پہنچ کر قائم فرمایا چنانچہ کتب تاریخ میں ہے اور خاص کر فرقہ غیر مقلدین کا پیشوا علامہ ابن قیم نے زاد المعاد جلد اول صفحہ ۱۰۱ میں بایں طور لکھا ہے

" فادر کتہ الجمعۃ فی بنی سالم ابن عو ف فصلھا فی المسجد الذی فی بطن الوادی و کانت اول جمعۃ صلھا بالمدینۃ وذلک قبل تاسیس مسجد"

اور علامہ شوکانی نیل الاوطار میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکا تھا لیکن بوجہ غلبہ کفار کے پڑھا نہ گیا۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ آپ برابر چودہ روز قبا میں رہے لیکن بوجہ غلبہ کفار کے پڑھا نہ گیا۔ اور امام بخاری علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ آپ برابر چودہ روز قبا میں رہے لیکن آپ نے وہاں جمعہ نہ پڑھا۔ چنانچہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے۔

"حدثنا انس بن مالک قال لما قدم رسول اللہ ﷺ المدینۃ نزل فی علو المدینۃ فی حی یقال لھم عمر ابن

غزوات وہ ہوتا ہے جس میں خود تشریف لے جاتے اور جس میں یاروں واصحابوں کو بھیج دیا کرتے وہ سریہ کہلاتا ہے غزوات ۲۱، ۵، ۳۳۲۹ نقل از قرۃ العیون و سیر قا نبی الخلیل صفحہ ۱۳۸۔

عوف قال فاقام فیهم اربع عشرة لیلة" الحدیث:

اور صاحب ترمذی صفحہ ۶۸ میں ارقام فرماتے ہیں کہ آپ نے اصحاب قبا کو حکم دیا کہ تم کو مدینہ میں حاضر ہو کر جمعہ ادا کرنا ہوگا۔

"وکان من اصحاب النبی ﷺ قال امرنا ﷺ ان نشهد الجمعة من قباء" (الحدیث)

جواب نمبر ۳: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جن غزووں میں شمولیت رہی ہے وہ باختلاف روایات انیس غزوات تھے اور جن میں آپ کی شمولیت نہیں پائی گئی وہ بے شمار ہیں دیکھو کتاب مدارج النبوۃ وقرۃ العیون ومواہب وغیرہ وغیرہ فقط۔

(حررہ خادم شریعت عفی عنہ)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ میں کہ جس کے ساتھ دودھ پیا جائے ان کے ساتھ نکاح آپس میں باتفاق حرام لیکن ان کے دوسرے بھائی اس سے نکاح کر سکتے ہیں یا کہ نہیں اور رضاع کا مسئلہ مختصر تحریر فرما دیں کہ ہم لوگ جلدی سے سمجھ لیا کریں۔ بینوا توجروا۔ (السائل محمد شریف امام مسجد پنڈی دوتھیراں تحصیل پھالیہ)

الجواب: بیشک جائز ہے نکاح کرنا رضاعی بھائی کی ہمشیرہ سے دوسرے بھائیوں کا یعنی ان میں سے جو چاہے اس سے نکاح کرلے چنانچہ فتاوی عالمگیر جلد ۲ صفحہ ۶۰ میں بایں طور مسطور ہے۔

"وتحل اخت اخیه رضاعاً کما تحل نسبا مثل الاخ لاب اذا کانت له اخت من امه یحل لاخیه من ابیه ان یتزوجها"

اور کتاب قدوری صفحہ ۸۵ و ہدایہ شریف میں نیز بایں طور مسطور ہے۔

"ویجوز ان یتزوج الرجل باخت اخیه من الرضاع کما یجوز ان یتزوج باخت اخیه من النسب و کذالک الاخ من الاب اذا کانت له اخت من امه جاز لاخیه ان یتزوجها"

یعنی جائز ہے یہ کہ نکاح کرے آدمی ساتھ بہن اپنے بھائی رضاعی کے جیسا کہ جائز ہے نکاح کرے ساتھ بہن اپنے نسبی بھائی کے اور اسی طرح بھائی جو باپ کی طرف سے ہو جب ہو اس کی بہن ماں کی طرف سے تو جائز ہے واسطے اس کے بھائی کے کہ نکاح کرے اس سے۔ اور شرح وقایہ نور الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۲ میں اس کی تشریح بایں طور فرمائی ہے جائز ہے یہ کہ نکاح کرے مرد اپنے بھائی رضاعی کی بہن سے جیسا کہ جائز ہے نکاح کرنا اپنے بھائی نسبی کی بہن سے اور مثال اس کی یہ ہے کہ ایک شخص کا بھائی علاتی ہے اس کی ایک بہن ہے اخیافی تو اس شخص کو درست ہے کہ اس سے نکاح کرے ف اگر اس کی بہن حقیقی ہے یا علاتی یا اخیافی تو اس سے نکاح درست نہیں۔ فقط واللہ اعلم عند اللہ۔

(خادم شریعت عفی عنہ)

مسائل رضاع کے متعلق:

دودھ مدت رضاع دو برس کے اندر تھوڑا یا بہتا ایک بار یا کئی بار پینے سے ثابت ہو جائے گا چنانچہ ہدایہ شریف میں ہے مسئلہ جو رشتے نسب کے سبب سے حرام ہوا کرتے ہیں ویسے ہی رضاع کے سبب سے حرام ہو جاتے ہیں چنانچہ حدیث

شریف میں ہے "یحرم من الرضاع مایحرم من النسب" یعنی حرام ہوتا ہے رضاع سے جو حرام ہوتا ہے نسب سے نقل کیا اس کو بخاری ومسلم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور اسی قاعدہ پر کہا کسی صاحب نے ایک بیت میں ہی مسئلہ رضاع کو حل کر دیا ہے۔

از جانب شیر خوارہ زوجان وفروع   از جانب ہمہ شیر دہ خویش شوند

یعنی دودھ پلانے والی اور اس کا خاوند مع اولاد وباپ ودادا اور ماں بہنوں ان کے شیر خوار کے خویش ہو جائیں گے مثل نسب کے اور شیر خوار اور اس کی بیوی یا خاوند مع اپنی اولاد کے فقط خویش ہو جائیں گے دودھ پلانے والی اور اس کے خاوند کے فقط۔

مسئلہ : مدت رضاع میں لڑکی لڑکا کسی عورت کا دودھ پئیں تو آپس میں بہن بھائی ہو جائیں گے رضاع ثابت ہوگی اگر مدت رضاع یعنی دوسال یا اڑھائی سال کے بعد پئیں تو رضاع ثابت نہ ہوگی لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسلام "لا رضاع الا ماکان فی حولین وفی روایۃ لا رضاع بعد حولین" نقل از تفسیر مظہری ودار قطنی وبلوغ المرام اور روایت کی ہے ابن عدی نے کہ "لا رضاع "بعد انفصال یعنی فرمایا نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ بعد دودھ چھڑانے کے رضاع نہیں۔

مسئلہ : اگر مدت رضاع میں بکری یا گائے یا اونٹنی کا مل کر دودھ پئیں تو رضاع ثابت نہ ہوگی۔

مسئلہ : اور اگر کنواری لڑکی دس بارہ سالہ کو دودھ اترا اور اس نے کسی بچے کو دودھ پلا دیا تو اس پر احکام رضاع جاری ہو جائیں گے۔

مسئلہ : امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مدت رضاع اڑھائی برس ہے اور صاحبین کے نزدیک دو برس اور امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ احتیاط پر مبنی ہے اور دلیل اس کی یہ ہے "حملہ وفصالہ ثلثون شھراً" یعنی امام صاحب اس سے یہ اخذ کرتے ہیں کہ حمل دو سال سے زائد نہیں رہ سکتا چنانچہ حدیثوں سے ثابت ہے اس لئے مدت حمل دوسال اور مدت رضاع فصال کی اڑھائی سال ہونی چاہیے اور حولین کاملین کو استحقاق اجرت دودھ پلانے والی پر ٹھہراتے ہیں اور جو حدیثیں ان کے خلاف وارد ہیں ان کو مرفوع قرار نہیں دیتے۔ فقط۔

سوال : جس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے فرزند ابراہیم کے انتقال پر سورہ اخلاص وسورہ فاتحہ طعام سامنے رکھ کر پڑھا اور اس کھانے کو حاضرین مجلس میں تقسیم فرمایا اور اس کا ثواب اپنے فرزند ارجمند کو بخشا۔ پس اس حدیث شریف کو مولوی عبدالحی صاحب مرحوم موضوع قرار دیتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اوزجندی کوئی کتاب ملا علی قاری کی نہیں۔ اس لئے ضروری قلمی ہے کہ آپ تحریر فرما دیں کہ یہ کہنا مولوی عبدالحی صاحب کا کہاں تک صحیح اور درست ہے

۱۔ بہن بھائی تین قسم کے ہوتے ہیں جن کا ماں باپ ایک ہو وہ حقیقی اور عینی بھائی کہلاتے ہیں اور جن کی مائیں علیحدہ علیحدہ ہوں باپ ایک ہو ان کو علاتی کہتے ہیں اور جن کی ماں ایک ہو باپ جن کا علیحدہ علیحدہ ہو ان کو اخیافی کہتے ہیں۔ نقل از مفید الوارثین ص ۱۱۱۔

اور کتاب شرح برزخ کس مرتبہ کی کتاب ہے فقط۔

(السائل اصابر الفقہ ۲ر ماہ ربیع الاول ۱۳۵۶ھ بمقام نگر)

جواب : مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کا اس حدیث کو موضوع بلا دلیل و بلا سند کتاب کہہ دینا ہمارے لئے کوئی حجت نہیں اور یہ بھی پتہ نہیں چلتا کہ مولوی صاحب نے لفظاً کہا ہے یا معناً یا حقیقۃً اور منکرین کو لازم ہے کہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم کی قبر سے پتہ لے کر جواب دیں اور پھر جواب الجواب سنیں اور کتاب اوز جندی مشہور و معروف کتاب ہے چنانچہ صاحب فتاوی جامع الفوائد صفحہ ۳۲۷ میں بایں طور ارقام فرماتے ہیں۔

"وکذالک لا تقبل هذه الدعوى ولا الشهادة فى فتاوى السرخسى وعن الاوز جندى ان المدعى اذ ابين المصر والمحلة والموضع والحدود تصح الدعوى واما الوادعى المدعى عليه ان الشاهد قد غلط فى الحدود او فى بعضها لا يسمع دعواه وان اقام عليه البينة كذا فى فتاوى السرخسى والاوزجندى"

پس اس عبارت سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوز جندی فتاوی ضرور عالم دنیا میں مفتی بہ فتاوی ہے اب بات یہ رہی کہ یہ فتاوی ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا ہے یا کسی اور صاحب کا سو اس کا جواب بھی سن لیجئے صاحب کتاب حدائق الحنفیہ ص ۳۹۹ میں لکھا ہے کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ ایک وحید العصر عالم تھے اور ان کی تصانیف قریباً ایک صد لکھ کر فرماتے ہیں وغیر ذالک یعنی ان کے ماسوئی اور بہت ان کی کتابیں تصنیف شدہ ہیں اور حضرت علامہ زماں محدث ابو سعید سلمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب شرح برزخ صفحہ ۱۰۱، ۳۳۹ میں بایں طور حدیث بیان کرتے ہیں ابن ابی الدنیا نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ روبرو کھانا رکھ کر فاتحہ دیتے اور فرمایا کرتے کہ یا اللہ اس کا ثواب مردوں کو پہنچا دیجئے چنانچہ صاحب شارح برزخ نے دیلمی حدیث اوز جندی ملا علی قاری علیہ الرحمۃ سے بایں الفاظ نقل فرماتے ہیں فی فتاوی اوز جندی

"وكان يوم الثالث من وفات ابراهيم ابن محمد ﷺ جاء ابوذر عند النبى بتمرة يابسة ولبن فيه خبز من شعير فوضعها عند النبى فقرء رسول الله ﷺ الفاتحة وسورة الاخلاص ثلث مرة الى ان قال رفع يديه لدعاء ومسح بوجهه فامر رسول الله ﷺ اباذر ان يقسمها بين الناس وايضا فيه قال النبى ﷺ وهبت ثواب هذه لابنى ابراهيم الحديث"

منکرین فرقہ وہابیہ کو یاد رہے کہ یہ وہ حدیث کی کتاب ہے جس کو تمہارے پیشوا صدیق حسن خان صاحب حدیث کی کتابوں سے معتبر لکھتے ہوئے یوں ارقام فرما دیا ہے شرح برزخ از کتب حدیث است اولش باب بدا الموت است و جملہ ابواب

یعنی سرور عالم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کے انتقال کا تیسرا روز تھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضور کے پاس خشک خرما اور ایک پیالہ میں دودھ اور جو کی روٹی لے کر آئے اور آپ کے سامنے رکھ دیا پاس سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ قل ہو اللہ پڑھا اس کے بعد دونوں دست مبارک کو دعا کے لئے اٹھائے اور چہرہ مبارک پر پھیرے اس کے بعد حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس فاتحہ کی چیز کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو اور آپ نے فاتحہ کے وقت میں یہ بھی فرمایا کہ اس کا ثواب میں نے اپنے بیٹے حضرت ابراہیم کو بخشا۔

بنشاد دیک باب است بہ متعلق احوال موتیٰ و برزخ و دروے بعد ذکر حدیث شرح میکند الخ نقل از اتحاف النبلا صفحہ ۵۵ پس ناظرین انصاف فرمائیں کہ ایسی معتبر حدیث کی کتاب کو بیدھڑک موضوع بلا سند و بلا حوالہ کہہ دینا انصاف کا خون کرنا نہیں ہے تو اور کیا ہے اور علاوہ اس کے یہ حدیث کتاب ہدایۃ الحرمین کے صفحہ ۶۹ پر بھی درج ہے اور یہ وہ کتاب ہے جس کی صحت پر بڑے بڑے علمائے دین مشاہیرین کے دستخط و مواہیر چسپاں ہیں اگر یہ حدیث بے اصل ہوتی تو وہ ضرور اس سے متنبہ کر دیتے اور باقی اس مسئلہ کا ثبوت سلطان الفقہ جلد اول و ششم و ہفتم وغیرہ میں ملاحظہ فرماویں اور علاوہ اس کے خود مولوی عبدالحی صاحب فتاوی جلد اول صفحہ ۸۱ و جلد سوم صفحہ ۶۸ میں بایں الفاظ فتوی جواز کا فرماتے ہیں کہ مرجبہ فاتحہ میں کچھ حرج نہیں اور طعام حرام نہیں ہوتا اگرچہ یہ فعل قرون ثلاثہ میں نہیں پایا گیا ثواب اموات کو مذہب اہل سنت کے نزدیک پہنچتا ہے اور پڑھنا فاتحہ اور اخلاص وغیرہ کا اور اس کا ثواب بخشنا مردوں کو موجب رفعت درجات کا ہے اور مولوی عبدالحی صاحب کا یہ کہنا کہ اگرچہ قرون ثلاثہ میں اس کا کوئی ثبوت نہیں سو یہ کہنا بھی غلط ہے دیکھو کتاب حدیقۃ الندیہ میں حضرت علامہ نابلسی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں کہ روبرو کھانا یا میوہ یا دیگر اشیاء ماکولات رکھ کے فاتحہ دینا بعد اس کو تناول کرنا جائز و مستحب ہے حضرت رسول خدا ﷺ کے زمانہ سے اب تک اس پر عمل ہے اور حدیث انس رضی اللہ تعالی عنہ والی جس کو ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ مردوں کے لئے فاتحہ دیا کرو نقل از کتاب شرح برزخ صفحہ ۳۳۹ اور علاوہ اس کے حضرت علامہ جلال الدین سیوطی حافظ العلم احادیث مجدد صدی نہم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

"ان المسلمین مازالو فی کل عصر یجتمعون و یقرؤن القران لموتھم من غیر نکیر و کان اجماعاً"

نقل از شرح الصدور پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ یہ فعل زمانہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام سے لے کر تمام مسلمانوں میں ہر زمانہ و ہر ملک میں چلا آتا ہے اس سے کسی مسلمان نے انکار نہیں کیا لہذا اجماع مسلمانوں کا ہوا اور حدیث "ماراٰہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن" کا مصداق رہا۔ اور کتاب نصیحت المسلمین علی احمد پوری و تحفہ اثنا عشریہ و فتاوی شاہ رفیع الدین اور فتاوی عزیزی مطبوعہ دہلی صفحہ ۳۸، ۴۹، ۷۱ میں ہے کہ ایسا کرنا جائز و درست ہے اور اس طعام کا کھانا نہایت خوب ہے طعامیکہ ثواب آں نیاز حضرت امامین نمایند و برآں فاتحہ و قل و درود خواندن تبرک میشود خوردن بسیار خوب است اور حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص کھانا کھاتے وقت یہ دعا پڑھے تو اس کے شکم میں کوئی چیز ضرر نہ کرے گی وہ ہو ہذا

"بسم اللہ الرحمن الرحیم بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیٔ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم"

اور کتاب الاذکار مصری صفحہ ۱۰۱ علامہ نووی علیہ الرحمہ شارح مسلم بایں الفاظ حدیث نقل فرماتے ہیں۔

"روینا فی کتاب ابن السنی عن عبد اللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالی عنھما عن النبی ﷺ انہ کان

یقول فی الطعام اذا اقرب الیہ اللھم بارک لنا فیما رزقنا وقنا عذاب النار بسم اللہ الرحمن الرحیم "

اور علاوہ اس کے صاحب در المختار کتاب الجنائز ص ۶۰۵ میں تحریر کر دیا ہے کہ سورہ یسین واخلاص وتکاثر وغیرہ سورتیں پڑھ کر اور ثواب طعام ان کا میت کو پہنچانا چاہیے اور حدیث شریف میں وارد ہے جب طعام کھانا شروع کرو تو بسم اللہ پڑھو اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کلام شروع کرو تو الحمد شریف پڑھو اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ جب کلام شروع کرو تو الحمد شریف سے شروع کرو پس اب منکرین فرقہ وہابیہ نجدیہ جواب دیں کہ جب سورہ فاتحہ و بسم اللہ شریف ودعا میں صحیح حدیثوں سے طعام سامنے رکھ کر پڑھنا ثابت ہے تو سورہ قل شریف وسورہ ملک وغیرہ سورتیں پڑھنے میں کیا حرج وعیب ہے اور ایصال ثواب مردوں کی نیت سے اگر تیسرے چوتھے ساتویں روز ایسا کرے تو اس میں کیا نقصان ہے دیکھو تفسیر عزیزی پارہ ۳۰ سورہ اذا السمآء انشقت وعین العلم میں صاف صاف تحریر ہے کہ ششم وچہلم وغیرہ وغیرہ ایام میں فاتحہ دینا مستحب اور ثواب کا کام ہے فقط والعلم عند اللہ۔ (حررہ خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی)

سوال: کیا طعام وکلام کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے اور اگر پہنچتا ہے تو اس کا ثبوت کیا ہے؟

جواب: بیشک مسلمانوں کے موتی کو پہنچتا ہے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ظاہر ہوتا ہے وھو ہذا۔

"عن سعد ابن عبادۃ قال یارسول اللہ ان ام سعد ماتت فای الصدقۃ افضل قال الماء فحفر بئرا وقال ھذہ لام سعد" (رواہ ابو داؤد والنسائی نقل از مشکوۃ باب فضل الصدقہ فصل ۲)

یعنی روایت ہے سعد بن عبادۃ سے کہا اے رسول خدا تحقیق ماں سعد کی مرگئی پس کون سا صدقہ بہتر ہے فرمایا پانی پس کھودا سعد نے کنواں صدقہ ہے واسطے ماں سعد کے نقل کیا ہے اس حدیث کو ابو داؤد ونسائی نے۔

نمبر ۲: " عن بریدۃ قال کنت جالسا عند النبی ﷺ اذا اتت امراۃ فقالت یارسول اللہ ان تصدقت علی امی بجاریۃ وانھا ماتت قال وجب اجرک وردھا علیک المیراث " (الحدیث مشکوۃ باب من لا یعود الصدقۃ نقل از کتاب الصوم)

نمبر ۳: " عن عبد اللہ ابن عباس قال قال رسول اللہ ﷺ ما المیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوۃ تلحقہ من اب اوام او اخ او صدیق فاذا الحقہ کان احب الیہ من الدنیا وما فیھا وان اللہ تعالی لیدخل علی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال وان ھدیۃ الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم "
(رواہ البیہقی ومشکوۃ باب استغفار التوبہ فصل ثالث)

یعنی روایت ہے عبد اللہ بن عباس سے کہ کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے نہیں ہوتا ہے مردہ قبروں میں مگر مانند ڈوبنے والے فریاد کرنے والے کے کہ منتظر ہوتا ہے دعا کا کہ پہنچے اس کو باپ کی طرف سے یا ماں کی طرف سے یا بھائی کی طرف سے یا دوست کی طرف سے پس جس وقت پہنچتی ہے دعا اس کو ہوتا ہے اس کو پیارا طرف اس کی دنیا سے اور دنیا کی چیزوں سے اور تحقیق اللہ تعالی البتہ پہنچاتا ہے قبر والوں کو بسبب زمین والوں کی مانند پہاڑوں کے اور تحقیق تحفہ زندوں کا مردوں کے لئے

استغفار کرتا ہے واسطے ان کے۔

نمبر ۴: مشکوۃ باب الوصایا میں ہے کہ ایک شخص نے کہا کہ یارسول اللہ میرے باپ نے مرتے وقت وصیت فرمائی تھی اب وہ مرگیا ہے اور اس کا مال بہت سا ہے اگر میں اس کے لئے صدقہ کردوں تو اس کا ثواب پہنچے گا آپ نے فرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو ضرور اس کو ثواب ان چیزوں کا پہنچتا۔ اور الفاظ حدیث کے یہ ہیں۔

"فقال رسول اللہ ﷺ انه لو كان مسلماً فاعتقتم عنه او تصدقتم عنه وحججتم عنه بلغه ذلك" (رواہ ابوداؤد)

یعنی فرمایا نبی ﷺ نے اگر وہ شخص مسلمان ہوتا اور اس کی طرف سے تم غلام آزاد کرتے یا صدقہ یا حج کرتے تو اس کو ضرور اس کا ثواب پہنچتا۔ نقل از ابوداؤد اور مسلم شریف و مشکوۃ میں مسطور ہے کہ فرمایا مائی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہ نبی علیہ الصلوۃ والسلام جب کوئی بکری ذبح کرتے تو اس سے خدیجۃ الکبری رضی اللہ تعالی عنہا کے لئے صدقہ فرماتے اور ان کی سہیلیوں کو پہنچاتے۔ نقل از مشکوۃ مناقب ازواج النبی ﷺ اور الفاظ مختصر حدیث شریف کے یہ ہیں۔

" ذبح الشاة لم يقطعها اعضاء ثم يبعثها فى صدايق خديجة " (الحديث)

نمبر ۵: "عن ابى هريرة رضى الله تعالى عنه قال قال رسول الله ﷺ اذامات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية او علم ينتفع به اوولد صالح يدعوا له " (رواه مسلم وبخارى مشكوة)

یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ فرماتے ہیں کہ فرمایا آقائے نامدار ﷺ نے جب مرجاتا ہے انسان تو موقوف ہوجاتے ہیں سب عمل اس کے مگر تین چیزیں رہ جاتی ہیں ایک تو صدقہ جاریہ یا اس کے علم سے جو نفع پکڑتے ہیں اس سے یا اور اولاد نیک جو دعا کریں واسطے اسکے الحدیث پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ ثواب طعام وکلام اور ثواب عبادت مالی وبدنی کا مسلمان مردوں کو پہنچتا ہے اور اس سے انکار کرنا محض جہالت اور معتزلی ہونے کی دلیل ہے اور آئمہ مجتہدین وجمہور رضوان اللہ تعالی عنہم کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ صدقہ خیرات وقرآن مجید استغفار ونماز وحج وروزہ قربانی وغیرہ اشیاء مشروبات وماکولات کا ثواب مردوں کو پہنچتا ہے۔

اور بعض لوگ جو معتزلی خیال کہ میں وہ عدم ایصال ثواب مردوں پر دلیل پیش کرتے ہیں "لقولہ تعالی ﴿وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى﴾ یعنی انسان کو وہی ملے گا جو اس نے کیا تو اس کا جواب ہے کہ اول تو یہ آیت اس آیت شریفہ سے منسوخ ہے۔ ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ مِنْ عَمَلِهِمْ مِنْ شَيْءٍ﴾ (الآیہ سورہ طور)

یعنی جو لوگ ایمان لائے اور ان کی راہ چلے ان کی اولاد ایمان سے پہنچادیا ہم نے ان تک انکی اولاد کو اور نہیں گھٹایا ان سے ان کا کچھ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جو انسان میں لام ہے وہ بمعنی علی کے ہے یعنی انسان کے ذمہ پر وہی لازم آتا ہے جو وہ خود کرے اور علاوہ اس کے اس جگہ انسان سے مراد کافر شخص ہے اور یہ قصہ حضرت موسیٰ وابراہیم علیہما السلام کی قوم کا بیان ہورہا ہے اور اسی قوم کے ساتھ مخصوص ہے۔

نوٹ: ہم بھی کہتے ہیں کہ جو شخص کافر و مرتد ہو کر مرے تو اس کے لیے اگر پہاڑ کے برابر بھی سونا چاندی صدقہ کر دیا جائے تو اس کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ (خادم شریعت کا مناظرہ مولوی عبد الرحیم شاہ مخو کے ساتھ بچہ کلاں دو بارہ مسئلہ تقلید شخصی ۱۹۳۲ء ۷ جون میں ہوا اور جواب نہ بن پڑنے پر اور سوال از آسمان جواب از ریسمان کے مصداق ہو کر کہنے لگا کہ ہم وہ نہیں ہیں کہ چالیسویں اور ساتویں کہ کھانے والے ہمارے نزدیک تو مردوں کو ثواب کسی چیز کا نہیں پہنچتا اور اس پر خادم شریعت نے کھڑے ہو کر جواب دیا کہ بیشک آپ جو کہتے ہیں صحیح ہے کیونکہ کسی نے خوب کہا ہے۔ مر گیا مردود نہ فاتحہ نہ درود۔ جناب آپ لوگ بھی مردود اور تمہارے مردے بھی مردود۔ تو پھر ثواب ان اشیاء کا کس کو پہنچے اور قرآن مجید کا فیصلہ بھی اس پر ناطق ہے

﴿ وَمَاتُوا وَهُمْ كُفَّارٌ فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْ اَحَدِهِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَهَبًا وَلَوِ افْتَدٰى بِهٖ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴾

(سورہ آل عمران)

جب خادم شریعت نے یہ بیان کیا تو تمام حاضرین جلسہ احناف نے آخر میں کئی نعرہ تکبیر بول اٹھے اور تمام وہابی ادھر ادھر جھانکنے لگے اور اصل بحث چھوڑنے کا یہ نتیجہ حاصل کیا اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے تمام مسلمانوں کو بچاوے۔

(محررہ خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: مثلاً گیارہویں و فاتحہ وغیرہ کار خیر کے لئے کوئی یوم کسی مصلحت پر مقرر کر لیا جائے تو شرعاً جائز ہے یا نہیں۔

جواب: جائز ہے اس میں کوئی عیب نہیں چنانچہ ان حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے۔

"عن عائشة قالت كان رسول الله ﷺ كلما كان ليلتها من رسول الله ﷺ يخرج من اخر الليل الى البقيع فيقول السلام عليكم دار قوم مؤمنين الحديث رواه مسلم ومشكوة جلد اول باب زيارة القبور قال رسول الله ﷺ من زار قبر ابويه او احدهما فى كل جمعة غفرله وكتب برًّا رواه البيهقى عن محمد بن نعمان"

پس ان ہر دو حدیثوں سے التزام تعینات و تخصیصات زمانوں و مکانوں و یوم کا نصف النہار کی مانند ایصال ثواب مردوں کے لئے ثابت ہوا اور کان کا لفظ خود اس پر دلالت کر رہا ہے کیونکہ باری کی راتوں میں سے پچھلی رات خاص کر ہمیشہ آپ کا جنت بقیع کو جانا اور ان کو پڑھ کر بخشنا اور دعا مانگنا اور اور فرماتا کہ جو شخص ہر جمعہ شریف کو اپنے والدین کی قبر پر جائے تو وہ شخص بخشا جاتا ہے اور نیکوں میں لکھا جاتا ہے اور علاوہ اس کے مشکوۃ شریف کتاب العلم میں ہے کہ وعظ کے لئے صرف جمعہ کا دن ہی ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مقرر کر رکھا تھا۔ اگر تعیین و تخصیص کار خیر کے لئے حرام ہوتی تو فدایان اسلام ایسا کیوں کرتے۔ وہاں اگر کسی وہابی نجدی اسمٰعیلی کے پاس کوئی صریح دلیل اس کی حرمت کی ہے تو پیش کرے فقط فقد بر۔

(محررہ خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: آج کل اکثر لوگ یہ دعویٰ کر بیٹھتے ہیں کہ ہم کو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نصیب ہو چکی ہے آپ فرمایئے کہ اس امر کے لئے کوئی معیار بھی مقرر ہے۔

جواب: نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہونے کے لئے اتباع شریعت و عشق و تصور حلیہ شریف پورے طور پر

قلب سلیم میں منقش ہونا شرط ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔" من رانی فقد رای الحق بخاری ومسلم عن قتادۃ وعن ابی ھریرۃ قال قال یا رسول اللہ ﷺ من رانی فی المنام فسیر انی فی الیقظۃ ولا یتمثل الشیطان بی متفق علیہ ومشکوٰۃ" کتاب الرؤیا اور ایک روایت میں آتا ہے "لا یتمثل فی صورتی" یعنی حضور فرماتے ہیں جس نے دیکھا مجھے خواب میں پس عنقریب دیکھے گا مجھے بیداری میں اور میری صورت شیطان نہیں بن سکتا اور یہ حضوری حبس دم ومراقبہ ودم بدم کے ذکر سے حاصل ہوا کرتی ہے اور یہ ابتدا منزل وصال ہے جس سے ہجر پیدا ہوتا ہے۔

میان ہجر ووصلش فقر اعلیٰ   فنافی اللہ شود باحق تعالیٰ

اور فقیر کے نزدیک یہ منزل حضوری تصور شیخ سے بہت جلدی حاصل ہوتی ہے اور اگر یہ نہیں تو تصور شیخ بت پرستی وعلامت فنافی الشیطان ہے اور جب حضوری ہوتی ہے تو طالب کا دل زندہ ہوتا ہے اور نفس مرجاتا ہے اور اس کو علم حاضرات وعلم تاثیر وتسخیر وجمعیت ومنزل سلطان الفقر ولایحتاج کا مرتبہ حاصل ہوجاتا ہے اور ان کے علاوہ بہت نشانات ہیں خادم شریعت بیان کرنے سے قاصر ہے جو صاحب یہ منازل طے کرنا چاہے تو قادری سروری خاندان میں منسلک ہوکر خود مشاہدہ کر کے دیکھے یا کسی اور صاحب دل خاندان سے منسلک ہوکر یہ فیض حاصل کرے۔

ترک لذات جہاں باید گرفت   دامن صاحب دلاں باید گرفت

(فقط خادم شریعت محمد نظام الدین ملتانی حنفی قادری سروری عفی عنہ)

سوال: کیا حضرت عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید تھے؟

جواب: بیشک حضرت سیدنا پیر دستگیر محبوب سبحانی قطب ربانی صحیح النسب سید حسنی وحسینی تھے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے اور اپنی زبان دو افشان سیف الرحمن سے فرماتے ہیں۔

انا الحسنی والمخدع مقامی   واقدمی علی عنق الرجال!
وعبدالقادر المشہور اسمی   وجدی صاحب العین الکمال

اور کتاب شیعہ مرتضیٰ شعی بحر الانساب میں حضرت قبلہ ممدوح کو سید حسنی کو لکھا ہے اور شیخ احمد بن محمود اکبر آبادی حسب الارشاد سلطان شاہ عالم بہادر شاہ شعی کے حکم سے یہ کتاب تذکرۃ السادات لکھی اور اس میں بایں طور تحریر ہے کہ سلسلہ انساب پدری حضرت قطب ربانی بحر المعانی شیخ الجن والانس شیخ عبدالقادر جیلانی بموسیٰ جون بن عبداللہ المحض بن حسن مثنیٰ ابن امام حسن علیہ السلام منتھی میشود ہر کہ طعن برایشان وارد از روئے عقائد دوارد نہ از روئے نسب واگر طعن از روئے نسب باشد لا حاصل است چراکہ در تواریخ نسابان ماضیہ سیادت ایشان ثابت است وسید قطب الدین حسنی وحسینی عمزاد حضرت غوث الثقلین است اور حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا یک صد ۸۲ کتاب میں سید صحیح النسب ہونے کا ثبوت ہے۔ اور اس سے انکار کرنا محض تعصب ومذہب شیعہ زیدیہ ہونے کے دلیل ہے۔

ہر صاحب ایمان کیلئے یہی کافی ہے۔

(حررہ خادم شریعت عفی عنہ)

سوال: عقیقہ سنت ہے یا واجب اور کس یوم کیا جاوے اور اس کا مسنون طریقہ کیا ہے؟

جواب: بیشک عقیقہ سنت ہے اور جب لڑکا یا لڑکی سات روز کا ہو تو دو بکرے ذبح کئے جائیں اور لڑکی کے لئے صرف ایک بکری اور ایک روایت میں وارد ہے کہ اگر لڑکے کے لئے بھی ایک ہی بکرا ذبح کر لیا جاوے تو نیز عقیقہ جائز ہوگا لیکن بہتر و افضل یہی ہے کہ لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کئے جاویں اور ساتویں روز ہی مولود کا سر منڈایا جائے اور اس کے بال چاندی یا سونا سے تول کر صدقہ کر دیئے جائیں اور جس روز پیدا ہو اس کے کان میں آذان دی جائے چنانچہ ذیل کے دلائل سے ثابت ہوتا ہے۔" عن سلمان بن عامر الضبی قال سمعت رسول الله ﷺ یقول مع الغلام عقیقة فاهر یقوا عنه دما و امیطوا عنه الاذی " (رواہ بخاری) یعنی کہا سلمان بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ میں نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنا کر فرماتے تھے کہ لڑکا پیدا ہونے کے ساتھ عقیقہ کرنا مسنون ہے ذبح کرو جانور کو اس کی طرف سے اور دور کرو اس سے ایذا اور محمد بن علی سے نیز بایں طور مسطور ہے۔

"قال عق رسول الله ﷺ عن ا لحسن بشاة وقال یافاطمة احلقی راسه وتصدق بوزن شعره فضة فوزناه و کان وزنه درهماً " (رواہ الترمذی) مطبوعہ گلزار محمدی صفحہ ۳۵۳ اور ابوداؤد میں ہے کہ کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امامین کا عقیقہ ایک ایک دنبہ سے کیا اور کہا امام نسائی نے کہ آپ نے دو دو دنبے ذبح کئے اور اکثر علمائے دین نے اسی کو صحیح کہا ہے۔

"عن ابن عباس ان رسول الله ﷺ عق عن الحسن والحسین کبشا کبشا وعند النسائی کبشین کبشین " اور ابوداؤد و ترمذی شریف میں ہے کہ جب حضرت امام حسین پیدا ہوئے تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کان میں آذان مثل آذان نماز کی " عن ابی رافع قال رایت رسول الله ﷺ اذن فی اذن الحسن بن علی حین ولدته فاطمة بالصلوٰة " اور اگر طاقت عقیقہ کی اس روز نہ ہو تو جب طاقت ہو کر دیں اور اگر کسی وجہ سے ساتویں روز نہ ہو سکے تو چودھویں یا اکیسویں روز کر دیں اور اس کے لئے قرض نہ اٹھائیں۔ اور سر ذبیحہ کا حجام کو دیں اور صرف بکران دایہ یعنی قابلہ کو دیں اور ناخن و بال مولود کے زمین میں دفن کر دیں اور گوشت ذبیحہ کے تین حصے کریں ایک تو غرباء و مساکین کو دیں اور ایک رشتہ داروں کو اور ایک اپنے کام میں لائیں یا ان دونوں حصوں کو جمع کر کے پکا کر کھلا دیں اور فتاویٰ جامع الفوائد میں لکھا ہے کہ حکم عقیقہ کا مثل حکم گوشت قربانی کے ہے اور اس کا کھانا باپ دادا وغیرہ مسلمانوں کو جائز ہے اور ذبیحہ کی ہڈیوں کو نہ توڑا جائے ہاں اگر توڑ لیا جائے تو کوئی حرج بھی نہیں ہکذا فی فتاویٰ جامع اور ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے۔

"اللھم ھذا عقیقۃ ابنی فلان دمھا بدمہ ولحمھا بلحمہ وجلدھا بجلدہ وشعرھا بشعرہ اللھم تقبلھا منی واجعلھا فداء لابنی من النار"

اور جانور کے چمڑا کو بعد از دباغت اپنے کام میں لائے یا صدقہ کردے ہر دو طرح جائز ہے فقط واللہ اعلم عند اللہ۔

سوال: حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نکاح کیونکر ہوا اور اس میں خطبہ کن الفاظ سے پڑھا گیا؟

جواب: پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درباره رشتہ خاتون جنت درخواست کی تو آپ نے فرمایا میری لڑکی ابھی چھوٹی ہے اور جب مائی صاحبہ کی عمر قریباً ۱۸ سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ۲۱ سال ۵ ماہ کی ہوئی تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بحکم وحی روبرو حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق وعثمان ذوالنورین وغیرہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بمہر ۴۰۰ مثقال حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عقد کر دیا اور یہ خطبہ پڑھا وھو ہذا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم ☆ الحمد للہ المحمود بنعمۃ المعبود بقدرتہ ومیزھم باحکامہ واعزھم بدینہ واکرمھم بنبیہ محمد ان اللہ تبارک اسمہ وتعالت عظمتہ جعل المصاھرہ سبباً لا حقاً وامراً مفترضاً اوشج بہ الارحام والانام فقال اعز من قائل وھو الذی خلق من الماءِ بشراً فجعلہ نسباً وسھراً وکان ربک قدیراً ☆ فامر اللہ تعالیٰ یجری الیٰ قضائہ یجری الیٰ قدرہ ولکل قضاءٍ قدر ولکل قدر اجل ولکل اجل کتاب یمحو اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتب ثم ان اللہ عزوجل امرنی ان ازوج فاطمہ من علی بن ابی طالب فاشھدوا انی قد زوجتہ علی اربعۃ مائۃ مثقال فضۃ ان رضی علیٰ ذٰلک"

اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس اس وقت بدوں اسپ وزرہ کے کچھ نہ تھا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے زرہ کو چار سو اسی درہم سے بدست حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فروخت کیا اور اس سے دو چادریں وخوشبو و چاندی کے بازوبند قطیفہ تکیہ ایک پیالہ و چکی و چھلنی و دو مٹکے ایک مشک دو تھالیاں دو لحاف خریدی نقل از روضۃ الاحباب وسیرۃ النبی الکلی صفحہ ۱۲۵ اور فتاویٰ جامع الفوائد صفحہ ۱۰۹ میں لکھا ہے۔

وال جہاز فاطمہ بالشت چادر بوریا کاسہ نعلین ہم مسواک با یک آسیا

اور اسی میں لکھا ہے کہ اسباب جہیز خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا اٹھانے والے حضرت ابا بکر الصدیق وعمر فاروق واسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنھم تھے اور جب نکاح پڑھا گیا تو آپ کے ذات نے ایک تھال چھوہاروں کا اصحابوں میں رکھ دیا اور فرمایا کہ اس کو لوٹ لو آپ کا یہ فرمانا تھا کہ سب حاضرین نے لوٹ لئے اور مائی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بنت رسول ﷺ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دولت خانہ میں بغل گیر کر کے پہنچا دیا اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وہاں جا کر حضرت علی و خاتون جنت رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پانی پر معوذتین پڑھ کر دم کر کے ہر دونوں کو پلوایا اور حکم دیا کہ اے علی تو باہر کا کام کرنا اور لخت جگر کو کہا کہ تو گھر کا کام [1] کرنا اور یہ واقعہ دو ہجری کا ہے۔

(حررہ خادم شریعت عفا عنہ)

سوال: جہاد اسلام میں کیوں شروع ہوا کیا اسلام تلوار سے عالم دنیا میں پھیلا جواب دو اجر ملے گا۔

جواب: اسلام میں جہاد کا حکم اس لئے ہوا کہ پہلے ہی کفار مکہ و رؤسائے عرب بوجہ حسد و بغاوت و بغض و عناد کے اہل اسلام غرباء و مساکین خاص و عام پر دست جور و ستم دراز کر رکھا اور ایذا و تکلیفات و مصائب کا پیشہ اختیار کر رکھا اور بیچارے مسلمانوں کو معبود حقیقی کی عبادت کرنے سے کئی رکاوٹیں بنا رکھیں اور فساد و فتنہ اندازی کا بازار گرم رکھا۔ یہاں تک کہ بیچارے مسلمانوں کو گھروں سے نکال کر بے وطن کر دیا چنانچہ امیہ بن خلف نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی گردن میں رسی ڈال کر مارا جاتا اور ریت سخت گرم پر لٹایا جاتا اور اس کے سینے پر پتھر رکھا جاتا۔ اور حضرت عمار اور انکے والد یاسر کو گوناں عذاب دیا جاتا اور ان کی والدہ کو ابو جہل نے سخت مارا یہاں تک کہ ان کے اندام نہانی میں نیزہ مارا اور انکو شہید کر ڈالا اور ابن حارث کی گردن مروڑی جاتی اور گرم لوہے سے انکے پاؤں پر داغ دیئے جاتے اور گردن میں رسی ڈال کر کھینچا اور حضرت عثمان بن عفان کو صف میں باندھ کر ایذا دی جاتی اور انکے ناک میں دھواں دیا جاتا اور بعض کو پتھر مار مار کر پہاڑوں میں پھینک دیا جاتا پس جب انکا ظلم حد سے تجاوز کر گیا حکم ہوا۔ "اذن للذین یقتلون بانھم ظلموا وان اللہ علیٰ نصرھم لقدیر" یعنی اب انکو بھی لڑنے کی اجازت ہے اس واسطے کہ ان پر ظلم ہو رہا ہے اور کچھ شک و شبہ نہیں کہ اللہ انکی امداد پر قادر ہے اور حکم ہوتا ہے۔

" فاقتلوھم حیث ثقفتموھم واخرجوھم من حیث اخرجکم والفتنۃ اشد من القتل "

اور حکم ہوتا ہے۔" فان قتلوکم فاقتلو کذالک جزاءُ الکافرین فان انتھو فان اللہ غفور رحیم وقتلوھم حتی لاتکون فتنۃ ویکون الدین للہ فان انتھو فلا عدوان اِلاّ علی الظلمین " اور فرمایا:" فمن اعتدیٰ علیکم فاعتدوا علیہ بمثل ما عتدیٰ علیکم " پس ان تمام دلائل سے ثابت ہوا کہ کفار مکہ نے جب کہ پہلے ہی مسلمانوں پر دست ظلم کھڑا کیا تو حکم ہوا کہ تم مسلمانوں ان سے بیشک محاربہ مقابلہ کرو لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا کیونکہ حد سے تجاوز کرنے والا اللہ کے ہاں پسند نہیں اور اس قدر لڑائی کرنی چاہیے کہ ان کی شوکت وزور ٹوٹ جائے اور دروازہ فتنہ و فساد کا بند ہو جائے اور امن و توحید عالم دنیا میں پھیل جائے اور سرکش خوف کے مارے آرام سے بیٹھیں اور یہاں تک کہ خود بخود لوگ اسلام کی خوبیاں و انصاف دیکھ کر تسلیم کر لیں اور "لا اکراہ فی الدین" کا نعرہ بلند ہو جائے۔

(فقط حررہ خادم شریعت عفا عنہ)

نوٹ: جب مائی صاحبہ چکی پیستیں تو تھک جاتیں لہذا عرض کیا یا رسول اللہ مجھے ایک غلامہ خدمت کے لئے چاہیے تو آپ نے فرمایا کہ میں اس سے بہتر چیز تم کو بتا دیتا ہوں سوتے وقت پڑھ لیا کرو سبحان اللہ ۳۳ بار اور الحمدللہ ۳۳ بار اور اللہ اکبر ۳۴ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے اس وظیفہ کو بعد از نماز فرض ہمیشہ ورد کیا اور کبھی نہ تھکا۔ ۱۲۔

اسلام تلوار سے نہیں پھیلا بلکہ اپنے اخلاق وخوبیوں سے پھیلا ہے چنانچہ آیت انک لعلیٰ خلق عظیم شاہد ہے ۱۲۔

مُجَرَّبَاتِ سُلطَانی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

طریق اذکار سلطانی

سالک اندھیری کوٹھری اور تنگ میں بیٹھے یا لیٹے یا کھڑا ہو جائے اول درود شریف اور استغفار اور اعوذ و بسم اللہ پڑھے اور یہ دعا ئیں مرتبہ جمعیت قلب سے پڑھے۔ "اللھم اعطنی نوراً واجعل لی نوراً واعظم لی نوراً واجعلنی نوراً" اور جس طرح ہو سکے اور ہوا اپنے بدن کو گرا کر مثل مردہ کے تصور کرے اور تمام سانس بند کر کے اسم اللہ کو ناف سے اوپر کھینچ اور ہو کر اندر چھوڑے اور اس قدر مشق کرے کہ ہر بال سے آواز آنے لگ جائے اور حواس خمسہ کو روئی یا انگلی سے بند کر کے اسم ذات کو ام الدماغ تک ناف کے نیچے سے لا کر قلب میں تحرک دیتے ہوئے پہنچائے تو نہایت جلدی کامیابی ہوگی۔ فقط۔

نماز کن فیکون

یہ نماز ہر حاجت و مشکل و بختی کے لئے بایں طور پڑھے کہ طہارت کامل کر کے بدھ و جمعرات کو دو رکعت نماز پڑھے الحمد شریف کے بعد یک صد بار سورہ اخلاص اور دوسری رکعت میں یک صد بار الحمد اور ایک بار سورہ اخلاص اور بعد سلام کے یک صد باریوں کہے اے دشواریوں کے آسان کرنے والے اور اے تاریکیوں کے روشن کرنے والے اور سو مرتبہ استغفار اور سو مرتبہ درود شریف اور جب تیسری رات آئے تو نماز کے بعد سر برہنہ ہو کر اور دائیں آستین نکال کر گردن میں ڈالے پچاس دفعہ دعا خشوع سے مانگے اور رو کر سوال کرے انشاء اللہ مطلب پورا ہوگا۔

ختم خواجگان قادریہ برائے حل مشکلات

۲ رکعت نفل اور بعد سلام یک صد گیارہ مرتبہ سورہ الم نشرح اور ایک سو گیارہ مرتبہ کلمہ تمجید اور سورہ یٰسین ایک مرتبہ اور دورد شریف ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھے اور بزرگان خدا کے ارواح کو اس کا ثواب بخشے اور خدا تعالیٰ سے اپنا مطلب چاہے اور اگر بڑا ختم کرنا ہو تو کلمہ تمجید کے ایک بار سورہ یٰسین پڑھے الم نشرح ایک ہزار گیارہ مرتبہ۔

طریق کشف قبور

طالب با طہارت قبر کے نزدیک مقابل سینہ میت بیٹھ کر سورہ فاتحہ یا جو کچھ قرآن مجید سے یاد ہو پڑھ کر اس کی روح کو بخشدے اور ان الفاظ کو ضرباً پڑھے اکشف لی آسمان کی طرف اور دوسری ضرب دل پر اور تیسری ضرب "عن حالہ" کی بتوجہ سینہ میت پر۔

طریقہ دوم

اول ۲۱ مرتبہ یارب اور یاروح آسمان کی طرف اور پھر یاروح قبر اور "یا روح الروح" اپنے قلب پر انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہزار مرتبہ کرنے سے خواب یا بیداری میں اس کا حال معلوم ہو جائے گا۔

کشف ارواح کا طریقہ

طہارت کاملہ سے ضرب "سُبُّوحٌ" داہنی طرف اور "قُدُّوْسٌ" بائیں طرف اور "رَبُّ الملائکۃ" طرف آسمان کے اور والروح کی دل پر ضرب لگائے ایک ہزار بار سے کم ضربیں نہ لگائے اور اگر دو ہزار بار تا ہفت رات ایسا کرے گا تو وہ جلدی یا روح سے ملاقی ہوگی۔

آئندہ حال سے آگاہی کا طریقہ

رات کے وقت داہنی طرف "یااحد" کی ضرب اور بائیں طرف "یا صمد" اور "یاحی" کی شانہ گردن کی طرف "یاقیوم" کی دل پر اور یہ ضربیں ایک ہزار سے کم نہ لگائیں اور دفع بلا کے لئے بھی ایک ہزار دفعہ یہی ضربیں لگائیں اور کشائش رزق کی ضرورت ہو تو سہ ضربی اسم یارزاق پڑھے اور "یاضارُ" دشمن کی بربادی کے لئے غرضیکہ اسماء حسنیٰ میں سے اس اسم کو کسی غرض کے لئے پڑھنا چاہے تو اس کو سہ ضربی ہی پڑھے۔

سوال: حفاظت استقاط حمل کے لئے کون سا عمل کیا جاوے اور اگر درختوں کا پھل گرے تو اس کے لئے کیا عمل کیا جاوے جواب دو اجر ملے گا۔

الجواب: اس کے لئے خادم شریعت کے نزدیک یہ آیتیں اس کے گلے میں باندھ دی جائیں اور درخت پر لکھ کر لٹکائی جاویں آیتیں یہ ہیں۔

"اِنَّ اللّٰہَ یُمْسِکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا وَلَئِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَکَھُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْ بَعْدِہٖ اِنَّہٗ کَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا (سورہ فاطر) وَلَہٗ مَا سَکَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (سورہ انعام) وَلَبِثُوْا فِیْ کَھْفِھِمْ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا (سورہ کہف) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ﴾

دیگر

یہ آیتیں کسی برتن میں لکھ کر پلائی جائیں۔

﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا حِیْنٍ تمک وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا بِہٖ عٰلِمِیْنَ ☆ وَوَھَبْنَا لَہٗٓ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ نَافِلَۃً لک وَکُلًّا جَعَلْنَا صٰلِحِیْنَ ☆ وَاَیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗٓ رَبِّ اَنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ ☆ وَزَکَرِیَّآ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَیْرُ

﴿ والتی احصنت فرجها فنفخنا فیها من روحنا وجعلنٰها وابنها اٰیۃ للعٰلمین ﴾ الوارثین ☆

دفع آسیب کے لئے

سورہ فاتحہ اور آیۃ الکرسی اور سورہ جن کے شروع کی پانچ آیتیں پڑھ کر پانی پر دم کر کے اس کے چہرہ پر چھڑکیں اور جس جگہ پر آسیب ہو وہاں پر یہ پانی چھڑک دیا کریں اور برتن پاک میں تیل کچھ ڈال کر اس میں ایک تعویز سورہ الحمد شریف اور آیت ﴿ثم انزل علیکم من بعد الغم تا صدور اور محمد رسول اللہ والذین اٰمنوا معہ ﴾ آخیر تک لکھ کر ہو آسیب زدہ کو اس تیل کی مالش ہمیشہ کیا کریں پھر دوبارہ انشاء اللہ آسیب نہیں ہوگا۔

دفعہ درد شقیقہ

صرف یہ آیت ۳ بار پڑھ کر دم کر دیں۔ ﴿ بسم اللہ الرحمن الرحیم قل من رب السمٰوٰت والارض قل اللہ ط قل افاتخذتم من دونہ اولیاء لا یملکون لانفسھم نفعا ولا ضرا ﴾

درد داڑھ کے لئے

﴿ لکل نبا مستقر وسوف تعلمون ﴾ کاغذ پر لکھ کر اس کی داڑھ میں دباوے۔

سارق کے لئے

سورہ الطارق ۲۱ مرتبہ اس دروازہ میں کھڑے ہو کر پڑھے جہاں سے چوری ہوئی انشاء اللہ مال مسروقہ واپس مل جائے گا اور بھاگا ہوا آدمی واپس آجائے گا۔

بے فرمان کو مطیع کرنے کے لئے

جو عورت سرکش ہو تو اس آیت شریف کو ٹکڑے روٹی پر لکھ کر کھلاوے انشاء اللہ تابع ہوگی اور جس کو بھاگنے کی عادت ہو اگر اس کو کھلاوے تو وہ بھی نہ بھاگ سکے گا آیت یہ ہے ﴿ یایھا الذین اٰمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون ﴾ نقل از سورہ آل عمران اخیر۔

ایضاً

اگر سورہ فاتحہ وسورہ اخلاص ومعوذتین اور "قل یایھا الکافرون" ان سب کو تین تین بار اور سورہ طارق ایک بار اور سورہ والضحٰے کو تین بار پڑھ کر اپنے رومال کے کونے پر دم کر کے گرہ لگاوے لیکن یہ کام تصور سے کرے تو انشاء اللہ وہ آدمی کہیں نہ جا سکے گا۔

حفاظت از شر موذی

یہ آیتیں لکھ کر بازوؤں پر باندھے اور اس کے سامنے تین بار پڑھے وہ انشاء اللہ تعالیٰ مغلوب ہو جائے گا۔

الْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاهِهِمْ وَلَا یُؤْذَنُ لَهُمْ فَیَعْتَذِرُوْنَ صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ فَهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ سَیُهْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ" صرف اس آیت کو مٹی پر گیارہ بار پڑھ کر دشمنوں کی طرف پھینک دے اگر کسی سے کشتی لڑنی ہو تو اس کی طرف مع بسم اللہ شریف گیارہ مرتبہ پڑھ کر مٹی پر دم کر کے پھینک دے تو میدان میں انشاءاللہ فتح پائے گا۔

سر درد کے لیے

"وبالحق انزلناہ وبالحق نزل یا بلدوح" اس مبارک کلام کو سات بار جگہ سر درد پکڑ کر دم کرے اور لکھ کر جگہ سر درد پر لگاوے انشاءاللہ تعالیٰ شفا پاوے اور اگر اسم" یاوھاب" ایک سانس میں چودہ بار اسکی پیشانی پکڑ کر دم کرے تو بھی درد جاتا رہے۔

ایضاً

﴿اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا﴾ اگر اس آیت کو زعفران سے کاغذ پر لکھ کر اس کے سر پر باندھے تو نیز درد دفع ہو جائے۔

درد شقیقہ کے لیے نہایت مجرب

"بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ"

اس کلام مبارک کو گیارہ بار پڑھ کر دم کرے اور پانچ کیلیں اور سات تیلیاں جھاڑو کی اس کے سر سے چھوا کر تیلیوں کو تو کنویں میں ڈال دے اور کیلوں کو کنویں کے منڈیر یعنی دیوار میں گاڑ دے۔

درد شکم و سر و پاؤں کے لیے

یہ تینوں کلمے زمین پر لکھے "للا، حقا، للا" اور درد والا موضع درد کو زور سے پکڑے اور اول کلمہ پر زور سے چاقو سے کاٹے اگر درد جاتا رہے تو بہتر ورنہ پھر پکڑے اور کلمہ دوم کو کاٹے اور چاقو مارے اس طرح کلمہ سوم کو مارے خدا چاہے تو ضرور آرام ہوگا۔

باری کے بخار کے لیے

روئی صاف کا پھوہا لے کر اس پر سات بار مع بسم اللہ الحمد شریف پڑھے اور اس کے دائیں کان میں دو یا تین گھڑی بخار چڑھنے سے پہلے ڈال دے اور دوسرے کان میں جو پھویا دے اس پر چھ بار الحمد شریف مع بسم اللہ شریف پڑھے اگر یا نارکونی بردا وسلما علی ابراھیم﴾ بیری کی لکڑی پر اور نیلے سوت میں باندھ کر بخار والے کے گلے میں ڈال دے اور یہ عمل اس روز کرے جس روز بخار نہ ہو۔ انشاءاللہ تعالیٰ آرام ہوگا۔

دفع مرگی کے لئے

﴿ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴾ اس آیت کو خون سفید یا سیاہ مرغ سے لکھ کر مریض کے گلے پر باندھے اور گوشت پکا کر حضرت پیران پیر محبوب سبحانی قطب ربانی غوث صمدانی سید عبدالقادر جیلانی الحسنی والحسینی رضی اللہ عنہ کے روح پر فتوح کے نام فاتحہ دے کر بخش دے اور یہ الفاظ بھی لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دے۔

"یاعلیم غیر معلوب یاصانع غیر مقهور یاحافظ غیر محفوظ یاناصر غیر مشهود یا شاهد غیر مشهد سبحنک یا لا اله الا انت حلصنا"

اور صرع والے کے لئے دائیں کان میں اور بائیں کان میں یہ کہے اور دم کرے عبداللہ رومی دعا گفتہ است اور اگر تانبے کے پترے پر بروز یکشنبہ ساعت اول میں یہ لکھے "یاقهار انت الذی لایطاق انتقامه" اور دوسری طرف "یامذل کل جبار عنید بقهر عزیز سلطانه یامذل" لکھ کر ڈال دے تو انشاء اللہ مرگی والے کو آرام ہو جائے گا۔

خطرات نفس

اگر دل لرزتا ہو اور خطرات و وساوس و حدیث النفس و خیالات فاسد آتے ہوں تو آیات کر بروز جمعہ قبل از طلوع آفتاب سات پرچوں پر لکھے اور ہر یوم ایک ایک پرچہ گولی بنا کر نگل جائے تو انشاء اللہ آرام پائے گا۔

﴿ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ☆ اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ﴾ (سپارہ قال الملأ ۹ سورہ اعراف ع ۱۴)

اگر تین بار بوقت وسوسہ آنے کے "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھ کر بائیں طرف تھوکے تو شیطان دفع ہو جائے گا۔ اور کلمہ شریف صرف "لا اله الا الله" یک صد بار اور "محمد رسول الله" ایک بار اور آیت ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴾ گیارہ بار پڑھ کر دم کر دے تو انشاء اللہ تعالیٰ خطرات شیطانی سے محفوظ رہے۔

دفع خطرات قلب

"يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ" اس آیت کو برتن میں لکھ کر اور پھر اس میں شہد آتش نارسیدہ دھو کر نوش کرے تو سب خطرات و وساوس و شبہے انشاء اللہ ایسا کرنے سے جاتے رہیں گے۔

ایضاً

اور ایک مٹی کے برتن میں " وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ " زعفران اور عرق گلاب سے لکھ کر سات یوم اس میں پانی ڈال کر نوش کریں۔

ام الصبیان کے لئے

اونٹ کی دم کی بالوں کی رسی لے کر اس پر سورہ مزمل اکتالیس مرتبہ پڑھ کر گنڈہ لگا دے اور اس کے گلے میں ڈالے اور یہی سورہ تلوں کے تیل پر اکتالیس بار پڑھ کر دم کر دے اور اس بچے کو ہر یوم تا اکتالیس روز مالش کریں۔

دشمن کی زبان بندی اور دفع گریہ اطفال کے لئے

" وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا " یہ کلمات لکھ کر تانبے کی نلکی گول سی بنا کر اس میں بند کرے اور بچہ بھی رونے سے چپ رہے لیکن یہ ہرن کی جھلی پر لکھے اور مٹی کے برتن میں آیہ ﴿ونزعنا ما فی صدورهم من غل﴾ کو زعفران وعرق گلاب سے لکھ کر سات یوم نوش کرے اگر خواب میں ڈرتا ہو یا بری چیزیں نظر آئیں یا خواب برے آئیں تو "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" ۳ بار اور " بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ " ایک بار اور کلمہ ﴿وَلَا يَؤُدُهٗ حِفْظُهُمَا وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ﴾ پڑھ کر سو جائے اور اپنے پر دم کرے۔

دفعہ گریہ اطفال

"یا شیخ معیخافت لا مُرن " یہ دعا لکھ کر اس کے گلے میں ڈال دیں اگر کشتی کرتی ہو تو یا دشمن میدان لڑائی میں روبرو مخالف کے یہ الفاظ پڑھیں۔ " اَلْغِیَاثُ یَاغَوْثَ الْاَعْظَمِ اَلْغِیَاثُ یَاغَوْثَ الثَّقَلَیْنِ اَلْغِیَاثُ اَلْغِیَاثُ یَاسَیِّد عبدالقادر الغیاث " جس شخص کا بول بند ہو جائے تو ﴿ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ تا مُفْسِدِيْنَ ﴾ لکھ کر پلائیں انشاءاللہ تعالیٰ پیشاب کھل جائے گا۔

طحال کے لئے

اگر طحال ہو تو اس کے لئے سورہ الممتحنہ لکھ کر ۴۰ یوم پلائی جاوے طحال سے انشاءاللہ تعالیٰ آرام ہو جائے گا۔ اور اگر سورہ احزاب لکھ کر ڈبہ میں بند کر کے رکھے تو لڑکیوں کے لئے کثرت سے درخواستیں آئیں گی اور سورہ الم نشرح کسی ہندو کو لکھ کر دھو کر پلائی جاوے تو وہ تابع ہو جائے گا۔

حیوان فرمانبردار ہو

اگر آیہ " اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ " تک ۳ بار پڑھ کر گھوڑے کے کان میں پھونک دے تو وہ شرارت نہ کرے گا۔ آرام سے منزل پر پہنچا دے گا۔

اولاد نرینہ کے لئے

اور جس کے گھر میں اولاد نہ ہوتی ہو وہ ہر نماز کے بعد گیارہ مرتبہ یہ آیت پڑھ لیا کرے ﴿رَبِّ هَبْ لِىْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ﴾ اور اگر سورہ فاطر جانوروں کے گلے میں لکھ کر باندھ دیں تو وہ ہر آفات

سے محفوظ رہیں گے۔

حاکم کے خوف کے لئے

اگر حاکم خفا و ناراض ہو تو یہ آیت پڑھے اور بازو پر لکھ کر باندھ لے تو انشاء اللہ راضی ہو جائے گا ﴿فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ اگر کوئی چیز گم ہو جائے تو ﴿اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ﴾ انشاء اللہ چیز مل جائے گی۔

خاوند کی رضامندی کے لئے

اگر کسی عورت کا خاوند ناراض ہو تو وہ یہ آیت کریمہ ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ﴾ کسی شیرینی چیز پر گیارہ بار پڑھ کر کھلا دے اور اول آخر سات بار درود شریف پڑھے اور جو شخص ہر نماز کے بعد آیۃ الکرسی پڑھے اس پر شیطان مسلط نہ ہو سکے گا۔

کتے وغیرہ سے بچنے کے لئے

اگر کتے نے راستہ میں شور مچا رکھا ہو یا شیر نے راستہ بند کر رکھا ہو تو سورہ کہف کو پڑھے اور آیت ﴿وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ﴾ گیارہ بار پڑھے تو کتا بھونکنے سے رک جائے گا۔

اولاد کے لئے

جو شخص اولاد سے مایوس ہو وہ ہمیشہ نماز کے بعد تین مرتبہ "رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ" پڑھ لیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ صاحب اولاد ہو گا۔

زہریلے جانور سے بچنا

اگر کسی کو زہریلی چیز کاٹے تو اس درد کے چوگرد انگلی گھماوے اور ایک سانس سے ﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ﴾ پڑھ کر دم کرے انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو گا۔ اگر چیونٹی کثرت سے نکلے تو آیت ﴿يٰاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ لکھ کر چیونٹیوں کے سوراخ پر رکھ دے وہ سب کی سب اپنی سوراخ میں داخل ہو جائیں گی۔

بھاگے ہوئے کے لئے

اگر کوئی شخص بھاگ گیا ہو تو اس آیت کو لکھ کر کسی چرخہ سے باندھے اور اس کو ۲۰ مرتبہ گھماوے تو وہ بھاگا ہوا حاضر ہو جاوے ۴۰ روز یہ عمل کرے۔ ﴿فَرَدَدْنٰهُ اِلٰى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ اور دو نفل پڑھ کر یکصد بیس مرتبہ یہ الفاظ تا چالیس روز پڑھے "اِنَّ الَّذِيْ فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ"

ناف کے لئے

اگر ناف ٹل جائے تو اس کے لئے یہ آیہ کریمہ ﴿ذلک تخفیف من ربکم ورحمۃ﴾ لکھ کر ناف پر باندھے انشاءاللہ تعالیٰ آرام ہوگا۔

فسادی کو شہر سے نکالنا

اگر کسی شریر ظالم آدمی کو شہر سے نکالنا ہو تو آیت ﴿ولقد فتنا سلیمن والقینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب﴾ ہر روز سات سرخ گھونگی پر ایک بار تا بہت روز تک پڑھے اور ہر یوم کنوئیں میں ڈالتا جاوے لیکن سات یوم تک ترک حیوانات ضرور کرے اور ساعت زحل یا مریخ میں لکھے۔

اگر کسی مکان سے کوئی آدمی بھاگ گیا ہو تو یہ آیت کورے کپڑے کاٹے ہوئے پر لکھے اور چور یا بھاگے ہوئے آدمی کا نام بھی لکھے (اور) اصل مکان میں میخ گاڑ دے تو انشاءاللہ تعالیٰ مطلب حاصل ہوگا۔

﴿ولکل وجھۃ ھو مولیھا فاستبقوا الخیرات اینما تکونوا یات بکم اللہ جمیعا ان اللہ علی کل شیء قدیر﴾

ایضا

اگر کوئی چیز جاتی رہے اور چور قابو نہ آئے تو سورہ والضحیٰ کو ساٹھ مرتبہ پڑھے اور شہادت کی انگلی سات مرتبہ سر کے چوگرد گھمائے اور پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھ کر دستک دیوے یعنی اپنے ہاتھ پر ہاتھ مارے تو انشاءاللہ تعالیٰ گیا ہوا مال واپس آجاوے دعا یہ ہے۔ "اَصْبَحْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ وَاَمْسَیْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ اَمْسَیْتُ فِیْ اَمَانِ اللّٰہِ وَاَصْبَحْتُ فِیْ جِوَارِ اللّٰہِ"

ایضا

اگر مرغی کے انڈے پر ﴿بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی تا خبیرا﴾ تک یہ آیتیں تحریر کردی جائیں جب خشک ہو جائیں تو اس کو تیل میں چھوڑ دو اور ایک نابالغ لڑکے کے سامنے رکھ دو اور سورہ یسین پڑھنی شروع کردو اور اس سے دریافت کرتے جاؤ انشاءاللہ سب راز لڑکا بتلا دے گا۔

چور کا پتہ لگانا

ایک مٹکا لے کر اس پر آیت الکرسی اور یہ سات نام لکھ دے نوح۔ لوط۔ صالح۔ ابراہیم موسیٰ صلوات اللہ علیہم اجمعین اور ہر ایک نام پر تبارک پھر آیۃ الکرسی مع اس دعا کے پڑھے اور مٹکا میں پھونکے جب یہ سات دفعہ پوری آجائیں تو مٹکا کا منہ خوب باندھ کر کسی جگہ گھر میں لٹکا دے انشاءاللہ چور کا پیٹ سخت پھول جائے گا اور مال لے کر واپس آئے گا لیکن یہ عمل مریخ یا زحل کے وقت میں کرے دعا یہ ہے۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِمَا اَرْسَلْتَ اَنْ تَنْفَخَ بَطْنَ ھٰذَا السَّارِقِ کَمَا نَفَخْتَ ھٰذِہِ الْقِرْبَۃَ"

ایضاً

مٹک پرانی کا ٹکڑا لے کر اس پر پرکار سے دائرہ بناوے اور دائرہ کے اندر یہ آیت ﴿ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ... رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ تک اور دائرہ کے نیچے چور کا نام تحریر کرے اور اس کو اس جگہ دفن کرے جہاں کسی شخص کا پاؤں نہ آئے انشاءاللہ تعالیٰ واپس مال دے گا۔ یہ آیت سپارہ "وَاِذَا سَمِعُوْا" رکوع ۱۴ سورہ انعام میں ملاحظہ کریں۔

کاروبار میں رونق

اگر دکان پر کسی طالعمند آدمی کے کرتے پر بروز جمعرات باوضو لکھ کر لگاوے تو خوب آمدنی انشاءاللہ شروع ہو جائے گی اگر نکاح کی غرض ہو تو بطور تعویذ بنا کر باندھے یا بیکار آدمی اس کو تعویذ بنا کر باندھے تو باکار ہو جائے آیت یہ ہے۔

﴿ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ یَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ﴾

دشمن مغلوب ہوں

اگر کسی کو دشمن بہت ستائیں تو وہ شخص بروز اتوار طلوع آفتاب سے پہلے درخت بید کے تین پتے لائے بشرطیکہ اس کو جاتے وقت اور لکھتے وقت کوئی شخص نہ دیکھے اور ایک طرف پتے کے یہ آیتیں لکھے اور دوسری طرف دشمنوں کے نام لکھے اور ہر یوم وہ ہر ایک پتہ ان کے گھر میں یا ان کے پانی پینے میں ڈالیں انشاءاللہ وہ خانہ برباد ہو جائے گا اور دشمن تباہ ہوگا یہ عمل تین یوم کریں آیتیں یہ ہیں ﴿ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ تا تَزْعُمُوْنَ ﴾ تک لکھے سپارہ ۷ واذاسمعوا رکوع ۱۷۔

کھیت کو چوہوں وغیرہ سے حفاظت

اگر کھیت کو چوہا یا ٹڈی یا کوئی کیڑا کھاتا ہو تو ان آیات کو چار عدد تختی زیتون پر بروز بدھوار قبل از طلوع آفتاب لکھ کر ہر گوشہ میں دفن کرے اور گاڑتے وقت ان آیات کو تین تین بار پڑھے تو انشاءاللہ سب موذی جانور دفع ہو جائیں گے ﴿ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لِرُسُلِہِمْ تا غَلِیْظ ﴾ سپارہ ۱۳ وما ابرئ ع ۱۵۔

پھل گرانا

اگر سورہ نحل کو کسی باغ یا مجمع میں لکھ کر رکھ دیا جائے تو اس باغ کے تمام پھل گر جائیں گے اور مجمع پراگندہ وہلاک وتباہ ہو جائے گا لیکن یہ عمل اخیر ماہ کسی ہفتہ کی اول ساعت یا زوال میں کرے ناحق کسی پر ظلم نہ کرے خدا سے ڈرے اور جس کی زبان نہ چلتی ہو صرف اس کو سورہ بنی اسرائیل لکھ کر ۴۰ روز تک پلائی جائے تو انشاءاللہ تعالیٰ زبان کھل جائے گی۔

ادائیگی قرض

اگر سورہ کہف کو لکھ کر کسی بوتل میں بند کر کے رکھ دیں تو اس کی برکت سے قرضہ دور ہو جائے گا اور محتاجی جاتی رہے گی

اور شیطانوں سے ایذاؤں سے محفوظ رہے گا اگر قرضہ بہت ہو جائے اور کوئی صورت اس کی ادائیگی کی نہ بن پڑے تو یہ درود شریف یک صد بار تا اکتالیس روز پڑھے اور سجدہ میں گر کر قرضہ کی ادائیگی کے لئے دعا مانگے اور استغفار ے بار پڑھے تو انشاء اللہ قرضہ جلدی ادا ہو جائے گا درود شریف یہ ہے۔

"اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ"

اور یہ عمل شروع ماہ میں شروع کرے اگر بہت جلد کام لینا ہو تو نماز کیمیا بایں طور پڑھے الحمد پڑھ کر ستر بار ﴿ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ﴾ اور دوسری رکعت میں بعد از الحمد شریف کے ﴿ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ، قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَيْءٍ قَدْرًا ﴾ اور یہ پڑھ کر نماز پوری کرے اور سر بسجود ہو کر یہ کہے اے اللہ اے خداوند کریم اپنی مہربانی سے میرے قرضہ کو دفع فرما دیجئے اور یہ عمل جمعرات نوچندی سے شروع کرے تا چالیس رات ایسا ہی کرے انشاء اللہ قرضہ بہت جلد دفع ہو جائے گا۔

تسخیر کے لئے

اول گیارہ دفعہ درود شریف پھر اسم یا مغنی یک صد گیارہ بار پھر سورہ مزمل شریف گیارہ بار پھر درود شریف گیارہ بار پڑھ کر ختم کرے اور دعا مانگے انشاء اللہ تعالیٰ تسخیر شروع ہو جائے گی لیکن یہ عمل چالیس روز بعد از نماز تہجد کیا کرے اور مقام وبدن بوقت پڑھنے کے معطر ہونا چاہیے اور مقام الگ ہو جہاں کسی کا آواز نہ آوے۔

غیبی رزق کے لئے

اگر کوئی شخص اسم "یارزاق" ۳۱۹ بار بوقت صبح وعشاء ہمیشہ پڑھا کرے تو غنی ہو جائے اور بہتر ہے کہ ہر نماز کے بعد وظیفہ رکھے اور ہر جمعہ کی رات بعد از نماز عصر اپنے ناخن ترشوا دیا کرے اگر کوئی طالب اس قدر تنگ ہو کر روٹی بھی اس کو میسر نہ ہوتی ہو تو وہ سورہ الحمد مع بسم اللہ ایک مرتبہ سورہ الم نشرح ۳ مرتبہ اور سورہ "انا انزلنا" ۲۱ مرتبہ اور سورہ واقعہ ایک مرتبہ بعد از نماز عشاء ۴۰ روز تک باخلوص قلب پڑھے تو انشاء اللہ تعالیٰ غیبی رزق سے مالا مال ہو جائے۔

اور اگر یہ وظیفہ ہر یوم تا چالیس روز کرے تو دولت مند ہو جائے لیکن وہ اس طرح کرے کہ سورج نکلتے ہی اس کی طرف منہ کر کے ہو جائے اور دل میں خیال رکھے کہ میں حضور انور علیہ الصلوۃ والسلام کے دربار میں کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ سے روزی طلب کر رہا ہوں۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم اغثنا یارسول الثقلین انت حق حبیب اللہ"

اولاد نہ ہوتی ہو

اور جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو تو اس کے لئے ستارہ شمس میں یا مشتری میں چھ پیسہ کی شیرینی اللہ تقسیم کردے پھر یہ

تعویز سات عدد لکھے اور غسل حیض کے بعد وہ عورت ہر روز ایک تعویز پانی میں گھول کر پیا کرے انشاء اللہ صاحب اولاد ہو۔

۷۶۸

س	س	س	س	س	س	س
جمع	جمع	جمع	جمع	جمع	جمع	جمع

اور اس تعویز کو لکھ کر عورت کے داہنے بازو پر غسل حیض کے بعد باندھنا چاہیے۔

ماجوم	ادع	انداھوا	سبیح ھو جعفر

اور اس دعا کو زعفران سے لکھ کر موم جامہ کر کے عورت کی کمر میں باندھ دینا چاہیے دعا یہ ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم ھو ھو ھو ھو ھو ھو ھو ھو اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ اللہ حی حی حی حی حی حی حی قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم قیوم وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہٖ واصحابہٖ اجمعین"

ایضاً عقیمہ کے لئے

زعفران وگلاب سے ہرن کی جھلی پر یہ آیت لکھ کر بعد از غسل حیض اس کی گردن میں باندھے آیت یہ ہے۔

﴿ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ﴾ (سورہ رعد)

اور ۴۰ عدد لونگ لے کر ہر ایک لونگ پر سات بار یہ آیت پڑھے اور وہ عورت سوتے وقت کھائے لیکن پانی اوپر سے نہ پئے اور ان دنوں میں مجامعت بھی ضرور کریں آیت یہ ہے۔

"اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِیْ بَحْرٍ لُّجِّیٍّ یَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ اِذَاۤ اَخْرَجَ یَدَهٗ لَمْ یَكَدْ یَرٰىهَا وَ مَنْ لَّمْ یَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴾ (سورہ نور)

عقیمہ کے لئے

اور یہ آیت بھی عورت کے گلے میں ڈالے لیکن وہ مرد اور عورت نماز پڑھیں اور استغفار کریں آیت یہ ہے۔

﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا یُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْكُمْ مِّدْرَارًا وَّیُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ☆ مَا لَكُمْ لَا تَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقَارًا وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ﴾

(کھیعص حم عسق سورہ نوح)

اسقاط حمل کے لئے

ایک رنگا ہوا تاگا کسم کے رنگ سے لے کر اس پر نو گرہیں لگا دیں اور ہر گرہ پر آیت ﴿ قُلْ یٰۤاَیُّهَا الْكٰفِرُوْنَ ﴾ پڑھ کر پھونکے اور تاگا اس کے قد کے برابر ہونا چاہیے۔ ﴿ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَیْهِمْ وَلَا تَكُ فِیْ ضَیْقٍ مِّمَّا یَمْكُرُوْنَ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴾

دردزہ کے لئے

اس آیت کریمہ کو لکھ کر پارچہ میں لپیٹ کر اس کی بائیں ران پر باندھنے سے انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا بہت جلدی اور آسانی سے پیدا ہوگا۔ ﴿ وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَتَخَلَّتْ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ اِهْبِطَا وَاشْرَاهِيَا ﴾ (سورہ انشقاق) ہاں اگر شیرینی پر سورہ اول سے حقت تک پڑھ کر اس عورت کو کھلا دے تو بھی انشاء اللہ تعالیٰ وہ عورت آسانی بچہ جنے گی اور اگر عورت بچہ جنتی ہو اور وہ مرجاتے ہوں تو ان کے لئے والشمس بروز سوموار بوقت زوال چالیس مرتبہ جوائن اور مرچ سیاہ وزن ایک سیر لے کر اس پر پڑھے اور ہر بار درود شریف بھی پڑھے اور اسی سے شروع کرے اور اسی پر ختم کرے اور وہ عورت حمل سے تا تاثیر پلانے تک بلاناغہ کھایا کرے اور یہ دعا پانچ عدد لکھ کر ایک تو عورت بعد از غسل حیض گلے میں ڈالے اور باقیوں کو لوٹا کورا میں بند کر کے ہر چار گوشہ اندر میں دفن کردے اور جب لڑکا پیدا ہو تو وہ گلے کا تعویذ اس کے گلے میں ڈالے اور نماز کو ہرگز نہ چھوڑے دعا یہ ہے۔ ﴿ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴾ حَسْبِيَ اللّٰهُ وَكَفٰى بِاللّٰهِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ وَلَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ☆ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ☆ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ☆ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴾ اور اسم "یارحمن" اور "یا ھو" ہر یوم وہ عورت بلاناغہ پانی میں گھول کر پی لیا کرے لیکن یہ تمام عمل تین ماہ گزرنے پر کرے۔

اور یہ تعویذ عورت کے گلے میں ڈالے

۷۸۶

یارب جبرائیل	یاقیوم	یارب میکائیل
یاقیوم	یاقیوم	یاقیوم
یا رب اسرافیل	یاقیوم	یارب عزرائیل

یہ تعویذ بکری کے دودھ میں گھول کر ہر ماہ تین تین پیالے کرے۔

یا اللہ	یااللہ	یااللہ
یااللہ	یااللہ	یااللہ
یااللہ	یااللہ	یااللہ

اگر یہ تعویذ عورت کی بائیں ران پر باندھ دیا جائے تو نہایت مفید ثابت ہوگا۔

ب	ط	د
و	ہ	ج
و	ا	ح ۲

برائے کرنگ

اس آیت شریفہ کو بروز بدھ وار روٹی کے اوپر لکھ کر اس عورت کو تا ہفت روز بوقت صبح کھلاوے اور ہر یوم نئے سرے سے لکھے آیت شریف یہ ہے۔
﴿بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاِنْ یَّکَادُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَیُزْلِقُوْنَکَ بِاَبْصَارِھِمْ لَمَّا سَمِعُوْا الذِّکْرَ وَیَقُوْلُوْنَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ وَمَا ھُوَ اِلَّا ذِکْرٌ لِّلْعٰلَمِیْنَ﴾ (سورہ نون)

برائے گریہ اطفال

اگر لڑکا بہت روتا ہو تو اس کے گلے میں یہ تعویذ لکھ کر باندھیں آیت یہ ہے۔ " شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ "

ایضاً

﴿بِسْمِ اللّٰہِ شَافِیْ بِسْمِ اللّٰہِ کَافِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَالِیْ بِسْمِ اللّٰہِ مُتَعَالِیْ بِسْمِ اللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرَ الْاَسْمَآءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وبحق نُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا ھُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَۃٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا﴾
اگر عورت یا کسی گائے وغیرہ کا دودھ بہت کم ہو تو سورہ حجرات کسی چینی کی رکابی نئی میں لکھ کر ۴۰ روز پلائیں تو انشاء اللہ تعالیٰ دودھ بہت آیا کرے گا۔

آگ لگنے سے حفاظت

اگر کسی جگہ آگ لگ جائے تو اس پر سات مرتبہ یہ آیت ﴿قُلْنَا یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ﴾ پڑھ کر پھونکے یا کوری ٹھیکری پر لکھ کر اس میں ڈال دے اور اصحاب کہف کے اسماء مبارک پیالہ میں تحریر کر کے اور دھو کر آگ میں ڈال دے تو آگ سرد ہو جائے گی۔

مکھی یا مچھر سے حفاظت

اگر مکھی یا مچھر ستائے تو دریا کی بالو ریت تھوڑی سی لے کر اس پر یہ آیت ۲۱ بار پڑھے اور اس مکان میں چھڑک دے " بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا وَّھُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ فَتَبَارَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکَ وَزَوْجَکَ "

برائے دفع موش

اگر کھیت کو موش خراب کرتے ہوں تو سورہ تبت لکھے اور اس کے بعد یہ دعا لکھ کر کھیت میں کسی گوشہ پر رکھ دے

"اَیُّھَا الْغَارُ اِرْحَلْ مِنَّا فَاِنْ لَمْ تَرْحَلْ فَاْذَنْ بِحَرْبٍ مِنَ اللہِ وَرَسُوْلِہٖ ثُمَّ انْصَرَفُوْا صَرَفَ اللہُ قُلُوْبَھُمْ - حَسْبُنَا اللہُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ"

بند کردن باران

اگر بارش بند نہ ہوتی ہو تو سات کنکریاں پاک پر سات مرتبہ ہر ایک کنکری پر فاتحہ اور یہ آیت پڑھے اور کسی ایسی جگہ رکھ دے کہ جہاں ان پر بارش نہ پہنچے اگر بارش کو پھر جاری کرنا ہو تو ان کو دریا میں ڈال دے "وَقِيْلَ يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاءَكِ ... لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ"

سانپ سے بچنے کے لئے

اگر کسی شخص کو سانپ یا بچھو یا اور کوئی جانور موذی زہریلا کاٹے تو یہ دعا سات بار پڑھ کر قند سیاہ پر دم کر کے کھلاوے یا شربت کر کے پلاوے الحمد شریف اکتالیس بار پڑھ کر دم کرے اور موم گرم کر کے اس درد پر لگائے۔

﴿بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ مِنْ شَرِّ كُلِّ عَقْرَبٍ وَحَسَدٍ اِنَّھُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَھِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَيْدًا﴾

دیوانہ کتے کے زہر سے بچنے کے لئے

اگر کسی کو دیوانہ کتے نے کاٹا تو یہ تعویز لکھ کر اس کے گلے میں ڈالے "اَلْحَفِيْظُ يَاسَلَامُ اللہُ اَكْبَرُ" اور چالیس روز روٹی پر یہ آیت لکھ کر اسکو کھلاوے ﴿بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اِنَّھُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا وَّاَكِيْدُ كَيْدًا فَمَھِّلِ الْكٰفِرِيْنَ اَمْھِلْھُمْ رُوَيْدًا﴾ جس کو باری سے سانپ کاٹے اس کے گلے میں یہ تعویز لکھ کر ڈالیں "بسم اللہ الرحمن الرحیم س ل ا م ق و لا من رب رح ىى م"

اگر باری کا بخار آتا ہو تو گیارہ بار سورہ فاتحہ ۳ عدد مرچ سیاہ اور ڈھائی پتے نیم پر دم کر دے اور مریض ان کو کوٹ کر پی جائے

تپ باری

سورہ ﴿اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ﴾ کو ۳ بار تین پرچوں پر گولی بنا کر اس کو دیدے اور ... ایک دو گھنٹے بخار ہونے سے پہلی نیم گرم سے نگل جائے اور یہ عمل تین باری ضرور کرے انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہوگا اور ... کے بائیں ناخنوں پر "ک ہ ی ع ص" اور دائیں ہاتھ کے ناخنوں پر "ح م ع س ق" ضرور تحریر کر دے لیکن یہ بھی تین باریوں میں عمل کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ فضل کر دے گا۔

محبت کے لئے

اگر ظالم حاکم یا کسی کے ساتھ کوئی کام ہو یا راستہ میں چور وغیرہ کا خوف ہو تو ان آیات کو گیارہ بار پڑھ کر اپنے پر دم کر

کے چل پڑے انشاء اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت و خطرہ سے امن میں رہے۔
"اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یَاسَرِیْعُ یَاقَرِیْبُ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یَاقَادِرُ یَامُقْتَدِرُ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ یَاعَلِیْمُ یَاحَکِیْمُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اٰمِیْنَ یَاقَھَّارُ یَاعَزِیْزُ"

برکت رزق کے لئے

اگر نمک پر ۴۰ مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور کھانے وغیرہ میں ڈال دے تو انشاء اللہ تعالیٰ کھانے میں برکت ہوگی
"لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْغَنِیُّ الْھَادِیْ الرَّزَّاقُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ الْکَرِیْمُ الْوَاسِعُ الْوَھَّابُ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ ھُوَ الْجَوَادُ الْفَضْلُ وَصَلَّی اللہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ"
اگر ۱۰۲۵ دانہ گیہوں پر ایک ایک بار آیت کریمہ ﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ﴾ سے اخیر تک پڑھ کر دم کرے اور غلہ میں رکھے تو غلہ میں برکت ہو اور ہر بلا سے محفوظ رہے اور اسم یارزاق کو ۳۱۶ مرتبہ فجر کی نماز کے بعد پھر ایسا کرے رزق میں کشائش ہوگی۔

خنازیر کے لئے

ایک چمڑے کا تسمہ بقدر مریض باریک لے کر اس پر اکتالیس گرہ لگائے اور ہر گرہ پر یہ دعا پڑھ کر پھونکے اور مریض کے گلے میں ڈال دے۔ "بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَعُوْذُ بِعِزَّۃِ اللہِ وَقُوَّۃِ اللہِ وَاَعْظَمِ اللہِ وَبُرْھَانِ اللہِ وَسُلْطَانِ اللہِ وَکَنَفِ اللہِ وَجِوَارِ اللہِ وَاَمَانِ اللہِ وَحِرْزِ اللہِ صُنْعِ اللہِ وَکِبْرِیَاءِ اللہِ وَنَظْرِ اللہِ وَبَھَاءِ اللہِ وَجَلَالِ اللہِ وَکَمَالِ اللہِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ"

ایضاً

اگر بکری کے چمڑے سے تسمہ ڈیڑھ گز لے کر اس پر ۴۱ مرتبہ پڑھے اور یہ اور ہر گرہ پر پڑھ کر پھونکتا جائے تاکہ اکتالیس گرہ ہو جائیں تو مریض کی گردن میں باندھیں اور اول آخر پانچ پانچ بار درود شریف ضرور پڑھیں فقط۔

ہر حاجت کے لئے

"یَابَدِیْعَ الْعَجَائِبِ بِالْخَیْرِ یَابَدِیْعُ" بارہ یوم بعد از نماز صبح بارہ صد بار اس کو پڑھ لیا جاوے اور اول آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف پڑھ لیا کریں انشاء اللہ تعالیٰ ہر کام بخیر و خوبی انجام پائیں گے۔

جدائی کے لئے

بکری یا بکرے کے دائیں شانہ کی سالم ہڈی لے کر اس پر یہ آیت لکھے اور کسی پرانی قبر میں دفن کرے "بِسْمِ اللہِ

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَاَلْقَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ "فلاں بنت فلاں۔فلاں کے لئے قیامت تک جدائی ہوجائے۔

ایضاً

یہ آیت لکھ کر کتے کو کھلائے تو ان میں ضرور جدائی ہوجائے گی لیکن یہ دونوں عمل ساعت زحل یا مریخ میں کریں "بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِیَ وَقِیْلَ مَنْ ؔ رَاقٍ وَظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ "فلاں بن فلاں میں عداوت ہو۔

ایضاً

درخت سبز کی شاخ پر سات جگہ یہ لفظ بدوح لکھے اور کاٹتے وقت یہ لفظ زبان سے کہے "قَطَعْتُ قَلْبَ فُلَانٍ عَنْ فُلَانٍ"

ایضاً

اگر عورت کا مرد زانی ہو اور مزنیہ جدا کرنا چاہے تو یہ اسماء مبارک لکھ کر اپنے پاس رکھ ۷۶۸ "عَقَدْتُ سَمْعَکَ وَبَصَرَکَ وَذَکَرَکَ لَایَقُوْمُ اِلَّا فِی الْحَلَالِ بِحَقِّ هٰذِهِ الْاَسْمَآءِ ۱۱۱۱۶ ۵۳۵ ۷۱۷۱ ۷ ح ۷ ع۸ ۱۲۶۸ اَجِیْبُوْا یَاخُدَّامِ هٰذِهِ الْاَسْمَآءِ بِعَقْدِ ذکر فلان عَنِ الْحَرَامِ "فلان کی جگہ نام مرد کا لکھنا چاہیے اگر عورت زانیہ ہو تو چڑیا کے خون میں تھوڑا سہاگہ ملا کر بدن پر ملے اور اس سے صحبت کرے تو وہ عورت پھر کسی کو پسند نہ کرے گی اور یہ نقش ذکر پر لکھے



کشائش رزق و تسخیر خلائق کے لئے

پہلی رات جمعرات تا جمعہ کی صبح کو باطہارت یہ وظیفہ شروع کرے اور با تصور ہر روز پڑھے مخلوقات خدا انشاء اللہ تعالی مسخر ہوجائے گی۔ اول آخر دس دس بار درود شریف اور ان اسماء کو الگ الگ دس بار پڑھے اور پڑھتے وقت اپنے مطلب کا دھیان ضرور رکھے۔

"بسم اللہ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یَا حَیُّ یَاقَیُّوْمُ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ یَارَؤُوْفُ یَا عَطُوْفُ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یَا عَلَّامَ السَّرَآئِرِ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ یَاسَرِیْعُ یَا قَرِیْبُ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ یَا قَادِرُ یَا مُقْتَدِرُ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ یَا حَکِیْمُ یَا عَلِیْمُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ اٰمِیْن یَا قَهَّارُ یَا عَزِیْزُ"

مراد پوری ہوگی ﴿بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ☆ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ﴾

حاکم ظالم کیلئے

اور اگر ظالم ستائے تو سورہ رعد شب تاریک میں آگ کے سامنے نئی رکابی میں لکھ کر اس کے دروازہ پر اس کو دھو کر اس کا پانی ڈالے تو رعیت اس سے برگشتہ ہو جائے گی اگر شب تاریکی حالت برق و رعد میں رکابی نئی پر آگ کے سامنے لکھے اور پانی باران سے دھو کر اس ظالم حاکم کے در پر اسی روز ڈال دے تو انشاء اللہ وہ ظالم جلدی اس جگہ سے معزول ہو جائے گا۔

اگر ظالم کو بیمار کرنا منظور ہو

اگر ظالم کو بیمار کرنا منظور ہو تو ایک تختی آہن کی لے کر اس پر یہ آیت تحریر کریں ﴿ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰی لِقَوْمِهٖ یٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ تا تَوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴾ اور اس کے نیچے اس کا نام اور اس کی والدہ کا نام لکھ کر آگ کے نیچے رکھ دے اور اس کو پکارے تو وہ شخص ظالم مرض میں گرفتار ہو جائے گا لیکن عامل کو لازم ہے کہ شریعت کے احکام سے تجاوز نہ کرے۔

دفعیہ جنات کے لئے

اگر جنات ستاتے ہوں یا اینٹیں کسی مکان میں پھینکتے ہوں تو یہ آیت ۲۵ بار پڑھ کر ہر ایک لوہے کی میخ پر دم کر کے ہر چار میخوں کو مکان کے ہر کونے پر گاڑ دے آیت یہ ہے ﴿ اِنَّهُمْ یَكِیْدُوْنَ كَیْدًا وَّاَكِیْدُ كَیْدًا فَمَهِّلِ الْكٰفِرِیْنَ اَمْهِلْهُمْ رُوَیْدًا ﴾ اور اسماء اصحاب کہف کو لکھ کر چار دیواری میں چسپاں کر دے۔

"بسم اللہ بسم اللہ اسمہ اللہ یا اللہ بحرمت شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ الٰہی بحرمت مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ویملیخا ومکسلمینا کشفوطط اذر فطیونس کشا فطیونس تبیونس یوانس بوس اسم کلبھم قطمیر"

اگر کوئی شخص ان اسماء طیبہ کو لکھ کر اپنے پاس رکھے تو شر دشمن وغیرہ بلیات سے محفوظ رہے اگر مال و اسباب میں رکھے تو برکت ہو اور چوری و آگ و غرق ہونے سے وغیرہ آفات سے محفوظ رہے اگر دردزہ کے وقت لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھے تو جلدی تولد ہو۔

طعام بڑھانے کے لئے

اگر نمک طعام پر چالیس مرتبہ پڑھ کر دم کرے اور کھانے وغیرہ میں ڈال دے تو انشاء اللہ برکت ہوگی۔

"لَا اِلٰهَ اِلَّا اللہ الغنی الھادی الرزاق لاالہ الااللہ الکریم الواسع الوھاب ذی الطول لاالہ الاھو الجواد المتفضل وصلی اللہ علی سیدنا محمد والہ واصحابہ وسلم"

دیگر

اگر ۲۵ دانہ گیہوں پر ایک ایک بار آیت کریمہ "محمد رسول اللہ والذین معہ" سے آخر تک پڑھ کر دم کرے اور غلہ میں رکھے تو غلہ میں برکت ہو اور ہر بلا سے محفوظ رہے اور اسم یارزاق کو ۳۱۶ مرتبہ فجر کی نماز کے بعد پڑھ لیا کرے رزق میں کشائش ہوگی۔

دافع بلاء ووباء حیوان وانسان کے لئے

اگر حیوانوں وانسانوں میں مرض وباء شروع ہو جائے تو ان سب کو پاک مکان میں جمع کر دیں اور سات مرتبہ اذان دیں پھر سورہ فاتحہ ایک بار اور آیت الکرسی ایک بار اور چندرہ بار سورہ اخلاص اور سات مرتبہ سورہ تغابن با آواز بلند پڑھیں تا کہ تمام حیوان وانسان سن لیں اور ان کے کانوں میں آواز پہنچ جائے اسی طرح سات یوم کریں اور یہ تعویذ لکھیں اور پانی میں ڈال کر اس پانی کو ان کو چھینٹے مارے اور یہ بھی سات روز لکھیں۔

"بسم الله الرحمن الرحيم اَللّٰهُمَّ يَادَافِعَ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ اِدْفَعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ الحنان عن مواشينا انت الواحد الصمد الَّذِىْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ"

۷۸۶

ص	ع	ی	۵	ک
ی	۵	ک	ص	ع
ک	ص	ع	ی	۵
ع	ی	۵	ک	ص
۵	ک	ص	ع	ی

اس کو انگشتری چاندی میں ساعت مشتری یا زہرہ میں کھدائے اور اپنے پاس رکھے اور عزت پائے اور اگر سرہانے میں رکھے تو استخارہ کا کام دے۔

اگر اس تعویذ کو ساعت زحل بروز شنبہ تپ لرزہ اور صاحب فالج ولقوہ کے گلے میں لکھ کر ڈالے تو انشاءاللہ آرام ہو۔

۷۸۶

۸	۱	۶
۳	۵	۷
۴	۹	۲

یہ نقش ہر مجلس میں عزت پانے کے لئے اپنی دستار میں شمس کی ساعت میں لکھ کر رکھے۔

۷۸۶

۲	۹	۱۶	۳
۱۲	۷	۲	۱۳
۱	۱۴	۱۱	۸

محبت کے لئے اگر اس کو بروز ۲ شنبہ ساعت قمر میں لکھے اور اپنے پاس رکھے تو مفید ہے

۷۸۶

۶	۷	۲
۱	۵	۹
۸	۳	۴

تسخیر وکشائش رزق کے لئے

جو شخص بیس یوم ہر یوم ہزار مرتبہ اللہ الصمد پڑھ کر اپنے گھر کے اندر دم کرے تو مخلوقات اس کے پاس جمع رہے اور محبت کرے لیکن ہر یوم پانی دریا سے غسل کرے اور روزہ بھی رکھے اور بیس یوم تک ترک حیوانات بھی کرے اگر کسی شخص کو اپنے اوپر عاشق کرنا مطلوب ہو تو ان سے اسم اللہ الصمد کو بعد از نماز عشاء یک صد بار پڑھ کر اس کی طرف دم کرے تو مراد پوری ہوگی اگر رجال الغیب مسخر کرنے منظور ہوں تو اسم اللہ الصمد ستر ہزار بار چھری زمین پر گاڑ کر پڑھے اور یہ عمل جنگل میں کرنا چاہیے۔

اور ہوا کو مسخر کرنے کے لئے ہر یوم ہزار بار اللہ الصمد پڑھنا چاہیے اگر کسی ظالم کے گھر کو جلانا منظور ہو تو اللہ الصمد کو چالیس روز روزے دار ہو کر ایک ہزار یا کسی خاک پاک پر پڑھ کر اس کے گھر میں ڈال دے تو وہ گھر جل کر تباہ ہو جائے گا۔ اور اگر دولت مندی کے لئے پڑھے تو دریا کے کنارہ پر چالیس روز بیٹھے اور ہر یوم تازہ غسل کرے فجر کی نماز کے بعد بیس ہزار اور باقی ہر نماز کے بعد ہزار بار اسم اللہ الصمد پڑھ لیا کرے انشاء اللہ تعالیٰ تنگدستی دور ہو جائے گی۔

اگر اسم اللہ الصمد کو پانچ روز روزانہ بارہ ہزار بار پڑھے اور یہ راز کسی سے نہ کہے تو سانپ بچھو وغیرہ جانور موذی فرمانبردار ہو جائیں گے۔

اگر کسی کو بواسیر خونی ہو یا بادی ہو تو اس کے لئے قبل از آفتاب بعد از نماز فجر بروز جمعہ یا پیر لکھ کر کمر پر باندھے تو انشاء اللہ تعالیٰ آرام ہو جائے۔ " بسم اللہ الرحمن الرحیم کل صَرِیْحٍ وَمکْرُوْبٍ یَارَحِیْمُ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ "

سر درد کے لئے

سر پر ہاتھ رکھ کر یہ دعا پڑھے۔

" بسم اللہ خیر الاسماء بسم اللہ ربّ الارض وربّ السّماء بسم اللہ اسمه وبرکته وشفاء بسم اللہ الذی لایضر مع اسمه شئی فی الارض وهو السمیع العلیم "

دردِ شقیقہ کے لیے

یہ آیت سات بار پڑھے اور دم کرے "قل من رب السموات والارض قل الله قل افاتخذتم من دونه اولیاء لا یملکون لانفسهم نفعاً ولا ضراً"

برائے ناف

اس کو لکھ کر ناف پر باندھے

۷۸۶

وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ
گین دفع شو بحق یا محیط
یامحیط یا محیط یا محیط
ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ہدایات اوقات کے پہچاننے کی

عامل کو چاہیے کہ پہلے پورے طور پر اپنے آپ کو متبع شریعت کا بنائے اکل وشرب اقوال وافعال میں اتقاء کو اختیار کرے اور تعویذات کو اپنے اپنے وقت میں تحریر کرے اور کم از کم گیارہ گیارہ بار مع بسم اللہ درود شریف پڑھ لیا کرے۔

اور خضوع وخشوع سے نہایت عاجزی سے بیٹھ کر بطہارت لکھے اور وقت زحل میں تعویذ عدو یعنی دشمن کے ہلاک کرنے کا لکھے اور پڑھے تو خوب ہوگا مکان وباغ وکھیت وشادی وچاہ کھود نکالے تو بہتر ہوگا لیکن اس وقت میں سفر کرنا اور خرید وفروخت کرنا خوب نہ ہوگا اور نہ ہی افسروں سے اس وقت ملے اور نہ ہی فصد کرائے اور نہ علاج کرائے اور بروز شنبہ زحل کی پہلی ساعت ہوا کرتی ہے۔

ساعت دوم مشتری کی ہے اس میں صلح وصفائی ومحبت وقضا حاجت وبیماری کے لئے تعویذ لکھے تو خوب ہوگا اور اگر اس وقت میں سفر کرے تو مبارک اور نیا کپڑا پہننا اور خرید وفروخت کرنا نہایت عمدہ ہے۔ ساعت سوم مریخ اس میں اعمال شر وفساد وعداوت دشمن وہلاکت مخالفین کے لئے تعویذ لکھے اور پڑھے اور اس میں سفر وخرید وفروخت نہ کرے ورنہ اچھا نہ ہوگا۔

ساعت چہارم شمس اس میں محبت اور افسروں اور امیروں ونوابوں کو ملنے اور تسخیر کے تعویذ لکھنے کی اجازت ہے انشاء اللہ تعالیٰ مراد پوری ہوگی اور جو نیک کام اس میں کرے اچھا ہوگا۔

ساعت پانچویں زہری کی ہے اس میں الفت ومحبت وزبان بندی وخواب بندی وبیمار کے لئے تعویذ لکھے جاتے ہیں اور عمل عشق بازی اور محبت پیدا کرنے کے لئے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور عداوت کا کوئی عمل نہ اس میں لکھے اور نہ ہی پڑھے

پہلی ساعت عطارد کی ہے اس میں محبت وخواب وزبان بندی کے تعویز بیشک لکھے لیکن بچہ اس ساعت میں نہ پڑھنے بٹھائے اور جو بچہ اس ساعت میں پیدا ہوگا عقل مند ہوگا ساعت قمر کی ساتویں ہے اس میں تعویز بہت وپیغام شادی وشفا بیماری وغیرہ کا نیک شروع کرے اور لکھے تو بہت خوب ہوگا اور اس کے بعد پھر زحل کا وقت آجاتا ہے اور ستاروں کے وقت تبدیل ہوتے رہتے ہیں لہٰذا ان کو خیال رکھ کر تعویز اور عمل کیا کرے ورنہ محنت برباد ہوگی اور یاد رکھیں کہ اگر محبت کا تعویز لکھنا منظور ہو تو شروع چاند جمعرات کے دن آفتاب نکلتے ہی گھنٹے کے اندر اندر ہی لکھ لیا جاوے ورنہ جمعہ کے دن چار گھنٹے سورج نکلنے کے بعد تحریر کیا کریں اور ایسا ہی پیر کے دن ہوگا آفتاب نکلتے ہی گھنٹہ کے اندر ہی تعویز لکھ لیا کرے اور پھر مہینے میں اڑھائی دن قمر وعقرب کے ہوتے رہتے ہیں ان میں محبت والفت کے تعویز نہ لکھے یہ بہت سخت دن ہوتے ہیں اور تعویز لکھتے وقت بات چیت نہ کرے اور کسی عورت کے سامنے تعویز نہ لکھے اور لکھتے وقت "یاحافظ یاحفیظ یا رقیب یاوکیل "۳ مرتبہ پڑھ کر اپنے پر دم کر لیا کرے اور خوشبو ضرور پاس رکھے اور اگر عورت پر محبت ڈالنی منظور ہو تو تعویز کے پیچھے پہلے نام اس کا اور اس کی والدہ کا اور اس کے بعد طالب اور اس کے والد کا نام درج کرے "علیٰ ھذاالقیاس "اور عملیات میں زکوٰۃ ونصاب وقفل وبذل وختم وغیرہ کا ضرور خیال رکھیں اور موسم کا خیال رکھتے ہوئے اس نقشہ کو یاد رکھیں اس سے پہر اور گھڑی کا ہمیشہ کے لئے پتہ چلتا رہے گا اور ساعت گھنٹہ کو کہتے ہیں مثلاً شنبہ کے روز اول وقت زحل کا ٦ بجے آفتاب نکلتے ہی شروع ہوا تو اس کا وقت ۷ بجے تک رہے گا پھر وقت مشتری ۷ سے ۸ تک اور ۸ سے ۹ تک مریخ ۹ سے ۱۰ تک شمس پھر ۱۰ سے گیارہ تک وقت زہرہ پھر ۱۱ سے ۱۲ تک وقت عطارد پھر ۱۲ سے ۱ بجے تک قمر اور اس کے بعد پھر وقت زحل ۲ بجے تک پھر مشتری ۳ بجے مریخ ۴ بجے شمس ۵ بجے شمس ٦ بجے وقت زہرہ ۷ بجے عطارد ۸ بجے قمر ۹ بجے تک پھر زحل پھر مشتری پھر مریخ پھر شمس پھر زہرہ عطارد پھر قمر پھر روز یک شنبہ زحل کی گھڑی شروع ہوتی ہے علی ہذاالقیاس اور اگر اب تک پتہ نہیں چلا تو اس نقشہ کو ملاحظہ فرمالیں۔

نقشہ ساعت یعنی پہر اور گھڑی

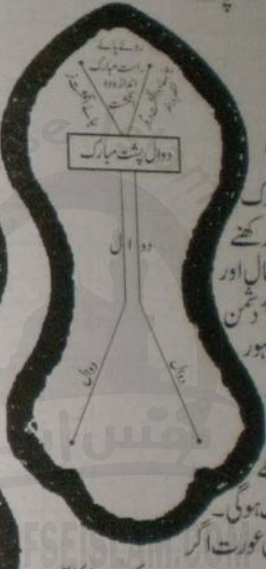
نام دن اور رات	ساعت ۱ (پہلا پہر)	ساعت ۲	ساعت ۳	ساعت ۴ (دوسرا پہر)	ساعت ۵	ساعت ۶	ساعت ۷ (تیسرا پہر)	ساعت ۸	ساعت ۹	ساعت ۱۰ (چوتھا پہر)	ساعت ۱۱	ساعت ۱۲
ہفتہ کی رات	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
ہفتہ کا دن	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
	محبت کیواسطے	صلح کیواسطے	بغض	جادو مال	محبت	نکاح کیواسطے	مادہ سرد کے	بلاکی اثریں	محبت الیہ	عداوت کیلئے	نکاح کیلئے	الوہیت کیلئے
اتوار کی رات	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
اتوار کا دن	محبت	منحوس ہے	سفر کیلئے	منحوس	عداوت بغض	قضا حاجات	منحوس	دولت حشمت	محبت کیلئے	[illegible]	[illegible]	نقصان رسانی
پیر کی رات	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
پیر کا دن	محبت	سفر	نکاح	بیمار کرنے کیلئے	قضا حاجات	طلسم کیلئے	زبان بندی	صلح و محبت	جدائی	محبت	عداوت	محبت
منگل کی رات	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر
منگل کا دن	بغض	منحوس	نکاح	اعمال برکت	منحوس	بیمار کرنے	محبت	عداوت	محبت	منحوس	سفر	بغض و عداوت
بدھ کی رات	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ
	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ
بدھ کا دن	قبول و محبت	ذکر جس سے کچھ	خون جاری کر	اعمال تحریر	عداوت	سفر	محبت	بیماری کا علاج	بغض و عداوت	عداوت شاہان	قبول	بغض و عداوت
جمعرات کی رات	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل
	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد
جمعرات کا دن	قبول محبت	بیمار کرنے	محبت	محبت	نکاح	سفر	عداوت	محبت	[illegible]	قضا حاجات	محبت	شمس
جمعہ کی رات	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس
جمعہ کا دن	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری	مریخ	شمس	زہرہ	عطارد	قمر	زحل	مشتری
	نکاح	طلسمات	نحس	کنواں کھودنا	محبت	قضاء حاجات	دولت حشمت	محبت	[illegible]	ارتق	[illegible]	محبت

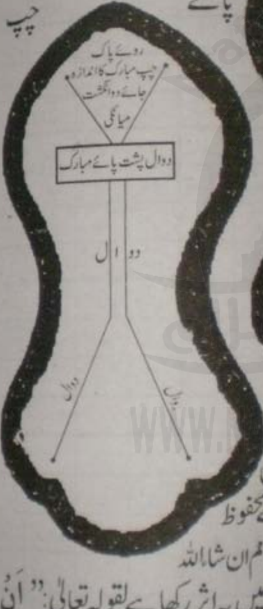
تمثال نعلین شریف حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

پائے راست

نعلین مبارک طول میں ایک بالشت ۱۲ انگل درمیان عرض کعبین ۱۷ انگشت اور پطن قدم ۱۵ انگشت اور اونچا ۱۶ انگشت اور سرنوکدار

پائے چپ





برکات

نقشہ نعلین مبارک کے گھر میں رکھنے سے برکت مال اور حاسد مغلوب اور دشمن اسکے ہمیشہ مقہور رہیں گے اور اس نقشہ کو جو باغ میں رکھے اس میں برکت ہوگی۔ اور دردزہ والی عورت اگر اس نقش کو دست راست میں رکھے تو مشکل آسان ہو اور جو اسکو لکھ کر اپنے پاس رکھے ہر آفات سے محفوظ رہے اور ہر مشکل کے وقت اسکے توسل سے ہر کام ان شاءاللہ آسان ہو جائے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام میں یہ اثر رکھا ہے لقولہ تعالیٰ: "اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْهِ سَكِیْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِیَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ" الخ الآیۃ

جلد ششم

از فتاوٰی محدث اعظم پاکستان شیخ الحدیث والتفسیر حضرت الحاج محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

﴿بسم اللہ الرحمٰن الرحیم﴾

سوال 1: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ قرآن مجید کا بغیر وضو کے چھونا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا بالثواب۔

الجواب: قرآن پاک کو بغیر وضو کے جسم کے کسی حصہ سے بغیر کسی چیز کے حائل ہونے کے چھونا شرعاً ناجائز و حرام ہے قرآن مجید و فرقان حمید میں ہے ﴿لایمسہ الاالمطھرون﴾ کنزالایمان میں اس آیہ کریمہ کا ترجمہ اسطرح کیا ہے کہ اسے نہ چھوئیں مگر باوضو تفسیر خزائن العرفان میں ہے۔ جس کو غسل کی حاجت ہو یا جس کا وضو نہ ہو یا حائضہ عورت یا نفاس والی میں سے کسی کو قرآن مجید کا بغیر غلاف وغیرہ کسی کپڑے کے چھونا جائز نہیں بے وضو کو یاد پر قرآن پڑھنا جائز ہے لیکن بے غسل اور حیض والی کو یہ بھی جائز نہیں بہار شریعت میں ہے بے وضو کو قرآن مجید یا اس کی کسی آیت کا چھونا حرام ہے بے چھوئے زبانی یا دیکھ کر پڑھنے تو حرج نہیں۔ نیز اس میں ہے قرآن مجید کا ترجمہ فارسی یا اردو یا کسی اور زبان میں ہو اسکے بھی چھونے اور پڑھنے میں قرآن مجید ہی کا سا حکم ہے۔ تفسیر جلالین میں "المطھرون" کی تفسیر کی "ای الذین طھروا انفسھم من الاحداث" اسکے حاشیہ پر ہے " فلا یجوز للمحدث و الجنب والحائض مسہ عندالائمہ الاربعہ "شرح وقایہ میں ہے "ولاتمس ھؤلا ای الحائض والجنب والنفساء والمحدث" عمدۃ الرعایہ میں ہے۔ "لایمسہ الاالمطھرون والحدیث لایمس القران الاطاھراخرجہ النسائی والبیھقی والطبرانی واحمدولحاکم وغیرھم"

فتاوٰی رضویہ میں ہے محدث کو مصحف چھونا مطلقاً حرام ہے خواہ اس میں صرف نظم قرآن مجید مکتوب ہو یا اسکے ترجمہ تفسیر ورسم الخط وغیرہ بھی ہو کہ اسکے لکھنے سے نام مصحف زائل نہ ہو گا آخر اسے قرآن کہا جائے گا ترجمہ یا تفسیر کوئی اور نام نہ رکھا جائے گا یہ زواید قرآن کے تابع ہیں اور مصحف شریف سے جدا نہیں وحاشیہ مصحف کی بیاض سادہ کو بھی چھونا جائز نہ ہوا بلکہ پٹھوں کو بھی بلکہ چوی پر سے بھی بلکہ کا چھونا خود ہی ممنوع ہے اگرچہ قرآن مجید سے جدا لکھا ہو۔ ہدایہ میں ہے۔ "وکذا لمحدث لایمس المصحف الابغلافہ لقولہ علیہ السلام لایمس القران الاطاھر ثم الحدث والجنابۃ فلاالیہ فیسویان و حکم المس والجنابۃ حلت الفم دون الحدیث فیفترقان فی حکم القراۃ"

پس قرآن مجید و حدیث پاک واقوال فقہا سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہو گیا کہ قرآن مجید کا بغیر وضو کے چھونا ناجائز وحرام ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال ۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ تکبیر کہتے وقت مقتدی و امام کو بیٹھنا چاہئے اور یہ حوالہ کن کتب فقہ میں آیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرمایا اقامت کے وقت کوئی شخص آیا تو اسے کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے بلکہ بیٹھ جائے جب مکبر حی علی الفلاح پر پہنچے اسوقت کھڑا ہو یہی حکم امام کے لئے ہے تنویر الابصار میں ہے۔

"والقیام لامام وموتم حین قیل حی الفلاح ان کان الامام بقرب المحراب"

ردالمحتار میں ہے۔

"کذا فی الکنز ونور الایضاح والاصلاح والظہیریۃ والبدائع وغیرہا قال فی الذخیرۃ یقوم الامام والمؤتم اذا قال المؤذن حی علی الفلاح عند علماء الثلاثۃ. عالمگیری جامع الرموز مضمرات طحطاوی علی مراقی الفلاح شامی علی الدر عمدۃ الرعایہ علی شرح وقایہ فتاویٰ رضویہ جلد دوم بہار شریعت وغیرہ" کتب فقہ میں تکبیر ہوتے وقت کھڑے ہو کر انتظار کرنے کو مکروہ لکھا ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال ۳: اونچی آواز سے آمین کہنا کہاں تک روا ہے اس کے متعلق کتنے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات موجود ہیں۔

الجواب: حنفی اہل سنت نماز میں آہستہ آمین کہتے ہیں اور شافعی اہل سنت نماز میں بلند آواز سے کہتے ہیں مگر یہ وہابی نہیں ہیں۔ اس علاقہ میں چونکہ وہابی غیر مقلد آمین بلند آواز سے کہتے ہیں لہٰذا ان لوگوں کو وہابی کہتے ہیں۔ گر وہابی ہونے کی وجہ صرف بلند آواز سے آمین کہنا ہی نہیں بلکہ یہ لوگ شان الوہیت وشان رسالت وشان ولایت میں بے ادب وگستاخ ہیں اس وجہ سے ان کو وہابی کہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال ۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کیا ختم شریف غوثیہ بلند آواز سے مل کر پڑھنا اور سورتیں وغیرہ پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: صدر الشریعہ بدر الطریقہ محقق فقیہ حضرت مولانا امجد علی صاحب قدس سرہ نے اپنی کتاب مستطاب بہار شریعت میں فتاویٰ کی معتبر و مستند کتاب درمختار کے حوالہ سے تحریر فرمایا مجمع میں سب لوگ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھیں یہ حرام ہے اگر چند شخص پڑھنے والے ہوں تو حکم ہے کہ آہستہ پڑھیں۔ ختم غوثیہ شریف پڑھنا بہت اچھا ہے۔ اس کے پڑھنے سے دین و دنیا میں بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں لیکن جب مجمع اکٹھے مل کر ختم غوثیہ شریف پڑھیں تو قرآن مجید فرقان حمید کی آیتوں کو آہستہ پڑھیں اور دیگر اذکار کو بلند آواز سے پڑھ لیں اسی طرح جب کہ تیجا۔ ساتا۔ دسواں چالیسواں وغیرہ مجالس میں قرآن مجید کو مجمع میں چند آدمی پڑھیں تو آہستہ پڑھیں اس لئے کہ قرآن پاک کو جب بلند آواز سے پڑھا جائے تو اس کا سننا حاضرین پر ضروری ہے قرآن پاک میں ہے ﴿اِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ تفسیر مدارک میں ہے "ظاہرہ وجوب الاستماع والانصات فی الصلوۃ وغیرہا" درمختار

تما ہے "یجب الاستماع للقراۃ مطلقا لان العبرة لعموم اللفظ" ردالمحتار میں ہے۔

"ای فی الصلوۃ وخارجها لان الایة وان کانت واردة فی الصلوة علی مامرفالعبرة لعموم اللفظ لالخصوص السبب"

یعنی قرآن کا سننا واجب ہے نماز میں ہو یا نماز سے باہر ہو اس لئے کہ آیت ﴿اذا قُرِیَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا﴾ کا شان نزول اگرچہ ہے مگر محل خاص ہی کا اعتبار نہیں بلکہ اعتبار عموم لفظ کا ہے مشکوۃ شریف میں ہے۔ "لایجهر بعضکم علی بعض بالقران" اشعۃ اللمعات میں ہے آواز بلند نکند از شما بعض بقرآن چہ درنماز چہ در غیر آن از مصلی وقائم قاری وذاکر تا موجب تشویش نگردد۔ اور بعض علماء فرماتے ہیں کہ قرآن پاک کا سننا فرض کفایہ ہے لہذا بعض کا سننا کافی ہے جیسے سلام کا جواب دینا فرض کفایہ ہے اس لئے بعض کا جواب دینا کافی ہے ردالمحتار میں ہے۔

"فی شرح المنیه والطول ان الاستماع للقران فرض کفایة لانه لاقامة حقه بان یکون ملتفتا الیه غیر مضیع وذلک یحصل بانصات البعض کما فی ردالسلام حین کان لرعایة حق المسلم کفی فیه البعض عن الکل"

اور علامہ حموی نے استاذ قاضی القضاۃ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے اپنے رسالہ میں تحقیق کی ہے۔ کہ قرآن پاک سننا فرض عین ہے۔ ردالمحتار میں ہے۔

"ونقل الحموی عن استاذه قاضی القضاة یحیی الشهیر بمنقاری زاده ان له رسالة حقق فیها ان استماع القران فرض عین" بعض کتب میں فرمایا کہ علماء کی جماعت کثیر کا یہ مسلک ہے کہ نماز سے باہر قرآن پاک کا سننا مستحب ہے۔ تفسیر احمدی ہے۔

"استدل بها بعض علماء الحنیفته فی ان ترک القراۃ للموتم فرض وذلک لان الله تعالی یامر باستماع القرآن و الانصات عند قراۃ القرآن مطلقا سواء کان فی الصلوة اوفی غیرها ولکن لما کان عامة العلماء غیر قائلین بوجوب الاستماع خارج الصلوة بل باستحبابه"

خلاصہ یہ ہے کہ نماز سے باہر قرآن پاک سننے کے متعلق تین قول مذکور ہیں۔

(۱) فرض عین (۲) فرض کفایہ (۳) مستحب

پہلے قول کی بنا پر نہ سننے والے اور نہ چپ رہنے والے سب گنہگار ہیں اور دوسرے قول کی بنا پر اگر بعض سن لیں گے اور بعض چپ رہیں گے تو کوئی گنہگار نہیں ورنہ سب گنہگار، تیسرے قول کی بنا پر نہ سننے والے اور نہ چپ رہنے والے مستحب کے ترک کرنے والے ہیں جو قرآن پاک کی تلاوت کے وقت خاموش رہے اور سنے تو وہ شریعت کے مطابق عامل اور اجر عظیم حاصل

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے فتاوے میں تحقیق فرمائی کہ اگر قرآن پاک کے سننے کے لئے جمع ہوئے ہوں تو قرات قرآن پاک کے وقت ہر ایک کا چپ رہنا واجب ہے اگرچہ ہزاروں کی تعداد میں ہوں چاہے ان کو دوری کی وجہ سے پڑھنے والے کی آواز نہ پہنچے لیکن جب کہ لوگ اپنے اپنے کاروبار میں ہوں تو قرآن پاک سننے کا قصد نہ رکھتے ہوں تو بعض کے سننے سے فرض ادا ہو جائیگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔مرتب

کرنے والا ہے لہٰذا تحقیق یہی ہے کہ یا سب آدمی قرآن پاک کی سورتوں اور آیتوں کو آہستہ پڑھیں یا ایک آدمی بلند آواز سے پڑھے اور باقی حضرات غور سے سنیں اور خاموش رہیں ختم شریف کو ہرگز بند نہ کریں بلکہ جاری رکھیں کیونکہ یہ دین ودنیا کے فیوض وبرکات وحصول حسنات کا ذریعہ ہے۔"واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم"

سوال ۵: کیا لنگڑے کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو کیوں۔ بینوا توجروا۔

الجواب: لنگڑے کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً جائز ہے اس لیے کہ شرعاً لنگڑا وہ معذور مریض نہیں کہ اسکے پیچھے صحیح وتندرست کی نماز نہ ہو امام کے لیے ضروری ہے کہ سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہو لہٰذا دیوبندی، وہابی، قادیانی، شیعہ، رافضی، مودودی، چکڑالوی وغیرہ بدمذہب امام کے پیچھے اہل سنت کی جماعت کی نماز ہرگز نہیں ہوسکتی۔"واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم"

سوال ۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی وضع نماز کیا تھی سنی اہلسنت وجماعت خصوصاً حنفی مذہب کے مطابق ہاتھ باندھ کر قرأت اور تسلیمات وغیرہ پڑھا کرتے تھے یا شیعہ مذہب کے مطابق ہاتھ کھول کر شیعی نماز پڑھا کرتے تھے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: نبی ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو دیکھا کہ اپنے دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھ کر نماز پڑھ رہے ہیں تو آپ ﷺ نے منع نہ فرمایا اگر ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا منع ہوتا تو حضور علیہ السلام ضرور منع فرماتے۔

ابوداؤد شریف میں ہے۔"عن ابن مسعود انه كان يصلى فوضعه يده اليسرى على اليمين فراى النبى ﷺ فوضع يده اليمنى على اليسرى"

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جد امجد مولیٰ کائنات مشکل کشا مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہاتھ باندھ کر نماز پڑھا کرتے تھے ابوداؤد کے حاشیہ پر ہے"عن علی قال من السنة وضع الكف على الكف تحت السرة"، یعنی حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا سنت ہے۔ بخاری شریف میں ہے" وضع علی رضی اللہ عنہ كفه على رسغه الايسر "یعنی حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ پر رکھا اس سے ظاہر ہے کہ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے جد امجد کے طریقہ پر نماز پڑھتے تھے۔ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ علم شریعت وطریقت کے جامع ہیں۔ سنیوں کے امام ہیں ہمارے شجرہ میں آپ کا نام نامی آتا ہے آپ کا علم وعرفان آپ کی کرامات آپ کے فضائل شہرہ آفاق ہیں۔ ہمیں امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حسن ظن یہ ہے کہ آپ ناف کے نیچے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوتے اور اپنے جد امجد مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر عمل کرتے اور مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چوتھے خلیفہ راشد برحق ہیں اور باب مدینہ علم ہیں آپ اور باقی خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی

سنت کے مطابق عمل کرنے کا حکم حضور نبی کریم علیہ التسلیم نے فرمایا

" علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین "

ہم اہلسنت کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عمل نماز میں ہاتھ باندھنے کا ہے اور آپ کا یہ عمل مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت بعینہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے جب شیعہ رافضی زور دیتے ہیں کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کھول کر نماز پڑھی تو مطلب یہ ہوا کہ شیعہ رافضی کے نزدیک حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت کا خلاف کیا بلکہ آپ نے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف کیا۔ شیعہ رافضیوں کے نزدیک یہ گمان ہوگا کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی سنت بلکہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلاف کیا مگر اہل سنت، کا مسلک یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت پر عمل کرتے تھے اور وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت پر عمل کرتے تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال ۷: دیگر بعد والے حضرات امام اہلبیت مقلد تھے یا نہ اگر تھے تو کس امام کے اگر نہ تھے تو کیوں؟

الجواب: آئمہ اہل بیت کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اگر مسائل مجتہدہ میں کسی امام مجتہد کے مقلد ہو جائیں تو اس سے ان کی شان رفیع میں کوئی فرق نہیں آئے گا دیکھو حضرت غوث پاک سید شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حسنی حسینی سید ہیں اہلبیت کرام میں سے ہیں نسبی شرافت کے حامل ہیں ولایت کے عہدہ پر فائز ہیں بلکہ لاکھوں کو نظر کرم سے باذن پروردگار ولی بنائے ہیں باوجود ان خوبیوں کے پھر بھی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں۔ آئمہ اہل بیت میں سے جو جو آئمہ خود مجتہد تھے وہ اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے ورنہ مسائل مجتہدہ میں کسی مجتہد کے مقلد تھے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال: جب کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ مدینہ پاک میں امام مدینہ تھے اور امام جعفر صادق علیہ السلام بھی مدینہ شریف میں رونق افروز تھے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں شرف تلمذ حاصل کرتے تھے تو وضع نماز اور ہاتھ باندھنے یا کھولنے میں کیوں تصفیہ نہ کر سکے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: امام مالک امام جعفر صادق۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم آئمہ مجتہدین تھے اپنے اپنے شہروں میں اجتہادی مسائل میں اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کرتے تھے مجتہد پر کسی دوسرے مجتہد کی تقلید لازم نہیں بلکہ مجتہد مسائل اجتہادیہ میں اپنے اجتہاد پر عمل کرے گا اس وجہ سے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال: جو امام دیوبندی عقیدہ رکھتا ہو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: ارکان اسلام میں سے اہم ترین رکن نماز ہے۔ نماز فرض قطعی ہے۔ نماز دین کا ستون ہے نماز مومنوں کی معراج ہے نماز باجماعت ادا کرنا شرعا مامور و مطلوب ہے نماز کے دیگر مسائل کی طرح امامت کا مسئلہ بھی نہایت غور طلب

بے نماز کس امام کے پیچھے ادا کی جائے منصب امامت پر کس کو مقرر کیا جائے اسکے متعلق مسلمانوں پر سستی آ گئی ہے۔ مقتدی عام طور پر جس امام کے پیچھے چاہتے ہیں نماز پڑھ لیتے ہیں خواہ امام کسی عقیدہ کا ہو بہت مسجدوں کے متولی و ناظم بھی امام مقرر کرتے وقت غور نہیں کرتے کہ کس عقیدے اور عمل کا امام چاہیے۔ اہلسنت و جماعت کے مذہب کے خلاف بہت سے مولوی ایسے بھی ہیں کہ اپنے آپ کو جھوٹے طور پر اہلسنت بتاتے ہیں اور مسجدوں کے متولی ان مولویوں کے دھوکے میں آ جاتے ہیں اور ان کو اپنا امام مقرر کر لیتے ہیں سینکڑوں جگہ ایسا اتفاق ہوا کہ مقتدیوں نے امام کو اہلسنت سمجھ کر امام رکھا اور امام بھی اپنے آپ کو اہل سنت بتاتا رہا اور اہل سنت جیسے کام کرتا رہا مگر ایسے امام کا پردہ فاش اور ظاہر ہو گیا کہ امام اہلسنت نہیں ہے متعدد ایسی جگہیں ہیں کہ جہاں پر بعد میں ظاہر ہوا کہ امام سنی نہیں ہے بلکہ پکا وہابی ہے۔ اہلسنت نمازیوں نے ایسے وہابی امام کو امامت سے علیحدہ کر دیا جس سے نمازیوں میں انتشار بھی ہوا۔ اگر پہلے ہی امام کو مقرر کرتے وقت پر رکھ لیا جائے تو بعد میں ایسی دشواریاں پیش نہ آئیں انشاء اللہ العزیز۔ اب رہا یہ مسئلہ کہ دیوبندی عقیدوں والے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اس زمانہ میں یہ معرکۃ الآراء مسئلہ ہے اس مسئلہ میں نزاکت ایک حد تک اس لئے ہو گئی ہے کہ دیوبندی اپنے فاسد عقیدوں کو چھپا لیتے ہیں۔ پہلے عقیدے ظاہر نہیں کرتے جب ان کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ وہابی مذہب پھیلانا شروع کر دیتے ہیں پہلے یہ واضح ہو جائے کہ دیوبندی مولویوں کے عقائد کیا ہیں پھر مسئلہ کا جواب سہل ہے۔ دیوبندیوں کا۔

عقیدہ ۱: اگر حضور علیہ السلام کے بعد اب بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تو اس سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔ معاذ اللہ۔ دیکھو بانی مدرسہ دیوبند کا رسالہ تحذیر الناس ۲۴ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

عقیدہ ۲: حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور شیطان لعین کو ساری زمین کا علم ہے معاذ اللہ۔ دیکھو براہین قاطعہ مصدقہ رشید احمد گنگوہی کے صفحہ ۵۱ پر ہے شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھکو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں۔ دیکھئے دیوبندیوں نے اس روایت سے کیا ثابت کیا کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور اسی دیوبندی پیشوا نے اسی کتاب کے اسی صفحہ پر چند سطر کے بعد لکھا ہے الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کونسا ایمان کا حصہ ہے۔ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت عالم کی کونسی نص قطعی ہے کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔

عقیدہ ۳: حضور نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا ملاحظہ ہو۔ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کا رسالہ حفظ الایمان صفحہ ۷۔ اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ﷺ کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید

و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیئے حاصل ہے دیو بندی پیشواؤں کی ان عبارتوں میں سرور دو عالم نور مجسم نبی اکرم شافع یوم النشور ﷺ کی شان رفیع میں صریح توہین و گستاخی ہے اور حضور شافع یوم النشور خاتم النبیین ﷺ کی ختم نبوت سے انکار ہے اس لئے علماء عرب و عجم و مشائخ حرمین طیبین نے ان عبارتوں کے لکھنے والوں پر یا ان عبارتوں کے مطابق عقیدہ رکھنے والوں پر کفر کا فتوی دیا اور یہ فتوی پنجاب میں ہندوستان میں، یوپی میں، سی پی میں، بنگال، بہار، بمبئی، مدراس، کشمیر وغیرہ میں بار ہا شائع ہوا ہے۔ دیو بندی پیشواؤں کے یہ عقیدے سراسر اسلام کے خلاف ہیں اور جو اپنے دیو بندی پیشواؤں کی ان عبارتوں پر مطلع ہو کر ان کو حق جانتے ہیں۔ وہ بھی شرعاً اپنے دیو بندی پیشواؤں کی طرح شرعی جرم میں گرفتار ہیں جو ان کے پیشواؤں پر شرعاً فتوی ہے وہی ان کے ماننے والوں پر ہے۔ جب دیو بندی مولوی کے پاس ایمان ہی نہیں ہے تو دیو بندی امام کی خود نماز نہیں ہوتی تو دیو بندی امام کے پیچھے اوروں کی نماز کیسے ہوگی لہٰذا دیو بندی امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے فریضہ نماز ادا نہ ہوگا بلکہ مقتدی کے ذمہ فریضہ نماز باقی رہتی ہے۔ لہٰذا جن نمازیوں نے دیو بندی امام کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں ان نمازیوں پر لازم ہے کہ وہ نمازیں دوبارہ لوٹائیں۔ اگر نہ لوٹائیں گے تو فریضہ ان کے ذمہ بدستور باقی رہیگا۔ "واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم"

سوال ۱۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسلہ میں کہ ایک آدمی امامت کراتا ہے کہ نماز میں ہمیشہ طول قرات پڑھا کرتا ہے۔ تقریباً پاؤ سوا پاؤ میں دو رکعتیں پوری کرتا ہے مقتدی تمام نالاں ہیں اور امام صاحب کو ہمیشہ کہتے رہتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں اور ضعیف ہیں نماز اتنی لمبی نہ کریں لیکن امام صاحب بجائے مان لینے کے اور زیادہ پڑھنا لگ جاتے ہیں ایسے ضدی معاملہ میں نماز کا کیا حال ہے امام کو کیا کرنا چاہیے اور مقتدی کیا کریں آیا نماز علیحدہ پڑھیں یا پیچھے امام کے نیت کر کے بیٹھ جائیں یا پھر کھڑے ہو کر رکوع میں ساتھ مل جائیں اگر امام کو یہ کہتے ہیں تو کہتا ہے کہ میں ضد نہیں کرتا بلکہ مجھے پڑھنے کا شوق زیادہ ہے بہر صورت امام کو ایسے شوق میں مستغرق ہونا چاہیے یا مقتدیوں کی بات پر عمل کرے۔ بینوا توجروا۔

الجواب: امام جب اوروں کو نماز پڑھائے تو شرعاً اس پر لازم ہے کہ مقتدیوں کا بھی خیال کرے۔ نماز میں قرأت یا رکوع و سجود کا اتنا طول نہ کرے کہ مقتدیوں پر مشقت کا باعث ہو۔ اور جب امام تنہا نماز پڑھے جیسے سنتیں۔ نفل وغیرہ تو جتنا چاہے نماز کو طول دے اس میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالی عنہ نے نماز میں طول دیا تھا جس کی وجہ سے حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام حضرت معاذ پر بہت ناراض ہوئے جیسا کہ بخاری و مسلم میں مفصل حدیث مذکور ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔

"من صلی بالناس فلیخفف فان فیھم الضعیف والمریض و ذوالحاجۃ الحدیث او کما قال رسول اللہ ﷺ"

یعنی جو لوگوں کو نماز پڑھائے تو وہ نماز کو طول نہ کرے بلکہ تخفیف کرے اسلئے کہ مقتدیوں میں کمزور و بیمار اور صاحب حاجت

ہیں اور ارشاد فرمایا "من صلی بنفسه فلیطول ماشاء او کماقال علیه السلام" یعنی جو شخص تنہا نماز پڑھے جتنی چاہے لمبی کرے امام اعظم اور حضور غوث اعظم اور خواجہ غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے اولیاء کرام شب بھر عبادت کرتے صورت مسئولہ میں اس امام کو شرعی مسئلہ سمجھایا جائے اگر مان لے تو اچھا ورنہ کسی اور شخص سنی صحیح العقیدہ کو امام بنائیں۔
وہ امام جو آپ کا ہے امامت کے مسئلے سے ناواقف معلوم ہوتا ہے امام ایسا ہونا چاہیے جو مقتدیوں کے حق کو پہچانے اور تلاوت کا صحیح ذوق وہ ہے جو حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق ہو امام ایسا نہ ہونا چاہیے کہ جس کی وجہ سے مقتدیوں کا ذوق ٹوٹتا ہو بلکہ ایسا ہونا چاہیے جس کی وجہ سے مقتدیوں کا ذوق نماز زیادہ ہو۔ اس امام کا ذوق اگرچہ صحیح مگر طرز استعمال غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے "وھو الموفق وھو تعالٰی ورسوله الاعلی اعلم"

سوال ۱۱: اگر کوئی امام چار انگل سے کم داڑھی رکھتا ہے چار انگل داڑھی نہیں ہونے دیتا صرف دو تین انگل داڑھی رکھتا ہے کیا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز ہے یا کہ نہیں مسئلہ سے مطلع فرمائیں۔

الجواب: شریعت میں کم از کم ایک مشت لمبی داڑھی رکھنا ضروری ہے اس سے کم رکھنا خلاف شرع ہے۔ جو امام داڑھی منڈائے یا کتروائے کہ ایک مشت سے کم ہو اور اسکی عادت رکھے وہ فاسق معلن ہے اسکے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے جس کا لوٹانا یعنی دوبارہ پڑھنا ضروری ہے۔ "واللہ تعالٰی اعلم"

سوال ۱۲: کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ ایک پیش امام داڑھی کم رکھتا ہے جب اس سے پوچھا گیا کہ داڑھی کتنی لمبی ہونی چاہیے تو اس نے جواب دیا کہ لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے اسوجہ سے اکثر لوگوں نے اس کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی ہے اور اس سے داڑھی بڑھانے کا اصرار کیا گیا لیکن اس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے دریافت طلب مسئلہ ہے کہ داڑھی کی شرعی حد کتنی ہے اور امام کی داڑھی کتنی ہونی چاہیے جو شرعی حد سے کم داڑھی رکھے اس کے پیچھے نماز ہوسکتی ہے یا نہیں جس نے مذکورہ بالا لفظ شارع عام کہا ہے اس کے لئے کیا حکم ہے جو لوگ اس امام کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے ان کے لئے کیا حکم ہے۔

الجواب: بہار شریعت میں ہے داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے داڑھی مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے ہاں اگر ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اسکو کٹوا سکتے ہیں احکام الملۃ الحقہ میں ہے داڑھی ایک مشت تک بڑھانا اور رکھنا باتفاق فقہا واجب اور اس سے زیادہ سنت و مستحب تاوقتیکہ شہرت وانگشت نمائی اور تمسخر تک نوبت نہ پہنچے۔ اور قبل مٹھی بھر ترشوانا یا منڈوانا بالاتفاق حرام کسی کے نزدیک جائز نہیں اور فی نفسہ مطلق داڑھی بڑھانا اور رکھنا سنت موکدہ متواترہ قدیمہ ہے تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی احکام شریعت میں ہے داڑھی منڈوانے یا کتروانے والا فاسق معلن ہے اسے امام بنانا گناہ ہے فرض ہو یا تراویح کسی نماز میں اسے امام بنانا جائز نہیں نیز اس میں ہے نماز بکراہت شدیدہ تحریمہ مکروہ

ہے کہ انہیں امام بنانا حرام اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا گناہ اور جتنی پڑھی ہوں سب کا پھیرنا واجب اور انہیں کے قریب ہے فاسق معلن مثلاً داڑھی منڈا یا خشخاشی رکھنے والا یا کترواکر حد شرع سے کم کرنے والا۔ فتاوے رضویہ میں ہے داڑھی ترشوانے والے کو امام بنانا گناہ ہے اور اسکے پیچھے نماز مکروہ تحریمی کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب۔ ان عبارات کتب فقہاء وعلماء سے معلوم ہوا کہ داڑھی کی لمبائی کم از کم ایک مشت ہے جو امام ایک مشت سے کم داڑھی رکھے یا منڈائے وہ شرعاً فاسق معلن ہے اسکو امام بنانا گناہ ہے اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور جتنی نمازیں اس کے پیچھے پڑھی ہیں ان کا پھیرنا واجب۔ امام مذکورہ کا یہ جملہ کہ لمبی داڑھی تو سکھوں کی ہوتی ہے بہت سخت جملہ ہے اس امام پر ضروری ہے کہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ بھی خلاف شرع ایسا جملہ ہرگز نہ کہے گا۔ اگر امام مذکورہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ شریعت کے مطابق کم از کم ایک مشت لمبی داڑھی ضرور رکھے گا ترشواکر اس سے کم نہیں کرے گا تو اس کے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً بلا کراہت جائز ہے جب کہ امام مذکور سنی صحیح العقیدہ شرع ہو اور اگر داڑھی ترشوانے سے توبہ نہ کرے بلکہ اپنی اسی پرانی عادت پر قائم رہے تو اس کے پیچھے نماز پڑھنی گناہ اور لوٹانی واجب وضروری اگرچہ وہ امام سنی صحیح العقیدہ ہو۔ "**واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم**"

سوال ۱۳ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلہ کے بارہ میں کہ ایک شخص حافظ قرآن ہو اور داڑھی کترا کر ایک یا ایک دوانچ کے برابر رکھتا ہو اور رمضان شریف کے روزے بھی نہ رکھتا ہو اور حقہ سگریٹ بازاروں میں پیتا ہو اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے اور نماز تراویح پڑھنا کیسا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب : قرآن پاک حفظ کرنا بہت بڑی بے بہا دولت ایمانی ہے اور بغیر عذر شرعی رمضان مبارک کے روزے نہ رکھنا ٹرا حرام ہے۔ جو شخص شریعت کی پابندی نہ کرتا ہو داڑھی حد شرعی سے کم کرتا ہو منڈواتا یا ترشواتا ہو اور اسکا عادی ہو اگرچہ حافظ قرآن ہو اور سنی صحیح العقیدہ بھی ہو ایسے شخص کے پیچھے پنجگانہ نماز پڑھنا یا نماز عیدین وجمعہ پڑھنا یا رمضان مبارک میں تراویح پڑھنا نماز وتر پڑھنا شرعاً منع ہے۔ نمازیوں کو لازم ہے کہ ایسے شخص کو امامت کے لئے منتخب کریں جو اہلسنت صحیح العقیدہ ہو اور شریعت مطہرہ کا پابند ہو "**واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ علم**"

سوال ۱۴ : وہابی امام کے پیچھے ہم اہلسنت کی نماز کیوں نہیں ہوتی کامل ثبوت ہو۔

الجواب : وہابی شان الوہیت وشان رسالت وشان اہل بیت وشان صحابہ میں نہایت گستاخ وبے ادب ہیں۔ ان کی گستاخیوں وبے ادبیوں سے ان کے پیشواؤں کی کتابیں بھری پڑی ہیں یہ بڑے غدار ہیں قرآن وحدیث کے غلط مطالب بیان کرکے مسلمانوں کو گمراہ وبے دین کر رہے ہیں ان کے پیچھے اہلسنت کو نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں۔ "**واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم**"

سوال ۱۵ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک ایسا نابینا ہے جو اپنے جسم ولباس کو نجاست ظاہری سے محفوظ

نہیں رکھ سکتا اور امور غیر شرعی کا مرتکب رہتا ہے جیسے بغیر اذن ولی نابالغہ لڑکی کا نکاح پڑھنا اور اپنی عورت کو بے ستر رکھنا وغیرہ ایسے شخص کی امامت کے باوجود پرہیزگار امام مل سکتا ہے کیا حکم ہے کہ اسکو امام بنانا چاہیے یا کہ نہیں۔

الجواب : "هو الموفق للصواب" "امام کا سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہونا ضروری ہے اور اگر امام نابینا ہے مگر نماز کے مسائل کو جانتا ہے جسم اور کپڑے کو پاک وصاف رکھتا ہے شریعت کا پابند ہے تو ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلاشبہ جائز بلکہ حدیث کی موافق ومطابق ہے اور اگر نابینا ایسا ہو کہ جسم اور کپڑے کو پاک وصاف نہیں رکھتا اور شریعت کی پابندی نہیں کرتا تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا شرعاً منع ہے اور اسکی امامت ناجائز ہے۔ اسکی امامت سے لوگوں کو وحشت ونفرت ہوگی اور جماعت میں قلت ہوگی لہٰذا اس نابینا کو امامت سے ضرور علیحدہ کردیں اور اس امام مذکورہ کے پیچھے اپنی نمازیں خراب وبرباد نہ کریں بلکہ کسی سنی صحیح العقیدہ پابند شرع کو امام رکھیں اور اس نابینا امام مذکورہ کو امامت سے علیحدہ کردیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نوٹ : جسکی عورت بغیر ستر کے پھرے شوہر اسکو منع نہ کرے تو اسکا شوہر بھی اس کی طرح فسق کررہا ہے اور اگر شوہر منع کرتا ہے مگر بیوی بے پردہ پھرتی ہے تو اس صورت میں شوہر کا کوئی قصور نہیں۔ قرآن پاک میں ہے

﴿لاتذر وازرة وزر اخرىٰ﴾

سوال ۱۶ : نماز پڑھتے وقت امام کو لاؤڈ سپیکر کا استعمال شرعاً درست ہے یا نہیں اور اس پر نماز پڑھنا شرعاً کیسا ہے۔

الجواب : نماز پڑھاتے وقت امام کو لاؤڈ سپیکر کا استعمال ہرگز نہ چاہیے مکروہ ناپسند ہے کیونکہ قرأت میں ایسا تصنع وتکلف اور زیادہ بلند آواز جو حضور قلب خشیت اور تذلل نماز کے منافی ہو منع ہے آئمہ مساجد کو اس سے احتراز چاہیے اور متولی وارکین مسجد کمیٹی اور مقتدیوں کو چاہیے کہ جس جگہ امامت کے لیئے یہ آلہ استعمال ہوتا ہو اسکو بند کرائیں لاؤڈ سپیکر کے مسئلہ کے متعلق غور کیا گیا اس کے متعلق زمانے کے ماہر لوگ بھی دو قسم کے ہیں بعض کہتے ہیں لاؤڈ سپیکر کی آواز متکلم کی آواز ہے یعنی لاؤڈ سپیکر متکلم کی آواز کو دور تک پہنچاتا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ لاؤڈ سپیکر سے متکلم کی آواز ٹکراتی ہے جس سے لاؤڈ سپیکر میں جدا آواز پیدا ہوتی ہے۔ اس صورت میں لاؤڈ سپیکر کی آواز امام کی آواز نہیں لہٰذا اس قول کی بنا پر لاؤڈ سپیکر کی آواز سے جو تکبیرات انتقالات کی جائیں گی اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ فساد وعدم فساد میں معاملہ دائر ہے احتیاط اسی میں ہے کہ نماز کے لئے ہرگز نہ لگایا جائے۔ مسلمانوں کی نمازیں خطرے میں نہ ڈالی جائیں۔ ہمارے اکابر علماء نے نماز میں اس کے لگانے کو پسند نہیں کیا بلکہ بعض علماء نے صراحۃً فرمایا کہ اس کا نماز میں لگانا نادرست ہے بعض نے فرمایا مفسد نماز ہے بعض نے فرمایا ہرگز نہ لگایا جائے بعض نے فرمایا اس کا نماز میں لگانا بدعت سیئہ ہے اور بعض نے فرمایا کہ نماز اذان وخطبہ میں بھی اسکا استعمال نہ کیا جائے ان وجوہ کی بنا پر احتیاط اسی میں ہے کہ لاؤڈ سپیکر کا نماز ہرگز استعمال نہ کیا جائے۔ واللہ تعالےٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال ۱۷: گنبد سے سنی ہوئی آواز پر رکوع وسجود کرنے والے مقتدیوں کی نماز کو کیا کتب فقہ میں فاسد و باطل لکھا ہے۔

الجواب: گنبد سے سنی ہوئی آواز چونکہ امام کی آواز نہیں ہے لہٰذا گنبد کی آواز پر رکوع وسجود کرنے کا کوئی مطلب نہیں نہ اس کی آواز پر سجدہ تلاوت لازم نہ اقتدا کا تحقق۔ واللہ تعالے اعلم۔

سوال ۱۸: کیا گنبد یا لاؤڈ سپیکر سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہے یا اس کی مثل و مشابہ ہے بینوا توجروا۔

الجواب: گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں ہے کیونکہ اگر گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز ہوتی تو جو آدمی گنبد سے آیت سجدہ سنتا تو اس پر سجدہ تلاوت لازم ہوتا حالانکہ لازم نہیں تو معلوم ہوا کہ گنبد سے سنی ہوئی آواز بعینہٖ متکلم کی آواز نہیں ہے بعض علماء لاؤڈ سپیکر کے متعلق بھی ایسا ہی کہتے ہیں۔ در مختار میں ہے۔

"لاتجب السماعة من الصدی ردالمختار میں ہے"هو ما يجيبک مثل صوتک فی الجبال والصحاری و نحوهما كما فی الصراح بدائع الصنائع "میں ہے"بخلاف السماع من الببغاء و الصدی فان ذلک ليس بتلاوة" بحرالرائق میں ہے۔ " کالسماع من الصدی كمافی الصناع و الصدی مایعارض الصوت فی الامکن الخالية " مراقی الفلاح میں ہے " ولاتجب بسماعها من الصدی و هو ما يجيبک مثل صوتک فی الجبال والصحاری و نحوهما "اس کی شرح طحطاوی میں ہے"فانه لااجابة فی الصدی وانما هو محاكاة "فتاویٰ ہندیہ میں ہے اگر کسی نے گنبد کے اندر جا کر آیت سجدہ پڑھی اور وہاں سے آواز گونج کر لوٹی اور وہ آواز اس نے سنی تو اس پر سجدہ واجب نہ ہوگا خلاصہ لکھا ہے بہار شریعت میں ہے پہاڑ وغیرہ میں آواز گونجی اور بعینہ آیت کی آواز کان میں آئی تو سجدہ واجب نہیں اور بدائع الصنائع کی عبارت سے تو صراحۃً ثابت ہے کہ گنبد کی آواز بازگشت تلاوت نہیں باقی عبارتوں کا مطلب بھی یہی ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال ۱۹: نماز عصر و نماز عشا کی پہلی چار سنت غیر مؤکدہ کے پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے۔

الجواب: نماز عصر و نماز عشا کی پہلی چار رکعت سنت پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلی رکعت میں" سبحنک اللهم " الخ تعوذ اور الحمد و سورۃ پڑھے دوسری رکعت میں الحمد و سورۃ پڑھے پھر التحیات کے بعد درود شریف بھی پڑھے پھر تیسری رکعت میں "سبحنک اللهم " الخ اور اعوذ باللہ بھی پڑھے۔ درمختار میں ہے۔

"لايصلی علی النبی علیه الصلوة والسلام فی القعده الاولی فی الاربع قبل الظهر والجمعة ولايستفتح اذا قام الی الثالثة عنها وفی البواقی ذوات الاربع يصلی علی النبی ﷺ و يستفتح و يتعوذ "۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

حضرت محدث اعظم پاکستان استاذ العلماء حضرت مولانا علامہ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے قیام پاکستان سے کافی مدت پہلے نماز تراویح کے متعلق بیس (۲۰) سوال غیر مقلدین کے پیشوا مولوی ثناء اللہ امرتسری سے کیے تھے جو اس زمانہ میں اہلسنت کے مشہور اخبار الفقیہ امرتسر میں شائع ہوئے تھے علماء کے استفادہ کے لئے نقل کیے جا رہے ہیں۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

السلام علی من اتبع الہدیٰ آپ کے بعض مقلدین اہل حدیث کہلانے والے آٹھ رکعت تراویح پر بہت زور دیتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کو بدعت وناجائز بتاتے ہیں اور مسلمانوں کو عبادت خدا سے روکنے کی ترغیب دیتے ہیں اور فتنہ وشور برپا کرتے رہتے ہیں اور ہیں بالکل جاہل۔ آپ سے چند سوالات کرتا ہوں ان کا جواب تعصب سے الگ ہو کر نہایت انصاف سے دیجئے۔ چار برس ہوئے پیر کی شریف آپ اور ابراہیم سیالکوٹی غیر مقلدین کے جلسہ میں گئے تھے اور میں نے چند سوالات آپ کے مذہب کے متعلق آپس سے بذریعہ تحریر دریافت کئے مگر آپ جواب نہ دے سکے اور اب تک خاموش ہیں ان سوالات کے جوابات میں ایسی خاموشی اختیار نہ کیجئے قرآن مجید وحدیث شریف سے جواب ہو اپنی رائے کو دخل نہ ہو۔

سوالات

1 بیس رکعت تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز۔

2 اگر کوئی اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے یہ جان کر کہ آئمہ واصحابہ کرام کا اس پر عمل تھا تو وہ اہل حدیث (غیر مقلد) گنہگار ہوگا یا نہیں اور وہ اہل حدیث بیس تراویح پڑھنے سے اہل حدیث رہے گا یا نہیں۔

3 ایک اہل حدیث (غیر مقلد) آٹھ تراویح پڑھے اور دوسرا اہل حدیث (غیر مقلد) بیس تراویح پڑھے تو زیادہ ثواب کس کو ہوگا۔

4 تراویح کے کیا معنی ہیں شرعاً اس کا اطلاق کم از کم کتنی رکعت پر حقیقتاً ہو سکتا ہے۔

5 نماز تہجد کا وقت کیا ہے اور نماز تراویح کا کیا وقت ہے۔

6 نماز تہجد کب شروع ہوئی اور نماز تراویح کب مسنون ہوئی۔

7 نماز تہجد رمضان وغیر رمضان میں ہے یا نہیں۔

8 نماز تراویح صرف رمضان میں ہے یا نہیں۔

9 ہند کے اہل حدیث کہلانے والوں کے پیشوا مولوی نذیر حسین دہلوی ایک ختم قرآن مجید تراویح میں اور ایک ختم تہجد میں سنتے تھے جیسا کہ غیر مقلدین میں مشہور ہے لہٰذا اگر تراویح اور تہجد ایک نماز ہے تو مولوی نذیر حسین دہلوی دونوں کو الگ الگ پڑھ کر بدعت فی الدین کے مرتکب ہوئے یا نہیں اور رمضان میں تہجد جماعت کے ساتھ پڑھنا اور اس میں ختم قرآن مجید سننا اہل حدیث کے نزدیک بدعت ہے یا سنت ہے تو اس کا کیا ثبوت ہے۔

10 صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں کیا حدیث صحیح الاسناد بالاتفاق صریح الدلالۃ مرفوع متصل ہے جس کا یہ مضمون ہو

کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رمضان میں آٹھ رکعت تراویح پڑھی ہیں۔

11 حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ماہ رمضان المبارک میں کتنی شب تراویح پڑھی ہیں جس حدیث میں اس کا ذکر ہے اس میں تعداد رکعت بیان کی ہیں یا نہیں۔

12 پورے رمضان میں تراویح پڑھنا کس کی سنت فعلی ہے صحابہ کی سنت پر عمل کرنا سنت ہے یا نہیں۔

13 بخاری و مسلم بلکہ صحاح ستہ میں تہجد کی کتنی رکعت مذکور ہیں ہمیشہ آٹھ رکعت یا کم زیادہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایات میں کتنی رکعت کا بیان ہے۔

14 صحاح ستہ میں کسی کتاب میں اکثر اہل علم جمہور صحابہ و تابعین کا تراویح کے متعلق کیا عمل بتایا ہے بیس رکعت یا کم یا زیادہ حضرت شیخ المحدثین شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر جمہور امت کا کیا عمل بتایا ہے۔

15 کتب حدیث میں بیس تراویح کے متعلق حدیثیں ہیں یا نہیں۔

16 کسی حدیث کے اسناد میں اگر بعض ضعف ہو تو جمہور امت کے تلقی بالقول کرنے سے وہ حدیث حجت قابل عمل رہتی ہے یا نہیں۔

17 صحابہ کرام کے جس قول و فعل میں اجتہاد کو دخل نہ ہو وہ حکم میں مرفوع کے ہے یا نہیں اصول حدیث میں اس کے متعلق کیا فیصلہ ہے۔

18 اگر حدیث کا ایسا اسناد ہو کہ بعد کے طبقہ کا ایک راوی ضعیف ہو تو کیا اس سے لازم آتا ہے کہ اس طبقہ سے پہلے محدثین کے نزدیک بھی وہ حدیث ضعیف ہو۔

19 کیا کسی حدیث کے اسناد صحیح ہونے سے یہ ضروری ہے کہ اس کے متن حدیث پر عمل کیا جائے یا کسی حدیث کے محض اسناد ضعیف ہونے سے لازم آتا ہے کہ وہ حدیث قابل عمل نہ ہو۔

20 شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی تراویح کی کتنی رکعت بتاتے ہیں ابن تیمیہ نے تراویح کے عدد رکعت کے متعلق کیا فیصلہ کیا ہے حضور سیدنا قطب الاقطاب غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محدث نووی شارح مسلم شریف کتنی تراویح کو مسنون فرماتے ہیں۔

نوٹ: ان سوالات کے جوابات مندرجہ ذیل پتہ پر دیں یہ آپ کو اختیار ہے خواہ آپ ان سوالات کے جوابات تنہا لکھیں یا دوسرے غیر مقلد مولویوں کی مدد مانگ کر لکھیں۔ مگر جوابات پر آپ کے دستخط کا ہونا ضروری ہے اور باقی غیر مولویوں کے دستخط کرانے نہ کرانے کا آپ کو اختیار ہے اگر آپ نے سوالات کے جوابات انصاف سے دیئے تو عدد تراویح کے مسئلہ میں

غیر مقلدوں پر حق ظاہر ہو جائے گا اور غیر مقلدوں کی ساری شورش کی قلعی کھل جائے گی ۱۴ شوال تک اس پتہ پر جواب دیں (سردار احمد حنفی قادری چشتی قصبہ دیال گڑھ براستہ دھاریوال ضلع گورداسپور) اور اس مدت کے بعد اس پتہ پر جواب روانہ کریں (بریلی شریف محلہ بہاری پوری مسجد بی بی صاحبہ مرحومہ مدرس رضیہ اہل سنت و جماعت)۔

اعلان: جو غیر مقلد صاحب ان سوالات کو دیکھے وہ اپنے ذمہ دار مولویوں تنظیم والے روپڑی غیر مقلدوں سے یا غزنوی غیر مقلدوں سے یا دہلوی غیر مقلدوں سے جوابات لکھوا کر بھیجے جن حنفیوں کو غیر مقلد بیس تراویح کے مسئلہ میں تنگ کرتے ہیں وہ ان غیر مقلدوں کی دہن درازی کے لئے ان سوالات کے جوابات ان سے طلب کریں۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینہ میں غار ہے کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار وار سے پار ہے۔

سوال نمبر۲۰: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اندریں مسئلہ کہ بعد از نماز جمعہ شہر یا قصبہ میں احتیاط الظہر پڑھنی فرض ہے یا کہ نہیں چونکہ ہمارے قصور شہر میں اہل سنت کے دو گروہ دربارہ احتیاط ہیں ایک جماعت تو کہتی ہے کہ احتیاطی پڑھنی فرض ہے جو شخص احتیاطی نہیں پڑھتا وہ فرض کا تارک ہے اور جو لوگ احتیاطی نہیں پڑھتے وہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ ہمارے مفتی اعظم اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ احکام شریعت میں فرماتے ہیں کہ بعد جمعہ نماز ظہر کی حاجت نہیں اس لئے نہیں پڑھتے اب فریقین میں یہ بات قرار پائی ہے کہ جو فیصلہ حضرت قبلہ مولانا سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ محدث و مفتی اعظم فرمادیں اس پر ہم سب کاربند ہوں گے چونکہ آپ ہمارے اہل سنت کے مفتی اعظم ہیں لہٰذا آپ مہربانی فرما کر ہمارے حاکم بن کر فیصلہ صادر فرما کر مشکور فرمائیں تاکہ ہماری کشمکش دور ہو جائے۔

نمبر۱: نیز آپ یہ بھی فرمادیں کہ احتیاط الظہر قرآن و حدیث اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول سے ثابت ہے یا بعد جاری ہوئی ہے تو کتنا عرصہ ہوا ہے۔

نمبر۲: جو لوگ احتیاط الظہر نہیں پڑھتے وہ فرض کے تارک اور مستوجب عذاب ہیں یا کیا۔

نمبر۳: شہر میں احتیاطی فرض واجب ہے کہ نہیں بینوا توجروا از شہر قصور۔

الجواب: شہر میں نماز جمعہ پڑھنا فرض ہے اور احتیاطی ظہر شہر میں پڑھنا ضروری نہیں خواص پڑھ لیں تو عوام نہ پڑھیں جو شخص یہ کہتا ہے کہ شہر میں احتیاطی ظہر نہ پڑھنے والا فرض کا تارک ہے اس کی بات خلاف تحقیق ہے خواص کا شہر میں احتیاطی ظہر پڑھنا مستحسن اور مندوب ہے اور وہ عوام جن کو احتیاطی ظہر پڑھنے سے جمعہ کی فرضیت میں شک ہو تو وہ شہر میں احتیاطی ظہر نہ پڑھیں، اور جو عوام ایسے ہوں کہ احتیاطی ظہر پڑھنے سے ان کو جمعہ کی فرضیت میں شک نہ ہو وہ احتیاطی ظہر پڑھ سکتے ہیں احتیاطی ظہر کے پڑھنے میں اختلاف نہیں ہے بلکہ اتفاق ہے ہاں اس کے ضروری ہونے میں اختلاف ہے ہمارے نزدیک شہر میں پڑھنا ضروری نہیں بلکہ جائز و مندوب و مستحسن ہے ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے۔

"وذکر فی النهر انه ینبغی التردد فی ندبها علی القول بجواز التعدد خروجا من الخلاف انتهی وفی شرح الکافی هو الصحیح وبالجملة فقد ثبت انه ینبغی لاتقیاء لهذا الاربع بعد الجمعة لکن بقی الکلام فی تحقیق انه واجب او مندوب اسی میں ہے ولهذا قال المقدسی نحن لانامر بذالک امثال هذه العوام بل ندل علیه الخواص وبالنسبة الیهم انتهی واللہ تعالی"

عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ میں ہے۔

"استحسنوا ان یصلوا بعد صلوة الجمعة بغیر جماعة اربع رکعات بنیة اخر ظهر ادرکت وقته ولم اصله وتفصیله فی شرح الهدایة والمنیة والکنز وغیرها"

نمبر۱: قرآن شریف کی کسی آیت میں احتیاطی ظہر کا ذکر صراحت سے نہیں اور حدیث شریف میں بھی اس کا صراحۃ نظر سے نہیں گذرا اور امام اعظم علیہ الرحمۃ کا قول اس کے متعلق کتب متداولہ میں مذکور نہیں سلطان اسلام اورنگ زیب رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حضرت عارف باللہ ملاجیون علیہ الرحمۃ نے تفسیر احمدی میں اس کے متعلق مختصر ذکر فرمایا اور علماء کے اختلاف کو نقل فرمایا واللہ تعالی اعلم۔

نمبر۲: جو لوگ شہر میں احتیاطی ظہر نہیں پڑھتے وہ فرض کے تارک نہیں۔ واللہ تعالی اعلم۔

نمبر۳: شہر میں احتیاطی ظہر نہ فرض ہے نہ واجب واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم۔

سوال نمبر۲۱: مسئلہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو کچھ علم بھی رکھتا ہے اور ہمارے قریب ایک چھوٹے سے گاؤں میں کچھ عرصہ سے جمعہ بھی پڑھاتا ہے لہٰذا علماء دین سے التجا ہے کہ چھوٹے سے دیہات میں جمعہ پڑھانے کی نسبت مسئلہ فرمادیں کہ کن شرطوں سے جمعہ واجب ہوتا ہے اور کن شرطوں سے ظہر ساقط ہوتی ہے ان کی نسبت شریعت کی رو سے بندگان دین فیصلہ دیں کہ آیا یہ درست ہے یا نہیں۔

الجواب: جمعہ کے فرض ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں جن میں سے ایک شرط شہر یا فنائے شہر یعنی ملحقات شہر ہے لہٰذا گاؤں میں جمعہ فرض نہیں ہے جس گاؤں میں جمعہ نہیں ہوتا وہاں قائم نہ کیا جائے گاؤں میں نماز جمعہ نفل ہوگی لہٰذا جمعہ کے دن گاؤں میں نماز ظہر پڑھنا فرض ہے جو شخص گاؤں میں جمعہ کے دن ظہر نہ پڑھے گا اس کے ذمہ ظہر کا فریضہ باقی رہے گا اس نے گاؤں میں نماز چاہے پڑھی ہو یا نہ پڑھی ہو واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم۔

نمبر۳۲ ایک سوال کا جواب: گاؤں میں شرعاً جمعہ نہیں اگر علمائے کرام نے فرمایا جس گاؤں میں پہلے سے جمعہ ہو رہا ہو اس کے بند کرنے میں فتنہ وفساد ہوتا ہو تو فتنہ سے بچنے کے لئے جمعہ کو بند نہ کیا جائے جمعہ بطور نفل ادا ہو جائے گا اس لئے گاؤں میں جمعہ کے دن بھی ظہر ضروری پڑھے جمعہ چاہے پڑھا ہو یا نہ پڑھا ہو اور جس گاؤں میں پہلے سے جمعہ نہ ہو رہا ہو تو وہاں ہرگز جمعہ کو شروع نہ کیا جائے واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم۔

سوال نمبر۴۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد نماز فجر یا پنجگانہ یا بعد عیدین مصافحہ کرنا یا معانقہ کرنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا بالاجر والثواب۔

الجواب: "هو الموفق للصواب" ملاقات کے وقت دو مسلمانوں کا آپس میں مصافحہ کرنا یا بعد نماز پنجگانہ مصافحہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحب ہے طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے "تستحب بالمصافحة بل هی سنة عقب الصلوة وعند كل لقى" یعنی مصافحہ مستحب ہے بلکہ ہر نماز کے بعد اور ہر ملاقات سنت ہے مراقی الفلاح شرح نورالایضاح کے حاشیہ میں ہے "كذا تستحب المصافحة فهی سنة عقب الصلوة كلها" یعنی یونہی مصافحہ مستحب بلکہ ہر نماز کے بعد سنت ہے مجمع الانہر میں ہے "وكذا المصافحة بل هی سنة عقيب الصلوة كلها وعند الملاقاة كما قال بعض الفضلاء" اور معانقہ کرنا بھی بلا شبہ جائز ہے جب کہ معانقہ کرنے والے قمیص یا جبہ پہنے ہوئے ہوں یعنی کپڑے علیحدہ علیحدہ پہنے ہوئے ہوں۔ درمختار میں ہے "لو كان عليه قميص اوجبة بلاكراهة بالاجماع ومحجه فی الهدايه وعليه المتون" خانیہ میں ہے" ان كانت المعانقة من فوق قميص او جبة جاز عند الكل "حدیث شریف میں ہے "ونهض النبی ﷺ الی عثمان فاعتنقه انت ولی فی الدنيا والاخرة" یعنی نبی کریم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف تشریف لے گئے اور ان سے معانقہ کیا اور فرمایا دنیا و آخرت میں تو میرا دوست ہے اس حدیث کو محدث حاکم نے اپنی کتاب مستدرک میں نقل کیا ہے اور اس موضوع پر کثرت سے حدیثیں مروی ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے امام حسن امام حسین حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی معانقہ فرمایا جس کو ان حدیثوں کی تفصیل درکار ہو وہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ کا رسالہ جلیلہ وشاح الجید کا مطالعہ کرے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر۴۴: ہمارے امام صاحب ان لوگوں کو جو پوری نماز ادا کرنے کے بعد خود دعا مانگ کر چلے جاتے ہیں کہتے ہیں" شیطان کے بھائی ہیں جب ان کو کہا جائے کہ شہر میں عموماً کاروباری ایسا ہی کرتے ہیں تو آپ ان کو شیطان کا بھائی فرماتے ہیں بیچ اس مسئلہ کے اختلاف زیادہ بڑھ رہا ہے صحیح فتویٰ صادر فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

الجواب: نماز باجماعت ادا کرنے کے بعد بہتر یہ ہے کہ اکٹھے مل کر دعا بھی مانگیں کہ حدیث شریف میں ہے "الدعاء مخ العبادة" دعا عبادت کا مغز ہے جس طرح سے مل کر نماز ادا کی ہے ایسے ہی مل کر دعا مانگیں معلوم نہیں کہ اس مجمع میں اللہ تعالیٰ کا نیک بندہ کون ہے کہ جس کے ذریعہ سے نماز و دعا قبول ہو جائے لیکن ضروری کاروبار کی وجہ سے اگر کوئی آدمی تنہا دعا مانگ کر چلا جائے تو شرعاً کوئی حرج نہیں ہے جس مولوی صاحب نے تنہا دعا مانگنے والے کو شیطان کا بھائی کہا ہے اس نے بہت سخت کلمہ ہے ایک مسلمان کو بلاوجہ شرعی شیطان کا بھائی کہنا سخت جرم ہے اس مولوی صاحب پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور

اس سے جس کو شیطان کا بھائی کہا ہے معافی مانگے اور آئندہ کسی مسلمان کو خلاف شرع کلمہ نہ کہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲۵: فجر کی نماز باجماعت ادا ہونے کے بعد بلند آواز سے سبحان اللہ الحمد للہ اللہ اکبر کثرت سے پڑھا جاتا ہے بعض لوگ جو اکیلے آ کر نماز پڑھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ آہستہ پڑھ لیا کرو لیکن اول والے لوگ نہیں مانتے اور آہستہ پڑھنے سے قاصر ہیں اگر وہ حق پر ہیں تو اشتباہ دور فرما کر صحیح صدر فرمایا جائے بینوا توجروا۔

الجواب: ذکر جہر یعنی بلند آواز سے ذکر کرنا شرعاً جائز ہے لیکن نمازیوں کی نماز کا خیال رکھا جائے گا کہ بہت زیادہ آواز سے نہ ہو کہ نمازیوں کی نماز میں خلل آئے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر ۲۶: ایک صاحب عرض کرتے ہیں کہ مسجد میں چند لوگ بلند آواز سے قرآن پاک پڑھتے ہیں اور کچھ لوگ درود شریف بلند آواز سے پڑھتے ہیں کچھ لوگ نماز پڑھ رہے ہوتے ہیں نماز پڑھنے والوں کو تکلیف ہوتی ہے یہ قرآن پاک پڑھنا اور درود شریف پڑھنا جائز ہے یا نہیں بینوا توجروا بالاجر العظیم۔

الجواب: مجمع میں چند مردوں کا جمع ہو کر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھنا شرعاً منع ہے مسجد میں ہو یا خارج مسجد میں ہو نماز کا وقت ہو یا نماز کا وقت نہ ہو کوئی آدمی نزدیک نماز پڑھ رہا ہو یا نہ پڑھ رہا ہو مجمع میں جب آدمی جمع ہوں تو حکم ہے کہ سب آہستہ آہستہ اس طرح پر قرآن مجید پڑھیں کہ ایک کی آواز دوسرا نہ سنے یا ایک آدمی بلند آواز قرآن مجید پڑھے اور باقی خاموش ہمہ تن گوش ہو کر بیٹھیں، پڑھنا شرعاً جائز ہے جب کہ کسی کی نماز میں خلل نہ آئے درود شریف کو بلند آواز سے پڑھنے کو روکنے والے عام طور پر وہابی ہیں وہ نمازی کی نماز کا بہانہ کرتے ہیں اصل منشاء مقصود ان کا درود پاک پڑھنے سے بند کرنا ہے کہ رسول پاک کی یاد نہ کی جائے ان کو لفظ یا کے ساتھ نہ پکارا جائے اگر یہ نہیں تو نماز کے فوراً بعد درس دینا کیوں شروع کر دیتے ہیں اس جگہ لوگوں کی نماز کا خیال نہیں آتا سلام پھیرتے ہی لاؤڈ سپیکر سامنے رکھ کر اندھیرے میں درس شروع کر دیتے ہیں حالانکہ قریب میں بہت سی مساجد میں ابھی جماعت بھی نہیں ہوئی ہوتی یہ لوگ لوگوں کی نماز کی پرواہ نہیں کرتے زور زور سے تقریر کرتے ہیں اور لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ سے دور دور آواز پہنچاتے ہیں ان کی تقریر سے تو نماز میں خلل نہیں آتا مگر درود پاک پڑھنے سے نماز میں خلل آتا ہے ہمارے نزدیک بہتر یہی ہے کہ اتنی بلند آواز سے درود شریف پڑھ لیں کہ کسی نمازی کی نماز میں خلل نہ آئے یعنی بہت بلند آواز سے نہ پڑھیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲۷: مردے کو قبر میں کیسے لٹایا جائے؟

الجواب: فتاویٰ رضویہ میں ہے قبر میں داہنی کروٹ پر قبلہ رو لٹایا جائے کنز الدقائق میں ہے "ویوجہ الی القبلۃ" اس کی شرح مستخلص میں ہے۔

"ای یوضع علی شقہ الایمن متوجھا الی القبلۃ لقولہ علیہ السلام لعلی حین وضع الجنازۃ یاعلی استقبل بہ

اسفلا هكذا في بدائع الصنائع "

بہار شریعت میں ہے کہ اس کو داہنی کروٹ پر لٹائیں اس کا منہ قبلہ کو کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۲۸: مسجد کے قریب ایک احاطہ ہے جس پر کسی کی ملکیت مخصوص نہیں عرصہ دراز سے مولوی صاحب امام مسجد وہاں رہتے تھے اب بھی وہاں نئے مکان تعمیر صرف امام مسجد کے لئے ہوئے ہیں ان پر زکواۃ کی رقم خرچ ہوسکتی ہے یا نہیں بحوالہ کتب معتبرہ مطلع فرمائیں اور یہ بھی فرمادیں کہ وہاں پر امام مسجد ہاشمی رہ سکتا ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: زکواۃ کی ادائیگی کے لئے شرط یہ ہے کہ جس کو زکوۃ دی جائے اس کو مال کا مالک بنا دیا جائے مال زکواۃ کا مالک وہی ہوسکتا ہے جو مالک ہونے کا اہل ہو لہٰذا صورت مسئولہ میں مال زکواۃ سے امام مسجد کے لئے رہائشی مکان تعمیر نہیں کرسکتے اس لئے کہ مسجد اور ضروریات مسجد جس میں امام مسجد کا رہائشی مکان جو اہل محلہ نے امام مسجد کی رہائش کے لئے تعمیر کیا ہے داخل ہے کسی کی ملکیت میں نہیں ہوتے بلکہ یہ سب اشیاء سب مسلمانوں کے لئے وقف ہیں اس لئے اس میں مال زکواۃ کا مالک بنادیا جائے پھر وہ آدمی اپنی مرضی سے وہ رقم مکان کی تعمیر کے لئے دے دے تو جائز ہے ملک کے بدلنے سے شئی کا حکم بدل جاتا ہے بخاری شریف میں ہے حضرت بریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو گوشت کا صدقہ کیا گیا حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا "لك صدقة ولنا هدية او كما قال عليه السلام "یعنی یہ گوشت اے بریرہ تیرے لئے صدقہ ہے اور تو وہ گوشت ہماری خدمت میں پیش کردے تو ہمارے لئے تحفہ ہے اس حدیث سے صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ صدقہ کے مال کو مستحق صدقہ کے مال کا لے کر اور مالک ہو کر سید کو دے سکتا ہے سید کے حق میں وہ مال ہدیہ و تحفہ ہے براہ راست سید کو زکواۃ ناجائز اور حیلہ شرعی کے ساتھ جائز ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۲۹ ایک سوال کا جواب: لائلپور میں ایک مجمع کثیر نے چاند اپنی آنکھوں سے دیکھا اس لئے یہاں شرعی ثبوت سے اتوار کے دن روزہ رکھا گیا جن مقامات پر ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہیں دیا اور نہ ہی چاند ہونے کا شرعی ثبوت ملا تو وہاں کے مسلمانوں پر اتوار کے دن روزہ رکھنا فرض نہ تھا۔ حدیث شریف میں ہے کہ شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند دکھائی دے تو روزہ رکھو اور اگر گردوغبار ابر کی وجہ سے چاند دکھائی نہ دے تو شعبان کے تیس دن پورے کرلو۔ رمضان المبارک کے چاند کا ثبوت شرعاً ایک مسلمان یا عورت بالغ عادل یا مستور الحال کی گواہی سے ہوجاتا ہے جس مقام پر شرعی ثبوت اس طریقہ سے نہیں ہوا وہاں کے مسلمانوں نے تیس دن شعبان کے پورے کئے اور اتوار کا روزہ نہیں رکھا۔ انہوں نے حدیث شریف کے مطابق وموافق عمل کیا۔ تار، خط، ٹیلی فون، اخبارات، جنتری کے اعلان سے شرعی ثبوت نہیں ہوتا چونکہ چاند کا شرعی ثبوت اب مل گیا لہٰذا عید کے بعد اتوار کے روزہ کی قضا ضروری ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر ۳۰: ایک سوال کا جواب: تار، ریڈیو، ٹیلی فون وغیرہ آلات جدیدہ سے رویت ہلال کا ثبوت شرعاً نہیں ہوتا لہٰذا

آپ کے ہاں جب کہ چاند نظر نہ آیا اور نہ ہی کوئی شرعی ثبوت پہنچا بلکہ ریڈیو کی خبر پر روزہ رکھا گیا۔ تو شرعی ثبوت نہ پہنچنے کی وجہ سے اس دن کا روزہ رکھنا شرعاً آپ لوگوں پر فرض نہ تھا وہ دن آپ کے نزدیک مشکوک تھا اور شک کے دن کا حکم یہ ہے کہ ضحوہ کبریٰ یعنی زوال ختم ہونے تک روزہ کی مثل رہیں اگر اس وقت تک چاند کا ثبوت ہو جائے تو رمضان کی نیت کر لیں اور نہ کھا پی لیں۔ درمختار میں ہے "والا یصومه الخصواص ویفطر غیر هم بعد الزوال به یفتی نفیا لتهمة النهی" شرعی ثبوت روزہ رکھنے کے لئے ایک مسلمان مرد یا عورت بالغ عادل ہو یا مستور الحال کی گواہی سے ہو کا شک کے دن اگر روزہ رکھ لیا تو ضحوئ کبریٰ کے بعد عوام کھول دیں اور خواص نہ کھولیں تو مولوی صاحب نے جو خود اپنا روزہ توڑا اور خواص کا توڑایا ہے تو اس نے خلاف شرع کیا ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ شرعی مسئلہ بغیر تحقیق کے لوگوں کے نہ بتائے گا یہ اس صورت میں ہے جب کہ مولوی صاحب سنی صحیح العقیدہ ہو اور اگر امام دیوبندی مولوی ہے تو دیوبندی شان الوہیت اور شان رسالت وشان ولایت میں نہایت بے ادب وگستاخ بے باک ہیں جس سے ان کی کتابیں بھری پڑی ہیں اہل سنت پر دیوبندی مولوی کا قول لازم نہیں اور اہل سنت کی نمازیں دیوبندی اماموں کے پیچھے ہرگز نہیں ہوتیں اہل سنت پر لازم ہے کہ دیوبندیوں سے فتویٰ نہ لیں اور نہ ہی ان کا وعظ سنیں اور نہ ہی ان کے پیچھے جمعہ، عیدین، تراویح، نماز پنج گانہ پڑھیں۔ دیوبندیوں کی عادت ہے کہ سنیوں کے مقابلے میں سنی عالم دین کو ذلیل ورسوا کرنے کے لئے جھوٹی کاروائی مکر وفریب ودغابازی کر لیتے ہیں مولیٰ عزوجل ان سے بچ آئے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر ۳۱: بی بی صغرا بیوہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی قوم باندہ میں نکاح ثانی کرنا چاہتی ہے نہ ماں ہے نہ باپ دو برادر موجود ہیں برادر اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتے ہیں صغراں بی بی اپنی مرضی سے نکاح کرنا چاہتی ہے صغراں بی بی کا شوہر کو فوتگی کا عرصہ تقریباً دو ڈھائی سال ہو چکا ہے اس کی عدت گذر چکی ہے بینوا توجروا بالاجر والثواب۔

الجواب: عاقلہ بالغہ بغیر ولی کی اجازت کے خود اپنا نکاح کفو میں کرے گی تو وہ نکاح شرعاً صحیح ہو جائے گا حدیث شریف میں ہے "الایمه احق بنفسها من ولیها" ہدایہ میں ہے "وینعقد نکاح الحرة العاقلة البالغة برضاها وانما لم یعقد علیها ولی بکرا کانت اوثیبا" کنز الدقائق میں ہے "ونفذ نکاح حرة مکلفة بلاولی" صورت مسئولہ میں مسماۃ صغراں بی بی جب کہ بیوہ ہے عاقلہ بالغہ ہے اور اس کی عدت وفات بھی گذر چکی ہے تو وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنے کفو میں جہاں چاہے شرعاً نکاح کر سکتی ہے مسماۃ مذکورہ کے بھائی اس کی اجازت کے بغیر اس کا نکاح کسی جگہ نہیں کر سکتے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۳۲: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک متقی پرہیزگار نے اپنی لڑکی نابالغہ کا عقد نکاح مثلاً زید کے ساتھ کرایا اس خیال پر کہ زید نیکوکار ہے لیکن نکاح کرنے کے بعد یقینی طور پر معلوم ہوا کہ زید فاسق تھا

اب تک بد کردار ہے کیا یہ نکاح کیسا ہے لازم ہے یا غیر لازم بینوا بالکتاب توجروا بالثواب۔

الجواب : باپ اپنی نابالغہ بیٹی کا نکاح کسی شخص سے اپنے کفو کے لحاظ سے کر دے کفو کی شرط لگائی ہو یا وقت عقد یہ سنایا ہو کہ یہ کفو ہے مگر بعد ہی معلوم ہوا کہ نہیں تو لڑکی کے باپ کو حق فسخ حاصل ہے درمختار میں ہے۔

" اذا شرطوا الکفاءة او اخبرھم بھا وقت العقد فزوجوھا علی ذلک ثم ظھر انه غیر کفو کان لھم الخیار "

مگر بہت سی کتب فقہ میں اس کی تصریح ہے کہ ایسا نکاح باطل ہے تو نکاح گویا سرے سے ہوا ہی نہیں جب کہ نکاح ہوا ہی نہیں تو فسخ کی کیا ضرورت ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے "فالنکاح باطل بالاتفاق " اگرچہ اس عبارت کی باطل کے معنی میں تاویل کی ہے اس کے معنی سیبطل کے ہیں جیسا ردالمختار حاشیہ درمختار میں ہے۔

" ما مر عن النوازل من ان النکاح باطل معناه انه سیبطل کما فی الذخیرہ "

مگر ظاہر یہ ہے کہ شوہر کی طرف سے اگر ولی کو دھوکا دیا جائے تو اس صورت میں نکاح مطلقاً باطل ہے ردالمختار میں ہے "الظاھر ان یقال لایصح العقد اصلا کما فی الادب انما جن وسکران " اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہو تو العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کی طرف رجوع کیا جائے اس میں اس مسئلہ کی تفصیل درج ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۳۳: عمرو کی شادی ایسی جگہ ہوئی جہاں کے مولوی صاحب کم علم رواج کے مطابق اسطرح نکاح پڑھاتے ہیں کہ مومنوں کی لڑکی کا نکاح فلاں بن فلاں سے کر دیا کیا قبول ہے اس میں نام نہیں لیا گیا لڑکے کو پہلے تو پتہ بھی نہ ہوا اور قبولیت صرف ایک بار اور لڑکی کو کلمے نہیں پڑھائے لڑکی سے جب اجازت لی جاتی ہے تو وہ نہ ہاں کرتی ہے نہ نہ کرتی ہے تو کیا شرعاً نکاح ہو گیا جب طلاق میں تین دفعہ ضروری ہے تو نکاح کا اقرار ایک طرف خاموشی دوسری طرف ایک قبولیت سے مکمل ہو گا اگر نہیں اور نکاح کرانے والے نامکمل سمجھیں تو کیا اب کا سب زنا ہو گا اور بچے کس صورت میں اگر لڑکی شرم کی وجہ سے نکاح کے وقت زبان سے اقرار نہیں کرتی تو کیا وجہ ہے کہ کوئی مجبوری میں منافقانہ مرزائیوں سے کام نکال لے تو بھی مسلمان نہ رہے اور اس کا نکاح ٹوٹ جائے حالانکہ دونوں حالتوں میں ان کی تصدیق ہے۔

الجواب : نکاح میں لڑکی کا نام ضروری نہیں بلکہ اس کا تعین ضروری ہے جیسے فلاں بن فلاں کی سب سے بڑی لڑکی یا سب سے چھوٹی یا چھوٹی سے بڑی اگر خاوند کو اس کی دلہن کا نام معلوم نہ ہو تو بھی کوئی بات نہیں ہاں خاوند کے نزدیک بھی اس لڑکی کا تعین ضروری ہے نکاح میں لڑکی یا لڑکے کی طرف سے ایک دفعہ ایجاب وقبول ہونا کافی ہے تین دفعہ ایجاب وقبول کراتے ہیں یہ بطور تاکید ہے ضروری نہیں شوہر تین طلاق کا مالک ہوتا ہے شوہر اگر اپنی بیوی کو ایک طلاق دے تو ایک واقع ہوتی ہے اور اگر دو دے تو دو اگر تین دے تو تین طلاقیں ہوتی ہیں ایسا نہیں کہ تین دے تو ایک واقع ہو ایجاب وقبول اور چیز ہے اور طلاق دینا اور چیز ہے لڑکی کنواری سے اس کا ولی یا ولی کا وکیل یا قاصد نکاح کی اجازت کے لئے گیا تو وہ خاموش رہی تو

اس کا خاموش رہنا شریعت میں اقرار کے قائم مقام ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے لڑکی ثیبہ یعنی لڑکی اگر کنواری نہ ہو تو اس کو زبان سے اقرار کرنا ضروری ہے کلمہ کفر ایسی چیز ہے کہ جب انسان کسی اپنے فائدے کے لیے اور غرض کی بناء پر کہہ دے تو انسان شرعا کافر ہو جاتا ہے اور اس پر احکام کفر کے جاری ہوتے ہیں شریعت مطہرہ نے منافقت، غداری، خیانت، کذب بیانی، دروغ گوئی کو مٹایا ہے نکاح کے وقت باکرہ یعنی کنواری لڑکی کا نکاح کی اجازت لیتے وقت خاموش رہنا منافقت نہیں ہے کفر نہیں ہے بلکہ نکاح کی رضا و اجازت ہے اور ظاہر مرزائی قادیانی بننا، سکھ، ہندو، انگریز بننا یا اسلام سے کھلی دشمنی ہے۔ مولیٰ عزوجل اخلاص وایمان دیانت، امانت ظاہری باطنی دین کی حفاظت کی توفیق عطا فرمائے لڑکے لڑکی کو نکاح کے وقت کلمے پڑھانا ضروری نہیں جب کہ وہ پہلے مسلمان ہیں کلمے پڑھانا تو ایمان کی تازگی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمرو کی دو بیویاں ہیں مریم، ہندہ و ہندہ کی بیٹی خدیجہ سے زید نے نکاح کیا زید خدیجہ کی موجودگی میں مریم سے نکاح کرنا چاہتا ہے حالانکہ زید کا مریم کے ساتھ کوئی اور رشتہ نہیں جس کی وجہ سے حرمت ثابت ہو بینوا توجروا۔

الجواب: اس مسئلہ کے جواب سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ سوتیلی ساس سے نکاح کرنے کے متعلق کیا حکم ہے تو جاننا چاہیے ساس کی حرمت اس وجہ سے نہیں کہ وہ زوجہ کی ماں ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ زوجہ کی ماں ہے سوتیلی ساس میں یہ وجہ نہیں لہذا اس کی حلت میں شبہ نہیں سوتیلی ساس سے بلاشبہ نکاح شرعا جائز ہے دوسری بات یہ ہے کہ وہ دو عورتیں کہ ان میں سے جس ایک کو بھی مرد فرض کریں دوسری اس کے لیے حرام ہو ایسی دو عورتوں کو نکاح میں جمع نہیں کر سکتا جیسا کہ خالہ، بھانجی اگر خالہ کو مرد فرض کریں تو ماموں بھانجی کا رشتہ ہوگا اگر بھانجی کو مرد فرض کریں تو بھانجے خالہ کا رشتہ ہوگا اس لئے خالہ بھانجی کو نکاح میں جمع کرنا شرعا حرام ہے اور اگر دو عورتیں ایسی ہوں کہ ایک کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لئے حرام ہو اور اگر دوسری کو مرد فرض کریں تو پہلی حرام نہ ہو تو ایسی دو عورتوں کو جمع کرنے میں شرعا کوئی حرج نہیں اب صورت مسئولہ کہ اگر اس مرد مسمی زید کی بیوی کو مرد فرض کریں تو اس مرد کا سوتیلی ماں سے نکاح حرام ہے لیکن اگر اس مرد مسمی زید کی سوتیلی ساس کو مرد فرض کریں تو ان کا آپس میں کوئی رشتہ نہیں حاصل جواب یہ کہ صورت مسئولہ میں برتقدیر صدق سائل زید کا نکاح خدیجہ کی موجودگی میں بلاشبہ جائز ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم الجواب صحیح صورت مسئولہ میں زید کا نکاح خدیجہ اور خدیجہ کی سوتیلی ماں دونوں سے شرعا جائز ہے ان دونوں کا نکاح میں جمع کرنا منع نہیں ہے حضرت عبد اللہ ابن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مولیٰ علی شیر خدا کی صاحبزادی زینب بنت فاطمہ سے اور مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی دوسری بیوی لیلیٰ بنت مسعود سے نکاح کیا دونوں کو نکاح میں جمع کیا بخاری شریف کتاب النکاح میں ہے "جمع عبد الله ابن جعفر بين ابنة علي وامرأة علي" لیجئے صورت سوال کا جزیہ بخاری شریف میں مل گیا والحمد للہ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر ۳۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان مرد کی شادی عیسائی عورت سے ہو سکتی ہے جب کہ عورت عیسائی خیال کی ہے اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا تصور کرتے ہیں بینوا توجروا۔

الجواب: بہار شریعت میں ہے یہودیہ اور نصرانیہ سے مسلمان کا نکاح ہو سکتا ہے مگر چاہیے نہیں کہ اس میں بہت سے مفاسد کا دروازہ کھلتا ہے (عالمگیری وغیرہ) مگر یہ جواز اسی وقت تک ہے جب کہ اس مذہب یہودیت یا نصرانیت پر ہوں اور اگر صرف نام کے یہودی یا نصرانی ہوں اور حقیقۃً نیچری اور دہریہ مذہب رکھتی ہوں جیسے آج کل عموماً نصاریٰ کا کوئی مذہب ہی نہیں تو ان سے نکاح نہیں ہو سکتا اور نہ ان کا ذبیحہ جائز بلکہ ان کے ہاں ذبیحہ ہوتا ہی نہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم واحکم بالصواب۔

سوال نمبر ۳۶: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مسلمان کی شادی مرزائی عورت سے ہو سکتی ہے جب کہ قرآن حدیث طریقہ عبادت ایک ہی ہے مرزائیوں کے علاوہ دوسرے فرقوں نے بھی بہت سی تاویلیں بنا رکھی ہیں مگر رسالت اعلیٰ سے انکار نہیں کرتے۔ مرزائیوں اور دیوبندیوں کی کتابوں میں تحریر ہے کہ سرور عالم خاتم النبیین کے درجہ اعلیٰ پر فائز ہیں اسطرح مرزائیوں کے خیال میں مرزا مسیح یا مہدی ہے دیوبندیوں کے خیال سے کوئی اور نبی آ جائے تو جناب ﷺ کے خاتم النبیین پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور کلمہ اور سنت محمدی بتاتے ہیں تو کیا دیوبندی عورت سے بھی شادی کرنی ناجائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب: مرزائی قادیانی یا لاہوری عقیدے والی عورت سے نکاح شرعاً جائز نہیں کیونکہ مرزائی قادیانی ہوں یا لاہوری کافر ومرتد ہیں یوں ہی جس عورت کا یہ عقیدہ ہو کر خاتم النبیین علیہ السلام کے بعد بھی نبی شرعاً پیدا ہو سکتا ہے حضور علیہ السلام کی شان میں بے ادبی و گستاخی جو بھی کرے کافر ہے اسلام سے خارج ہے دیوبندی ہو یا دوسرا دیوبندی عورت سے بھی شرعاً نکاح نہیں ہوتا۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۳۷: زید نے اقتصادی حالات کو انتہائی کمزوری وملازمت وجگہ رہائش کی نہ ملنے کی مایوسی سے مرزائی کو دوست بنایا اس کے پاس رہائش اختیار کی اور اس دوست نے دوسرے مرزائیوں کے اصرار پر زید سے اپنے بیعت فارم پر دستخط کروائے زید بظاہر مرزائی ہوا اور ان کے ساتھ نمازیں بھی ادا کیں اس خیال سے کہ نماز خدا کی اور الفاظ قرآن کے ہیں کیا فرق ہوگا اپنے آپ کو اس مدت میں مسلمان ہی تصور کرتا رہا ملازمت ورہائش وجگہ ملنے کے بعد زید نے مرزائیوں سے قطع تعلق کر دیا تو کیا وہ مسلمان رہا اور اس کا نکاح بیوی سے قائم رہے گا اگر نہیں تو دوبارہ ہو سکتا ہے یا حلالہ کی ضرورت ہوگی اگر نہیں ہوتو نکاح کی صورت میں اسے عدت کے ایام کا خیال رکھنا پڑے گا اور وہ عرصہ کہ جب تک وہ نکاح نہ کرے یا بہت عرصہ پہلے گذر چکا ہے اس کا کفارہ ادا کرے زید نے یہ معاملہ آج تک کسی کو نہیں بتایا اس کے والدین بچے بیوی سب بے خبر ہیں نکاح ٹوٹ جانے کی صورت میں جیسا کہ زید نے بتایا اس کے مندرجہ بالا فعل سے قبل اس کی بیوی حاملہ تھی اور اس فعل

کے بعد اس کو بیوی سے ملنے کا اتفاق ہوا اور اس نے بیوی سے مجامعت بھی کی کیا وہ بچہ جو نو ماہ کے بعد پیدا ہوا حرامزادہ نہ ہوگا اور اس کے دو بچے اور ہیں وہ کس صورت میں سمجھیں زید اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا رہا ہے اور نکاح کو بھی درست سمجھتا رہا بیوی کو علم نہیں ہے اس قسم کے بچوں کا نکاح مسلمان مرد یا عورت سے ہو سکتا ہے ایسے بچے وراثت کے حقدار ہوں گے یہ معاملہ تھا چار برس بعد اور دوستوں پر ظاہر ہوا ہے اور دوستوں کی بحث انتہائی پیچیدہ سمجھی گئی ہے جس کا ذکر کر دیا گیا یہ اور ضروری سمجھا گیا کہ کسی ایسے مفتی سے اس کا فیصلہ ہو اس معاملہ میں شریعت مجرم کی بھول غلطی یا کم علمی کی جس حد تک بھی رعایت ہو سکے بہت غور سے فتوی سے مستفیض فرمادیں زید اس بحث سے نفسانی طور پر بیمار ہو گیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: زید سے جب کہ مرزائی کے بیعت فارم پر دستخط کرائے۔ تو زید کافر ومرتد ہو گیا زید اسلام سے باہر ہو گیا اور مرزائی ہو گیا اس کی نماز شرعا نماز نہیں اور اس کا اپنے آپ کو مسلمان تصور کرنا شرعا غلط اس کی بیوی نکاح سے باہر اس کی بیوی اگر زید کے مرزائی ہونے پر بے خبر رہی تو وہ معذور ہے زید کی بیوی کو جو حمل زید کے مرزائی ہونے سے پہلے ہوا اس حمل سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ جائز اولاد ہے زید نے مرزائی بننے کے بعد جو مجامعت کی تو قطعا حرام مگر جو بچہ نو ماہ کے بعد پیدا ہوا تو اس بچہ کو حرام زادہ نہیں کہا جائے گا کیونکہ اس بچہ کا وجود اس کے مرزائی بننے سے پہلے ہو چکا تھا ہاں اس نے جو مجامعت کی وہ حرام ہے پہلے بچے کے بعد جو دو بچے پیدا ہوئے وہ حرام اور زنا کے ہیں کیونکہ نکاح ٹوٹ چکا تھا اس لئے وہ دو بچے حرامکاری زنا وبدکاری سے ہوئے اور اس کے بچے بچیاں مسلمان رہیں گے تو ان کا نکاح مسلمان عورت مسلمان مرد سے جائز ہے ایسے بچے جو حرامکاری وبدکاری سے ہیں وہ ثابت النسب نہیں ہیں ان کا چونکہ شرعا باپ نہیں لہذا ایسے بچے ماں کی وراثت کے حقدار ہیں ماں کے توسط سے جتنے رشتہ دار ہوں گے شریعت کے مطابق ایسے بچے ان رشتہ داروں کے ورثاء ہوں گے ان کی وراثت کے شریعت کے مطابق حقدار ہوں گے مسئلہ کی صورت واقعی پیچیدہ ہے اور اس پیچیدگی کا حل یہ ہے کہ وہ شخص جلد از جلد مرزائی مذہب سے توبہ کر لے نئے سرے سے کلمہ اسلام پڑھے تجدید اسلام کرے حرامکاری سے توبہ کرے تو اس کے بعد اپنی سابقہ بیوی سے دوبارہ نکاح کرے حلالہ کرنے کی یا عدت گزرنے کی اس میں ضرورت نہیں دو مسلمان گواہوں کو سامنے اس شخص میں اور اس کی بیوی میں ایجاب وقبول ہو جائے یا کسی نکاح پڑھانے والے مسلمان سے شرعی گواہوں کے سامنے ایجاب وقبول کرائے تو نکاح ہو جائے گا اس شخص پر فرض ہے کہ اپنی بیوی سے معافی مانگے کیونکہ اس نے اپنی سابقہ بیوی کی عصمت دری کی ہے اس سے حرام کاری کی ہے اور اس بے چاری کو شوہر کے مرزائی ہونے کا علم نہیں چونکہ وہ لاعلم رہی لہذا اس حرم کاری کی وجہ سے وہ گناہ گار نہ ہوئی مگر اس شخص کا عذر جہالت ایسے قضیہ میں مقبول نہیں توبہ کرے مسلمان ہو جائے اپنی بیوی سے دوبارہ شریعت کے مطابق نکاح کرے بس قضیہ ختم ہے واللہ تعالی ورسولہ الاعلی اعلم۔

سوال نمبر ۳۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بکر کی بارات جب اس کے سسرال پہنچی تو اس وقت معلوم ہوا

کہ بکر کے آباء واجداد و دیگر اعزہ مرزائی ہیں لڑکی والوں نے نکاح دینے سے انکار کیا بے عزتی یا حالات کی نزاکت کو دیکھتے ہوئے بکر سے کہلوایا گیا کہ اس کا وہی خیال ہے جو اہل سنت کا مرزائیوں کے خلاف ہے اور نکاح کر دیا گیا بکر بعد میں کیا رہا پتہ نہیں کیا یہ نکاح درست رہا یا کہ نہیں بینوا توجروا۔

الجواب: بکر جب کہ مرزائی تھا تو لڑکی والوں پر فرض تھا کہ اس سے توبہ کراتے اسے کلمہ پڑھاتے اس کو مسلمان کراتے قادیان دجال سے بیزاری کراتے صرف اتنی بات کہنے سے کہ مرزائیوں کے خلاف بکر کا وہی خیال ہے جو اہل سنت کا ہے صرف اتنی بات سے اس کی توبہ قبول نہ ہوگی تو نکاح کیسے درست ہوگا اور اگر بکر کو نکاح کے وقت مسلمان کر لیا تھا تو نکاح درست ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر ۳۹ ایک سوال کا جواب: جس عورت کا نکاح پہلے ہو چکا ہو جب تک اس کا شوہر اس کو طلاق نہ دے اور عدت نہ گزرے جب کہ عورت مدخول بہا ہو یا مرد فوت ہو جائے اور عدت نہ گزرے اس عورت کا نکاح دوسری جگہ ہرگز نہیں ہو سکتا اگرچہ دھوکے سے نکاح کر دیا گیا ہو ایسا جعلی نکاح ہونے کے بعد اس بناوٹی شوہر اور جعلی بیوی پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں اگر غیر کی بیوی سے نکاح کر لیا جائے اور اس مرد کو اس عورت کے پہلے نکاح کا علم نہ ہو تو یہ نکاح فاسد ہے لیکن جو اولاد ہوگی صحیح یہ ہے کہ اولاد کا نسب اس آدمی سے ثابت ہوگا جب کہ وقت دخول سے چھ ماہ کے بعد اولاد ہو ردالمحتار حاشیہ درمختار میں ہے (نکاحهما فاسد ..... ونكاح امرأة الغير بلا علم بانها متزوجه" اور نیز اس میں ہے۔

"ثم الحكم انه ذكر في البحر هناک انه تعتبر مدت النسب وهي ستة اشهر من وقت الدخول عبد محمد وعليه الفتوى والمشائخ افتو بقول محمد"

صورت مسئولہ میں جب ظاہر ہو گیا کہ اس عورت کا نکاح پہلے سے کہ تھا تو اس مرد و عورت پر فرض ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں لیکن جو اولاد ہے وہ اس آدمی کی ہے اور اس عورت کے ان بچوں کی پرورش کے اخراجات اس مرد پر ہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۴۰ ایک سوال کا جواب: حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمرہ جونیہ کلابیہ سے نکاح فرمایا اور اسما بنت نعمان جونیہ کندیہ سے نکاح فرمایا مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں ہے۔

"الثالثة عمره بفتح العين بنت يزيد ابن الجون بفتح الجيم الكلابيه وقيل عمر ه بنت يزيدبن عبيد ابن اوس بن كلاب الكلابيه وقال ابو عمر بن عبدالبر وهذااصح في نسبهاتزوجها ﷺ الى ان قال فطلقها"

اور نیز مواہب لدنیہ وزرقانی میں ہے۔ "الرابعة اسماء بنت نعمان بن جون وهي الجونة وروى البخارى ان بنت الجون لمادخلت عليه ﷺ ودنا منها قالت اعوذ بالله فقال لها لقد عذت بعظيم الحقى باهلک قال ابو عمرابن عبدالبراجمعوا على ان رسول الله ﷺ تزوجها"

زرقانی میں ہے۔ " قیل اسمھا امیمة بنت شرحبیل فلما ادخلت علیه بسط یدہ الیھا فکانھا کرھت ذلک فامر ابا اسید ان یجھزھا ویکسوھا ثوبین"

مواہب لدنیہ صفحہ ۲۶۲، ۲۶۳ جلد ۳ مذکورہ بالا عبارتوں سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عمرو جونیہ سے نکاح فرمایا اور اسماء جونیہ یا امیمہ یا امامہ سے نکاح فرمایا ان کے نام میں اختلاف ہے بعض فرماتے ہیں ان کا نام اسماء ہے بعض فرماتے ہیں امیمہ بعض فرماتے ہیں امامہ اسی لئے ان تینوں ناموں کا ذکر ایک ہی جگہ کیا ہے جب نکاح ثابت رہے تو پھر اعتراض شیعہ رافض کی زیادتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پر اعتراض کرتے ہیں۔

محترمی مولانا صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ مولوی عبدالغنی صاحب کی طرف آپ نے جو خط ارسال کیا تھا اس کا مطالعہ کیا اس میں آپ نے جن شبہات کا ذکر کیا انکا جواب ذیل میں عرض کیا جاتا ہے اس کا بنظر غائر مطالعہ کریں بخاری شریف کتاب الطلاق ص ۷۹۰ جلد ۲ پر حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرمائی اس پر شیعہ بے دین نے اپنی کم فہمی اور کور باطنی سے جو اعتراض کیا اسکا جواب باصواب تسلی بخش تسکین دہ روانہ کیا گیا اس جواب کو اور بخاری شریف کو اگر شیعہ ایمانی نظر سے دیکھتا اور آپ بھی غور سے مطالعہ کرتے تو تسلی پاتے اور شبہات میں نہ پڑتے جواب میں مواہب لدنیہ زرقانی کے حوالوں سے بتایا گیا تھا کہ سرکار عالم ﷺ نے جونیہ امیمہ بنت النعمان بن شرحبیل سے نکاح فرمایا پھر طلاق دے کر زوجیت سے خارج فرمایا شیعہ بے دین پر لازم تھا کہ جب زرقانی کے حوالہ سے نکاح پر علماء کے اجماع واتفاق کا ذکر کیا گیا تو اس اجماع کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے اور اپنی توہمات باطلہ کی پیروی میں اجماع علماء کی بے قدری نہ کرتے کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اجماع دین میں یقینی حجت ہے آپ نے اپنے خط میں یہ شبہ پیش کیا کہ نہ راوی حدیث نے نکاح کا ذکر کیا اور نہ امام بخاری نے تو اس سے ثابت کیا کہ نکاح ہوا ہی نہیں سراسر غلط ہے چند وجوہ سے اعتبار کے ناقابل التفات۔

☆ عدم ذکر وجود کو مستلزم نہیں امام بخاری و راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اگر آپ کے خیال میں نکاح کا ذکر نہیں فرمایا تو کیا حرج ہے جس مسئلہ پر اجماع واتفاق ہے اس کا ہر کتاب میں مذکور ہونا کیا ضروری عدم ذکر سے عدم وجود سمجھنا کہاں کی عقلمندی نظم قرآن میں تو تعداد رکعات نماز مقادیر زکواۃ ذکر نہیں کیا گیا تھا تو کیا جناب کے خیال میں تعداد رکعات کا نفس الامر میں وجود نہیں نفس الامر میں حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اس سے کم وبیش ہیں مگر قرآن کریم کے نظم میں سب کا ذکر نہیں تو کیا مذکورین فی القرآن کے علاوہ سب کے وجود سے آپ منکر ہیں۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

☆ طلاق نکاح کی فرع ہے نکاح کے بغیر طلاق کا کوئی مفہوم ہی نہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو کتاب الطلاق میں ذکر فرما کر اس امر کو واضح کر دیا کہ میرے نزدیک بھی یہ عورت حضور سرور کائنات ﷺ کی زوجیت کے

شرف سے نوازی گئی نیز اس حدیث سے پہلے حدیث جس کی روایت حضرت ام المومنین صدیقہ بنت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمائی میں صراحۃً امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ سرکار عالم ﷺ نے اس عورت جونیہ کو الحقی باھلک فرما کر طلاق بائنہ دی اگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ عورت حضور ﷺ کو منکوحہ نہیں تھی تو الحقی باھلک کی روایت کا کیا مطلب ہے نے کا بغیر نکاح بھی طلاق ہوا کرتی ہے اس عورت کو اگر قبل دخول طلاق دی جائے تو وقت عقد یا بعد عقد اگر مہر کا تعین نہ ہوا ہو تو کپڑوں کا ایک جوڑا دینا واجب اور تعین کے ہونے کی صورت میں مستحب امام بخاری علیہ الرحمۃ نے اس حدیث میں ذکر فرمایا "اکسھا رازقین و الحقھا باھلھا" اے ابوسعید اس عورت جونیہ کو کپڑوں کا جوڑا دے کر اس کے اہل تک پہنچا دو اگر یہ عورت حضور علیہ السلام کی منکوحہ نہ تھی تو جوڑا دینے کا کیا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جوڑا محض تبرع کے طور پر دیا گیا ہو لیکن یہ دیگر دلائل نکاح قائم ہونے کی وجہ سے وجہ مذکور پر محمول کرنا ہی انسب و لائق ہو۔

☆ آپ کا یہ کہنا کہ امام بخاری اور راوی حدیث رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نکاح کا ذکر نہیں کیا "وانتم سکاری" کو چھوڑ کر "لا تقربوا الصلوۃ" کی رٹ لگانے کے مترادف ہے کیونکہ بخاری شریف کی اس حدیث کے بعد امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صراحۃً نکاح کا ذکر فرمایا الفاظ حدیث کے یہ ہیں "تزوج النبی ﷺ امیمۃ بنت شراحیل" بخاری صفحہ ۷۹۰ جلد ۲۔ آپ نے حدیث کے ابتدائی الفاظ کا مطالعہ تو کر لیا اور حدیث کے دوسرے ٹکڑے کو بالکل نظر انداز کرتے ہوئے بخاری شریف پر اعتراض جڑ دیا رہا یہ شبہ کہ اگر نکاح ہو چکا تھا تو اس عورت نے اعوذ باللہ منک کیوں کہا جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ آپ نے سرور کائنات ﷺ کو عامۃ الناس کی مثل سمجھ کر یہ اعتراض کیا کہ جیسے ماوشما نکاح میں ایجاب وقبول کے اور عورت یا اس کے ولی کی اجازت کے محتاج ہیں حضور ﷺ بھی ایسے ہی ہیں حالانکہ یہ عقل ونقل کے خلاف ہے سرکار دو عالم ﷺ سارے جہان کے مالک باذن اللہ ہیں سارا جہان اور ساری خدائی حضور کی مملوک، مالک مملوک سے اجازت نہیں لیتا جب چاہے جہاں چاہے اپنی مملوکہ اشیاء میں تصرف کرے سرکار دو عالم جس عورت سے نکاح فرمانا چاہیں اس کی یا اس کے ولی کی اجازت کے قطعاً محتاج نہیں عورت میں رغبت فرمانا ہی آپ کے حق میں نکاح ہے عورت کو اس کا علم ہو یا نہ ہو عمدۃ القاری شرح بخاری صفحہ ۵۳۴ جلد ۹ پر ہے " لہ ﷺ ان یتزوج من نفسہ بلا آذن المرأۃ وولیھا " اسی طرح علامہ قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی فرمایا حاشیہ نمبر ۱۱ بخاری صفحہ ۷۹۰ جلد ۲ جب یہ امر ثابت مبرھن ہو چکا کہ رسول اللہ ﷺ بطور خود عورت سے اجازت لئے بغیر اپنا نکاح فرما سکتے ہیں تو کیا بعید کہ یہ نکاح بھی اسی طریق پر ہوا اور عورت نے نکاح کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے اور حضور سرور کائنات ﷺ کو نہ پہچاننے کی بنا پر اس قسم کا روکھا جواب دیا ہو چنانچہ علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ عمدۃ القاری میں صفحہ ۵۳۵ جلد ۹ پر تصریح فرماتے ہیں "لم تعرف النبی ﷺ و کانت بعد ذلک تسمی نفسھا بالشقیۃ" اس عورت نے حضور ﷺ کو پہچانا ہی نہ تھا اور بعد میں یہ اپنے آپ کو بدبخت کہا کرتی تھی بخاری شریف ۵۳۶

جلد۹ میں ہے کہ اس عورت نے جب یہ جواب دیا تو اس سے پوچھا گیا "اتدرین من ھذا قالت لا قالوا ھذا رسول اللہ ﷺ" کیا تو جانتی ہے کہ یہ کون ہیں عرض کی نہیں فرمایا یہ رسول اللہ ﷺ ہیں پھر عورت نے کہا "انا اشقی من ذلک" میں تو پھر بڑی بدبخت ہوئی کہ آپ کی ذات اقدس کو اس قسم کا جواب دیا اور شرف زوجیت سے نوازے جانے کے بعد محروم ہو گئی۔ رہا آپ کا یہ اعتراض کہ اگر نکاح ہو چکا تھا تو آپ نے "ھبی نفسک" کیوں فرمایا سو اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے طلب اجازت برائے نکاح مقصود نہیں بلکہ اخلاق کریمانہ کے طور پر محض اس عورت کے دل کو خوش کرنے کے لئے یہ الفاظ استعمال فرمائے تا کہ سمجھے کہ حبیب اکرم ﷺ نے مجھے اس قدر مقبول بارگاہ بنایا ہوا ہے کہ باوجودیکہ میں محض آپ کے ارادہ ورغبت سے منکوحہ ہو چکی ہوں پھر بھی آپ مجھ سے فرماتے ہیں "ھبی نفسک" چنانچہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "تطیبا لقلبھا" حاشیہ بخاری نمبر ۱۱ صفحہ ۲۹۰ جلد ۲ عمدۃ القاری صفحہ ۲۴۷ جلد ۹ پر بھی یہ مضمون موجود ہے کہ ہبی نفسک طلب اجازت نکاح نہیں فرمایا بلکہ تطییب قلب کے لئے اس کی مثال یوں سمجھے کہ ہم جو صدقات واجبہ یا نافلہ اہل حاجت کو فی سبیل اللہ دیتے ہیں اس سے ہمارا مقصود صدقہ واجبہ میں بری الذمہ ہونا اور نافلہ میں صرف ثواب حاصل کرنا ہے کسی کو قرض کے طور پر ہرگز نہیں دیتے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اسے قرض فرمایا ہے "فاقرضوا اللہ قرضاً من ذالذی یقرض اللہ قرضا حسنا" یہ بھی محض تطییب قلب کے ہے آپ نے سوقیہ کا معنی بازاری مخص کیا ہے حالانکہ یہ ترجمہ الفاظ سوقی کا ہے سوقیہ کا معنی رعیت ہے واحد ہو یا جماعت ہکذا کتب شیخنا شیخ المحدثین قدوۃ العارفین العلامہ ابو الفضل محمد سردار احمد القادری الرضوی الچشتی البریلوی لازالت شموس افضالہ طالعۃ علی حاشیۃ البخاری سیدا کریمہ جونیہ امیمۃ بنت النعمان جونیہ صحابیہ ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہا ان سے حضور علیہ السلام کی شان میں قصداً گستاخی نہیں ہوئی کہ گرفت ہو آپ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے خطا ہوئی بعد میں بے حد نادم اور شرمندہ ہوئیں اور اپنے آپ کو بدبخت کے الفاظ سے یاد فرمانے لگیں ان کی شان میں یا ان کے علاوہ کسی اور صحابی یا صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں گستاخی تبرا ہے اور گستاخی کرنے والا رافضی مجھے بے حد افسوس ہے کہ آپ نے اس خط میں شبہات کے ضمن میں حضرت جونیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بے ادب اور بے تہذیب نالائق جیسے ناپاک وملعون الفاظ کہہ کر اپنے رافضی ہونے کا ثبوت دیا مولانا غوث بخش صاحب اللہ تعالیٰ آپ کو سنی بنائے روافض کے ناپاک خیال سے بچائے یہ کام تو شیعہ ملعونہ کا ہے یا وہابیہ دیابنہ مخذولہ کا کہ صحابہ کرام ومحبوبان حق رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی شان میں ان کے مقدس حالات کو قلت فہم کی بنا پر سمجھنے کے لئے فوراً اعتراض جڑ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا موجب بنتے ہیں آپ کو چاہیے تھا کہ شیعہ ملعون کو راغب الی السنۃ کرتے نہ کہ اس کی صحبت کے اثر سے خود اس کی طرح صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں گستاخی کر بیٹھتے آپ کے دادا کی شان میں اگر آپ کے والد صاحب کوئی بے ادبی کا کلمہ کہہ دیں تو میرے خیال میں اگرچہ آپ کے والد نے قصداً ایسا کیا ہو اور شرمندہ بھی نہ ہوئے ہوں تو بھی آپ اپنے

والد صاحب کو ان کے احترام کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے ملعون الفاظ سے یاد نہ کریں گے تو یہ کیا وجہ ہے کہ ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی لاکھوں عزتیں اور کروڑوں شرافتیں صحابیہ کی خاک پا پر قربان ونثار ہیں اب مضمون کو ختم کر کے آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ ضرور اور جلدی توبہ کریں اللہ تعالیٰ توفیق دے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۴۱ ایک سوال کا جواب: صورت سوال سے ظاہر یہ ہے کہ اس نکاح خواں کو یہ علم تھا کہ موقع ضرور محل اشتباہ ہے اس مولوی نکاح خوان نے بار بار تکرار کیا اس عورت کے رشتہ دار سابقہ نکاح پر متفق ہیں تو مولوی صاحب کو ضرور احتیاط برتنا تھا دوسرا نکاح ہرگز نہ پڑھانا تھا اس مولوی نے بڑی سخت غلطی کی اور اپنی عزت کو خود خطرے میں ڈالا اس مولوی پر لازم ہے کہ اپنی اس ناجائز حرکت سے توبہ کرے ورنہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں اگر نکاح خواں مولوی تفتیش کرے اور اسے اطمینان بھی ہو جائے اس کا پہلے نکاح نہیں تو اس صورت میں نکاح پڑھنا جرم نہیں مگر جب کہ اس کا چرچا ہو کہ اس عورت کا پہلے نکاح ہے تو اس صورت میں احتیاط لازم ہے اور اس مولوی نکاح خواں نے احتیاط نہیں کی نکاح نہیں ہے یہ نفی ہے اور نفی پر گواہی گذرنے کا کیا مطلب اور اگر وہ مولوی دیو بندی ہے وہابی عقیدے کا ہے تو اس کے پیچھے نماز ہرگز ہرگز جائز نہیں نمازیوں پر لازم ہے کہ کسی صحیح العقیدہ پابند شریعت مطہرہ کو امام رکھیں اور اس کے پیچھے نمازیں ادا کریں اور صورت مذکورہ میں اگر گواہوں نے جھوٹی گواہی دی ہے تو ان پر لازم ہے کہ توبہ کریں جھوٹی گواہی دینے والا سخت گنہگار ہے اور مستحق نار ہے اللہ تعالیٰ توبہ کی توفیق عطا فرمائے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴۲: ایک لڑکی نے خود بخود اپنا نکاح کر لیا یہ نکاح ہوا یا نہیں بالغہ لڑکی کے خود مختار ہونے کا ثبوت کیا ہے اور مشکوٰۃ شریف کی صحیح حدیث ہے "ایما امراۃ نکحت بغیر اذن ولیھا فنکاحھا باطل باطل باطل" کا مطلب کیا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: اگر وہ لڑکی نکاح کے وقت بالغہ تھی اور یہ نکاح اس نے اپنے کفو میں کیا شرعا یہ نکاح صحیح ونافذ ہو گیا اب شوہر کی زندگی میں بغیر طلاق حاصل کئے اور بغیر عدت گذرنے جب کہ وہ عورت مدخول بہا ہو دوسری جگہ ہرگز نکاح نہیں کر سکتی فقہ حنفی میں حرہ عاقلہ بالغہ کے خود مختار ہونے کے متعلق جو مذکور ہے اس کا ثبوت سنئے قرآن مجید وفرقان حمید میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے ﴿فلا جناح علیھما فیما فعلن فی انفسھن﴾ اور فرماتا ہے ﴿حتی تنکح زوجا غیرہ﴾ اور فرماتا ہے ﴿ان ینکحن ازواجھن اضاف العقد الیھن فی ھذہ الایات تدل انھا تملک المباشرۃ﴾ حدیث شریف میں ہے۔ "الایم احق بنفسھا من ولیھا والایم اسم الامرأۃ لازواج لھا بکرا کانت او ثیالال ﷺ لیس للولی مع الثیب امر وحدیث الخنساء حیث قالت بین یدی رسول اللہ ﷺ ولکن اردت ان تعلم النساء ان لیس الی الاباء من امور بناتھم شئی وعن عمر وعلی وابن عمر رضی اللہ تعالی عنھم جواز النکاح بغیر ولی " آپ کی پیش کردہ حدیث "ایما امراۃ نکحت نفسھا " کے کئی جواب ہیں۔

1: اس حدیث میں سلیمان ابن موسیٰ راوی ہیں جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر محدثین کے نزدیک ضعیف ہیں۔
"فی للمعات قد ضعفه البخاری وقال النسائی حدیثه شئی وقال احمد فی روایة ابی طالب حدیث عائشه لانکاح الابولی لیس بالقوی"

2: یہ حدیث حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہے اور انہوں نے خود اپنی بھتیجی حفصہ کا نکاح اپنے بھائی عبدالرحمن کی عدم موجودگی میں کیا جو اس حدیث کے عدم صحت پر دلالت کرتا ہے محیط سرخسی میں ہے۔
"ولهذا تبین ان ماورد عن عائشة رضی الله تعالیٰ عنها غیر صحیح لان فتوی الراوی بخلاف الحدیث وهذا لحدیث" لمعات میں ہے "وقال فی روایة حرب لا یصح الحدیث بن عائشه زوجت بنات اخیها"

3: اس حدیث کا دارومدار حدیث زہری پر ہے انہوں نے اس حدیث کا خلاف کیا اور بغیر ولی کے نکاح کو جائز رکھا۔

4: یہ حدیث عموم الخصوص عنہ البعض ہے اشعۃ اللمعات میں ہے بر تقدیر صحت مراد غیر بالغہ است وایں عام مخصوص است بدلائل دیگر محیط سرخسی میں ہے "هو محمول علی الامة اذ ازوجت نفسها بغیر اذن مولاها او علی الصغیرة اوعلی المجنونة"۔

5: مستحب یہ کہ عاقلہ بالغہ اجازت کے بغیر نکاح نہ کرے محیط سرخسی ہے۔
" او علی بیان لندب ان المستحب ان لا تباشر المراة العقد والله تعالیٰ ورسوله الاعلی اعلم "

سوال نمبر ۴۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں نکاح وٹہ سٹہ جائز ہے یا نہیں اس کا کافی جواب ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے علاقہ میں ایک وہابی نجدی چک نمبر ۲۰ میں ایسے نکاح فسخ کرتا رہتا ہے اور دلیل دیتا ہے لا شغار فی الاسلام لہٰذا اس مسئلہ کا بہت شور پڑ چکا ہے غور فرما کر با دلائل موثق جواب ارسال فرمائیں اور ایسے فسخ نکاح کرنے والے کو کیا سزا ہونی چاہیے جواب جلدی دیں بینوا بالصواب والتفصیل توجروا بالاجر الجزیل۔

الجواب: شغار کا مطلب شرعاً یہ ہے کہ ایک آدمی اپنی لڑکی یا بہن کا نکاح دوسرے سے کر دے اور وہ دوسرا اپنی لڑکی یا بہن وغیرہ کا نکاح اس سے کر دے اور ہر ایک کا مہر شرعی نہ ہو بلکہ نکاح کے بدلے میں نکاح ہی مہر ہو ایسا کرنا گناہ وممنوع ہے لیکن نکاح منعقد ہو جائے گا اگر مہر علیحدہ علیحدہ مقرر کر کے نکاح کیے گئے تو یہ نکاح شغار میں داخل نہ ہوں گے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں ہے۔
" قال صاحب الهدایة اذ ازوج الرجل ابنته علی ان یزوجه الزوج ابنته او اخته لیکون احد العقدین عوضا عن الاخری صداقاً فیه قال ابن الهمام وانما قیده لانه لولم یقل علی ان یکون بضع کل صداقا للاخری او معناه بل قال زوجتک بنتی علی ان تزوجنی بنتک ولم یرد علیه فقبل جاز النکاح اتفاق ولایکون شغارا" ردالمختار میں ہے قال فی النهر وهو ان یشاغر ان یزوجه حریمته علی ان یزوجه الاخر حریمته ولا مهر الاهذا کذا فی المغرب علی ان یکون بضع کل صداقا عن الاخر وهذا القید لا بدمنه فی مسمی الشغار حتی لولم

یقل ذلک ولا معناه بل قال زوجتک بنتی علی ان تزوجنی بنتک فقبل او علی ان یکون بضع بنتی صداقا لبنتک فلم یقبل الاخر بل زوجه بنته لم یکن شغارا بل نکاحاصحیح اتفاقا"

نیز اسی میں ہے "وحاصله انه مع ایجاب مهر المثل لم یبق شغارا حقیقة "عمدۃ الرعایا میں شغار کے متعلق لکھا ہے "وهو ان یخلو النکاح عند المهر من الطرفین هو النکاح حریمة الاخر فلولم یکن هذا فلیس بشغار کان بذکر المهر مع شرط ان یزوجه مولیته لابذکر المهر ولا یجعل النکاحه مهر ابل بشرط علحدة کذا فی النهر"

ہدایہ میں شغار کی تعریف تحریر کرنے کے بعد فرمایا "فالعقد ان جائز ان بدائع الصنائع "میں ہے "والنکاح صحیح عندنا "پاکستان میں بٹہ کا رشتہ جو کیا جاتا ہے وہ شرعاً نکاح شغار میں داخل نہیں ہے کیونکہ عموماً اس قسم کے نکاح علیحدہ علیحدہ مہر مقرر کر کے کئے جاتے ہیں ہمارے نزدیک نکاح شغار بھی منعقد ہو جاتا ہے اگر چہ ایسا کرنا گناہ ہے جیسا کہ ایام حیض میں عورت کو طلاق دینے سے طلاق واقع ہو جاتی ہے مگر ایام حیض میں طلاق دینا گناہ ہے جب یہ نکاح شرعاً صحیح ومنعقد ہو تو اس نکاح کو شوہر کے علاوہ کوئی فسخ نہیں کرسکتا وہ عورت بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے وہابی شان الوہیت وشان رسالت وشان ولایت میں بے ادب وگستاخ ہیں مسلمانوں پر لازم ہے کہ ان کی مجلس میں نہ بیٹھیں اور نہ ہی ان کے وعظ سنیں اور ان سے شرعی فتویٰ بھی حاصل نہ کریں بلکہ شرعی فتویٰ کسی سنی صحیح العقیدہ عالم دین سے دریافت کریں مولیٰ عزوجل شریعت پر چلنے کی توفیق دے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواری عورت نے زنا کیا اب وہ حاملہ ہے اس وقت اس کی شادی جائز ہے یا نہیں مطلع فرمادیں۔

الجواب: جس کنواری عورت کو زنا کا حمل ہو اس سے حالت حمل میں شرعاً نکاح ہوسکتا ہے پھر جس سے نکاح کیا اسی کا حمل ہے تو وضع حمل سے پہلے بھی وہ اس سے وطی کرسکتا ہے اور اگر دوسرے کا حمل ہے اب جب تک بچہ پیدا نہ ہولے تو شوہر کیلئے وطی جائز نہیں ہدایہ میں ہے "وان تزوج حبلی من زنی جاز النکاح ولا یطاها حتی تضع حملها" تبیین الحقائق میں ہے "هل تزوج الحبلیٰ من الزنا ولا یحل تزوج الحبلی من غیره "بدائع الصنائع میں ہے۔ "وعلی هذا یخرج ما اذا تزوج امرأة حاملاً من الزنا انه یجوز من قول ابی حنیفة ومحمد ولکن لایطاها حتی تضع"

درمختار میں ہے "صح نکاح حبلی من زنا لا حبلی من غیره ای الزنا......... وان حرم وطوها ودواعیه حتی تضع "نیز اس میں ہے "لونکحها الزانی حل له وطؤها اتفاقاً "لہٰذا صورت مسئولہ میں نکاح ہو جائے گا اس لئے اب نکاح کرنا جائز ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۴۵ ایک سوال کا جواب: خاوند کے مجنون ہونے کی وجہ سے شرعاً نکاح فسخ نہیں ہوسکتا بہار شریعت میں درمختار کے

والے تحریر فرمایا اگر شوہر میں کسی قسم کا عیب ہے مثلاً جنون، جذام، برص یا عورت میں عیب ہو کہ اس کا مقام بند ہو یا اس جگہ گوشت یا ہڈی پیدا ہو گئی ہو تو فسخ کا اختیار نہیں رہی یہ بات کہ مرد عنین ہے تو عنین کا حکم یہ ہے کہ عورت قاضی شرع کے سامنے خاوند کے عنین ہونے دعویٰ کرے قاضی خاوند کو بلا کر پوچھے اگر خاوند عنین ہونے کا اقرار کرے تو قاضی اس کو ایک سال کی مہلت دے اگر سال کے اندر شوہر نے وطی کر لی تو عورت کا دعویٰ ساقط ہو جائے گا اور اگر سال تک جماع نہ کیا اور عورت جدائی کی خواستگار تو قاضی اس شخص عنین کو طلاق دینے کو کہے اگر طلاق دے دے تو بہتر ورنہ قاضی میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے بہر صورت صورت مذکورہ میں وہ عورت بدستور اپنے اسی خاوند کی بیوی ہے دوسری جگہ بغیر صورت مذکورہ بالا کے کسی جگہ نکاح نہیں کر سکتی بغیر صورت مذکورہ کے دوسری جگہ نکاح کرنے والے کرانے والے دیدہ و دانستہ گواہ بننے والے مجلس نکاح میں شریک ہونے والے سب گناہگار رہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴۶: مولوی سردار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ السلام علیکم ہم آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتے ہیں اس کا جواب دیں کیا ایک مرد کے نکاح میں اس کی عورت کی بھتیجی آ سکتی ہے اگر نہیں آ سکتی تو اس کے متعلق کیا ہے نیز اگر اس مرد کا اس کی عورت کی بھتیجی سے ناجائز تعلق با ثبوت ثابت ہو جائے پھر نکاح باقی رہ سکتا ہے۔

الجواب: اپنی بیوی کی موجودگی میں بیوی کی بھتیجی سے ہرگز نکاح نہیں ہو سکتا حدیث پاک میں ہے۔

"ان رسول اللہ ﷺ نھی ان تنکح المرأة علی عمتھا او العمة علی بنت اخیھا"

اپنی عورت کی بھتیجی سے ناجائز تعلق ہونے کی وجہ سے اس عورت کے نکاح میں کوئی فرق نہیں آئے گا مگر یہ ناجائز تعلق شرعاً بہت بڑا حرام ہے اور وہ مرد شدید ترین گناہگار مستحق نار لائق غضب وقہر قہار ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴۷: بہشتی زیور میں لکھا ہے کہ زید اپنی بیوی کی بجائے غلطی سے لڑکی کو شہوت سے ہاتھ لگائے تو بیوی مرد پر حرام ہو جاتی ہے مرد کو چاہیے کہ طلاق دیدے اگر مرد طلاق نہ دے تو بیوی اس کی دوسری جگہ نکاح کر سکتی ہے یا نہیں اگر نہیں کر سکتی ہے تو حرام کا کہنا بہشتی زیور یہ سلسلہ ٹھیک ہے یا نہیں اگر ٹھیک ہے تو کون سی حدیث یا آیت سے ثابت ہے۔

الجواب: حرمت مصاہرت جس طرح وطی سے ہوتی ہے اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی ہو جاتی ہے چھونا قصداً ہو یا غلطی سے ہو یا مجبوراً بہر حالت میں حرمت مصاہرہ ثابت ہو جائے گی حرمت ثابت ہو جانے کے بعد مرد و عورت کو جدا رہنا اور نکاح کو فسخ کرنا فرض ہے مگر خود بخود نکاح فسخ نہیں ہوگا جب تک شوہر متارکہ نہ کرے بعد متارکہ عدت گذرے بغیر نکاح جائز نہیں ہوگا لہٰذا صورت مسئولہ میں اگر مرد نے اپنی لڑکی کو شہوت کے ساتھ چھوا ہے تو اس لڑکی کی ماں اس مرد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور اس مرد پر فرض ہے کہ اس عورت سے جدائی کرے بغیر متارکہ کے اور بغیر عدت گذرے وہ عورت دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی متارکہ کی صورت یہ ہے مثلاً شوہر اپنی بیوی سے کہے کہ میں نے تیرا راستہ خالی کر دیا میں نے تجھے

چھوڑ دیا میں نے طلاق دے دی اور حرمت کا مطلب یہ ہے کہ وہ عورت مرد کے نکاح میں ہمیشہ کے لئے نہیں آ سکتی۔
واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۴۸: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی جس وقت شادی ہوئی اس کے والدین نے حسب دستور جوڑے زیور وغیرہ چڑھائے اور بعد نکاح ہونے کے لڑکی کے والدین نے کچھ زیور اور جوڑے وغیرہ جہیز میں دیئے بعد میں کچھ زیور نکاح کے بعد بنوا دیا زید نے کچھ کپڑا وغیرہ بھی علاوہ معمولی کپڑے کے اور اس عورت نے وقت مرتے اپنے شوہر کے اور اب تک مہر بھی معاف نہیں کیا بلکہ مرتے وقت اس کے پاس بھی نہیں گئی۔ اور زید کے نام کچھ جائداد وغیرہ نہیں ہے اس صورت میں مال کا مالک کون ہوگا اور مہر کا ادا کرنا کس کے ذمے عائد ہوگا۔ بینوا توجروا۔

الجواب: جو کچھ زیور کپڑا برتن وغیرہ عورت کو جہیز میں ملا تھا اس کی مالک خاص عورت ہے اور جو کچھ چڑھاوا شوہر کے یہاں سے مل گیا تھا اس میں رواج کو دیکھا جائے گا اگر رواج یہ ہو کہ عورت ہی اس کی مالک سمجھی جاتی ہے تو وہ بھی عورت کی ملک ہوگیا اور اگر عورت مالک نہیں سمجھی جاتی تو وہ جس نے چڑھایا تھا اس کی ملک ہے۔ خواہ (شوہر کا) والد ہو یا (اس کی) والدہ یا خود شوہر اور جو زیور زید نے بعد نکاح بنوایا اگر عورت کی تملیک کردی تھی یعنی یہ کہہ دیا تھا کہ میں نے یہ زیور تجھے دے ڈالا تجھے اس کا مالک کردیا اور قبضہ عورت کا ہوگیا تو یہ زیور بھی ملک زن ہوگیا اور اگر کہا تجھے پہننے کو دیا تو شوہر کی ملک رہا اور اگر کچھ نہ کہا تو رواج دیکھا جائے گا اسی طرح زیور بنا دینے کو اگر عورت کی تملیک سمجھتے ہیں تو بعد قبضہ عورت مالک ہوگی ورنہ شوہر پر رہا عورت کا مہر ذمہ شوہر ہے اگر شوہر کا کچھ مال مثلاً یہی زیور کہ اس نے بنا دیا اور عورت کی ملک اس میں ثابت نہ ہوئی تھی یا اور کوئی چیز جو ملک شوہر پائے اس سے وصول کرے اگر ملک شوہر سے کچھ نہ ملے تو شوہر کے والدین وغیرہما سے کچھ مطالبہ کسی وقت نہیں کرسکتی جب کہ انہوں نے مہر کی ضمانت نہ کرلی ہو اس کا معاملہ عافیت پر رہا اور افضل یہ ہے کہ شوہر معاف کردے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم، منقول از فتاویٰ رضویہ۔

سوال نمبر ۴۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص شوق محبت سے اپنی منکوحہ کے پستان منہ میں ڈالے اور شیر اس سے بہہ کر حلق سے نیچے اتر جائے تو کیا نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔

الجواب: دو سال بلکہ ڈھائی سال کے اندر کوئی لڑکا اور لڑکی کسی عورت کا دودھ پی لے تو جس عورت کا دودھ پیا ہے وہ رضائی ماں اور جس نے پیا ہے وہ رضائی اولاد ہے اور مدت رضاعت کے بعد اگر کوئی شخص کسی عورت کا دودھ پئے تو اس کا دودھ پینے سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوتی اور رضاعت کا رشتہ ثابت نہیں ہوتا اگر کوئی اپنی عورت کا دودھ پی لے تو یہ فعل یعنی اپنی عورت کا دودھ پینا شرعاً منع ہے گناہ ہے مگر اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا صورت مذکورہ سے جس شخص کے حلق میں اس کی بیوی کے پستان میں سے دودھ چلا گیا ہے خواہ شوہر کے اس کے پستان کے چوسنے سے یا بغیر چوسنے کے اس سے نکاح

نہیں تو شادہ عورت اس شوہر مذکور کی بیوی ہے بیوی کا دودھ پینا شرعاً منع ہے۔ گناہ شدید ہے جو ایسا کرے اس پر توبہ لازم ہے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نوٹ: ایک لڑکی دس سال کی ہے اس کے پستان سے دودھ اتر آیا دوسرے شخص کا لڑکا تقریباً پونے دو سال کا ہے کسی وجہ سے اس لڑکے کے باپ نے اس دس سالہ لڑکی سے اپنے پونے دو سالہ لڑکے کا نکاح کر دیا نکاح ہونے کے بعد اس لڑکے نے اتفاقاً اس دس سالہ منکوحہ بیوی کا دودھ پی لیا تو اس صورت میں وہ دس سالہ لڑکی اپنے پونے دو سالہ عمر والے شوہر پر حرام ہو جائے گی کیونکہ اس لڑکے نے مدت رضاعت کے اندر اپنی بیوی کا دودھ پیا لہٰذا وہ لڑکا اس عورت کا رضاعی بیٹا ہو گیا اور وہ لڑکی اس لڑکے کی رضاعی ماں بن گئی لہٰذا وہ عورت اپنے شوہر پر حرام ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۰: نمبر ۱: ایک شخص نے ایک عورت شادی شدہ کو اغوا کر کے اپنے گھر آباد کیا جس کے بطن سے اولاد ہے جو کہ بغیر نکاح کے ہے اب مذکورہ عورت کا سابقہ شوہر فوت ہو گیا ہے کیا بعد از عدت سابقہ عورت کا نکاح ہوگا اولاد جو قبل از نکاح پیدا ہوئی ہے وہ شخص مذکور جس نے اغوا کیا ہے اس کے ترکہ کی وارث ہوگی یا نہ۔

نمبر ۲: جس شخص نے مذکورہ عورت کو اغوا کیا ہے اس جرم کے تحت اس کی کیا تعزیر ہے۔

نمبر ۳: جو اشخاص شخص مذکور سے باہمی تعلقات میں خورد ونوش میں شریک رہے ہیں ان پر تعزیر کا کیا حکم ہے مفصل ومدلل تحریر فرما کر مشکور فرمادیں تاکیداً عرض خدمت ہے۔

الجواب نمبر ۱: شادی شدہ عورت کو اغوا کر کے کوئی آدمی اپنے گھر ناجائز طریقہ سے آباد کرے تو جو اولاد اس عورت مذکورہ کے بطن سے ہوگی شرعاً یہ اولاد اس اغوا کرنے والے کی قرار نہیں دی جائے گی احکام شریعت میں ہے زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پائی ایک حمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے لفظ ہبہ سے تعبیر کیا "یھب لمن یشاء ذکوراً" زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب ومزا ہے نہ کہ مستحق ہبہ وعطا لہٰذا ارشاد ہوا "للعاھر الحجر" زانی کے لئے پتھر نیز حدیث شریف میں ہے الولد للفراش لہٰذا صورت مسئولہ میں شریعت کی رو سے وہ اولاد جب کہ اغوا کرنیوالے کی قرار نہ پائی تو اس عورت کی یہ اولاد اغوا کرنے والے کے ترکہ کی وارث نہ ہوگی۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۲: شادی شدہ عورت کو اغوا کرنے والا شریعت کے خلاف گھر میں آباد کرنے والا مرد اور وہ عورت دونوں شرعاً شدید ترین مجرم وگنہگار مستحق نار لائق غضب جبار وقہار ہیں ان پر لازم وضروری ہے کہ فوراً ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں شریعت ایک لحظہ بھی ان کو اکٹھا رہنے کی اجازت نہیں دیتی حد وتعزیر لگانا شرعاً حکام کا کام ہے لیکن اس زمانہ میں یہاں پر حدود شرعیہ لگانے کا کوئی انتظام نہیں ہے لہٰذا تعزیر وحد کا جواب میں لکھنا بے فائدہ ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر ۳: لوگوں کو چاہیے کہ اس آدمی کو سمجھائیں اور شریعت کے مطابق عورت رکھنے کو کہیں اگر مان جائے تو بہتر ورنہ اس سے میل جول سب تعلقات منقطع کر دیں یہاں تک کہ وہ آدمی اپنے اس فعل بد سے باز آ جائے اگر وہ بے حیا آدمی اپنے اس فعل سے باز نہیں آتا لوگ اس حالت میں بھی اس سے میل جول کر رہے ہیں تو شرعاً یہ لوگ بھی مجرم و گناہ گار ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۱: کیا فرماتے ہیں علمائے دین مندرجہ ذیل مسئلہ میں مسماۃ جنت بی بی دختر حاجی یار محمد قوم ترکھان ساکن گوجرہ خاوند مسمی امیر ولد لعل پر دعویٰ تنسیخ نکاح زیر دفعہ نمبر ۲ ایکٹ دائر کیا سول جج درجہ اول ٹوبہ ٹیک سنگھ نے یک طرفہ ڈگری تنسیخ نکاح معہ خرچہ حکم صادر کر دیا اور یہ بھی حکم دے دیا کہ مدعا علیہ مبلغ ۵۶ بابت خرچہ مقدمہ ہذا ادا کرے اور اس حکم نامہ کی سرکاری نقل فتویٰ ہذا کے ساتھ لف کی ہوئی ہے اور مقدمہ مذکورہ کا نمبر ۱۳۱ فوجداری ہے لہٰذا بتایا جائے کہ بروئے شرع شریف نکاح مذکورہ فسخ ہو گیا یا نہیں۔

الجواب: نکاح کی گرہ مرد کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو گرہ کھول دے چاہے بند رکھے قرآن پاک میں بیدہ عقدۃ النکاح، حدیث شریف میں ہے "الطلاق لمن اخذ بالساق" لہٰذا صورت مسئولہ میں مسمی امیر نے اپنی مسماۃ جنت بی بی کو جب طلاق شریعت کے مطابق نہیں دی تو مسماۃ مذکورہ بدستور اپنے شوہر کی بیوی ہے شرعاً دوسری جگہ نکاح نہیں کر سکتی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۲: ایک شخص کی شادی تقریباً آٹھ سال قبل ہوئی تھی میاں بیوی میں برا سلوک آج تک رہا اور نہ ہی اس کی بیوی کو یہاں کے کسی رشتہ دار سے تکلیف پہنچی ہے ابھی تک اس کی اولاد نہیں ہوئی خدا کی قدرت ہے آدمی طاقتور مرد ہے شاید اس کے مادہ میں کوئی فرق ہو ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق اب بیوی کے والدین طلاق دلوانا چاہتے ہیں اس کی بیوی کو بھی اکساتے ہیں میاں طلاق نہیں دیتا شریعت اس کے بارے میں کیا کہتی ہے فتویٰ عنایت کیا جاوے۔

الجواب: عورت کو طلاق دینے کا اختیار شریعت نے مرد کو دیا ہے مرد جب چاہے طلاق دے جب چاہے نہ دے قرآن پاک میں ہے "بیدہ عقدۃ النکاح" حدیث شریف میں ہے "الطلاق لمن اخذ الساق" مرد جب کہ عورت سے وطی کرنے پر قادر ہے تو عورت کو نکاح فسخ کرانے کا حق نہیں ہوتا چنانچہ بہار شریعت میں عالمگیری کے حوالہ سے تحریر فرمایا شوہر جماع کرتا ہے مگر منی نہیں کہ انزال ہو تو عورت کو دعویٰ کا حق نہیں صورت مسئولہ میں مرد جب کہ وطی کرنے پر قادر ہے تو عورت کو طلاق لینے یا نکاح فسخ کرنے کا شرعاً کوئی حق نہیں اگرچہ اس عورت کے آٹھ سال سے بچہ پیدا نہ ہوا ہو بچہ کا پیدا ہونا قبضہ قدرت باری تعالیٰ ہے مرد و عورت کے اختیار کی بات نہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مطلقہ غیر مدخولہ کو حلالہ شرط ہے یا نہیں عورت غیر مدخولہ کے متعلق بالکتاب جواب ارسال فرمادیں کہ عورت غیر مدخولہ کو عدت پڑتی ہے یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب : جس حرہ عورت کو تین طلاقیں ہو جائیں تو وہ عورت اپنے شوہر کے لئے بغیر حلالہ کے حلال نہیں ہو سکتی غیر مدخول بہا کو ایک کلمہ سے تین طلاقیں دی جائیں تو اس پر تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں ہدایہ میں ہے "اذا طلق الرجل امرأته ثلثاً قبل الدخول بها وقعن عليها" کنز الدقائق میں ہے "طلق غير الموطوة ثلثا وقعن (تبیین الحقائق) شرح کنز الدقائق میں ہے۔" وهو مذهب ابن عباس وابن مسعود وابن عمر وعلى ابن ابى طالب وزيد ابن ثابت وجمهور التابعين فقهاء الامصار"

یعنی غیر مدخولہ کو تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں یہ مسلک ابن عباس وابن مسعود وابن عمر وعلی ابن ابی طالب وزید ابن ثابت وجمہور تابعین وفقہاء امصار رحمہم اللہ تعالیٰ کا ہے رد المحتار میں ہے

"ونص محمد رحمة الله تعالى قال واذا طلق الرجل امرأته ثلاثا جميعا فقد خلف السنة والم دخل بها اولم يدخل سواء بلغنا ذالك عن رسول الله ﷺ وعن على وابن مسعود وابن عباس وغيرهم رضوان الله تعالى عليهم اجمعين"

عمدۃ الرعایا میں ہے۔" وغير الموطوة تبين بواحدة نعم لو طلقها بكلمة واحدة بان قال انت طالق ثلثا تقع الثلث ولا تحل له حتى تنكح زوجاً غيره " جب غیر مدخولہ بہا تین طلاقوں کے واقع ہونے سے مغلظہ مغلظ ہو جائے تو اس کے لئے بھی حلالہ ضروری ہے غیر مدخول بہا کے لئے عدت نہیں کیونکہ عدت استبراء رحم کے لئے ہے شوہر جب اس کے پاس ہی نہیں گیا تو استبراء رحم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا عمدۃ الرعایہ میں ہے۔

" وحتى انه عن غير المدخولة فانها تبين بطلاق واحد لاعدة لها حتى تطلقها الاخرى"

واللہ تعالیٰ ورسول الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۳۴۵: زید نے اپنی بیوی کو سہ طلاق سے حرام کیا یک وقت ایک مولوی صاحب تبلیغی جماعت کے سربراہ جو کہ خواجگان کی مسجد کے امام وخطیب ہیں انہوں نے کہا ہے کہ زید تین طلاقیں یا سات یا دس یا سو تک بھی اپنی بیوی کو دے تب بھی ایک ہی ہوگی نیز اس کے پیچھے نمازیں ہو سکتی ہیں یا کہ نہیں بینوا تو جروا۔

الجواب : اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین طلاقیں بیک وقت دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی اگر چہ ایسا کرنا گناہ ہے جیسا کہ ایام حیض میں کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر طلاق دینے والا گناہ گار ہوگا جمہور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین فقہاء مجتہدین عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کا یہی مسلک تھا اب بھی جمہور امت کا یہی مسلک ہے کہ عورت کو بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں مشکوۃ شریف میں ہے

"عن مالك بلغه ان رجلا قال لا بن عباس رضى الله تعالى عنهما انى طلقت امرأتى مائة تطليقة فما ترى على فقال ابن عباس طلقت منك بثلاث وسبع وسبعون اتخذت بها ايات الله هزوا رواه فى الموطا"

یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک آدمی نے عرض کی کہ حضور میں نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دے دی ہے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑ گئی ہیں۔ ۹۷ ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا نعوذ باللہ من ذلک مرقاۃ شرح مشکوۃ فتح القدیر رد المختار میں ہے "ذھب جمہور الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم من ائمۃ المسلمین الی ان یقع ثلاث "فتح القدیر میں ہے۔

"من الادلۃ فی ذلک ما فی مصنف ابن ابی شیبۃ والدار قطنی فی حدیث ابن عمر المتقدم قلت ارأیت لو طلقھا ثلاثا قال اذا قد عصیت ربک وبانت منک امرأتک"

اس مسئلہ کے متعلق روایات تفصیل سے فتح القدیر میں دیکھیں عمدۃ الرعایہ میں ہے۔

"فمثل ھذا یقع لکنہ یاثم بہ ھو المنقول من جمہور الصحابۃ والتابعین والمجتہدین منھم ابن عباس اخرجہ مالک وابو ھریرہ اخرجہ عنہ ابو داؤد"

حضرت امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا شرح مسلم میں۔

"وقد اختلفت العلماء فیمن قال لامرأتہ انت طالق ثلاثا فقال الشافعی ومالک وابو حنیفۃ وجماھیر العلماء من السلف والخلف یقع الثلث"

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین سے زائد طلاقیں بیک وقت دے گا تو تینوں واقع ہو جائیں گی باقی تین سے زائد لغو وبے کار ہوں گی اس مولوی کا یہ کہنا کہ زید تین طلاقیں یا سات یا دس یا سو تک اپنی بیوی کو دے تب بھی ایک ہی واقع ہو گی بالکل غلط ہے سراسر احادیث روایات جمہور امت سلف وخلف کے مسلک کے خلاف ہے غیر مقلدوں کی معتبر ومستند کتاب فتاوے ثنائیہ کی تشریح میں ہے صحابہ تابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ تابعین محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں "من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان ودونہ خرط القتاد" ملاحظہ ہو موطا امام مالک صحیح البخاری فتح الباری وتفسیر ابن کثیر تفسیر ابن جریر اسی فتاویٰ کی تشریح میں نیز ہے تین طلاقیں مجلس واحد میں محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہ تابعین تبع تابعین وغیرہ محدثین متقدمین کا نہیں ہے یہ مسلک سات سو سال کے بعد کے محدثین غیر مقلدین کا ہے جو شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند اور انکے معتقد ہیں غیر مقلدوں کے گھر کی شہادت ہو گئی کہ جمہور امت کا مسلک تو یہ ہے کہ تین طلاقیں بیک وقت دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں ابن تیمیہ اور اسکے معتقدین ومتبعین وہابیہ غیر مقلدین نے سات سو برس کے بعد اس مسئلہ کی مخالفت کی اور تین طلاقوں کو ایک ہونے کا فتویٰ دیا ہمارا اس پر عمل ہے جو تقریباً چودہ سو برس سے جمہور امت کا مسلک چلا آ رہا ہے اور غیر مقلدین خود نئے ہیں ان کا مسلک بھی نیا جو جمہور اہل سنت کے سراسر خلاف امام کا سنی صحیح العقیدہ پابند شرع ہونا ضروری ہے لہٰذا اہل سنت کے علاوہ کسی بدمذہب وہابی دیوبندی غیر مقلد رافضی قادیانی مودودی وہابی تبلیغی جماعت کے

پیچھے اہل سنت کو ہرگز نماز نہ پڑھنا چاہیے اور ایسے عقیدہ والوں کو ہرگز امام نہ بنایا جائے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۵: کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین حسب ذیل مسئلہ میں زید نے اپنی بیوی ہندہ کو کہا تجھے تین طلاق دیں یا کہا تجھے طلاق طلاق طلاق ہے یا کہا تجھے طلاق دی طلاق دی طلاق دی ہے بدوں حرف عاطفہ کے کیا ان صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی یا تین ہے بعض علماء اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں ان صورتوں میں ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا دور ہو جا دور ہو جا دور ہو جا میرے گھر سے نکل جا نکل جا نکل جا یا اپنے باپ کے گھر چلی جا چلی جا چلی جا کیا ان صورتوں میں طلاق ہوگی یا نہیں اگر ہوگی تو رجعی یا بائن بینوا بالدلیل توجروا۔

الجواب: نحمده ونصلی علیٰ رسوله الكريم وعلیٰ آله وصحبه اجمعين. اما بعد اگر آدمی اپنی بیوی کو تین طلاق بیک وقت ایک کلمہ سے دے تو تینوں طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں چاہے عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ ہو مگر ایسا کرنا گناہ ہے جیسا کہ ایام حیض میں اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو طلاق دے دے تو طلاق واقع ہو جائے گی مگر طلاق دینے والا گنہگار ہوگا جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین فقہاء مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی مسلک تھا اور اب بھی جمہور امت سلف وخلف کا یہی مسلک ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہوتی ہیں مشکوٰۃ شریف میں ہے۔

"عن مالک رضی الله تعالیٰ عنه بلغه ان رجلا قال لابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما انی طلقت امرائی مائة تطليقة فما ترى علی قال ابن عباس رضی الله تعالیٰ عنهما طلقت منک بثلاث وسبع وتسعون اتخذت بها ايات الله هزوا رواه فی الموطا" یعنی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک شخص نے عرض کی کہ حضور نے اپنی بیوی کو ایک سو طلاق دی ہے آپ اس کے متعلق کیا فرماتے ہیں آپ نے فرمایا تین طلاقیں تیری بیوی پر پڑ گئیں اور ستانوے طلاقوں سے تو نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے ٹھٹھا کیا نعوذ باللہ من ذلک مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فتح القدیر رد المحتار میں ہے "ذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم من ائمة المسلمين الى انه يقع ثلث" فتح القدیر میں ہے۔" ونص محمد قال اذا طلق الرجل امرأته ثلاثا جميعا فقد خالف السنة واثم به وان دخل بها او لم يدخل سواء ثم قال بلغنا ذلک عن رسول الله ﷺ وعن علی وعن ابن مسعود وابن عباس وغيرهم رضوان الله عليهم اجمعين"

نیز اس میں ہے۔" ومن الادلة فی ذلک ما فی مصنف ابن ابی شيبة والدار قطنی فی حديث ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما المتقدم وقلت يارسول الله اراء يت لو طلقها ثلاثا قال اذا قد عصيت ربک وبانت منک امرأتک" اس مسئلہ کے متعلق اور روایات تفصیل سے فتح القدیر میں دیکھیں نیز اس میں ہے "واما وقال انت طالق احدى عشر فانه يقع الثلث بالاتفاق لعدم العاطف" فتاوے ہندیہ میں ہے اگر غیر مدخولہ سے کہا تو ایک طلاق سے طالقہ ہے تو ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک تین طلاق ہوں گی اور اگر کہا گیارہ طلاق تو بالاتفاق تین طلاق واقع ہوں

کی تفسیر صاوی میں ہے۔

" والمعنی فان ثبت طلاقها ثلاثا فی مرة اومرات فلا تحل بع اذا قال لهاانت طالق ثلاثا او البتة وهذاهو المجمع علیه واما القول بان الطلاق الثلاث فی مرة واحدة لا یقع الاطلقة فلم یعرف الا لا بن تیمیة من الحنابلة وقدر د علیه ائمه مذهبه حتی قال العلماء انه الضال والمضل "

عمدۃ الرعایا میں ہے۔

" فمثل هذا یقع لکنه یاثم به هو المنقول عن جمهور الصحابة والتابعین والمجتهدین منهم ابن عباس رضی الله تعالی عنهما اخرجه مالک وابو هریرة اخرجه عنه ابو داؤد تدوری "

اوراس کی شرح فارسی میں ہے " طلاق البدعة وهو ان یطلق الرجل امرأته ثلاثا بکلمةواحدة او فی طهر واحد "سوم طلاق بدعت است وآں ایں است کہ سہ طلاق دہد شوہر زن خودرا بیک دفعہ یعنی بیک کلام یا سہ طلاق متفرق دہد دریک طہر "فاذا فعل ذلک وقع الطلاق وبانت منه وکان عاصیا "پس ہرگاہ کہ داد سہ طلاق بیکے ازیں دو طریق واقع شد سہ طلاق وجدا شد از وطلاق دہندہ گنہگار وعاصی میشود وایں طریق منہی است نشاید وایں حکم کہ بیان کردہ شد در مردے وزنے بود کہ شوہر بعد از نکاح یا دمجامعت کردہ باشد کذافی کشف الحقائق نیز اس میں ہے۔

" واذ اطلق الرجل امرأته ثلاثا قبل الدخول بهابدفعة واحدة وقعن علیها جملة "

ہرگاہ کہ طلاق داد شوہر بزن خود پیش از وطی بایں طور کہ بگوید انت طالق ثلاثا پس واقع میشود سہ طلاق بآں زن زیرا آنچہ سہ طلاق بہم دادہ است نیز اس میں ہے انت طالق ثلاثا الا ثلاثا طلقت ثلاثا وبطل الاستثناء اگر بگوید شوہر بزن خود بر تو سہ طلاق است مگر سہ طلاق واقع شود سہ طلاق زیرا آنچہ استثناء جمیع از جمیع است وآں صحیح نیست بلکہ باطل است وناجائز مجموعہ فتاوے مولانا عبدالحی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ میں ہے اگر زید نے اپنی بیوی کو حالت غضب میں کہا میں نے طلاق دیا پھر میں نے طلاق دیا پھر میں نے طلاق دیا پس اس تین بار کہنے سے تین طلاق واقع ہوگی یا نہیں۔

<u>ہوالمصوب:</u> اس صورت میں تین طلاق واقع ہوں گی حنفیہ کے نزدیک بغیر تحلیل کے نکاح درست نہ ہوگا نیز اس میں ہے زید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین دفعہ کہہ دیا کہ تجھ پر طلاق ہے طلاق ہے طلاق ہے لیکن اس نے غصہ کی حالت میں بلا نیت ایقاع طلاق ثلاثہ اور بدوں سمجھے معنی اور حکم ان الفاظ کے کہا ہے اس صورت میں طلاق ثلاثہ واقع ہوں گی یا نہیں۔

<u>ہوالمصوب:</u> جو شخص تین طلاق دے دیوے اور مقصود دونوں مرتبہ اخیر ہے تاکید نہ ہو پس اس صورت میں مذہب جمہور صحابہ تابعین وائمہ اربعہ واکثر مجتہدین وبخاری وجمہور محدثین تین طلاق واقع ہو جائیں گی البتہ بوجہ ارتکاب خلاف طریقہ شرعیہ کے گناہگار ہوگا نیز اس میں ہے چہ فرمایند علمائے دین ومفتیان شرع متین اندریں مسئلہ از روئے مذہب حنفیہ

صورتش ایں کہ زید زوجہ خود مسماۃ ہندہ را در حالت غضب طلاق داد بایں طور کہ سہ بار لفظ طلاق بزبان آورد پس دریں صورت بر ہندہ طلاق واقع شد یا نہ برتقدیر اول چہ صورت است کہ باز ہندہ را زید بنکاح آرد۔

الجواب ھو المصوب: بر ہندہ سہ طلاق واقع شدند حالا بدوں تحلیل نکاحش باز ید درست نیست واللہ اعلم۔

بہار شریعت میں ہے غیر مدخولہ کو کہا تین طلاق تو تین ہوں گی اور اگر کہا تجھے طلاق تجھے طلاق یا کہا تجھے طلاق ہے ایک اور ایک تو ان صورتوں میں ایک بائن واقع ہوگی اور موطوءہ میں بہر حال تین طلاق ہوں گی در مختار میں ہے (وان فرق) "بوصف وخبر او جمل بعطف او غیرہ (بانت بالاولی) لا الی عدۃ (الف) اذا (لم یقع الثانیۃ) بخلاف الموطوۃ حیث یقع الکل" رد المحتار میں ہے (قولہ حیث یقع الکل) ای فی جمیع الصور المتقدمۃ لبقاء العدۃ "ان احادیث وروایات وعبارت فتاویٰ سے معلوم وظاہر ہوا کہ اگر کوئی آدمی اپنی بیوی کو تین یا تین سے زائد طلاقیں بیک وقت ایک کلمہ سے دے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی باقی زائد لغو و بیکار ہوں گی عام اس سے کہ عورت مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ اگر شوہر متفرق طور پر تین طلاقیں دے گا تو عورت اگر غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق واقع ہونے سے عورت بائنہ ہو جائے گی اور باقی طلاقیں محل نہ ہونے کی وجہ سے واقع نہ ہوں گی اور اگر عورت مدخولہ ہے تو متفرق طور پر بھی تین طلاقیں دینے سے تینوں طلاقیں واقع ہوں گی عام اس سے کہ حرف عاطفہ ذکر کرے یا نہ کرے لہٰذا صورت مسئولہ میں زید نے اپنی بیوی ہندہ کو ایک لفظ سے تین طلاقیں دی ہیں تینوں طلاقیں واقع ہو گئیں وہ عورت چاہے مدخولہ ہو یا غیر مدخولہ لیکن اگر یہ کہا کہ تجھے طلاق طلاق ہے یا تجھے طلاق دی طلاق دی بغیر حرف عاطفہ کے تو اس صورت میں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو ایک طلاق واقع ہونے سے عورت بائنہ ہو جائے گی اور باقی طلاقوں کے لئے محل نہ رہے گا۔ اس لئے وہ لغو و بے کار ہو جائیں گی اور عورت اگر مدخولہ ہے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی جیسا کہ مشکوۃ شریف فتح القدیر در مختار رد المحتار مجموعہ فتاوی بہار شریعت وغیرہا کتب کی عبارتوں سے ظاہر ہے اہل سنت تو اہل سنت غیر مقلدین بھی اس بات کے قائل ہیں کہ ایک مجلس میں تینوں طلاقوں کے واقع ہونے کا مسلک جمہور امت سلف وخلف وائمہ اربعہ کا ہے تین طلاق کا ایک شمار ہونا صحابہ تابعین تبع تابعین سے سات سو سال تک کے سلف صالحین سے ثابت نہیں بلکہ سات سو برس تک صحابہ تابعین تبع تابعین محدثین کا یہ مسلک رہا کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تینوں واقع ہو جاتی ہیں اور سات سو برس کے بعد ابن تیمیہ نے سب سے پہلے اس اجماع امت کے خلاف فتویٰ دیا اور ایک مجلس میں یک وقت تین طلاق دینے سے ایک طلاق کے واقع ہونے کا قائل ہوا اس پر اس کے مذہب حنبلی کے علماء نے اس کا رد کیا اور فرمایا کہ یہ خود گمراہ ہے اور لوگوں کو گمراہ کرنے والا ہے جیسا کہ تفسیر صاوی کی عبارت سے ظاہر ہوا بعد میں جو لوگ تین طلاق ایک مجلس میں واقع

کرنے سے ایک طلاق کے واقع ہونے کے قائل ہیں وہ ابن تیمیہ کے متبعین میں سے ہیں جمہور امت کے مسلک پر نہیں ہیں غیر مقلدوں کے مشہور ومعروف امام نواب صدیق حسن بھوپالی کی کتاب مسک الختام شرح بلوغ المرام میں ہے یعنی درصورتیکہ سہ طلاق در یک مجلس ارسال کردہ شدند دوم آنکہ سہ طلاق واقع میشود وبائن رفتہ اند عمر وابن عباس وعائشہ رضوان اللہ علیہم وروایت است از علی وفقہاء اربعہ وجمہور سلف وخلف نیز غیر مقلدوں کی معتبر ومستند کتاب فتاویٰ کی تشریح میں ہے صحابہ تابعین وتبع تابعین سے لے کر سات سو سال تک کے سلف صالحین صحابہ تابعین محدثین سے تو تین طلاق کا ایک مجلس میں واحد شمار ہونا ثابت نہیں "من ادعی فعلیہ البیان بالبرھان ودونہ خرط القتاد" ملاحظہ ہو موطا امام مالک صحیح بخاری وفتح الباری تفسیر ابن کثیر وابن جریر نیز اس میں کہ تین طلاقیں مجلس واحد میں محدثین کے نزدیک ایک کے حکم میں ہیں یہ مسلک صحابہ تابعین تبع تابعین ومحدثین متقدمین کا نہیں یہ مسئلہ تو سات سو سال کے بعد کے محدثین کا ہے جو ابن تیمیہ کے فتویٰ کے پابند ہیں اور اس کے معتقد ہیں انتہی جو مولوی صاحب اہلسنت ہونے کے مدعی ہیں اور ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے تین کے واقع ہونے کے منکر ہیں غلطی پر ہیں اس کے لئے جائز نہیں کہ ائمہ اربعہ کے مسلک کو چھوڑ کر نیا طریقہ اختیار کرے تفسیر صاوی میں ہے۔

" ولا یجوز تقلید ما عدا المذاھب الاربعۃ ولو وافق قول الصحابۃ والحدیث الصحیح والآیۃ فالخارج من المذاھب الاربعۃ ضال مضل وربما اداہ ذلک الی الکفر لان الاخذ بظواھر الکتاب والسنۃ من اصول الکفر" شوہر کا اپنی بیوی کو کہنا دور ہو جا دور ہو جا یہ کہنا کہ میرے گھر سے نکل جا نکل جا اپنے باپ کے گھر چلی جا چلی جا چلی جا ان تینوں صورتوں میں ایک طلاق بائنہ واقع ہوگی جب کہ شوہر نے نیت طلاق کی کی ہو یا کوئی خارجی قرینہ پایا جائے جو طلاق دینے پر دلالت کرتا ہو ہاں اگر تین کی نیت کرے تو تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۴۶ ایک سوال کا جواب: صورت مسئولہ میں بر تقدیر صدق سائل شخص مذکورہ مفقود ہے اور مفقود کی عورت بدستور اس کی بیوی ہے جب تک کہ اس مفقود کی موت یا طلاق دینے یا شرعی معتبر بیان نہ آجائے کما فی الحدیث مفقود اور اس کی بیوی کی اس وقت تفریق کی جائے گی جب کہ مفقود کی عمر سے ستر برس گزر جائیں پھر عورت قاضی شرع کے سامنے رفعہ کرے اور قاضی شرع اس مفقود کی موت کا حکم دے پھر وہ عورت عدت وفات گزارنے کے بعد چاہے تو نکاح کر سکتی ہے فتح القدیر بحوالہ بہار شریعت۔

سوال نمبر ۵۷: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے جانور ذبح کیا اور بوقت ذبح سر علیحدہ کر دیا ایسے مذبوح جانور کو کھانا جائز ہے یا نہیں۔

الجواب: جانور کو ذبح کرتے وقت اگر جانور کا سر کٹ کر دھڑ سے علیحدہ ہو جائے تو یہ فعل اگرچہ مکروہ ہے لیکن اس جانور کا کھانا شرعاً جائز ہے ہدایہ میں ہے "ومن بلغ السکین النخاع او قطع الراس کرہ ذلک وتوکل ذبیحتہ"

بہار شریعت میں ہے اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس کا سر کھانا مکروہ ہے یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گذرا بلکہ فقہاء کا ارشاد ہے کہ ذبیحہ کھایا جائے گا اس سے یہی ثابت کہ سر بھی کھایا جائے گا واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۸: ایک شخص جو کہ کسی بزرگ کے مزار پر رہتا ہے اور بھنگ بھی پیتا ہے نیز اس کا معمول یہ ہے کہ وہ لوگوں سے چندہ اکٹھا کر کے بکرا بھی لاتا ہے وہ بکرے پر پانی چھڑکتا ہے اگر وہ بکرا پانی چھڑکتے وقت کانپ جائے تو وہ یہ کہتا ہے کہ میرے پیر نے اس کو قبول کر لیا ہے اور بکرا پانی چھڑکتے وقت نہ کانپے تو وہ یہ کہتا ہے کہ بزرگ صاحب نے منظور نہیں کیا وہ اس طرح سے بکرا ذبح کر کے لوگوں کو کھلاتا ہے علاوہ ازیں وہ نماز کا بھی تارک ہے لوگ اس طرح سے گمراہ ہوتے جا رہے ہیں آپ فرمایئے ایسے بکرے کا گوشت کھانے کے متعلق یا ایسے آدمی کے متعلق شریعت کا کیا حکم ہے بینوا توجروا۔

الجواب: قرآن پاک میں ہے ''کلوا مما ذکر اسم الله علیه'' نیز اس میں ہے ''ولا تاکلوا مما لم یذکر اسم الله علیه''۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ جس حلال جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کیا جائے اس کو تم کھاؤ اور جس جانور پر ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا جائے اس کو نہ کھاؤ صورت مسئولہ میں جب کہ بکرے کو صرف اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے تو اس بکرے کا گوشت حلال وطیب ہے کھانے میں شرعاً کوئی قباحت نہیں لیکن بکرے پر پانی چھڑکنا اور اس کے کانپنے کو قبولیت کی علامت قرار دینا اور نہ کانپنے کو عدم قبولیت کی علامت قرار دینا بے کار روبے ہودہ ہے بری حرکتیں و بری رسمیں ہیں جو نہ کرنی چاہییں لیکن ان بری رسموں کی وجہ سے بکرے کی حلت وحرمت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا وہ آدمی بھنگ پینے اور اس کا عادی ہونے کی وجہ سے اور بے نمازی ہونے کی وجہ سے بہت گناہگار ہے فاسق وفاجر ہے اس پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عہد کرے کہ آئندہ کبھی بھنگ نہیں پیے گا اور نہ کبھی پنجگانہ نماز ترک کرے گا اور فوت شدہ نمازوں کو قضا کرے گا جو اس کے ذمہ ضروری ہیں بزرگان دین کے مزاروں پر ایسے لوگوں کو رکھنا چاہیے جو کہ بزرگان دین کے طریقہ پر چلیں ان کو نہیں رکھنا چاہیے جو کہ بزرگان دین کے طریقہ کے خلاف چلیں اور بھنگی چرسی بے نمازی ہوں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۵۹: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک بکری کا بچہ دو ماہ کا ہے اس بکری کی قربانی جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے کہ کوئی جانور جب تک دودھ پیتا ہے اس کی قربانی ناجائز ہے اور نا قابل قبول ہے عند الشرع جواب سے نوازیں بینوا توجروا۔

الجواب: اس سوال کا جواب دینے سے پہلے چند مسائل کا ذکر کرنا ضروری ہے تاکہ جواب کے سمجھنے میں آسانی ہو فقیر نے قربانی کے لئے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اس پر واجب نہ

ہوتی بکری کا مالک تھا اور اس نے قربانی کی نیت کرلی یا خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کرلی تو اس نیت سے قربانی واجب نہ ہوگی ذبح سے پہلے قربانی کا دودھ دوہنا مکروہ وممنوع ہے اگر دودھ دوہ لیا تو صدقہ کردے جانور دودھ والا ہے تو اس کے تھنوں پر ٹھنڈا پانی چھڑکے تاکہ دودھ خشک ہوجائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ صدقہ کردے قربانی کے لئے جانور خریدا تھا قربانی کرنے سے پہلے بچہ اس کے پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کرڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اس کا ثمن صدقہ کردے اور اگر ذبح نہ کیا اور نہ بیچا اور ایام نحر گزر گئے تو اس کو زندہ صدقہ کردے قربانی کی اور اس کے پیٹ میں بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کردے اور صرف میں لاسکتا ہے او مرا ہوا بچہ ہو تو اسے پھینک دے کہ اب یہ بچہ مردار ہے ان مسائل سے واضح ہوگیا کہ کسی غریب نے قربانی کے لئے جانور خریدا بعد میں اس کے بچہ پیدا ہوگیا تو جانور دودھ دے رہا ہے تو اسی جانور کی قربانی اس غریب ومسکین پر ضروری ہے اگرچہ وہ جانور دودھ دے رہا ہو اور اگر اس جانور کو خریدنے والا مالدار ہے یا غریب نے جانور خریدتے وقت قربانی کی نیت نہ کی تھی بعد میں کرلی تو ان کے لئے بہتر یہ کہ اس دودھ دینے والے جانور کی قربانی نہ کریں لیکن اگر کرلیں گے تو شرعاً قربانی ہوجائے گی زید کا یہ کہنا کہ دودھ دینے والے جانور کی قربانی ناجائز ناقابل قبول ہے غلط ہے شریعت کے خلاف ہے اس کے پاس کوئی دلیل شرعی ہو تو پیش کرے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۱۶۰ ایک سوال کا جواب: قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لگا سکتا ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لئے دے دے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دے دے یا کسی فقیر کو دے دے بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کو تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں لہٰذا صورت مسئولہ میں امام مسجد لے سکتا ہے اگرچہ سید ہو مالدار ہو کیونکہ یہ صدقہ نافلہ ہے صدقہ واجب نہیں اسی طرح ضروریات مسجد چٹائی ڈول مرمت وغیرہ امور میں صرف کرسکتا ہے مسجد کے مقتدی شہری ہوں یا دیہاتی ضرورت مسجد میں چرم قربانی استعمال کرسکتے ہیں امام مسجد چرم قربانی سے دینی کتب بھی لے سکتا ہے وہاں کے لوگ اگر مالدار ہوں تو انکے لئے بہتر یہی ہے اور انکے لئے سعادت اس میں ہے کہ رقم جمع کریں اور اس کو مسجد کی تعمیر میں صرف کریں اور قربانی کی کھال کو اہل حاجت فقراء مساکین بیوگان کو دیں نبی ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو قربانی کی کھال کو صدقہ کرنے کے متعلق حکم فرمایا جس کا مطلب یہ ہے کہ صدقہ کرنا مستحب وبہتر ہے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الرؤف الرحیم ونبیہ الکریم الحلیم وعلی آلہ واصحابہ وحزبہ اجمعین اما بعد فقیر نے رسالہ الفیوضات الحامدیہ دیکھا مسلک صحیح الصواب پر مشتمل پایا رسالہ مبارکہ مولف عزیز محترم فاضل نوجوان واعظ خوش بیان مولانا مولوی سید ریاض الحسن صاحب حامدی رضوی خطیب جامع مسجد امریکن کوارٹر حیدرآباد سندھ سلمہ نے خوب تحقیق فرمائی ہے اور دلائل کثیرہ سے قول محقق کی توضیح وتصویب فرمائی ہے مولیٰ عزوجل تبارک وتعالیٰ عزیز موصوف سلمہ کو مزید خدمت دین متین کی توفیق خیر رفیق فرمائے اور اہل سنت وجماعت کے لئے سرچشمہ فیض بنائے دیوبندیوں وہابیوں کے امام

والی نام کے مولوی رشید احمد دیوبندی گنگوہی نے یہ فتویٰ دیا کہ قربانی کی کھال مسجد میں نہیں لگا سکتے دیوبندی مولوی کہتے ہیں کہ مسجد میں قربانی کی کھال لگانا ناجائز ہے ان کا ماخذ دیوبندی امام کا یہ فتویٰ ہے کہ ہمارے نزدیک دیوبندی گنگوہی کا یہ فتویٰ صحیح نہیں غلط ہے اور دیوبندی مولوی رشید احمد گنگوہی کے فتوے کثرت سے غلط ہیں اس کو خلاف تحقیق فتویٰ دینے کی عادت تھی اس مسئلہ کی تحقیق میں امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز القوی نے ایک رسالہ جلیلہ تحریر فرمایا جو ابھی غیر مطبوعہ ہے فتاویٰ رضویہ کی مجلدات میں مرقوم ومحفوظ ہے اور علمائے کرام اہل سنت وجماعت نے اس مسئلہ کے متعلق قلم اٹھایا اور تحقیق فرمائی جس سے دیوبندی مفتی مغلوب ہوئے اور غلط فتویٰ دے کر نادم ہوئے مگر دیوبندی کی ضد اور ہٹ اور مرغ کی ایک ٹانگ کی رٹ مشہور ہے غلطی سے رجوع نہ کرنا اور حق کو قبول نہ کرنا ان کی دیرینہ فطرت ہے مگر ہمارا کام تو سمجھانے سے ہے سمجھائے جائیں گے یہ رسالہ مبارکہ الطیب نشات الحامدیہ بھی اس مسئلہ کی تحقیق کے لئے کافی ووافی ہے مولیٰ عزوجل حق پر قائم رہنے حق کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ واللہ تعالیٰ ہو الموفق وھو تعالیٰ اعلم فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ قادری چشتی رضوی خادم اہل سنت وجماعت لائلپور۔

سوال نمبر ۶۱: کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ہمارے علاقہ میں ایک کمیٹی بنی ہے اور وہ اعلان کرتی ہے کہ ہم فلاں تاریخ کو فٹ بال کا میچ رکھیں گے جو ٹیم اس میچ میں شامل ہونی چاہے وہ دو روپیہ داخلہ دے بہت سی ٹیمیں داخلہ دیتی ہیں جو ٹیم مقابلہ میں اول، دوم سوم آتی ہے اس کو انعام دیا جاتا ہے کیا یہ انعام حاصل کرنا جائز ہے بینوا توجروا۔

الجواب: سب ٹیموں سے پیسے جمع کر کے ان کو کھلایا جائے اور ان جمع کردہ پیسوں میں سے کامیاب شدہ ٹیم کو انعام دیا جائے تو یہ جوا ہے حرام ہے لیکن اگر کوئی آدمی اپنے پاس سے یا ایک ہی ٹیم اپنی طرف سے کامیاب شدہ ٹیم کو انعام دے تو یہ شرعاً جائز ہے جب کہ کوئی اور مانع شرعی نہ ہو۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۲: زید کا عقیدہ ہے کہ مراتب صحابہ علی ترتیب الخلافۃ ہیں لیکن چند ایسی خصوصیات اور فضیلتیں ہیں جن کی بنا پر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ دیگر صحابہ کبار سے ممتاز واعلیٰ ہیں جیسے ایک صحابی میں جزوی فضیلت ہوتی ہے وہ اس جزوی فضیلت کے لحاظ سے نرالی اور ممتاز شان کا مالک ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ اس جزوی فضیلت میں وہ صحابی شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی افضل ہوتا ہے چہ جائیکہ دوسرے صحابہ کبار مثال کے طور پر حضرت خزیمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو "من شھد لہ الحذیمۃ فھو حسبہ" اسی طرح سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم میں بھی چند ایسی خصوصیات جزئیہ ہیں کہ ان جزئیات میں وہ تمام صحابہ کبار سے ممتاز وافضل ہیں وہ جزئیات کسی دوسرے صحابی میں نہیں پائی جاتیں کہ آنحضور ﷺ نے حضرت فاطمۃ الزہرا سیدۃ النساء علیہا السلام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں اور تو اور علی اور حسن اور حسین ایک مکان اور ایک مقام

ہوں گے جس کو مظاہر حق والے نے جلد چہارم صفحہ ۴۴۲ باب مناقب اہل بیت مطبع مجید کانپور میں نقل کیا ہے جس کی تائید امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے اور حضور علیہ السلام کا عم زاد بھائی ہونا حسنین علیہما السلام کا باپ ہونا آپ کا خلیفہ ہونا وغیرہ ذلک اور زید ان خصوصیات کی وجہ سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کو شیخین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت جزوی ثابت کرتا ہے اب مطلب امر یہ کہ ایسی عقیدت کی وجہ سے زید دائرہ اہل سنت و جماعت سے خارج ہو سکتا ہے یا نہ برتقدیر اثبات ایسے شخص کو کافر و بے دین کہنا کیسا ہے بینوا توجروا۔

الجواب: کسی صحابی کو دوسرے سائر الصحابہ رضی اللہ عنہم پر جزوی فضیلت دینے سے زید سنیت کے دائرہ سے خارج نہیں ہوتا ہے ہاں اگر زید حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو کلی طور پر شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتا تو تب وہ تفضیلیہ شیعہ ہوتا ایسے کو کافر کہنے والا خود کافر ہے فقط۔

(محمد عبد الغفور ہزاروی عفی عنہ خطیب وزیر آباد)

الجواب: بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں بعض فضیلتیں ہیں جن کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں جیسا کہ سوال میں پیش کردہ مثال کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ تنہا ان کی گواہی دو مردوں کے برابر تھی ایسے ہی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ آپ کے نکاح میں نبی ﷺ کی دو شہزادیاں یکے بعد دیگرے آئیں اور یہ شرف کسی نبی کے کسی امتی کو حاصل نہ ہوا اس کی وجہ سے آپ کا لقب ذوالنورین مشہور ہوا حضرت زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک صراحۃ قرآن مجید میں مذکور ہوا کہ کسی اور صحابی کا نام قرآن مجید میں صراحۃ نہیں لیا گیا۔ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملائکہ کرام علیہم السلام نے غسل دیا آپ غسیل ملائکہ کے لقب سے مشہور ہوئے ممتاز ہوئے حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بھائی ہیں پر عطا ہوئے کہ آپ فرشتوں کے ساتھ جنت میں اڑتے ہیں۔ حضرت جعفر طیار کے لقب سے مشہور و معروف ہوئے علیٰ ہذا القیاس صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں جزوی فضیلتیں ہیں جو کسی دوسرے اور صحابی میں نہیں ایسے ہی مولائے کائنات مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بعض فضیلتیں ہیں جو کسی اور صحابی میں نہیں مگر فضیلت کلی مطلقہ تمام صحابہ پر بلکہ تمام نبیوں کے امتیوں پر حضرت سیدنا ابوبکر صدیق اکبر و حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو ہے یہ اہل سنت کا عقیدہ ہے زید کا یہ عقیدہ اہل سنت و جماعت کے مطابق ہے صرف اس عقیدہ کی وجہ سے اس کو کافر کہنا سخت جرأت اور جہالت ہے جو اس عقیدہ کی وجہ سے اس کو کافر کہے وہ مذہب اہل سنت کے عقیدہ سے ناواقف ہے صریح حدیث کے موافق اور فقہا کرام کی تصریحات کے مطابق کسی مسلمان کو بغیر وجہ شرعی کافر کہنے والا خود کافر ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ مذہب حق مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہنے کی توفیق دے اور اسی مذہب حق اہل سنت و جماعت پر خاتم کرے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۳: حضور کو حاضر و ناظر جاننا اہل سنت کا کیا عقیدہ ہے آپ تمام جگہ موجود ہیں یا مدینہ میں موجود ہیں حدیث میں آتا ہے کہ دنیا کو میں ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح دیکھتا ہوں آپ اس کا جواب دیں تاکید ہے بینوا توجروا۔

الجواب: نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد آپ کی روح مقدسہ کو آپ کے نورانی جسم مقدس ومطہر میں داخل کیا گیا آپ اب بھی حقیقی دنیاوی جسمانی زندگانی کے ساتھ زندہ ہیں حجرہ انور میں جلوہ فرما ہیں سب حجابات اٹھالئے گئے ہیں دنیا کا ذرہ ذرہ آپ کے پیش نظر ہے جس جگہ کرم فرمائیں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تشریف لیجائیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ایک عالم کہتا ہے کہ حضور علیہ السلام اپنے مزار مقدس میں سے یہاں سب کچھ دیکھتے ہیں مگر ہمارے روبرو حاضر نہیں ہیں جو لوگ حاضر سمجھتے ہیں اور ناظر جانتے ہیں غلطی پر ہیں مطابق اہل سنت اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیں۔

الجواب: حضور نبی مکرم شفیع معظم رسول محتشم ﷺ حاضر وناظر ہیں دنیا کی کوئی چیز ان کی نظر انور سے پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ہی دنیا کی کوئی شے ان سے غائب ہے حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

" ان اللہ رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھاالی یوم القیمۃ کانما انظر الی کفی ھذا۔"

اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک یہ کہ آپ ساری دنیا کے ناظر ہیں دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سب دوریاں اٹھادی ہیں اور ساری دنیا آپ کے قریب کر دی ہے آپ کے قریب جیسے فرش ایسے عرش جیسے عرب ایسے عجم جیسے مدینہ ایسے مکہ و دنیا کے دیگر شہر ہم سے بعض چیزیں نزدیک بعض دور ہیں مگر ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی چیز دور نہیں ان کی شان اعجازی شان ہے ان کا ناظر ہونا بھی ان کا بڑا معجزہ ہے اور ان کا حاضر ہونا بھی عظیم الشان اعجاز ہے حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ ارشاد فرماتے ہیں باچندیں اختلاف کہ در علمائے امت است یک کس را در یں مسئلہ خلاف نیست کہ آنحضرت ﷺ بحقیقت حیات حقیقی بے شائبہ مجاز وتوہم تاویل وبر اعمال امت حاضر وناظر جس کو اس مسئلہ کی تفصیل درکار ہو وہ جواہر البحار شریف مصنف علامہ یوسف نبہانی علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کریں اور امام اہل سنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت محقق بریلوی قدس سرہ العزیز کے رسائل جلیلہ وفتاویٰ مبارکہ ودیگر علمائے کرام اہل سنت وجماعت کے رسائل کا مطالعہ کریں سائل یہ سمجھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک ہیں اور ہر جگہ کیسے ہوں گے تو سائل سمجھا کہ جیسے ہم ایک جگہ ہیں دوسری جگہ سے غائب ہیں ایسے ہی حضور نبی کریم ﷺ ایک جگہ حاضر دوسری جگہ سے غائب ہیں یہ غلطی ہے کیونکہ نبی پاک کی شان اقدس ارفع واعلیٰ بلند وبالا عقل سے وراء ہے کہاں ہماری عقلیں اور کہاں وہ عرش وفرش کے تاجدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک کو شان اعجازی عطا فرمائی ہے کہ آپ سے سب بعد وحجابات اٹھادیئے گئے ہیں اور معجزہ کہتے ہی اسے ہیں کہ عقل اس کے ادراک سے عاجز ہو واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۵: زید کہتا ہے کہ حضور نور ہیں مگر اللہ کے نور سے نہیں ہیں اس کی وضاحت فرمادیں۔

الجواب : بلاشبہ حضور نبی اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور سے ہیں بلا کیف و تقسیم حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "یاجابران اللہ تعالیٰ خلق نور نبیک من نورہ" یعنی اے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیشک اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا دیکھئے حضور نبی کریم تو خود فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میرے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا اور سوال میں کھلم کھلا مخالفت کی گئی ہے سوال میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا نہیں فرمایا بلکہ غیر کے نور سے پیدا فرمایا تو سائل ذرا یہ تو بتائے کہ وہ غیر کون ہے کہ جس کے نور سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو پیدا فرمایا سوال کرنے والا بیچارہ اس حدیث کو سمجھا ہی نہیں ہے اور خود ایسی بات کر دی ہے جو بے سند ہے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اللہ تعالیٰ کی ذات کی مظہر اتم ہے اور ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور ذاتی بایں وجہ ہے کہ بغیر وسیلہ کے منسوب بسوئے واجب ہے اور چیزوں کی نسبت اللہ تعالیٰ کی ذات کی طرف ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وسیلے سے ہے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بغیر وسیلہ کے ذات واجب کی طرف منسوب ہیں یا یہ معنی ہیں کہ نبی پاک ﷺ نور مجسم ہیں مخلوق میں اصل نور آپ ہی ہیں اور باقی انوار آپ کی فروع ہیں آپ بلاشبہ نور الانوار ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ خلاصہ اس امر کا یہ ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو بلا تقسیم و کیف اپنے نور سے پیدا فرمایا اور باقی مخلوق کو اپنے نبی کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ کتب روایات میں اس کی تصریح ہے یہاں تک کہ بعض دیوبندی مولویوں نے بھی بعض رسائل میں اس کی تصریح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا یہ مضمون ایک لحاظ سے متشابہات سے ہے۔ اس کے یقیناً یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی چیز علیحدہ ہوئی کیونکہ ذات مقدسہ باری تعالیٰ کم و کیف مقدار و تقسیم سے جسم سے جسمانیات سے ترتیب سے انحلال سے عوارض حدوث و امکان سے منزہ و پاک ہے اللہ تعالیٰ بصیرت دے اور حق کہنے اور حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۶ : رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بشر ہیں مگر بے مثل ہیں اگر آپ کو بشر کہا جائے تو کوئی گناہ نہیں کیونکہ آپ کا جسد بشر پر دلالت کرتا ہے اس مسئلہ کی وضاحت کریں۔

الجواب : حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول ہیں نور خدا ہیں بنی نوع انسان سے انسان اکمل ہیں بے مثل انسان ہیں بے مثل بشر ہیں بے مثل نبی ہیں بے مثل رسول ہیں بے مثل حبیب خدا عزوجل ہیں اللہ تعالیٰ کے پیارے خاص بندے ہیں اور مخلوق خدا کے مختار و آقا باذن اللہ ہیں آپ بلاشبہ بشر ہیں مگر نور ہیں بے مثل ہیں محاورے میں آپ کو یہ کہنا کہ آپ صرف بشر ہیں یہ بے ادبوں گستاخوں کا طریقہ ہے شے کا تحقق اور چیز ہے شے کا بیان کرنا اور تعبیر کرنا اور چیز ہے ادب کا دار و مدار عرف میں ہے لہٰذا عرفاً جو بات بے ادبی کی ہو وہ بے ادبی میں شمار ہوگی مثلاً کوئی شخص کہے کہ سائل حیوان ہے دو ٹانگوں پر چلتا ہے یا سائل کا بیٹا اپنے باپ کو یوں کہے میری ماں کے خاوند میری ماں کے زوج ادھر آؤ

والدہ کو یوں کہے میرے باپ کی بیوی کھانا دو یا اپنے باپ کو قریبی رشتہ دار بتائے یہ بات تحقیق کے اعتبار سے صحیح ہے مگر محاورے کے اعتبار سے بے ادبی و گستاخی ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خلیفۃ اللہ ہیں اللہ تعالیٰ ان کے دربار کی حاضری نصیب فرمائے اس کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے آداب عطا فرمائے ان سے گفتگو عرض معروض کے طریقے سکھائے آمین ان کی پیاری آواز پر آواز کے بلند ہو جانے کو اعمال کے ضائع ہو جانے کا سبب ٹھہرایا رب العزت کو یہ پسند نہیں کہ میرے محبوب ﷺ کی پیاری آواز پر کسی کی آواز بلند ہو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی اطاعت کو اپنی اطاعت فرمایا "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" ان کی بیعت کو اپنی بیعت فرمایا "ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ" آپ کی اتباع کو اپنی محبت کا واسطہ ٹھہرایا فرمایا ﴿قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ﴾ آپ کے ذکر کو اپنا ذکر فرمایا حدیث قدسی میں ہے "من ذکرک فقد ذکرنی او کما قال" آپ کے ذکر کو اپنی یاد کے ساتھ ملا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" اذان میں قرآن میں خطبہ نماز و اقامت میں تشہد میں اپنے حبیب کی یاد کو بلندی عطا فرمائی سبحان اللہ کیسی شان ہے حبیب خدا کی وہ رحمۃ للعالمین ہیں اللہ تعالیٰ کے نائب اعظم ہیں اور خدا کی خدائی کے آقا و بادشاہ ہیں انبیاء مرسلین کے سرتاج و امام ہیں ملائکہ مقربین کے بادشاہ و سرتاج ہیں دائرہ امکان میں جتنی عزتیں شرافتیں بزرگیاں فضائل مناقب محامد درجات علو مراتب ہیں سب کے آپ جامع ہیں آپ کے کمال کی کوئی حد نہیں انسان کے احاطہ بیان سے باہر ہے الوہیت اور الوہیت کی صفات کے علاوہ اور یہود و نصاریٰ کے جھوٹے ادعا کے علاوہ جو خوبی چاہو جس فضل و کمال کو چاہو اسے رسول اکرم علیہ السلام کی طرف منسوب کرو۔

منزہ عن شریک فی محاسنہ	فجوھر الحسن فیہ غیر منقسم
دع ماادعتہ النصاری فی نبیھم	واحکم بما شئت مدحاً فیہ واحتکم
فان فضل رسول اللہ لیس لہ	فیعرب عنہ ناطق بفم

جس ذات کریم کے ایسے فضائل و محامد و مناقب ہوں ان کو محاورہ میں صرف بشر کہنا بے ادبی ہے خصوصاً اس زمانہ میں وہابی دیوبندی، غیر مقلد، مرزائی، قادیانی، شیعہ رافضی چکڑالوی مودودی وغیرہ بے دین فرقے شان الوہیت و نبوت و ولایت میں تحریراً تقریراً گستاخیاں کرتے ہیں لہٰذا اہل حق اہل سنت و جماعت پر لازم ہے کہ انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام اور مدنی تاجدار سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں ادب اور عزت کا حکم استعمال کریں اللہ تعالیٰ ہدایت دے اور چشم بصیرت عطا کرے اور تمام باطلہ مذاہب سے بچائے اور ان کو ہدایت دے آمین واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۷: حضور علیہ السلام کو اہلسنت نور مجسم مانتے ہیں یہ بھی حدیث آئی ہے کہ حضور کا پیٹ چاک کر کے نور بھر دیا گیا نور کے ساتھ ان چیزوں کا کیا تعلق تھا جو دھوئی گئیں لہٰذا معلوم ہوا کہ حضور پہلے بشر تھے اب نور حکمت بھرا گیا اگر تمام علوم حضور

کے سینے میں پیٹ چاک کر کے رکھے گئے تو پیٹ چاک کرنے کا کیا مطلب جبکہ آدم علیہ السلام کئی علوم منکشف کر دیئے گئے تو حضور علیہ السلام کا پیٹ چاک کر کے نور حکمت بھرا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور بشر تھے اب بھی بشر ہیں غیب بھی نہیں جانتے تھے نور حکمت اب بھرا گیا۔

الجواب:

یاصاحب الجمال ویا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر

محمد بشر لا کالبشر
بل ھو یاقوت بین الحجر

حضور علیہ السلام بشر ہیں لیکن بے مثل بشر ہیں آپ جیسا نہ کوئی ہوا ہے اور نہ ہوگا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بے مثل ہونے پر ہزاروں حدیثیں شاہد ہیں بلکہ قرآن پاک میں آپ کی بیویوں کو بے مثل فرمایا ارشاد باری تعالیٰ ہے "یانساء النبی لستن کاحد من النساء ان اتقیتن" حضور علیہ الصلوۃ والسلام نور بھی ہیں قرآن پاک میں ہے ﴿قد جاء کم من اللہ نور﴾ جلالین میں ہے "ھوالنبی ﷺ یریدون لیطفوا نور اللہ" میں ایک تفسیر کی بنا پر نور اللہ سے مراد نبی پاک علیہ الصلوۃ والسلام ہیں حدیث پاک میں ہے "یاجابر ان اللہ تعالیٰ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ" یہ حدیث پیشوائے وہابیہ مولوی اشرفعلی تھانوی علیہ ما علیہ نے بھی نشر الطیب اور اس کے حاشیے پر نقل کی ہے حضور علیہ السلام کے نور ہونے کی تحقیق دیکھنا منظور ہو تو اس صدی کے مجدد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مولانا الشاہ محمد احمد رضا خان صاحب بریلوی قدس سرہ العزیز کا رسالہ مبارکہ صلوۃ الصفانی نورالمصطفیٰ" ملاحظہ ہو اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نور ہیں بے مثل بشر ہیں شق صدر کے واقعات میں نبی علیہ الصلوۃ والسلام کے نور ہونے کی نفی نہیں بلکہ وہاں پر نور بھرنے سے مراد نورانیت کی زیادتی ہے زیادت شئی اصل شئی کی نفی نہیں کرتی حدیث پاک میں ہے ایک دفعہ حضرت ایوب علیہ السلام غسل فرما رہے تھے آپ پر سونے کی ٹڈیاں گر رہی تھیں آپ نے ان کو کپڑے میں جمع کرنا شروع کر دیا ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ میں نے تم کو بے پرواہ نہیں کیا ان سے جو آپ دیکھ رہے ہیں حضرت ایوب علیہ السلام نے کہا کیوں نہیں تیری عزت کی قسم (یعنی بیشک تو نے مجھ کو ان سے بے پرواہ کیا ہے لیکن مجھ کو تیری برکت سے بے پرواہی نہیں) حاشیہ مشکوۃ بحوالہ مرقاۃ اس حدیث کے تحت ہے "ای الاستغنا عن کثرت نعمتک وزیادۃ برکتک" یعنی تیری نعمت کی کثرت اور برکت کی زیادت سے استغنا نہیں ہے اگر آدمی کا وضو ہو تو اس وضو پر وضو کرے تو اس سے پہلے وضو کی نفی نہیں ہوگی ہم حضور علیہ ﷺ کے بشر ہونے کی نفی نہیں کرتے بلکہ بشر مانتے ہیں لیکن اپنے جیسا نہیں بلکہ بے مثل بشر مانتے ہیں اگر تھوڑی دیر کے لئے یہ مان بھی لیا جائے کہ نورانیت بھرنے سے پہلے علم غیب نہیں جانتے تھے تو نورانیت بھرنے کے بعد علم غیب کی نفی کیسے ہوگی مخالفین بتائیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے وصال سے پہلے غیب کی کس بات کو نہیں جانا واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سوال نمبر ۶۸: اہل سنت کہاں سے شروع ہوئے اور تحریک وہابیہ کہاں سے بینوا توجروا۔

الجواب: اہل سنت و جماعت صحابہ کرام واہل بیت اطہار رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے چلے آرہے ہیں اہل سنت کے پہلے پیشوا اہل بیت اطہار وصحابہ کرام علیہم الرضوان ہیں اور وہابیوں کا زیادہ زور تو ابن عبدالوہاب نجدی سے بارہویں صدی ہجری میں ہوا ہے اس لئے وہابیوں کا پیشوا ابن عبدالوہاب نجدی ہے۔

سوال از نمبر ۶۹ تا ۷۸: غوث صمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہتر فرقے لکھے ہیں ان میں سے بہتر کو تو گمراہ لکھا ہے اور صرف ایک کو صراط مستقیم پر لکھا ہے اور وہ اہل سنت وجماعت ہے بہتر گمراہ فرقوں میں سے ایک فرقہ مرجیہ لکھتے ہیں اور اس کے تیرہ اقسام یا شاخیں کئے ہیں ان میں سے نانویں قسم حنفیہ کو لکھا ہے اور فرماتے ہیں یہ فرقہ ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کا پیرو ہے آگے چل کر جہاں بہتر گروہ کو ختم کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ تمام فرقے گمراہ ہیں خدا ہمیں ان سے بچائے اور اہل سنت وجماعت میں رکھے لیکن اب یہاں تذبذب ہے آیا امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ گمراہ تھے آیا امام اعظم ان کو جماعت نے کہا یا اپنے آپ یہ لقب اختیار کیا آیا امام اعظم اہل سنت وجماعت نہیں تھے آیا امام اعظم ناقص فقہ کے حامل تھے آیا بہتر اس زمانہ میں کوئی اور بھی نعمان بن ثابت تھے اور اگر تھے تو سب کو ابوحنیفہ کہا جاتا تھا اور وہ سب کے سب امام تھے یا آیا جو بھی امام اعظم کے رستے پر چلے گمراہ ہے آیا غوث صمدانی نے اجتہاد میں غلطی کھائی ہے آیا غوث پاک کا ہر فعل ہمارے لئے حجت ہے مشائخ طریقت زیادہ کس امام کے پیرو تھے خصوصاً خواجہ اجمیر، خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی اور دیگر اولو العزم اصفیاء اولیاء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین چونکہ شیخ شہاب الدین سہروردی شافعی ہیں اس لئے ان کا نام نہیں لکھا امام اعظم کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے کوئی پیشگوئی کی ہے کسی حدیث سے ثابت ہے بینوا توجروا۔

الجواب: غوث صمدانی محبوب سبحانی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں ایک جگہ گمراہ فرقوں کا ذکر کیا اور فرمایا ''الحنفیۃ'' آگے چل کر جب آپ نے ان فرقوں کی تفصیل کی تو فرمایا ''اما الحنیفۃ فھم بعض اصحاب ابی حنیفۃ نعمان بن ثابت غنیۃ الطالبین از نولکشوری لاہور ص ۱۴۳'' یعنی فرمایا حنفیہ بعض اصحاب ابی حنیفہ ہیں اس عبارت سے روز روشن کی طرح واضح ہے کہ نہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ گمراہ تھے اور نہ ہی وہ جو صحیح طور پر ان کی اتباع وپیروی کریں بلکہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو عمل کے اعتبار سے حنفی ظاہر کرتے تھے اور ان کے عقائد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف تھے جیسا کہ معتزلہ گمراہوں کا ایک فرقہ ہے جو عمل فقہ حنفی پر کرتا ہے اور ان کے عقائد گمراہی کے ہیں مثلاً شفاعت کے وہ منکر ہیں ثواب قبر وعذاب قبر کے وہ قائل نہیں اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رؤیت ودیدار کے وہ منکر ہیں تو یہ لوگ اس وجہ سے حنفی ہیں کہ عمل میں فقہ حنفی کے تابع ہیں اگرچہ ان کے عقائد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقاید کے مخالف ہیں اور اس زمانہ میں دیوبندی فقہ حنفی پر چلتے ہیں مگر ان کے عقیدے انبیاء مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان رفیع میں

گستاخیاں و بے ادبیاں کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم و کذب اور سفہ ممکن مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ اسی طرح مرجیہ بھی گمراہوں کا ایک فرقہ ہے جس کی چند شاخیں ہیں ان میں سے ایک گروہ فقہ حنفی کے تابع ہیں مثلاً آج کل کے غیر مقلد وہابی اپنے آپ کو اہل حدیث کہلاتے ہیں جو بظاہر حدیث پر عمل کے مدعی ہیں مگر عقیدے ان کے گمراہی و بے دینی کے ہیں بلاتشبیہ یوں سمجھ لیجئے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ اقدس میں منافقین لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے تھے اور مسلمان کہلاتے تھے اور اس پر قسمیں بھی کھاتے تھے مگر وہ نام کے مسلمان منافق بڑے غدار تھے حضور ﷺ کو سچے طور پر نہیں مانتے بلاتشبیہ جو فرقہ عمل میں حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کو مانتا ہے اور عقائد اہل سنت کو نہیں مانتا ایسا فرقہ نام کا حنفی تو ضرور ہے مگر غدار و مکار ہے اگر وہ سچے طریقہ سے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مانتا امام اعظم کے عقائد حقہ عقائد اہل سنت کو مانتا جس طرح معتزلہ نام کے حنفی ہیں اور غدار ہیں اور دیوبندی نام کے حنفی اور غدار ہیں اور غیر مقلد نام کے اہل حدیث اور غدار ہیں اسی طرح مرجیہ کا ایک فرقہ نام کا حنفی ہے مگر غدار بدنام کنندہ مکار ہے ان غداروں کی غداری کی وجہ سے نہ تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان جلالت و اجتہاد میں کوئی فرق آتا ہے اور نہ ہی وہ حنفی اہل سنت جو حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد کے متبع ہیں اور فقہ حنفی پر عامل ہیں ان پر کوئی اعتراض آتا ہے جیسا کہ نجد سے نکلنے والے وہابی کہ اپنی نسبت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف کرتے ہیں اور اپنے آپ کو حنبلی کہلاتے ہیں مگر حقیقت میں غدار وہابی گمراہ بددین ہیں مگر ان کی گمراہی بد دینی کی وجہ سے حضور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن علم و اجتہاد میں کوئی دھبہ نہیں آتا جس طرح ان نام کے حنبلیوں نجدیوں وہابیوں کی گمراہی کی وجہ سے حضور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں اعتراض نہیں آتا اسی طرح مرجیہ گروہ نام کے حنفیوں غداروں کی وجہ سے حضور امام الائمہ سراج الامہ کاشف الغمہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض لازم نہیں آتا۔ امام اعظم علیہ الرحمہ کی شان مجتہدوں کی شان میں امتیازی شان ہے حضور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد ہے کہ سب لوگ فقہ میں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد ہیں اعلم علمائے مدینہ امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی حضور سرکار غوث اعظم محبوب سبحانی قطب ربانی شہباز لامکانی سید محی الدین عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت بیان فرمائی اور آپ کو فقہائے کرام مجتہدین عظام علیہم الرضوان کی جماعت میں شمار کیا اور آپ کو امام اعظم کا لقب دیا مقام غور ہے کہ غنیۃ الطالبین میں تو اور اماموں مجتہدوں کو تو امام فرمایا اور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امام اعظم فرمایا سبحان اللہ حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کیسے القاب و آداب سے یاد فرمایا غنیۃ الطالبین کے باب امر بالمعروف نہی عن المنکر میں فرمایا۔

"اما اذا کان الشئی مما اختلف الفقهاء فیه وسائغ فیه اجتهاد کشرب الماء النبذ مقلد ابی حنیفة وتزوج امراة بلاولی علی ما عرف من مذهبه لم یکن مماهو علی مذهب امام لاحمد والشافعی الانکار علیه ص ۹۶"

دیکھئے اور نظر انصاف سے دیکھئے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حنفی اور شافعی مذہب والوں کو ہدایت فرما رہے ہیں کہ جس اجتہادی مسئلہ میں امام اعظم کا مقلد امام اعظم کی فقہ پر عمل کرتا ہے دوسرے اماموں کے مقلدوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ حنفی پر اعتراض کرے غنیۃ الطالبین کی اس عبارت سے وہابیہ زمانہ کا رد بلیغ ہو رہا ہے غنیۃ الطالبین کا اعلان ہے کہ اے مذہب حنفی پر نکتہ چینی کرنے والو اور انکار کرنے والو اپنا انکار و اعتراض چھوڑ دو اور اختلافی مسائل میں امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق پر اور ان کے قول مختار پر ان کے مقلدوں کو عمل کرنے دو غیر مقلدین وہابیہ سیدھے سادے بھولے بھالے حنفیوں کو بہکاتے اور ورغلاتے ہیں اور غنیۃ الطالبین کی عبارتوں کے غلط مطلب بتا کر اہل سنت کو پریشان کرتے ہیں اے سنیو حنفیو تم ہوشیار ہو جاؤ اور وہابیوں کے مکر و فریب کے جال میں نہ پھنسو یہ وہابی تم کو راہ حق سے پھیرنے کی کوشش میں رات دن لگے ہوئے ہیں تم ان کی نہ سنو یہ ابھی تھوڑے ہی زمانہ میں نیا گمراہ فرقہ پیدا ہوا ہے تم ان گمراہوں سے بچو اور اپنے اہل سنت کے طریقہ پر قائم رہو سینکڑوں نہیں ہزاروں نہیں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں اولیاء کاملین حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دامن سے وابستہ ہے ہیں اور عوام تو بے شمار ہیں جو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سایہ میں ہیں۔

جواب نمبر ۶۹ تا ۷۲: سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اماموں کے امام مجتہدوں کے استاد اور اولیاء کے پیشوا اہل سنت کے چشم و چراغ ہیں امت نے آپ کو امام اعظم کا لقب دیا غنیۃ الطالبین میں حضرت سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی آپ کو امام اعظم فرمایا ایام تشریق میں تکبیروں کی تعداد کے بارے میں جو فصل ہے اس میں فرماتے ہیں "وهو **مذهب الامام الاعظم ابی حنيفة رضی الله تعالى عنه**" حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل سنت و جماعت تھے بلکہ اہل سنت و جماعت میں بہت بڑی شخصیت رکھتے ہیں اہل سنت کے رکن اعظم ہیں آپ کامل فقہ کے حامل تھے مجتہد مطلق تھے واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۷۳ نمبر ۷۴: حضور سیدنا امام اعظم کے رستہ پر چلنے والا حق پر چلنے والا ہے اس لئے کہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اہل حق سے ہیں اور اہل حق کے رستہ پر چلنے والا گمراہ نہیں ہے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں یا بعد میں کسی کا نام نعمان بن ثابت ہو بھی تو ہمیں اس وقت اس سے بحث نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

نمبر ۷۵: حضور سیدنا محبوب سبحانی قطب ربانی غوث اعظم جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غنیۃ الطالبین میں ٹھیک فرمایا ہے مگر سمجھنے والے نے غلطی کھائی ہے حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام اعظم و دیگر مجتہدین کرام و فقہاء عظام کے فضائل اور ان کے مسائل کی پابندی کا ذکر غنیۃ الطالبین میں فرمایا ہے مگر ایک عرصہ سے وہابی غیر مقلدین اپنی جہالت کی وجہ سے حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف غلط پروپیگنڈہ کرتے ہیں جن جاہلوں کو اردو عبارت سمجھنے کی تمیز نہیں وہ امام مجتہدین کی شان میں نکتہ چینی کرتے ہیں واللہ تعالیٰ و رسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۷۶: حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ ولیوں کے ولی قطبوں کے قطب غوثوں کے غوث پیروں کے پیر دستگیر علمائے شریعت ومشائخ طریقت کے پیشوا ہیں اور حضور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقہ پر چلنے والے حنبلی مسلک پر تھے ہمارے نزدیک غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر تھے اور شریعت کے مطابق پابندی فرماتے تھے آپ کا لقب محی الدین تھا (یعنی دین کے زندہ فرمانے والے) لہٰذا آپ کے اقوال وافعال آپ کے مرتبہ کے مطابق بلاتشبیہ حجت ہیں اگر کسی وہابی میں دم ہے ذرا وہ بتائے کہ حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فلاں فعل یا قول خلاف شرع تھا تو پھر ہم انشاء اللہ العزیز بفضلہ تعالیٰ ضرور ثابت کریں گے کہ آپ کا یہ قول وفعل شریعت وطریقت کے مطابق وموافق ہے چاروں اماموں کی فقہ شریعت کے مطابق ہے لہٰذا جو شخص چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کی تقلید کرتا ہے اور اہل سنت کے عقیدوں پر قائم ہے تو وہ بلاشبہ حق پر ہے اسی لئے غوث پاک بھی اتنے بڑے مرتبہ کے عالم وعارف قطبوں کے قطب طریقت وشریعت کے جامع ہو کر بھی حضور امام احمد ابن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فقہ کے مطابق عمل فرماتے یہ ہے غوث اعظم کا اماموں کی شان میں ادب اور آج کل ایرے غیرے نتھو خیرے غیر مقلد نرے جاہل اماموں کی شان میں بے ادبیاں اور تقلید کے متعلق نکتہ چینیاں کرتے ہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۷۷: حضور خواجہ صاحب اجمیری خواجہ بہاؤ الدین صاحب نقشبندی محبوب الٰہی نظام الدین اولیاء، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی فرید الدین گنج شکر مخدوم علی کلیری صابر صاحب قدست اسرارہم ہی نہیں بلکہ ہزاروں مشائخ طریقت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیروکار ہیں واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

نمبر ۷۸: خاتمۃ الحفاظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تبییض الصحیفہ فی مناقب ابی حنیفہ میں فرمایا میں کہتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق یقیناً اس حدیث میں بشارت دی جو چند صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مروی ہے جس کی تخریج محدث ابونعیم نے حلیہ میں کی "عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لو كان العلم بالثريا لتناوله رجال من ابناء فارس" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اگر علم ثریا تک پہنچ جائے تو فارس والوں میں سے چند مرد اسے ضرور حاصل کرلیں گے اسی کی مثل کتاب الغابہ میں قیس ابن سعد ابن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی اصل بخاری ومسلم میں ہے جس کے لفظ یہ ہیں "لو كان العلم عند الثريا لتناوله رجال من فارس" یعنی ایمان اگر ثریا تک پہنچ جائے گا تو اسے فارس کے چند مرد حاصل کرلیں گے اس کی مثال طبرانی میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے اور علامہ ابن حجر مکی کتاب خیرات الحسان مطبوعہ مصر میں ایک روایت حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب میں یوں نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ۱۵۰ھ میں زینت اٹھالی جائے گی اس زینت سے مراد فقہ کی زینت ہے اور ٹھیک ایک سو پچاس (۱۵۰) ہجری میں حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا حضرت علامہ جلال الدین سیوطی قدس سرہ شافعی ہیں اور علامہ ابن حجر مکی قدس سرہ بھی شافعی

ہیں حنفیہ تو حنفیہ محدثین و محققین شافعیہ بھی حضور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب اپنی اپنی تحریروں میں تحریروں میں رسالوں میں بیان کرتے ہیں وللہ الحمد یہ اللہ تعالیٰ کی دین ہے جس کو دے دے ایں سعادت بزور بازو نیست آج کل کے وہابیہ صرف اپنی جہالت اور بے انصافی کی وجہ سے آپ کی شان میں نکتہ چینی کرتے ہیں خدا عزوجل ان کو ہدایت دے۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم وبالحق والصواب۔

سوال نمبر ۷۹: دیوبندی اہل سنت ہیں یا نہیں؟

الجواب: اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام خاتم النبیین ہیں آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوسکتا دیوبندیوں کا عقیدہ ہے اب اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے اور اس کو نبی فرض کرلیں تو اس سے ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا ملاحظہ ہو بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس بلکہ غیر مقلدوں اور دیوبندیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک تو ایک آن میں کروڑوں نبی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے برابر آسکتے ہیں چنانچہ اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۲ پر لکھا ہے اس شہنشاہ اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ اگر ایک آن میں ایک کلمہ کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور جن اور فرشتے جبرائیل اور محمد ﷺ کے برابر پیدا کرڈالے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے جھوٹ محال ہے ممکن نہیں مگر دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے ملاحظہ ہو دیوبندیوں کے پیشوا رشید احمد گنگوہی کی مصدقہ کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۲ اور دیوبندیوں کی مایہ ناز کتاب سیف یمانی صفحہ ۸۲، ۸۳ اہل سنت کا عقیدہ ہے خدا کے لئے بے وقوفی محال ہے دیوبندیوں کا عقیدہ ہے خدا بے وقوفی کرسکتا ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ سرکار دو عالم نور مجسم کو ساری مخلوق سے زیادہ علم ہے قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں اور شیطان کو ساری زمین کا علم ہے شیطان کے لئے علم کا زیادہ ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم کا وسیع ہونا نہ قرآن سے ثابت ہے نہ حدیث سے معاذ اللہ ملاحظہ ہو دیوبندیوں کی مستند کتاب براہین قاطعہ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم سے بے شمار درجات افضل ہیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہم سے بیشمار فضیلتوں کے ساتھ امتیاز ہے اور دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام میں اور ہم میں صرف اتنا امتیاز ہے کہ وہ احکام خداوندی سے واقف اور ہم غافل دیوبندیوں اور غیر مقلدوں کے پیشوا اور امام اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے انبیاء و اولیاء کو جو اللہ نے سب سے بڑا بنایا ہے سو ان میں بڑائی صرف یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں اس کتاب میں دوسری جگہ لکھا اور نبی ﷺ کی نسبت کیا اور سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ میں اللہ کے احکام سے واقف ہوں اور لوگ غافل دیکھئے دیوبندیوں کے پیشوا اپنے اور نبی کے درمیان صرف یہ فرق بیان کررہا ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام احکام سے واقف ہیں اور دیوبندیوں کا پیشوا غافل دیو

بندی اور دیو بندیوں کا پیشوا جب احکام سے واقف ہو جائیں اور مولوی عالم بن جائیں تو دیو بندی عقیدے میں دیو بندی عالم اور نبی میں فرق نہیں رہتا معاذ اللہ اہل سنت کا عقیدہ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مبارک کی حاضری کے لئے دور دراز سے قصد کر کے جانا شرعاً جائز ہے اور باعث فیوض و برکات ہے دیو بندی عقیدے میں دور دراز سے روضہ مبارکہ کی حاضری کا قصد کر کے جانا شرک ہے دیو بندیوں غیر مقلدوں کے امام اسمٰعیل نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھا ہے یا ایسے مکانوں میں پیر و پیغمبر کی قبر کو یا کسی کے مکان کو یا کسی کے تبرک کو دور دراز سے قصد کر کے جاوے تو ہر طرح شرک ثابت ہے تقویۃ الایمان میں اس کو شرک لکھا ہے اور دیو بندیوں کی دوسری کتابوں میں زیارت کو جائز و موکد لکھا ہے تو یہ سنیوں کو دھوکہ دینے کے لئے لکھا ہے یہ ان کی دو رنگی چال ہے شرک بھی کہتے جاتے ہیں اور اس کام کو جائز بھی کہتے ہیں اہلسنت کا عقیدہ ہے اور اہل سنت کے نزدیک ماہ محرم میں یا اس کے علاوہ اور مہینوں میں حضرات حسنین کریمین طیبین طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا جائز و صحیح بیان کرنا بلاشبہ جائز ہے دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ ماہ محرم میں اہل بیت اطہار کی شہادت صحیح روایات سے بھی بیان کرنا حرام ہے اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ محرم میں سبیلیں لگانا شربت پلانا جائز ہے دیو بندیوں کا عقیدہ ہے کہ محرم میں مسلمانوں کو سبیلیں لگانا سبیلوں سے پانی شربت دودھ پینا۔ پلانا حرام ہے مگر دیو بندیوں کے نزدیک ہندوؤں کی سبیل جب کہ ہندوؤں نے سودی روپیہ صرف کر کے لگائی ہو تو دیو بندیوں کا ایسی سبیل سے پانی پینا جائز ہے دیو بندیوں کے نزدیک فاتحہ کا کھانا کھانا حرام ہے مگر ہندوؤں مشرکوں کے تہوار ہولی یا دیوالی کی پوریاں کھانا جائز ہے دیکھو فتاویٰ رشیدیہ اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصف کمال علم شریف کو بچوں پاگلوں کے علم سے تشبیہ دینا ناجائز ہے دیو بندیوں کے عقیدہ میں حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم شریف کو بچوں پاگلوں جانوروں چوپاؤں کے علم سے تشبیہ دینا جائز ہے جیسا کہ نام کی حفظ الایمان میں ہے دیو بندیوں کی دو چار نہیں بلکہ کثرت سے فاسد عقیدے ہیں۔ جو سراسر اہل سنت کے عقیدوں کے خلاف ہیں۔ جس کو اس کے متعلق تفصیل درکار ہو وہ امام اہل سنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت شاہ عبد المصطفیٰ احمد رضا خان صاحب قدس سرہ کے رسالہ جلیلہ الکوکبۃ الشہابیہ فی کفریات ابی الوہابیہ اور رسالہ نافع الاستمداد مع تکملہ اور کتاب مستطاب حسام الحرمین وغیرہ کتب نافعہ و رسائل جلیلہ کا مطالعہ کرے اور دیگر علمائے اہل سنت کی کتب رد تقویۃ الایمان وغیرہ کتب کا مطالعہ کرے دیو بندیوں کے عقیدوں کے متعلق کچھ اشتہار بھی شائع ہوئے ہیں جن میں دعوا اشتہار دیو بندیوں کے علم و عرفان کی کہانی دیو بندیوں وہابیوں کا ختم نبوت سے انکار دونوں اشتہار خصوصاً قابل مطالعہ ہیں دشمنان دین تو دنیا میں بہت ہیں جیسے قادیانی اور لاہوری مرزائی شیعہ رافضی۔ خاکسار، نیچری وغیرہ وغیرہ مگر ان سب کے لحاظ سے زیادہ خطرناک دیو بندی ہیں کیونکہ کیونکہ مرزائی قادیانی کے مکر و فریب و بے دینی سے اسلام دشمنی سے مسلمان واقف ہیں شیعہ رافضی سے بھی امتیاز حاصل ہے نیچری خاکساری سے بھی حفاظت ہو جاتی ہے مگر دیو بندی سے اہل سنت کو امتیاز بظاہر مشکل ہو گیا ہے

ے اشتہار نمبر ۱

دیوبندی مولویوں کے علم وعرفان کی کہانی دیوبندی مولویوں کے پیشواؤں کی کہانی:

دیوبندی مولویوں نے ہندوستان سے مہتمم دیوبند کی آمد پر اس عنوان سے ایک اشتہار دیا ہے "لاالظہور میں علم وعرفان کی بارش" اشتہار دیکھ کر تعجب ہوا دیوبند اور علم وعرفان گویا آگ اور پانی کا اجتماع ہے دیوبندیوں کے علم وعرفان سن لیجئے اور داد دیجئے۔

دیوبندی عرفان نمبر ۱: نماز میں بزرگوں کا خیال بلکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے تصور میں ڈوب جانے سے زیادہ برا ہے۔ (صراط مستقیم صفحہ ۹)

دیوبندی عرفان نمبر ۲: نماز میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے وقت نمازی اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خیال کرے تو نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ (بلغۃ الحیران ص ۴۳)

دیوبندی عرفان نمبر ۳: دیوبندیوں کے امام خلیل احمد انبٹھوی نے اپنی کتاب براہین قاطعہ ص ۵۱ میں پہلے یہ لکھا کہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں اور چند سطر کے بعد اسی صفحہ پر شیطان کے علم کو اتنا وسیع بتایا کہ شیطان کا علم زمین کو محیط ہے۔

دیوبندی عرفان نمبر ۴: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۳۹)

دیوبندی عرفان نمبر ۵: رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۳)

دیوبندی عرفان نمبر ۶: سب انبیاء اور اولیاء اسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے کمتر ہیں۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۴۰)

دیوبندی عرفان نمبر ۷: حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق لکھا مر کر مٹی میں ملنے والا۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۶۰)

دیوبندی عرفان نمبر ۸: درود تاج ثواب خیال کرکے پڑھنا گمراہی ہے اور درود تاج میں شرک کی باتیں ہیں درود تاج سے سینکڑوں آدمی شرک کے عقیدہ میں مبتلا ہوئے ہیں اور درود تاج ہلاکت کا موجب ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۳۰)

دیوبندی عرفان نمبر ۹: محرم میں امام حسن وامام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شہادت کا بیان کرنا صحیح روایتوں سے بھی حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۳)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۰: مجلس میلاد شریف ناجائز ہے اس مجلس میں قیام نہ ہو جب بھی ناجائز ہے اور صحیح روایتوں سے بھی بیان ہو جب بھی ناجائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم صفحہ ۹۳)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۱: محرم میں سبیل لگانا شربت پلانا چندہ سبیل یا شربت میں دینا یا شربت دودھ بچوں کو پلانا حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۴)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۲: ہندو مشرک سودی روپیہ خرچ کرکے جو سبیل لگائیں اس سے پانی پینا جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ سوم صفحہ ۱۱۵)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۳: ہندو مشرک ہولی یا دیوالی کے دن کھیلیں پوریاں بطور تحفہ بھیجیں تو کھانا جائز ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱۵)

نوٹ: اس عرفان کا کیا کہنا کہ مسلمانوں کی سبیل سے پانی پینا حرام اور ہندوؤں مشرکوں کے مٹکے سے پینا جائز ہے نیاز کا کھانا کھانا منع ہے اور ہندوؤں کی ہولی دیوالی کے کھانے جائز اس کمال عرفان کا فخر دیوبند کو حاصل ہے دیوبند اس پر جتنا ناز کریں تھوڑا ہے۔

دیوبندی عرفان نمبر ۱۴: جمعرات کو یا کسی اور وقت کھانے یا شیرینی پر فاتحہ ختم دینا گمراہی ہے۔

دیوبندی عرفان نمبر ۱۵: تیسرے دن یا ساتویں دن یا دسویں دن یا چہلم کو فاتحہ ختم دینا گمراہی ہے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۹۲)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۶: تاریخ مقرر کر کے گیارہویں شریف کرنا بدعت ہے۔ (فتاوی رشیدیہ جلد دوم صفحہ ۹۱ سوم حصہ)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۷: عرس کے دن بزرگ کے مزار کی زیارت کو جانا حرام ہے۔ (فتاوی رشیدیہ حصہ دوم ص ۳۰)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۸: عرس کے دنوں میں اجمیر شریف پیران کلیر و دیگر مقامات پر تجارت کے لئے جانا بھی حرام ہے۔
(فتاوی رشیدیہ حصہ دوم صفحہ ۱۱)

دیوبندی عرفان نمبر ۱۹: نبی کریم ﷺ کو نفع و نقصان دینے کی طاقت نہیں دی گئی۔ (جواهر القرآن ص ۱۴۱)

دیوبندی عرفان نمبر ۲۰: حاجتوں میں دور سے پیر و فقیر و پیغمبر کو پکارنا یعنی یا غوث یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ (جواهر القرآن صفحہ ۱۴۷)

دیوبندی عرفان نمبر ۲۱: حاضر جان کر یا رسول اللہ کہنا شرک ہے دیوبندی مولویوں کی اس قسم کی عرفانی باتیں بہت ہیں ابھی اس پر بس کی جاتی ہے اس سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ دیوبند میں رات دن کیسے علم و عرفان کی بارش ہوتی ہوگی۔

اشتہار نمبر ۲

مرزائیوں قادیانیوں کی طرح دیوبندیوں وہابیوں کا ختم نبوت سے انکار

مسلمانوں کا عقیدہ تو یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں اور آپ کا زمانہ سب نبیوں سے بعد کا زمانہ ہے آپ کے بعد کوئی نبی نہ پیدا ہوا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا مگر مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبی پیدا ہو سکتے ہیں اور خود قادیانی نے دعوی کر کے کذاب و دجال ہونے کا ثبوت دیا دیوبندیوں وہابیوں کا بھی عقیدہ ہے کہ خاتم النبیین کے بعد اگر کوئی نبی پیدا ہو جائے اور اس کو نبی فرض کر لیں اور مان لیں تو اس سے کوئی فرق نہیں آتا بانی مدرسہ دیوبند قاسم نانوتوی نے اپنے رسالہ تحذیر الناس کے صفحہ ۲۵ پر لکھا بلکہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبی ﷺ بھی کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا مرزائیوں قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد ایک ہزار نبی پیدا ہو سکتا ہے ملاحظہ ہو مرزا قادیانی کا رسالہ ایک غلطی کا ازالہ صفحہ ۱۳ دیوبندیوں وہابیوں کا عقیدہ ہے خاتم النبیین کے بعد کروڑوں نبی ایک آن میں حضرت محمد ﷺ کے برابر پیدا ہو سکتے دیکھو دیوبندیوں وہابیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان صفحہ ۴۴ مرزا قادیانی نے حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام کے معجزات سے انکار کیا کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۰، ۱۲۰ دیوبندیوں وہابیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی نے لکھا کہ جادوگروں کے جادو قوت و کمال میں نبیوں کے معجزات سے بڑھ سکتے ہیں فتاوی رشیدیہ صفحہ ۳۰ جلد ۳ منقول از منصب امامت مرزا قادیانی نے اپنے فعل کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزہ سے زیادہ کامل بتایا کتاب ازالہ اوہام

۳۱ دیوبندیوں کے امام شیخ الہند نے دیوبندی گنگوہی کے کام کو حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معجزوں سے زیادہ کامل بتایا مرثیہ گنگوہی میں مرزا قادیانی نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں صریح گستاخی کی کہ سو حسین میرے گریبان میں ہیں اور امام عالی مقام کی شان میں نہایت ہلکے کلمات استعمال کر کے اپنے بچے فضائل کو منانا چاہا کتاب نزول المسیح صفحہ ۹۹،۲۵،۲۸ دیوبندیوں کے امام رشید احمد گنگوہی نے محرم میں حضرت امام حسن و حضرت امام حسین کی شہادت کا صحیح بیان بھی حرام ہے اور محرم میں سبیلیں لگانا اور شربت پلانا اور دودھ پلانا حرام ہے فتاوی رشیدیہ صفحہ ۱۱۴ جلد ۳ مرزائیوں قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خطا کرسکتا ہے اور مرزا قادیانی اللہ تعالیٰ سے بھول بیٹھے ہیں اور قرآن پاک مرزا قادیانی کے منہ کی باتیں ہیں حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۳،۸۶،۸۲ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ خدا جھوٹ بول سکتا ہے ظلم کرسکتا ہے بے وفائی کرسکتا ہے کتاب براہین قاطعہ صفحہ ۲ سیف یمانی صفحہ ۸۲،۸۳ مرزائیوں کا عقیدہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پاچکے ہیں قیامت سے پہلے ہرگز نہ آئیں گے کیونکہ ان کا آنا قرآن کے خلاف ہے کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۹۲،۲۲۵ دیوبندیوں کا مایہ ناز مسٹر اختر علی مدیر اخبار زمیندار کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیامت سے پہلے ہرگز نہ آئیں گے جو یہ کہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئیں گے وہ جھوٹا ہے مفتری ہے زمیندار ختم نبوت نمبر صفحہ ۱۳ لائلپور کی جامع مسجد کے خطیب مولوی یونس دیوبندی اور اس کی جمعیت کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کے زمانہ میں موجود نہ تھے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آپ کے زمانہ میں موجود ہونا ختم نبوت کے خلاف ہے رسالہ آئینہ حق نما صفحہ ۹ لائلپور کی انجمن امداد السلام اور اشرف المدارس کے دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے ختم نبوت کی وجہ سے تمام انبیاء یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء اپنی اپنی نبوت سے معزول ہو چکے ہیں رسالہ تحفہ نعمانی غور کیجئے کہ مرزائی قادیانی تو جس کو نبوت نہیں ملی اس کذاب کو نبی مان رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خاتم النبیین سے پہلے جتنے سچے نبیوں کو نبوت عطا فرمائی دیوبندی مولوی ان سچے نبیوں کو نبوت سے معزول بتا رہے ہیں یہ ہیں مرزا قادیانی کی طرح دیوبندی مولویوں کی ختم نبوت کے معنی سے جہالت اور نادانی حقیقت یہ ہے مرزائی قادیانی دیوبندیوں وہابیوں سے زیادہ خطرناک ہیں اور دیوبندی وہابی ان مرزائیوں قادیانیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہیں مرزائی قادیانی اور دیوبندی وہابی دونوں فرقے شان الوہیت و شان رسالت میں بے ادب گستاخ اور ختم نبوت کے مخالف ہیں ان کے عقیدے آپس میں بہت ملتے جلتے ہیں جس دلیل شرعی سے مرزائیوں قادیانیوں کے ساتھ اتحاد و حرام ہے اسی دلیل شرعی سے دیوبندی وہابیوں سے مسلمانوں کو اتحاد حرام ہے اہل سنت پر لازم ہے وہ اپنی تنظیم علیحدہ کریں اور اپنے اسٹیج سے مستقل طور پر قادیانیت دیوبندیت وہابیت لامذہبیت کا رد کریں اور وزیر خارجہ یعنی ظفر اللہ مرزائی قادیانی کی معزولیت اور دیگر امور کا مطالبہ کریں دیوبندیوں اور شیعہ رافضیوں کے ساتھ ملنے سے مذہب اہل سنت و جماعت کو سخت شدید نقصان پہنچ رہا ہے بے دینوں کی بے دینی پر پردہ پڑ رہا ہے اور اہل سنت و جماعت خصوصا عوام گمراہی کا شکار ہو رہے ہیں برادران اہل سنت و جماعت ہوشیار ہوشیار خبردار خبردار آنکھیں کھولئے گمراہوں کے مکروفریب کے جال سے بچئے دولت ایمان کو محفوظ کیجئے مذہب حق مذہب اہل سنت و جماعت کی حمایت تبلیغ و اشاعت کے لئے قدم اٹھایئے دوست اور دشمن کو پہچانو نہ خود گمراہوں کے دھوکے میں آؤ نہ دوسروں کو دھوکے میں ڈالو اپنے ناجائز رویہ سے اہل سنت کو بدنام نہ کرو مذہب اہل سنت کو نقصان نہ پہنچاؤ ندوہ کی طرح کھچڑی نہ بناؤ دعا ہے کہ مولیٰ

یہ رسالہ گوروناتک پورہ کے مدرسہ اشرف المدارس کے مدرس عبد الرحمٰن دیوبندی نے لکھا ہے

عزوجل تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب پاک مدنی تاجدار احمد مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ سے مسلمانوں کو دشمنان دین سے محفوظ فرمائے اور دین متین اہل سنت و جماعت کو ترقی عطا فرمائے۔

نوٹ: مضامین کتب مذکورہ بالا صحیح ہیں حوالہ غلط ثابت کرنے والے کو پچاس روپے انعام دیا جائے گا۔

(مشتہر: خدام رضا خدام جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائلپور)

کیونکہ دیوبندی کے اگرچہ خراب عقیدے ہیں۔ مگر دیوبندی اپنے آپ کو سنی حنفی ظاہر کرتا ہے اور عام مسلمان اس کے مکر، فریب کے جال میں پھنس جاتے ہیں اور پھر اس کے پیچھے نمازیں پڑھنا شروع کر دیتے ہیں اہل سنت کے خلاف دوسرے گروہ اپنے آپ کو سنی حنفی ظاہر کر کے گمراہ نہیں کرتے اس لئے لوگ ان کے مکر وفریب کے جال سے بچ جاتے ہیں اور ان کے پیچھے نمازیں نہیں پڑھتے دیوبندیوں سے بظاہر بچنا مشکل ہو گیا ہے اس لئے کہ یہ اپنے فاسد عقیدوں کو ظاہر نہیں کرتے بلکہ چھپاتے ہیں اگر یہ اپنے فاسد عقیدوں کو ظاہر کر دیں تو عوام انکے مکر وفریب کے جال سے محفوظ رہیں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

وہابیت کی ایک شاخ نام کی جماعت اسلامی ہے اس کا بانی مسٹر مودودی ہے اس کے بہت سے عقائد اسلام کے خلاف ہیں حضرت فیضد رجت آقائے نعمت مولانا علامہ محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ کے پاس بریلی شریف میں ایک سوال آیا تھا اس میں مودودی کے عقائد پوچھے گئے تھے حضرت صاحب نے اس کا مختصر سا جواب دیا چند اوراق پر مشتمل تھا اس کا نام مودودی کے عقائد کا مختصر نمونہ رکھا گیا تھا اس کو شائع کر دیا گیا تھا اس فتاویٰ میں اس کو درج کر دیا گیا تا کہ لوگ مودودی کے مکر وفریب کے جال سے محفوظ رہیں اور اپنے ایمان کی حفاظت کریں۔

مودودی کے عقائد کا مختصر نمونہ

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ابوالاعلیٰ مودودی کی تحریک کیسی ہے اس کے کیا عقائد ہیں اور اس تحریک میں شامل ہونا کیسا ہے۔

(محمد نواز وسید جلال شاہ مہتمم مدرسہ محمدیہ اہل سنت بھکی فارغ التحصیل مظہر الاسلام مسجد بی بی جی بہاولپور یوپی شریف)

الجواب: مرزا قادیانی اور مشرقی خاکسار کی طرح مودودی بھی گمراہی وبددینی پھیلا رہا ہے مودودی کا مسلک اس کی کتابوں سے ظاہر ہے امام الوہابیہ اسمٰعیل دہلوی کی تحریک وہابیت کو زندہ کرنا چاہتا ہے چنانچہ مودودی نے اپنے رسالہ تجدید واحیائے دین میں وہابیوں کے امام اسمٰعیل دہلوی کو مجددین کی فہرست میں بطور تتمہ شمار کیا ہے اور اسمٰعیل دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان اور منصب امامت کی تعریف کی ہے۔ مودودی اور اسمٰعیل دہلوی کے عقیدے ایک ہیں مودودی نہایت ہی

ریدہ دہن اور گستاخ ہے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی شان رفیع میں لکھتا ہے۔ ایچی ان پڑھ بدوی لیڈر، عرب کے ان پڑھ صحرا نشین، تماشائی، ملٹری لیڈر، مودودی اپنے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ۱، ۲، ۳، ۴ کے صفحہ ۶۵ پر لکھتا ہے ہر شخص خدا کا عبد ہے مومن بھی کافر بھی حتی کہ جس طرح ایک نبی اسی طرح ایک شیطان رجیم بھی مودودی کے عقائد کا مختصر نمونہ یہ ہے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۱: خطبات صفحہ ۳۰ مدینہ طیبہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے روضہ مقدس پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قتل کرنے اور زنا کرنے سے زیادہ ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۲: تفہیمات صفحہ ۳۲۰ اجمیر شریف سلطان خواجہ غریب نواز کے مزار پاک پر حاضر ہو کر یا بہرائچ شریف حضرت سالار مسعود غازی کی قبر منور پر حاضر ہو کر یا بغداد شریف قطب الاقطاب پیروں کے پیر حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی بغدادی کی درگاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر یا دیگر اولیائے کاملین کے مقابر مقدسہ پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قتل اور زنا سے زیادہ ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۳: نبی یا ولی کی قبر پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنا اور بتوں سے حاجت طلب کرنا برابر ہے اس میں کوئی فرق نہیں گویا وصال فرمانے کے بعد ولی اور بت برابر ہیں معاذ اللہ۔

مودودی عقیدہ نمبر ۴: نبی یا ولی کی مقدس قبر پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنا بت کی پوجا کے برابر ہے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۵: تفہیمات صفحہ ۲۲۶، ۲۲۷ جس طرح بت سے حاجت طلب کرنے والا مشرک ہے اسی طرح اصولاً نبی یا ولی کی مبارک قبر پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنے والا مجرم ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۶: وصال کے بعد انبیاء مردے ہیں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام مر کر مٹی میں ملنے والے ہیں۔

مودودی عقیدہ نمبر ۷: شہداء اولیاء مردے ہیں زندہ نہیں مودودی نے اپنی رسالہ تجدید و احیائے دین کے صفحہ ۶۲ پر نقل کیا ہے جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر یا ایسے ہی دوسرے مقامات یعنی انبیاء و اولیاء کے مقابر مقدسہ و مقامات متبرکہ پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش میں فرق کیا ہے جو لوگ لات و عزیٰ سے حاجتیں طلب کرتے تھے ان کا فعل ان لوگوں کے فعل سے آخر کس طرح مختلف تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم ان کے برعکس ان لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر کہنے سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ خاص ان لوگوں کے بارے میں شارع کی نص موجود نہیں مگر اصولاً ہر وہ شخص جو کسی مردے کو زندہ سمجھ کر حاجتیں طلب کرتا ہے اس کا دل گناہ میں مبتلا ہے تقویۃ الایمان کے صفحہ ۳۵ پر اپنی طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک قول گھڑ کر لکھ دیا ہم بھی ایک دن مٹی میں ملنے والا ہوں (خاک بدہن گستاخ)۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۸: انبیاء اور اولیاء اس (خدا) کے روبرو ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ تقویۃ الایمان ص ۴۸

مودودی کا عقیدہ نمبر ۹: ہر مخلوق (نبی یا ولی) بڑا ہو یا چھوٹا اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۱۰: اولیاء انبیاء عاجز لوگ ہیں اور کچھ فائدہ ونقصان نہیں پہنچا سکتے اور ناکارے ہیں چنانچہ تقویۃ الایمان کے صفحہ ۴۴ پر ہے اللہ زبردست کے ہوتے ایسے عاجز لوگوں (انبیاء واولیاء) کو پکارنا کہ کچھ فائدہ اور نقصان نہیں پہنچا سکتے محض بے انصافی ہے کہ ایسے شخص (خدا) کا مرتبہ ایسے ناکارے (انبیاء واولیاء) کو ثابت کیجئے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۱۱: جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۴۴۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۱۲: ان باتوں یعنی غیب کی باتوں میں بھی سب بندے بڑے (انبیاء واولیاء) ہوں یا چھوٹے سب یکساں بے خبر ہیں اور نادان ہیں۔ تقویۃ الایمان صفحہ ۲۱۔

مودودی عقیدہ نمبر ۱۳: مدینہ طیبہ وبغداد شریف واجمیر شریف وکلیر شریف وسرہند شریف اور ایسے دیگر مقامات متبرکہ کے پانی کو تبرک سمجھ کر پینا بدن پر ڈالنا آپس میں بانٹنا غائبوں کے لئے لے جانا یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتائے ہیں جو کسی پیر وپیغمبر کو کرے تو اس پر شرک ثابت ہوتا ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۱۴: بزرگان دین سے سوال کرنے والے اور ان کے لئے نذر ونیاز کرنے والے عرب کے مشرکوں کے شرک سے بدتر شرک میں گرفتار ہیں رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ۵، ۶ کے صفحہ ۱۱ پر ہے جہالت ونادانی کے طغیان کا یہ حال ہے کہ جب امید بر آتی ہے تو شکریے کے لئے نذریں کسی دیوی کسی اوتار کسی ولی اور کسی حضرت کے نام پر چڑھائی جاتی ہیں اور بچے کو ایسے نام دیئے جاتے ہیں کہ گویا خدا کے سوا کسی اور کی عنایت کا نتیجہ ہے مثلاً حسین بخش، پیر بخش، عبد الرسول، عبد العزی، اور عبد الشمس اور صفحہ ۱۲ پر ہے ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کی مذمت کی ہے وہ عرب کے مشرکین تھے لیکن اب جو شرک ہم توحید کے مدعیوں میں پا رہے ہیں وہ اس سے بدتر ہیں یہ ظالم تو اولاد بھی غیروں ہی سے مانگتے ہیں حمل کے زمانے میں منتیں بھی غیروں کے نام ہی کی مانگتے ہیں اور بچہ پیدا ہونے کے بعد نیاز بھی انہیں کے آستانوں پر چڑھاتے ہیں۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۱۵ تا ۲۸: نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام یا کسی اور مخلوق کے لئے غیب سب روشن ماننا شرک دستگیری کرنا محافظت ونگہبانی کرنا، حاجت روائی کرنا اور فوق عادت نفع ونقصان پہنچانا ان میں سے کسی بات کو غیر خدا عزوجل کے لئے ماننا شرک مخلوق میں سے کسی کے آگے دست بستہ ادب سے کھڑا ہونا شرک سلام کرنا شرک، آستانہ بوسی شرک، مخلوق کا شکر نعمت کرنا رفع مشکل اور قضائے حاجت کے لئے منت ماننا شرک نذر ونیاز حرام بلکہ شرک، مشکل ومصیبت کے وقت مدد کے واسطے غیر خدا کو پکارنا شرک۔ رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۴ جلد ۱، ۲ صفحہ ۲۷ پر ہے صفات میں شرک یہ ہے مثلاً کسی کے متعلق یہ سمجھنا کہ اس پر غیب کی حقیقتیں روشن ہیں یا وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے ...... اختیارات میں شرک یہ

مثلاً فوق الفطری طریقے سے نفع ونقصان پہنچانا حاجت روائی ودستگیری کرنا محافظت ونگہبانی کرنا یہ سب خداوندی کے مخصوص اختیارات ہیں جن میں سے کسی کو غیر اللہ کے لئے تسلیم کرنا شرک ہے حقوق میں شرک یہ ہے مثلاً رکوع وسجود دست بستہ قیام سلام واستانہ بوسی شکر نعمت یا اعتراف برتری کے لئے نذر ونیاز اور قربانی اور رفع مشکلات کے لئے منت مصائب ومشکلات میں مدد کے لئے پکارا جانا ...... ان حقوق میں سے جو حق بھی دوسرے کو دیا جائے گا وہ اللہ کا شریک ٹھہرے گا خواہ اس کی خدائی ناموں میں سے کوئی نام دیا جائے یا نہ دیا جائے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۲۹: قیامت کے دن نبی ولی شہید عالم حافظ قرآن میں سے کوئی بھی کسی کی شفاعت نہیں کرے گا۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۳۰: جو مسلمان شفاعت کا عقیدہ رکھے اس کا ایمان لاحاصل وبے کار ہے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۶ عدد ۱،۲ صفحہ ۱۳۰ اسی طرح آخرت کو ماننے کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی یہ بات مان لے کہ ہم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے بلکہ اس کے ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہاں کوئی سعی سفارش کوئی فدیہ اور کسی بزرگ سے منتسب ہونا کام نہ آئے گا اور نہ کوئی کسی کا کفارہ بن سکے گا خدا کی عدالت میں بے لاگ انصاف ہوگا اور آدمی کے ایمان وعمل کے سوا کسی چیز کا لحاظ نہ کیا جائے گا اس عقیدے کے بغیر آخرت کو ماننا لاحاصل ہے تفہیمات کے صفحہ ۲۲۳ پر ہے اس عادل حقیقی کے ہاں نہ کوئی سفارش کام آئے گی نہ رشوت چلے گی نہ کسی کا نسب پوچھا جائیگا۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۳۱: بعثت سے پہلے نبی رسول بڑے بڑے گناہ کر لیتے ہیں بڑے بڑے گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ۱،۲،۳،۴ کے صفحہ ۱۰۱ پر ہے قبل نبوت نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بہت بڑا گناہ کیا تھا کہ ایک انسان کو قتل کر دیا۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۳۲: اہل سنت وجماعت اور باقی سب فرقے غلط راستے پر ہیں اور جہالت سے پیدا ہوئے ہیں رسالہ خطبات کے صفحہ ۸۲ پر ہے خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کی بنا پر اہل حدیث حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۳۳: اس وقت تقریباً سارے مسلمان شرک میں گرفتار ہیں اور مخلوق کو بھی حاکم مان رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کا عقیدہ نہیں رکھتے اور مسلمان اصول وفروع میں غیر اسلامی غیر قرآنی کافرانہ مشین چلانے میں آگے آگے ہیں رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۱،۲ صفحہ ۶۰ پر ہے قریب قریب پوری امت مسلمہ انہی دو قسم کے "اربابا من دون اللہ" کو اپنا صاحب امر وحکم بنائے ہوئے ہے اب اس کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی غیر منقسم حاکمیت کی بجائے انسانوں کی حاکمیت میں اعتقاد ہے اب وہ اس نظام زندگی کو جو اپنے اصول وفروع میں سرتاپا غیر اسلامی بلکہ کافرانہ ہے نہ صرف رنگریز کر رہی ہے بلکہ اس کی مشین چلانے میں مسابقت دکھا رہی ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۳۴: محمد ﷺ ایلچی ہیں۔ رسالہ خطبات کے صفحہ ۳۰ پر ہے خدانے محمد ﷺ کو اپنا ایلچی مقرر کیا۔

مودودی عقیدہ نمبر ۳۵: جو نماز نہ پڑھے وہ مسلمان نہیں جو زکواۃ نہ دے وہ مسلمان نہیں ایسے شخص کا کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنا ہی بے معنی ہے خطبات کے صفحہ ۱۴۷ پر ہے، بہت سے مسلمان سمجھتے ہیں کہ نماز نہ پڑھ کر اور زکواۃ نہ دے کر بھی وہ مسلمان رہتے ہیں مگر قرآن اس کی صاف الفاظ میں تردید کرتا ہے قرآن کی رو سے کلمہ طیبہ کا اقرار ہی بے معنی ہے اور صفحہ ۱۴۴ پر ہے اہل ایمان صرف وہ لوگ ہیں جو نماز پڑھتے ہیں زکواۃ دیتے ہیں ان دو ارکان سے جو لوگ روگردانی کریں ان کا دعوی ایمان ہی جھوٹا ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۳۶: قدرت رکھنے کے باوجود جو حج نہ کرے وہ مسلمان نہیں جو شخص ساحل حجاز سے یورپ وغیرہ کو جائے اور مکہ معظمہ وہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہو اور حج کا ارادہ اس کے دل میں نہیں گزرا وہ قطعاً مسلمان نہیں خطبات کے صفحہ ۲۵ پر ہے جو لوگ قدرت رکھنے کے باوجود حج کو ٹالتے رہتے ہیں اور ہزاروں مصرفیتوں کے بہانے کر کے سال پر سال گزرتے چلے جاتے ہیں ان کو اپنے ایمان کی خیر منانی چاہیے ...... دنیا بھر کا سفر کرتے پھرتے ہیں کعبہ یورپ کو آتے جاتے حجاز کے ساحل سے بھی گزر جاتے ہیں جہاں سے کہ صرف چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے اور پھر بھی حج کا ارادہ انکے دلوں میں نہیں گزرتا تو وہ قطعاً مسلمان نہیں ہیں جھوٹ کہتے ہیں اپنے آپ اور قرآن سے جاہل ہے جو انہیں مسلمان سمجھتا ہے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۳۷: حج فرض ادا کرنے کے لئے والدین کی اجازت بھی ضروری ہے رسالہ دینیات کے صفحہ ۱۳۷ پر ہے پھر حج کو دیکھو اول تو یہ فرض ہی ان لوگوں پر کیا گیا ہے جو زادراہ رکھتے ہوں اس کے ساتھ والدین کی اجازت بھی ضروری قرار دی گئی ہے تا کہ بوڑھے ماں باپ کو تمہاری غیر موجودگی میں تکلیف نہ ہو۔

مودودی کا عقیدہ نمبر ۳۸: شیطان کی شرارتوں سے کامل طور پر انبیاء علیہم السلام بھی نہ بچ سکے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۹ عدد ۱ صفحہ ۵۷ پر ہے شیطان کی شرارتوں کا ایسا کامل سد باب کہ اسے کسی طرح گھس آنے کا موقع نہ ملے انبیاء علیہم السلام بھی نہ کر سکے تو ہم کیا چیز ہیں کہ اس میں پوری طرح کامیاب ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔

مودودی عقیدہ نمبر ۳۹: ہندو اسلام قبول کر کے جب تک ایک مرتبہ گائے کا گوشت نہ کھالے اس کا اسلام معتبر نہیں رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۱، ۲ کے صفحہ ۹۰ پر ہے میرے نزدیک کسی نو مسلم ہندو کا اسلام اس وقت تک معتبر نہیں جب تک وہ کم از کم ایک مرتبہ گائے کا گوشت نہ کھالے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۴۰: قیامت سے پہلے کانے دجال وغیرہ سے انکار رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۳-۴ کے صفحہ ۹۰ پر ہے یہ کانا دجال وغیرہ افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے الغرض مودودی بڑا ہی گمراہ بد دین ہے جس نے اس کے رسالہ ترجمان القرآن کا مطالعہ کیا ہو وہ اس کی گمراہیوں سے خوب واقف ہے اس کا فتنہ بہت بڑا فتنہ ہے

مسلمانوں پر فرض ہے کہ اس کے فتنہ تحریک سے علیحدہ رہیں اور جو غلطی اور دھوکہ سے اس میں شامل ہیں فوراً اس سے علیحدہ ہو جائیں زیادہ افسوس ان رسمی مولویوں سے ہے جو وسیع علم کے مدعی ہو کر ایسے گمراہ بددین کی تحریک میں آنکھیں بند کر کے داخل ہو جائیں اور عوام کے لئے گمراہی کا ذریعہ بنیں اور سنیت کے پردے میں وہابیت کی تبلیغ و اشاعت کریں مولی عزوجل ہدایت عطا فرمائے۔ واللہ ہو الموفق للسداد وہو اعلم بالصواب۔

فقیر محمد سردار احمد غفرلہ خادم دار العلوم مظہر اسلام محلہ بہاری پور مسجد بی بی جی بریلی شریف (یو۔پی) ۱۶ شعبان المعظم ۱۳۷۲ھ

مودودی کے عقیدوں کے متعلق ایک اشتہار دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام جھنگ بازار لائلپور سے شائع ہوا تھا اس کو یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ مسلمان اس کو پڑھ کر اپنے ایمان کو محفوظ رکھیں اور مودودی کی گمراہی و بے دینی کو جانیں اور اس کی تحریک سے بچ سکیں۔

مودودی کے عقیدوں کا مختصر نمونہ

مودودی نے اپنی جماعت کا نام جماعت اسلامی رکھا ہے اس نام کا عنوان نہایت بہتر ہے لہذا سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں مسلمان اس جماعت میں داخل ہوئے مودودی کی جماعت میں شامل ہونے والے عموماً یہ کہتے ہیں کہ مودودی کے عقیدے بہت ٹھیک ہیں مگر ہمارے نزدیک مودودی کے عقیدے اہل سنت کے عقیدوں کے خلاف ہیں اور مودودی کے عقیدے اس کی کتابوں سے ظاہر ہیں مودودی کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ مودودی گمراہ بے دین آدمی ہے اس کا کوئی مذہب معین نہیں بلکہ اس کا مذہب ایک معجون مرکب ہے مسلمانوں کو سبز باغ دکھا کر باطل و فاسد عقیدوں کی اشاعت کر رہا ہے اب ذرا غور سے سنئے کہ مودودی کیسی گمراہی پھیلا رہا ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ا: اہلسنت و جماعت اور تمام فرقے غلط راستہ پر ہیں اور جہالت سے پیدا ہوئے ہیں مودودی کے رسالہ خطبات کے صفحہ ۸۲ پر ہے خدا کی شریعت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کی بنا پر حنفی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، سنی وغیرہ الگ الگ امتیں بن سکیں یہ امتیں جہالت کی پیدا کی ہوئی ہیں دیکھئے اس عبارت میں مودودی نے اہل سنت و جماعت کو بھی غلط راستہ پر بتایا ہے حالانکہ اہل سنت و جماعت کا مذہب حق ہے مودودی نے اہل سنت و جماعت پر سخت ناجائز حملہ کر کے اپنی جہالت و غلطی کا ثبوت دیا ہے مزے کی یہ بات ہے کہ مودودی دیوبندیوں کو جہالت کی پیداوار بتا رہا ہے مگر بے غیرت دیوبندی کانگرسی مولوی مودودی کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اس کا راز دیوبندی مولوی ہی سمجھے ہوں گے ہمارے نزدیک تو دیوبندی مولویوں کا یہ رویہ مذہب سے آزادی کی علامت ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر ۲: قیامت کے دن نبی، ولی شہید، عالم، حافظ قرآن میں سے کوئی بھی کسی کی شفاعت نہیں کرے گا

مودودی کی مایہ ناز کتاب تفہیمات کے صفحہ ۲۲۳ پر ہے تمہاری زندگی کا کارنامہ اس کے سامنے بے کم وکاست پیش ہوگا اس کارنامے کے لحاظ سے وہ تمہارے انجام کا فیصلہ کرے گا اس مالک حقیقی کے یہاں نہ کوئی سفارش کام آئے گی نہ رسوت چلے گی نہ کسی کا نسب پوچھا جائے گا۔

مودودی عقیدہ نمبر۳: جو مسلمان شفاعت پر عقیدہ رکھے اس کا آخرت پر ایمان بیکار ہے رسالہ ترجمان جلد ۲۹ عدد ۱، ۲ صفحہ ۳۰ پر ہے اسی طرح آخرت کو ماننے کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی یہ بات مان لے کہ ہم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے بلکہ اس کے ساتھ یہ ماننا بھی ضروری ہے کہ وہاں کوئی سی سفارش کوئی فدیہ اور کسی بزرگ سے منتسب ہونا کام نہ آئے گا۔ اور نہ کوئی کفارہ بن سکے گا خدا کی عدالت میں بے لاگ انصاف ہوگا اور آدمی کے ایمان وعمل کے سوا کسی چیز کا لحاظ نہ کیا جائے گا اس عقیدے کے بغیر آخرت کا ماننا لاحاصل یعنی بے کار ہے شفاعت کے انکار کا عقیدہ مودودی نے معتزلہ سے لیا ہے معتزلہ ایک گمراہ فرقہ ہے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۴: بعثت سے پہلے نبی ورسول بڑے گناہ کر لیتے ہیں بڑے گناہوں سے معصوم نہیں ہوتے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۳۵ عدد ۱، ۲، ۳، ۴ کے صفحہ ۱۰ پر ہے قبل نبوت نبی کو وہ عصمت حاصل نہیں ہوتی جو نبی ہونے کے بعد ہوا کرتی ہے نبی ہونے سے پہلے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بھی بہت بڑا گناہ کیا تھا کہ ایک انسان کو قتل کر دیا۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۵: شیطان کی شرارتوں سے کامل طور نہ بچ سکے۔ رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۹ عدد ۱ پر ہے شیطان کی شرارتوں کا ایسا کامل سدباب کہ اسے کسی طرح گھس آنے کا موقع نہ ملے انبیاء علیہم السلام بھی نہ کر سکے تو ہم کیا چیز ہیں اس میں پوری طرح کامیاب ہونے کا دعویٰ کر سکیں۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مودودی کو اپنی تحریک پر بھی کامل اطمینان نہیں مودودی کے نزدیک مودودی کی تحریک شیطان سے کامل طور پر محفوظ نہیں بلکہ مودودی کی تحریک میں شیطان کا کچھ دخل ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر۶: ہندو اسلام قبول کرے تو جب تک کم از کم ایک مرتبہ گائے کا گوشت نہ کھالے اس کا اسلام معتبر نہیں رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۱۔ ۲ کے صفحہ ۹۰ پر ہے میرے نزدیک کسی نومسلم ہندو کا اسلام اس وقت تک معتبر نہیں ہے جب تک وہ کم از کم گائے کا گوشت نہ کھالے ہر مسلمان جانتا ہے کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں مودودی ایک رکن کا اضافہ اپنی طرف سے کر رہا ہے آج تک کسی مفتی مجتہد امام نے ایسا فتویٰ نہیں دیا مگر مودودی کا چودھویں صدی کا یہ نیا اجتہاد ہے جماعت اسلامی مودودی کے اس اجتہاد کی داد دے تو دے مگر ہمارے نزدیک مودودی نے اہل سنت وجماعت کو جاہل بتایا مگر مودودی خود جاہل نکلا دیوبندی مولویوں کا فتویٰ ہے زاغ معروف یعنی عام کوا کھانا جائز ہے بلکہ باعث ثواب ہے اندیشہ ہے دیوبندی کانگرسی مولویوں کی صحبت سے مودودی کہیں یہ نہ لکھ دے کہ کوے سے نفرت کرنے والا جب اسلام قبول کرے تو کوے کا گوشت کھائے بغیر اسلام معتبر نہیں۔

مودودی عقیدہ نمبر۷: قیامت سے پہلے کانا دجال آئے گا اس سے انکار ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ۳، ۴ صفحہ ۱۸۶ پر ہے یہ کانا دجال وغیرہ تو افسانے ہیں جن کی کوئی شرعی حیثیت نہیں ہے مرزا قادیانی بھی کانے دجال کے آنے کا منکر تھا اور خارجیوں جہمیوں معتزلیوں نے بھی کانے دجال کے آنے کا انکار کیا ہے اور مودودی نے بھی ان گمراہ فرقوں کی طرح اس کے آنے کا انکار کر کے اپنے خارجی یا جہمی یا معتزلی ہونے کا ثبوت دیا جہمیہ معتزلہ خوارج یہ تینوں فرقے گمراہوں کے ہیں جیسا کہ کتب عقائد میں مسطور و مذکور ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر۸: اس وقت امت کے تقریبا سارے مسلمان شرک میں گرفتار ہیں رسالہ ترجمان القرآن جلد ۱۲ عدد ۱، ۲ صفحہ ۹۰ پر ہے قریب قریب ساری امت مسلمہ نہیں دو قسم کے " اربابا من دون اللہ " کو اپنا صاحب امر وحکم بنائے ہوئے ہے نیز اسی صفحہ پر ہے اب اس کو اللہ وحدہ لاشریک لہ کی غیر منقسم حاکمیت کی بجائے انسانوں کی حاکمیت میں اعتقاد ہے۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۹: اجمیر شریف سلطان الہند خواجہ غریب نواز یا بغداد شریف قطب الاقطاب پیروں کے پیر حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی یا دیگر اولیاء کاملین کے مقابر مقدسہ پر حاضر ہو کر بلکہ مدینہ منورہ روضہ مقدسہ پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قتل اور زنا سے زیادہ ہے معاذ اللہ۔

مودودی کا عقیدہ نمبر۱۰: نبی یا ولی کی قبر پر حاضر ہو کر حاجت طلب کرنا اور بتوں سے حاجت طلب کرنا برابر ہے اور بت کی پوجا کرنے میں اور اس حاجت طلب کرنے میں کوئی فرق نہیں۔

مودودی عقیدہ نمبر۱۱: وصال کے بعد نبی رسول مردے ہیں زندہ نہیں (معاذ اللہ) مودودی نے اپنے رسالہ تجدید احیاء دین کے صفحہ ۶۲ پر لکھا ہے جو لوگ حاجتیں طلب کرنے کے لئے اجمیر یا سالار مسعود کی قبر پر یا ایسے ہی دوسرے مقامات یعنی انبیاء و اولیاء کے مقابر مقدسہ و مقامات متبرکہ پر جاتے ہیں وہ اتنا بڑا گناہ کرتے ہیں کہ قتل اور زنا کا گناہ اس سے کمتر ہے آخر اس میں اور خود ساختہ معبودوں کی پرستش میں کیا فرق ہے جو لوگ لات وعزیٰ سے حاجتیں طلب کرتے تھے ان کا فعل ان لوگوں کے فعل سے آخر کس قدر مختلف تھا ہاں یہ ضرور ہے کہ ہم ان کے برعکس ان لوگوں کو صاف الفاظ میں کافر کہنے سے احتراز کرتے ہیں کیونکہ خاص ان کے معاملہ میں شارع کی نص موجود نہیں ہے مگر اصولا ہر وہ شخص جو کسی مردے کو زندہ ٹھہرا کر اس سے حاجتیں طلب کرتا ہے اس کا دل گناہ میں مبتلا ہے۔

مودودی عقیدہ نمبر۱۲: بزرگان دین سے سوال کرنے والے اور ان کیلئے نذر و نیاز کرنے والے عرب کے مشرکوں کے شرک سے بدتر شرک میں گرفتار ہیں رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ۵، ۶ کے صفحہ ۳۳۲ پر ہے ان آیات میں اللہ تعالی نے جن لوگوں کی مذمت کی ہے وہ عرب کے مشرکین تھے لیکن اب جو شرک ہم توحید کے مدعیوں میں پاتے ہیں وہ اس سے بدتر ہیں۔

مودودی عقیدہ نمبر۱۳: مودودی ایک وہابی کو لکھتا ہے کہ مسلمان کا دوسرا نام وہابی ہے یعنی مودودی کے نزدیک ہر

مسلمان وہابی ہے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۷ عدد ا۔۲ وہابیت کے الزام سے بچنے کا اہتمام نہ کیجئے لوگوں نے درحقیقت مسلمان کے لئے دوسرا نام تجویز کیا ہے اس لئے مودودی پکا غیر مقلد ہے اور کسی مذہب کا پابند نہیں بلکہ اپنی رائے سے جو مسئلہ نکالے اس کا پابند ہے ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ا۔۲۔۳ کے صفحہ ۹۱ پر ہے میں نہ مسلک اہل حدیث کو اس کی تمام تفصیلات کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور نہ حنفیت یا شافعیت کا پابند ہوں۔ مودودی نے اپنے رسالہ تجدید و احیائے دین میں وہابیوں کے پیشوا اسمٰعیل دہلوی کو مجددین کی فہرست میں شمار کیا ہے اور دہلوی کی کتاب تقویۃ الایمان کی تعریف کی ہے۔

مودودی درحقیقت مسلمانوں کو سبز باغ دکھا کر تحریک وہابیت کو فروغ دینا چاہتا ہے اور شان رسالت میں ہلکے اور بے ادبی کے کلمات استعمال کرتا ہے حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق اپنے رسالوں میں مختلف جگہ لکھتا ہے ایلچی۔ ان پڑھ۔ بدوی ملٹری لیڈر صحرائے عرب کا ان پڑھ بادیہ نشین اپنے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۵ عدد ا۔۲۔۳۔۴ کے صفحہ ۶۵ پر لکھتا ہے ہر شخص خدا کا عبد ہے مومن بھی کافر بھی حتی کہ جس طرح ایک نبی اسی طرح ایک شیطان رجیم بھی مودودی کے نزدیک کالجوں اور یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات بلکہ علماء اور مشائخ سوائے چند لوگوں کے سب اسلام کی حقیقت سے اور اسلام کی روح سے ناواقف اور جاہل ہیں رسالہ تفہیمات کے صفحہ ۳۸۰ پر ہے اور یہی جہالت ہم ایک نہایت قلیل جماعت کے سوا مشرق سے لے کر مغرب تک مسلمانوں میں دیکھ رہے ہیں خواہ وہ ان پڑھ عوام ہوں یا دستار بند یا خرقہ پوش مشائخ یا کالجوں یونیورسٹیوں کے تعلیم یافتہ حضرات ان سب کے خیالات اور طور طریقے ایک دوسرے سے بدرجہا مختلف ہیں مگر اسلام کی حقیقت اور اس کی روح سے ناواقف ہوتے ہیں یہ سب یکساں ہیں دیوبندی مولویو بولو تم تو کہتے ہو کہ ہمارے کثرت سے علماء، مشائخ ہیں دیکھو تمہارا مودودی دیوبندی علماء و مشائخ کو اسلام کی حقیقت سے جاہل ناواقف بتا رہا ہے۔

نوٹ : مذکورہ بالا عبارتوں کے حوالے بالکل صحیح ہیں جو کوئی ان حوالوں کو غلط ثابت کرے اس کو پانچ سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔

المشتھرین : خدام رضا خدام اہل سنت و جماعت خدام جامعہ رضویہ مظہر اسلام مدرسہ اہل سنت و جماعت شاہی مسجد جھنگ بازار لائلپور۔

یا اللہ جل جلالہ　　　　یا رسول اللہ ﷺ

مودودی کا شفاعت سے انکار اور اپنے معتزلی خارجی ہونے کا اقرار اور جو مسلمان شفاعت کا عقیدہ رکھے مودودی کے نزدیک اس کا ایمان بے کار

ملاحظہ ہو مودودی کے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۶ جلد ۱۔۲ کے صفحہ ۴۰ پر ہے اسی طرح آخرت کو ماننے کے معنی صرف یہی نہیں ہیں کہ آدمی یہ بات مان لے کہ ہم مرنے کے بعد پھر اٹھائے جائیں گے بلکہ اس کے ساتھ یہ ماننا بھی ضرور ہے کہ وہاں کوئی سعی سفارش کوئی فدیہ اور کسی بزرگ سے منتسب ہونا کام نہ آئے گا اس عقیدہ کے بغیر آخرت کو ماننا لا حاصل ہے اور مودودی کی کتاب تفہیمات کے صفحہ ۲۲۳ پر ہے عادل حقیقی کے ہاں نہ کوئی سفارش کام آئے گی نہ رشوت چلے گی نہ کسی کا نسب پوچھا جائے گا وہاں صرف ایمان اور نیک عمل کی پوچھ ہوگی جس کے پاس یہ سامان ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جن کے پاس ان میں سے کچھ بھی نہ ہوگا وہ نامراد دوزخ میں ڈالا جائے گا دیکھئے مودودی کیسے واضح الفاظ میں شفاعت کا انکار کر رہا ہے جو مسلمان یہ عقیدہ رکھے کہ قیامت کے دن حضور نبی کریم ﷺ اور بزرگان دین شفاعت فرمائیں گے اس کے ایمان کو مودودی بے کار بتا رہا ہے حالانکہ شفاعت کا ثبوت قرآن پاک میں ہے اور حدیث کی کتابوں میں محدثین نے شفاعت کے مضمون کو بڑے اہتمام سے خاص عنوان کے ماتحت بیان کیا ہے۔

1: حدیث شریف میں فرمایا کہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام پھر علماء پھر شہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہم شفاعت فرمائیں گے مشکوٰۃ شریف صفحہ ۴۹۰۔

2: ایک حدیث شریف میں ہے حضور پر نور شافع یوم النشور ﷺ فرماتے ہیں میری شفاعت امت میں سے گناہ کبیرہ کرنے والوں کے لئے ثابت ہے۔

3: ایک حدیث میں حضور اقدس شفیع اکرم ﷺ نے فرمایا میری امت میں سے ایک مرد (۱) خدا کی شفاعت سے قبیلہ بنی تمیم سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔

4: حدیث شریف میں نور مجسم شفیع معظم ﷺ نے فرمایا دوزخیوں کو صف میں کھڑا کیا جائے گا تو جنتیوں میں سے ایک آدمی ان کے قریب سے گزرے گا ایک دوزخی آدمی جنتی کو پکارے گا اور کہے گا کہ آپ مجھ کو نہیں پہچانتے میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک مرتبہ پانی پلایا اور کوئی کہے گا میں وہ ہوں جس نے وضو کے لئے آپ کو پانی دیا تھا تو جنتی اس دوزخی کی سفارش کرے گا اور اس دوزخی کو جنت میں داخل کرے گا ذرا غور تو کیجئے کہ حدیثوں سے تو ثابت ہوا

[1]: اس مرد خدا سے مراد بعض نے کہا حضرت عثمان غنی ہیں بعض نے کہا حضرت اویس قرنی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہم

کہ قیامت کے دن گناہگاروں کے لئے شفاعت ہوگی انبیاء علیہم السلام علمائے کرام شہدائے عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شفاعت فرمائیں گے اور بزرگان دین سے نسبت کام آئے گی بزرگوں کی سفارش اور امداد سے جنت ملے گی مگر مودودی ایسی حدیثوں کا انکار کر رہا ہے اور مسلمانوں کو گمراہی بد دینی کی طرف لے جا رہا ہے خارجی معتزلی دو گروہ ہیں جو گمراہ بددین ہیں اور اہل سنت کے مخالف ہیں ان گروہوں یعنی خارجیوں و معتزلیوں نے شفاعت کا انکار کیا ملاحظہ ہو نووی شرح صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۱۰۴ مودودی نے بھی شفاعت سے انکار کر کے اپنے خارجی معتزلی ہونے کا ثبوت دیا ہے برادران اسلام سے مودبانہ التماس ہے کہ اپنی دولت ایمان کو محفوظ کریں اور ایمان کے ڈاکوؤں سے بچیں۔ بعض دیوبندی وہابی ملاں اپنا اعتبار قائم کرنے کے لئے ایک طرف تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم شفاعت کا عقیدہ رکھتے ہیں اور دوسری طرف مودودی جماعت کے سرگرم ذمہ دار رکن ہیں اور مبلغ اور کارکن ہیں دیوبندیوں وہابیوں کی یہ دو رخی چال مسلمانوں کو مکر و فریب کے جال میں گرفتار کرنے سے کم نہیں مسلمانوں عقائد اہل سنت پر قائم رہو اور دین اسلام کی پابندی کرو اور ملت و قوم کی خدمت کرو۔

نوٹ: اس اشتہار میں حوالے بالکل ٹھیک ہیں غلط ثابت کرنے والے کے لئے مبلغ دو ہزار روپیہ انعام۔

المشتہرین: خدام اہل سنت و جماعت جھنگ بازار لائلپور پاکستان۔

اسلامی قانون وراثت سے مولوی مودودی کی نادانی
مولوی مودودی صاحب کے ترجمان القرآن کی زبانی

مولوی مودودی صاحب نے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۲۲ عدد ۱۔۲ صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی لڑکا نہ چھوڑا ہو اور اس کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو خواہ دو لڑکیاں ہوں یا دو سے زائد بہر حال اس کے کل ترکہ کا ۲-۳ حصہ ان لڑکیوں میں تقسیم ہوگا اور باقی ا۔۳ دوسرے وارثوں میں اس سے یہ حکم آپ سے آپ نکل آتا ہے کہ اگر میت کا صرف ایک بیٹا ہو تو وہ ۲۔۳ کا حقدار ہوگا اور کئے بیٹے ہوں تو وہ ۲۔۳ میں شریک ہوں گے۔

حضرت شیخ الحدیث علامہ الحاج ابو الفضل مولانا محمد سردار احمد صاحب قدس سرہ نے فرمایا جن ورثاء کے سہام شرعاً معین ہیں وہ صرف بارہ (۱۲) نفر ہیں جن میں سے چار (۴) مرد ہیں اور آٹھ (۸) عورتیں ہیں جیسا کہ اس رسالہ* کے مقدمہ نمبر ۱ میں بیان ہوا ان بارہ (۱۲) کو اصحاب فرائض کہتے ہیں عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے میت کے بیٹے کو اصحاب فرائض میں شمار نہیں کیا بلکہ بیٹا عصبہ ہے جو قرآن و حدیث کے مطابق ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے مگر مودودی اپنی خوش فہمی

* اس رسالہ سے مراد رسالہ جلیلہ اسلامی قانون وراثت ہے جو حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کی تصنیف ہے۔

بیٹے کو اصحاب فرائض میں شامل کر رہا ہے اور میت کا ایک بیٹا ہو یا اس سے زیادہ ہو تو اس کے لئے ۳/۲ مقرر کر رہا ہے حالانکہ قرآن میں فرمایا "للذکر مثل حظ الانثیین" یعنی لڑکا لڑکی ہوں ایک ایک یا اس سے زیادہ تو بیٹا کو بیٹی سے دوگنا ملے گا مثلاً ایک بیٹا بیٹی ہیں تو بیٹے کو دو بٹہ تین اور بیٹی کو ۱/۳ ملے گا اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں تو بیٹے کو چہار سہام میں سے دو سہام ملیں گے اور ہر ایک لڑکی کو ایک ایک سہم ملے گا اگر میت نے ایک بیوی اور ایک بیٹے کو چھوڑا تو بیوی کو ایک بٹہ آٹھ اور بیٹے کو سات بٹہ آٹھ ملے گا اگر میت نے دو بیٹے اور ایک دادی چھوڑی تو دادی کو ایک بٹہ چھ اور دونوں بیٹوں کو پانچ بٹہ چھ ملے گا۔ اور اگر میت نے ایک بیٹا اور باپ چھوڑا تو باپ کو ایک بٹہ چھ اور بیٹے کو پانچ بٹہ چھ حصے ملے گا الغرض بیٹا عصبہ ہے اگر اصحاب فرائض میں سے کوئی بھی وارث نہ ہو تو کل ترکہ بیٹے کو ملے گا اور اگر اصحاب فرائض میں سے کوئی وارث ہو تو اس صاحب فرض کو اس کا شرعی مقرر حصہ اس کو دینے کے بعد باقی کل ترکہ بیٹے کو ملے گا۔ مگر مودودی اپنے تخیل سے قرآن وحدیث واجماع امت کے خلاف بیٹے کو دو بٹہ تین دلا رہا ہے مودودی اور چیمہ صاحب کا خیالی قانون بلاشبہ اسلامی قانون کے مخالف ہے اور یہ بات فقہاء کرام مجتہدین عظام کا دامن چھوڑنے کی وجہ سے ہے مولیٰ عزوجل ہر مسلمان کو اسلامی قانون کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے اور دین اسلام کو ترقی عطا فرمائے اور مسلمانوں کو دین اسلام کی تبلیغ واشاعت دین متین کی خدمت کا صحیح جذبہ عطا فرمائے۔ آمین واللہ تعالیٰ ہو الموفق وہو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

از افادات شیخ المحدثین سند المحققین صدر المدرسین استاذ العلما تاج العرفاء محدث اعظم حضرت علامہ مولانا حافظ ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اقدس سید عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی ہیں ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی ہونے کی وجہ سے نبی اکرم ﷺ کے رشتہ میں سالے ہیں۔ جب وحی کی کتابت کے لئے رسول اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کاتب کی ضرورت محسوس کی تو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بابت حضرت سیدنا جبرائیل امین علیہ السلام سے مشورہ لیا تو انہوں نے عرض کی "استکتبہ فانہ امین" یا رسول اللہ امیر معاویہ کو کاتب وحی بنا لیجئے کیونکہ یہ امانتدار شخص ہے ایک دفعہ سید عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سواری پر آپ کے پیچھے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سوار تھے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیٹ شریف رسول اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم ناز نین سے مس کر رہا تھا۔ آپ نے اس وقت ان کے لئے دعا فرمائی "اللھم املاہ حلماً وعلماً یا اللہ" معاویہ کے پیٹ کو علم وحلم سے بھر دے آپ نے ان کے لئے

یہ دعا بھی فرمائی "اللھم علمه الکتاب والحساب وقه العذاب ومکن له فی البلاد" دعائیہ کلمات میں یہ بھی وارد ہے "اللھم اجعله هادیاً مهدیا واهده واهدیه ولا تعذبه" یہ بھی مروی ہے کہ رسول اقدس سید عالم ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا: "انت منی وانا منک تنزاحمنی علی باب الجنة کهاتین واشار باصبعه الوسطی والتی یلیها هذه الروایات فی السیرة الحلبیة" جلد۲ صفحہ ۲۱۹ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قلب پاک میں رسول اکرم ﷺ کے عشق ومحبت کا دریا اس قدر موجزن تھا کہ آپ کے پاس حضور سید عالم ﷺ کے تبرکات میں سے ازار شریف ردائے اقدس قمیص مبارک موئے شریف اور تراشائے ناخن مبارک تھے آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے حضور کے ازار شریف ردائے مبارک قمیص اقدس میں کفن دیا جائے اور میرے جن اعضاء پر سجدہ کیا جاتا ہے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے موئے مبارک اور تراشہ ناخن اقدس رکھ دیئے جائیں اور مجھے ارحم الراحمین کے رحم پر چھوڑا جائے سوانح کربلا صفحہ ۴۹ سیرہ حلبیہ صفحہ ۲۱۹ جلد۲ روافض کی بعض کتب معتبرہ میں مذکور ہے کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال شریف کا وقت آیا تو آپ نے یزید پلید کو بطور وصیت فرمایا امام حسین پس میدانی نسبت وقرابت او بآنحضرت رسالت واو پارہ تن آنحضرت است واز گوشت وخون آنحضرت پرورده است ومن میدانم کہ البتہ اہل عراق او را بسوئے خود خواہند برد و یاری او نخواہند کرد و او را تنہا خواہند گذاشت اگر باو ظفر یابی حق حرمت او بشناس ومنزلت وقرابت او را با پیغمبر یاد آور وبکردار ہائے او مواخذہ مکن وروابطے کہ من باو دریں مدت محکم کردہ ام قطع مکن زنہار کہ باو مکروہ آسیبے مرساں جلاء العیون صفحہ ۳۸۸ ایسے جلیل القدر عظیم المرتبت عاشق رسول صحابی کی شان میں کتب تواریخ کی غلط وبے بنیاد روایات کی بناء پر بعض ناعاقبت اندیش آئے دن اعتراضات کرتے رہتے ہیں انہیں ناپاک اعتراضات ملعون بکواسات کے ازالہ کے لئے آج سے کچھ سال پیشتر حضرت محدث اعظم پاکستان قدس سرہ نے ایک مبارک تقریر بیان فرمائی تھی جس کے بعض مقدمات کو پیش کیا جارہا ہے۔

پہلا مقدمہ:

سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہدایت کے ستارے ہیں سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"سالت ربی عن اختلاف اصحابی من بعدی فاوحی الی یا محمد ان اصحابک عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اقوی من بعض ولکل نور فمن اخذ بشئی مما هم من اختلافهم فهو عندی علی هدی قال و قال رسول الله ﷺ اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم" (مشکوۃ شریف)

یعنی میں نے اپنے رب سے صحابہ کے اپنے بعد اختلاف کے متعلق سوال کیا اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی بھیجی کہ اے محمد رسول اللہ ﷺ تحقیق آپ کے اصحاب میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کی طرح ہیں بعض ان کے بعض سے زیادہ

قوت والے ہیں اور ہر ایک کے لئے نور ہے تو جس نے ان کے اختلاف سے کسی چیز پر عمل کیا تو وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے صحابہ مثل ستاروں کے ہیں جس کی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔ یہ حدیث شریف صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے اختلافی مسائل میں ہدایت پر تھے اور حضرت سیدنا علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں جو اختلاف تھا وہ بھی اس اختلاف میں داخل ہے لہذا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور سیدنا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جو اجتہادی اختلاف رہا اس میں یہ دنوں حضرات ہدایت پر تھے مگر مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہدایت میں بہت زیادہ قوی تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے برابر قوی نہ تھے مگر ہدایت پر دونوں تھے دونوں ہدایت کے چمکتے ستارے تھے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت زیادہ روشن اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہدایت کے روشن ستارے تھے مگر مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے برابر مرتبہ میں نہ تھے تمام صحابہ کرام چونکہ ہدایت کے ستارے ہیں لہذا اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے حسنیٰ کا وعدہ فرمایا قرآن مجید میں ہے۔

﴿لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح وقاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد وقاتلوا وکلا وعداللہ الحسنی واللہ بما تعملون خبیر﴾ (سورہ حدید پارہ ۲۷)

دوسرا مقدمہ:

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر شریف صرف بھلائی کے ساتھ کیا جائے انکے فضائل ومناقب محامد ومحاسن اور کمالات کا ذکر کیا جائے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اہل خیر وصلاح ہیں عادل ہیں دین اسلام کی تبلیغ واشاعت کے مقدمات ہیں ان پر اعتراض وانکار نہ کیا جائے اور ان کے متعلق بے ادبی کی بات نہ کی جائے فقہ اکبر میں حضور سیدنا امام اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " ولا نذکر احدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم الابخیر " شیخ المحدثین مولانا محقق عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تکمیل الایمان میں فرماتے ہیں "تکف عن ذکر الصحابۃ الابخیر" روش اہل سنت وجماعت آں است کہ صحابہ پیغمبر را جز بخیر یاد نکنند و لعن وسب وشتم واعتراض وانکار برایشاں نکنند وبایشاں براہ سوء ادب نروند از جہت نگہداشت نسبت صحبت با آنحضرت ﷺ ورود فضائل ومناقب ایشاں در آیات واحادیث۔ نسیم الریاض میں ہے "حدیث لا تتخذوھم غرضا بعدی" کی شرح میں فرمایا "والمعنی لا تضروھم ولا تطعنوا فیھم باسناد امور قبیحۃ غرضا بعدی" یعنی اے ایمان والو میرے صحابہ کی طرف ناپسندیدہ باتوں کی نسبت نہ کرو کتاب مذکور میں دوسری جگہ لکھا ہے۔

"لایذکر احد منھم بسوء ای بامر قبیح ولا یغمس علیہ امر ای لایعاب ولا ینقص فی امر من امورہ بل یذکر حسنا لھم وحمید سیرھم ویسکت عماوراء ذالک کما قال صلی اللہ علیہ وسلم اذا ذکر اصحابی

فامسکوا عن الطعن فیھم وذکرھم بوھم نقصاً فیھم"

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ کی شرح شفا میں ہے۔

"(ولا یذکر احد منھم بسوء) لان اللہ اثنا علیھم فی مواطن کثیرۃ من کتابہ ووصی النبی علیہ الصلوۃ والسلام امتہ فی تعظیم اصحابہ نحو قولہ لا تسبوا اصحابی مع تعمیم قولہ علیہ الصلوۃ والسلا لا تذکر واموتا کم الا بخیر ولانہ من الواحش المحرمۃ باجماع اھل السنۃ"

ان احادیث مقدسہ وعبارات اکابر علماء قدست اسرارہم جن آداب کی تعلیم ہے ان آداب کے حقدار رسول اقدس سید عالم ﷺ کے باقی صحابہ کی طرح سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں ہم پر لازم ہے کہ ہم باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان کی طرح ان کا بھی ادب واحترام پورے طور پر ملحوظ رکھیں اور ان کی ذات ستودہ صفات کے خلاف کسی وقت بھی زبان طعن دراز نہ کریں رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام کا صحابی ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا کیا ہے ہر وقت اسے پیش نظر رکھیں ان کو ہر امر قبیح سے اور فعل شنیع سے پاک سمجھیں عوام کو ان کی عظمت وفضیلت سے آگاہ کرنے کے لئے وقتاً فوقتاً ان کے فضائل ومناقب خصائص ومحامد بیان کرتے رہا کریں ان کی نیک سیرت پاک کردار کی تشہیر اللہ ورسول جل جلالہ و ﷺ کی رضا وخوشنودی ہے۔

تیسرا مقدمہ:

اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ حسن ظن نہایت ہی ضروری ہے اور لازم ہے کہ ان سے ہر رذیل چیز کی نفی کریں اگر کسی روایت میں کوئی ایسی بات آ جائے جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان رفیع کے خلاف ہو تو ایسی روایت میں تاویل کرنا ضروری ہے اگر تاویل کی کوئی صورت نہ ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے غلط بیان کیا ہے صحابہ کی شان رذیل بات سے بلند وبالا ہے راویوں کی روایات میں کوئی ایسی بات منقول نہیں کہ جس میں صحابی کے شان کے خلاف ذکر ہو اور اگر اس میں تاویل متعذر وناممکن ہو تو اس منکر کلمے کے حکایت راوی کی غلطی پر محمول کرنا ہے اور ہدایت کے ستارے صحابی کا دامن اس منکر بات سے پاک ہے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں

"ولسنا نقطع بالعصمۃ الا للنبی ﷺ ولمن شھدلہ بھالکنا مامورون بحسن الظن بالصحابۃ رضی اللہ عنھم اجمعین ونفی کل رذیلۃ عنھم واذا انسدت طرق تاویلھا نسبنا الکذاب الی رواتھا"

نیز امام نووی نے اسی میں فرمایا: "قال العلماء الاحادیث الوردۃ التی فی ظاھرھا دخل علی صحابی یجب تاویلھا قالوا ولا یقع فی روایات الثقات الا مایمکن تاویلہ"

نسیم الریاض میں ہے۔" والامساک عما شجر بینھم والاضراب عن اخبار المورخین التی نقلوھا عنھم فالھاتورث تنقیص بعضھم مانقلوہ (وجھلۃ الرواۃ) الذین رووا قصصا باطلۃ تودی لسوء ظن بھم

(والضلال الشيعة والمبتدعين)"

ملا علی قاری کی شرح شفا میں ہے۔" والا ضطراب عن اخبار المورخين — اى عن اقوال فان غالبهم غير صحيح بل كذب صريح"

حاشیہ شرح عقائد میں ہے۔" قال ابن دقيق العيد فى عقيدته وما نقل فيما شجر بينهم واختلفوا فيه فمنه باطل وكذب فلا يلتفت اليه وماكان صحيحا اولنا بتاويلات حسنة لان الثناء من الله سابق وما نقل من الكلام الاحق محتمل التاويل والمشكوك والموهوم لا يبطل المحقق والمعلوم هذا"

لہذا کتب سیر وتواریخ میں جو روایات وحکایات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان کے خلاف منقول ہیں اور شرعا ان میں کوئی تاویل نہیں نکل سکتی تو اہل سنت وجماعت کے نزدیک ایسی روایات وحکایات کا اعتبار نہیں کتب تواریخ میں تو کثرت سے ایسی بے سروپا غیر معتبر روایتیں ہیں چنانچہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین وملت علامہ مولانا شاہ احمد رضا خان صاحب قبلہ بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے رسالہ جلیلہ منیر العین کے صفحہ ۱۱۲ پر فرمایا بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں کمالایخفی بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بدمذہبی ضرور ہے بدمذہبی نہیں تو جنون ضرور ہے سیر جن بالائی باتوں کے لئے ہے اس حد سے تجاوز نہیں کرسکتے ایسی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے لائق نہیں نہ کہ معاذ اللہ ان واہیات ومعضلات وبے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلی آلہ وعلیہم افضل الصلوۃ والسلام پر طعن پیدا کرنا اعتراض نکالنا ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا۔ مگر گمراہ بددین مخالف ومضاد حق المبین آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان خرافات سیر وخرافات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفاء راشدین وام المومنین عائشہ صدیقہ وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو ابن العاص ومغیرہ ابن شعبہ وغیرہم اہلبیت وصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اور ان کے باہمی مشاجرات میں متوحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب واضح اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لائے اور ان سے قرآن عظیم ارشادات مصطفی ﷺ واجماع امت وسلاطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسلمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لئے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ محبان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالا مال ہیں جل جلالہ و ﷺ امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں۔

"لايجوز نسبة مسلم الى كبيرة من غير تحقيق نعم يجوز ان يقال ان ابن ملجم قتل عليا فان ذالك ثبت متواترا"

کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے ہاں یہ کہنا جائز ہے کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الاخرین نے

امیر المومنین مولی علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے حاش للہ اگر مورخین وامثالہم کی ایسی حکایات اونیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ سے حضرات سعادا تنا وموالینا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سید المرسلین حضرت محمد حبیب اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم تک سب کے بارہ میں وہ ناپاک بیہودہ حکایات متوحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف قاضی عیاض اور اس کے شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحان امت نے تصریحیں فرمائیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے شفا وشرح شفا مواہب وشرح مواہب ومدارج شیخ محقق میں بالاتفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں از توقیر وبر آنحضرت ﷺ توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثنا ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مر ایشاں روا وحق است مرکسے را کہ ثنا کردہ حق تعالیٰ بروے وراضی است از وے کہ ثنا کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است کفر است والا بدعت وفسق وہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کہ میان ایشاں شدہ وگذشتہ است واعراض واضراب از اخبار مورخین وجملہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبتدعین کہ ذکر قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافتراء است وطلب کردن در آنچہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات احسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات از ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں با آنحضرت ﷺ یقینی است وماوراء آں ظنی است وکافی است دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشاں را برائے صحبت حبیب خود ﷺ طریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب ایں است در عقائد نوشتہ اند "لا تذکر احدامنھم الابخیر" وآیات واحادیث کہ در فضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصراً امام محقق سنوسی علامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں "مانقلہ الموء رخون قلت حیاء ادب" مورخین کی نقلیں قلت حیاء ادب سے ہیں امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ آئمہ تبع تابعین سے ہیں عبد اللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو فرمایا "تکتب کذبا کثیرا" بہت سا جھوٹ لکھو گے ذکرہ فی المیزان تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کئے یہاں شاہ عبد العزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثنا عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رد میں فرماتے ہیں جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست "قال الشہر ستانی فی الملل والنحل ان ھذہ الجملہ

موضوعة ومفتراة بعضے "فارسی نویساں کہ خود امحدثین اہل سنت شمردہ اند درسیر خود ایں جملہ را آوردہ اند از ادراہل سنت کفایت نمیکند زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ وحدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلا گوش بآں نمی نہند ای رسالہ جلیلہ کے صفحہ ۴ کے حاشیہ پر فرمایا مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق وتنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلہ من تحف آجلہ ورسالہ الاحادیث الروایہ لمدح الامیر معاویہ ورسالہ عرش الاعزاز والاکرام لاول ملوک الاسلام ورسالہ ذب الاہواء الواہیہ فی باب الامیر معاویہ وغیرہا میں ہے۔ اھ ۔ اللہ اللہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوت علمیہ اور جوش ایمانی دیکھئے کہ صحابہ کرام خصوصاً سیدنا امیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت شان اوران سے مطاعن کے رد میں کتنے رسالے تصنیف فرمائے ہیں۔ اھ۔

جس سمت آگئے ہیں سکے بٹھادیے ہیں

جزاہم اللہ عنا وعن سائر المسلمین احسن الجزاء علامہ نووی علیہ الرحمۃ شرح مسلم جلد ثانی میں فرماتے ہیں۔

" ومنها ماقاله القاضى وغيره ان الانبياء صلوات الله وسلامه عليهم منزهون من النقائص فى الخلق والخلق سالمون من العاهات والمعائب قالوا ولا التفات الى ما قاله من لا تحقيق له من اهل التاريخ فى اضافة بعض العاهات الى بعضهم بل نزههم الله تعالى من كل عيب وكل ما يغضون او ينفر القلوب "

حاصل یہ ہے کہ تاریخی روایتیں بے سروپا حکایتیں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خلاف قطعاً قابل اعتبار نہیں اہل سنت وجماعت کا یہ مسلک ہے۔

چوتھا مقدمہ:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے ہر صحابی عادل ہے نبراس میں ہے۔

" فان المذهب عندنا ان اصحاب الجمل والصفين عدول لانهم اما مجتهدون واما المقلدون لهم "

اور نبراس میں دوسرے مقام پر ہے۔

" قال اهل السنة كان الحق مع على رضى الله عنه وان من حاربه لخطى فى الاجتهادفهو معذور وان كلا من الفريقين عادل صالح ولايجوز الطعن فى احد منهم للاحاديث المشهورة فى مدح الصحابة رضى الله تعالى عنهم والنهى عن سبهم وهذا هو الحق فماذابعدالحق الا الضلال "

الصواعق المحرقه میں ہے۔ " اعلم ان الذى اجمع عليه اهل السنة والجماعت انه يجب على كل مسلم تزكية جميع الصحابة باثبات العدالة لهم والكف عن الطعن فيهم والثناء عليهم "

آپس میں جو بعض صحابہ کا اختلاف ہوا تو وہ غرض دنیوی اور حظ نفسانی کی بنا پر نہ تھا عناد کے سبب سے نہ تھا نیز اصول میں قطعاً اختلاف نہ تھا بلکہ بعض فروعی مسائل میں تھا صحابہ کرام وائمہ عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فروع میں اختلاف رحمت ہے جیسا کہ

حدیث شریف میں فرمایا "اختلاف امتی رحمة او کما قال "اور صحابہ کرام تو مقدمات دینی ہیں ان کا جو اختلاف اجتہادی ہے وہ بھی رحمت ہے اور جو اجتہادی نہیں وہ بھی رحمت ہے اس لئے کہ ان کا اختلاف عناد و فساد کی غرض سے نہ تھا بلکہ تاویل شرعی سے تھا اس اختلاف کے باوجود صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عدالت وہدایت پر تھے امیر المومنین مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان دونوں کے ساتھ تھے سب کے سب بلا استثناء قبل اختلاف اور وقت اختلاف اور بعد اختلاف ہدایت وصداقت پر تھے شرح فقہ اکبر میں ہے۔

"ولا تذكر الصحابة رضى الله تعالى عنهم اى مجتمعين ومنفردين الا بخيريعنى وان صدر من بعضهم بعض ما فى صورة شرفا انما كان عن اجتهاد ولم يكن على وجه فسا د من اصرار وعناد بل كان رجوعهم عنه الى خير معاد بناء على حسن الظن بهم لقوله عليه الصلوٰة والسلام اذا ذكراصحابى فامسكو اوللذالك ذهب العلماء الى ان الصحابة رضى الله تعالىٰ عنهم كلهم عدول قبل فتنة عثمان وعلى رضى الله تعالىٰ عنهما وكذا بعدها ولقوله عليه الصلوٰة والسلام اصحابى كالنجوم بايهم اقتديتم اهديتم رواه الدارمى وابن عدى وغيرهما"

شرح عقاید میں ہے۔"وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات "مشکوٰۃ شریف کے حاشیہ پر مرقاۃ سے منقول ہے "وفيه ان اختلاف الائمة رحمة الامة قال الطيبى المراد به اختلاف فى الفروع لا فى الاصول "نیز اسی میں ہے۔

" واما معاوية فهو من العدول الفضلاء والصحابة الاخيار والحروب التى جرت بينهم كانت لكل طائفة مشبهة اعتقدت تصويب انفسها بسببها و كلهم متاولون فى حروبها ولم يخرج بذالك احد منهم من العدالة لانهم مجتهدون اختلفوا فى مسائل كما اختلف المجتهدون بعضهم فى مسائل ولا يلزم من ذالك نقص احد منهم"

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

" واما على رضى الله عنه فخلافته صحيحة بالاجماع وكان هو الخليفة فى وقته لاخلافة لغيره واما معاوية رضى الله تعالىٰ عنه فهو من العدول الفضلاء والصحابة النجباء"

بلکہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی کمال عدالت وقبول شہادت وتسلیم روایت پر اجماع واتفاق نقل فرمایا شرح مسلم میں ہے۔" فكلهم معذورون رضى الله تعالىٰ عنهم ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به فى الاجماع على قبول شهاداتهم رواياتهم وكمال عدالتهم رضى الله تعالىٰ عنهم اجمعين"

شرح عقاید میں فرمایا کہ یہ اختلاف اجتہاد میں خطا کی وجہ سے تھا اس کے حاشیہ پر ملا عصام نے فرمایا۔

" والمقصود منه دفع الطعن عن معاوية ومن تبعه من الاصحاب وعن طلحة وزبير وعائشة رضى الله تعالى عنهم فان الواجب حسن الظن باصحاب رسول الله ﷺ واعتقاد برائتهم عن مخالفة الحق فانهم اسوة

اصل الدين ومدار معرفة الحق و اليقين"

نسیم الریاض شرح شفا میں ہے "فی اصحابی کلھم خیر" کی شرح میں فرمایا۔

"فكلهم علماء عدول كما في حديث خير القرون قرني ثم ثم وهذا سبب ماحكاه امام الحرمين رحمه الله تعالى من الاجماع على عدالتهم كلهم صغيرهم و كبيرهم فلايجوز الاعتقاد عليهم بما صدر عن بعضهم لما ادعى عليه اجتهاده لما اوجب القطع بانهم خير الناس بعد النبيين والمرسلين"

نیز اسی میں ہے۔ "وبالجملة فكلهم عدول مطلقا صغيرهم وكبيرهم"

پھر اسی صفحہ پر فرمایا۔

"(وان يلتمس لهم فيما نقل عنهم من مثل ذلك فيما كان بينهم من الفتن) كما وقع بين علي ومعاوية رضي الله تعالىٰ عنهما واحسن التاويلات والمحامل) لانها امور وقعت باجتهاد منهم لالاغراض نفسانية ومطامع دنيوية كما يظنه جهله (ويخرج اصوب المخارج) بان يحمله على امر محمود ويؤنه بما يخرج عن عده من المصائب الى الحاقه بالمحاسن (اذ هم اهل ذالك) اى مستحقون بان يحمل ماصدر منهم على امور حسنة محمودة"

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ الربانی کا ارشاد ہے کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وسیدنا طلحہ وسیدنا زبیر وسیدنا معاویہ وسیدنا عمرو ابن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی جو لڑائیاں ہوئیں ان سب میں مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور یہ حضرات خطا پر لیکن وہ خطا عنادی نہ تھی بلکہ خطا اجتہادی تھی مجتہد کو اس خطا اجتہادی پر بھی ثواب ملتا ہے ہم کو تمام صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ محبت رکھنے ان سب کی تعظیم کرنے کا حکم ہے جو کسی صحابی کے ساتھ بغض وعداوت رکھے وہ بد مذہب ہے مکتوب ۲۶۹ جلد اول صفحہ ۳۳۲ منقول از ارشادات۔ ان تصریحات سے ظاہر ہے کہ حضرت امیر معاویہ اور ان کے ساتھ دیگر صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مولیٰ شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقابلہ میں خطا اجتہادی ہوئی اس اختلاف کے وقت بھی یہ سب صحابہ عادل تھے۔

پانچواں مقدمہ:

اہل سنت وجماعت کے نزدیک مجتہد مصیب بھی ہوتا ہے اور کبھی مخطی بھی اور مذہب مختار یہ ہے کہ مجتہد کو ہر صورت میں اجر ملتا ہے خواہ اس کا اجتہاد صحیح ہو خواہ اس میں خطا ہو۔ جس کا اجتہاد صحیح ہو اس کو دو اجر ملتے ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک اجر ملتا ہے جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دوسری حدیث میں ہے جس کا اجتہاد صواب ہو اس کو دس نیکیاں ملتی ہیں اور جس کے اجتہاد میں خطا ہو اس کو ایک نیکی ملتی ہے بہر حال تحقیق یہ ہے کہ خطا اجتہادی کرنے والا بھی اجر وثواب پاتا ہے گنہگار ہرگز نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان شرعاً جس فعل کا مکلف ہو شریعت کے موافق اس فعل کے کرنے سے انسان

کو اجر و ثواب ملتا ہے مجتہد مسئلہ اجتہادی میں اجتہاد کرنے کا مکلف ہے مجتہد نے حسب استطاعت اجتہاد کیا تو شرعاً اس حیثیت سے وہ اجر کا مستحق ہے خواہ اجتہاد صواب ہو یا خطا اسی لئے کتب عقائد و اصول میں ہے کہ جس مجتہد سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ بھی ابتداء مصیب ہے اس کا طرز استخراج مسئلہ صحیح ہے چنانچہ سرکار غوث اعظم قطب الاقطاب حضرت شیخ الشیوخ محی الدین عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غنیۃ الطالبین میں حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی جماعت اور حضرت امیر معاویہ اور ان کی جماعت رضی اللہ عنہم کے متعلق فرمایا "**فکل ذهب الی تاویل صحیح**" اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ مجتہد سے اگرچہ خطا ہو مگر اس کی تاویل کو صحیح کہا جائے گا۔ اور مجتہد کا عمل اجتہاد صحیح و ثواب ہے اگرچہ انتہاء خطا ہو سبحان اللہ اولیاء کے سرتاج حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق کیسا ادب فرمایا کہ ان کے اجتہادی اختلاف کو ایک ہی عنوان سے تعبیر فرمایا یعنی ہر ایک کی تاویل کو صحیح فرمایا اور یہی شیوہ اکثر محققین کا ہے کہ مسئلہ اجتہادیہ میں ہر مجتہد کو حق پر جانتے ہیں اگرچہ مصیب کو ابتداء و انتہا کے اعتبار سے حق پر سمجھتے ہیں اور مخطی کو ابتدا کے اعتبار سے حق پر جانتے ہیں مگر ہر مجتہد کے متعلق حق پر ہونے کی تصریح کرتے ہیں فتح الباری شرح صحیح بخاری میں امام رازی سے منقول ہے۔

" ان من قال ان الحق فی طرفین قول اکثر اهل التحقیق من الفقهاء والمتکلمین وهو مروی عن الائمة الاربعة وان حکی عن کل اختلاف فیه "

اور عقائد نسفی حنفی میں ہے "**المجتهد قد یخطی ویصیب**" اس کی شرح میں ہے۔

" المختار ان الحکم معین وعلیه دلیل ظنی ان وجده المجتهد اصاب وان فقده اخطاوالمجتهد غیر مکلف باصابته لغموضه وخفائه فلذالک کان المخطی معذورابل ماجورافلا خلاف علی هذا المذهب فی ان المخطی لیس بآثم "

نیز اسی میں ہے۔" قال علیه الصلوة والسلام ان اصبت فلک عشر حسنات وان اخطات فلک حسنة واحدة فی حدیث آخر ،جعل للمصیب اجرین وللمخطی اجراً واحداً "

فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔ وکلهم متاول ماجوران شاء الله فالقاتل والمقتول فی النار اذاکان القائل منها بغیر تاویل سائغ اما اذاکان صحابیین فامرهما عن اجتهاد وظن لاصلاح الدین فالمصیب منهما له اجران والمخطی له اجر "

نیز اسی میں ہے۔ "واتفق اهل السنة علی وجوب منع الطعن علی احد من الصحابة بسبب ما وقع لهم من ذلک ولو عرف المحق منهم لانهم لم یقاتلوا فی تلک الحروب الاعن اجتهاد وقد عفا الله تعالٰی عن المخطی فی الاجتهاد بل ثبت انه یوجر اجر واحد وان المصیب یوجراجرین "

اور عمدۃ القاری شرح بخاری جلد اول میں ہے۔

"والحق الذی علیه اهل السنة الامساک عما شجر بین الصحابة وحسن الظن بهم والتاویل لهم وانهم

مجتهدون متاولون لم يقصدوا معصية ولا محض الدنيا فمنهم المخطى فى اجتهاده والمصيب وقد رفع الله الحرج عن المجتهد المخطى فى الفروع وضعف اجر المصيب وتوقف الطبرى وغيره فى تعين المحق منهم وصرح به الجمهور وقالوا ان عليا رضى الله عنه واشياعه كانوا مصيبين اذا كان احق الناس بها وافضل من على وجه الدنيا حينئذ"

نیز اسی میں ہے۔" اما اذا اجتهد وظن الصلاح فيه فهما ماجوران مثابان من اصاب فله اجران ومن اخطا فله اجر وما وقع بين الصحابة هو من هذا القسم فالحديث ليس عاما ومنها ماقيل لم منع ابوبكرة الاحنف منه ولم امتنع بنفسه منه واجيب بان ذلك ايضا اجتهادى فكان يودى اجتهاده الى الامتناع والمنع فهو ايضا مثاب فى ذلك"

نیز فتح الباری میں ہے۔" وذهب جمهور اهل السنة الى التصويب من قاتل مع على رضى الله عنه لا متثال قوله تعالىٰ وان طائفتن من المومنين اقتتلوا (الاية) ففيها الامر بقتال الفئة الباغية وقد ثبت ان من قاتل عليا كانو ابغاة وهؤلاء مع هذا التصويب متفقون على انه لايذم واحد من هؤلاء بل يقولون اجتهدو فاخطاوا"

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اختلاف حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجتہادی کی بنا پر تھا اور حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ حق پر تھے۔ اور مجتہد مصیب تھے اس لئے آپ دوہرے اجر کے مستحق ہیں اور آپ کے لئے اس اجتہاد حسن میں دس نیکیاں ہیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونکہ خطا اجتہاد پر تھے لہٰذا آپ اس خطا اجتہادی میں ایک اجر اور ایک نیکی کے مستحق ہیں جیسا کہ حضرت مجدد الف ثانی نے فرمایا لہٰذا جو شخص یہ کہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس خطا اجتہادی میں اجر و نیکی کے مستحق نہ تھے وہ غلطی پر ہے اور اس کا قول منکر یعنی قابل انکار ہے خطا اجتہادی کی صورت میں بھی چونکہ مجتہد کو اجر و ثواب ملتا ہے لہٰذا اجتہاد میں خطا کرنے والے کو گمراہ نہیں کہا جائے گا بلکہ فاسق بھی نہیں کہا جائے گا شرح فقہ اکبر میں ہے "والمخطى فى الاجتهاد لا يضلل ولا يفسق عليه وعليه الاعتماد" نیز اس میں ہے "ثم كان معاوية مخطيا الا انه فعل مافعل عن تاويل فلم يصوبه فاسقا" اس تقریر سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گمراہ تو در کنار فاسق بھی نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ جلیل القدر مجتہد صحابی ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارصاہ عنا اللہ تعالیٰ ہم اہل سنت کو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں ادب سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے آمین خطا اجتہادی کی بنا پر جو شخص کسی مجتہد پر اعتراض کرے وہ سخت غلطی پر ہے۔

☆☆☆

چھٹا مقدمہ:

مجتہد مصیب کی دلیل جو صواب کی طرف موصل ہے اگر وہ دلیل بین و واضح ہو تو اس صورت میں مجتہد مخطی قابل عتاب ہے کہ اس نے اجتہاد میں زیادہ کوشش نہ کی تنقیح و توضیح میں ہے۔

" المخطی فی الاجتہاد لا یعاتب الا ان یکون طریق الصواب بینا "

تلویح میں ہے۔ " ولا ینسب الی الضلال بل یکون معذوراً و ماجوراً اذ لیس علیه الا بذل الوسع وقد فعل فلم ینل الحق لخفاء دلیله الا ان یکون الدلیل الموصل الی الصواب بینا فاخطا المجتہد لتقصیر منه وترک مبالغة فی الاجتہاد فانه یعاتب "

اور اگر ایسا ہو کہ دلیل صواب ظاہر نہیں ہے بلکہ خفی ہے تو اس صورت میں مجتہد مخطی ہرگز قابل عتاب بھی نہیں اس میں شک نہیں کہ حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسئلہ متنازعہ میں ہر طرح حق پر تھے اور آپ کے مقابل صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ایک اعتبار سے خطا اجتہادی واقع ہوئی مگر وہ اس خطا اجتہادی کی وجہ سے ہرگز قابل عتاب نہیں کیونکہ دلیل صواب بین واضح نہ تھی بلکہ خفی حقیقی تھی مگر مولیٰ علی مشکل کشا شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عقل و نقل سے اس دلیل خفی کو جان لیا شرح فقہ اکبر میں ہے۔

" مظاهر الدلاة توجب القصاص علی قتل العمد واستیصال شان من قصد دم امام المسلمین بالاراقة علی وجه الفساد فاما الوقوف علی الحاق التاویل الفاسد بالصحیح فی حق ابطال المواخذة فهو علم خفی فان به علی رضی الله تعالیٰ عنه کما ورد عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه واله وسلم انه قال له انک تقاتل علی التاویل کما تقاتل علی التنزیل ثم قال فقاله علی التنزیل حق و کذا قتاله علی التاویل حق "

نووی شرح مسلم میں ہے۔

" واعلم ان سب تلک الحروب ان القضا یا کانت مشتبهة فلشدة اشتباهها اختلف اجتهادهم وصاروا ثلثة اقسام فکلهم معذورون رضی الله تعالیٰ عنهم "

اس مقدمہ سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما بلکہ جن صحابہ کرام علیہم الرضوان کا مسائل اجتہادیہ میں اختلاف تھا وہ سب کے سب عادل ہیں اور اجر و ثواب کے مستحق ہیں اجتہادی مسائل کی وجہ سے انکی عدالت میں ہرگز کوئی فرق نہیں آتا بلکہ جن سے خطا اجتہادی واقع ہو وہ اجر و ثواب کے مستحق ہیں نہ کہ عتاب کے۔

ساتواں مقدمہ

حضرت علی شیر خدا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں اختلاف کے وقت صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی تین جماعتیں تھیں ایک جماعت حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھی دوسری جماعت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھی تیسری جماعت دونوں جماعتوں سے علیحدہ تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تیسری جماعت

دونوں جماعتوں سے علیحدہ تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تینوں جماعتوں میں مجتہدین تھے پہلی جماعت کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے مقابل خطا پر اور دوسری جماعت کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے مقابل خطا پر اور تیسری جماعت کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجتہاد تھا کہ ہم حق پر ہیں اور ہمارے مقابل خطا پر اور تیسری جماعت کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے توقف کیا کیونکہ ان کے اجتہاد نے اس مسئلہ میں دونوں جماعتوں میں سے کسی جماعت کے حق پر ہونے کا اس وقت فیصلہ نہیں کیا ان کے نزدیک یہ امر نہایت مشکل تھا لہذا تیسری جماعت دونوں جماعتوں سے علیحدہ رہی اور اس جماعت نے فرمایا کہ قتال کے معاملہ میں دونوں جماعتوں میں سے علیحدہ رہنا واجب ہے اور حقیقت یہ کہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کی جماعت حق پر تھے باقی دونوں جماعتوں نے وہ کیا جس کے وہ مکلف تھے خدا عزوجل کی شان رحیمی دیکھو کہ اس کے پیارے نبی ﷺ کے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ تینوں جماعتیں آپس میں اجتہاد کی وجہ سے مخالف ہیں مگر تینوں اجر وثواب کی مستحق ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی یہ تینوں جماعتیں بلاشبہ جنتی ہیں اور تینوں ہدایت وعدالت پر ہیں نووی شرح مسلم میں ہے۔

" واعلم ان سبب تلک الحروب ان القضاة كانت مشتبهة فلشدة اشتباهها اختلف اجتهاد هم وصاروا ثلثة اقسام قسم ظهر لهم بالاجتهاد ان الحق فی هذاالطرف وان مخالفه باغ فوجب عليهم نصرته وقتاله الباغی عليه فيما اعتقدوه ففعلوا ذالک ولم يكن يحل لمن هذه صفته التاخر عن مساعده امام العدل فی قتال البغاة فی اعتقاده وقسم عسكر هولاء ظهرلهم بالاجتهاد ان الحق فی الطرف الاخر فوجب عليهم مساعد وقتال الباغی عليه وقسم ثالث اشتبهت عليهم القضية وتحيروا فيها ولم يظهر لهم ترجيح احد الطرفين فاعتزلوا الفريقين وكان هذاالاعتزال هو الواجب فی حقهم لانه لايحل الاقدام علی قتال مسلم حتی يظهر انه مستحق لذالک ولو ظهر هولاء رجحان احد الطرفين وان الحق معه لما جاز لهم التاخر عن نصرته فیقتال البغاة عليه فكلهم معذورون رضی الله تعالی عنهم ولهذا اتفق اهل الحق ومن يعتد به فی الاجماع علی قبول شهاداتهم ورواياتهم وكمال عدالتهم رضی الله عنهم اجمعين"

بخاری شریف میں حدیث مرفوع ہے۔

" اذا تواجها المسلمان بسيفهما فكلاهما من اهل النار وقيل هذا القاتل فما بال المقتول فقال انه قد اراد قتل صاحبه"

اس کے حاشیہ پر کواکب الداری شرح بخاری سے منقول ہے۔

" فان قلت علی ومعاوية كلاهما كانا مجتهدا غاية مافی الباب ان معاوية كان مخطاء فی اجتهاد وله اجر واحد وقد كان لعلی اجر ان قلت المراد بما فی الحديث المتواجهان بلادليل من الاجتهاد ونحوه"

نیز اس میں ہے۔" لم ان الدماء التی جرت بين الصحابة ليست بداخلة فی هذاالوعيد اذا كانو امجتهدين

فيها و كان اعتقاد كل طائفة انه على الحق وخصمه على خلافه ووجب عليه قتالهامر جمع الى امر الله لكن عليا كان مصيباً فى اجتهاده وخصومه وكانوا على الخطاو مع ذلک كانوا ماجورين فيه اجراواحد رضى الله عنهم اجمعين واما من امتنع اومنع فذالک لان اجتهاده لم يود الى ظهور الحق عنده و كان الامر مشكلا عنده فراى التوقف فيه خيرا. فالقاتل والمقتول فى النار اذا كان القاتل منهما بغير تاويل سائغ اما اذاكان صحالبين فامرهما عن اجتهاد وظن الاصلاح الذين فالمصيب منهما له اجر ان وللمخطى اجر"

اس مقدمہ سے ظاہر ہے کہ واقع جمل وصفین میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی جوتین جماعتیں تھیں وہ تینوں جماعتیں اپنے اپنے اجتہادات کی بنا پر مستحق اجر وثواب تھیں یہی مسلک حق ہے اور اسی پر جمہور اہل سنت کا اتفاق ہے۔

آٹھواں مقدمہ:

مجتہد جب دلیل میں نظر وفکر کرتا ہے اور اس کو اس نظر وفکر سے جس حکم شرعی کا گمان غالب حاصل ہوتا ہے تو مجتہد کے ذمے اس حکم پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے نزدیک وہی حکم شرعی ہے اسی وجہ سے ایک مجتہد کو حکم اجتہادی میں دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز نہیں ہے فاضل سیالکوٹی حاشیہ خیالی میں فرماتے ہیں۔

"وذالک لان المجتهد اذانظر فى دليل ظنى وحصل له ظن بحكم يجب له العمل بذالک"

قطعا اسی میں ہے۔

"اما الاولى فلا نعقاد الاجماع على ان الحكم المظنون الذى ردى اليه راى المجتهد يجب العمل عليه قطعاً وكثرت الاخبار فى ذالک حتى صارت متواترة المعنى"

تلویح میں ہے۔

"انا لا نسلم ان المجتهد مكلف باصابة الحق بل هو مكلف بالاجتهاد ضرورة انه لا يجوز التقليد والاجتهاد حق نظر الى رعاية شرائط بقدر الوسع سواء ادى الى ماهو حق عندالله تعالى او خطاء والتكليف بها يفيد الاجر ووجوب العمل بموجبه فلا يلزم عبث"

نیز اسی میں ہے "انه يجب على المجتهد العمل باجتهاده ويحرم تقليد غيره "بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوال کے جواب میں فرمایا "والله لاقتلن من فرق بين الصلوة والزكواة "تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "فعرفت انه الحق" یعنی میں نے جان لیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحیح استدلال سے قتال کے متعلق جو رائے قائم کی ہے وہ حق ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تقلید کی ہے کیونکہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ مجتہد ہیں اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مجتہد ہیں ایک مجتہد دوسرے مجتہد کی شرعا تقلید نہیں کرتا

اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد اس بارے میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے موافق ہوا اجتہاد میں موافقت اور چیز ہے اور مجتہد کے اجتہاد کی تقلید کرنا اور چیز ہے ارشاد الساری شرح بخاری میں ہے۔

"بما ظهر من الدليل الذى اقامه الصديق نصاً اقامة الحجه لا انه قلده فى ذالك لان المجتهد لا يقلد مجتهدا"

نیز ارشاد الساری میں دوسری جگہ فرمایا "فعرفت من صحة اجتهاده لا انه قلده فى ذالك لان المجتهد لا يقلد مجتهدا" پھر مجتہد کی تقلید سب مسلمانوں پر لازم نہیں ہے بلکہ جو اس مجتہد کا مقلد ہے اس پر اس مجتہد کی پیروی لازم ہے شرح مواقف میں ہے "ويخرج المجتهد اذلايجب اتباعه على الامة كافة بل على من قلدة خاصة" اس سے ظاہر ہو گیا کہ اگر ایک مجتہد کو اپنی خطا اجتہادی کا علم ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اپنی خطا سے رجوع کرے مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا مجتہد کہ جس کے اجتہاد کے ساتھ اس کا اجتہاد موافق تھا وہ بھی اپنے اجتہاد سے رجوع کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دوسرے مجتہد کے نزدیک اجتہاد سابق ہی صحیح ہے اور اس پر طریق صواب ظاہر نہیں ہوا مجتہد اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کا مکلف ہے نہ کہ دوسرے مجتہد کی تقلید کا ورنہ دوسرے مجتہد کے اجتہاد سے رجوع کا بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجتہاد پہلے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے موافق تھا لہٰذا اس وقت وہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ساتھ دینے پر مکلف تھے اور بعد میں جب کسی دلیل شرعی سے ان کے اجتہاد سابق میں تبدیلی ہوئی تو انہوں نے اپنے اجتہاد سابق سے رجوع کیا اور دوسرے حکم شرعی پر عمل کیا اور ان پر یہی لازم تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اجتہاد سابق پر اس وقت تک قائم رہے جب تک کہ ان کے نزدیک کوئی دلیل ان کے اجتہاد کے خلاف ثابت نہ ہوئی حضرت طلحہ اور حضرت زبیر حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہم کے رجوع سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے رجوع پر مطلقاً انکار کرنا قلت تدبر پر مبنی ہے ہاں مجتہد کے رجوع سے اس کا مقلد رجوع کرے گا مگر مجتہد کے رجوع سے دوسرے مجتہد کا رجوع لازم نہیں۔ "هكذا ينبغى ان يفهم المقام"

نواں مقدمہ:

ایک مجتہد اگر دوسرے مجتہد کی خطا اجتہادی بیان کرے تو مقلد کو مجتہد مخطی پر انکار کرنے کا کوئی حق نہیں ہے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بعض اجتہادی فرعی مسائل میں ایک دوسرے کی خطا بیان کرتے مگر ہم اہل سنت و جماعت کے نزدیک بلا استثناء تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عادل ہیں ہدایت کے ستارے ہیں ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ان کے اجتہاد شرعی پر انکار کریں اسی طرح آئمہ مجتہدین کا آپس میں بعض مسائل فرعیہ میں اختلاف ہے ایک امام کے مقلد کو دوسرے امام پر خطا اجتہادی کی وجہ سے انکار کرنے کا حق نہیں حنفی امام شافعی پر انکار نہیں کر سکتا اسی طرح کوئی شافعی امام اعظم پر انکار نہیں کر سکتا بلکہ چاروں امام مجتہدوں میں سے ایک اماموں کا مقلد دیگر آئمہ پر انکار کا حق نہیں رکھتا بعض صحابہ نے جو امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد پر انکار فرمایا تو وہ اس وجہ سے تھا کہ وہ اجتہاد انکار کرنے والے صحابی کے گمان میں طریق بین و دلیل واضح کے خلاف

تھا اگرچہ جس کے اجتہاد پر انکار کیا ہے ان کے نزدیک دلیل بین کے خلاف نہ ہو تو وہ انکار تاویل پر مبنی تھا شرح عقائد میں ہے "وما وقع بينهم من المنازعات والمحاربات فله محامل وتاويلات" تلویح میں ہے "وما نقل من طعن السلف بعضهم على بعض في مسائلهم الاجتهادية كان مبنيا على ان طريق الصواب بين في زعم الطاعن"

تو سلف کے ایک دوسرے پر بعض مسائل میں انکار کرنے کو اپنے لئے طعن کی سند بنانا جمہور اہل سنت کے مسلک سے ناواقفیت کی بناء پر ہے ہم پر تو لازم ہے کہ ہم تمام صحابہ کرام کے متعلق حسن عقیدت رکھیں اور ان پر کسی مسئلہ اختلافی میں ہرگز ہرگز طعن و انکار نہ کریں بلکہ ان کا ذکر پاک خیر ہی کے ساتھ کریں جیسا کہ کتب عقائد وشروح احادیث میں مذکور ہے دیکھئے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ حضرت ابوذر غفاری صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا "انك امرء فيك جاهلية" مگر اس سے ہم کو ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق اس لفظ کی نسبت کریں انسان سے بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو حقیقت میں معصیت و منکر ہوتے ہیں اور بعض افعال ایسے صادر ہوتے ہیں کہ جو حقیقت میں معصیت و منکر نہیں ہوتے مگر بظاہر معصیت و منکر کی صورت میں ہوئے ہیں لہٰذا ایسے افعال کو کبھی معصیت و منکر کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ حقیقۃً وہ افعال نہ معصیت ہوتے ہیں نہ منکر جیسا کہ روزہ دار بھول کر کھا پی لے تو اس صورت میں کھانا پینا روزہ دار کے لئے نہ معصیت ہے نہ منکر اور اگر روزہ دار قصداً کھا پی لے تو اس کا یہ فعل معصیت و منکر ہے حالانکہ دونوں حالتوں کے فعل کی صورت ایک ہے مگر قصد اور عدم قصد کی وجہ سے معصیت ہونے اور معصیت نہ ہونے کا نتیجہ مرتب ہوا حضرت سیدنا خلیفۃ اللہ ابوالبشر آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھول کر شجرہ ممنوعہ سے کھایا اور قرآن پاک میں فرمایا "عصى ادم ربه فغوى" حالانکہ یہ حقیقۃً معصیت نہیں ہے صرف صورت معصیت کی ہے اس لئے سیدنا آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو عاصی و غاوی کہنا شرعاً جائز نہیں بلکہ کفر ہے حضرت سیدنا خضر علیہ السلام نے حکم خداوندی سے نابالغ بچے کو قتل کر دیا تو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت خضر علیہ السلام کے اس فعل کو منکر فرمایا "لقد جئت شيئا نكرا" حالانکہ خضر علیہ السلام کا وہ فعل حکم خداوندی کے عین موافق تھا مگر چونکہ فعل بظاہر فعل منکر کی صورت میں تھا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو منکر فرمایا حضرت خضر علیہ السلام نے وہ کیا جس کے وہ مامور مکلف تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ فرمایا جس کے وہ مکلف تھے یہ یقینی بات ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام ہدایت پر تھے اور حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی یقیناً ہدایت پر تھے کہ وہ رسول معصوم ہیں صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ومجتہدین عظام بلاشبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نائب ہیں لہٰذا ان حضرات کے درمیان جو فرعی مسائل میں اختلاف ہے تو اس صورت میں بعض صحابہ بعض کا تخطیہ کریں ایک دوسرے کے اجتہاد کو منکر فرمائیں تو اس کے یہ معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ وہ اجتہاد من کل الوجوہ منکر ہے بلکہ ایک مجتہد کے اعتبار

ہے منکر ہے اور دوسرے مجتہد کے اعتبار سے منکر نہیں اور یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ صورتاً منکر ہے جیسا کہ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمایا "وان صدر من بعضهم بعض ما فی صورة شرٍّ الخ" مجتہد نفس الامر کا مکلف ہی نہیں یہ اور بات ہے کہ جس کا اجتہاد صحیح ہے وہ زیادہ مستحق اجر ہے اور جس کا اجتہاد خطا ہے وہ تھوڑے اجر کا مستحق ہے مگر نفس اجر دونوں کے لئے ہے ہدایت سے کوئی بھی خالی نہیں اسی لئے شراح حدیث نے تصریحات فرمائی ہیں کہ حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خطا اجتہادی کے باوجود اجر کے مستحق تھے اور صحابہ کرام رضے اللہ تعالیٰ عنہم کے مابین جو بعض مسائل فرعیہ میں اختلاف ہوا ہے تو اس اختلاف کو امر محمود پر محمول کیا جائے گا اور اس کی ایسی تاویل کرنا ضروری ہے کہ جس سے ان کی طرف عیب کی نسبت نہ ہو بلکہ خوبی اور کمال ثابت ہو اس لئے کہ صحابہ کرام نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے انوار صحبت سے فیضیاب ہیں لہٰذا وہ اس کے لائق ہیں کہ ان کے اختلاف و افعال کو امور حسنہ محمودہ پر محمول کیا جائے شفا شریف اور اس کی شرح نسیم الریاض میں ہے۔

" اذهم اهل ذالک ای مستحقون بان يحمل ما صدر منهم على امور حسنة محمودة "

دسواں مقدمہ:

حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت فرمانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ خلیفہ ہوئے ان کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق ؓ خلیفہ ہوئے ان کے بعد حضرت سیدنا عثمان غنی ؓ خلیفہ ہوئے ان کے بعد سیدنا مولی المسلمین مولیٰ علی شیر خدا ؓ خلیفہ ہوئے ان حضرات کی خلافت اس ترتیب سے خلافت راشدہ ہے ؓ۔ اس قسم کی حدیثیں کہ جن سے اشارتاً حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت ثابت ہو کثرت سے ہیں مگر خلافت پر صریح نص بیان نہ فرمائی جب صحابہ کرام انصار و مہاجرین ؓ کا اجماع ہوا تو حضرت صدیق اکبر ؓ نے قریش کے فضائل بیان فرمائے اور صحابہ انصار کے مناقب کا بھی اقرار کیا اور حدیث شریف سے ثابت فرمایا کہ خلافت قریش کا حق ہے لہٰذا خلیفہ قریشی ہوگا صحابہ کرام مہاجرین و انصار ؓ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی تقریر پر تنویر سے متاثر ہوئے اس کے بعد حضرت صدیق اکبر ؓ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ان دونوں میں سے یعنی حضرت عمر فاروق اعظم و حضرت امین امت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے ایک کو خلافت کیلئے پسند کرتا ہوں تو ان میں سے جس ایک کو چاہو بیعت کرلو۔ تمام صحابہ کرام ؓ کے دلوں میں ابوبکر صدیق ؓ کا بہت وقار تھا۔ اور صدیق اکبر ؓ کو اپنے سے افضل و اعلم برتر و بالا جانتے تھے لہٰذا حضرت صدیق اکبر کی موجودگی میں کسی دوسرے صحابی کو خلیفہ ہونے کی جرأت نہ ہوئی حضرت عمر فاروق اعظم ؓ نے حضرت صدیق اکبر ؓ کے پیارے ہاتھ پر بیعت خلافت کی پھر مہاجرین و انصار نے بیعت کی اور حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت پر اجماع و اتفاق ہوگیا۔ جب حضرت صدیق اکبر ؓ کی رحلت کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت عمر فاروق اعظم ؓ کو

اپنی حیات ظاہری میں خلیفہ منتخب فرمایا اور مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم سے اس انتخاب کے متعلق فی الجملہ مشورہ بھی کیا اور رحلت فرمانے سے کچھ پہلے حضور عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے متعلق اپنا عہد نامہ لکھوایا اور اس صحیفہ پر مہر فرمائی اور حکم دیا کہ اس صحیفہ میں جس کا نام خلافت کے لئے منتخب کرلیا ہے اس سے بیعت کریں چنانچہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت پر بھی اجماع واتفاق ہوگیا جب حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم کے رحلت فرمانے کا وقت قریب آیا تو حضرت سیدنا عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہمانے آپ سے عرض کی کہ آپ خلیفہ کا انتخاب فرمائیں تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں خلیفہ کا انتخاب کردوں تو یہ درست ہے اور سنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہے اور اگر میں خلیفہ کا انتخاب نہ کروں تو یہ بھی جائز ہے اور سنت رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے لہٰذا آپ نے خلافت کے مسئلہ کو عشرہ مبشرہ میں سے چھ صحابہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا حضرت عبد الرحمٰن بن عوف، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم کے درمیان شوریٰ چھوڑ دیا یعنی ان چھ صحابہ میں سے جس صحابی کو یہ خلیفہ منتخب کرلیں تو وہ میرے نزدیک بھی خلیفہ ہے تو ان چھ صحابہ میں سے پانچ نے بالآخر حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو خلافت کا معاملہ سپرد کردیا کہ جس کو وہ خلیفہ بنائیں وہ خلیفہ ہوگا تو حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کرلیا پھر سب نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیارے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی خلافت پر اجماع واتفاق ہے جب حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو آپ نے مسئلہ خلافت کے متعلق کوئی فیصلہ نہ فرمایا بعض اکابر مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ اب سب سے افضل واعلیٰ اور خلافت کیلئے موزوں مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا اکابر مہاجرین وانصار نے حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے بیعت خلافت کی حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ وقت خلافت موجودہ صحابہ میں سے افضل واعلیٰ ہونے سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بھی انکار نہ تھا اور نہ مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے ان کے احق بالخلافت ہونے کا کوئی نزاع تھا۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے۔

" عن مسلم الخولانی قال المعاوية انت تنازع عليا فی الخلافة اوانت مثله قال لا وانی لا علم انه افضل منی واحق بالامر ولکن الستم تعلمون ان عثمان قتل مظلوما وانا ابن عمه ووليه اطلب بدمه "

مسلم خولانی سے ہے انہوں نے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا آپ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خلافت کے بارے میں نزاع کرتے ہیں تو کیا آپ ان کی مثل ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا نہیں اور میں بیشک جانتا ہوں کہ حضرت مولیٰ علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے افضل ہیں اور خلافت کے زیادہ حق دار ہیں اور لیکن تم جانتے ہو کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوماً قتل کردیئے گئے ہیں اور میں ان کے چچا کا لڑکا ہوں اور ان کا ولی ہوں اور ان کے خون کا مطالبہ کرتا ہوں۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

اسلامی قانون وراثت

ازافادات عالیہ حضرت فیضدرجت مرشد طریقت جامع معقول ومنقول استاذ العلماء محدث اعظم پاکستان حجۃ الاسلام مولانا مولوی ابوالفضل محمد سردار احمد صاحب دامت برکاتہم

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلہ میں کہ:

قانون وراثت کے متعلق چوہدری محمد اقبال صاحب چیمہ ایم۔ایل۔اے سیالکوٹ نے ایک ترمیم پیش کی ہے جس کی بناپراس ترمیمی قانون کا نام پنجاب نفاذ قانون اسلامی (شریعت) ترمیمی بل ۱۹۵۳ء تجویز ہوگا اس میں ترمیمی بل کی یہ عبارت ہے مندرجہ ذیل نئی دفعہ بطور دفعہ ۲ الف ایکٹ نمبر 9،1948 میں زیادہ کی جائے گی۔

۲ الف "اگر کسی بیٹے یا بیٹی بھائی یا بہن کی موت ایسے وقت واقع ہوجائے جبکہ وہ شخص زندہ ہو جس کا ترکہ اسے ملنا ہے تو ان کے ورثاء کو ترکہ ایسے ہی ملے گا گویا کہ وقت کھلنے ترکہ وہ ابھی زندہ تھے یعنی یہ تصور کیا جائے گا کہ جس کا ترکہ تقسیم ہونا ہے اس کے بعد فوت ہوئے ہیں۔" اس ترمیم کی وجہ یہ بیان کی ہے۔ "یہ عام خیال ہے کہ اصول نمائندگی وراثت شرعی کے لئے ایک اجنبی اصول ہے اس وقت پہلے فوت شدہ لڑکے یا لڑکی بھائی یا بہن کی اولاد متوفی کا ترکہ نہیں پاتی۔ قانون شریعت میں ایسی کوئی صریح بندش نہیں جو کہ ایسی اولاد کو ترکہ پانے سے روکے۔ اس قانون کا موجودہ تخیل پہلے فوت ہونے والے لڑکا لڑکی بھائی بہن کے بچوں کی زندگی تباہ بنادیتا ہے قانون کو اسلامی روح کے مطابق بنانے کے لئے متذکرہ بالا ترمیم تجویز کی گئی ہے۔"

اسلامی شرعی قانون سے تو بیٹے اور بیٹی کی موجودگی میں پوتے پوتی ترکہ سے محروم ہیں یونہی بھائی کی موجودگی میں بھتیجے اور بھانجے ترکہ سے محروم ہیں لیکن اس کے متعلق ترمیمی بل میں لکھا ہے "کہ ترکہ سے محرومی روح اسلام کے مطابق نہیں۔"

(المستفتی: مولوی محمد حسن ریاست بھاولپور اور مولانا قاری محبوب رضا عارف و'' منٹگمری)

الجواب: "بسم اللہ الرحمن الرحیم☆ نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم وعلی الہ واصحابہ وحزبہ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین☆" ترمیمی بل کے متعلق کچھ لکھنے سے پہلے یہ زیادہ مناسب ہے کہ بطور تمہید ومقدمہ چند باتیں لکھی جائیں تاکہ یہ امر واضح ہوجائے کہ ترمیمی بل کس حد تک قرآن وحدیث ودین اسلام کے خلاف ہے۔

تمہید: ارکان اسلام نماز وروزہ حج زکوٰۃ معاملات شرعیہ کے مسائل کا جاننا شرعاً لازم ہے اسی طرح علم فرائض تقسیم ترکہ

کے مسائل جاننا بھی شرعاً ضروری ہے حضور نبی کریم رؤف الرحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس علم کے سیکھنے سکھانے کا حکم فرمایا امام ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا "تعلموا الفرائض والقران وعلموا الناس" (تفسیر خازن مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۶ جلد ۱) یعنی فرائض و قرآن کا علم سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ۔ محدث ابن ماجہ ومحدث دار قطنی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "تعلموا الفرائض وعلموها فانه نصف العلم" (تفسیر خازن مطبوعہ مصر صفحہ ۲۰۶ جلد ۱) یعنی علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ علم فرائض نصف علم ہے علم دین کے شعبوں میں سے یہ علم فرائض بھی ایک نہایت امتیازی شان رکھتا ہے۔ شریعت مطہرہ نے اس کا بڑا اہتمام فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس کے متعلق قرآن پاک میں آیات کریمہ نازل فرمائیں سرکار دوعالم نور مجسم رسول مکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے مسائل کو بیان فرمایا اور امت کو اس کے سیکھنے سکھانے کا حکم فرمایا۔ چنانچہ خلفائے راشدین نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اس علم فرائض کو بھی سیکھا اور دوسروں کو سکھایا اور آئمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اس علم کے فضائل وضوابط وقواعد واصول وفروع قرآن وحدیث کے مطابق اجمالاً وتفصیلاً بیان فرمائے فقہاء کرام نے اس موضوع پر کتابیں تصنیف فرمائیں۔ صدیوں سے جس پر عملدرآمد ہے تقسیم ترکہ کے متعلق جن مسائل میں آج کل گفتگو ہو رہی ہے اور اخباروں اور پرچوں میں مضمون چھپ رہے ہیں یہ مسائل عہد رسالت ودور خلافت قرون خیر میں طے ہو چکے اور عہد رسالت سے لے کر آج تک خلفائے راشدین وصحابہ کرام ومجتہدین وفقہاء ومحدثین وعارفین ومفسرین ومجددین واولیاء کاملین ومصنفین ومدرسین وعلماء عاملین وسلاطین اسلام اور ان کے قاضی وحکام الغرض جمہور مسلمان اپنے اپنے زمانہ میں اس پر عمل کرتے رہے یہ ترمیمی بل اس قدیم مروج اسلامی قانون وراثت کے سراسر خلاف ہے۔

پہلا مقدمہ: شریعت مطہرہ نے جن وارثوں کے لئے حصے متعین کر دیئے ہیں ان وارثوں کو اصحاب فرائض کہتے ہیں اور وہ بارہ (۱۲) نفر ہیں جن میں سے چار ۴ مرد ہیں باپ، دادا، خاوند، اخیافی بھائی (یعنی صرف ماں کی طرف سے بھائی آٹھ عورتیں ہیں بیوی، بیٹی، پوتی، حقیقی بہن، علاتی بہن (یعنی صرف باپ کی طرف سے بہن اخیافی بہن (یعنی صرف ماں کی طرف سے بہن) ماں، دادی، نانی۔

دوسرا مقدمہ: وارثوں کے لئے جو سہام (حصے) معین مقرر ہیں وہ چھ ہیں۔

آدھا ۔ ۱/۲ چوتھا ۔ ۱/۴ آٹھواں ۔ ۱/۸ دو تہائی ۔ ۲/۳ تیسرا ۔ 1/3 چھٹا ۔ ۱/۶

تیسرا مقدمہ: عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں عصبہ بنفسہ، عصبہ بغیرہ، عصبہ مع غیرہ۔

یہاں مقصود عصبہ بنفسہ کا بیان کرنا ہے عصبہ بنفسہ وہ مرد ہے جس کی نسبت میت کی طرف کریں تو عورت نسبت میں

اصل نہ ہو اس عصبہ کی چار قسمیں ہیں پہلی قسم میت کا جز یعنی بیٹا، پوتا، پرپوتا، دوسری قسم میت کی اصل یعنی میت کا باپ دادا، پردادا تیسری قسم میت کے باپ کا جز، یعنی میت کا بھائی، بھائی کا لڑکا، بھائی کا پوتا، پرپوتا چوتھی قسم میت کے دادا کا جز یعنی میت کا چچا، چچا کا بیٹا، چچا کا پوتا پرپوتا۔

چوتھا مقدمہ : وارثوں میں سب سے پہلے اصحاب فرائض کو حسب شرع ترکہ دیا جائے گا ان کو ترکہ دینے کے بعد جو باقی بچے وہ سب سے زیادہ قریبی عصبہ کو ملے گا اور اگر اصحاب فرائض میں سے کوئی نہ ہو تو سب ترکہ میت سے زیادہ قریبی عصبہ کو شرعا پہنچے گا جیسا کہ حدیث شریف سے ثابت ہے اس حدیث شریف کا بیان مع حوالہ آتا ہے۔

پانچواں مقدمہ : وارث وہ شخص ہے جو مورث کے انتقال کے وقت موجود ہو زندہ ہو خواہ ماں کے پیٹ میں ہو اور مورث کے انتقال کے بعد زندہ پیدا ہوا اور مورث کی زندگی میں جو شخص مرجائے اس کو مورث کا ترکہ شرعا ہرگز نہیں ملتا مورث جس جائداد منقولہ یا غیر منقولہ کو چھوڑ کر مرے وہ مال اس کا ترکہ ہے اس ترکہ کو شریعت کے مطابق موجودہ وارثوں پر تقسیم کیا جائیگا۔ اور جو شخص موجود نہیں بلکہ مورث کی زندگی میں مرچکا ہے تو اس کو ترکہ دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا یہ ایک ایسا واضح مسئلہ ہے کہ جس میں کچھ پیچیدگی نہیں اور زمانہ ءبرکت نشان عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے اس میں اختلاف نہیں کیا سب کا اس پر اتفاق ہے مگر جناب چیمہ صاحب اس اسلامی متفق علیہ مسئلہ پر نکتہ چینی کر کے اختلاف کا بیج بو رہے ہیں مولی عزوجل سب مسلمانوں کو اسلامی قانون کی مخالفت سے بچائے۔

قرآن کریم کا فرمان اولاد کے ترکہ پانے کا بیان:

قرآن پاک میں ہے "ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون" (سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۴) یعنی ہم نے سب کے لئے ورثاء بنادیے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اس آیت پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ ماں باپ کا ترکہ اولاد کو ملتا ہے اور اسی طرح قرابت والوں کا ترکہ بھی ان کے وارثوں کو ملتا ہے مگر اولاد کو کتنا ترکہ ملتا ہے اس کا ذکر اس آیت پاک میں ہے۔

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْۤ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ فَاِنْ کُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ وَاِنْ کَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ (سورہ نساء رکوع ۲ پارہ نمبر ۴)

یعنی اللہ تعالی تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے زیادہ تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کے لئے آدھا اس آیت پاک میں اولاد کے ترکہ پانے کا بیان ہے۔

میت نے جو اولاد چھوڑی اس کی تین صورتیں ہیں۔ پہلی صورت لڑکے لڑکی کو چھوڑا دوسری صورت صرف لڑکیاں چھوڑیں۔ تیسری صورت صرف لڑکے چھوڑے۔

پہلی صورت میں لڑکے کو لڑکی سے دوگنا ملے گا آیت مذکورہ میں اس کے متعلق فرمایا: ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ دوسری صورت میں جب کہ صرف لڑکیاں چھوڑی ہیں دو ہوں یا دو سے زیادہ تو لڑکیوں کو کل ترکہ سے دو تہائی ملے گا آیت مذکورہ میں اس کے متعلق فرمایا ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ﴾ اور اگر میت نے ایک لڑکی چھوڑی تو اس کو ترکہ سے آدھا ملتا ہے اس کا بیان آیت مذکورہ میں یوں ہے ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾ تیسری صورت صرف لڑکے چھوڑے تو سب کو ترکہ سے برابر حصہ ملے گا۔ اور اگر ایک ہی لڑکا چھوڑا ہے تو وہ سارا ترکہ پائے گا کیونکہ آیت پاک میں لڑکے کا حصہ لڑکی کے حصہ سے دوگنا بتایا۔ جب ایک لڑکی کو کل ترکہ کا نصف ملتا ہے تو جب میت نے ایک ہی لڑکا چھوڑا تو اس کو کل ترکہ ملے گا۔ جیسا کہ ان دو آیتوں ﴿ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ ﴾ اور ﴿وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ﴾ کے مضمون سے ثابت ہوتا ہے لڑکے کو کل ترکہ ملنے کا مطلب یہ ہے کہ میت کے اصحاب فرائض میں سے کوئی وارث نہیں تو لڑکا کل ترکہ پائے گا اور اگر اصحاب فرائض سے کوئی ہے تو اس کو اس کا شرعی مقرر حصہ دیا جائیگا۔ اور جو باقی بچے گا وہ سارا لڑکے کو ملے گا۔ مطلب یہ ہے کہ میت کے عصبات پوتا پر پوتا بھائی بھتیجا اور چچا وغیرہ بیٹے کی موجودگی میں سب محروم ہیں دیکھئے قرآن کریم کی آیت کریمہ کے مضمون سے ثابت ہوا کہ لڑکے کی موجودگی میں میت کا پوتا محروم ہے۔

حدیث شریف کا صاف صریح فیصلہ ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا پوتی وراثت سے محروم ہیں:

اماموں کے امام مجتہدوں کے پیشوا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔

" قال رسول الله ﷺ الحقو الفرائض باهلها فما بقی فلاولی رجل ذکر " (مسند امام اعظم مطبوعہ اصح المطابع ص ۲۳۲)

یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جن ورثاء کے حصے شرعاً مقرر و معین ہیں ان کو ان کے شرعی حصے دو اور پھر جو باقی بچے وہ میت

؎ حدیث شریف میں صراحۃً ذکر ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کی دو لڑکیوں کو ان کے باپ کے ترکہ سے دو تہائی حصہ عطا فرمایا اور مفسرین نے یوں بھی لکھا ہے کہ اس آیت پاک میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی "فان کن نساء اثنتین فما فوقهما فلهن الثلثا ما ترک" تو قرآن پاک سے ثابت ہوا کہ دو لڑکیوں کو دو تہائی ملتا ہے اور وہ حدیث اس آیت کا بیان ہے اور مفسرین نے یوں بھی لکھا ہے کہ جب دو بہنوں کے لئے ترکہ کا دو تہائی قرآن پاک کی دوسری آیت میں منصوص ہے تو دو لڑکیاں بدرجہ اولیٰ دو تہائی کی حقدار ہیں ۱۲ منہ۔

کے زیادہ قریبی مرد کے لئے ہے اس حدیث شریف سے صراحۃً ثابت ہوا کہ اصحاب فرائض کے بعد وراثت کا حقدار میت کا زیادہ قریبی عصبہ ہے مثلاً زید کا انتقال ہوا اس نے ایک بیوی اور ماں اور ایک لڑکا اور ایک پوتا چھوڑا تو اس صورت میں میت کا ترکہ حسب شرع ۲۴ حصوں پر تقسیم ہوگا جس میں سے میت کی بیوی کو آٹھواں حصہ یعنی تین سہام ملیں گے۔ اور میت کی ماں کو چھٹا حصہ یعنی چار سہام ملیں گے اور ترکہ میں سے باقی سترہ (۱۷) سہام میت کے لڑکے کو ملیں گے کیونکہ میت کا لڑکا میت کا زیادہ قریبی عصبہ ہے اور پوتا چونکہ لڑکے کے اعتبار سے ایک درجہ بعید ہے لہٰذا بحکم حدیث شریف پوتا محروم ہے اس حدیث شریف میں وہ ورثاء کہ جن کے حصے شریعت میں مقرر ہیں ان کو سب ورثاء سے پہلے ان کے حصے دینے کا حکم فرمایا ہے اور جو ان سے باقی بچے میت کے زیادہ قریبی عصبہ کو اس کا حقدار بتایا جس سے معلوم ہوا کہ اگر میت کے اصحاب فرائض میں سے کوئی وارث بھی نہیں صرف عصبہ ہیں تو اس صورت میں میت کا سب سے زیادہ قریبی عصبہ جو ہوگا وہ شرعاً کل ترکہ کا حقدار ہے مثلاً زید کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا ایک پوتا ایک بھائی ایک بھتیجا ایک چچا ان کو چھوڑا تو اس صورت میں حسب شرع کل ترکہ زید کے صرف لڑکے کو ملے گا۔ اور زید کا پوتا بھائی، بھتیجا، چچا سب محروم ہیں حالانکہ یہ سب عصبہ بنفسہ ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ میت کا لڑکا اس کا سب سے زیادہ قریبی عصبہ ہے اور میت کا پوتا، بھائی، بھتیجا، چچا یہ سب میت کے عصبہ ابعد ہیں دیکھئے حدیث شریف سے صراحۃً یہ قانون ثابت ہوا کہ میت کے عصبہ اقرب کی موجودگی میں عصبہ ابعد محروم ہے اور حدیث پاک سے یہ مسائل بھی ثابت ہوئے۔

1: میت کے بیٹے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی محروم میت کے پوتے کی موجودگی میں میت کا پرپوتا پرپوتی محروم۔

2: میت کے باپ کی موجودگی میں میت کا دادا محروم اور میت کے دادا کی موجودگی میں پردادا محروم۔

3: میت کے بھائی کی موجودگی میں میت کا بھتیجا محروم اور میت کے بھتیجے کی موجودگی میں میت کے بھائی کا پوتا محروم۔

4: میت کے چچا کی موجودگی میں میت کے چچا کا لڑکا محروم اور میت کے چچا کے لڑکے کی موجودگی میں چچا کا پوتا محروم۔

5: میت کا لڑکا یا پوتا ہے تو میت کا بھائی اور میت کے بھائی کی اولاد محروم۔

6: میت کا بھائی یا بھائی کا لڑکا یا پوتا ہے تو میت کا چچا اور چچا کی اولاد محروم۔

7: میت کا چچا یا چچا کا لڑکا یا پوتا موجود ہے تو میت کے باپ کا چچا یا اس کا لڑکا یا پوتا محروم۔

8: میت کا چچا موجود ہو تو میت کی پھوپھی محروم حالانکہ پھوپھی چچا کی بہن ہے۔

9: میت کا بھتیجا موجود ہو تو میت کی بھتیجی محروم حالانکہ بھتیجا بھتیجی بہن بھائی ہیں۔

10: میت کے چچا کا لڑکا موجود ہو تو چچا کی لڑکی محروم حالانکہ چچا کا لڑکا اور چچا کی لڑکی بہن بھائی ہیں۔

ان تمام مسائل کی دلیل یہ حدیث شریف ہے یعنی اصحاب فرائض کے بعد میت کا ترکہ میت کے زیادہ قریبی عصبہ۔

کو ملے گا بیٹا پوتے سے زیادہ قریبی ہے لہٰذا بیٹے کی موجودگی میں پوتا ترکہ نہیں پائے گا میت کا باپ میت کے دادا سے زیادہ قریبی ہے لہٰذا باپ کی موجودگی میں دادا ترکہ نہیں پائے گا۔ وعلی ہذا القیاس اس بیان سے واضح ہوگیا کہ فقہاء کرام ومحدثین عظام نے ترکہ کے یہ مسائل جو بیان فرمائے ہیں اپنی طرف سے بیان نہیں فرمائے بلکہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث شریف سے بیان فرمائے ہیں۔

جن کتابوں میں یہ حدیث شریف مذکور ہے ان کتابوں کے نام مع حوالہ:

(نمبر۱) مسند امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مطبوعہ اصح المطابع لکھنو صفحہ ۲۳۲ (نمبر۲) مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطبوعہ مصر صفحہ ۲۲۹۔۳۰۹۔۳۵۷ (جلد۴) نمبر۳ صحیح بخاری شریف مطبوعہ اصح المطابع دہلی صفحہ ۹۹۷ جزو ۲۷ (نمبر۴) صحیح مسلم شریف مطبوعہ اصح المطابع دہلی صفحہ ۳۴۷ جلد۲ (نمبر۵) جامع ترمذی شریف مطبوعہ اصح المطابع لکھنو صفحہ ۳۰۵ جلد۲ (نمبر۶) سنن ابوداؤد شریف مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۴۵ جلد۲ (نمبر۷) سنن ابن ماجہ شریف مطبوعہ نظامی دہلی صفحہ ۱۰۱ (نمبر۸) طحاوی شریف مطبوعہ جید برقی پریس دہلی صفحہ ۴۴۵ جلد۲ (نمبر۹) سنن کبریٰ للبیہقی مطبوعہ دائرہ المعارف حیدرآباد دکن ہند صفحہ ۲۳۸۔۲۳۹ جلد (نمبر۱۰) مستدرک حاکم مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن صفحہ ۳۳۸ جلد۴ (نمبر۱۱) تلخیص مستدرک للذہبی برحاشیہ مستدرک مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن صفحہ ۳۳۸ (نمبر۱۲) سنن دارقطنی از حاشیہ مسند امام اعظم ابوحنیفہ مطبوعہ اصح المطابع لکھنو صفحہ ۲۳۲ (نمبر۱۳) سنن کبریٰ للنسائی از حاشیہ مسند امام اعظم مطبوعہ اصح المطابع لکھنو صفحہ ۲۳۲ (نمبر۱۴) جامع الصغیر للسیوطی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۰۵ جلد۲ (نمبر۱۵) معالم السنن شرح ابوداؤد (مطبوعہ) مصر صفحہ ۹۷ جلد۴ (نمبر۱۶) زرقانی شرح موطا امام مالک مطبوعہ مصر صفحہ ۳۶۴ جلد۲ (نمبر۱۷) مرقات شرح مشکوٰۃ مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸۶ جلد۳ (نمبر۱۸) حاشیہ موطا امام مالک مطبوعہ جید برقی پریس دہلی صفحہ ۴۱۹ جلد (نمبر۱۹) تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۵۵ جلد۳ (نمبر۲۰) تفسیر خازن مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۸ جلد۱ (نمبر۲۱) تفسیر معالم التنزیل بغوی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۷ جلد۲ (نمبر۲۲) تفسیر روح المعانی مطبوعہ مصر صفحہ ۴۵ جلد۶ (نمبر۲۳) تفسیر ابن کثیر مطبوعہ مصر صفحہ ۵۹۴ جلد۱ (نمبر۲۴) احکام القرآن للجصاص الرازی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۱۲ جلد۲ (نمبر۲۵) تفسیرات احمدیہ مطبوعہ جید برقی پریس دہلی نمبر ۱۸۹ (نمبر۲۶) کشف الغمہ عن جمیع الامۃ

مولوی مودودی صاحب اور غیر مقلدین خاص کر ابن قیم کو بہت مانتے ہیں اس نے بھی اپنی کتاب اعلام الموقعین مطبوعہ مصر صفحہ ۳۱۸۔۳۱۹ میں یہ حدیث نقل کی اور یہ بیان کیا کہ علم فرائض کا یہ قانون ہے کہ میت کا عصبہ بعید محروم ہو جاتا ہے یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتا پوتی محروم اسی طرح قاضی شوکانی نے اپنی کتاب نیل الاوطار کے صفحہ ۵۳ جلد ۶ میں یہ حدیث نقل کی اور صفحہ ۵۶ میں اس پر اجماع واتفاق کیا لہٰذا مودودی صاحب کو بھی اعلان کر دینا چاہیے کی بیٹے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی محروم ہیں یہ قانون صراحۃ حدیث سے ثابت ہے۔

(۱۱)امام عبدالوہاب الشعرانی مطبوعہ مصر صفحہ ۳۸ جلد ۲ (نمبر ۲۷) مبسوط الشمس الآئمہ سرخسی مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۱ جلد ۲۹ (نمبر ۲۸) شریفیہ شرح سراجی مطبوعہ مجتبائی دہلی صفحہ ۸ (نمبر ۲۹) مجمع الانہر مطبوعہ مصر صفحہ ۷۴۷ جلد ۲ (نمبر ۳۰) در المختار مطبوعہ مصر صفحہ ۷۴۷ جلد ۲ (نمبر ۳۱) عمدۃ القاری شرح بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۷ جلد ۱۱ (نمبر ۳۳) فتح الباری شرح بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۳ جلد ۱۲ ودیگر شروح بخاری میں بھی بلکہ بے شمار کتب احادیث وفقہ میں اس حدیث شریف کو بیان کیا اور اس پر اعتماد کیا بطور نمونہ چند کتابوں کے نام پیش کر دیے ہیں صحابہ کرام وآئمہ محدثین وآئمہ مفسرین وآئمہ اصولیین وفقہاء کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سب نے اس حدیث شریف کو صحیح ومعتبر مانا ہے اور بالاتفاق اس حدیث شریف سے کثرت سے مسائل کو ثابت کیا ہے آئمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ امام مالک امام شافعی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ان کے مقلدین سب نے اس پر اتفاق کیا کہ بیٹے کی موجودگی میں پوتا پوتی محروم ہیں۔

صحیح بخاری شریف میں پوتے پوتی کی وراثت کے متعلق ترجمہ باب یوں لکھا۔

"باب میراث ابن الا بن اذلم یکن له ابن" یعنی جب میت کا بیٹا نہ ہو تو میت کے پوتے کے وارث ہونے کا باب اس کے بعد حضرت زید بن ثابت کاتب وحی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایات نقل کی "ولا یورث ولد الا بن مع الابن" یعنی میت کے بیٹے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی وارث نہیں پھر بخاری شریف میں اس مسئلہ کے ثبوت کے لئے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرفوع متصل حدیث مذکور نقل کی۔

عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری میں ہے "وھذا الذی قاله زید اجماع" (عمدۃ القاری صفحہ ۹۹ جلد ۱۱) یعنی حضرت زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو فرمایا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی محروم ہے یہ صرف حضرت زید صحابی کا قول نہیں بلکہ تمام صحابہ کرام کا بلکہ سب مسلمانوں کا اس پر اتفاق۔

فتح الباری شرح صحیح بخاری مطبوعہ مصر صفحہ ۱۰ جلد ۱۲ میں بھی اس مسئلہ پر اتفاق نقل کیا۔

نووی شرح مسلم میں امام اجل محدث نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا

" وقد اجمع المسلمون علی ان ما بقی بعد الفروض فھو للعصبات ویقدم الاقرب فلا قرب فلا یورث عاصب بعید مع وجود قریب" (صفحہ ۳۴ جلد ۲)

یعنی تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ جن ورثا کے حصے شرعاً معین ہیں ان کو شرعی حصے دینے کے بعد جو باقی رہے اس کے حقدار عصبات ہیں تو زیادہ قریبی کو ترتیب وار مقدم کیا جائے گا۔ قریبی عصب کے ہوتے ہوئے عصب بعید کو وراثت نہیں ملے گی

یہ حدیث متصل ہے اور بطور ارسال بھی مروی ہے مگر مراسل اس صورت میں متصل پر محمول ہے جیسا کہ عمدۃ القاری وفتح الباری شروح بخاری میں موجود ہے ۱۲ منہ

الحقو الفرائض باھلھا الحدیث ۱۲ منہ

یعنی بیٹا موجود ہے تو میت کا پوتا وارث نہ ہوگا۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "الا مر المجتمع عندنا والذی ادرکت علیه اهل العلم ببلدنافی فرائض المواریث........ فان اجتمع الولد للصلب وولد الابن فکان فی الولد للصلب ذکر فانه لامیراث معه لاحد من ولد الابن "یعنی وراثتوں کے حصوں کے متعلق جس پر ہمارے نزدیک اتفاق ہے اور مدینہ طیبہ کے اہل علم کو بھی اس پر متفق پایا اس میں سے ایک قانون یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد میں بیٹا ہو اور میت کے بیٹے کی اولاد ہو تو میت کے لڑکے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی وراثت سے محروم ہے (موطا امام مالک مطبوعہ جید برقی پریس دہلی صفحہ ۳۱۹) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی اس کی تصدیق فرمائی۔

مصفّٰی شرح موطا امام مالک میں شاہ ولی اللہ صاحب نے تحریر فرمایا "اگر جمع شوند اولاد بے واسطہ با اولاد پسر و باشد درمیان اولاد بے واسطہ مردے پس حکم ایں است کہ میراث نیست باد ہیچ کس را از اولاد پسر" دیکھئے شاہ صاحب نے صاف فیصلہ نقل فرمادیا کہ میت کا بیٹا ہو تو میت کے پوتے پوتی محروم ہیں۔

امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب کشف الغمہ میں حضرت زید صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ اسلامی قانون نقل فرمایا "ولا یرث ولد ابن مع ابن ذکر" (صفحہ ۳۸ جلد ۲) یعنی بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتی وارث نہیں۔

مبسوط میں ہے "فان اجتمع اولاد الصلب واولاد الا بن فان کان فی اولاد الصلب ذکر فلاشی لاولاد الابن ذکوراً کانوا او اناثااو مختلطین" (صفحہ ۱۴۱ جلد ۲۹ مطبوعہ مصر) یعنی اگر میت کی اولاد بھی ہے اور میت کے بیٹے کی اولاد بھی ہے تو اگر میت کی اولاد میں کوئی لڑکا ہو تو میت کے پوتے پوتیاں سب محروم ہیں۔

شریفیہ شرح سراجی مطبوعہ مجتبائی دہلی "کما یحجب اولاد الا بن بالا بن کذالک یحجب اولاد العلات بالاخ لاب وام" یعنی جس طرح میت کے بیٹے کی موجودگی میں میت کے پوتے پوتیاں محروم ہیں اسی طرح میت کے حقیقی بھائی کی موجودگی میں میت کے علاتی بھائی بہن محروم ہیں۔ کثرت سے کتب تفاسیر واحادیث وشروح وفقہ میں خصوصی طور پر یہ قانون بیان کیا گیا ہے کہ بیٹے کی موجودگی میں میت کا پوتا پوتی بہن بھائی بھتیجے ترکہ سے محروم ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ بیٹے اور پوتے وغیرہ کی وراثت کا مسئلہ کوئی نیا نہیں ہے کہ آج اس کا کوئی حل سوچا جائے بلکہ اس مسئلہ کا حل اور فیصلہ عہد رسالت سے ہی ہو چکا ہے اس میں اختلاف کی ذرہ برابر بھی گنجائش نہیں ہے پھر معلوم نہیں کہ جناب چیمہ صاحب اس فیصلہ کے ہونے کے باوجود کیوں اختلاف کر رہے ہیں۔ جناب چیمہ صاحب کی پیش کردہ ترمیم اسلامی قانون کے بالکل خلاف ہے دوسرے لفظوں میں قرآن وحدیث کو اپنی رائے سے منسوخ کرنے کے مترادف ہے جس کی جرأت مسلمان ہرگز نہیں کر سکتا۔

پوتے پوتی کی وراثت کا قانون

جس طرح قرآن پاک میں صراحت کے ساتھ خصوصی طور پر ماں باپ، بیٹے، بیٹی، بھائی، بہن، خاوند بیوی کے ترکہ پانے کا ذکر ہے۔ اس طرح خصوصی طور پر پوتے اور پوتی کے ترکہ پانے کا ذکر نہیں۔ ہاں جب میت کا بیٹا نہ ہو تو میت کا پوتا بیٹے کے حکم میں ہے۔ میت کی بیٹی بیٹا نہ ہو تو پوتی میت کی بیٹی کے حکم میں ہے۔ اس پر امت کا اجماع واتفاق ہے کہ میت کی اولاد میت کے لڑکے لڑکیاں ہیں اور میت کے پوتے پوتی میت کی اولاد نہیں بلکہ میت کی اولاد کی اولاد ہیں دوسرے لفظوں میں لڑکا لڑکی میت کی اولاد بلا واسطہ ہے اور پوتا پوتی میت کی اولاد ہے مگر لڑکے کے واسطے سے بیٹے اور پوتے میں عقلاً وشرعاً فرق کرنا ضروری ہے وراثت کا قانون بھی اس حقیقت پر مبنی ہے لہٰذا اس ترمیمی بل میں بیٹے اور پوتے کو ترکہ کا برابر حصہ دینا خلاف شرع مطہر ہے اور خلاف عقل بھی ہے۔

نکتہ: بطور مثال زید کے دو لڑکے اور ایک لڑکی ہے یہ آپس میں بہن بھائی ہیں پھر ان میں سے ہر ایک کی اولاد ہے تو زید کے خاندان کی یہ تین شاخیں علیحدہ علیحدہ ہو گئیں ایک لڑکے کی اولاد ایک شاخ۔ دوسرے لڑکے کی اولاد دوسری شاخ لڑکی کی اولاد تیسری شاخ۔ لڑکی کی اولاد کی نسبت لڑکی کے خاوند یعنی زید کے داماد کی طرف۔ لڑکے کی اولاد کی نسبت لڑکے کی طرف۔ یہ تینوں شاخیں شرعاً مختلف اسی لئے زید کے لڑکے کی لڑکی کا نکاح زید کے دوسرے لڑکے کے لڑکے کے ساتھ شرعاً جائز ہے حالانکہ لڑکی زید کی پوتی ہے اور لڑکا زید کا پوتا۔ اسی طرح زید کی لڑکی کے لڑکے یعنی نواسے کے ساتھ زید کی پوتی کا نکاح جائز ہے حالانکہ زید کے لڑکے اور لڑکی کا آپس میں نکاح شرعاً حرام ہے تو غور کیجئے کہ پوتے پوتی اور نواسے کے نکاح کے متعلق شرعی قانون اور ہے اور لڑکے لڑکی بہن بھائی کے نکاح کے بارے میں شرعی قانون دوسرا وہ جائز ہے اور یہ حرام۔ دوسرے لفظوں میں زید کا لڑکا زید کی لڑکی کے نکاح سے شرعاً محروم اور زید کا پوتا زید کی پوتی سے زید کا نواسہ زید کی پوتی سے نکاح کر سکتا ہے محروم نہیں۔ لڑکے کا لڑکی کے نکاح سے محروم رہنا یہ شرعاً کوئی نقص کی چیز نہیں۔ اور پوتے پوتی کا آپس میں نکاح جائز ہونا یہ بھی کوئی نقص نہیں اسی طرح بیٹے کی موجودگی میں پوتے کا ترکہ سے محروم رہنا کوئی نقص وعیب کی بات نہیں جیسے نکاح کے معاملہ میں لڑکے لڑکی کا درجہ اور ہے اور پوتے پوتی کا درجہ دوسرا ہے اسی طرح وراثت کے قانون میں لڑکے اور پوتے کے درجہ میں فرق ہے یہ فرق کرنا ایک شرعی حقیقت ہے۔ جس پر عقل شاہد ہے اور یہ حقیقت وراثت کے قانون اسلامی کی بنیاد ہے۔ جس کو جناب چیمہ صاحب اپنے تخیل سے مٹانے کی کوشش میں ہیں اگر کوئی یہ کہے کہ لڑکا اور لڑکی ترکہ پاتے ہیں اور لڑکے اور لڑکی کی موجودگی میں پوتا اور پوتی ترکہ کیوں نہیں پاتے تو اس سے دریافت کرو کہ پوتا پوتی آپس میں نکاح سے محروم نہیں اور لڑکا لڑکی آپس میں نکاح سے کیوں محروم ہیں تو اس کے متعلق یہی جواب دیا جائے گا کہ شرعی

قانون سے لڑکے لڑکی کا نکاح ناجائز ہے تو وراثت کے متعلق بھی یہی جواب ہے کہ شرعی قانون سے بیٹے کی موجودگی میں پوتا پوتی ترکہ نہیں پاتے۔ شریعت کے قانون پر ہر مسئلہ کی انتہا ہے۔ مگر ترمیمی بل کی انتہا شرعی قانون پر نہیں بلکہ اس کا منشا صرف تخیل ہے۔ جناب چیمہ صاحب قانون وراثت میں لڑکے لڑکی پوتے پوتی کو ایک درجہ میں تصور کر رہے ہیں کیا چیمہ صاحب قانون نکاح میں پوتے پوتی کو لڑکے لڑکی کے درجہ میں برابر تصور کریں گے اور پوتے پوتی کے نکاح کو مثل لڑکے لڑکی کے نکاح کے حرام قرار دیں گے۔

پوتے پوتی کی وراثت کی تشکیل

☆ اگر میت کا بیٹا نہیں ہے اور پوتا پوتی ہے تو اگر میت کے ورثاء میں سے اصحاب فرائض ہیں تو ان ورثاء کو پہلے ان کے شرعی حصے دیئے جائیں گے اور جو باقی رہے گا وہ پوتا پوتی پائیں گے۔ یعنی پوتے کا حصہ پوتی کے حصہ سے دوگنا ہوگا۔ اور اگر میت کے اصحاب فرائض میں سے کوئی بھی نہیں تو میت کا کل ترکہ پوتے پوتی کو ملے گا۔

☆ میت کا پوتا ہے اور بھائی یا بھتیجا یا چچا کا لڑکا ہے تو اس صورت میں کل ترکہ صرف پوتے کو ملے گا اور میت کا بھائی بھتیجا۔ چچا اور چچا کا لڑکا سب محروم ہیں۔

☆ اگر میت کے ورثاء میں سے لڑکا لڑکی نہیں ہے بلکہ پوتی ہے تو پوتی کے لئے شرعاً کل ترکہ کا نصف حصہ مقرر ہے۔

☆ اگر میت کی دو یا دو سے زیادہ پوتیاں ہیں اور میت کے لڑکا لڑکی نہیں تو ان کے لئے شرعاً کل ترکہ کا دو تہائی حصہ مقرر ہے۔

☆ اگر میت کے ورثاء میں سے ایک لڑکی ہے اور ایک پوتی بھی ہے تو لڑکی کو کل ترکہ کا نصف ایک بٹہ دو ۱/۲ حصہ ملتا ہے اور پوتی کو ترکہ کا چھٹا حصہ ملتا ہے یعنی ایک بٹہ چھ ۱/۶۔

☆ اگر میت کے ورثاء میں سے دو لڑکیاں ہیں اور پوتی ہیں تو دو لڑکیوں کو دو تہائی حصہ ملے گا اور پوتی محروم ہوگی۔

ہاں اگر پوتی کے ساتھ پوتا بھی ہے یا پوتی کے درجہ سے نیچے پڑپوتا ہے تو پوتا پوتی مل کر عصبہ ہو جائیں گے اور جو ترکہ اصحاب فرائض کو دینے کے بعد باقی رہے گا پوتا پوتی اس کے حقدار ہیں پوتے کو پوتی سے دوگنا ملے گا۔

☆ اگر میت کا لڑکا موجود ہو تو میت کے پوتے پوتیاں سب محروم ہیں۔

بہن بھائی کے ترکہ پانے کا بیان

☆ اگر میت کے اصول و فروع ہوں یعنی باپ دادا لڑکا لڑکی، پوتا پوتی نہ ہوں اور میت کی ایک بہن ہو تو شرعاً اس کے لئے ترکہ کا نصف حصہ مقرر ہے۔

☆ اور اگر دو یا دو سے زیادہ بہنیں ہوں تو ان کے لئے ترکہ کا دو تہائی حصہ مقرر ہے۔

☆ اور اگر بہن کے ساتھ بھائی بھی ہے تو بہن عصبہ ہو جائے گی اور اصحاب فرائض کو دینے کے بعد جو باقی رہے گا وہ بہن بھائی میں تقسیم ہوگا۔ بھائی کو بہن سے دوگنا ملے گا۔

☆ اگر میت کی بیٹی یا پوتی ہے تو بہن کے لئے کوئی حصہ مقرر نہیں۔ بلکہ بہن عصبہ ہے اصحاب فرائض کے بعد جو باقی رہے وہ بہن کو ملے گا۔

☆ میت کا باپ دادا موجود ہو یا میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہو تو میت کے بھائی بہن ترکہ سے محروم ہیں۔

☆ میت کا بھائی موجود ہے اور میت کا بھتیجا یا میت کا چچا یا چچا کا لڑکا موجود ہے تو میت کا ترکہ اس صورت میں صرف میت کے بھائی کو ملے گا۔ کیونکہ وہ عصبہ اقرب ہے اور میت کا بھتیجا اور میت کا چچا اور چچا کا لڑکا محروم ہیں کیونکہ یہ میت کے عصبہ ابعد ہیں۔ اور عصبہ اقرب کی موجودگی میں عصبہ ابعد کا محروم ہونا اسلامی قانون ہے۔ یہ حقیقی بہن بھائی کے ترکہ کی تفصیل ہے علاتی بہن بھائی کو اور اخیافی بہن بھائی کو حسب قانون اسلامی ترکہ ملتا ہے۔ جس کی تفصیل کتب فرائض میں ہے۔ طوالت کے خوف سے یہاں بیان نہیں کی۔

برادران اسلام ذرا غور کیجئے کہ وراثت کے متعلق اسلامی قانون نے پوتے پوتی کو مطلقاً محروم نہیں کیا بلکہ قرآن و حدیث کی بیان کردہ ترتیب سے شرعاً ان کو ترکہ ملتا ہے مگر جناب چیمہ صاحب قرآن و حدیث کے قانون کی ترمیم کرنا چاہتے ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ میری رائے کے مطابق وراثت کا قانون چلے اور جو اسلامی قانون آج تک مسلمانوں میں جاری ہے وہ بند ہو جائے۔ والعیاذ باللہ من ذلک۔

☆☆☆☆☆

قرآن وحدیث کا قانون متعلق وراثت اور ترمیمی بل کی دفعہ ۲ الف کی حقیقت

اب وراثت کے چند مسائل بیان کئے جاتے ہیں جس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ اسلامی قانون سے وارث کو کیا ملتا ہے اور جناب چیمہ صاحب قانون اسلام کی مخالفت کر کے وارث کو کیا حق دلا رہے ہیں۔

1: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا اور ایک پوتی چھوڑ دی تو اسلامی قانون کے مطابق اس صورت میں کل ترکہ لڑکے کو ملتا ہے اور پوتی محروم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱:	لڑکا	پوتی
	۱	محروم

چیمہ صاحب چونکہ پوتی کے مردہ باپ کو زندہ تصور کرتے ہیں تو گویا میت کے انتقال کے وقت دو بیٹے ہیں لہٰذا ایک بیٹے کو آدھا ملے گا اور مردہ بیٹے کو بھی آدھا ملے گا اور وہ آدھا ترکہ اس لڑکی یعنی میت کی پوتی پائے گی۔

مسئلہ نمبر ۲:	لڑکا	پوتی
	۱	۱

قرآن پاک نے تو لڑکے کو لڑکی سے دوگنا ترکہ دیا مگر چیمہ صاحب ہیں کہ لڑکے کو پوتی کے برابر وراثت کا حصہ دلا رہے ہیں جو کہ قرآن پاک کے خلاف ہے چیمہ صاحب نے بڑی بہادری کی کہ قرآن نے تو لڑکی کو لڑکے کے حصہ سے آدھا دلایا تھا اور چیمہ صاحب میت کی پوتی کو لڑکے کے برابر دلا رہے ہیں۔ یعنی پوتی کا حصہ ترکہ میں چیمہ صاحب کے نزدیک لڑکی سے بھی دوگنا ہے کتنا صریح ظلم ہے۔

میت نے ایک لڑکا اور ایک نواسہ یعنی لڑکی کا لڑکا چھوڑا!

2: اسلامی قانون کے مطابق میت کے لڑکے کو کل ترکہ ملتا ہے اور نواسا محروم ہے کیونکہ لڑکا قریبی عصبہ ہے اور نواسا ذوی الارحام میں سے ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام کو ترکہ نہیں ملتا۔

مسئلہ نمبر ۱:	لڑکا	نواسا
	۱	محروم

چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق میت کی مردہ لڑکی کو زندہ تصور کیا جائے گا تو ترکہ میں سے لڑکے کو دوگنا اور لڑکی کو اس سے

آدھا ملے گا یعنی لڑکے کو کل ترکہ کا دو بٹہ تین اور لڑکی کو ایک بٹہ تین اور لڑکی کا یہ ترکہ ایک بٹہ تین لڑکی کا لڑکا یعنی نواسا پائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲:

نواسا	لڑکا
۱	۲

حالانکہ اسلامی قانون کے مطابق لڑکے کی موجودگی میں نواسا محروم ہے کیونکہ نواسا ذوی الارحام میں سے ہے اور عصبہ کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہیں کتنا صریح ظلم ہے کہ لڑکے کے شرعی حصہ سے کم کر کے نواسے کو زبردستی حصہ دلایا جا رہا ہے اور نواسے کو ذوی الارحام سے نکال کر اصحاب فرائض میں داخل کیا جا رہا ہے۔

میت نے ایک لڑکا اور ایک پوتا چھوڑا:

3. اسلامی قانون کے مطابق کل ترکہ بیٹے کو ملے گا اور پوتا محروم ہے چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق پوتے کے مردہ باپ کو زندہ تصور کیا تو میت کے دو لڑکے ہوئے۔

مسئلہ نمبر ۱:

پوتا	لڑکا
محروم	۱

تو آدھا ترکہ ہر ایک کو ملے گا۔ مردہ بیٹے نے جو آدھا لیا وہ اس کے لڑکے یعنی میت کے پوتے نے لے لیا۔ اسلامی قانون تو اس صورت میں بیٹے کو پورا ترکہ دلاتا ہے مگر چیمہ صاحب اس کا آدھا ترکہ چھین کر پوتے کو دلا رہے ہیں یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲:

پوتا	لڑکا
۱	۱

حدیث شریف میں تو صراحۃً فرمایا کہ قریب تر مرد کو دیا جائے مگر چیمہ صاحب کھلم کھلا حدیث شریف کی مخالفت کر رہے ہیں اور قریب وبعید کا امتیاز اٹھا رہے ہیں۔

میت نے ایک لڑکی ایک نواسا اور ایک بھائی چھوڑا:

4. اسلامی قانون سے تو کل ترکہ کا آدھا حصہ لڑکی کو ملتا ہے اور باقی آدھا عصبہ ہونے کی حیثیت سے بھائی کو ملتا ہے اور نواسا محروم ہے۔ جناب چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق مردہ بیٹی کو زندہ تصور کیا جائے گا لہٰذا میت کی دو لڑکیاں ہوگئیں۔

مسئلہ نمبر ۱:

بھائی	نواسا	لڑکی
۱	محروم	۱

اور ایک بھائی، دو لڑکیوں کو دو تہائی ملا یعنی دو بٹہ تین اور باقی ایک تہائی یعنی ایک بٹہ تین بھائی کو ملا اور مردہ لڑکی کو جو ایک تہائی

علاوہ چیمہ صاحب کے نزدیک اس کے لڑکے یعنی میت نے لے لیا قرآن پاک کا تو صریح ارشاد ہے "وان کانت واحدة فلها النصف" (سورہ نساء رکوع ۲ پارہ ۴)

مسئلہ نمبر ۳:	لڑکی	نواسا	بھائی
	۱	۱	۱

یعنی اگر میت کی ایک لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ کا آدھا ملتا ہے۔ مگر جناب چیمہ صاحب قرآن پاک کے قانون کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ ایک لڑکی کو آدھے حصے کے بجائے تہائی حصہ دلا رہے ہیں۔ کیا یہ قرآن کی صریح مخالفت نہیں۔ نواسا ذوی الارحام میں سے ہے اور چیمہ صاحب اس کو زبردستی اصحاب فرائض میں داخل کر رہے ہیں۔

میت نے ایک بہن ایک بھتیجی اور ایک چچا کو چھوڑا:

5: اسلامی قانون کے مطابق آدھا ترکہ ایک بٹہ دو بہن کو ملے گا اور آدھا ترکہ ایک بٹہ دو چچا کو ملے گا اور بھتیجی محروم ہے مگر جناب چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق میت کا بھائی زندہ تصور کیا جائے گا تو بہن کو تہائی ترکہ ایک بٹہ تین ملے۔

مسئلہ نمبر ۲:	بہن	بھتیجی	چچا
	۱	محروم	۱

اور بھائی کو دو تہائی ملے گا اور چچا محروم

مسئلہ نمبر ۳:	بہن	بھتیجی	چچا
	۱	۲	محروم

حالانکہ قرآن پاک میں فرمایا۔ "ان امرؤ هلک لیس له ولد وله اخت فلها نصف ماترک" کہ بہن کے لئے کل ترکہ کا نصف حصہ ہے مگر چیمہ صاحب قرآن پاک کی اس آیت کی کھلی مخالفت کر رہے ہیں بہن کو بجائے آدھے ترکہ کے تہائی ترکہ دلا رہے ہیں اور بھتیجی جو محروم ہے اس کو بہن سے دوگنا دلا رہے ہیں۔ یہ ہے چیمہ صاحب کی ترمیم کی باطل حقیقت۔ حدیث شریف تو چچا کو اس صورت میں باقی ترکہ دلائے اور بھتیجی کو محروم بتائے مگر چیمہ صاحب حدیث کی صریح مخالفت کر رہے ہیں جس کو حدیث نے ترکہ سے محروم بتایا اس کو چیمہ صاحب ترکہ دلا رہے ہیں اور جس کو حدیث کی رو سے ترکہ ملتا ہے اس کو چیمہ صاحب محروم ٹھہرا رہے ہیں اس ظلم کی کوئی حد بھی ہے۔

میت نے دو بہنیں ایک بہن کی لڑکی یعنی بھانجی اور ایک چچا چھوڑا:

6: اسلامی قانون کے مطابق دو بہنوں کو دو تہائی دو بہ تین اور باقی ترکہ ایک بہ تین چچا کو اور بھانجی محروم ہے۔

مسئلہ نمبر ۳:

بہن	بھانجی	چچا
۲	محروم	۱

چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق اس میت کی مردہ بہن کو زندہ تصور کیا جائے گا تو اس صورت میں ترکہ کے نو حصے ہوں گے ان میں سے دو دو حصے ہر بہن کو ملیں گے اور دو حصے مردہ بہن کی لڑکی کو یعنی میت کی بھانجی کو ملیں گے اور تین حصے چچا کو ملیں گے۔

مسئلہ نمبر ۹:

بہن	بھانجی	چچا
۴	۲	۳

حالانکہ قرآن پاک میں فرمایا "**فان کانتا اثنتین فلھما الثلثن مما ترک** " کہ میت کی دو بہنیں ہوں تو ان کو دو تہائی ترکہ ملتا ہے۔ مگر چیمہ صاحب دو بہنوں کو دو تہائی سے کم دلا رہے ہیں یعنی نو حصوں میں سے چار حصے حالانکہ قرآن پاک کے مطابق ان دو بہنوں کو نو حصوں میں سے دو تہائی یعنی چھ حصے ملتے ہیں چیمہ صاحب کی اس ترمیم میں قرآن کریم صریح مخالفت ہے بھانجی جو ذوی الارحام میں سے ہے چیمہ صاحب اس کو زبردستی اصحاب فرائض میں داخل کر رہے ہیں۔

میت نے ایک بھائی اور ایک بھتیجا چھوڑا:

7: اسلامی قانون کے مطابق بھائی چونکہ میت کا زیادہ قریبی عصبہ ہے لہذا اس کو کل ترکہ ملے گا اور بھتیجا عصبہ بعیدہ ہے لہذا وہ اس صورت میں ترکہ سے محروم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱:

بھائی	بھتیجا
۱	محروم

چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق بھتیجے کے باپ کو زندہ تصور کیا جائے گا لہذا آدھا ترکہ بھائی کو ملے گا اور آدھا بھتیجے کو حدیث شریف میں تو فرمایا کہ زیادہ قریبی عصبہ کو دو مگر چیمہ صاحب حدیث کی مخالفت کر کے عصبہ قریب کا ترکہ چھین کر عصبہ بعید کو بھی دلا رہے ہیں حدیث کی کتنی کھلی مخالفت ہے۔ مولیٰ عزوجل ہدایت دے۔

میت نے ایک بھائی اور بھانجہ چھوڑا:

8: اسلامی قانون کے مطابق بھائی چونکہ عصبہ ہے لہذا وہ کل ترکہ پائے گا اور بھانجہ چونکہ ذوی الارحام میں سے ہے لہذا

وہ اس صورت میں محروم ہے۔

مسئلہ نمبر ۱:	بھائی	بھانجہ
	۱	محروم

چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق مردہ بہن کو زندہ تصور کیا جائے گا لہٰذا بھائی کو بہن سے دوگنا ملے گا۔ یعنی بھائی کو دو تہائی دو بٹہ تین اور بہن کو تہائی ایک بٹہ تین ملے گا اور بہن کا ترکہ ایک بٹہ تین اس کا لڑکا یعنی میت کا بھانجہ پائے گا۔

مسئلہ نمبر ۲:	بھائی	بھانجہ
	۲	۱

حدیث کی رو سے تو ترکہ صرف بھائی کو ملتا ہے اور بھانجہ محروم ہے۔ مگر چیمہ صاحب بھائی کے ترکہ سے کمی کر کے زبردستی ایک تہائی بھانجے کو اپنی ناجائز ترمیم سے دلا رہے ہیں اور بھانجے کو ذوی الارحام سے نکال کر عصبات کی جماعت میں شامل کر رہے ہیں چیمہ صاحب کی ترمیم کیا ہے قرآن وحدیث کی مخالفت کا کھلا ہوا دفتر ہے۔

میت نے ایک بھائی ایک بہن اور ایک بہن کا لڑکا چھوڑا یعنی بھانجہ چھوڑا:

9: اسلامی قانون کے مطابق بھائی کو دو تہائی دو بٹہ تین اور بہن کو ایک تہائی ایک بٹہ تین ملتا ہے اور بھانجہ چونکہ ذوی الارحام میں سے ہے لہٰذا عصبہ کی موجودگی میں محروم ہے

مسئلہ نمبر ۳:	بھائی	بہن	بھانجہ
	۲	۱	محروم

چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق میت کی مردہ بہن کو زندہ تصور کیا جائے گا لہٰذا میت کا ترکہ چار حصوں میں تقسیم ہوگا۔ آدھا ایک بٹہ دو ۲؍۲ میت کے بھائی کو ملے گا اور ایک چوتھائی ایک بٹہ چار ہر ایک بہن کو ملے گا اور ایک چوتھائی ایک بٹہ چار مردہ بہن کا لڑکا یعنی میت کا بھانجہ پائے گا۔

مسئلہ نمبر ۴:	بھائی	بہن	بھانجہ
	۲	۱	۱

حالانکہ قرآن پاک میں فرمایا "وان كانوا اخوة رجالا ونساء فللذكر مثل حظ الانثيين" یعنی اگر میت کے بہن بھائی ہوں تو بھائی کو بہن سے دوگنا ملے گا۔ مگر چیمہ صاحب قرآن پاک کی اس آیت کی صریح مخالفت کر رہے ہیں۔ بہن بھائی کے حصہ سے غصب کر کے اسلامی قانون کے خلاف بھانجہ کو دلا رہے ہیں اور بھانجہ کو ذوی الارحام کی جماعت سے نکال کر عصبات کے حلقہ میں شامل کر رہے ہیں نہ معلوم چیمہ صاحب کی یہ ناجائز ترمیم قرآن وحدیث کی مخالفت میں کیا کیا رنگ لائے گی۔

میت نے ایک چچا اور ایک چچا کی بیٹی کو چھوڑا:

10: اسلامی قانون کے مطابق اس صورت میں کل ترکہ چچا کو ملتا ہے کیونکہ وہ میت کا عصبہ ہے اور چچا کی بیٹی ذوی الارحام میں سے ہے اور عصبہ کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محروم ہیں اور چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق میت کے مردہ چچا کو زندہ تصور کیا جائے گا۔

	چچا	چچا کی بیٹی
مسئلہ نمبر ۱:	۱	محروم

لہٰذا میت کا آدھا ترکہ اس کے چچا کو ملے گا اور باقی آدھا ترکہ چچا کی لڑکی کو اس کے باپ کا حصہ ملے گا۔ چچا کی لڑکی شرعاً ذوی الارحام میں سے ہے۔

	چچا	چچا کی بیٹی
مسئلہ نمبر ۲:	۱	۱

مگر چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق وہ عصبات کے حکم میں شامل ہے جو کسی طرح شرعاً جائز نہیں اس طرح کثرت سے مسائل ہیں کہ جن میں ترمیمی بل کے مطابق فیصلہ کرنے سے قرآن و حدیث کے قانون و فیصلہ کی صریح مخالفت ہوتی ہے۔

اس تفصیل کی اجمالی تعبیر

قرآن و حدیث کا فیصلہ	ترمیمی بل کا فیصلہ
1) قرآن پاک میں ہے کہ اگر لڑکی ہو تو اس کو کل ترکہ کا نصف ملتا ہے۔ (سورۃ نساء رکوع ۲ پارہ ۴)	1) ترمیمی بل کی رو سے لڑکی کو نصف ترکہ کی بجائے تہائی ایک بٹہ تین ۳ ⁄ ۱ ملتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر ۱)
2) قرآن پاک میں ہے میت کی دو بیٹیں ہوں تو میت کے ترکہ سے ان کو دو تہائی دو بٹہ تین ملتا ہے۔ (سورۃ نساء رکوع آخری)	2) ترمیمی بل کی رو سے دو بہنوں کو ترکہ دو تہائی دو بٹہ تین سے کم ملتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر ۲)
3) قرآن پاک میں ہے کہ میت کی اولاد میں سے کوئی نہ ہو تو ایک بہن کو وراثت کا آدھا حصہ ملتا ہے۔ (سورۃ نساء رکوع آخری)	3) اس بل کی مطابق بہن کو آدھے ایک بٹہ دو ۲ ⁄ ۱ ترکہ کی بجائے تہائی ایک بٹہ تین ملتا ہے۔ (ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر ۵)
4) حدیث شریف کی رو سے میت کے لڑکے کی موجودگی میں پوتا پوتی۔ نواسے۔ نواسی ترکہ سے محروم ہیں۔	4) ترمیمی بل کی رو سے میت کے لڑکے کی موجودگی میں میت کا پوتا، پوتی نواسا نواسی محروم نہیں۔ (ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر ۳، ۴)

5) حدیث شریف کی رو سے میت کے بھائی کی موجودگی میں میت کا بھتیجا، میت کا بھانجا بھانجی محروم ہیں۔	5) ترمیمی بل کی رو سے میت کے بھائی کی موجودگی میں میت کا بھتیجا، بھانجہ، بھانجی محروم نہیں (ملاحظہ ہو مسئلہ نمبر ۷، ۸، ۹)
6) حدیث کی رو سے میت کے چچا کی موجودگی میں چچا کی لڑکی محروم ہے۔	6) ترمیمی بل کی رو سے میت کے چچا کی موجودگی میں چچا کی لڑکی محروم نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ وراثت کے شرعی اسلامی قانون میں اس ترمیم کی تجویز سے قرآن وحدیث میں تغیر وتبدل لازم آتا ہے جو کسی طرح درست نہیں۔ قرآن پاک ایک کامل ومکمل واکمل کتاب ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا ﴿الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا﴾ اور حدیث شریف قرآن پاک کی تفسیر ہے تو اس ترمیم کو جائز رکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ معاذ اللہ قرآن پاک مکمل کتاب نہیں اور دین اسلام مکمل دین نہیں۔ قرآن پاک ودین اسلام کے قانون وراثت میں گویا کمی تھی اور آج چیمہ صاحب نے اس ترمیم سے اس کمی کو پورا کیا۔ والعیاذ باللہ من ذلک۔ ترمیمی بل میں وراثت کے متعلق قدیم اسلامی قانون کے بارے میں یوں کہنا کہ "روح اسلام کے مطابق نہیں۔" سرسر غلط ہے اور شریعت کی مخالفت میں سخت جرأت وجسارت ہے۔

☆☆☆

وارثت کے متعلق قدیمی اسلامی قانون مروّج روح اسلام کے عین مطابق ہے مگر چیمہ صاحب کی پیش کردہ ترمیم روح اسلام کے سراسر مخالف ہے:

اسلامی قانون کو سمجھنے کے لئے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ روح اسلام کیا ہے۔ روح اسلام قرآن پاک ہے۔ روح اسلام پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہیں۔ قرآن پاک روح اسلام ہے یہ قرآن پاک سے ثابت ہے۔ قرآن پاک میں ہے۔

آیت نمبرا: "وكذالك اوحينا اليك روحا من امرنا" آیت نمبر۲ "ينزل الملئكة بالروح من امرنا" تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ ۴۳۵ جلد ۵ میں امام رازی نے یہ فرمایا کہ ان دونوں آیتوں میں روح سے مراد قرآن پاک ہے ظاہر ہے کہ روح سے شے کی زندگی ہے۔ قرآن پاک سے اسلام زندہ ہے لہذا قرآن پاک روح اسلام ہے اور دین اسلام اللہ تعالیٰ کے نزدیک مقبول دین ہے "ان الدين عند الله الاسلام" اور دین اسلام کے غلبہ کے لئے اور دین اسلام کو پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے نبی کریم رؤف رحیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا اور ان پر قرآن پاک نازل فرمایا۔ قرآن پاک میں ہے ﴿هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله﴾ اس آیت پاک سے معلوم ہوا کہ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام روح اسلام ہیں۔ اسی لئے ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسماء طیبہ میں سے ایک نام روح الحق ہے۔ حق سے مراد دین وایمان بھی ہے تو روح الحق کے معنی ہوئے روح دین۔ روح ایمان بیشک ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام دین اسلام کی روح ہیں ایمان کی روح ہیں۔ جب واضح ہو گیا کہ روح اسلام قرآن پاک اور روح اسلام حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں تو جو قانون قرآن وحدیث کے مطابق ہے وہ قانون روح اسلام کے مطابق ہے اور جو قانون قرآن وحدیث کے مخالف ہے وہ قانون روح اسلام کے مخالف ہے۔ اس سے قبل نہایت وضاحت کے ساتھ کئی مثالیں دے کر ظاہر کر دیا کہ وراثت کے متعلق چیمہ صاحب کی تجویز کردہ ترمیم یقیناً قرآن وحدیث کے مخالف ہے لہذا واضح ہو گیا کہ در حقیقت یہ پیش کردہ ترمیم ہی روح اسلام کے مخالف ہے نہ کہ اسلامی قانون جو کہ قدیم سے مروّج ہے۔ کیونکہ وہ تو روح اسلام کے عین مطابق ہے۔

ترمیمی بل کی یہ عبارت ہے۔ "پہلے فوت شدہ لڑکے یا لڑکی۔ بھائی بہن کی اولاد متوفی کا ترکہ نہیں پائی۔ قانون شریعت میں ایسی کوئی صریح بندش نہیں جو کہ اولاد کو ترکہ پانے سے روکے۔"

تحریر مذکور نے ثابت کر دیا ہے کہ اس کی ترمیمی بل کی یہ عبارت سراسر واقع کے خلاف ہے۔ قرآن وحدیث سے

صریح بندش ہے۔ بیٹے کی موجودگی میں پوتا پوتی کو ترکہ دینے کی بندش حدیث سے صراحۃً ثابت ہے۔ اور قرآن پاک میں ورثاء کے جو حصے مقرر کئے ہیں اس تجویز کردہ ترمیم کے پیش نظر ان مقرر شدہ حصوں میں تغیر وتبدل لازم آتا ہے جو قرآن پاک کے صریح مخالف ہے۔ "اسلامی قانون کے مطابق اور چیمہ صاحب کی رائے کے مطابق" اس عنوان میں جو مثالیں بیان کی ہیں ان مثالوں سے یہ بات روشن ہے کہ چیمہ صاحب کی ترمیم قرآن وحدیث کے سراسر مخالف ہے۔

ترمیمی بل کی اس عبارت "اس قانون کا موجودہ تخیل پہلے فوت ہونے والے لڑکے لڑکی بھائی بہن کے بچوں کی زندگی تباہ حال بنا دیتا ہے۔ قانون کو اسلامی روح کے مطابق بنانے کے لئے متذکرہ ترمیم کی گئی ہے" میں دین اسلام کے متعلق سخت تنقیص کی گئی ہے۔ معاذ اللہ گویا چیمہ صاحب کے نزدیک آج تک جو وراثت کے متعلق اسلامی قانون رائج رہا وہ نامکمل تھا اور ترکہ نہ پانے والے بچوں کی زندگی تباہ کرنے والا تھا۔ آج تک کسی نے بھی ایسے بچوں کو زندگی کی تباہی سے نہیں نکالا۔ نہ حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نہ خلفاء راشدین حضرت صدیق اکبر، حضرت عمر فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے اور نہ فقہاء کرام نے اور نہ اولیاء کاملین نے نہ مبلغین اسلام نے نہ سلاطین اسلام نے اور نہ آج تک کسی مسلمان نے مگر اس چودھویں صدی میں جناب چیمہ صاحب ان بچوں کی زندگی تباہی سے بچائیں گے چیمہ صاحب کے نزدیک قرآن وحدیث نے تو تباہی سے نہیں بچایا اور خود چیمہ صاحب اس ترمیم سے مذکورہ بچوں کی زندگی کو تباہی سے بچانے کے لئے اٹھے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چیمہ صاحب خود جو ترمیم پیش کر رہے ہیں اس ترمیم کا ثبوت ان کے پاس نہ قرآن پاک میں ہے اور نہ حدیث پاک میں ہے نہ روایات وآثار میں ہے نہ کتب فقہ میں ہے صرف چیمہ صاحب نے اپنے تخیل وتوہم کی من گھڑت ترمیم پیش کی ہے۔ اور آج تو زمانہ ایسا نازک ہے کہ کوئی جھوٹ سے جھوٹ بات کہہ دے۔ قرآن وحدیث کی مخالفت کرے خواہ کوئی پیدا ہو کر آج رب ہونے کا دعویٰ کرے یا نبی ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ ماننے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس ترمیم کی شرعاً کوئی حقیقت نہیں۔ دین اسلام میں اس کا کوئی وزن نہیں صرف یہ ایک فرضی جعلی ترمیم ہے۔

ترمیمی بل کی نئی دفعہ ۲ الف:

اگر کسی بیٹے یا بیٹی۔ بھائی یا بہن کی موت ایسے وقت واقع ہو جائے جب کہ وہ شخص زندہ ہو جس کا ترکہ اسے ملتا ہے تو ان کے ورثاء کو ترکہ ایسے ہی ملے گا۔ گویا کہ بوقت کھلنے ترکہ وہ ابھی زندہ تھے یعنی یہ تصور کیا جائے گا کہ وہ جس کا ترکہ تقسیم ہوتا ہے اس کے بعد فوت ہوئے ہیں۔"

یہ عجب تخیل ہے کہ مردہ کو زندہ تصور کرو اور زندہ کو مردہ یہ بھی کوئی اسلامی بات ہے۔ اسلام تو ایک حقیقت ہے۔ اسلام ایک تخیل وتو ہم کا نام نہیں بلکہ اسلام کے قوانین وضوابط وفروع سب حقیقت پر مبنی ہیں۔ مگر جناب چیمہ صاحب ہیں کہ اپنے تخیل وتو ہم کو قانون اسلام کی بنیاد سمجھ رہے ہیں اسلام ایسے خیالی اور جعلی تخیل سے پاک ہے۔ یہ کتنا ظلم ہے کہ قرآن وحدیث سے جو اسلامی قانون نکلا ہوا ابتداء اسلام سے اب تک جاری ہوا ور حقیقت نفس الامری ہو اس کو ترمیمی بل میں تخیل بنا کر مٹانے کی کوشش کی جائے۔ یعنی جس قانون کی بنیاد قرآن وحدیث پر ہو وہ قانون تو ندر ہے مگر چیمہ صاحب جو صرف خیالی دنیا میں ایک تخیل گڑھ لیں اس کو مسلمانوں میں جاری کیا جائے یہ بھی کوئی انصاف ہے۔ کل کو اگر کوئی ترمیمی بل کو دیکھ یہ کہے کہ جس عورت کا شوہر زندہ ہے اس کو مردہ تصور کر لیا جائے۔ لہٰذا اس صورت میں اس کی منکوحہ عورت کا نکاح دوسرے سے جائز ہے اور جس بیوہ کا خاوند مر چکا ہے تو تصور کر لیا جائے کہ اس کا خاوند زندہ ہے لہٰذا اس بیوہ عورت کا بعد عدت کے بھی نکاح کبھی جائز نہیں تو نکاح کے مسائل کے متعلق یہ ترمیمی بل پیش کرے تو جناب چیمہ صاحب اس کا کیا جواب دیں گے جس قانون سے چیمہ صاحب نکاح کے متعلق اس ترمیم کا جواب دیں گے اسی قانون سے چیمہ صاحب وراثت کے متعلق اپنی پیش کردہ ترمیم کا جواب تصور کریں۔ ہمارے نزدیک تو اس کا جواب سہل ہے وہ یہ ہے کہ منکوحہ کا نکاح شرعی قانون سے دوسرے سے نہیں ہو سکتا اسی طرح بیوہ کا نکاح عدت کے بعد شرعی قانون سے جائز ہے یوں ہی شرعی قانون سے بیٹے کی موجودگی میں پوتے پوتی کو وراثت کا حق نہیں پہنچتا۔ اس میں اعتراض کی کوئی بات ہی نہیں۔ شرعی قانون کے آگے ہر مسلمان کو سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے۔

چیمہ صاحب کی ترمیم چونکہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے لہٰذا چیمہ صاحب پر شرعاً لازم ہے

کہ اپنی ترمیم واپس لے لیں اور قرآن وحدیث کے قانون کو تسلیم کریں یوں ہی حکام ورعایا سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ اسلامی قانون کے مطابق چلیں اسی میں سعادت ہے "وما علینا الا البلاغ"

چیمہ صاحب سے گزارش۔ کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ قرآن پاک میں یا حدیث شریف میں یا کتب فقہ میں آپ کی اس تجویز کردہ ترمیم کا کوئی ثبوت ہے۔ ہے تو کہاں۔ نہیں تو آپ اسلامی قانون کی مخالفت کیوں کرتے ہیں۔ عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی صحابی یا تابعی یا مجتہد یا ولی یا کسی مسلمان نے قانون وراثت کے متعلق آپ کی تجویز کردہ ترمیم پیش کی ہے۔ اگر کی ہے تو کس نے۔ اس کا ثبوت دیں۔ اگر نہیں پیش کی تو کیوں۔؟

[اعـ]

یہ مرفوع حدیث شریف سنن ابن ماجہ صفحہ ۱۹۸ پر ہے اور مشکوٰۃ میں صفحہ ۲۲۰ پر بھی بیہقی اور ابن ماجہ سے منقول ہے

کسی وارث کے حق وراثت میں کمی کرنے والے کیلئے وعید:

حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "من قطع میراثا فرضه الله قطع الله میراثه من الجنة" تفسیر کبیر صفحہ ۱۶۵ جلد ۳ یعنی اللہ تعالیٰ نے وراثت کے لئے جو حصہ معین فرمایا ہے جو شخص اس وارث کو اس کے حصہ وراثت سے محروم کرے تو اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو جنت سے محروم کرے گا۔ نیز حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

" ان الرجل لیعمل بعمل اهل الجنة سبعین سنة وجار فی وصیة ختم له بشر عمله فیدخل النار وان الرجل لیعمل بعمل اهل النار سبعین سنة فیدل فی وصیة فیختم له بخیر عمله فیدخل الجنة "

(تفسیر کبیر مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۵ جلد ۳) یعنی بیشک آدمی ستر سال اہل جنت کے عمل کے مطابق کام کرتا ہے اور وصیت میں ظلم کرتا ہے تو ایسے شخص کا خاتمہ زیادہ برے عمل پر ہوگا تو ایسا آدمی دوزخ میں داخل ہوتا ہے اور بیشک آدمی ستر سال اہل دوزخ کے عمل کے مطابق کام کرتا ہے اور وصیت میں عدل کرتا ہے تو اسکا خاتمہ بہترین عمل پر کیا جاتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہوتا ہے۔

نیز اسی تفسیر میں ہے "ومعلوم ان الزیادة فی الوصیة قطع من المیراث" یعنی یہ بات یقینی ہے کہ وصیت میں حد شرعی سے زیادتی کرنا وارث کے حق وراثت کو کاٹنا ہے اور اس میں شک نہیں کہ اسلامی قانون کے مطابق جس کو ترکہ ملتا ہے یہ ترمیمی بل اس وارث کے حصہ معینہ سے کمی کرتا ہے کبھی محروم کو وارث اور کبھی وارث کو محروم کرتا ہے لہٰذا اس ترمیمی بل کا نفاذ دوزخ کے استحقاق اور جنت سے محرومی کا سبب ہے جناب چیمہ صاحب غور کریں اور حکام بھی توجہ دیں کہ اسلامی نقطہ نظر سے ترمیمی بل کا کتنا برا اور مہلک نتیجہ نکلتا ہے۔

قرآن پاک کا اعلان کہ وراثت کے مسائل میں انسانی تخیل کو دخل نہیں:

قرآن پاک میں فرمایا "اٰبائكم وابنائكم لا تدرون ایهم اقرب لكم نفعاً فریضة من الله ان الله كان علیماً حكیماً" (سورہ نساء، پارہ ۴، رکوع ۱۲) یعنی تمہارے باپ تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ سے پہلے وراثت کا ذکر فرمایا بعض وارثوں کے حصے معین ومقرر فرمائے ہر مومن کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ علیم علم والا الحکیم حکمت والا ہے میت کے جن پسماندگان کو اللہ تعالیٰ نے وراثت کا حصہ دیا ہے اس میں حکمت ہے اور جس کو نہیں دیا اس میں بھی حکمت ہے۔ اور جن وارثوں کے حصے علیحدہ علیحدہ مقرر فرمائے اس میں بھی حکمت ہے تو انسانی تخیل میں یہ بات آسکتی ہے کہ اگر ترکہ کی تقسیم کے لئے قرآن پاک یا حدیث شریف کے علاوہ کوئی اور طریقہ ہو تو اس میں زیادہ نفع ہو جیسا کہ ترمیمی بل کا مقصد ہے کہ آج تک تو اسلامی قانون وراثت کے بارے میں ناقص وناکافی رہا۔ اور اس بل سے وہ کافی ومکمل ہوگا۔ قرآن پاک کی

اس آیت میں وراثت کے ایسے تخیلات کا رد کیا گیا۔ دوسرے لفظوں میں اس ترمیمی بل کا رد خود قرآن حکیم میں موجود ہے یہ قرآن پاک کی اعجازی شان ہے کہ اس کے نزول کے صدیوں بعد انسان کے خیال میں وراثت کے اسلامی قانون کے خلاف تخیل پیدا ہوتا ہے اور قرآن کریم کی نورانی شعاعوں اور حقانی تابشوں نے ایسے تخیلات کا پہلے ہی قلع قمع کر دیا اور ارشاد ہوا تمہارے باپ تمہارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ تمہارے لئے زیادہ نفع دینے والا کون ہے وراثت کے حصے مقرر کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے بے شک اللہ تعالیٰ علم والا حکمت والا ہے۔

اسی آیت کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے وراثت کی تقسیم بیان فرمائی ہے اور تم ارادہ کرتے ہو کہ وراثت کی تقسیم تمہاری طبیعتوں کے مطابق تمہارے تخیل کے موافق ہو اللہ تعالیٰ نے جو تقسیم وراثت کو بیان فرمایا وہ تقسیم تمہاری من گھڑت تقسیم اور وراثت میں تمہاری خیالی ترمیم سے بہتر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام معلومات کا عالم ہے وراثت کے متعلق بھی مصالح ومفاسد کو جانتا ہے بیشک وہ حکمت والا ہے وہ اسی چیز کا حکم فرماتا ہے جس میں زیادہ مصلحت اور زیادہ خوبی ہو اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو فرمایا "انی اعلم مالا تعلمون" کہ میں وہ جانتا ہوں کہ جس کو تم نہیں جانتے اور یوں ہی مسئلہ وراثت میں ہے کہ اے میرے بندوں میں اس کی حکمتیں جو جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے میں نے کسی کا حصہ وراثت میں معین ومقرر کیا ہے اور کسی کو ترکہ سے حصہ زیادہ دیا ہے اور کسی کو اس سے کم دیا ہے کسی کا حصہ معین نہیں کیا کسی کو ترکہ سے محروم کیا ہے اس تقسیم وراثت میں حکمتیں ہیں مصلحتیں ہیں جو تمہیں نہیں معلوم۔ غور کیجئے کہ ترمیمی بل کے لئے اسلامی قانون وراثت میں کہیں بھی جگہ نہیں ہے مسلمانو! قرآن پاک کا ارشاد ہے "من یطع الرسول فقد اطاع اللہ" جس نے حضرت رسول پاک ﷺ کی اطاعت کی اس نے حقیقت میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ قرآن پاک کا ارشاد ہے "وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم" یعنی اے پیارے نبی ہم نے آپ کی طرف قرآن اتارا تا کہ آپ لوگوں کو بیان کر دیں جو آیتیں ان کے متعلق اتاری گئی ہیں۔ قرآن پاک میں فرمایا ﴿قل اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم﴾ یعنی اے پیارے نبی لوگوں سے فرما دیجئے کہ اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور امر والوں یعنی علماء کی اطاعت کرو قرآن پاک میں ہے ﴿فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون﴾ اگر تم کو معلوم نہیں تو اہل علم سے دریافت کرلو سبحان اللہ قرآن کریم نے کیسا واضح راہ ہدایت بتایا۔ عام مسلمانوں کو علماء سے مسئلہ پوچھنے کا حکم فرمایا اور علماء کو رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان کی طرف متوجہ کیا اور رسول پاک کا در بتایا اور رسول پاک کی فرمانبرداری سے مسلمان خدا کا مطیع ہوا کیا واضح ہدایت کا سلسلہ ہے۔

اسکا خلاصہ یہ ہے کہ خلفائے راشدین وصحابہ کرام وآئمہ مجتہدین ومشائخ عارفین اولیا کاملین وعلماء دین کے بغیر کوئی

مسلمان رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت نہیں کر سکتا اور رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے بغیر مسلمان ہرگز اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کر سکتا۔ اس ترمیمی بل میں خلفاء راشدین سے لے کر آج تک کسی بزرگ کی موافقت نہیں اور نہ اس ترمیمی بل میں رسول پاک کی اطاعت ہے نہ اس ترمیمی بل میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے۔ لہذا یہ ترمیمی بل یقیناً راہ ہدایت سے کوسوں دور ہی نہیں بلکہ یہ ترمیمی بل راہ ہدایت و اسلامی قانون وراثت کو مٹانے والا ہے۔ قدیمی اسلامی قانون وراثت قرآن پاک کے مطابق حدیث شریف کے موافق ہے اور سب مومنین کا اس پر اتفاق ہے۔ جو شخص قرآن و حدیث کے خلاف اور مسلمانوں کے متفق علیہ راستہ کے خلاف چلتا ہے اس کے لئے قرآن پاک کا یہ ارشاد ہے۔

﴿ومن يشاقق الرسول من بعد ماتبين له الهدى ويتبع غير سبيل المومنين نوله ما تولى ونصله جهنم وساء ت مصيرا﴾ (سورہ نساء پارہ ۵ رکوع ۱۴)

یعنی جو رسول کا خلاف کرے بعد اس کے کہ حق راستہ اس پر کھل چکا اور مسلمانوں کی راہ سے جدا راہ چلے ہم اسے اس کے حال پر چھوڑ دیں گے اور اسے دوزخ میں داخل کریں گے۔

قانون وراثت میں احتیاط:

حضرت عطا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ صحابی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ احد میں جب شہید ہوئے تو انہوں نے دو بیٹیاں اور ایک بیوی اور ایک بھائی کو چھوڑا۔ آپ کے بھائی نے آپ کا سارا مال وراثت لے لیا۔ حضرت سعد کی بیوی اپنی دونوں بیٹیوں کو لے کر دربار رسالت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا یارسول اللہ میرے خاوند سعد کی یہ دو بیٹیاں ہیں اور وہ شہید ہو گئے ان کے بھائی یعنی ان بیٹیوں کے چچا نے سارا مال لے لیا ہے تو حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا" ارجعی فلعل الله سيقضى فيه "یعنی ابھی واپس جاؤ تحقیق اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فیصلہ فرمائے گا۔ چنانچہ واپس چلی گئیں۔ اور پھر وہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کچھ عرصہ کے بعد دربار رسالت میں حاضر ہوئیں اور رو کر عرض معروض کیا تو آیت کریمہ۔

﴿يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ﴾

اس آیت پاک کے نازل ہونے کے بعد حضور اکرم ﷺ نے ان لڑکیوں کے چچا کو بلایا اور فرمایا کہ متوفی سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وراثت سے دو تہائی حصہ دو بٹہ تین ان کی دو لڑکیوں کو دے دو اور آٹھواں حصہ ایک بٹہ آٹھ لڑکیوں کی ماں یعنی متوفی کی بیوی کو دو اور جو باقی رہے اس کے تم مالک ہو یعنی ۲۴ سہام پر ترکہ تقسیم ہوگا جن میں سے ۱۶ سہام دو لڑکیوں کو ہر لڑکی کو آٹھ آٹھ اور تین سہام متوفی کی بیوی کو اور باقی پانچ سہام عصبہ ہونے کی حیثیت سے متوفی کے بھائی کو ملتے ہیں امام رازی اس حدیث کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں "هذا اول ميراث قسم فى الاسلام " یعنی اسلام میں سب سے پہلے جو

وراثت تقسیم ہوئی وہ میراث یہ ہے اس حدیث [حاشیہ] سے کئی مسائل ثابت ہوئے۔

(۱) حضور اقدس سرور عالم ﷺ نے وراثت کے سوال کے جواب میں نہایت احتیاط فرمائی اور حکم الٰہی کا انتظار فرمایا حالانکہ آپ کا فرمان وہ فرمان خدا ہے۔ ﴿ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی﴾ اس میں آپ کے حکم الٰہی میں انتظار کرنے میں ایک لطیف اشارہ یہ بھی تھا کہ اے میری امت دیکھو وراثت کے مسائل میں بھی میں نے کتنی احتیاط برتی ہے میں رسول اللہ ہوتے ہوئے نفاذ حکم کے لیے وحی کا منتظر ہوں تو اے میرے امت تم کو یہ چاہیے کہ اگر کوئی مسئلہ دینیہ خواہ مسئلہ وراثت درپیش ہو تو تم قرآن وحدیث کے مطابق مسئلہ کا فیصلہ کرو۔ شرعی قانون پر چلو صرف اپنے تخیل کو اس میں دخل نہ دو میں نے احکام شرعیہ میں باذن اللہ مختار ہو کر بھی وحی جلی کے نزول کا انتظار کیا تم تو میرے امتی ہو اور تم کو احکام شرعیہ میں میری طرح اختیار بھی نہیں لہٰذا تم صرف اپنے خیال ووہم سے قانون نہ بنانا اور اپنے تخیل سے قانون اسلام کی ترمیم نہ کرنا بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو قانون نازل فرمایا ہے اور میں نے اپنی حدیثوں سے تم کو جو قانون بتایا ہے اس کے مطابق چلنا اور قانون اسلام سمجھنے کے لئے میرے خلفاء راشدین صحابہ کرام آئمہ مجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی پیروی کرنا اور ان کے بتائے ہوئے قانون کی پابندی کرنا حدیث شریف میں ہے "(۲) فعلیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین" نیز حدیث شریف میں ہے "(۳) اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم" اور حدیث شریف میں ہے "من اطاع امیر فقد اطاعنی" غور کیجئے کہ ہمارے نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے تو مسئلہ وراثت کے متعلق کتنی بڑی احتیاط فرمائی مگر ترمیمی بل میں برائے نام بھی احتیاط نہیں احتیاط تو درکنار اس ترمیمی بل میں تو قرآن پاک وحدیث شریف کے قانون کی کھلی ہوئی مخالفت ہے۔

(۲) اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ قانون وراثت کے نازل ہونے سے پہلے بھی عرب میں وراثت تقسیم ہوتی تھی اور تقسیم وراثت کا ضابطہ ان کا خیالی قانون تھا جب قانون اسلام نازل ہوا تو حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام نے عرب کے پہلے وراثت کے خیالی قانون کو توڑا مگر چیمہ صاحب اس کے برعکس اپنی ترمیم کی بدولت اسلامی قانون وراثت جو عہد رسالت سے لے کر آج تک رائج ہے ایسے مضبوط و محکم قانون کو صرف اپنے خیالی ضابطہ سے توڑ رہے ہیں۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

دین اسلام سے سچی ہمدردی کا مطلب یہ ہے کہ دنیا سے انسانی تخیل انسانی توہم کے ضابطہ کو مٹایا جائے اور اس کی بجائے قرآن پاک وحدیث شریف کے مطابق اسلامی قانون کو رائج کیا جائے امت کا عمل جب تک اس کے مطابق رہا

نمبر ۱: یہ حدیث شریف ان کتابوں میں ہے تفسیر کبیر صفحہ ۱۵۳ جلد ۳ تفسیر خازن مطبوعہ مصر صفحہ ۴۰۴ جلد اول تفسیر بغوی صفحہ ۴۰۴ مطبوعہ مصر ترمذی شریف صفحہ ۳۰۴ ۔ ابن ماجہ صفحہ ۱۹۹ ابوداؤد صفحہ ۴۲ جلد ۱

دین اسلام دن بدن ترقی کرتا گیا اور جب اسلامی قانون پر عمل کرنا مسلمانوں نے چھوڑ دیا۔ اور صرف اپنے خیالی ضابطوں کے پابند ہو گئے تو مذہب حق کو تنزل ہوتا گیا یہ ترمیمی بل بھی اس تنزل کا ایک شعبہ ہے۔

(۳) سرکار دو عالم نبی مکرم ﷺ نے پہلے اصحاب فرائض کو ان کے مقرر حصے عطا فرمائے یعنی متوفی کی دونوں بیٹیوں کو دو تہائی دو بٹہ تین اور متوفی کی بیوی کی آٹھواں حصہ ایک بٹہ آٹھ اور باقی متوفی کے بھائی کو جس سے معلوم ہوا کہ میت کی وراثت سے پہلے اصحاب فرائض کو ان کے مقرر حصے دے جائیں اور جو باقی بچے وہ میت کے قریبی عصبہ کے لئے ہے یہ فیصلہ بالکل اس حدیث شریف کے مطابق ہے یعنی حدیث شریف "الحقوا الفرائض باھلھا فما بقی فلاولی رجل ذکر" دیکھئے عصبہ کو باقی کل ترکہ دے دینا یہ اسلام میں اول تقسیم وراثت سے رائج ہے مگر چیمہ صاحب کی ترمیم اس اسلامی قانون کے مخالف ہے۔

قانون وراثت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احتیاط:

حضرت قبیصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ متوفی کی دادی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے اپنے متوفی پوتے کی وراثت کے متعلق مسئلہ پوچھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس عورت کو فرمایا "مالک فی کتاب اللہ شئی ومالک فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شئی فارجعی حتی اسئل الناس" یعنی تیرے لئے قرآن پاک میں پوتے کی وراثت سے کوئی حصہ نہیں۔ اور حضرت رسول پاک ﷺ کی سنت میں بھی میرے علم میں تمہارے لئے کوئی حق وراثت نہیں ہے تم ابھی واپس جاؤ یہاں تک کہ میں اس کے متعلق صحابہ سے تفتیش کروں تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مسئلہ کو صحابہ کرام سے پوچھا تو صحابی حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا تو اس مسئلہ کے متعلق نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوتے کی وراثت سے دادی کو چھٹا حصہ ایک بٹہ چھ عطا فرمایا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تمہارے ساتھ اور بھی اس کا گواہ ہے اس پر دوسرے صحابی حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ کی تصدیق کی۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان دونوں صحابہ کی شہادت سے جان لیا کہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوتے کی دادی کو پوتے کے ترکہ سے چھٹا ایک بٹہ چھ حصہ عطا فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیق نے بھی رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قانون وراثت کے مطابق اس سوال کرنیولی کو اس کے پوتے کے ترکہ سے چھٹا حصہ ایک بٹہ چھ دیا اور اس قانون وراثت کا نفاذ فرمایا پھر اس کے بعد اس متوفی کی نانی (حاشیہ نمبر ۱) حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ

نمبر۲ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۰ نمبر۳ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۵۵ طبوعہ اصح المطابع دہلی۔ نمبر۴ بخاری شریف صفحہ ۱۰۵۷ جلد ۲

عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور سوال کیا کہ میرے نواسے کی میراث سے میرا حصہ ملنا چاہیے تو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا کہ پوتے کی میراث سے دادی کو یا نواسے کی میراث سے نانی کو چھٹا حصہ ایک بٹہ چھ ملتا ہے اگر متوفی کی دادی اور نانی دونوں زندہ ہوں تو دونوں چھٹے حصے ایک بٹہ چھ میں شریک ہیں اور ان دونوں میں سے ایک ہو یعنی دادی یا صرف نانی تو اس کو تنہا حصہ ایک بٹہ چھ ملے [حاشیہ نمبر۲] گا۔ اور حدیث شریف مشکوٰۃ [حاشیہ نمبر۳] میں موطا امام مالک مسند امام احمد جامع ترمذی سنن ابوداؤد دارمی ابن ماجہ سے منقول ہے اور سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۰۰ اور سنن ابوداؤد صفحہ ۴۵ جلد ۲ اور موطا امام مالک ص ۴۲۹ میں اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وراثت کے متعلق سوال کرنے والی میت کی دادی یا نانی سے فرمایا "وما انا بزائد فی الفرائض شیئا" یعنی میں صرف اپنی طرف سے وراثت کے شرعاً مقرر شدہ حصوں میں زیادتی کرنے والا نہیں۔ سبحان اللہ اسے کہتے ہیں قانون اسلام کی پابندی۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد میں ترمیمی بل کا صریح رد ہے۔ چیمہ صاحب ذرا حضرت امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس ارشاد گرامی پر غور کریں اور اپنی ترمیم واپس لے لیں۔

ذرا غور کیجئے کہ جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وراثت کا مسئلہ دریافت کیا گیا تو آپ نے خوب احتیاط برتی اور صرف اپنے خیال سے جواب نہیں دیا بلکہ تفتیش فرمائی اور حدیث شریف کے قانون کو صحابہ کرام سے دریافت کر کے اس قانون وراثت کا نفاذ فرمادیا۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی احتیاط قانون وراثت میں اس روایت سے بھی ظاہر ہے جو ابوبکر بن حزم سے ہے کہ انہوں نے کئی مرتبہ حضرت عمر فاروق کو فرماتے (حاشیہ نمبر۴) سنا "عجباً للعمة تورث ولا ترث" یعنی عجب بات ہے کہ پھوپھی اپنے بھتیجوں کو وارث کر دیتی ہے مگر خود ان کی وارث نہیں مثلاً اگر میت نے اپنے خاوند اور بھتیجے کو چھوڑا تو وراثت دو حصے پر تقسیم ہوگی ایک حصہ خاوند کو ملے گا اور ایک حصہ بھتیجے کو اور اگر میت نے اپنی پھوپھی اور چچا کو چھوڑا تو وراثت کا چوتھائی حصہ بیوی کو ملے گا اور باقی تین حصے میت کے چچا کو ملیں گے اور پھوپھی محروم ہے۔ دیکھئے پہلے مسئلہ میں پھوپھی کی وراثت سے بھتیجے کو حصہ ملتا ہے مگر دوسرے مسئلہ میں بھتیجے کی وراثت سے چچا کو حصہ ملتا ہے اور پھوپھی محروم ہے حضرت عمر فاروق اعظم تعجب فرماتے ہیں کہ پھوپھی کو بھتیجے کے ترکہ سے نہیں ملتا اور بھتیجے کو پھوپھی کے ترکہ سے ملتا ہے یا اس لئے تعجب فرمایا کہ بھتیجا چونکہ عصبہ ہے وہ ترکہ پالیتا ہے اور پھوپھی چونکہ ذوی الارحام میں سے ہے اس لئے اس کو ترکہ نہیں ملتا امیر المومنین نے تعجب کا اظہار فرمایا اور اس تعجب کو اسلامی قانون پر نثار کیا اپنی طرف سے وراثت کے اسلامی قانون میں دخل نہ دیا بلکہ اسلامی قانون کی پابندی فرمائی یہ ہے دین اسلام سے ہمدردی یہ ہے دین اسلام کی اشاعت یہ ہے

نمبر۱: اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے کہ پہلے نانی نے حضرت ابوبکر سے سوال کیا ہو اور پھر دادی نے حضرت عمر فاروق اعظم سے سوال کیا ہو جیسا کہ ابن ماجہ میں ہے ۱۲ منہ۔

اسلامی قانون کا نفاذ یہ ہے خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت پاک ،حکومت ہو تو خلافت راشدہ کا ظل ہو حکام ہوں تو خلفاء راشدین کے نائب ہوں خلفاء راشدین جو ہدایت کے ستارے اسلام کے پھیلانے والے اور اسلامی قوانین کے پابند تھے وہ بھی صرف اپنے خیال سے قانون وراثت میں دخل نہ دیتے اس میں غایت درجہ کی احتیاط فرماتے لہذا چیمہ صاحب بلکہ ہر مسلمان کولازم ہے کہ جو ترمیم بھی قانون اسلام کے خلاف ہو اس کی طرف توجہ نہ کریں اور حکام ایسے ترمیمی بل کا ہرگز نفاذ نہ کریں۔

حجۃ الوداع میں قانون وراثت ووصیت کا اعلان:

صحابی حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے سال حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطبہ دیا اور میں نے خطبہ میں آپ کو یہ فرماتے سنا" ان اللہ قد اعطی کل ذی حق حقہ فلا وصیۃ لوارث[حاشیہ]" یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے وراثت کے ہر حقدار کو اس کا حق عطا فرمایا ہے تو وارث کے لئے مورث کی وصیت جائز نہیں۔اس حدیث شریف سے ایک مسئلہ یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کا حق بیان کر دیا ہے کس وارث کو کتنا ملے گا یہ ظاہر کر دیا ہے اور یہ معلوم ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بیان اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿ومانیطق عن الھویٰ ان ھو الاوحی یوحی﴾ تو قرآن وحدیث میں وراثت کے متعلق حقدار کا حق بیان کر دیا ہے جس کے لئے وراثت کا حصہ بیان نہیں کیا وہ شرعاً وراثت کا حقدار ہی نہیں۔[حاشیہ] میت کا بیٹا موجود ہو۔تو پوتا پوتی نواسہ نواسی محروم ہیں میت کا بھائی موجود ہو تو میت کا بھتیجہ بھانجہ محروم۔اس صورت میں یہ اس لئے محروم ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کو وراثت کا حق نہیں دیا چیمہ صاحب صرف اپنی رائے سے ان کو ناحق حصہ دلانے کی کوشش کر کے قرآن وحدیث کی مخالفت کر رہے ہیں۔حضور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اسکا حق دیا مگر چیمہ صاحب کے خیال میں بیٹے کی موجودگی میں پوتا پوتی نواسہ نواسی حقدار ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان حقداروں کو ان کا حق نہیں دیا۔بھائی کی موجودگی میں بھتیجے بھانجے وراثت کے حقدار ہیں مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو وراثت کا حق نہیں دیا۔حق دار کو حق نہ دینا ظلم ہے تو گویا چیمہ صاحب کے نزدیک معاذ اللہ اللہ تعالیٰ نے ظلم کیا ہے کہ ان حقداروں کو حق نہیں دیا" تعالیٰ اللہ عن ذلک علوا کبیرا" اور دوسرا مسئلہ اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ وارث کے لئے وصیت نہیں ہے پوتا پوتی نواسا نواسی بھتیجے بھانجے حسب

نمبر۲: میت کی ماں کی موجودگی میں میت کی دادی پردادی نانی پرنانی سب محروم ہیں اور میت کی باپ کی موجودگی میں میت کی دادی پردادی محروم ہے مگر نانی محروم نہیں ۱۲ منہ۔ نمبر۳: مشکوٰۃ شریف مطبوعہ اصح المطابع دہلی صفحہ ۲۶۴۔

نمبر۳: یہ روایت مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۵ میں موطا امام مالک سے منقول ہے ۱۲ منہ۔

شرع ترتیب وار ترکہ پاتے ہیں اور جس صورت میں ان کو وراثت کا حق نہیں پہنچتا تو ایسے وقت مورث کو چاہیے کہ ان کے لئے ایک تہائی تک وصیت کر دے۔

ترمیمی بل قرآن وحدیث کے خلاف ہے چیمہ صاحب کی ترمیم شرعاً ناقابل اعتبار ہے

لہٰذا ترمیمی بل کا نفاذ شرعاً کسی طرح جائز نہیں۔ قرآن وحدیث کے قانون پر عمل نہ کرنا جرم ہے اور اس قانون کے مقابلہ میں دوسرے قانون کا نفاذ کرنا تو اسلام ہی کی مخالفت ہے جو کسی طرح مسلمان کو گوارا نہیں۔ مسلمانو! ہمارا ایمان ہے کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر مہربان سے بڑا مہربان ہے قرآن پاک میں ہے "و ارحم الراحمین" اس کے بعد ہمارے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوق سے زیادہ مہربان ہیں قرآن کریم کا ارشاد ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ہے "وما ارسلنک الا رحمة للعلمین" اور ایمان داروں پر تو حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خاص نظر رحمت نظر رافت ہے قرآن کریم میں ہے "بالمومنین رؤف الرحیم" اسلام کے ہر مسئلہ میں ہر قانون میں مسلمان کے لئے رحمت کے جلوے ہیں۔ اسلام نے مسلمان کو جو حق دیا ہے وہ حق برکت ہے رحمت ہے اور مسلمان کو جس کا حق نہیں دیا وہ چیز رحمت ہے رحمت نہیں۔ جس شخص کو میت کا وارث بنایا ہے تو اس کے لئے رحمت ہے اور جس کو وارث نہیں بنایا اس کے لئے خلاف شرع وراثت کا حصہ دینا ہرگز رحمت نہیں برکت نہیں بلکہ سراپا زحمت ہے جس کے لئے شریعت نے وصیت جائز رکھی ہے اس کے لئے وصیت رحمت ہے اور جس کے لئے وصیت کو منع فرمایا اس کے لئے زحمت ہے خلاصہ یہ ہے کہ قانون اسلام کی پابندی رحمت ہے اور قانون اسلام کی مخالفت سراپا زحمت ہے لہٰذا ترمیمی بل چونکہ قانون اسلام کے مخالف ہے اس لئے یہ بل سراپا زحمت ہے اور رحمت وبرکت کا مٹانیوالا ہے۔

چیمہ صاحب کو لازم ہے کہ ترمیمی بل واپس لیں حکام پر شرعاً لازم ہے کہ قانون اسلام کے خلاف ترمیمی بل ہرگز نافذ نہ کریں۔ وراثت کے متعلق فقیر نے یہ چند مسائل بزرگان دین کی برکت سے لکھ دیئے ہیں مولیٰ عزوجل اس کو بزرگان دین کے صدقہ سے قبول فرمائے اور ہم سب کو قانون شرعی کے مطابق چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ الاعلم۔

نمبر ۱: یہ حدیث شریف ابوداؤد صفحہ ۴۰ ابن ماجہ صفحہ ۱۹۹ ترمذی شریف صفحہ ۳۰۷ پر ہے۔ نمبر ۲: اجماع امت جس بات پر ہو جائے وہ بھی قرآن اور حدیث کی رو سے حجت ہے مجتہد قیاس کریں اور اجتہاد سے مسئلہ بیان کریں تو اس کا منشاء بھی حقیقت میں قرآن وحدیث ہی ہے۔ ۱۲ منہ

اسلامی قانون وراثت سے مولوی مودودی صاحب کی نادانی

مولوی مودودی کے ترجمان القرآن کی زبانی

مولوی مودودی صاحب نے رسالہ ترجمان القرآن جلد ۳۲ عدد ۱ ۲ صفحہ ۱۸ پر لکھا ہے "مطلب یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کوئی لڑکا نہ چھوڑا ہو اور اس کی اولاد میں صرف لڑکیاں ہوں تو خواہ دو لڑکیاں ہوں یا دو سے زائد بہر حال اس کے کل ترکہ کا دو بٹہ تین حصہ ان لڑکیوں میں تقسیم ہوگا۔ اور باقی ایک بٹہ تین دوسرے وارثوں میں "اس سے یہ حکم آپ سے آپ نکل آتا ہے کہ اگر میت کا صرف ایک بیٹا ہو تو وہ دو بٹہ دو کا حقدار ہوگا اور کئی بیٹے ہوں تو وہ دو بٹہ دو میں شریک ہوں گے۔"

جن ورثاء کے سہام شرعاً معین ہیں وہ صرف ۱۲ افراد ہیں جن میں سے چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں جیسا کہ اس رسالہ کے مقدمہ نمبر ۱ میں بیان ہوا ان بارہ کو اصحاب فرائض کہتے ہیں عہد رسالت سے لے کر آج تک کسی نے میت کے بیٹے کو اصحاب فرائض میں شمار نہیں کیا بلکہ بیٹا عصب ہے یہ قرآن وحدیث کے مطابق ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے مگر مودودی صاحب اپنی خوش فہمی سے بیٹے کو اصحاب فرائض میں شامل کر رہے ہیں اور میت کا ایک ہی بیٹا ہو یا ایک سے زیادہ ہوں تو اس کیلئے دو بٹہ تین حصہ مقرر کر رہے ہیں حالانکہ قرآن پاک میں فرمایا:

﴿ للذکر مثل حظ الانثیین ﴾ یعنی لڑکا لڑکی ہوں ایک ایک یا اس سے زیادہ تو بیٹا کو بیٹی سے دوگنا ملے گا مثلاً ایک بیٹا بیٹی ہیں تو بیٹے کو دو بٹہ تین ملے گا۔ اور بیٹی کو ایک بٹہ تین ملے گا اور اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہیں تو بیٹے کو چار سہام میں سے دو سہام ملیں گے اور ایک بیٹی کو ایک سہم ملے گا اگر میت نے ایک بیوی ایک بیٹے کو چھوڑا تو بیوی کو ایک بٹہ آٹھ اور بیٹے کو سات بٹہ آٹھ ملے گا اور اگر میت نے دو بیٹے اور ایک دادی چھوڑی تو دادی کو ایک بٹہ چھ اور بیٹوں کو پانچ بٹہ چھ ملے گا۔ اور اگر میت نے ایک بیٹا اور باپ چھوڑا تو باپ کو ایک بٹہ چھ اور بیٹے کو پانچ بٹہ چھ ملے گا الغرض بیٹا عصب ہے اگر اصحاب فرائض میں سے کوئی بھی نہیں تو کل ترکہ بیٹے کو ملے گا۔ اور اگر اصحاب فرائض میں سے کوئی ہو اور اس کو مقرر حصہ دینے کے بعد کل ترکہ بیٹے کو ملے گا مگر مودودی صاحب صرف اپنے تخیل سے قرآن وحدیث اور اجماع امت کے خلاف بیٹے کو دو بٹہ تین دلا رہے ہیں۔ مودودی صاحب اور حیم صاحب کا خیالی قانون بلاشبہ اسلامی قانون کے مخالف ہے اور یہ بات فقہاء کرام مجتہدین وعظام کا دامن چھوڑنے کی وجہ سے ہے مولیٰ عزوجل ہر مسلمان کو اسلامی قانون کی پابندی کی توفیق عطا فرمائے اور دین اسلام کو ترقی عطا فرمائے اور مسلمانوں کو دین اسلام کی تبلیغ واشاعت دین متین کی خدمت کا صحیح جذبہ

عطا فرمائے۔ آمین۔

﴿ واللہ تعالیٰ ھو الموفق وھو تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم ﴾

فقیر ابوالفضل محمد سردار احمد غفرلہ خادم اہل سنت وجماعت۔

الجواب صحیح والمجیب مصیب حافظ نواب الدین غفرلہ۔

خادم دار العلوم جامعہ رضویہ مظہر اسلام۔

الجواب صحیح والمجیب نجیح الفقیر ابوالشاہ محمد عبد القادر احمد آبادی رضوی نوری غفرلہ

خطیب مسجد ابراہیم چوک لائلپور۔

الجواب ہو الصواب، ولی النبی عفی عنہ خادم دار العلوم جامع رضویہ۔

الجواب ہو الجواب الفقیر ابو سعید محمد امین غفرلہ:

الفقیر ابوالنافع منصور حسین شاہ مدرس۔ فقیر عبد الرسول ابوشعیب محمد احسان الحق قادری ابوالانوار محمد مختار احمد غفرلہ،

الفقیر قاری علی احمد رجکی خادم جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائلپور۔

(جامع الفتاویٰ تمام شد)

☆☆☆☆☆☆☆